

فَمَنْ اطاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اطاعَ اللهَ
وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللهَ
تنبہ۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی
کی حد تک جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی جیسا کہ اللہ

جامع ترمذی شرح

شرح

مفتی محمد باقر خان اعطاری المدنی

مکتبہ امام اہلسنت

0332-9292026

0332-1632626

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل پیگرم جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زویب حسن عطاری

for more books click on the link

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



شرح
جامع ترمذی
(جلد سوم)

شارح:
استاذ الفقه والحديث
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد ہاشم خان الطاری المدنی مقبلاً اللہ باطالۃ عمرہ

مکتبہ امام اہلسنت: داتا دربار مارکیٹ، لاہور

0310:4085638

بسم الله الرحمن الرحيم

وعلى آلك واصحابك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

شرح جامع ترمذی (جلد سوم)	نام کتاب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ہاشم خان عطاری المدنی متعنا اللہ باطالۃ عمرہ	شارح
جمادی الثانی 1439ھ بمطابق مارچ 2018ء	سن اشاعت
1056	صفحات
1100 روپے	قیمت
مکتبہ امام اہلسنت: داتا دربار مارکیٹ، لاہور	ناشر
0310:4085638	

ملنے کے پتے:

مکتبہ فیضان اسلام، فیصل آباد	مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
کتب خانہ امام احمد رضا، لاہور	مکتبہ اعلیٰ حضرت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور	مکتبہ فیضانِ رضا، جوہر ٹاؤن، لاہور
مکتبہ قادریہ، کراچی	مکتبہ المدینہ، جوہر ٹاؤن، لاہور
مکتبہ غوثیہ، راولپنڈی	مکتبہ غوثیہ، کراچی
اسلامک کارپوریشن، راولپنڈی	مکتبہ فیضان سنت، ملتان

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون
49	باب نمبر 217
50	باب نمبر 218
51	شرح حدیث
53	نماز کا سلام ایک یا دو، مذاہب اربعہ
53	احتاف کا موقف
54	حتابہ کا موقف
55	شوافع کا موقف
55	مالکیہ کا موقف
56	ایک سلام اور دو سلاموں کی احادیث اور ان کی اسناد پر کلام
60	باب نمبر 219
61	سلام میں "مد" نہ کرنے کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے
61	اس روایت کے ایک راوی "قرابہ بن عبد الرحمن" پر کلام
63	باب نمبر 220
66	نماز کے بعد وظائف و اعمال
69	وظائف کے بارے میں ایک احتیاط
70	فرض نماز کے بعد ظہر نے کی مقدار اور وظائف کرنا
72	نماز کے بعد دعا کرنے پر دلائل
77	باب نمبر 221

78	دوئوں طرح کی احادیث میں تطبیق
79	امام کے بعد سلام دائیں بائیں پھرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
79	احتاف کا موقف
79	حتابہ کا موقف
80	شوافع کا موقف
80	مالکیہ کا موقف
81	باب نمبر (222)
88	فوائد حدیث
95	نماز پڑھنے کا طریقہ (حنفی)
98	نماز کے مذکورہ طریقہ پر کچھ دلائل
101	شرط اور فرض کی تعریف، نماز کی شرائط اور فرائض
101	نماز کے واجبات، سنن اور مستحبات
104	مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق
105	عورتیں کے افعال نماز پر دلائل
109	باب نمبر 223
110	باب نمبر 224
112	باب نمبر 225
114	باب نمبر 226
116	"مفصل" کی وجہ تسمیہ
116	طوال، اوساط اور قصار مفصل
116	مفصل کا ملنا خاصہ ہے

117	مختلف نمازوں میں کم اور زیادہ قراءت کی حکمتیں
118	نماز مغرب میں "سورۃ المرسلات" پڑھنا بیان جواز کے لیے
118	پانچوں نمازوں میں قراءت، مذاہب ائمہ
118	حجابہ کا موقف
119	شواہخ کا موقف
120	مالکیہ کا موقف
120	احناف کا موقف
127	باب نمبر 227
128	باب نمبر 228
132	قراءت خلف الامام، مذاہب ائمہ
132	احناف کا موقف
132	حجابہ کا موقف
134	شواہخ کا موقف
135	مالکیہ کا موقف
135	قراءت خلف الامام کے منع ہونے پر دلائل
145	قراءت خلف الامام کے قائلین کے دلائل اور ان کے جوابات
149	باب نمبر 229
151	شرح حدیث
151	حضرت فاطمہ الکبریٰ سے مراد
151	مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پاک پڑھنے کا وقت اور حکمت
152	مسجد میں داخل ہوتے وقت سوال رحمت اور خارج ہوتے وقت سوال فضل کی حکمت

152	طلب مغفرت کی وجہ
153	مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کے اذکار کا مجموعہ
153	مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کی دعا کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت
153	مسجد میں دخول و خروج کی دعائیں، مذاہب ائمہ
154	عند الاحناف
154	عند الحنابلہ
154	عند الشوافع
155	عند المالکیہ
157	باب نمبر 230
159	شرح حدیث
160	تحقیق المسجد کے بارے میں مذاہب ائمہ
160	عند الاحناف
161	عند الحنابلہ
161	عند الشوافع
162	عند المالکیہ
164	باب نمبر (231)
166	حمام اور قبرستان کب مسجد ہوں گے، کب نہیں
166	قبرستان اور حمام میں حصر نہیں
166	مذکورہ حدیث مرسل یا مسند اور صحیح یا غیر صحیح
167	"تمام زمین مسجد ہے" اس عموم سے بعض جگہیں خارج ہیں
168	ممنوعہ جگہوں پر نماز کے منع ہونے کی وجوہات

168	زمین رافع حدیث ہے اور حجیم سے مستعمل نہیں ہوتی
168	تیمم اور تمام زمین میں نماز کی اجازت اس امت کا خاصہ ہے
169	اس امت کے لیے تمام زمین کے مسجد ہونے کی تخصیص کی صورت
169	احادیث کی روشنی میں خصائص کی تعداد
171	حمام اور قبرستان میں نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
171	احناف کا موقف
173	حنابلہ کا موقف
173	شوافع کا موقف
174	مالکیہ کا موقف
177	باب فصیح (232)
179	اخلاص ضروری ہے
179	"مثل" سے مراد کیا ہے؟
181	مسجد بنانے کے فضائل
183	مسجد بنانے کا ثواب کسے ملے گا؟
183	مساجد اور مدارس کی تعمیر کا حکم:
183	مسجد سے باہر نام کی سختی
184	مسجد کے منارے بنانے کی حکمتیں
185	باب فصیح (233)
186	شرح حدیث
187	خواتین کے لیے زیارت قبور
191	مقابر میں چراغ جلانا

195	قبر کے پاس یا قبر پر اگر بتی جلانا
196	راوی ابو صالح کی تعین اور جرح و تعدیل
198	باب نمبر (234)
199	مسجد میں کھانے اور سونے کے بارے میں مذاہب ائمہ
199	احناف کا موقف
199	مالکیہ کا موقف
199	شوافع کا موقف
200	حنابلہ کا موقف
201	مسجد میں سونے اور کھانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا ایک تحقیقی فتویٰ
204	باب نمبر (235)
206	مسجد میں کس قسم کے اشعار منع ہیں؟
207	مسجد میں خرید و فروخت کے احکام
208	کیا محکف اور غیر محکف کا مسجد میں خرید و فروخت کرنا کیسا
208	نماز جمعہ سے پہلے حلقہ لگانے کی ممانعت
209	گمشدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنا
216	باب نمبر 236
217	شرح حدیث
220	باب نمبر 237
221	شرح حدیث
222	احادیث میں تطہیق
222	وَلَا تُعْرِفُ الْأَسِيدَ بْنَ زَيْدٍ وَلَا عُمَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ

223	باب نمبر 238
225	میری اس مسجد میں
226	مسجد الحرام کے استثنائی کا مطلب
227	ثواب کا زیادہ ہونا فرض میں یا نفل میں
227	مسجد الحرام میں ثواب کہاں زیادہ ہوگا
228	کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف
230	فوائد حدیث
241	باب نمبر 239
243	سعی کا معنی
243	سکینہ اور وقار کے معانی
244	سکینہ و وقار کے اپنانے میں حکمت
245	خاص اقامت، جماعت کے وقت جلدی کرنے سے منع کرنے کی حکمت
245	"نماز فوت کر دی" کہنے کا جواز
245	جسے تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا خوف ہو، وہ جلدی کرے گا یا نہیں
246	نامکمل جماعت پانے والے کو بھی جماعت کا ثواب ملے گا
246	مسیبوق نے امام کے ساتھ پہلی رکعتیں پڑھیں یا آخری
248	نماز کی طرف جلدی چلنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
248	احناف کا موقف
248	حنابلہ کا موقف
249	شوافع کا موقف
250	مالکیہ کا موقف

251	باب نمبر 240
252	نماز میں ہونے سے مراد
252	حدیث میں صرف "رتح" کا خارج ہونا ہی کیوں ذکر کیا
252	حضر موت کے شخص کے سوال کرنے کی وجہ
253	فوائد حدیث
254	مسجد میں رتح کا خارج کرنے کا حکم
255	باب نمبر 241
256	باب نمبر 242
257	باب نمبر 243
258	"خمرہ" کا معنی اور وجہ تسمیہ
258	خمرہ اور خمر میں فرق
259	پانی چھڑکنے کی وجہ
259	ان احادیث کی فقہ
261	چٹائی وغیرہ پر نماز کے بارے میں مذاہب ائمہ
261	احتاف کا موقف
261	حتابہ کا موقف
262	مالکیہ کا موقف
263	شوافع کا موقف
264	باب نمبر 244
265	شیطان کا معنی
265	باقات میں نماز پڑھنے کو پسند کرنے کی وجوہات

266	فوائد حدیث
266	حسن بن جعفر کا ضعف حفظ کی جہت سے ہے
268	باب نمبر 245
269	مؤخرۃ الرحل سے مراد
269	مؤخرۃ الرحل کی مقدار
269	سترہ کی حکمت
270	سترے کا حکم اور کی مقدار کے بارے میں مذاہب ائمہ
270	احناف کا موقف
270	حنابلہ کا موقف
271	شوافع کا موقف
271	مالکیہ کا موقف
272	امام کا سترہ مقتدی کے کافی ہے، مذاہب ائمہ
272	احناف کا موقف
272	مالکیہ کا موقف
273	حنابلہ کا موقف
274	شوافع کا موقف
276	باب نمبر 246
278	گناہ کی مقدار نذر کرنے کی وجہ
279	چالیس کے عدد میں حکمتیں
279	نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کی وجہ
280	کس کو بھیجا اور کس نے بھیجا

281	نمازی کے آگے سے گزرنے کے حکم پر مذاہب ائمہ
281	احناف کا موقف
281	مالکیہ کا موقف
282	شوافع کا موقف
282	حنابلہ کا موقف
283	گزرنے کی ممانعت کہاں سے ہے اور مسجد کبیر و مسجد صغیر کا فرق
287	فوائد حدیث
289	نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث و آثار
292	باب نمبر 247
293	باب نمبر 248
295	شرح حدیث
297	کسی چیز کے آگے سے نماز کا ٹوٹنا، مذاہب ائمہ
297	احناف کا موقف
298	مالکیہ کا موقف
298	شوافع کا موقف
299	حنابلہ کا موقف
301	باب نمبر 249
302	حدیث پاک کے الفاظ مختلفہ
302	حدیث الباب سے مستنبط شدہ مسئلہ
303	ایک کپڑے میں نماز، مذاہب ائمہ
303	احناف کا موقف

305	حنابلہ کا موقف
306	شوافع کا موقف
307	مالکیہ کا موقف
309	باب نمبر 250
311	قبلہ کی تبدیلی
312	بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال
312	کعبہ معظمہ کے قبلہ بننے کے محبوب ہونے کی وجوہات
313	مہینہ اور دن کونسا تھا
313	کتنے مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی
314	تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلی نماز کون سی تھی
315	مسجد کون سی تھی
315	نماز عصر پڑھنے والے شخص کا نام
316	دو مرتبہ تسبیح
316	ہجرت مدینہ سے پہلے کس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے
318	فوائد حدیث
323	تسخ کا بیان
323	تسخ کی تعریف
324	تسخ کا ثبوت
324	تسخ کی اقسام
325	تسخ القرآن بالقرآن
326	تسخ القرآن بالحدیث

327	ایک اشکال کا جواب
327	تسخیر الحدیث بالحدیث
327	تسخیر الحدیث بالقرآن
328	تسخیر قرآن بالحدیث اور تسخیر الحدیث بالقرآن میں شواہح کا اختلاف
328	تسخیر قرآن کی اقسام
329	تسخیر الحدیث کی اقسام
330	باب نمبر 251
332	مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ کن کے لیے ہے
333	جہت قبلہ
334	عین قبلہ یا جہت قبلہ کی فرضیت کے بارے میں مذاہب اربعہ
334	احناف کا موقف
334	حنابلہ کا موقف
335	شوافع کا موقف
336	مالکیہ کا موقف
336	جہت کعبہ کی طرف منہ کرنے کا مطلب کیا ہے
338	باب نمبر 252
339	لا تعرف الا من حدیث اضعف
339	حدیث الہاب کی اسناد
339	معرفہ قبلہ سے عاجز شخص کا تحریر کر کے نماز پڑھنا، مذاہب ائمہ
340	معرفہ قبلہ سے عاجز شخص کا بغیر تحریر کر کے نماز پڑھنا، مذاہب ائمہ
341	باب نمبر 253

343	کون سی جگہوں پر نماز کی ممانعت ہے
344	کعبہ کے اوپر اور قبرستان وغیرہ میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ
344	احناف کا موقف
346	حنابلہ کا موقف
346	شوافع کا موقف
350	مالکیہ کا موقف
352	باب نمبر 254
355	اونٹوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ
355	بکریوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ
357	باب نمبر 255
358	سواری پر نفل نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
358	احناف کا موقف
358	حنابلہ کا موقف
359	شوافع کا موقف
359	مالکیہ کا موقف
360	سواری پر فرض نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
360	احناف کا موقف
360	شوافع کا موقف
361	مالکیہ کا موقف
361	حنابلہ کا موقف
361	چلتی ریل گاڑی اور بس پر نماز کا حکم

365	گشتی پر نماز کا حکم، مذاہب ائمہ
365	احناف کا موقف
366	شوافع کا موقف
366	حنابلہ کا موقف
367	مالکیہ کا موقف
368	ہوائی جہاز اور بحری جہاز پر نماز کا حکم
371	باب نمبر 256
372	شرح حدیث
373	حدیث پاک سے مستنبط شدہ مسائل
374	باب نمبر 257
377	کھانے کی موجودگی میں نماز، مذاہب ائمہ
377	احناف کا موقف
377	حنابلہ کا موقف
379	شوافع کا موقف
380	مالکیہ کا موقف
381	باب نمبر 258
382	مقصد حدیث
382	یہ حکم فرض اور نفل کو عام ہے
383	اپنے آپ کو گالی دینے کی مثال
383	حدیث مذکور سے مستند شدہ مسائل
384	باب نمبر 259

386	رفع تعارض
387	سلطان گھروالے پر مقدم ہوگا
388	صاحب خانہ کے احق بالامتہ ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ
388	احناف کا موقف
388	حنابلہ کا موقف
389	شوافع کا موقف
389	مالکیہ کا موقف
391	باب نمبر 260
392	امام کا صرف اپنے لیے دعا کرنا مکروہ ہے
392	امام کے صرف اپنے لیے دعا کرنے کو خیانت کہنے کی وجہ
392	کسی کے گھر جھانکنا گویا داخل ہونا ہے
393	حائض، حائض اور حائض کے معافی
393	حدیث میں مذکور تین افعال کی ممانعت کی حکمتیں اور ان کے ذکر کی ترتیب میں حکمتیں
394	پیشاب کی شدت کے وقت نماز، مذاہب ائمہ
394	احناف کا موقف
394	حنابلہ کا موقف
395	شوافع کا موقف
395	مالکیہ کا موقف
397	باب نمبر 261
400	امام مذکورہ و عید کا مصداق کب ہوگا
401	زوجہ مذکورہ و عید کی مصداق کب ہوگی

401	مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امام بننا، مذاہب ائمہ
401	احناف کا موقف
402	حنابلہ کا موقف
402	شوافع کا موقف
402	مالکیہ کا موقف
403	بیوی کا شوہر کی طاعت نہ کرنے سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک فتویٰ
407	باب نمبر 262
409	باب نمبر 263
412	جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کیسے پڑھے، مذاہب ائمہ
413	حنابلہ کی دلیل
413	مالکیہ کی دلیل
413	احناف اور شوافع کی دلیل
414	حنابلہ کی دلیل کے جوابات
415	باب نمبر 162 کی حدیث پاک سے مستط شدہ مسائل
417	باب نمبر 264
419	قعدہ اولیٰ اور تشہد اول کا حکم، مذاہب ائمہ
419	احناف کا موقف
420	حنابلہ کا موقف
420	شوافع کا موقف
421	مالکیہ کا موقف
422	قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا تو کیا کرے

423	لقمہ کی وجہ سے واپس آیا تو کیا حکم ہوگا
424	باب نمبر 265
425	گرم پتھر پر بیٹھنے سے مراد
425	قعدہ اولیٰ میں تخفیف
426	مذکورہ حدیث کی سند
426	قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا، مذاہب ائمہ
426	احناف کا موقف
427	حنابلہ کا موقف
428	شوافع کا موقف
428	مالکیہ کا موقف
429	باب نمبر 266
431	نماز میں سلام کا جواب دینے کے بارے میں مذاہب اربعہ
431	احناف کے نزدیک مکروہ کیوں؟
439	باب نمبر 267
441	لقمہ کے مسائل، مذاہب ائمہ
441	احناف کا موقف
441	حنابلہ کا موقف
442	شوافع کا موقف
443	مالکیہ کا موقف
443	نماز میں لقمہ کے تفصیلی احکام
444	لقمہ کے بارے میں احادیث و آثار

447	لقمہ دینے کا شرعی حکم
449	لقمہ کے کچھ بنیادی قواعد
449	لقمہ دینے کا محل کیا ہے
450	اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے
450	اپنے مقتدی کے علاوہ کا لقمہ لینا مفسد نماز ہے
450	خود یاد آ گیا تو کیا حکم ہے
450	مقتدی نے غیر مقتدی سے سن کر لقمہ دیا
450	بے محل لقمہ دینے سے نماز ٹوٹنے کی وجہ
451	نفل نماز میں بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے
451	نماز جمعہ میں بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے
452	لقمہ دینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا
452	ایک سے زیادہ لوگوں کا لقمہ دینا جائز ہے
452	سجھدار نابالغ لقمہ دے سکتا ہے
452	کھنکار کے ذریعہ لقمہ دینا
452	امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے
453	بہرے امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے
453	ایک ہی مرتبہ غلط لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے
453	لقمہ دینے کے الفاظ
454	"بیٹھ جاؤ" کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی
454	کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو لقمہ دینا کیسا
454	سورۃ فاتحہ میں لقمہ کے مسائل

455	ظہر یا عصر میں جہری قراءت شروع کر دی تو کب تک لقمہ دے سکتے ہیں
457	قراءت شروع کرنے میں تاخیر کر دی تو لقمہ دینے کا حکم
458	عشاء کی تیسری رکعت میں امام نے جہر کر دیا
459	قراءت میں لقمہ کا بیان
459	امام بقدر واجب قراءت کر چکنے کے بعد بھول گیا تو لقمہ دینے کا حکم
459	لقمہ دینے والا لقمہ کی نیت کرے گا
459	قراءت میں بھولنے پر لقمہ دینے کا طریقہ
459	امام قراءت میں بھولے تو اسے کیا کرنا چاہیے
459	ایک آیت چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنا اور بقدر واجب قراءت
460	لقمہ لینے دینے میں اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار چپ رہا تو کیا حکم ہے
460	مقتدی نے غلط لقمہ دیا تو کیا حکم ہے
461	نماز میں خلاف ترتیب قرآن پڑھنے کا حکم
461	جو سورت شروع کر چکا اسے ہی پڑھے
461	خلاف ترتیب پڑھنے پر لقمہ دینے کا حکم
461	رکوع میں لقمہ کا بیان
461	دعاے قنوت بھول کر رکوع میں جانے پر لقمہ دینے کا حکم
462	سورۃ فاتحہ کے بعد امام رکوع میں چلا گیا تو لقمہ دینے کا حکم
462	قعدہ اولیٰ میں لقمہ کا بیان
463	امام قعدہ اولیٰ کو چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو لقمہ دینا کیسا؟
463	امام قعدہ اولیٰ کو بھول کر کھڑا ہونے لگا، ابھی بیٹھنے کے قریب تھا تو لقمہ دینا کیسا؟
463	امام لقمہ ملنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا

464	قعدہ اولیٰ میں زیادہ دیر بیٹھنے پر لقمہ دینا
465	ظہر میں دوسری رکعت پر سلام
465	جہلی یا تیسری رکعت میں بھول کر بیٹھنا
465	قعدہ اخیرہ میں لقمہ کا بیان
467	تراویح میں لقمہ کے مسائل
467	سامع غیر مقتدی ہو تو اس کا لقمہ
467	سامع کا دیکھ کر لقمہ دینا
467	ایک دو کلمات چھوڑنے پر لقمہ دینا
468	اگر تراویح پڑھنے کے دوران لقمہ نہ دے سکیں
468	تراویح میں لقمہ دینا صرف سامع کا حق نہیں
468	حافظ کو تنگ کرنے کے لیے لقمہ دینا
470	تراویح میں غلط لقمہ دیا تو نماز کا کیا حکم ہے
470	مقتدی نے ایک رکعت سمجھ کر لقمہ دیا
470	نماز عید میں لقمہ دینے کا مسئلہ
472	باب نمبر 268
473	جماعی کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ
473	جماعی کی نسبت شیطان کی طرف کرنے کی وجوہات
474	جماعی روکنے میں حکمتیں
475	شیطان کے منہ میں داخل ہونے سے کیا مراد ہے
475	جماعی روکنے سے کیا مراد ہے
476	جماعی مطلقاً مکروہ ہے یا صرف نماز میں

477	جماعی کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ
477	احناف کا موقف
477	حنابلہ کا موقف
478	شوافع کا موقف
478	مالکیہ کا موقف
480	باب نمبر 269
484	نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
485	فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
485	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع اور قیام کی حد
486	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق
487	قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں کرسی پر نماز پڑھنا
490	بجھے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کرسی پر نماز پڑھنا
492	بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کے لیے ایک اہم مسئلہ
493	کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت صف کے مسائل
495	کرسی کے آگے لگی ہوئی تختی پر سر رکھ کر سجدہ کرنے کا حکم
498	مسجد میں کرسیاں کہاں رکھنی چاہئیں
498	تحدہ المبارک کے دن کا اہم مسئلہ
500	باب نمبر 270
503	باب نمبر 271
507	تختیہ نماز سے متعلق ایک فتویٰ
509	باب نمبر 272

510	حدیث مذکور میں حائفہ سے مراد
510	نماز میں سترنے کے وجوب پر استدلال
510	قبول اور صحت میں فرق کی تحقیق
512	نماز میں عورت کا ستر، مذاہب ائمہ
513	عورت کے اعضائے ستر کی تفصیل
516	نماز میں ایک عضو کی چہارم یا کم کھلنے کے احکام
517	مرد کے اعضائے ستر کی تفصیل
520	باب نمبر 273
521	سدل کی تعریف
521	ممانعتِ سدل کی وجہ و حکمت
522	سدل کے بارے میں مذاہب ائمہ
522	احناف کا موقف
522	حنابلہ کا موقف
522	شوافع کا موقف
523	مالکیہ کا موقف
524	باب نمبر 274
526	نماز میں کنکریوں کو چھونے کی ممانعت کی وجوہات
528	نماز میں کنکریاں چھونے کے بارے میں مذاہب ائمہ
528	احناف کا موقف
528	حنابلہ کا موقف
528	شوافع کا موقف
529	

529	مالکیہ کا موقف
531	باب نمبر 275
533	نماز میں پھونک مارنے کی وجہ ممانعت
533	حدیث مذکور کی فی حیثیت
534	نماز میں پھونک مارنے کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ
534	احناف کا موقف
535	شوافع کا موقف
535	مالکیہ کا موقف
536	حنابلہ کا موقف
537	باب نمبر 276
538	نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہات
540	نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا، مذاہب ائمہ
540	حنابلہ کا موقف
540	شوافع کا موقف
540	احناف کا موقف
541	مالکیہ کا موقف
542	باب نمبر 277
543	بھڑے کی ممانعت اور ہال کھلے رکھنے کا حکم صرف مردوں کے لیے ہے
543	مرد کے لیے بھڑے کی ممانعت کی وجہ
544	حدیث الباب کے طرق مختلفہ اور الفاظ متنوعہ
545	نماز میں مرد کے لیے بھڑے کا حکم، مذاہب ائمہ

545	احناف کا موقف
546	حنابلہ کا موقف
546	مالکیہ کا موقف
547	شوافع کا موقف
548	سر کے بال رکھنے میں سنت کیا ہے
549	مرد کے لیے کندھوں سے نیچے بال رکھنے کا حکم
551	باب نمبر 278
554	دعا میں "یارب یارب" کہنے کی فضیلت
556	رات اور دن میں ایک سلام کے ساتھ نوافل، ائمہ اربعہ
556	احناف کا موقف
558	حنابلہ کا موقف
559	شوافع کا موقف
560	مالکیہ کا موقف
561	باب نمبر 279
562	تشبیح کے معنی، نماز میں اور نماز کی طرف جاتے ہوئے اس کی ممانعت کی وجوہات
563	نماز میں تشبیح کے بارے میں مذاہب ائمہ
563	احناف کا موقف
564	حنابلہ کا موقف
564	شوافع کا موقف
565	مالکیہ کا موقف
566	باب نمبر 280

567	قنوت کے معنی اور طول القنوت والی نماز کے افضل ہونے کی وجہ
568	باب نمبر 281
571	طویل قیام افضل ہے یا کثرت رکوع و سجود، مذاہب ائمہ
571	احناف کا موقف
571	شوافع کا موقف
572	مالکیہ کا موقف
572	حنابلہ کا موقف
574	باب نمبر 282
576	نماز میں سانپ یا بچھو کو مارنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
576	حنابلہ کا موقف
576	احناف کا موقف
576	شوافع کا موقف
577	مالکیہ کا موقف
578	باب نمبر 283
581	باب نمبر 284
585	سہو کے سجدوں کے محل کے بارے میں مذاہب ائمہ
585	حنابلہ کا موقف
586	شوافع کا موقف
586	مالکیہ کا موقف
587	احناف کا موقف
588	احناف کے دلائل

588	شواہخ اور مالکیہ کے پیش کردہ دلائل کے جوابات
592	باب نمبر 285
595	سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
595	احناف کا موقف
595	حنابلہ کا موقف
596	شواہخ کا موقف
597	مالکیہ کا موقف
598	باب نمبر 286
601	شیطان کو ذلیل کرنے سے مراد
601	کم پر بنا کرنے کی احناف کے نزدیک شرائط
602	نماز میں رکعتوں کی تعداد میں شک کی صورت میں مذاہب ائمہ
603	ائمہ ثلاثہ کی دلیل
603	احناف کے دلائل
605	باب نمبر 287
608	حضرت ذوالیدین کا نام اور ذوالیدین کی وجہ تسمیہ
608	سوال کرنے کی وجہ
608	سجدہ سہو کے محل کے بارے میں پانچ احادیث اور ائمہ کا ان سے استدلال
611	باب نمبر 288
613	فی زمانہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم
618	باب نمبر 289
619	باب نمبر 290

620	نجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
620	مالکیہ اور شوافع کے دلائل
620	احناف اور حنابلہ کے دلائل
529	باب نمبر 291
633	چھینک کے وقت کیا کہے
633	نو آئند حدیث
634	نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
634	حنابلہ کا موقف
634	شوافع کا موقف
634	مالکیہ کا موقف
635	احناف کا موقف
636	باب نمبر 292
639	نماز میں کلام کی منسوختی مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں
640	نماز میں کلام کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
640	حنابلہ کا موقف
641	شوافع کا موقف
643	مالکیہ کا موقف
644	احناف کا موقف
647	باب نمبر 293
650	توبہ کے آداب
650	اسماء بنت محمد الغزالی سے ایک ہی حدیث مروی ہے

651	نماز توبہ کے بارے میں مذاہب اربعہ
652	باب نمبر 294
655	نماز کا حکم کرنے اور نہ پڑھنے پر سزا دینے کی عمر، مذاہب ائمہ
655	احناف کا موقف
655	حنابلہ کا موقف
657	شوافع کا موقف
657	مالکیہ کا موقف
658	باب نمبر 295
661	حدیث الباب کی تصحیف کا جواب
665	باب نمبر 296
666	جماعت چھوڑنے کے اعذار
666	عند الاحناف
667	عند الحنابلہ
667	عند الشوافع
667	عند المالکیہ
669	ترک جماعت کے اعذار احادیث کی روشنی میں
673	باب نمبر 297
675	فقراء کتنے اور کون سے تھے
675	سبوح، حمید اور بحیر میں ترتیب کی حکمتیں
675	فرض نماز کے بعد یا نفل کے بعد
675	تعمین عدد میں حکمت

676	معین عدد سے کم یا زیادہ پڑھنا کیسا
677	ایک اشکال کا جواب
677	فوائد حدیث
681	باب نمبر 298
683	باب نمبر 299
685	عصمت انبیاء اور مقفرت ذنب کا بیان
685	عصمت کا معنی و مفہوم
687	انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں علماء کی آراء
690	عصمت انبیاء پر دلائل
697	آیت ذنب میں ذنب کے مطالب
701	اعلیٰ حضرت کا ترجمہ
707	باب نمبر 300
709	نوافل کے ذریعہ فرائض کی تکمیل کی صورت
709	قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ کس کا ہوگا
710	فرائض سے پہلے اور بعد سنن و نوافل کی مشروعیت میں حکمت
712	باب نمبر 301
714	دن رات میں سنن مؤکدہ کتنی رکعتیں ہیں، مذاہب اربعہ
714	عند الاحناف
715	عند الحنابلہ
715	عند الشوافع
717	عند المالکیہ

718	باب نمبر 302
719	فجر کی سنتوں کے بارے میں احادیث و آثار
721	سب سے قوی تر سنت فجر ہیں
722	باب نمبر 303
723	سنت فجر میں قراءت
723	عند الاحناف
723	عند الحنابلہ
723	عند الشوافع
724	مالکیہ کا موقف
725	باب نمبر 304
728	باب نمبر 305
729	فجر کے وقت میں نوافل کی ممانعت پر مذاہب اربعہ
729	احناف کا موقف
730	حنابلہ کا موقف
730	شوافع کا موقف
731	مالکیہ کا موقف
732	باب نمبر 306
733	دائیں کروٹ لیٹنے کی حکمتیں
735	فجر کی دو رکعت سنت کے بعد دائیں کروٹ لیٹنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
735	حنابلہ کا موقف
736	شوافع کا موقف

736	مالکیہ کا موقف
737	احناف کا موقف
739	باب نمبر 307
741	حدیث الباب کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کا بیان
741	اقامت جماعت کے وقت نوافل کے بارے میں مذاہب ائمہ
741	عند الحجاب
742	عند الشواہخ
742	عند المالکیہ
742	عند الاحناف
743	اقامت جماعت کے وقت فجر کی سنتوں کے بارے میں مذاہب ائمہ
743	شواہخ اور حجاب کا موقف
743	مالکیہ کا موقف
743	احناف کا موقف
745	باب نمبر 308
747	باب نمبر 309
748	سنت فجر قضا ہو جائے تو کب پڑھے، مذاہب ائمہ
748	حجاب کا موقف
749	شواہخ کا موقف
750	مالکیہ کا موقف
751	احناف کا موقف
754	باب نمبر 310

755	باب نمبر 311
758	ظہر کے فرض سے پہلے اور بعد کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ
758	احناف کا موقف
758	حنابلہ کا موقف
759	شوافع کا موقف
760	مالکیہ کا موقف
761	باب نمبر 312
763	ظہر کے فرضوں سے پہلے اگر سنتیں نہ پڑھ سکے تو کیا کرے، مذاہب ائمہ
763	احناف کا موقف
763	حنابلہ کا موقف
763	شوافع کا موقف
763	مالکیہ کا موقف
764	ظہر کے پہلے کی چار سنتوں کے فضائل
767	باب نمبر 313
769	سلام سے یہاں مراد شہد ہے
769	عصر کی سنتوں کے غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ
769	عصر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں مذاہب ائمہ
769	احناف کا موقف
769	حنابلہ کا موقف
770	شوافع کا موقف
770	مالکیہ کا موقف
771	

771	عصر سے پہلے کی سنتوں کے فضائل
773	باب نمبر 314
774	مغرب کی سنتوں کا ثبوت اور ان کے مؤکدہ ہونے پر کلام
775	مغرب کی دو سنتوں میں قراءت
775	مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ
775	مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت کے فضائل و اہمیت
777	باب نمبر 315
779	سنتیں اور نوافل گھر بڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
779	احناف کا موقف
780	حنابلہ کا موقف
781	شوافع کا موقف
781	مالکیہ کا موقف
784	باب نمبر 316
785	اس نماز کو ادا بین کہنے کی وجہ
786	مغرب کے بعد نوافل کے فضائل
787	حدیث الباب کی فنی حیثیت
788	باب نمبر 317
789	عشاء کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ
790	باب نمبر 318
791	رات کے نوافل کی رکعتوں کی تعداد
793	وتر ایک رکعت یا تین رکعتیں

797	باب نمبر 319
798	محرم کو "شہر اللہ" کہنے کی وجہ
799	افضل روزے اور افضل نماز
799	شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے اور محرم میں کثرت سے نہ رکھنے کی وجہ
799	محرم کے روزے افضل ہونے کی وجہ
800	رات کے نوافل بالاتفاق دن کے نوافل سے افضل ہیں
800	رات کے نوافل افضل ہونے کی وجہ
801	باب نمبر 320
803	باب نمبر 321
804	باب نمبر 322
806	صلاة اللیل اور نماز تہجد
806	صلاة اللیل اور نماز تہجد کی رکعتیں
807	تہجد کے عادی کے لیے بلا عذر تہجد چھوڑنا مکروہ ہے
807	صلاة اللیل کے فضائل
810	باب نمبر 323
811	نزول کا اطلاق اور اس کے معنی
813	روایات میں تطبیق یا ترجیح
813	رات میں نماز پڑھنے اور سونے کے وقت کی تقسیم کاری کا افضل طریقہ
815	باب نمبر 324
818	ایک آیت سے قیام
819	ایک بڑی آیت سے واجب ادا ہو جاتا ہے

820	نوافل میں جہری اور سری قراءت کے بارے میں مذاہب ائمہ
820	احناف کا موقف
820	حنابلہ کا موقف
822	شوافع کا موقف
822	مالکیہ کا موقف
824	باب نمبر 325
827	سنن و نوافل گھر میں پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ
832	ابواب الوقر
833	باب نمبر 326
835	باب نمبر 327
836	وتر کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ
836	عندالاحناف
836	عندالمالکیہ
837	عندالحنابلہ
837	وتر کے وجوب پر دلائل
840	ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے دلائل کا جواب
841	کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے
843	باب نمبر 328
845	سونے سے پہلے وتر پڑھنا کس کے لیے ہے
845	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا کیوں فرمایا
845	مختصرہ کا معنی

845	رات کے وقت وتر پڑھنے کے افضل ہونے کی وجہ
847	باب نمبر 329
848	وتر کورات کے آخری حصے میں پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ
850	باب نمبر 330
851	باب نمبر 331
852	باب نمبر 332
854	باب نمبر 333
855	وتروں کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ
858	احناف کا موقف
858	شوافع کا موقف
858	مالکیہ کا موقف
858	حنابلہ کا موقف
857	وتر کے تین رکعت ہونے پر دلائل
861	ایک رکعت وتر کی دلیل کا جواب
862	تین رکعات سے ممانعت کا جواب
863	باب نمبر 334
865	نماز وتر میں قرأت کے بارے میں مذاہب ائمہ
865	احناف کا موقف
865	حنابلہ کا موقف
865	شوافع کا موقف
866	مالکیہ کا موقف
866	

867	باب نمبر 335
869	قنوت اور مختلف دعائیں
870	وتر میں قنوت ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ
870	احناف کا موقف
871	مالکیہ کا موقف
871	شوافع کا موقف
871	حنابلہ کا موقف
871	قنوت کے رکوع سے پہلے یا بعد میں ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ
871	احناف کا موقف
872	شوافع کا موقف
872	حنابلہ کا موقف
872	مالکیہ کا موقف
872	رکوع سے پہلے قنوت ہونے پر احناف کے دلائل
874	مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی دلیل اور اس کا جواب
875	باب نمبر 336
876	باب نمبر 337
878	وتر کے وقت کے بارے میں مذاہب ائمہ
878	احناف کا موقف
878	مالکیہ کا موقف
878	شوافع کا موقف
879	حنابلہ کا موقف

879	وتر کی قضا کے بارے میں مذاہب ائمہ
879	احناف کا موقف
880	حنابلہ کا موقف
880	شوافع کا موقف
880	مالکیہ کا موقف
881	نماز وتر قضا ہو جانے کی صورت میں پڑھنے کے دلائل اور نہ پڑھنے کی دلیل کا جواب
882	باب نمبر 338
884	تکرار وتر اور نقص وتر کے بارے میں مذاہب
884	احناف کا موقف
885	حنابلہ کا موقف
885	مالکیہ کا موقف
885	شوافع کا موقف
887	باب نمبر 339
889	باب نمبر 340
892	بارہ رکعتوں کی فضیلت بیٹگی میں ہے یا ایک مرتبہ میں بھی
892	سمندر کی جھاگ کے برابر ہونے کا مطلب
892	سمندر کی جھاگ سے تشبیہ دینے کی وجہ
892	ایک اشکال کا جواب
893	نماز چاشت کا حکم، وقت اور رکعتوں کی تعداد
893	نماز چاشت کے فضائل
896	باب نمبر 341

898	باب نمبر 342
900	ماہ حاجت کی نفل صورتیں
903	باب نمبر 343
905	استحارہ کا معنی
905	استحارہ سے متعلق کچھ مسائل اور آداب
907	باب نمبر 344
911	صلوۃ التبیح کے فضائل، اس کا طریقہ اور کچھ مسائل
914	باب نمبر 345
915	انحطال ہونے کے باوجود تشبیہ کیوں دی
915	حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو خاص کیوں کیا
916	درود پاک بھیجنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا
916	آل سے مراد
917	درود ایما ہی کے علاوہ درود پاک
917	احادیث میں موجود کچھ درود پاک
918	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک
919	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک
919	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درود پاک
920	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درود پاک
920	امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک
921	حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک
921	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

921	محمد شین و علماء کادروود پاک
922	امام مسلم کادروود پاک
922	امام ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی کادروود پاک
923	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کادروود پاک
923	شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ کادروود پاک
923	ابن تیمیہ کادروود
923	ابن قیم کادروود
923	محمد بن عبدالوہاب نجدی کادروود
923	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نجدی کادروود
923	اسماعیل دہلوی کادروود
924	قاضی شوکانی کادروود
924	قاسم نانوتوی دیوبندی کادروود
924	رشید احمد گنگوہی دیوبندی کادروود
924	الحیاضل
924	الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ "کاشوت
924	قرآن مجید سے
925	السلام علیک یا رسول اللہ
925	الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
926	درخت وغیرہا کا الصلوۃ والسلام عرض کرنا
926	درخت اور السلام علیک یا رسول اللہ
927	کعبہ مشرفہ قبر انور پر حاضر ہوگا

927	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور الصلوٰۃ والسلام
927	حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام
927	جبریل علیہ السلام اور الصلوٰۃ والسلام
928	حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا
928	صحابہ کرام اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
928	اعرابی اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
928	صحابہ کا بصیغہ خطاب سلام عرض کرنا
929	حضرت ابن عمر اور الصلوٰۃ والسلام
929	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
929	حضرت علی کا بعد وصال بصیغہ خطاب درود عرض کرنا
930	یا رسول اللہ صلی اللہ علیک
930	حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
930	حضرت زید بن خارجه رضی اللہ تعالیٰ عنہ
931	صلی اللہ علیک یا محمد
931	حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
931	حضرت علقمہ اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
932	امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
932	شیخ رقائی رحمۃ اللہ علیہ
932	علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
932	ابو بکر صلی رحمۃ اللہ علیہ اور بصیغہ خطاب درود پاک
933	حضرت جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

936	سید محمود ناصر الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ
935	سید علی کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور اوراؤفتیہ
935	اوراؤفتیہ کی مقبولیت
936	شاہ ولی اللہ اور اوراؤفتیہ
936	شیخ رشید الدین اسفراکینی اور اوراؤفتیہ
936	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
937	جمہور علماء اور الصلوہ والسلام
937	امام ابن حجر ہیتمی، علامہ عبد الحمید شروانی، علامہ شبراہم علی وغیرہم
938	شیخ ابراہیم التازی رحمۃ اللہ علیہ اور الصلوہ والسلام
938	علامہ ابن صالح، فقیہ محمد بن زرنجی اور بعض مشائخ کا عمل
938	علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ
939	شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ
939	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
939	علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
940	علامہ بکری اور بصیغہ خطاب درود و سلام
940	شیخ احمد جانی اور الصلوہ والسلام
941	علامہ سنوسی اور الصلوہ والسلام
941	جب اذان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے
941	حضرت میاں شیر محمد شہر قہوری رحمۃ اللہ علیہ اور اوراؤفتیہ
942	علامہ یوسف مہمانی رحمۃ اللہ علیہ
942	پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

942	حاجی اردو اور اردو ماہر کی
942	ارشاد علی قاضی
943	ذکر پارہ بندی
943	حسین احمد مدنی دروہ بندی
943	نجد کا فتویٰ
944	سرفراز گلہروی
944	تقی عینی
945	باب فصیحو 348
948	اس حدیث پاک کے مصداق کون لوگ ہیں
949	دروہ پاک کب پڑھنا فرض اور کب واجب ہے
949	دروہ پاک پڑھنا کب مستحب ہے
949	دروہ پاک کب پڑھنا منع ہے
949	فضائل دروہ و سلام
949	احادیث مبارکہ
955	دروہ پاک کی جگہ صلعم وغیرہ لکھنے کا حکم
964	ارشاد اوستا صحابہ و ائمہ رضی اللہ عنہم اجمعین
965	حکایات و واقعات
968	دروہ پاک کے بارے میں اہم فتویٰ
970	ہمارے ہاں میں صرف فقیر ہی بیع کرے
976	ابواب الجمعة
977	یوم جمعہ کی وجہ تسمیہ

977	نماز جمعہ کا حکم
979	جمعہ کس سال فرض ہوا
980	صحیح جمعہ کی شرائط
981	وجوب جمعہ کی شرائط
981	صحیح جمعہ کے لیے شہر کی شرط میں مذاہب ائمہ
982	احناف کا موقف
982	مالکیہ کا موقف
982	شوافع کا موقف
982	حنابلہ کا موقف
983	صحیح جمعہ کے لیے شہر کی شرط ہونے پر دلائل
984	شہر کی تعریف
986	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ اور نئی زمانہ اس پر فتویٰ
987	اذن عام کی شرط پر مذاہب ائمہ
988	اذن عام کی شرط پر تفصیلی کلام
989	اذن عام کا مفہوم
991	ایک اشکال اور اس کا جواب
991	دوسرا اشکال اور اس کا جواب
993	اسباب ستہ کی روشنی میں اذن عام کی شرط میں تخفیف
994	ظہر احتیاطی کا حکم اور اس کا طریقہ
995	ظہر احتیاطی ادا کرنے کی وجہ
997	مذہب غیر کی رعایت میں احتیاط کہاں برتی جاتی ہے

998	باب نمبر 347
999	مقصد حدیث
999	جمعہ والے دن غلط آدم سے مراد
999	اخراج جنت میں یوم جمعہ کی فضیلت کیسے
999	ازمنا اور امکانہ کی ایک دوسرے پر فضیلت
1000	فضائل روز جمعہ
1004	باب نمبر 348
1007	یوم جمعہ کی ساعت قبولیت اور اس کی تعیین
1010	ساعت قبولیت میں چالیس اقوال
1013	باب نمبر 349
1016	باب نمبر 350
1017	باب نمبر 351
1019	جمعہ کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کی فضیلت
1021	جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم، مذاہب ائمہ
1021	احناف کا موقف
1022	مالکیہ کا موقف
1022	شوافع کا موقف
1022	حنابلہ کا موقف
1023	غسل جمعہ نماز جمعہ کے لیے ہے یا یوم جمعہ کے لیے
1024	باب نمبر 352
1025	نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں جانے کا ثواب

1028	باب نمبر 353
1029	فضائل نماز جمعہ
1031	جمعہ چھوڑنے پر وعیدی
1034	باب نمبر 354
1039	باب نمبر 355
1040	نماز جمعہ کا وقت، مذاہب ائمہ
1041	ماخذ و مراجع

باب نمبر 217

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ

نماز سے سلام پھیرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف (اس طرح) سلام کہتے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء، حضرت عمار، حضرت وائل بن حجر، حضرت عدی بن عمیرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا اس پر عمل ہے۔ امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

295- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ

بْنُ سَهْدِي قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ، وَعَمَّارٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَعَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ

ترغیب حدیث 295: (سنن ابی داؤد، باب فی السلام، ج 1، ص 281، حدیث 998، المکتبۃ المصریہ، بیروت، عن سفیان ثوری، کیف السلام علی الاعمال، ج 3، ص 63، حدیث 1323،

کتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سنن ابن ماجہ، باب التسلیم، ج 1، ص 296، حدیث 914، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر (218)

بَابُ مِنْهُ أَيْضًا

اسی عنوان کا دوسرا باب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام سامنے کی طرف پھیرتے پھر کچھ دائیں طرف مائل ہو جاتے۔
اس باب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: أم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: زہیر بن محمد سے اہل شام منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور اہل عراق کی روایت ان سے اچھی ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل فرمایا کہ زہیر بن محمد جس سے اہل شام روایت نقل کرتے ہیں وہ نہیں جس سے اہل عراق کی روایت منقول ہیں، گویا کہ وہ دوسرا شخص ہے، انہوں نے اس کا نام تبدیل کر دیا ہے۔

بعض علما نے سلام کے متعلق اس قول کو اختیار کیا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اصح روایات، دو سلاموں کے بارے میں ہیں۔ اکثر صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین

296- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى
النَّيْسَابُورِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ،
عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ بِشَامِ بْنِ عَزْرَةَ، عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً
تَلْقَاءَ وَجْهِهِ، ثُمَّ يَمِيلُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ
شَيْئًا، وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ
أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ
مَرْفُوعًا، إِلَّا مِنْ هَذَا التَّوَجُّهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ
إِسْمَاعِيلَ " زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَهْلُ الشَّامِ
يَرَوْنَ عَنْهُ مَنَاقِبَ كَثِيرَةً وَرِوَايَةَ أَهْلِ الْعِرَاقِ
أَشْبَهَ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كَانَ
زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَدِيُّ كَانَ وَقَعَ عِنْدَهُمْ لَيْسَ
هُوَ هَذَا الْبَدِيُّ يُرَوَى عَنْهُ بِالْعِرَاقِ، كَأَنَّهُ رَجُلٌ
آخَرٌ، فَلَبَّوْا اسْمَهُ، وَقَدْ قَالَ بِهِ بَعْضُ أَهْلِ
الْعِلْمِ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ: وَأَصَحُّ
الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَسْلِيمَتَانِ، وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ
أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ،

وَمَنْ نَعَدْتُمْ، "وَزَأَى قَوْمٍ مِنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ: تَسْلِيمَةً
وَاجِدَةً فِي الْمَكْتُوبَةِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ شَاءَ
سَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَاجِدَةً، وَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ
تَسْلِيمَتَيْنِ

کا یہی نظریہ ہے۔
اور صحابہ کرام، تابعین اور دیگر علمائے فرض نمازوں
میں ایک سلام کو چا تڑ کہا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: (اُسے
اختیار ہے) چاہے تو ایک طرف سلام پھیرے اور چاہے
تو دونوں طرف۔

ترجمہ حدیث 298: (سنن ابن ماجہ، باب من سلم تسلیمة واحدة، ج 1، ص 297، حدیث 919، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت) صحیح ابن خزیمہ، باب ما جاء في الصلاة، ج 1، ص 380، حدیث 729، الکتب الاسلامیہ، بیروت) الصحیح المصنوع للامام محمد بن اسلم، ج 1، ص 25، حدیث 6746، دار الحرمین، القاہرہ) الصحیح المصنوع للامام محمد بن اسلم، ج 1، ص 354، حدیث 841، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں دو سلام پھیرا کرتے تھے)) ایک سلام دائیں طرف پھیرتے تھے اور ایک بائیں طرف۔ اور اس حدیث پاک کو اصحاب سنن اربعہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں: ((كان يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتى يبرى بياض خده الايمن، وعن يساره السلام عليكم ورحمة الله حتى يبرى بياض خده الايسر)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف ”السلام عليكم ورحمة الله“ کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور بائیں طرف بھی ”السلام عليكم ورحمة الله“ کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی۔ اس حدیث پاک کو ترمذی نے صحیح کہا۔ اور یہ مسئلہ اس مسئلہ سے زیادہ راجح ہے کہ جس کو امام مالک رحمہ اللہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخذ کیا کہ: ((ان عليه الصلاة والسلام كان يسلم في الصلاة بتسليمة واحدة تلقاء وجهه يميل إلى الشق الايمن)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام سامنے کی طرف پھیرا کرتے تھے پھر اپنے چہرہ اقدس کو دائیں طرف مائل فرمایا کرتے تھے۔

کیونکہ مردوں کی صف عورتوں پر مقدم ہوتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مبارک مردوں پر زیادہ واضح ہوتا تھا۔ مزید یہ کہ دوسرا سلام پہلے کے مقابلے میں ہلکی آواز میں ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے جو دور ہو اس سے پوشیدہ رہ گیا ہو، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس مقام پر اسی طرح تقریر کی ہے۔ اور اس میں یہ شبہ ہے کہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا ان میں سے نہیں ہیں کہ جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مخفی نہیں رہتی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض نوافل میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی مثل کیا کرتے تھے اور فرانس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی مثل کیا کرتے تھے۔

(شرح مسند ابی حنیفہ، عائشہ الخليل من سائر النساء، ج 1، ص 438، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ملا علی قاری ”مرقاۃ“ فرماتے ہیں:

((پھر دائیں طرف کچھ مائل ہوتے تھے)) یعنی تھوڑا سا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی یعنی پھر بائیں طرف تھوڑا سا مائل ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ جیسا

کہ اس بات پر دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(مرآة المفاتیح، باب الدعاء فی التشہد، ج 2، ص 759، دار الفکر بیروت)

سلام انک بادو، مذاہب اربعہ

احناف کا موقف:

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں امام دو دفعہ سلام پھیرے ایک دفعہ دائیں طرف "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر اور پھر بائیں طرف "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر۔

(المجہلی اہل المدینہ، باب التشہد والسلام، ج 1، ص 136، عالم الکتب بیروت)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

(پھر دو سلام پھیرے ان میں سے ایک دائیں طرف "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر اور دوسرا بائیں طرف پہلے سلام کی طرح) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: ((وتحلیلہا السلام)) ترجمہ: نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔ اور تحقیق نکلنے کا وقت آچکا ہے۔ اور جو شخص نماز کے لئے تحریمہ باندھتا ہے تو گویا وہ لوگوں سے غائب ہے کہ وہ ان لوگوں سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس نمازی سے بات کرتے ہیں اور نماز سے نکلنے کے وقت وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ ان کی طرف لوٹا ہے لہذا وہ انہیں سلام کرتا ہے۔ اور نماز میں دو سلام ہیں یہ جمہور علماء اور کبار صحابہ کرام حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک سلام سامنے کی طرف پھیرے اسی طرح سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اہل بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے پس یہ شک وہ (نماز میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوتے تھے جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الیمنی منکم اولوا الاحلام والنہی)) تم میں عقلمند اور سمجھدار لوگ میرے قریب رہیں۔ اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا تو عورتوں کی صف میں رہا کرتی تھیں اور حضرت اہل بن مسعود رضی اللہ عنہ بچوں میں سے تھے تو ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سلام نہ نہ پاتے ہوں جیسا کہ مروی ہے: ((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم تسلیمتین العنایتیہ اخص من الاولی)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے اور دوسرے سلام میں پہلے کے مقابلہ میں آواز کم ہوتی تھی۔ (پھر پہلے سلام میں چہرہ کو دائیں طرف پھیرے اور دوسرے میں بائیں طرف) حضرت سیدتنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کہ: ((کان یسلم عن یمینہ السلام علیکم ورحمة اللہ حتی یرى بیاض عذہ الیمین، وعن

یسارہ السلام علیکم ورحمة اللہ حتی یرى بیاض عذبة الأسر)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور بائیں طرف بھی "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی۔ راوی اس بات کے ذریعے اپنے شدت التفات کو ظاہر کرتا ہے۔

(مسو و المنرخسی، کلمیۃ الدخول فی الصلاة، ج 1، ص 30، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی فرماتے ہیں:

(اور لفظ سلام) دوسرے ہے پس دوسرا بھی اصح قول کے مطابق واجب ہے، برہان۔ لفظ "علیکم" واجب نہیں۔

(ورق، واجبات الصلاة، ج 1، ص 468، دار الفکر، بیروت)

حاجیہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884) فرماتے ہیں:

(مگر سلام پھیرے.... دائیں طرف.... السلام علیکم ورحمة اللہ کہہ کر اور بائیں طرف بھی اسی طرح) یہ

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ عَذْبَةِ)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں یوں سلام پھیرا کرتے تھے۔ السلام علیکم ورحمة اللہ، السلام علیکم ورحمة اللہ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اس حدیث پاک کو ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں سے سب سے صحیح دو سلام پھیرنے والی روایت ہے چنانچہ حضرت سعد

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((كُنْتُ أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ عَذْبَةِ)) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے دیکھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (صحیح مسلم) اور ان دونوں میں چہرہ پھیرنا سنت ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے نزدیک متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی تھی اور دوسرے سلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھرنا زیادہ ہوتا تھا۔

(المبدع فی شرح التبع، السلام فی الصلاة و صفة، ج 1، ص 417، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شواہح کا موقوف:

علامہ حجتی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

پس اگر مسجد بڑی ہو جیسا کہ جامع مساجد ہوا کرتی ہیں اور لوگ کثیر ہوں اور مسجد کے ارد گرد شور و غل ہو تو مستحب ہے کہ امام دو سلام پھیرے، ان میں سے ایک دائیں طرف یہ نماز کا سلام ہے اور دوسرا بائیں طرف اور یہ نماز کا سلام نہیں ہے۔ اور اگر مسجد چھوٹی ہو اور وہاں کوئی شور نہ ہو یا نمازی اکیلا ہو تو ایسی صورت میں دو قول ہیں:

(1) امام شافعی نے اپنے جدید قول میں فرمایا: سنت مبارکہ یہی ہے کہ دو سلام پھیرے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

اور یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور یہی امام ثوری، امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْلَمُ تَسْلِيمَتَيْنِ: عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

(2) قدیم قول میں فرمایا: سنت یہ ہے کہ نمازی ایک سلام سامنے کی طرف پھیرے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْلَمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً تَلْقَاءَ وَجْهِ)) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے کی طرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ نمازی کا ہر حال میں ایک سلام پھیرنا سنت ہے۔ اور یہی امام حسن بصری، ابن سیرین، عمر بن عبدالعزیز، مالک اور اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان حضرات کے برخلاف ہمازی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اور واجب ایک سلام ہے اور اسی بات کا اکثر اہل علم نے قول کیا۔ اور امام حسن بن صالح اور امام احمد رحمہم اللہ نے اپنی دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت میں ارشاد فرمایا کہ دو سلام واجب ہیں۔ اور ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: اور نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔ اور یہ تحلیل ایک سلام پر واقع ہو جائے گی۔

(الایمان فی تہذیب الامام الشافعی، ص 245، دار المنہاج، جدہ)

بالکے کا موقوف:

علامہ شہاب الدین احمد بن اورئیس ماگی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

کتاب میں فرمایا: (نماز میں) کفایت نہیں کرے گا مگر "السلام علیکم" کہنا، امام، منفرد، مرد اور گورتیں سب ایک مرتبہ سامنے کی طرف منہ کر کے سلام کہیں اور تھوڑا سا دائیں طرف چہرہ پھیرے۔ صاحب طراز نے کہا: اور واضحہ میں ہے کہ منفرد دو سلام پھیرے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

(الذخیرۃ للعربی باب درایح فی ارکان الحج، ج 2، ص 200، 199، ودر الشرب الاسلامی، ص 47)

علامہ محمد بن احمد ابن جزئی الکلبی ماگی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

اور امام اور منفرد مشہور قول کے مطابق سامنے کی طرف ایک سلام پھیرے اور تھوڑا سا دائیں طرف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ دو سلام پھیرے۔ (التواہین الصغیر، الباب السادس عشر، ج 1، ص 47، مطبوعہ صروت)

ایک سلام اور دو سلاموں کی احادیث اور ان کی اسناد پر کلام:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

(1) حضرت ابو عمر سے مروی ہے: ((أَنَّ أَمِيرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أُنِّي عَلِقَهَا؟ قَالَ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُفْعَلُهُ)) بے شک امیر مکہ دو سلام پھیرا کرتے تھے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے کہاں سے اس سنت کی معرفت حاصل کی؟ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ (حج مسلم)

اور تحقیق اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے دونوں صورتوں کے ساتھ اس کی تخریج کی۔

(2) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ((كَمَت أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسَلِّمُ عَنِ

يَمِينِهِ وَعَنِ يَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بِيَاضَ خَدَيْهِ)) میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (حج مسلم)

(3) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا يَحْكُمُنِي

أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ ثُمَّ يَسَلِّمُ عَلَى أُخْبِيهِ مِنْ عَلِيٍّ يَمِينَهُ وَشِمَالِهِ)) ترجمہ: تم میں سے کسی ایک کو اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ دے پھر اپنے بھائی پر جو دائیں اور بائیں موجود ہے سلام بھیجے۔ (حج مسلم)

(4) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْلَمُ

عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں یوں سلام پھیرا کرتے تھے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ۔

(مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

(5) اور انہیں کی ایک روایت میں ہے: ((حتیٰ یسألہ یسألہ)) حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی

سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے اس جملہ کے بغیر روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور امام ابن خزیمہ اور ابن حبان دونوں نے اپنی تصحیح میں اسے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور عقیلی نے اس کی تصحیح کی اور فرمایا: دو سلاموں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث صحیح اور ثابت شدہ ہیں۔

(6) اور نسائی کی روایت میں ہے: ((وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ)) اور میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ اور ابو اسحاق پر اس کی سند کے بارے میں کثیر اقوال ہیں اور اس کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں۔ اور امام شعبہ رحمہ اللہ اس کے مرفوع ہونے کا انکار کیا کرتے تھے۔

(7) حضرت واسع بن حبان نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں

سوال کیا کہ وہ نماز کیسی تھی؟ تو فرمایا: ((قَالَ اللَّهُ أَكْبَرَ كُلَّمَا وَضَعُ وَرَفَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَنِ يَمِينِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَنِ يَسَارِهِ)) ترجمہ: جب کبھی جھکتے اور اٹھتے تو ”اللہ اکبر“ کہتے، پھر فرماتے ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ دائیں طرف اور پھر بائیں طرف بھی السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کہہ کر سلام پھیرتے۔ امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے اس حدیث کی تخریج کی اور اس کی جید اسناد ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے ارشاد فرمایا: اس کی اسناد مدنی صحیح ہے مگر اس میں یہ علت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود ایک سلام پھیرا کرتے تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سلاموں والی روایت ذکر کریں پھر اس کی مخالفت کریں؟ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس کی سند میں اختلاف ہے لیکن راجح اس کا صحیح ہونا ہی ہے۔

(8) اسی طرح بقیہ نے بھی زبیدی سے انہوں نے زہری سے، وہ سالم سے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی

طرح مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

امام ابوجاتم فرماتے ہیں: یہ منکر ہے۔ امام دارقطنی نے فرمایا: بقیہ کے مروی الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے: یہ بھی

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے اور ایک سلام بھی مروی ہے اور یہ تمام کی تمام روایتیں غیر محفوظ ہیں۔

اور ائرم نے کہا: یہ حدیث واہ (کمزور) ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سلام پھیرا کرتے تھے اور یہ بات ان سے کئی طرق سے معروف ہے اور امام زہری (ان کی) دو مسلمانوں والی حدیث کا انکار کرتے تھے اور فرماتے: ہم نے اسے نہیں سنا۔ (9) اسی طرح حضرت سیدنا حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا: ((سلو عن یمینہ وشمالہ)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا۔ ابو داؤد نے حسن بن حرکی روایت کو تخریج کیا کہ: مجھے عیسیٰ بن عبد اللہ بن مالک نے محمد بن عمرہ اور ابن عطار کے حوالہ سے مجھے بیان کیا کہ انہوں نے عباس بن اہل سے روایت کی اور انہوں نے حضرت حمید الساعدی سے روایت کیا۔ اور اس باب میں کثیر احادیث ہیں جن میں سے اکثر کلام سے خالی نہیں ہیں۔

(10) امام احمد نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی روایت میں فرمایا: ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد طرق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اور عقیلی نے کہا: حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی صحیح احادیث دو مسلمانوں کے بارے میں ہیں۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طرق سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام پھیرا کرتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ اس بات کو امام ابن مدینی اور ائرم اور عقیلی وغیرہ نے کہا۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سلام کے بارے میں ایک حدیث مرسل ہی جانتے ہیں جو امام ابن شہاب زہری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ انتہی۔ اور امام ابن شہاب کی مراسیل تمام مراسیل میں سب سے زیادہ ضعیف ہیں۔ اور ان میں سے مشہور احادیث میں سے وہ حدیث ہے جو زہیر بن محمد نے ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے وہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ((ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يسلم في الصلاة تسليمة واحدة تلقاء وجهه ثم يميل الى الشق الايمن شيئاً)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کی طرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے پھر تھوڑا سا دائیں طرف مائل ہوتے تھے۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے عمرو بن ابی سلمہ اللخیمی سے بواسطہ زہیر روایت کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے مرفوع جانتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے فرمایا: اہل شام زہیر بن محمد سے بہت سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے اہل عراق کی روایت زیادہ درست ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے عبد الملک بن محمد الصنعانی کے طریق سے زہیر سے اس کی مختصر تخریج کی اور امام حاکم نے اس کی تخریج کی اور فرمایا یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس بارے میں جو انہوں نے کہا اس میں خطا کی پس بے شک امام احمد، امام صحیح بن معین اور امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک زہیر سے شامیوں کی روایتیں منکر ہیں۔ امام احمد نے ائرم کی روایت میں فرمایا

جیسی کی احادیث زہیر سے باطلات میں سے ہیں۔ اثرم کہتے ہیں: اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے موضوع فرمایا۔ اثرم مزید کہتے ہیں کہ میں نے ان کے سامنے یہ ایک سلام والی حدیث بیان کی تو انہوں نے اس کی شکل فرمایا۔ اور علامہ ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ بے شک امام محمد بن معین سے اس حدیث پاک کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اس کی تصحیف فرمائی۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: یہ (ایک سلام والی روایت) منکر ہے وہ صرف سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوف ہے، اسی طرح وہیب بن خالد نے ہشام سے روایت کی۔ اسی طرح ولید بن مسلم نے زہیر بن محمد سے وہ ہشام سے وہ اپنے والد سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ ولید کہتے ہیں کہ میں نے زہیر سے کہا: کہ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی شے پہنچی ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ مجھے محمد بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) ایک سلام پھیرا۔ عقیلی نے کہا: ولید کی حدیث اولیٰ ہے یعنی عمرو بن ابی سلمہ کی حدیث سے۔ فرمایا کہ عمرو کی حدیث میں وہم ہے۔ دارقطنی نے فرمایا: ان کی موقوف حدیث صحیح ہے اور ان کی مرفوع میں وہم ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب التسلیم، ج 7، ص 363 تا 369، مکتبۃ الخیراء، لا اثر، المدینۃ المنورہ)

باب نمبر 219

بَابُ مَا جَاءَ أَنْ حَذَفَ السَّلَامُ سُنَّةَ

سلام کونہ کھینچنا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سلام

کا حذف (یعنی اس کو نہ کھینچنا) سنت ہے۔

حضرت علی بن حجر نے عبد اللہ ابن مبارک رضی

اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ حذف کا مطلب "زیادہ نہ کھینچنا"

ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "

حسن صحیح" ہے۔ اسی کو اہل علم پسند کرتے ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ تکبیر جزم ہے

اور سلام بھی جزم ہے۔

اور "ہنقل" امام اوزاعی کے کاتب تھے۔

297- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَيَهْقِلُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ

الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

قَالَ: حَذَفَ السَّلَامُ سُنَّةٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ:

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ "يَعْنِي: أَنْ لَا تَمُدَّهُ مَدًّا قَالَ

ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ

الَّذِي يَسْتَجِبُهُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَرَوَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ

النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: التَّكْبِيرُ جَزْمٌ، وَالسَّلَامُ جَزْمٌ

وَيَهْقِلُ يُقَالُ كَانَ كَاتِبَ الْأَوْزَاعِيِّ "

تذکار حدیث 297: (سنن ابی داؤد، باب حذف التسلیم، ج 1، ص 263، حدیث 1004، المکتبہ المصریہ، بیروت) مستدرک ابن ماجہ، سنن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 16، ص

515، حدیث 10885، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت) مستدرک ابن ماجہ، سنن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 14، ص 296، حدیث 7905، مکتبۃ الطوم، دار الحکم، المدینہ المنورہ

☆ صحیح ابن خزیمہ، باب حذف السلام من الصلاة، ج 1، ص 362، حدیث 734، المکتب الاسلامی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

((سلام کو حذف کرنا سنت ہے)) یعنی اس میں جلدی کرنا اور اس کو نہ کھینچنا سنت ہے۔

(فیض القدر، حرف الاماء، ج 3، ص 378، المکتبۃ التجاریہ، الکبریٰ، مصر)

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

((سلام کا حذف سنت ہے)) علامہ ابن سید الناس نے کہا: یہ حدیث ان میں سے ہے جو تمام اصحاب حدیث یا ان میں

سے اکثر کے نزدیک مسند میں شامل ہے اور اس بارے میں ارباب اصول کے درمیان اختلاف مشہور ہے۔ ((تکبیر جزم ہے

((ابن سید الناس نے کہا: اس کا معنی "جلدی" ہے اور یہ "جزم" سے ہے جس کا معنی ہے "جلدی کرنا" انتہی، حافظ عبدالرزاق نے

اپنی "مصنف" میں اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ زائد کیا کہ اس کو مد نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح علامہ ابن اشیر نے نہایہ

میں اور رافعی نے شرح کبیر میں اور دیگر علما نے اس کا یہی معنی بیان کیا۔ اور علامہ محبت طبری نے غریب بات کی ہے، کہا کہ: نہ اسے

کھینچا جائے گا نہ ہی اعراب دیا جائے گا بلکہ اس کے آخر کو ساکن رکھا جائے گا۔ اور یہ آخری بات مردود ہے جیسا کہ میں نے اسے

قادی "میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (توت المستدی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 139، جامعہ ام القریٰ، مکتبۃ المکرمہ)

سلام میں "مد" نہ کرنے کے استحباب پر علما کا اتفاق ہے:

علامہ سحبی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ لفظ سلام میں مد نہ کرے اور مجھے اس میں علما کا کوئی اختلاف معلوم نہیں اور اس بات پر امام ابو داؤد، ترمذی

اور تہذیبی وغیر ہم ائمہ حدیث اور فقہانے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا کہ: ((حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ)) سلام کو حذف کرنا

سنت ہے۔ اس حدیث پاک کو امام ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام عبداللہ

بن مبارک رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: لفظ سلام کو نہ کھینچے۔ (المجموع شرح المہذب، فرع مستحب ان یدرج الخ، ج 3، ص 482، دار الفکر، بیروت)

اک روایت کے ایک راوی "قرۃ بن عبدالرحمن" پر کلام:

علامہ شمس الدین ذہبی (متوفی 748ھ) فرماتے ہیں:

قرۃ بن عبدالرحمن بن حیوئیل، امام مسلم نے شواہد میں ان کی حدیث تخریج کی۔ اور جو زجانی نے فرمایا: میں نے امام احمد

کو فرماتے ہوئے سنا: اس کی حدیث بہت زیادہ منکر ہے اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: اس کی حدیث ضعیف ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: انہوں نے زہری اور یزید بن ابوصیب سے روایت کی ہے اور ان سے لیث اور ابن دہب اور ایک جماعت نے روایت کی۔ ان کی وفات 147ھ میں ہوئی، ابن عدی نے فرمایا: امام اوزاعی رحمہ اللہ نے قرۃ سے دس سے زیادہ احادیث روایت کیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(مہذبان الاموال، قرۃ بن مہدالمن، ج 3، ص 388، دارالمعرفۃ للعلوم والنشر، بیروت)

علامہ ابوالفضل احمد ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

امام اوزاعی فرمایا کرتے تھے کہ کسی نے بھی امام زہری کو قرۃ بن عبد الرحمن سے زیادہ نہیں جانا۔ جوڑ جانی نے امام احمد رحمہ اللہ کے حوالہ سے کہا اس کی حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔ ابن ابی خثمہ نے ابن معین کے حوالہ سے کہا کہ اس کی حدیث ضعیف ہے اور ابو زرہ نے کہا کہ جن احادیث کو وہ روایت کرتا ہے وہ منکر ہوتی ہیں اور ابو حاتم اور نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں اور آجری نے ابوداؤد کے حوالہ سے فرمایا کہ ان کی حدیث میں نکارت ہے۔۔۔ اور اسی طرح فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے عقیل اور قرۃ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا عقیل اس سے زیادہ پختہ ہے اور ابن عدی نے فرمایا میں نے اس کی حدیث بہت زیادہ منکر نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے اس سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے کسی دوسرے کے ساتھ اسے ملا کر روایت کی۔۔۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا، ابن یونس نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات 147ھ میں ہوئی۔

عمر بن حفص بزار فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن حنیف سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مسہر سے سنا وہ فرماتے ہیں پھر انہوں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ کو قول ذکر کیا جو سابق میں گزر چکا ہے اور پھر ان کی اس بات کا یوں رد کیا کہ انہوں نے وہ بات کہی کہ جس کے بارے میں یزید نے کہا کہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر علی الاطلاق حکم لگایا جائے اور قرۃ کیسے امام زہری کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہو سکتے ہیں جبکہ کل احادیث جو انہوں نے امام زہری سے روایت کی ہیں ان کی تعداد ساٹھ ہے بلکہ امام زہری کو زیادہ جاننے والے امام مالک، معمر، یونس، زبیدی، عقیل اور ابن عیینہ ہیں اور قرۃ تو اہل حفظ و اتقان و ضبط سے نہیں ہیں۔ تو اس قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام اوزاعی کی مراد یہ ہے کہ وہ امام زہری کے حال کو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ جاننے والے ہیں، حدیث کے معاملہ میں ضبط مراد نہیں ہے اور یہی بات زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں وہ حدیث کے سننے اور اسے بیان کرنے میں تساہل اور نرمی سے کام لیا کرتے تھے اور وہ کذاب نہیں ہیں اور عجلی نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جائے گی اور ابن عدی نے فرمایا کہ اوزاعی نے قرۃ کے واسطے سے امام زہری سے دس سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(تہذیب المعجم، ص 8، ج 8، ص 373، 374، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، بیروت)

باب نمبر 220

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا صَلَّى

سلام کے بعد کیا پڑھے؟

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اس دعا کی بقدر بیٹھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

حدیث: ہناد نے بواسطہ مروان بن معاویہ مذکورہ

بالاسند کے ساتھ اس کے ہم معنی حدیث روایت کی۔ اور اس میں "تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" کے الفاظ ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت

ثوبان، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت ابو ہریرہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اور تحقیق خالد الحذاء نے یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ

عنہا سے بواسطہ عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ حدیث عامم کی مثل روایت کی۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ

آپ سلام کے بعد یہ پڑھتے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ

298- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى لَا يَقْعُدُ إِلَّا بِقَدَارِ مَا يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ،

299- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ

بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ثُوبَانَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَالْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَقَدْ رَوَى خَالِدُ الْحَذَاءُ هَذَا

الْحَدِيثَ، مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ نَحْوَ حَدِيثِ عَاصِمٍ وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ،

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَنَاعَ لِمَا أَعْطَيْتَ،
وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ
الْجَدُّ.

اور مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے: "سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا
يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ"

حدیث: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ
غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین
بار استغفار فرماتے پھر اس طرح دعا مانگتے: اللَّهُمَّ أَنْتَ
السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح"
ہے۔ اور ابوعمارہ کا نام شداد بن عبداللہ ہے۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْجَمْدُ، يُخَيِّبُ وَيُجَيِّبُ، وَهُوَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَنَاعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا
مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ
وَرَوَى أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ

300 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ مُوسَى

قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ
قَالَ: حَدَّثَنِي شَدَّادُ أَبُو عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو
أَسْمَاءَ الرَّحْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُوبَانٌ، مَوْلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ
اسْتَغْفَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ
السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ وَأَبُو عَمَّارٍ، اسْمُهُ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ "

ترجیح حدیث 298، 299: (صحیح مسلم، باب احتساب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 414، حدیث 592، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، باب ما یقول الرجل اذا سلم،

ج 2، ص 84، حدیث 1512، المکتبۃ العصریہ، بیروت، سنن نسائی، باب الاستغفار بعد التسلیم، ج 3، ص 69، حدیث 1338، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سنن ابن ماجہ،
باب ما یقول بعد التسلیم، ج 1، ص 298، حدیث 924، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

ترجیح حدیث 300: (صحیح مسلم، باب احتساب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 414، حدیث 591، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن نسائی، باب الاستغفار بعد التسلیم، ج 3، ص
68، حدیث 1337، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سنن ابن ماجہ، باب ما یقول بعد التسلیم، ج 1، ص 300، حدیث 928، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((اور حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے)) یعنی اُس فرض نماز کے بعد کہ جس کے بعد سنتیں ہیں ((تو نہ بیٹھتے)) یعنی فرض اور سنت کے درمیان ((مگر اس کہنے کی مقدار)) کیونکہ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ قاضی نے فرمایا: حدیث انس یعنی جو عنقریب آنے والی ہے وہ فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک ذکر کے مستحب اور افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات یوں کیا کرتے تھے اور بعض اوقات سلام کے فوراً بعد کھڑے ہو جاتے تھے اور حدیث کا معنی یوں ہے مگر اتنی دیر بیٹھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرماتے یا کوئی کہنے والا یوں کہ لے ((اللہم انت السلام یعنی اے اللہ تو سلام ہے)) عیوب، حوادث، تغیر اور آفات سے ((و منک السلام یعنی اور تجھی سے سلامتی ہے)) یعنی تیری ہی ذات سے سلامتی کی امید کی جاتی ہے اور اسے حاصل کیا جاتا اور اس سے مستفید ہوا جاتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

((حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے پھرتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے)) یعنی تین مرتبہ "استغفر اللہ" پڑھتے جیسا کہ "حسن" میں ہے اور شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا (اکسارا) اس خیال سے تھا کہ رب کی عبادت و طاعت میں کمی ہوئی ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین، یعنی ابرار (نیکیوں کا لوگوں کی نیکیاں مقربین کی سیئات شمار ہوتی ہیں اسی وجہ سے سیدتنا عائشہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں: ہمارا استغفار کرنا خود کثیر استغفار کا محتاج ہے۔

((اور استغفار کے بعد کہتے: اللہم انت السلام یعنی اے اللہ تو سلام ہے)) پس ہماری نیکی عیوب سے سلامت نہیں ہے۔ ((و منک السلام یعنی اور تجھی سے سلامتی ہے)) بایں طور کہ تو اس عبادت کو قبول فرمالے اور اسے عیوب سے سلامتی والا بنادے اور ہماری ان کوتاہیوں کو معاف فرما جو گناہوں میں شمار ہیں۔ ((تبارکت، تو برکت والا ہے)) یعنی تو بلند و بالا ہے اس بات سے کہ تیری عبادت کا حق ادا کیا جائے اور تیری اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کیا جائے۔ ((یا ذالجلال، اے جلال والے)) یعنی اے فاجروں سے انتقام لینے والے۔ ((والاکرام)) یعنی نیکیوں پر انعام و اکرام کرنے والے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج 2، ص 761، دار الفکر، بیروت)

نماز کے بعد وظائف و اعمال:

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لَا تَأْتِدُ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْعِدَّةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ، مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَكْدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَئِنْ أَعْتَدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَيَّ، أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً)) ترجمہ: میں فجر کی نماز کے بعد کسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ عزوجل کا ذکر کریں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے یہ بات مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور میں عصر کی نماز کے بعد کسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ عزوجل کا ذکر کریں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے یہ بات مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی اتصاف، ج 3، ص 324، المکتبۃ المصریہ بیروت)

(2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى الْعِدَّةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَبَّةٍ وَعُمُرَةٌ مِثْلَ نَقْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَمَامَةَ تَامَّةً تَامَّةً)) ترجمہ: جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر آفتاب نکلنے تک ذکر کرے، پھر بعد بلندی آفتاب دو رکعت نماز پڑھے، تو ایسا ہے جیسے حج و عمرہ کیا پورا پورا پورا۔

(جامع ترمذی، باب ذکر ما استحبه من الجلو من فی السجدة، ج 2، ص 481، مطبعہ مسقطی، بیابان، مصر)

(3) بخاری و مسلم وغیرہا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَلِيكَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اسے اللہ عزوجل! جسے تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیری قضا کا کوئی پھیرنے والا نہیں اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا)۔

(بخاری، باب الذکر بعد الصلوة، ج 1، ص 168، مطبعہ دار طوق النجاة)

(4) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، قَالَ الْوَكِيدُ مَنَعْتُ لِلذَّوْكَاعِيِّ: كَيْفَ اسْتَغْفَرُ؟ قَالَ: تَقُولُ: اسْتَغْفِرُ اللَّهُ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ

ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے اور یہ پڑھتے: "اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْحَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" یعنی "اے اللہ عزوجل تو سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے عزت و جلال والے۔" ولید کہتے ہیں: کہ میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا: استغفار کیسے کیا جائے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: تم یوں کہو: استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

(صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 414، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(5) صحیح مسلم میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر، بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی طاقت اللہ ہی سے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لیے نعمت و فضل ہے اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ کافر امانیں۔)

(6) صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے: ((أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ أَنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّنْيَا بِاللَّدْرَجَاتِ الْعُلَى، وَالنَّعِيمِ الْمُبِيمِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا تَتَصَدَّقُ، وَيَعْتِقُونَ وَلَا نَعْتِقُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَلَا أَعْلَمُكُمْ شَيْئًا تَدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ؟ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: تَسْبِحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتُحَمِّدُونَ، ذِكْرُ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلَ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ)) ترجمہ: فقراءے مہاجرین حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی ہمال داروں نے بڑے بڑے اور لازوال نعمت حاصل کی، ارشاد فرمایا: کیا سبب ہے؟ لوگوں نے عرض کی، "جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے اور غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے، ارشاد فرمایا: کیا تمہیں ایسی بات نہ سکھا دوں؟ جس سے ان لوگوں کو پالو جو تم سے آگے بڑھ گئے اور بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور تم سے کوئی افضل نہ ہو، مگر وہ جو تمہاری طرح کرے، لوگوں نے عرض کی، ہاں یا رسول اللہ (عزوجل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ارشاد فرمایا کہ: ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سُبْحَانَ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، کہہ لیا کرو، ابوصالح

کہتے ہیں کہ پھر فقراءے مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کی، ہم نے جو کیا اس کو ہمارے بھائی مال داروں نے سنا، تو انہوں نے بھی ویسا ہی کیا، ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ابو صالح کا کلام صرف مسلم میں ہے۔

(صحیح مسلم، باب احتجاب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 418، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(7) صحیح مسلم میں کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مُعْتَبَاتٌ لَا يَرْجِبُ قَائِلُهُنَّ - أَوْ فَاعِلُهُنَّ - سَبُّ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً وَأَرْبَعًا وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرَةً)) ترجمہ: کچھ اذکار نماز کے بعد کے ہیں، جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ ہر فرض نماز کے بعد سبحان للہ 33 بار، الحمد للہ 33 بار، اللہ اکبر 34 بار۔

(8) صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ سَبَّ اللَّهَ فِي

دَبْرٍ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَقَالَ: تَمَامَ الْيَمَانَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَهُوَ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاكَ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبُحَيْرِ)) جو ہر نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ، 33 بار اللہ اکبر کہے کہ یہ کل ننانوے ہوئے اور یہ کلمہ کہہ کر سو پورے کر لے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَهُوَ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی، اگر چہ دریا کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(صحیح مسلم، باب احتجاب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 418، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(9) امام بیہقی شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دَبْرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِهِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ أَمِنَهُ اللَّهُ عَلَى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَالْدُّعُورَاتِ حَوْلَهُ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی منبر پر فرماتے سنا، جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے، اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں سوا موت کے یعنی مرتے ہی جنت میں چلا جائے اور لیٹتے وقت جو اسے پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پڑوسی کے گھر کو اور آس پاس کے گھر والوں کو شیطان اور چور سے امن دے گا۔

(شعب الایمان، فصل فی ابتداء السورۃ بالتسمیۃ الخ، ج 4، ص 58، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع، بیروت)

(10) امام احمد بن حنبل نے حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ترمذی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مغرب اور صبح کے بعد بغیر جگہ بدلے اور پاؤں موڑے، دس بار جو یہ پڑھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَهُوَ الْحَمْدُ بِيَدِهِ النُّجُومُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ

سُئِيَ وَقَدِيرٌ. اس کے لیے ہر ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھی جائیں اور دس گناہ مٹو کیے جائیں گے اور دس درجے بلند کیے جائیں گے اور یہ دُعا اس کے لیے ہر برائی اور شیطان رجیم سے حفظ ہے اور کسی گناہ کو حلال نہیں کہ اسے پہنچے، سوا شرک کے اور وہ سب سے عمل میں اچھا ہے، مگر وہ جو اس سے افضل کہے، تو یہ بڑھ جائے گا۔

(جامع ترمذی، باب ما جادل فی فضل التبیح الخ، ج 5، ص 515، مصطفیٰ البانی، معرکہ مسند احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن طعم، ج 29، ص 512، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

دوسری روایت میں فجر و عصر آیا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب اصلاح، الترغیب فی الاذان، ج 1، ص 180، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اور حنفیہ کے مذہب سے زیادہ مناسب یہی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص 542، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(11) امام ابو داؤد و نسائی روایت کرتے ہیں، واللفظ للنسائی: ((عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنِّي لِأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ، فَقُلْتُ: وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَدْعُ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ: رَبِّ أَعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں تجھے محبوب رکھتا ہوں، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو محبوب رکھتا ہوں، فرمایا: تو ہر نماز کے بعد اسے کہہ لینا، چھوڑنا نہیں: رَبِّ أَعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (سنن نسائی نوع آخر من الدعاء، ج 3، ص 53، مکتبہ العلوم والاسلامیہ طیب)

(12) امام ترمذی امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعَثًا قَبْلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا غَنَائِمَ كَثِيرَةً وَأَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ لَمْ يَخْرُجْ مَا رَأَيْنَا بَعَثًا أَسْرَعَ رَجْعَةً وَلَا أَفْضَلَ غَنِيمَةً مِنْ هَذَا الْبَعَثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدْلِكُكُمْ عَلَى قَوْمٍ أَفْضَلُ غَنِيمَةً وَأَسْرَعُ رَجْعَةً؟ قَوْمٌ شَهِدُوا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأُولَئِكَ أَسْرَعُ رَجْعَةً وَأَفْضَلُ غَنِيمَةً)) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک لشکر بھیجا وہ جلد واپس ہوا اور غنیمت بہت لایا، ایک صاحب نے کہا، اس لشکر سے بڑھ کر ہم نے کوئی لشکر نہیں دیکھا جو جلد واپس ہوا اور غنیمت زیادہ لایا ہو، اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "کیا وہ قوم نہ بتا دوں، جو غنیمت اور واپسی میں ان سے بڑھ کر ہیں، جو لوگ نماز صبح میں حاضر ہوئے، پھر بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع کر آئے، وہ جلد واپس ہونے والے اور زیادہ غنیمت والے ہیں۔

(جامع ترمذی، باب فی فضل الصلوة والاستغفار الخ، ج 5، ص 559، مطبوعہ مصطفیٰ البانی، مصر)

وظائف کے بارے میں ایک احتیاط:

احادیث میں کسی دعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل ان اذکار کے لیے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی قفل (تالا) کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر کنجی میں دعدانے کم یا زائد کر دیں تو اس سے نہ کھلے گا، البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کر سکتا ہے اور یہ زیادت نہیں بلکہ اتمام ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فرض نماز کے بعد ٹھہرنے کی مقدار اور وظائف کرنا:

علامہ ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (683ھ) فرماتے ہیں:

ہر وہ نماز جس کے بعد سنتیں ہیں تو اس نماز میں فرائض کے بعد (طویل) بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ سنت میں مشغول ہو جائے تاکہ سنت اور فرض کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ اور سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کہنے کی مقدار بیٹھا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَعُودُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلام ہے تو برکت والا ہے اے عزت و جلال والے) پھر سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور جہاں فرض پڑھے وہاں سنت و قفل نہ پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: ((أَيُّعِزُّ أَحَدَكُمْ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ بِسَبْحَتِهِ)) کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز کہ جب وہ فرض نماز سے فارغ ہو تو قفل نماز کے لیے آگے یا پیچھے ہو جائے۔ اسی طرح جماعت کے لئے صفوں کا توڑنا مستحب ہے تاکہ مسجد میں داخل ہونے والا یہ گمان نہ کرے کہ یہ لوگ فرض نماز میں ہیں۔

(الاعتیاد لتعلیل الخیار، باب النوازل، ج 1، ص 66، مطبوعہ مجلس، القاہرہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نماز کے بعد جواز کارطویلہ احادیث میں وارد ہیں، وہ ظہر و مغرب و عشاء میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں، قبل سقوت مختصر و عا پر قناعت چاہیے، ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(فرض کے بعد سنتوں سے پہلے مناجات وغیرہ کرنا) جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ جزوی و خلاف اولیٰ ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں۔ دُرِّمَنَارِ فَصْلِ صِفَةِ الصَّلَاةِ مِیْنُ هُوَ: سنتوں کا مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللهم انت السلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اور ادا اور دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ کرنے) میں کوئی حرج نہیں کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلوی

نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد تنزیہی ہو تو اختلاف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اور اقلیلیہ پر محمول کیا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: حلوانی کا قول لا بأس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل میں کوئی حرج نہیں) اس عہادت میں مشہور یہ ہے کہ اس کا خلاف اولیٰ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سفت سے پہلے (اور اوراد کا) نہ پڑھنا اولیٰ ہے، اگر کسی نے ایسا کر لیا تو اس میں حرج نہیں اور اختصاراً۔ شامی نے اس کو نقل کر کے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں اللہ کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اوراد کے بعد سنتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہوگی البتہ وقت مسنون میں ادا نہیں ہوئیں۔

رد المحتار میں ہے: مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللهم انت السلام الخ کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول "کی مقدار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت میں بیٹھ ہی کلمات ادا فرماتے ہیں بلکہ تقریباً اتنی مقدار تشریف فرما ہوتے جس میں یہی دعایا اسی طرح کی کوئی دعا پڑھی جاسکتی تھی۔۔ لہذا ان کا یہ قول بخاری و مسلم کی اس روایت کے منافی نہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے: لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے، ملک اس کا، حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اس کا بخت و دولت تیرے قہر و عذاب سے بچا نہیں سکتا) اختصاراً۔

غیبتہ میں ہے: اسی طرح وہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول اس حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے: لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین له الدین ولو کرہ الکافرون۔ کیونکہ مقدار مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں۔

احمد المصنوع شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے: یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایتیں بعدیت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اور اذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نماز فجر اور مغرب

کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (احمد المصنفات)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمہ توحید پڑھنا فصلِ قلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ اختصاراً و ملخصاً، ج 6، ص 234 تا 237، رضاناظر ٹریننگ، لاہور)

نماز کے بعد دعا کرنے پر دلائل

نماز کے بعد کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿فَبِأِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ ترجمہ گنجز

الایمان: تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعائیں محنت کرو، اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

(پ 30، سورۃ الشرح، آیت 7، 8)

تفسیر طبری میں اس آیت کے تحت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت تفسیر یہ ہے کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ

دعا کرو۔ (تفسیر طبری تحت آیۃ مذکورہ، ج 24، ص 496، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت ہے: ”﴿فَبِأِذَا فَرَغْتَ﴾ مِنَ الصَّلَاةِ ﴿فَانصَبْ﴾ فِي الدُّعَاءِ“ ترجمہ: جب

تم نماز سے فارغ ہو تو دعائیں محنت کرو۔ (تفسیر جلالین، ج 17، ص 813، دارالمحدیث، القاہرہ)

(2) مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی اور ابن السنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا انصَرَفَ مِنْ

صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قَالَ الْوَكِيدُ فَقُلْتُ

لِلْأَوْدَاعِيِّ: كَيْفَ اسْتَغْفَرُ؟ قَالَ: تَقُولُ: اسْتَغْفِرُ اللَّهَ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ)) ترجمہ: جب حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے

رخ انور پھیرتے تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل

مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی

تیری قدرت، ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزرگی اور بزرگی عطا فرمانے

والے یارب۔ ولید کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا: استغفار کی کیفیت کیا تھی؟ جواب دیا: وہ کہتے: استغفر اللہ، استغفر اللہ۔
(صحیح مسلم، باب استجاب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 414، احیاء التراث العربی، بیروت)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے نماز کے بعد دعا کرنے پر اعتراض کے جواب میں یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔
(تاوی رضویہ، ج 6، ص 228، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَالٍ لِمَا أُعْطِيَتْ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ عزوجل! جسے تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے، اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیری قضا کا کوئی پھیرنے والا نہیں اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا)۔

(صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 168، مطبوعہ دار طوق النہار)

(4) سنن نسائی میں ہے: ((عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَرْوَانَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ كَعْبًا حَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ الَّذِي فَلَقَ الْبَحْرَ لِمُوسَىٰ أَنَا لَتَجِدُ فِي التَّوْرَةِ: أَنَّ دَاوُدَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ يَقِينِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَالٍ لِمَا أُعْطِيَتْ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، قَالَ وَوَحَّدَنِي كَعْبٌ أَنَّ صَهِبًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُهُنَّ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ)) ترجمہ: عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی اس اللہ کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تو رات مقدس میں یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ يَقِينِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَالٍ لِمَا أُعْطِيَتْ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا

ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بخشاؤ کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا) اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کعب نے مجھے حدیث بیان کر صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(سنن نسائی، نوع آخر من الدعاء عند الصلاة من الصلاة، ج 3، ص 73، کتاب الطہارۃ، جامع اسلام، حلب)

(5) صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبَلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ نَزَبَ قَبِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبَعْتُ أَوْ تَجَمَعُ عِبَادَكَ)) ترجمہ: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام کے بعد چہرہ انور ہماری طرف پھیریں، (حضرت براء مزید) فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا: نَزَبَ قَبِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبَعْتُ أَوْ تَجَمَعُ عِبَادَكَ (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائے گا یا (یہ کہا کہ) جمع کرے گا)۔

(صحیح مسلم، باب استجاب بحین الامام، ج 1، ص 492، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) طبرانی نے معجم اوسط میں، بزار نے مسند میں، ابن اسنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مَسَّ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْغَمَّ وَالْحُزْنَ)) ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْغَمَّ وَالْحُزْنَ (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن و رحیم ہے اے اللہ! مجھ سے غم و حزن دور فرما دے)۔

(7) حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتا ہے: ((إِنِّي

انصرفت من صلاة المغرب فقل: اللَّهُمَّ اجزني من النار سبع مراته فإني إن قلت ذلك ثم مت في ليلتك كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا، وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ فَإِنَّكَ إِن مِتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا)) ترجمہ: جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو سات دفعہ یہ دعا پڑھ لو اللهم اجزني من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا، جب تم فجر کی نماز ادا کرو تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھو اللهم اجزني من

النار (اے اللہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔
(سنن ابی داؤد، باب القبول، ص 46، ج 320، المکتبۃ المصریہ بیروت)

(8) امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طرفہ تریہ کہ ان عقلمندوں کو اپنے امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہو سکیں مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعائی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتویٰ جاری کیا، ان کے امام میاں بزرگ حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لانا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے) انھوں نے فتویٰ میں مجیب لکھنوی کی حدیث لا کر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے، وہ فتویٰ یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیا ہے؟ اگرچہ فقہانے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کروا جاؤ گے۔

جواب: وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے۔ حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اہلح ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد بن حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید الباسی نے انھیں عبدالحزیز بن عبد الرحمن القرشی نے نصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مامن عبدیسط کفہ فی دہر کل صلوة ثم یقول اللهم الہی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل ومیکائیل و اسرافیل علیہم السلام اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر، وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی، وتعالی برحمتک فانی مذنب، وتتنقی عن الفقر، فانی متمسکن، الاکان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خالبتمن)) جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ پھیلانے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کے معبود! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت فرمائیں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہگار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دور فرمائیں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لیا ہے کہ اسکے ہاتھ خالی نہیں لوٹا بیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ابوالحسنات محمد عبدا
(ج)

آٹھویں حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو

شخص اس طرح ہاتھ باندھ کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل و علا نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اُسے نا امید نہیں لوٹائے گا۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ (میاں نذیر حسین) کہتے ہیں:

یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ _____ جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسرار

عامری سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ ((صلوات مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیه و دعا)) میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے

سلام کہا، زرخ الوری پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیا پر مخفی نہیں۔ (نوادری رضویہ، ج 6، ص 230-232، رمضان 1378ھ بمطابق 1958ء)

باب نمبر 221

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَعْمَارِ مِنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ
(نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں رخ کرنے کا بیان

قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے اور (نماز سے
فارغ ہو کر) دونوں جانب یعنی دائیں اور بائیں طرف
پھر جاتے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت
انس، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم
سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ہلب کی
حدیث "حسن" ہے۔

اور علمائے اس پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ امام
دائیں بائیں جس طرف چاہے رخ کرے۔ بلاشبہ دونوں
طریقے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے
فرمایا: اگر دائیں طرف حاجت ہو تو اس طرف رخ کرے
اور اگر بائیں طرف حاجت ہو تو ادھر رخ کرے۔

301- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ،
عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ،
عَنْ أَبِيهِ قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَنَا، فَيَنْصَرِفُ عَلَى جَانِبَيْهِ جَمِيعًا:
عَلَى يَمِينِهِ وَعَلَى شِمَالِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو،
وَأَبِي سُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ هَلْبٍ
حَدِيثٌ حَسَنٌ "وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ
الْعِلْمِ: أَنَّهُ يَنْصَرِفُ عَلَى أَيِّ جَانِبَيْهِ شَاءَ، إِنْ
شَاءَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ شَاءَ عَنْ يَسَارِهِ، وَقَدْ
صَحَّ الْأَمْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "
وَيُرْوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ
كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَمِينِهِ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ
كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَسَارِهِ أَخَذَ عَنْ يَسَارِهِ

ترجمہ حدیث 301: (مشہور ابن ہلب، اب حدیث ہلب، ج 36، ص 304، حدیث 21974، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: "اگر دائیں طرف حاجت ہو تو دائیں طرف پھرے اور اگر بائیں طرف حاجت ہو تو بائیں طرف پھرے") تو میں (علامہ علی قاری) کہتا ہوں کہ نمازی کو جس طرف حاجت ہو وہ اسی طرف پھرے تو اگر دونوں طرفیں برابر ہوں تو جس طرف چاہے پھر جائے اور دائیں طرف پھرنا بہتر ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز میں دائیں طرف کو پسند فرماتے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الدعاء فی الخیمہ، ج 2، ص 755، دار الفکر، بیروت)

دونوں طرف کی احادیث میں تطبیق:

نماز کے سلام کے بعد بعض روایات میں امام کا دائیں طرف پھرنا آیا ہے اور بعض میں بائیں طرف، دونوں طرف کی روایت میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ محمود بدر الدین عینی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((لا يجعل أحدكم نصيبا للشيطان من صلاته أن لا ينصرف إلا عن يمينه وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثر ما ينصرف عن شماله)) ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے یوں کہ وہ صرف دائیں طرف ہی پھرے اور حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مرتبہ بائیں طرف پھرتے دیکھا ہے.... امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے اپنی سنن میں اسماعیل بن عبد الرحمن السدی کی حدیث کو روایت کیا وہ فرماتے ہیں: ((سألت أنساً كيف أنصرف إذا صليت عن يميني أو عن يساري؟ قال: أما أنا فأكثر ما رأيت رسول الله ينصرف عن يمينه)) ترجمہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب میں نماز سے فارغ ہو جاؤں تو دائیں طرف پھروں یا بائیں طرف؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اکثر دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف پھرتے دیکھا ہے۔ دونوں روایتوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرف پھرتے تھے تو کبھی اُس طرف تو جس صحابی رضی اللہ عنہ کے علم میں جو اکثر طور ہوتا تھا انہوں نے اس کو بیان کر دیا لہذا یہ بات دونوں طرف پھرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور ان میں سے کسی میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ بہر حال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام جس کراہت کا مقتضی ہے وہ ہمیشہ دائیں یا بائیں پھرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ جب کوئی کسی ایک طرف پھرنے کو لازم جانے گا اس صورت میں کراہت ہوگی پس جو ان دونوں باتوں سے کسی ایک کو واجب جانے تو خطا کار ہے کہ یہ واجب نہیں بلکہ

سنن میں سے ہے۔

شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اور ہمارا مذہب ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کی طرف ہونا بہتر ہے لیکن مستحب ہے کہ جس طرف حاجت ہو اُدھر پھر جائے خواہ وہ حاجت دائیں طرف ہو یا بائیں طرف تو اگر دائیں طرف حاجت و عدم حاجت میں برابر ہوں تو دائیں طرف افضل ہے ان احادیث کے عموم کی بنا پر جو مکارم اور اس کی مثل المہاب نامہ دائیں طرف کی افضلیت کو بیان کرتی ہیں۔ اور صاحب محیط فرماتے ہیں: اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی دائیں طرف پھرے اور اسی طرح جب وہ فرض نماز کے بعد نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبلہ کی دائیں طرف نفل پڑھے کیونکہ دائیں طرف کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے اور قبلہ کی دائیں طرف وہ ہے جو قبلہ کی طرف منہ کرنے والے کی بائیں طرف ہے۔

(شرح ابی داؤد للعلینی، باب کیف الاصراف من الصلوة، ج 4، ص 350، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض)

امام کے بعد سلام دائیں بائیں پھرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور وہ اپنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی موڑ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(بہار شریعت، بحوالہ علیہ ذخیرہ، حصہ 3، ص 537، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

دائیں، بائیں، جس طرف چاہے رخ کرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنا پر کہ: ((لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ حِطًّا مِنْ صَلَاتِهِ يَدْرِي حَقًّا عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنِ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ)) تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے بائیں طور کہ وہ اپنے اوپر دائیں طرف پھرنے کو لازم جانے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف رخ انور کرتے بھی دیکھا ہے۔ (صح مسلم) حضرت قیس بن حلب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِقَائِهِ)) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی پس وہ دونوں طرف پھرا کرتے تھے۔

(المعنی لابن تدمر، لعل الاعراف من الصلاة، ج 1، ص 402، مکتبہ القادری)

شواہد کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اور دائیں بائیں جس طرف چاہے رخ کرے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ نماز میں دائیں بائیں پھرے۔ اور ایک قوم یہ کہتی ہے: یہ جائز نہیں کہ وہ صرف دائیں طرف ہی پھرے اور یہ خطا ہے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرِفُ مِنَ الصَّلَاةِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں اور بائیں رخ انور کو پھیرا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَجْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ مِنْ صَلَاتِهِ جُزْءَ أَيْدِي أَنْ حَقَمًا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْتَقِلَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ)) ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے بائیں طور کہ وہ اپنے اوپر دائیں طرف پھرنے کو لازم جانے تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مرتبہ بائیں طرف رخ انور کرتے دیکھا ہے۔ پس جب دونوں باتوں کا جواز ثابت ہے تو نمازی کے لئے مستحب ہے کہ اگر دونوں جہتوں میں سے ایک طرف اسے حاجت ہو تو وہ اپنی غرض والی جہت کی جانب دائیں یا بائیں پھر جائے اور اگر کسی طرف کوئی غرض نہ ہو تو دائیں طرف پھرنا مستحب ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔

(الحاوی الکبیر، مسئلہ تصرف حیث شام الخ، ج 2، ص 148، 149، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ خلف بن ابی القاسم محمد ازدی قیروانی مالکی (372ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ سلام پھیرے تو چاہے دائیں طرف پھر جائے یا بائیں طرف۔

(المجلیب فی اختصار المدون، کتاب الصلاة الاول، ج 1، ص 279، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(الاسلامیہ، دہلی)

مدونہ میں ہے:

اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا نماز میں دائیں اور بائیں طرف پھرنا برابر ہے اور یہ سب ہی حسن ہے۔

(المدونہ، ماہیان علی عمر السجد، ج 1، ص 197، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر (222)

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ الصَّلَاةِ

نماز پڑھنے کا طریقہ

حدیث: حضرت رفاع بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت رفاع کہتے ہیں: ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے کہ ایک شخص جو بدوی (دیہاتی) لگ رہا تھا، آیا اس نے مختصری نماز ادا کی، پھر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی، سو وہ شخص لوٹ گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھی، پھر حاضر بارگاہ ہوا اور سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے (دوبارہ) فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دوسرے یا تین مرتبہ اسی طرح ہوا کہ وہ ہر بار حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیکر فرماتے: واپس جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی۔ لوگوں کو خوف ہوا اور یہ بات گراں لگی کہ جو شخص خفیف نماز پڑھے اس کی نماز ادا ہی نہ ہو۔ بالآخر اس شخص نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) مجھے تعلیم فرمائیے، میں انسان ہوں، مجھ سے درستی بھی ہوتی ہے اور غلطی بھی کرتا ہوں، پس آپ نے فرمایا: ہاں، جب نماز کا ارادہ کرو تو وضو کرو جیسا کہ اللہ نے حکم اللہ نے حکم دیا، پھر اذان کہو اور اقامت بھی کہو اگر

302- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيٍّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَادِ بْنِ رَافِعِ الزُّرْقِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، قَالَ رِفَاعَةُ وَنَحْنُ مَعَهُ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ، فَصَلَّى فَأَخَفَ صَلَاتَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَارْجِعْ فَصَلِّ، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَفَعَلَ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلُّ ذَلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ، فَقَالَ الرَّجُلُ فِي آخِرِ ذَلِكَ: فَأَرِنِي وَعَلَّمْنِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَصِيبُ وَأُخْطِئُ، فَقَالَ: أَجَلٌ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ

قرآن کریم یاد ہو تو اس کی تلاوت کرو بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو، بگبیر کہو اور تہلیل کرو (لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ پڑھو) پھر رکوع کرو اور رکوع اطمینان سے کرو، پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو اور سجدے میں اعتدال قائم رکھو پھر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے بیٹھو پھر کھڑے ہو جاؤ جب تم نے ایسا کر لیا تمہاری نماز مکمل ہو گئی اور اگر اس میں کچھ کمی رہ گئی تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ رفاعہ کا بیان ہے: یہ بات پہلی بات کی بہ نسبت صحابہ کرام کو زیادہ آسان لگی کہ کچھ کمی رہ جانے سے نماز ناقص ہوگی سرے سے ضائع نہیں ہوگی۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث ”حسن“ ہے اور یہ حدیث رفاعہ سے کئی طرق سے مروی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، ایک شخص نے نماز پڑھی اور پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی، پس وہ شخص واپس گیا اور سابقہ انداز میں نماز ادا کی، پھر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر اس سے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہ طریقہ اختیار فرمایا پھر اس نے حضور سے عرض کیا: اُس ذابت کی قسم جس نے آپ کو دین

فَتَوَضَّأَ كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ، ثُمَّ تَشَهَّدَ فَأَقِيمَ أَيْضًا، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ، وَإِلَّا فَاحْتَمِدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَبِاللَّهِ، ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمِئِنُّ رَاكِعًا، ثُمَّ اغْتَدِلْ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَاغْتَدِلْ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمِئِنُّ جَالِسًا، ثُمَّ قُمْ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَإِنْ انْتَقَصَتْ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصَتْ مِنْ صَلَاتِكَ، قَالَ: وَكَانَ بَدَا أُهْوَى عَلَيْهِمْ مِنَ الْأَوَّلِ، أَنَّهُ مَنْ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَى عَنْ رِفَاعَةَ بَدَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ

303- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: ازْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ: ازْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنُ
غَيْرَ هَذَا، فَعَلَّمَنِي، فَقَالَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ
فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ
ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَعْتَدِلَ
قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْزُقْ
حَتَّى تَطْمِئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ
كُلِّهَا، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى ابْنُ ثَمِيرٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
وَرِوَايَةٌ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو،
أَصْحَحَ وَسَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
وَرَوَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ
الْمَقْبُرِيُّ اسْمُهُ كَيْسَانٌ، وَسَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ يُكْنَى
أَبَا سَعِيدٍ

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اس سے اچھی نماز نہیں اور
کر سکتا لہذا مجھے سکھا دیجئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: جب تو نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے کبیر کہہ
پھر قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھ پھر رکوع کرتی کہ
سکون و اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر
اٹھا کر سیدھا کھڑے ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سر
اٹھایاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا، پوری نماز میں اسی
طرح کر۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث
حسن صحیح ہے۔ ابن نمیر نے عبید اللہ بن عمرو سے، انہوں
نے سعید مقبری سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا لیکن ابو سعید کا ذکر نہیں کیا۔ بواسطہ عبید اللہ
بن عمر، یحییٰ بن سعید کی روایت زیادہ مستند ہے۔ سعید مقبری
کو حضرت ابو ہریرہ سے سماع حاصل ہے، اور انہوں نے
بواسطہ اپنے والد بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
نقل کی۔ ابو سعید مقبری کا نام کیسان ہے اور سعید مقبری کی
کنیت ابو سعید ہے۔

304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ

الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ:
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ،
قَالَ: سَمِعْتُهُ وَهُوَ فِي عَشْرَةِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمْ أَبُو قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ يَقُولُ:
أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

حدیث: محمد بن عمرو عطا کہتے ہیں میں نے سنا کہ
ابو حمید ساعدی نے دس صحابہ کرام جن میں ابو قتادہ بن ربیع
بھی تھے، میں بیٹھ کر کہا: ”میں تم سب سے زیادہ حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو جاننے والا ہوں“ انہوں نے
کہا: (وہ کیسے؟) تم نہ تو ہم سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی پاکیزہ صحبت سے مشرف ہوئے اور نہ ہی ہم
سے زیادہ بارگاہ رسالت میں حاضری دیتے رہے۔

ابو حمید ساعدی نے کہا: ہاں کیوں نہیں، انہوں نے کہا: بیان کیجیے، ابو حمید ساعدی نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا ارادہ فرماتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے اور پھر ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے، پیٹھ سیدھے رکھتے اور سر کو نہ تو بالکل جھکاتے اور نہ بلند رکھتے، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے پھر ”سمع اللہ لم حمدہ“ کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ جسم کی ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی، پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور ”اللہ اکبر“ کہتے ہاتھوں کو بغلوں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے پھر بائیں پاؤں ٹیڑھا کر کے اس پر بیٹھتے اور اس طرح اعتدال سے بیٹھتے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کے لئے جھکتے ”اللہ اکبر“ کہتے پھر بائیں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھتے اور اس اعتدال کے ساتھ بیٹھتے کہ ہر جوڑا اپنی جگہ قائم ہو جاتا، پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے اور دوسری رکعت میں وہی عمل کرتے جو پہلی رکعت میں کیا یہاں تک کہ جب دونوں سجدوں سے اٹھتے تکبیر فرماتے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جیسے کہ شروع نماز میں اٹھائے تھے یہی عمل دہراتے رہتے یہاں تک کہ آخری رکعت کو پہنچ جاتے تو بائیں پاؤں پیچھے ہٹا لیتے اور سرین

قَالُوا: مَا كُنْتَ أَقْدَمْنَا لَمْ تُصْعَبْ، وَلَا أَكْثَرْنَا لَهٗ إِتْيَانًا؟ قَالَ: بَلَى، قَالُوا: فَاغْرِضْ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اعْتَدَلَ قَائِمًا، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُعَادِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُعَادِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَرَكَعَ، ثُمَّ اعْتَدَلَ، فَلَمْ يُصَوِّبْ رَأْسَهُ وَلَمْ يَقْنِعْ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَدَلَ، حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ بَوَى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ جَافَى عَضُدَيْهِ عَنِ إِبْطَيْهِ وَقَتَّحَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ ثَنَى رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَيْهَا ثُمَّ اعْتَدَلَ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ بَوَى سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ثَنَى رِجْلَهُ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ، ثُمَّ نَهَضَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، حَتَّى إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُعَادِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، كَمَا صَنَعَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَنَعَ كَذَلِكَ، حَتَّى كَانَتِ الرَّكْعَةُ الْآخِرَى تَنْقِضِي فِيهَا صَلَاتَهُ أُخْرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَى شِقْوِهِ مُتَوَرِّكًا، ثُمَّ سَلَّمَ "

قال ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ: إِذَا قَامَ مِنْ رَفَعَ يَدَيْهِ، يَعْْنِي: إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ.
 کے بل پیٹھ جاٹے پھر سلام پھیرتے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اور ”وہ سجدوں سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے“ کا مطلب یہ ہے کہ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھ کر کھڑے ہوتے۔

305 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلْوَانِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، فِي عَشْرَةِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ: أَبُو قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ، وَزَادَ فِيهِ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، هَذَا الْحَرْفُ، قَالُوا: صَدَقْتَ، بِهَذَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث: محمد بن عمرو بن عطا کہتے ہیں میں نے دس صحابہ کرام جن میں ابو قتادہ بن ربیع بھی تھے، کی موجودگی میں ابو حمید ساعدی سے سنا، اس کے بعد یحییٰ بن سعید کی روایت کے، ہم معنی مذکور ہے، البتہ اس میں ابو عاصم نے بواسطہ عبد الحمید بن جعفر یہ الفاظ زائد نقل کئے ”پھر ان سب نے کہا تو نے سچ کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ہی نماز ادا فرمائی۔“

تخریج حدیث 302: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ من لا ینعم صلہ فی الکرع، واسجد، حدیث 857، ج 1، ص 226، المکتبۃ المصریۃ، بیروت) سنن نسائی، کتاب التعلیق، باب الرخصۃ فی ترک الذکر فی الکرع، حدیث 1053، ج 2، ص 193، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت)

تخریج حدیث 303: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة، حدیث 397، ج 1، ص 297، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ من لا ینعم صلہ فی الکرع، واسجد، حدیث 856، ج 1، ص 226، المکتبۃ المصریۃ، بیروت) سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب فرض کبیرۃ الاولی، حدیث 884، ج 2، ص 124، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب القنۃ، باب القنۃ، حدیث 1080، ج 1، ص 336، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

تخریج حدیث 304: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب سجد الکرع فی التمشید، حدیث 828، ج 1، ص 165، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ

حدیث 730، ج 1، ص 154، المکتبۃ المصریہ بیروت، مؤرخین ابن ماجہ، کتاب القنۃ، اسلوۃ والسنۃ فیہا باب التمام، اسلوۃ، حدیث 1061، ج 1، ص 337، دار احیاء الکتب

العربیہ بیروت)

ترجمہ حدیث 305: نوپروال کی شرح ہے۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((اور حضرت رفاہ بن رافع)) انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ((فرماتے ہیں: ایک شخص آیا)) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں: وہ ان بھائی خلد بن رافع رضی اللہ عنہ تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ الصلاۃ، ج 2، ص 664، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

((پس اگر تجھے قرآن یاد ہو تو اس کی تلاوت کر، وگرنہ اللہ عزوجل کی حمد بجالا اور تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ

پر جو پھر رکوع کرو)) پس اولیٰ یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کو ابتدائی حکم پر محمول کیا جائے کہ جس کی بنیاد زمی اور آسانی پر تھی۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج 2، ص 704، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((پس اگر تجھے قرآن یاد ہو)) یہ مطلق ہے جو فاتحہ وغیر فاتحہ کو دونوں کو شامل ہے۔ ((وگرنہ)) یعنی اگر تجھے قرآن یاد

نہ ہو تو ((اللہ عزوجل کی حمد کرو)) اور پہلے گزر چکا ہے کہ جو قرآن پڑھنے سے عاجز ہو خواہ اپنی طبیعت میں کسی وجہ کی بنا پر یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے تو اس کے لئے دعاؤں اور اس کی مثل دوسرے اذکار کے ذریعے نماز ادا کرنا جائز ہے۔

(شرح ابی داؤد للحنبل، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ الخ، ج 4، ص 62، مکتبۃ الرشیدیہ)

مزید فرماتے ہیں:

((اور قرآن پاک میں سے جو چاہے پڑھے)) یہ حدیث بانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت

فرض نہیں ہے۔ (شرح ابی داؤد للحنبل، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ الخ، ج 4، ص 55، مکتبۃ الرشیدیہ)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

(1) حدیث کے اس جملہ ((فسود)) (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا) میں مسلمان کے

سلام کا جواب دینے کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔

(2) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے اس جملہ ((ارجع فصل فَبَأْتِكَ لَعُ تَصَلِّ)) (لوٹ جا تو نماز پڑھ پس بے شک تو نماز نہیں پڑھی) کے بارے میں فرمایا کہ علم کے بغیر عبادت میں جاہل کے افعال کفایت نہیں کریں گے۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: یہ جو انہوں نے ارشاد فرمایا اس قول سے ان کی مراد مطلق نفی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے کمال کی نفی مراد ہے اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے آخر میں فرمایا: ((إِذَا فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَمَا انْتَقَصَتْ مِنْ هَذَا فَإِنَّمَا انْتَقَصَتْ مِنْ صَلَاتِكَ)) جب تو نے یہ کر لیا تو تیری نماز مکمل ہو گئی اور جتنا تو اس میں سے کم کرے گا اتنی ہی تیری نماز ناقص رہ جائے گی۔ تو اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناقص نماز کو بھی نماز کا نام دیا تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نفی سے نفی کمال مراد ہے۔

اور بعض نے کہا: جس نے اسے نفی کمال پر محمول کیا تو اس نے اس بات سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تعلیم دینے کے بعد نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو یہ بات اسی نماز کے کفایت کرنے پر دال ہے ورنہ بیان کی تاخیر لازم آئے گی۔ پھر کہا: اور اس میں نظر ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرتبہ انہیں نماز لوٹانے کا حکم دیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سکھانے کا عرض کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز سکھائی تو گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اس کیفیت پر نماز کا اعادہ کرو۔ انھی میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں کامل طریقہ پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور اس بات سے اصل نماز کی نفی لازم نہیں آتی پس نفی صفت کی طرف راجع ہے نہ کہ ذات کی طرف۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر ان کی نماز فاسد ہوتی تو پھر اس میں مشغول ہونا فضول ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی فضول کام کرنے پر کسی کو برقرار نہیں رکھتے اور یہی بات ہمارے متاخرین اصحاب نے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے اس مذہب کی نصرت میں ذکر کی ہے کہ رکوع و سجود میں اطمینان واجب ہے اور فرض نہیں ہے۔

حتیٰ کہ خلاصہ میں فرمایا: بے شک ان دونوں حضرات کے نزدیک نماز میں اطمینان سنت ہے۔ اور علماء نے فرمایا: اس لئے کہ رکوع لفظ جھکنے اور سجود بلندی سے پستی کی طرف آنے کو کہتے ہیں پس "رکبت" ان کی ادنیٰ حالت سے متعلق ہوگی۔ اسی طرح علماء نے فرمایا: اللہ عزوجل کا قول: ﴿وَإِذَا سَجَدُوا﴾ (ترجمہ کنز الایمان: رکوع اور سجدہ کرو) تو اس فرمان میں اللہ عزوجل نے رکوع و سجود کا حکم ارشاد فرمایا اور دونوں خاص لفظ ہیں ان سے (بالترتیب) جھکنے اور بلندی سے پستی کی طرف آنے کے معنی کو مراد لیا جاتا ہے پس یہ کم از کم اتنے جھکنے اور پستی کی طرف آنے سے ادا ہو جائیں گے کہ جس پر اس معنی کا اطلاق ہو جاتا ہو اور ان میں اطمینان کو فرض قرار دینا یہ مطلق نص پر خبر واحد کے ذریعے زیادتی ہے اور یہ نص قرآنی کو منسوخ کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (فکبیر) (پس کبیر کہو) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز صرف کبیر سے ہی شروع کی جائے گی اور یہ بلا اختلاف فرض ہے۔

(4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان (ثم اقرأ) (پھر قراءت کرو) نماز میں قراءت کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ((مَا تَسْر)) (یعنی جتنا قرآن سے آسان ہو پڑھو) مطلق قراءت کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہی ہمارے اصحاب کی فاتحہ کے فرض نہ ہونے پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ اگر فاتحہ فرض ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم ضرور دیتے کیونکہ یہ مقام سکھانے کا مقام ہے۔ اور علامہ خطابی مالکی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن)) (یعنی پھر قرآن میں سے جو تیرے لئے آسان ہو اسے پڑھو) اس کا ظاہر اطلاق اور تخمیر ہے اور اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے اس کے لئے جو اسے احسن طریقے پڑھ سکے تو اسے سورہ فاتحہ کا غیر کفایت نہیں کرے گا اس دلیل کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے: ((لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) (یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے اور یہ اطلاق میں اسی طرح ہی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے) پھر فرمایا: ہدی میں جو جانور کم از کم کفایت کرے گا وہ معین ہے جس کی مقدار سنت سے معلوم ہے اور وہ بکری ہے، اہ۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: علامہ خطابی اپنے مذہب پر دلیل ایسے کلام کو بنا رہے ہیں کہ جس کا اول اس کے آخر کی نفی کر رہا ہے کیونکہ اولاً جب انہوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ کلام کا ظاہر اطلاق و تخمیر ہے اور جو مطلق ہے وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

اور اس سے مراد سورہ فاتحہ کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس میں اجمال نہیں ہے؟ اور ان کے اس قول کا فساد ظاہر ہے "یہ اطلاق میں اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا قول۔۔۔۔۔ آخر تک" اس لئے کہ ہدی اس جانور کا نام ہے جس کو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے اور وہ اونٹ، گائے اور بکری کو شامل ہے اور اس میں اجمال ہے اور کم از کم جو جانور کفایت کرے گا وہ بکری ہے لہذا سنت کی بنا پر یہی مراد ہوگا۔ بخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ((مَا تَسْر مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ)) (جو قرآن تجھے میسر آئے) یہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ یہ اس تمام کو شامل ہے کہ جس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے لہذا یہ فاتحہ وغیر فاتحہ کو بھی شامل ہے اور اس بات میں کوئی اجمال نہیں ہے اور بغیر کسی شخص کے اس کو فاتحہ کے ساتھ خاص کر دینا یہ ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ باطل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ((لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) کو تخصیص بنانا درست نہیں ہے کیونکہ یہ تیسرے (آسانی) کے معنی کے منافی ہے پس یہ تعسر (مشکل) میں تبدیل ہو جائے گی اور یہ باطل ہے اور اس کو مقتر بنانا بھی درست نہیں کیونکہ آیت

میں کوئی اہتمام نہیں ہے۔

اور جو کہے کہ یہ مجمل ہے جیسا کہ بھی وغیرہ نے کہا اور حضرت سیدنا عمارہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی مفسر ہے اور مفسر مجمل کا فیصلہ کرنے والی ہے تو یہ بہت بعید بات ہے کیونکہ اس پر اجمال کی تعریف صادق نہیں آتی جیسا کہا بھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: بہر حال یہ حدیث ((اَقْرَأْ مَا تَسْمَعُ)) فاتحہ پر ہی محمول ہے کیونکہ وہی آسان ہے یا اس پر جو فاتحہ کے بعد اس پر زائد ہو یا اس پر جو فاتحہ سے عاجز ہو۔ تو میں کہتا ہوں: تو یہ زبردستی اپنے مذہب پر چلنا ہے کیونکہ یہ تمام باتیں شارع علیہ السلام کے کلام کے معنی سے خارج ہیں۔ بہر حال ان کا یہ کہنا کہ ”سورہ فاتحہ ہی آسان ہے“ تو اس بات پر تو حدیث کا کلام اصلاً دلالت نہیں کرتا کیونکہ حدیث کا ظاہر فاتحہ وغیرہ کو سب کو شامل ہے جس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے اور سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے تو آسانی میں سورہ فاتحہ کو متعین کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اور یہ بلا دلیل کے حکم ہے۔

بہر حال ان کا قول ”یا جو فاتحہ پر زائد ہو“ تو کہاں سے حدیث کا ظاہر فاتحہ پر دلالت کر رہا ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((مَا تَسْمَعُ)) فاتحہ سے زائد پر دلالت کرے؟ مزید یہ کہ جب نمازی کو فاتحہ سے زائد کا حکم دیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ فاتحہ سے زائد بھی فاتحہ کی طرح فرض ہو حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان کا یہ فرمانا ”یا اس پر جو فاتحہ سے عاجز ہو“ تو اس حدیث کو اس پر محمول کرنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو۔ اور حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((ثُمَّ اَقْرَأْ اِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاحْمَدُ اللّٰهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ)) ترجمہ: پھر قرآن پڑھا اگر تجھے قرآن یاد ہو پس اگر تجھے قرآن یاد نہ ہو تو اللہ عزوجل کی حمد کر اور تسبیح و تہلیل کر۔ اور کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ((اَقْرَأْ مَا تَسْمَعُ)) کو اس شخص پر محمول کیا جاسکتا ہے جو قراءت سے عاجز ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کرنے سے عاجز شخص کا حکم علیحدہ سے بیان فرما دیا۔

(6) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((حَقِّقْ تَطْمِئِنُّ)) (حتیٰ کہ تو اطمینان پذیر ہو جائے) دونوں جگہوں میں۔ یہ فرمان رکوع و سجود اطمینان سے ادا کرنے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

(7) علامہ خطابی نے اس قول کے بارے میں کہا: ((وَأَفْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)) (اور یوں ہی اپنی تمام نماز میں کرو) اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی پر ہر رکعت میں قراءت کرنا لازم ہے جیسا کہ اس پر ہر رکعت میں رکوع و سجود لازم ہے۔ اور اصحاب رائے کہتے ہیں: اگر نمازی آخری دو رکعتوں میں قراءت کرنا چاہے تو قراءت کرے اور اگر تسبیح کرنا چاہے تو تسبیح کرے اور اگر ان دو رکعتوں میں کچھ بھی نہ پڑھے تو بھی اسے کفایت کرے گی اور اس بارے میں انہوں نے حضرت علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((يُقْرَأُ فِي الْأُولَمِينَ وَسَبْعَ فِي الْأَخْرَسِينَ مِنْ طَرِيقِ الْحَارِثِ عِنْدَهُ)) پہلی رکعتوں میں قراءت کی جائے گی اور آخری رکعتوں میں تسبیح کی جائے گی۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ”حارث“ مروی ہے اور لوگوں کا ”حارث“ کے بارے میں پرانا کلام ہے اور امام شعبی رحمہ اللہ نے اس کو مطعون قرار دیا اور اس پر کذب کی نسبت کی اور اصحاب صحیح نے اس کی روایت کو ترک کیا ہے۔ اور اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت بھی ہو تو بھی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی۔ ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اولیٰ ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ وہ ظہر، عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کا اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے، (علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا)۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: اگر ہم تسلیم کر لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہر رکعت میں قراءت کرنے پر دلالت کرتا ہے تو اس کے علاوہ دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا، آخری دو رکعتوں میں قراءت ہے اس دلیل کی وجہ سے جو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ائیل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی..... (اور اس میں یہ ہے کہ) وہ آخری دو رکعتوں میں قراءت حذف کرے۔

اور اگر انہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بواسطہ حارث پر طعن کیا ہے تو تحقیق حافظ عبدالرزاق اپنی مصنف میں حضرت معمر سے وہ امام زہری سے وہ عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ((كَانَ عَلِيٌّ يَقْرَأُ فِي الْأُولَمِينَ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَسُورَتِهِ وَلَا يَقْرَأُ فِي الْأَخْرَسِينَ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری رکعتوں میں قراءت نہ کرتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور یہ علامہ خطابی کے اس قول کے منافی ہے ”بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ ثابت ہے..... الخ“ اور ان کا قول کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے“ تسلیم نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل روایت کی گئی ہے جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ ہم سے شریک نے ابواسحاق کے حوالہ سے بیان کیا، وہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا: ((قَدْ أُرِيتُ فِي الْأُولَمِينَ وَسَبْعَ فِي الْأَخْرَسِينَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھی۔ اسی طرح سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اسی طرح حضرت ابراہیم اور ابن اسود رحمہ اللہ علیہما سے بھی مروی ہے۔

اور علامہ ابن جریر طبری کی ”تہذیب“ میں ہے: حماد، ابراہیم سے وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((أَنَّ مَعَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَخْرَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ شَيْئًا)) ترجمہ: وہ ظہر اور عصر کی آخری رکعتوں میں کچھ بھی قراءت نہ کرتے تھے۔ اور ہلال بن سنان فرماتے ہیں: ((صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ فَسَمِعْتَهُ سَبَّحَ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ اور منصور نے جریر سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کی انہوں نے فرمایا: ((لَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَخْرَتَيْنِ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قِرَاءَةٌ سَبَّحَ لَكَ وَأَذْكَرَ اللَّهُ)) ترجمہ: فرض نماز کی آخری رکعتوں میں قراءت نہیں ہے، اللہ عزوجل کی تسبیح کرو اور اللہ عزوجل کا ذکر کرو۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((اقْرَأْ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأَخْرَتَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ أَوْ سَبَّحَ فِيهِمَا بِقَدْرِ الْفَاتِحَةِ أَوْ: ذَلِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَكَ وَإِنْ سَبَّحَ فِي الْأَخْرَتَيْنِ أَحَبَّ إِلَيَّ)) ترجمہ: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھو اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا ان میں فاتحہ کی مقدار تسبیح کرو یعنی یہ تو نے کر لیا زچھے کفایت کرے گا اور اگر آخری دو رکعتوں میں تسبیح کی تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

احکام و جواب: اگر تو یہ کہے کہ اس حدیث میں بعض واجبات بھی بیان نہیں کئے گئے جیسا کہ نیت، قعدہ اخیرہ، ترتیب ارکان، اسی طرح بعض وہ افعال کہ جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسا کہ آخری رکعت میں تشہد پڑھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور لفظ سلام کو درست پڑھنا؟ تو میں کہتا ہوں: اس کے جواب میں یوں کہا گیا ہے کہ شاید یہ تمام چیزیں اس شخص کو معلوم تھیں تو اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان نہیں فرمایا۔ اور ایک قول یوں بھی ہے کہ راوی نے ان چیزوں کے ذکر کرنے میں اختصار سے کام لیا ہو اس لئے کہ یہ مقام تعلیم کا مقام ہے اور وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا درست نہیں اسی وجہ سے جس حدیث رفاعہ کو امام ترمذی نے روایت کیا اس میں اس شخص نے عرض کیا: ((فَارْسِي وَعَلِمَنِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ لَّحِيْبٌ وَأَعْطَى)) ترجمہ: پس مجھے بتائیے اور مجھے سکھائیے کیونکہ میں تو بشر ہوں درستی بھی اختیار کرتا ہوں اور خطا بھی کرتا ہوں۔

(8) جو شخص نماز کے ارکان میں سے کسی میں خلل ڈالے اس پر اعادہ واجب ہے اور جو واجبات میں سے کسی شے میں خلل ڈالے تو عبادات میں احتیاط برتتے ہوئے اس کے لئے اعادہ مستحب ہے۔

(9) نفل نماز کو شروع کرنا اسے لازم کر دیتا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس شخص کی نماز نفل تھی۔

(10) اس میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا موجود ہے۔

(11) اس میں یہ بھی ہے کہ تعلیم کی خوبصورتی نرمی میں ہے نہ کہ سختی اور جھڑکنے میں ہے۔

(12) اس میں مسئلہ کو واضح کرنا اور مقاصد کو خلاصہ بیان کرنا ہے۔

(13) اس میں امام کا مسجد میں بیٹھنا اور اس کے ساتھیوں کا اس کے ساتھ بیٹھنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

(14) اس میں یہ ہے کہ عالم کی بات مانی جائے اور اس کی تابعداری اختیار کی جائے۔

(15) اس میں اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور بشر ہونے کی بنا پر خطا ہونے کی تصریح کرنا ہے۔

(16) اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن اخلاق اور اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خوبصورت طرز معاشرت

کی جھلک موجود ہے۔

(17) قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں اس کے خلاف دلیل موجود ہے جس نے فارسی میں قرآن

پڑھنے کی اجازت دی کیونکہ جو عربی میں نہیں ہے اسے قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ میں کہتا ہوں: یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ بے

شک قرآن صحتی کا نام ہے یا نظم و محی دونوں کا نام ہے تو جس کا مذہب یہ ہے کہ یہ فقط محی کا نام ہے تو اس نے اللہ عزوجل کی اس

فرمان سے استدلال کیا ہے ﴿وَأَنزَلْنَا لِقَىٰ ذِي الْقَوْلِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک اس کا ترجمہ چالیس کتابوں میں ہے۔ (پارہ

19، سورہ شعراء، آیت 196) اور قرآن چالیس کتابوں میں عربی زبان میں نہ تھا۔ اور ان کا یہ فرمانا کہ ”جو عربی میں نہ ہو اسے

قرآن نہیں کہا جاسکتا۔“ اس میں نظر ہے کیونکہ تورات جس کو اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا ہے اس پر بھی قرآن پاک کا

اطلاق آتا ہے حالانکہ وہ عربی نہیں ہے اسی طرح انجیل و زبور کا معاملہ ہے اس لئے قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے جو اس کی ذات

کے ساتھ قائم ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے جدا ہوتا ہے ہاں مگر یہ کہ جب وہ عربی زبان میں نازل ہوا تو اسے قرآن

کہہ دیا گیا اور جب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے تورات کہہ دیا گیا اور جب عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے انجیل کہہ دیا گیا

اور جب داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے زبور کہہ دیا گیا اور عبارات کا اختلاف اعتبارات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔

(18) اس میں یہ ہے کہ جب مفتی سے کسی شے کے بارے میں سوال کیا جائے اور سائل کو وہاں (سوال کے علاوہ

دوسری شے کی طرف بھی حاجت ہو تو مفتی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اسے ذکر کرے اگرچہ سائل اس سے اس کا سوال نہ کرنے

اور یہ مفتی کی طرف سے سائل کے لئے نصیحت اور خیر کی زیادتی ہوگی۔

(19) اس میں نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے کا اس بات پر صبر کرنے کا استحباب ہے کہ ہو سکتا

ہے جس کے فعل کو وہ برا قرار دے رہا ہے یا جسے یہ نیک کام کرنے کا حکم دے رہا ہے وہ اس میں بھولنے والا ہو اسے یاد آجائے یا

(بھلائی کا حکم دینے کی صورت میں) وہ اس کی بات سمجھ لے اور نصیحت حاصل کر لے اور یہ خطا پڑانے والی صورت نہ ہو۔

(20) یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً اس کی تعلیم سے سکوت کیوں اختیار فرمایا

؟ تو علامہ توربشتی نے اس کے جواب میں فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً اس لئے ان کی تعلیم سے سکوت اختیار فرمایا کہ جب وہ لوہا تو اس نے مورد وحی (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی) سے اپنے حال کی وضاحت نہ چاہی گویا کہ وہ اپنے علم کے سبب رکارہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تعلیم سے زجر و تاویب کرتے ہوئے سکوت فرمایا تو جب اس شخص نے اپنی حالت کی مورد وحی سے وضاحت چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رہنمائی فرمادی۔

علامہ نووی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً انہیں تعلیم اس وجہ سے نہیں دی تاکہ ان کو اور ان کے علاوہ دیگر کو کفایت کرنے والی نماز کے طریقہ کی پہچان زیادہ واضح انداز میں ہو جائے۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو بار بار واپس لوٹانا ان پر معاملہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا وقت فوت نہیں ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ترک کی گئی چیزوں کے حوالہ سے بیدار مغزی کا ارادہ فرمایا اور علامہ ابن دقیق العید نے کہا: تقریر (یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی نے کوئی کام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت اختیار فرمایا) مطلقاً دلیل جواز نہیں ہے بلکہ موانع کا منہمی ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فعل کے مکرر ہونے، نفس کی غشا کے ہونے اور سوال کے متوجہ ہونے کے بعد قبولِ تعلم کی زیادتی ہونا یہ وہ مصلحت ہے جو سیکھنے کی طرف جلدی کرنے کے وجوب کے مانع ہے خاص طور پر اس وقت جب اس کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو یا تو ظاہر حال یا وحی خاص پر بنا کرتے ہوئے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب وجوب القراءة، علامہ ابوالمامون، ج 6، ص 17، 20، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز پڑھنے کا طریقہ (حنفی)

نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ با وضو قبلہ زود دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگلی کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی ٹو سے ٹھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور تھیلیاں قبلہ کو ہوں، نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے، یوں کہ دہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیاں کلائی کے اگل بغل اور شا پڑھے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ (پاک ہے تو اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔)

پھر تھوڑے یعنی آعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے، پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے، اس کے بعد کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے یا ایک آیت کہ تین کے برابر ہو، اب اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع

میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے، اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں، نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف، ایک طرف فقط انگوٹھا اور پیٹھ بچھی ہو اور سر پیٹھ کے برابر ہو اور نچا نچا نہ ہو اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہے پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور منفرود ہو تو اس کے بعد اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، یوں کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے، نہ یوں کہ صرف پیشانی ہتھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے، بلکہ پیشانی اور ناک کی ہڈی جمائے اور بازوؤں کو کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ قبلہ رُو جسے ہوں اور ہتھیلیاں بچھی ہوں اور انگلیاں قبلہ کو ہوں اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى کہے، پھر سر اٹھائے، پھر ہاتھ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ کرے اور بائیں قدم بچھا کر اس پر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کو ہوں، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے، پھر سر اٹھائے، پھر ہاتھ کو گھٹنے پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے، اب صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قراءت شروع کر دے، پھر اسی طرح رکوع اور سجدے کر کے داہنا قدم کھڑا کر کے بائیں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيْهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ (تمام تحیتیں اور نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں سلام حضور پر، اے نبی! اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں، ہم پر اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر سلام، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔)

پڑھے اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کرے اور اس کو تشہد کہتے ہیں اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیاں اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ لا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے، اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑا ہو اور اسی طرح پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کریگا، اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَسْبُنَا مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَسْبُنَا مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ (اے اللہ عزوجل اور درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے درود بھیجی سیدنا ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اور ان کی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ

ہے، اے اللہ (عزوجل) برکت نازل کر ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور انکی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اور انکی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔)

يَا أَيُّهَا اللَّهُ اغْفِرْ لِي وَوَالِدِي وَوَالِدَيْ قَوْلِكَ وَلِكُلِّ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْآخِيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ إِنَّكَ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ (اے اللہ (عزوجل) تو بخش دے مجھ کو اور میرے والدین کو اور اس کو جو پیدا ہوا اور تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو، بیشک تو دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔)

یا اور کوئی دعائے ماثور پڑھے۔ مَثَلًا اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَأَرْحَمِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (اے اللہ عزوجل میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور بیشک تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے، تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر، بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔)

یابعدعائے پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ (اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ہر قسم کے خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو نہیں جانتا اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا۔)

یابعدعائے پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ الدَّجَالِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْمَسْجِدِ وَمِنْ عَذَابِ الْمَقَابِرِ وَمِنْ عَذَابِ الْمَقَابِرِ وَمِنْ عَذَابِ الْمَقَابِرِ وَمِنْ عَذَابِ الْمَقَابِرِ (اے اللہ عزوجل تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسجِدِ دَجَالِ کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اے اللہ تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور تاوان سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں دین کے غلبہ اور مردوں کے قہر سے۔)

یابعدعائے پڑھے: اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اے اللہ عزوجل اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔)

اور اس کو بغیر اللہم کے نہ پڑھے، پھر دہنے شانے کی طرف منہ کر کے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ كَبِه، پھر بائیں طرف، یہ طریقہ کہ مذکور ہوا، امام یا تہامرد کے پڑھنے کا ہے، مقتدی کے لیے اس میں کی بعض بات جائز نہیں، مثلاً امام کے پیچھے فاتحہ یا اور کوئی سورت پڑھنا۔ عورت بھی بعض امور میں مستثنیٰ ہے، مثلاً ہاتھ باندھنے اور سجدہ کی حالت اور قعدہ کی صورت میں فرق ہے۔ جس کو ہم بیان کریں گے، ان مذکورات میں بعض چیزیں فرض ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں، بعض واجب کہ اس کا ترک

تھہ گناہ اور نذر واجب الاء اور کوا ہو تو جده ہو واجب۔ بعض سنت مؤکده کہ اس کے ترک کی عادت گناہ اور بعض مستحب کہ کرے تو ثواب نہ کریں تو گناہ نہیں۔
(بہار شریعت ملخصاً، حصہ 3، ص 504، 507، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نماز کے مذکورہ طریقہ پر کچھ دلائل:

یوں تو ہم نے انحال نماز پر ان کے ابواب کے تحت تفصیلاً دلائل ذکر کر دیئے ہیں، یہاں تمبر کا چند حدیثیں ذکر کریں گے:

(1) بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک جانب میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے نماز پڑھی، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، فرمایا: سلیک السلام، جاؤ نماز پڑھو کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، وہ گئے اور نماز پڑھی پھر حاضر ہو کر سلام عرض کیا، فرمایا: وعلیک السلام، جاؤ نماز پڑھو کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، تیسری بار یا اس کے بعد عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے تعلیم فرمائیے، اور فرمایا: سب نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو کامل وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف موندھ کر کے اللہ اکبر کہو پھر قرآن پڑھو جتنا سیر آئے پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں تمہیں اطمینان ہو، پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر اٹھو یہاں تک کہ بیٹھنے میں اطمینان ہو پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اسی طرح پوری نماز میں کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قرآن الفاتحہ...، ج 1، ص 210)

(2) صحیح مسلم شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے اور حَمْدٌ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے قراءت اور جب رکوع کرتے سر کونہ اٹھائے ہوتے نہ جھکائے بلکہ متوسطہ حالت میں رکھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو سجدہ کونہ جاتے تا وقتیکہ سیدھے کھڑے نہ ہو لیں اور سجدہ سے اٹھ کر سجدہ نہ کرتے تا وقتیکہ سیدھے نہ بیٹھ لیں اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے اور بائیں پاؤں بچھاتے اور دہنا کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے اور درندوں کی طرح کلایاں بچھانے سے منع فرماتے (یعنی سجدے میں مردوں کو) اور سلام کے ساتھ نماز ختم کرتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یصح من الصلاۃ...، ج 1، ص 255)

(3) صحیح بخاری شریف میں اہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگوں کو حکم کیا جاتا کہ نماز میں مرد و ہنہا ہاتھ بائیں

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وضع النہی علی الیسری فی الصلاۃ، ج 1، ص 282)

کھلی پر رکھے۔

(4) امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور کھلی صف میں ایک شخص تھا، جس نے نماز میں کچھ کی، جب سلام پھیرا تو اسے پکارا، اے فلاں! تو اللہ سے نہیں ڈرتا، کیا تو نہیں دیکھا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ گمان کرتے ہو گے کہ جو تم کرتے ہو، اس میں سے کچھ مجھ پر پوشیدہ رہ جاتا ہوگا۔ خدا کی قسم! میں پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے۔

(السنن للإمام أحمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ج 3، ص 460)

اس حدیث شریف سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کے لیے کسی چیز کا سامنے ہونا درکار نہیں کہ کوئی شے ادراک کے لیے حجاب نہیں۔

(5) ابو داؤد نے روایت کی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا گیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مقام پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سکتہ فرمایا دیکھا، ایک اس وقت جب تکبیر تحریر یہ کہتے۔ دوسرا جب ﴿غَنِيْـۤٔ﴾ المَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ﴿﴾ پڑھ کر فارغ ہوتے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب المسکة عند الافتتاح، ج 1، ص 301)

ترمذی و ابن ماجہ و دارمی نے بھی اس کے مثل روایت کی۔ اس حدیث سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوتا ہے۔

(6) امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب امام ﴿غَنِيْـۤٔ﴾ المَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ﴿﴾ کہے، تو آمین کہو کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب جهر لما موم بان، ج 1، ص 275)

(7) صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کرو، پھر تم میں سے جو کوئی امامت کرے، وہ جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب ﴿غَنِيْـۤٔ﴾ المَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ﴿﴾ کہے، تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا اور جب وہ اللہ اکبر کہے اور رکوع میں آجائے، تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو کہ امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہ اس کا بدلہ ہو گیا اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو، اللہ تمہاری سُنَّے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب التسبیح فی الصلاة، ج 1، ص 214)

(8) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی صحیح مسلم میں ہے، جب امام قراءت کرے تو تم چپ رہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب التسبیح فی الصلاة، ج 1، ص 215)

اس حدیث اور اس کے پہلے جو حدیث ہے دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کہ اگر زور سے کہنا ہوتا

تو امام کے آئین کہنے کا پورا اور موقع بتانے کی کیا حاجت ہوتی کہ جب وہ *وَالصَّالِحِينَ* کہے، تو آئین کہو اور اس سے بہت مرتب ترمذی کی روایت شعبہ سے ہے، وہ علقمہ سے وہ اپنی واکل سے روایت کرتے ہیں، ((*فَقَالَ آمِينَ وَعَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ*)) آئین کہی اور اس میں آواز پست کی۔
(جامع الترمذی، باب الصلاۃ، باب ما جاء من آئین، ج 1 ص 285)

نیز حضرت ابو ہریرہ وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کریں، بلکہ چپ رہیں اور یہی قرآن عظیم کا بھی ارشاد ہے کہ *وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ* جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔
(پ 5، ص 176، ج 1 ص 204)

(9) ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: امام تو اس لیے بتایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم چپ رہو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الصلاۃ...، باب ما زاد القرآن الامام بالصواع، ج 1 ص 481)

(10) ابو داؤد و ترمذی علقمہ سے راوی، کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کیا تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تھی؟ پھر نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے، مگر پہلی بار یعنی تکبیر تحریرہ کے وقت۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من لم يرفع يده عند الدعاء، ج 1 ص 292، جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء من النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في اول نزول، ج 1 ص 257)

(257)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے پھر نہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من لم يرفع يده عند الدعاء، ج 1 ص 292)

(11) دارقطنی و ابن عدی کی روایت انھیں سے ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، تو ان حضرات نے ہاتھ نہ اٹھائے، مگر نماز شروع کرتے وقت۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الصلاۃ، باب ذكر النكح ورفع اليدين، ج 1 ص 388)

(12) مسلم و احمد حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا بات ہے؟ کہ تمہیں ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں، جیسے چنچل گھوڑے کی ڈوب میں سکون کے ساتھ رہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما راى رسول الله صلى الله عليه وسلم...، ج 1 ص 229)

(13) ابو داؤد و امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ "سنت سے ہے کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب رفع اليدين في الصلاۃ، ج 1 ص 293)

ناف کے نیچے رکھے جائیں۔

شرط اور فرض کی تعریف، نماز کی شرائط اور فرائض:

شرط وہ ہے کہ جس کے وجود پر کوئی شے موقوف ہو اور وہ شے کی ماہیت (حقیقت) سے خارج ہو۔

(مرآتی الفلاح شرح نور الایضاح، ص 81)

فرض وہ ہے جو کسی چیز کی ماہیت (حقیقت) میں شامل ہو۔ اسے رکن بھی کہتے ہیں۔

(مرآتی الفلاح شرح نور الایضاح، ص 81)

کسی شے کے شرط اور فرض دونوں اس کے لیے ضروری ہوتے ہیں، فرق یہ ہے کہ شرط شے سے باہر ہوتی ہے اور فرض

(مرآتی الفلاح، ص 81)

اندہ۔

صحیح نماز کی چھ شرطیں ہیں: (1) طہارت (2) ستر عورت (3) استقبال قبلہ (4) وقت (5) نیت (6) تکبیر تحریمہ۔

(الدر الثقار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج 2، ص 89)

سات چیزیں نماز میں فرض ہیں: (1) تکبیر تحریمہ (2) قیام (3) قراءت (4) رکوع (5) سجدہ (6) قعدہ اخیرہ (7)

(الدر الثقار، کتاب الصلاة، باب مفرد الصلاة، ج 2، ص 158-170)

خروج صعدہ۔

نماز کے واجبات، سنن اور مستحبات:

نماز میں درج ذیل واجبات ہیں:

- (1) تکبیر تحریمہ میں لفظ "اللہ اکبر" کہنا (2) فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا، سورت ملانا یا قرآن پاک کی ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا (3) الحمد شریف کا سورت سے پہلے پڑھنا (4) الحمد شریف اور سورت کے درمیان "امین" اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھنا (5) قراءت کے بعد فوراً رکوع کرنا (6) ایک سجدے کے بعد بالترتیب دوسرا سجدہ کرنا (7) تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود، قومہ، جلسہ میں کم از کم ایک بار "سبحن اللہ" کہنے کی مقدار ٹھہرنا (8) قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (9) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (10) قعدہ اولیٰ واجب ہے اگرچہ نقل نماز ہو (11) فرض، وتر اور سنی موعّدہ میں تشهد (یعنی التحیات) کے بعد کچھ نہ پڑھنا (12) دونوں قعدوں میں تشهد مکمل پڑھنا۔ اگر ایک لفظ بھی ٹھوٹا تو واجب ترک ہو جائے گا اور سجدہ سہو واجب ہوگا (13) فرض، وتر اور سنی موعّدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشهد کے بعد اگر بے خیالی میں "اللهم صلّ علیٰ محمد یا اللہم صلّ علیٰ سیدنا" کہ لیا تو سجدہ سہو

واجب ہو گیا اور اگر جان بوجھ کر کہا تو نماز لوٹانا واجب ہے (14) دونوں طرف سلام پھیرتے وقت لفظ "السلام" دونوں بار واجب ہے۔ لفظ "عَلَيْكُمْ" واجب نہیں بلکہ سنت ہے (15) وتر میں تکبیر قنوت کہنا (16) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا (17) عیدین کی چھ تکبیریں (18) عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع اور اس تکبیر کیلئے لفظ "اللہ اکبر" ہونا (19) جہری نماز مثلاً مغرب و عشاء کی پہلی اور دوسری رکعت اور فجر، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان شریف کے وتر کی ہر رکعت میں امام کو جہر (یعنی بلند آواز کہ کم از کم تین آدمی سن سکیں) سے قراءت کرنا (20) غیر جہری نماز (مثلاً ظہر و عصر) میں آہستہ قراءت کرنا (21) ہر فرض و واجب کا اس کی جگہ ہونا (22) رکوع ہر رکعت میں ایک ہی بار کرنا (23) سجدہ ہر رکعت میں دو ہی بار کرنا (24) دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا (25) چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا (26) آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا (27) سجدہ سہو واجب ہوا ہو تو سجدہ سہو کرنا (28) دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین تسبیح کی قدر (یعنی تین بار "سُبْحَانَ اللَّهِ" کہنے کی مقدار) وقفہ نہ ہونا (29) امام جب قراءت کرے خواہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ آواز سے مقتدی کا چپ رہنا۔ (30) قِرَاءَاتِ کے برائے تمام واجبات میں امام کی پیروی کرنا۔

(مطابق من الدر المنثور و الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلوة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة، ج 2، ص 184-203، بہار شریعت، ص 3، ص 517-519)

نماز کی سنتیں درج ذیل ہیں:

(1) تحریر کے لیے ہاتھ اٹھانا (2) تحریر کے وقت ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر چھوڑنا۔ یعنی نہ بالکل ملانے نہ نہ تکلف کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے (3) تحریر کے وقت ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رُو ہونا (4) بوقت تکبیر سر نہ جھکانا (5) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا یوں تکبیر قنوت و تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔ عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ موٹھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (6) امام کا بلند آواز سے اللہ اکبر، سَمِعَ اللَّهُ لَنْ حَمْدِهِ اور سلام کہنا جس قدر بلند آواز کی حاجت ہو اور بلا حاجت بہت زیادہ بلند آواز کرنا مکروہ ہے۔ (7) بعد تکبیر فوراً ہاتھ باندھ لینا یوں کہ مرد ناف کے نیچے دہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے، چھٹیلیاں اور ہتھوڑا کلائی کے اگلے بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے اور عورت و خنثی بائیں ہتھیلی سینے پر چھاتی کے نیچے رکھے اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی رکھے۔ (8) ثنا، تہود، تسبیح، آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا (9) پہلے ثنا پڑھے پھر تہود پھر تسبیح پڑھنا اور ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے، وقفہ نہ کرے (10) تحریر کے بعد فوراً ثنا پڑھے اور ثنا میں وَجَلْنَا وَكَ غیر جنازہ میں نہ پڑھے اور دیگر اذکار جو احادیث میں وارد ہیں، وہ سب نفل کے لیے ہیں۔ (11) رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنا اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی رکھنا، یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے سنت گھٹنوں پر

ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا ہے آج کل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ (12) حالت رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا، اکثر لوگ کمان کی طرح لیڑھی کر لیتے ہیں یہ مکروہ ہے۔ (13) رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ (14) رکوع میں پیٹھ خوب چھٹی رکھے یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ (15) رکوع سے جب اٹھے تو ہاتھ نہ باندھے لٹکا ہوا چھوڑ دے۔ (16) رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہنا اور مقتدی کے لیے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔ (17) سجدہ کے لیے اور سجدہ سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کہنا (18) سجدہ میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى کہنا (19) سجدہ میں ہاتھ کا زمین پر رکھنا (20) سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔ (21) مرد کے لیے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے اور کلائیوں زمین پر نہ بچھائے، مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔ (22) عورت سمٹ کر سجدہ کرے، یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں زمین سے۔ (23) دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو، تو پہلے داہنارکھے پھر بائیں۔ (24) سجدوں میں انگلیاں قبلہ زو ہونا۔ (25) ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہونا۔ (26) سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ زو ہونا سنت۔ (27) جب دونوں سجدے کر لے تو اگلی رکعت کے لیے پنجوں کے بل، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے، یہ سنت ہے، ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (28) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بائیں پاؤں بچھا کر، دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا، اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے، اور بائیں سرین پر بیٹھے (29) داہنا ہاتھ داہنی ران پر رکھنا، اور بائیں سرین پر اور انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ کھلی ہوئی ہوں، نہ ملی ہوئی، اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا، گھٹنے پکڑنا نہ چاہیے۔ (30) شہادت پر اشارہ کرنا، یوں کہ چھٹکیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے، اگھٹے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کر لے۔ (31) تعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے، بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر، ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں۔ (32) تشهد کے بعد دوسرے تعدہ میں زور و شریف پڑھنا اور افضل وہ زور ہے، جو نماز کے طریقہ میں مذکور ہوا۔ (33) اور لوافل کے تعدہ اولیٰ میں بھی مسنون ہے۔ (34) مقتدی کے تمام انتقالات امام کے ساتھ ساتھ ہونا۔ (35)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ دُوبَارَ كَهْنَا، پہلے دائی طرف پھر بائیں طرف۔ (36) سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور وہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی موڑ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پھولی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(خص از الدر المختار و الحاوی، کتاب الصلاة، باب صلاۃ، مطلب فی تومس الامراء و انکرعہ، ج 2، ص 208 تا 300 ☆ القناری المصنوع، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صلاۃ

صلاۃ، الفصل الثالث، ج 1، ص 72 تا 77 ☆ خطیہ المکتلی صلاۃ، کتاب الصلاة، ص 300 تا 343 ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص 520 تا 537)

نماز کے مستحبات درج ذیل ہیں:

(1) حالت قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر کرنا۔ (2) رکوع میں پشت قدم کی طرف۔ (3) سجدہ میں ناک کی طرف۔ (4) قعدہ میں گود کی طرف۔ (5) پہلے سلام میں داہنے شانہ کی طرف۔ (6) دوسرے میں بائیں کی طرف۔ (7) جماعی آئے تو منہ بند کیے رہنا اور نہ زکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ زکے تو قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت سے ہونٹ ڈھانک لے اور غیر قیام میں بائیں کی پشت سے یا دونوں میں آستین سے اور بلا ضرورت ہاتھ یا کپڑے سے ہونٹ ڈھانکنا، مکروہ ہے۔ جماعی روکنے کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جماعی نہیں آتی تھی۔ (8) مرد کے لیے بکیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے باہر نکالنا۔ (9) عورت کے لیے کپڑے کے اندر بہتر ہے۔ (10) جہاں تک ممکن ہو کھانسی دفعہ کرنا۔ (11) جب بکتر حسیٰ عَلٰی الْفَلَاحِ کہے تو امام و مقتدی سب کا کھڑے ہو جانا۔ (12) جب بکتر قَد قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہہ لے تو نماز شروع کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونے پر شروع کرے۔ (13) دونوں پنجوں کے درمیان، قیام میں چار انگل کا فاصلہ ہونا۔ (14) مقتدی کو امام کے ساتھ شروع کرنا۔ (15) سجدہ کا زمین پر بلا حائل ہونا۔

(الدر المختار و الحاوی، کتاب الصلاة، باب صلاۃ، ج 2، ص 214 تا 216)

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق:

عورتوں کی نماز میں مردوں کی نماز سے چند طرح کا فرق ہے:

(1) عورتیں بکیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں اور چادر سے باہر نہ نکالیں۔

(2) قیام میں الٹی ہتھیلی سینے پر رکھ کر اسکے اوپر سیدھی ہتھیلی رکھیں۔

(3) رکوع میں تھوڑا جھکیں یعنی اتنا کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیں، زور نہ دیں اور گھٹنوں کو نہ پکڑیں اور انگلیاں ٹلی ہوئی اور

پاؤں جھکے ہوئے رکھیں، مردوں کی خوب سیدھے نہ کریں۔

(4) سجدہ سمٹ کر کریں یعنی بازو کروٹوں سے پیٹ ران سے، ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا دیں اور

دونوں پاؤں پیچھے نکال دیں۔

(5) اور قعدے میں دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال دیں اور الٹی سرین پر بیٹھ جائیں اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران کے بیچ

میں اور الٹا ہاتھ الٹی ران کے بیچ میں رکھیں۔

(البحر الرائق ملخصاً، ج 1، ص 561، دارالکتب العلمیہ، بیروت، بیہد شریعت ملخصاً ملقطاً، ج 3، ص 521-530، مکتبہ المدینہ، کراچی)

عورتیں کے افعال نماز پر دلائل:

(1) عورتوں کے سینے تک ہاتھ اٹھانے کے بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَا وَائِلَ بْنَ حُبَيْرٍ إِنْ صَلَّيْتَ فَأَجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أَلْيَمِكَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ قَدِيمِهَا)) ترجمہ: اے وائل بن حجر! جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے۔

(الحکم الکبیر للطبرانی، ام حجاب بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر، ج 22، ص 19، مکتبہ ابن حبیہ، القاہرہ، کنز العمال، ج 7، ص 431، مکتبہ شاملہ، بیچ انڈیا، فتح یدین فی اصولہ، ج 2، ص

103، مکتبہ القدی، القاہرہ)

حضرت عبد ربہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ أُمَّ الدُّدَاكِ تَرَفُّعُ كَفَّيْهَا حَذْوً مِنْ كَفَّيْهَا حِينَ تَفْتِيهِمُ

الصَّلَاةَ)) ترجمہ: میں نے حضرت ام دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ نماز کے شروع میں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔

(معنی ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، فی الزمرۃ، ج 1، ص 216، مکتبہ الرشیدیہ، بیچ)

(2) عورتوں کے سمٹ کر سجدہ کرنے کے بارے میں امام ابو داؤد نے المراسیل میں حضرت یزید بن ابی حبیب سے

روایت کیا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تَصَلَّيَانِ فَقَالَ: إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّمَا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى

الذَّهْنِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ)) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ

رہیں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ اس مسئلہ میں عورت کا

حکم مرد کی طرح نہیں ہے۔

(کتاب المراسیل لابن داؤد، ج 1، ص 117، موسسۃ الرسالہ، بیروت، السنن الکبریٰ للبخاری، باب من ذکر ملاء الخ، ج 2، ص 315، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ

فِي الصَّلَاةِ وَضَعَتْ فِرْعَازَهَا عَلَى فِرْعَازِهَا الْأُخْرَى، وَإِذَا سَجَدَتْ أَصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فِرْعَازِهَا كَأَسْتَرٍ مَا يَكُونُ لَهَا فَإِنَّ

اللَّهِ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَيَقُولُ يَا مَلَأْتِكُنِّي أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهَا)) ترجمہ: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کے اوپر ران رکھ کر بیٹھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکالے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کی بخشش کر دی ہے۔

(اکال فی صفاء الرجال، اہم بن محمد ابو مطیع اللی، ج 2، ص 801، المکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال، الباب الرابع فی ملائسا، ج 7، ص 549، موسسۃ الرسالہ بیروت)

(3) تورک (یعنی دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھنے) کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ((إِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَتْ فِجْعَهَا عَلَى فِجْعِهَا الْأُخْرَى وَكَأَنَّا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فِجْعِهَا حَاسْتَرِ مَا يَكُونُ لَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَيَقُولُ يَا مَلَأْتِكُنِّي أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهَا)) ترجمہ: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کے اوپر ران رکھ کر بیٹھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکالے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کی بخشش کر دی ہے۔

(اکال فی صفاء الرجال، اہم بن محمد ابو مطیع اللی، ج 2، ص 501، المکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال، الباب الرابع فی ملائسا، ج 7، ص 549، موسسۃ الرسالہ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَجِزْ)) ترجمہ: جب عورت نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے۔ (اصحاح، ج 3، ص 874، مطبوعہ دارالعلم للملایین، بیروت، کنز العمال، باب الرابع فی حیا النساء من احکام الصلاۃ، ج 1، ص 403، مکتبۃ المدینہ)

(4) عورتوں کے سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کے بارے میں امام ابلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک قاری فتویٰ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں، اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے علماء کے جم غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف کے نقل کی ہے.... اور حدیث میں اگر یہ نہیں آیا کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے تو یہ بھی نہیں آیا کہ عورت سینے پر ہاتھ نہ باندھے.... میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سہارے پر کہتا ہوں اور اس مسئلہ کو مستند احادیث سے ثابت کرنے کے رنگ میں پیش کرنا ہوں تقریر اسکی یہ ہے کہ ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟ اس سلسلہ میں سیدنا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو صورتیں مروی ہیں، ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی، اس سلسلہ میں متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں، ان ہی میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے امام ابو بکر ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا، حضرت وائل فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي صَلَاةٍ تَحْتَ السَّرَاةِ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا سیدھا ہاتھ اٹھائے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ امام علامہ قاسم ابن قطلوبغا حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: سندہ جید و رواہ کلہم ثقات،

اس حدیث کی سند بہت اچھی ہے اور اس کے تمام راوی قابلِ بھروسہ ہیں اور دوسری حدیث سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ہے جسے امام ابنِ خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور حدیث بھی حضرت وائل سے ہی روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ اليمينية على يَدِهِ اليسرى على صدره)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ اٹھے ہاتھ پر سینے پر رکھا، ان دونوں حدیثوں کی تاریخ معلوم نہیں کہ کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کون سی حدیث بعد کی، لیکن دونوں حدیثیں مستند اور مقبول ہیں، مجبوراً ایک کو ترجیح دینا پڑھی، ہم دیکھتے ہیں کہ نماز کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرتے ہیں اور ان دونوں صورتوں میں زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں جائیں تو مردوں کے سلسلہ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کو ترجیح دی گئی اور عورتوں کے سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے عورتوں کو زیادہ سے زیادہ پردہ میں ہونا پسند ہے جیسا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں فرمایا: ((خير صفوف الرجال اولها وشرها اخرها وخير صفوف النساء اخرها وشرها اولها اخرجہ السنة الابخاری عن ابی ہریرة)) ترجمہ: مردوں کی پہلی صف سب سے افضل ہے اور آخری سب سے کم تر اور عورتوں کی آخری صف سب سے افضل اور اول سب سے کمتر۔ اس حدیث پاک کو کتبِ ستہ میں بخاری کے علاوہ سب نے روایت کیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ((صلاة المرأة في بيعتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيعتها)) ترجمہ: عورت کا دالان میں نماز پڑھنا گھن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ((اخرهن من حيث اخرهن الله اخرجہ عبدالرزاق في المصنف)) ترجمہ: مہنوں میں عورتوں کو پیچھے کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے کیا ہے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر کیا، ابو داؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت کیا: ((ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مر على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فوضعا بعض اللحم الى بعض الارض فان المرأة ليست في ذلك كرجل)) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ اس مسئلہ میں عورت کا حکم مرد کی طرح نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((اذا صَلَّاتُ الْمَرْءَةُ فَلْتَحْتَفِزْ)) جب عورت نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے (المغنی) مصنف عبدالرزاق میں ہے: ((ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تؤم النساء في الشهر رمضان فتوم وسطا)) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان کے مہینے میں عورتوں کی امامت فرماتی تھیں اور درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور اس کے کاموں میں بھی پردہ کا خیال رکھا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ عورت کا سینے پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ پردہ ہے اور حیا کے بھی زیادہ قریب ہے، اور ان کی

تعمیم بھی ستر اور پردہ ہی سے ہے کیونکہ مقولہ ہے: "تعمیم ادب سے ہے اور ادب حیا سے ہے اور حیا پردے سے ہے" لہذا ان تمام احادیث کی روشنی میں عورتوں کے زیادہ لائق بھی ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث پر عمل کریں کیونکہ یہ دونوں مسئلے احادیث سے ثابت ہیں، اس کی مثال قعدے میں بیٹھنے کا مسئلہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قعدے میں دو طرح بیٹھنا ثابت ہے، ایک سیدھے پیر کو کھڑا کرنا اور الٹے پیر پر بیٹھنا، دوسرا سرین کے بل بیٹھنا، ہمارے علماء نے مردوں کے لئے پہلی صورت کو اختیار کیا اس لئے کہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور جتنی مشقت زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ۔ اور عورتوں کے لئے دوسری صورت کو اختیار کیا اس لئے کہ اس میں زیادہ پردہ ہے اور وہ شرعاً مطلوب ہے۔

(تاوی رضویہ، ج 8، ص 144-149، رمضان کا وظیفہ، لاہور)

باب نمبر 223

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ

فجر کی نماز میں قراءت کا بیان

308- حَلَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ
سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ، وَسَفْيَانَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عُلَاقَةَ، عَنْ عَمْرِو
قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ: وَالنَّخْلَ بِاسْمَاتِ
فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ
حُرَيْثٍ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ
السَّائِبِ، وَأَبِي بَرزَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:
حَدِيثُ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ، وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الصُّبْحِ بِالْوَاقِعَةِ، وَرَوَى عَنْهُ
أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ مِنْ سِتِّينَ آيَةً إِلَى مِائَةٍ،
وَرَوَى عَنْهُ أَنَّهُ "قَرَأَ: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ،
وَرَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: أَنْ
أَقْرَأَ فِي الصُّبْحِ بِطَوَالِ الْمُفْضَلِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:
وَعَلَى هَذَا الْعَمَلِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ
سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں "وَالنَّخْلَ بِاسْمَاتِ"
حضرت عمرو بن حُرَیث، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبداللہ
بن سائب، حضرت ابو بَرزہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے
بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں:
قطبہ بن مالک کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فجر کی نماز میں سورہ
واقعہ پڑھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ فجر کی نماز میں
ساتھ سے سو تک آیات پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ "إِذَا
الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" کا پڑھنا بھی منقول ہے۔ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے حضرت
ابو موسیٰ کو خط لکھا کہ صبح کی نماز میں طویل مفصل (سورہ حجرات
سے سورہ بروج تک) کے ساتھ تلاوت کیا کرو۔ امام ابو یوسف
ترمذی فرماتے ہیں: علما کا اس پر عمل ہے۔ امام سفیان ثوری،
امام عبداللہ ابن مبارک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

ترجمہ حدیث 308: (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءۃ فی الصبح، حدیث 457، ج 1، ص 337، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن 1387ھ، کتاب الاکتاح، باب القراءۃ فی
الصبح، حدیث 509، ج 2، ص 157، کتاب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سن 1400ھ، کتاب القاموس، باب القراءۃ فی الصلوٰۃ
الصبح، حدیث 816، ج 1، ص 288، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 224

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

نماز ظہر اور عصر کی قراءت کا بیان

حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں ”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ“ (سورۃ البروج) اور ”وَالسَّمَاءِ وَالطَّرِيقِ“ (سورۃ الطارق) اور ان کی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ باب میں حضرت خباب، حضرت ابوسعید، حضرت ابو قتادہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت براء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

اور منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں ”تنزیل السجدة“ کی مقدار قراءت فرمائی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیات اور دوسری رکعت میں پندرہ آیات کی بقدر قراءت فرماتے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز میں اوساط مفصل (سورۃ بروج سے لم یکن الذین تک) کی تلاوت کیا کریں۔ اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ نماز عصر کی قراءت نماز مغرب کی قراءت کی مانند ہے (یعنی) قصار مفصل (لم یکن الذین سے سورۃ ناس تک) پڑھا کرے۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قراءت کے اعتبار سے عصر کی نماز، مغرب کی نماز کے برابر ہے۔

307- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ، وَالسَّمَاءِ وَالطَّرِيقِ، وَشِبْهِهِمَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ خَبَابٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَالْبَرَاءِ، قَالَ ابُو عَيْسَى: حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً، وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَيَّ أَبِي مُوسَى: أَنْ اقْرَأْ فِي الظُّهْرِ بِأَوْسَاطِ الْمُفْصَلِ، ”وَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ كَنَحْوِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ: يَقْرَأُ بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ“ وَرُوِيَ عَنِ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: تَعْدِلُ صَلَاةُ الْعَصْرِ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ فِي الْقِرَاءَةِ

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: تَضَاعَفَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ عَلَى صَلَاةِ
العَصْرِ فِي الْقِرَاءَةِ أَرْبَعًا وَسَوْرًا

←

ترجیح حدیث 307: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب قدر القراءۃ فی صلوٰۃ الظہر، حدیث 805، ج 1، ص 213، المکتبۃ احمدیہ بیروت) متن نسائی، کتاب
الاکتلاح، باب القراءۃ فی الرکعتین الاولیٰ، حدیث 979، ج 2، ص 166، کتاب الطبوغات الاسلامیہ، بیروت)

باب نمبر 225

بَابُ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی قراءت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ محترمہ حضرت ام الفضل سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور مغرب کی نماز پڑھائی اور (اُس میں) سورۃ المرسلات کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد آپ نے یہ نماز پڑھائی حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ اس باب میں حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عمر، حضرت ابویوب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا: حضرت ام الفضل کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورۃ اعراف کی تلاوت فرمائی۔ مزید یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل (لم یکن الذین سے سورۃ الناس تک) پڑھا کرو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت فرمائی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام عبداللہ ابن مبارک، امام احمد اور امام

308- حَدَّثَنَا هِنَاءُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُثَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْمُفَضَّلِ، قَالَتْ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غَاصِبٌ رَأْسُهُ فِي مَرَضِهِ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ: بِالْمُرْسَلَاتِ، فَمَا صَلَّاهَا بَعْدَ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ أَبِي أَيُّوبَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أُمِّ الْمُفَضَّلِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْأَعْرَافِ فِي الرُّكْعَتَيْنِ كِلْتَابِيهَا وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ " وَرَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: أَنْ اقْرَأْ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْضَلِ وَرَوَى عَنْ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْضَلِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَعَلَى هَذَا الْعَمَلِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَ

النَّشَافِعِيُّ: وَذَكَرَ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ: كَرِهَ أَنْ يُقْرَأَ
فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِالسُّورِ الطَّوَالِ نَحْوَ
الطُّورِ، وَالْمُرْسَلَاتِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا أَكْرَهُ
ذَلِكَ بَلْ أَسْتَحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ بِهَذِهِ السُّورِ فِي
صَلَاةِ الْمَغْرِبِ

اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں: امام مالک
کے حوالہ سے منقول ہوا کہ مغرب کی نماز میں لمبی سورتیں جیسے
سورۃ طور اور سورۃ مرسلات پڑھنا مکروہ ہے، (امام شافعی
فرماتے ہیں) میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ میرے نزدیک
مغرب کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے۔

خریج حدیث 303: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءة فی المغرب، حدیث 763، ج 1، ص 152، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب قدر القراءة، فی

المغرب، حدیث 810، ج 1، ص 214، المكتبة العصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی المغرب بالمرسلات، حدیث 985، ج 2، ص 168، کتاب المطبوعات

الاسلامیہ، بیروت)

باب نمبر 226

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ

نمازِ عشا کی قراءت کا بیان

حدیث: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں "وَالشَّمْسِ وَالضُّحَا" اور اس کی مثل دیگر سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "حسن" ہے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے عشا کی نماز میں سورت "وَالشَّمْسِ وَالضُّحَا" کی تلاوت فرمائی۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ عشا کی نماز میں اوساط مفصل کی سورتوں مثلاً سورۃ منافقون وغیرہ سورتوں میں سے پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے متعلق اس سے کم یا زیادہ پڑھنا منقول ہے گویا ان کے نزدیک اس معاملہ میں گنجائش ہے۔

اور اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احسن قول مروی ہے وہ یہ ہے کہ آپ "وَالشَّمْسِ وَالضُّحَا" اور "وَالشَّمْسِ وَالضُّحَا" پڑھا کرتے تھے۔

309- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَاعِيُّ قَالَ:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَنَحْوِهَا مِنَ السُّورِ، وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ،

قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ

فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ بِالشَّمْسِ وَالزُّيْتُونِ وَرَوَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ

بِسُورِ مِنَ أَوْسَاطِ الْمُفْصَلِ نَحْوِ سُورَةِ الْمُتَفِقِينَ، وَأَشْبَاهِهَا، وَرَوَى عَنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ قَرَأُوا بِأَكْثَرِ مِنْ هَذَا وَأَقَلِّ، كَانَ الْأَمْرُ عِنْدَهُمْ وَاسِعٌ

فِي هَذَا، وَأَحْسَنُ شَيْءٍ فِي ذَلِكَ مَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ بِالشَّمْسِ

وَضُحَاهَا، وَالتَّمِينِ وَالزُّيْتُونِ"

310- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ،

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ

ثَابِتٌ، عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ بِالتَّمِيمِ وَالزُّيْتُونِ، وَيَبْدَأُ حَدِيثَ حَسَنٍ صَحِيحٍ

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز میں سورہ "وَالزُّيْتُونِ وَالزُّيْتُونِ" پڑھی۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ترغیب حدیث 309: (سنن نسائی، کتاب الاقتراح، باب القراءة فی العشاء الآخرة، حدیث 999، ج 2، ص 173، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

ترغیب حدیث 310: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءة فی العشاء، حدیث 767، ج 1، ص 153، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءة فی

العشاء، حدیث 464، ج 1، ص 339، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب القامۃ، صلوٰۃ والنسب، باب القراءة فی صلوٰۃ العشاء، حدیث 834، ج 1، ص 272،

دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث"مفصل" کی وجہ تسمیہ:

احتماف کے نزدیک سورہ حجرات سے آخر تک قرآن مجید کو مفصل کہتے ہیں، ان کے مفصل کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن بطال علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

اس حصہ میں سورتوں اور فضول کی کثرت کی بنا پر اس کا نام مفصل رکھا گیا ہے یہ بات حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور کہا گیا کہ اس حصہ کا نام محکم بھی ہے کیونکہ اس کے اکثر حصہ میں کوئی نسخ موجود نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب تعلیم اصیاب، ج 10، ص 269، مکتبۃ الرشیدیہ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حصہ کو سورتوں کے چھوٹا ہونے اور ان کے آپس کے فاصلے کے کم ہونے کی بنا پر

مفصل کہا گیا ہے۔ (عمدة القاری، باب تألیف القرآن، ج 20، ص 22، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

طوال، اوساط اور قصار مفصل:

اور میرک نے ازحار سے نقل کرتے ہوئے کہا: مفصل کے اول میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ "سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" سے اس کی ابتدا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "سورہ فتح" سے اور ایک قول میں "سورہ حجرات" سے اس کی ابتدا ہے اور یہی آخری قول زیادہ مشہور ہے، اہ۔ اور شرح منیہ میں ہے: طوال مفصل "سورہ حجرات" سے "سورہ بروج" تک ہے اور اوساط مفصل "سورہ بروج" سے "سورہ لم یکن" تک ہے اور قصار مفصل "سورہ لم یکن" سے لے کر آخر قرآن تک ہے اسی پر جمہور علماء ہیں۔

(مرآة الخائف، باب القراءۃ)

(اصلاح، ج 2، ص 899، دار الفکر، بیروت)

مفصل کا ملنا خاصہ ہے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفصل کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے، حدیث ابی نعیم میں ہے

((وَأُعْطِيتُ حَوَائِجَهُمْ سُورَةَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُنُوزِ الْعَرْشِ، وَخُصِّصَتْ بِهِ دُونَ الْأَنْبِيَاءِ وَأُعْطِيتُ الْمَكَانِ مَكَانَ التَّوْرَةِ))

وَالْمُتَمِّمِينَ مَثَانِ الْبُحْبُحِ وَالْخَوَائِمِ مَكَانَ الزُّبُرِ، وَفُضِّلَتْ بِالْمَفْصَلِ وَالْمَرَادُ بِالْمَثَانِي الْفَائِدَةُ)) ترجمہ: اور مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے خزانوں سے عطا کی گئیں ہیں اور انبیاء میں سے مجھے ہی اس کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور مجھے تورات کی جگہ سحی مثنیٰ عطا کی گئی ہے اور انجیل کی جگہ عیین عطا کی گئی ہے اور زبور کی جگہ خواتیم عطا کی گئی ہے اور مجھے مفصل عطا کر کے فضیلت دی گئی ہے اور مثنیٰ سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔

(اصلاح، ج 2، ص 707، دار الفکر بیروت)

مزید ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اور بے شک ہر شے کا ایک لہاب ہے)) یعنی خلاصہ ہے جو کہ اس شے سے مقصود ہوتا ہے۔ ((اور بے شک قرآن کا خلاصہ "مفصل" ہے)) کیونکہ اس میں اس کے علاوہ کلام کے اجمال کے تفصیل بیان کی گئی ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس اعتبار سے کہ "مفصل" کے علاوہ قرآن کے دوسرے حصہ کو سابقہ کتب سے ایک گونہ مشابہت حاصل ہے بخلاف مفصل کے جیسا کہ اس حدیث نے بھی اس بات کو بیان فرمایا ((اور مجھے مفصل نفل عطا کی گئی)) یعنی باقی سابقہ کتب پر زائد جیسا کہ حدیث کے اول میں اس کی صراحت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، ج 4، ص 1491، دار الفکر بیروت)

مختلف نمازوں میں کم اور زیادہ قراءت کی حکمتیں:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: صبح اور ظہر کی نماز میں قراءت کو طویل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں رات کے آخر میں سونے اور قیلولہ میں سونے کی وجہ سے غفلت کے اوقات میں ہیں پس ان میں امام قراءت کو طویل کرے گا تاکہ غفلت وغیرہ کی بنا پر پیچھے رہ جانے والا بھی ان دونوں نمازوں کو پالے اور عصر کی نماز کا معاملہ اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ مزدور لوگوں کی تھکاوٹ کے وقت میں ادا کی جاتی ہے لہذا اس میں تخفیف رکھی گئی اور مغرب کم وقت والی نماز ہے لہذا اس وجہ سے اور اپنے روزہ داروں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کی حاجت کی وجہ سے اس میں تخفیف کی زیادہ حاجت ہے اور عشاء کی نماز نیند اور اونگھ کے غلبہ کے وقت ہے لیکن اس کا وقت وسیع ہے لہذا یہ عصر کے مشابہ ہوگئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم، باب القراءۃ فی الظہر، ج 4، ص 174، 175، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اور اس بات کا احتمال ہے کہ نمازوں میں قراءت کی مقداروں میں اختلاف لوگوں کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ

سے ہو پس فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے تو اس میں قراءت کو لمبا کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کی جماعت فوت نہ ہو اور اسی طرح گرمیوں میں ظہر کا وقت کیونکہ لوگ اس وقت میں قبولہ کرتے ہیں اور عصر کا وقت لوگوں کے اپنے گھروں کو پلٹنے کا وقت ہے لہذا اس میں فجر اور ظہر کی بہ نسبت قراءت میں کمی ہے اور اسی طرح عشاء کا وقت لوگوں کے نیند پر عزم کا وقت ہے تو یہ عصر کی طرح ہو گیا اور وقت مغرب لوگوں کے کھانے پر عزم کا وقت ہے لہذا لوگوں کے خصوصاً روزہ دازوں کے کھانے سے صبر کی قلت کی بنا پر اس میں قراءت کو کم کیا گیا۔

(بدائع الصنائع، داما القدر المستحب من القراءۃ الفاضلۃ، ج 1، ص 206، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

نماز مغرب میں "سورۃ المرسلات" بڑھنا بیان جواز کے لیے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا امام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِ (وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا)) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں "سورۃ مرسلات" کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ یعنی کبھی کبھی بیان جواز کے لئے ایسا ہوتا تھا اگر نہ اس میں قصار مفصل کی قراءت کرنا ہی مستحب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج 2، ص 690، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

پانچوں نمازوں میں قراءت، مذاہب ائمہ:

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور نماز فجر میں سورۃ فاتحہ کے بعد طویل مفصل سے ایک سورت کی قراءت کرنا مسنون ہے اور نماز مغرب میں قصار مفصل سے اور اس کے علاوہ تمام نمازوں میں اوساط مفصل سے تلاوت کرنا مسنون ہے۔

(الکافی فی القراءۃ امام احمد، باب مفصل الصلاۃ، ج 1، ص 248، 249، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

(صبح کی نماز میں طویل مفصل سے قراءت ہوگی) اور اس کی ابتدا سورۃ قاف سے ہے اور فنون میں ہے کہ سورۃ حجرات سے ہے اور کہا گیا کہ سورۃ قاف سے اور کہا گیا کہ سورۃ النضحی سے ہے اور یہ آخری قول غریب ہے۔ (اور مغرب میں قصار مفصل سے اور باقی نمازوں میں اوساط مفصل سے قراءت ہوگی) اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سلیمان بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ((مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَلَانٍ))

قَالَ سُلَيْمَانُ: فَصَلَّيْتُ عَافَهُ فَكَانَ يَتْرَأُ فِي الْعِدَاةِ بِطَوَالِ الْمَفْصَلِ، وَفِي الْمَغْرِبِ بِعَصَايِهِ وَفِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِ الْمَفْصَلِ)) ترجمہ: میں نے فلاں سے زیادہ کسی کو بھی نماز میں رسول اللہ کے مشابہ نہیں دیکھا۔ تو حضرت سلیمان فرماتے ہیں: پس میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ فجر کی نماز میں طوال مفصل سے قراءت فرمایا کرتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل سے اور عشاء میں اوساط مفصل سے۔ (مسند احمد، سنن نسائی) یہ الفاظ سنن نسائی کے ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور اگر قراءت میں امام اس کا خلاف کرے تو جماعتِ علما کے کلام سے ظاہر یہی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور "واضح" میں مغرب کی نماز کے متعلق تو اس بات کی تصریح ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی عذر ہو تو اس سے بھی چھوٹی سورت کی تلاوت مکروہ نہیں جیسا کہ مرض اور سفر وغیرہما۔ اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو فجر میں قصار مفصل کی تلاوت مکروہ ہے لیکن مغرب میں طوال مفصل کی قراءت مکروہ نہیں ان دونوں باتوں پر نص کی گئی ہے۔ (المبدع فی شرح المفتح، قراءۃ سورۃ بعد الفاتحہ، ج 1، ص 391، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور مستحب ہے کہ صبح کی نماز میں طوال مفصل سے قراءت کرے اس حدیث کی وجہ سے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيهَا بِالْوَاقِعَةِ)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سورہ واقعہ کی تلاوت فرمائی۔ تو اگر جمعہ کا دن ہو تو امام کے لئے فجر کی نماز میں "سورہ الم تنزیل السجدة" اور "سورہ الانسان" کی تلاوت مستحب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور ظہر کی پہلی دو رکعات میں صبح کی نماز کی مثل قراءت کرے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((حِزْرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحِزْرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ بِقَدْرِ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدَرُ أَمْرٍ تَنْزِيلِ السُّجْدَةِ وَحِزْرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَخِيرَتَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحِزْرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ الْأَخِيرَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحِزْرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأَخِيرَتَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ)) یعنی ہم نے ظہر اور عصر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا تو ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ "سورہ الم تنزیل السجدة" کی تیس آیات سے لگایا اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ اس کے نصف سے لگایا اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ ظہر کی آخری دو رکعتوں کی مثل سے لگایا اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ پہلی دو رکعات کے نصف سے لگایا۔

اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اوساط مفصل سے قراءت کرے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کی بنا پر

جو ہم نے روایت کی۔ اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں عصر کی قراءت کی مثل قراءت کرے اس حدیث کی وجہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ((أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْأَخْمَرَةَ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ وَالْمَدَائِقِينَ)) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں "سورہ جمعہ" اور "سورہ منافقین" کی تلاوت فرمائی۔ اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں قصار مفصل کی تلاوت کرے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک کی وجہ سے: ((أَنَّ الْعَبَّاسَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمَفْصَلِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں قصار مفصل سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اگر امام نے خلاف کیا اور مذکورہ سورتوں کے علاوہ تلاوت کی تو بھی جائز ہے۔ (امداد فی فہم الامام الثانی، باب مدہ ایضا، ج 1، ص 141، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بالکیر کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

مستحب ہے کہ فجر اور ظہر کی نماز میں جماعت والی مساجد میں طوال مفصل کی سورتوں کے علاوہ کی قراءت نہ کرے اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی قراءت کرے اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل کی قراءت کرے۔ اور عصر کی نماز کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ اور مغرب قراءت کی مقدار میں برابر ہیں اور ابن حبیب بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ عصر اور عشاء قراءت کی مستحب مقدار میں برابر ہیں۔ اور مفصل کی حد میں بھی اختلاف ہے تو ایک قول ہے کہ اس کی ابتدا "سورہ حجرات" سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "سورہ قاف" سے اور ایک قول میں "سورہ رحمن" سے، یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح قول اسی کا ہے کہ جس نے "سورہ قاف" سے مفصل کی ابتدا کا کہا۔

(الایمان والتحصیل، مطبوعہ دارالاسان فی الطبرستان، ج 1، ص 295، دارالکتاب الاسلامی بیروت)

احناف کا موقف:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔ سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت کمروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتضی کو تکلیف نہ ہو اسی

قدر پڑھیں اگر چہ صبح میں انا اعطینا وقل هو اللہ احد ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ (نہادی رضویہ، ج 6، ص 331، صفحہ 68، طبع لاہور)

اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

نماز حضرت یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اول فجر و ظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار۔

دوم فجر و ظہر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیت سے سو تک۔ اور عصر و عشاء کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف نا تو اس یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیال رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طول قرأت سے ادھر بچہ پھڑکے گا ادھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین۔

اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول بہ ہے وانا اقول لا اختلاف بینہما واما الثالثة تقييد الاولى كما لا بعضی (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کر رہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) تو حاصل مذہب معتدیہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طول و اوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا نا تو اس یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اسکے بچے کے خیال سے نماز فجر معوذتین سے پڑھادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک ہڈت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا: ((الفتان انت یا معاذ الفتان انت یا معاذ الفتان انت یا معاذ کما فی الصحاح وغیرھا)) (کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے! جیسا کہ صحاح وغیرہ میں ہے۔ ت)

(سنن نسائی، خروج الرجل من ملاء الامام الخ، ج 2، ص 97، مکتب المطبوعات الاسلامیہ علیہ)
 ((وفی الهدایة مرفوعا لقوله عليه الصلوة والسلام من امر قوما فليصل بهم صلوة اضعفهم فان فيهم المريض والكبير و ذالحناجة)) (اور ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انہیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحب حاجت بھی ہوں گے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 324، 325، مرقاۃ المفاتیح، ج 1، ص 10)

ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

بہر حال مستحب قراءت کی مقدار میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں اصل میں ذکر کیا: امام فجر دونوں رکعتوں میں چالیس آیتیں سورہ فاتحہ کے علاوہ تلاوت کرے اور جامع صغیر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ چالیس، پچاس، سہاؤ کا ذکر ہے اور امام حسن نے ”مجرد“ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ساتھ سے سو کے درمیان قراءت کرنے کی روایت نقل کی، ان روایات کا اختلاف احادیث کے اختلاف کی بنا پر ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ((أَنَّ كَثَانَ يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ سُورَةُ (ق) حَتَّىٰ أَخَذَ بَعْضُ النَّسَوَانِ مِنْهُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْهُنَّ أُمَّ هِشَامِ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ النَّعْمَانِ)) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ”سورہ ق“ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ بعض عورتوں نے فجر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت (کثرت قراءت کی وجہ سے) سیکھ لی۔ ان عورتوں میں ام ہشام بنت حارث بن نعمان ہیں۔ حضرت مؤرق العجلی فرماتے ہیں: ((تَلَقَّنْتُ سُورَةَ (ق) وَاقْتَرَبَهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ قِرَاءَتِهِ لَهَا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سورہ ق اور اقترب سیکھی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ان دونوں کی کثرت سے قراءت فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَعَمَّا يَتَسَاءَلُونَ، وَفِي رِوَايَةٍ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ وَ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں سورہ والمرسلات اور عم يتساءلون کی قراءت فرمائی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ

كُورَتْ ﴿ اور ﴿ اِنَّا السَّمَاءُ اَنْفَطَرَتْ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے: ((كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الْفَجْرِ ب (المد-تغذیل) السَّجْدَةَ وَفِي الْأُخْرَى يَهْتَلُ أَسَى عَلَى الْإِنْسَانِ)) یعنی بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی پہلی رکعت میں "سورہ الم تنزیل السجدہ" کی اور دوسری رکعت میں ﴿يَهْتَلُ أَسَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا بَيْنَ سِتِّينَ آيَةً إِلَى مِائَةٍ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح وکیح نے ذکر کیا ہے۔

اور مروی ہے: ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَهُ عُمَرُ: كَادَتْ الشَّمْسُ تَطْلُعُ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْ طَلَعَتْ لَعُدَّ تَجِدُنَا غَافِلِينَ)) ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز "سورہ بقرہ" کی تلاوت کی پس جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ طلوع ہوتا تو آپ ہمیں اس سے غافل نہ پاتے۔

اور مروی ہے: ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَرَأَ سُورَةَ يُوسُفَ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ (إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ) (يوسف 86) حَقَّقَتْهُ الْعُبَيْرَةُ فَرَكَّعَ)) ترجمہ: بے شک حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف کی قراءت کی تو جب اس آیت کریمہ پر پہنچے ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ (میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں) تو روتے روتے آپ کو پھندا لگ گیا (یعنی رونے کی کثرت کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ آگے نہ بڑھ سکے) پس آپ نے رکوع فرمایا۔ اور بعض نے ان روایات کے درمیان یوں موافقت بیان کی فرمایا: مساجد تین طرح کی ہیں ایک وہ مسجد ہے کہ جس کی قوم زاہد، عابد، عبادت میں رغبت کرنے والے ہیں اور ایک مسجد وہ کہ جس میں سست، عبادت سے بے رغبت قوم ہے اور ایک مسجد وہ کہ جس میں درمیانی قسم کے لوگ ہیں تو امام کو چاہیے پہلی مسجد میں اکثر قراءت والی روایات پر عمل کرے اور دوسری مسجد میں سب سے کم قراءت والی روایات پر عمل کرے اور تیسری مسجد میں درمیانی قراءت والی روایات پر عمل کرے تاکہ تمام روایات پر بقدر ممکن عمل ہو جائے اور جائز ہے کہ روایات کا اختلاف بھی اسی پر محمول ہو۔

اور ظہر میں اس کی مثل یا اس سے کم قراءت کرے۔ اور اس بات کو "اصل" میں ذکر کیا اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((حَرَرْنَا قِرَاءَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي السُّرُكَيْنِ بِثَلَاثِينَ آيَةً)) یعنی ہم نے ظہر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا اندازہ تیس آیتوں سے لگایا

اور حضرت عبداللہ بن ابوقادہ اپنے والد حضرت سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: (صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَقَرَأَ (وَالسَّمَاءَ وَالطَّارِقَ) (وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا)) یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اس میں "سورہ طارق" اور "سورہ والشمس" کی تلاوت فرمائی۔ اور عصر کی نماز میں سورہ فاتحہ کے علاوہ میں آیات کی تلاوت کرے۔ اس بات کو "اصل" میں ذکر فرمایا اس حدیث کی وجہ سے حضرات سیدنا ابو ہریرہ اور جابر بن عبد اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِسُورَةِ (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) وَ (هَلْ لَكَ مِنْ حَدِيثِ الْغَاشِيَةِ))) ترجمہ: "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں "سورہ اعلیٰ" اور "سورہ غاشیہ" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور "اصل" کی روایت میں نمازِ عشاء میں بھی اسی کی مثل قراءت کا ذکر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ تو سورہ والشمس اور سورہ واللیل سے کہاں ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ عشاء نماز میں سورہ بقرہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عشاء کی نماز میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت کی طرف توجہ دلائی) اور کیونکہ عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر ہوتی ہے تو اگر امام نے قراءت کو لمبا کیا تو مقتدیوں کے نیند کے غلبہ کی بنا ان پر نماز کا معاملہ تشویش والا ہو جائے گا۔ اور مغرب کی نماز میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی چھوٹی سورت پڑھے جو پانچ یا چھ آیات پر مشتمل ہو اس بات کو "اصل" میں ذکر کیا اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((أَنَّ كَتَبَ إِلَيَّ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّ قُرْآنَ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ بِطَوَالِ الْمَفْصَلِ وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمَفْصَلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَلِ الْمَفْصَلِ)) ترجمہ: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل سے قراءت کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل سے اور مغرب میں قصار مفصل سے۔

اور اس وجہ سے کہ ہمیں مغرب میں نماز میں جلدی کرنے حکم دیا گیا ہے اور قراءت کو لمبا کرنے میں اس کی تاخیر ہے۔ اور "جامع صغیر" میں ذکر فرمایا اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فجر کی پہلی دو رکعتوں کی مثل قراءت کرے اور عصر اور عشاء قراءت میں برابر ہیں اور مغرب میں قراءت ان سے کم ہے۔ امام حسن نے "مجرد" میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورہ جس" یا "سورہ تکویر" کی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں "سورہ بلد" یا "سورہ والشمس" کی تلاوت کرے۔ اور عصر کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورہ والضحیٰ" یا "سورہ العادیات" اور دوسری رکعت میں "سورہ نکات" یا "سورہ مہمزة" کی تلاوت کرے۔

اور مغرب کی پہلی رکعت میں عصر کی مثل قراءت کرے اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی مثل قراءت کرے ہمیں "اصل" میں عشاء کو عصر کی مثل اور مجرد میں ظہر کی مثل بنایا اور امام کرخی رحمہ اللہ نے اس بات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اور فجر

کی پہلی رکعت میں مقیم کے لئے قراءت کی مقدار سورہ فاتحہ کے علاوہ تیس سے لے کر ساٹھ آیتیں اور دوسری رکعت میں تیس سے لے کر تیس آیات ہیں اور ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں کی قراءت سورہ فاتحہ کے علاوہ فجر کی پہلی رکعت کی مثل ہے اور عصر و عشاء کی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے علاوہ تیس آیتوں کی مقدار قراءت کرے۔ اور مغرب کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قصار مفصل سے ایک سورت تلاوت کرے۔

انہوں نے فرمایا: اور جن روایتوں کو معالیٰ نے امام ابو یوسف اور انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت کیا ان میں یہ روایت زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نمازوں میں قراءت کی مقدار میں اختلاف لوگوں کے احوال کے مختلف ہونے کی بنا پر ہو پس فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے تو اس میں قراءت کو طویل کیا جائے گا تاکہ لوگوں کی جماعت فوت نہ ہو اور گرمیوں میں ظہر کے وقت معاملہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ لوگ اس وقت میں قیلولہ کرتے ہیں اور عصر کا وقت لوگوں کے اپنے گھروں کو لوٹنے کا وقت ہے پس اس میں ظہر اور فجر کی بہ نسبت قراءت کم کی جائے گی اسی طرح عشاء کا وقت لوگوں کے نیند پر عزم کا وقت ہے تو یہ بھی عصر کے مشابہ ہو گیا اور مغرب کا وقت لوگوں کے کھانے پر عزم کا وقت ہے لہذا لوگوں کے خصوصاً روزہ داروں کے کھانے سے صبر کی قلت کی بنا پر اس میں قراءت کم کی جائے گی اور تمام مقدا ریں لازم نہیں ہیں بلکہ وقت و زمان اور امام و قوم کی حالت کے مختلف ہونے کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں۔

اس میں یہ ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ اتنی مقدار میں قراءت کرے جو مقتدیوں پر خفیف ہو اور ان پر ثقیل نہ ہو بعد اس کے وہ تمام ہو۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((أَخْبَرَنَا عَهْدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَصْلَى بِالْقَوْمِ صَلَاةُ أَضْعَفِهِمْ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری عہد مجھ سے لیا وہ یہ تھا کہ میں مقتدیوں کو ان میں سے جو زیادہ ضعیف لوگ ہیں ان کی نماز پڑھاؤں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ أَمَّرَ قَوْمًا فَلْيُصَلِّ بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَذَكَ الْحَاجَّةَ)) ترجمہ: جو کسی قوم کی امامت کروائے تو پس وہ ان کو ان کے زیادہ ضعیف لوگوں والی نماز پڑھائے پس بے شک ان میں چھوٹے، بڑے اور حاجت والے ہوتے ہیں۔

اور مروی ہے: ((إِنَّ قَوْمًا مَعَاذَ لَنَا شَكُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْوِيلَ الْقِرَاءَةِ دَعَاةً فَكَانَ يُفْتَنَانِ أَمَّا بِنَا مَعَاذًا؟ قَالَتْهَا فَلَا، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ (وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ) (وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا)) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی قوم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی قراءت کے طویل کرنے کی شکایت کی تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا تو ارشاد فرمایا: کیا اے معاذ رضی اللہ عنہ! تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے؟ اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا، تو "سورہ طارق" اور

باب نمبر 227

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

امام کے پیچھے قراءت کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھائی اور آپ پر تلاوت بھاری ہو گئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو، حضرت عبادہ کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم (ہم پڑھتے ہیں) آپ نے فرمایا: صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اُس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت ابوقحادہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ”حسن“ ہے اور یہ حدیث زہری نے بھی محمود بن ربیع کے واسطے سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اُس کی نماز (کامل) نہیں۔ اور یہ زیادہ مستند ہے۔ اور قراءت خلف الامام کے بارے میں صحابہ کرام اور تابعین کا اس حدیث پر عمل ہے۔ امام مالک بن انس، امام عبداللہ ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے قراءت جائز ہے۔

311- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ،

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَخْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، فَتَقَلَّتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَائِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِي وَاللَّهِ، قَالَ: لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنْسِ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَخْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَهَذَا أَصَحُّ، " وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَإِبْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ: يَرَوْنَ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ

"سورہ والفتح" سے کہاں ہے؟۔ راوی کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نصیحت سے زیادہ کسی نصیحت میں شدت اختیار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((مَا صَلَّيْتُ حَلْفَ أَحَدٍ أُمَّةٍ وَأَخَفَ مِنِّي صَلَّيْتُ حَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کے پیچھے سب سے زیادہ کھل اور ہلکی نماز نہیں پڑھی۔

اور مروی ہے: ((أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ بِالْمَعْوِدَتَيْنِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمًا فَلَمَّا قَرَأَ قَالُوا: أَوْجَزَتْهُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعْتُ بُكَاءَ صَبِيٍّ فَخَشِيتُ عَلَىٰ أُمَّهِ أَنْ تَفْتَنَنِي)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز میں معوذتین کی تلاوت فرمائی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرمایا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو مجھے اس کی ماں کے پریشانی میں مبتلا ہونے کا خوف ہوا۔ تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھے کیونکہ مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھنا جماعت کی کثرت کا سبب ہے لہذا اس وجہ سے امام کے لئے یہ مستحب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ مقیم کے بارے میں ہے۔ بہر حال مسافر کو چاہیے کہ وہ اتنی مقدار میں قراءت کرے جو اس پر اور مقتدیوں پر خفیف ہو یوں کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ قصار مفصل سے ایک سورت کی تلاوت کرے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا عقبہ بن عامر الجعفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((صَلَّىٰ بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمَعْوِدَتَيْنِ)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حالت سفر میں فجر کی نماز پڑھائی تو اس میں سورہ فاتحہ اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ اس لئے کہ سفر مشقت کی جگہ ہے تو اگر امام اس میں حضر کی مثل قراءت کرے تو مقتدی حرج میں پڑ جائیں گے اور لوگوں کا راستہ طے کرنا منقطع ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے سفر میں نماز میں قصر رکھی گئی تو قراءت میں قصر (کمی کرنا) بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے اور بالا جماع امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر زیادہ کرے اور دوسری نمازوں میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں رکعات برابر رکھے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام نمازوں میں پہلی رکعت کی قراءت کو زائد کرے۔ (بدائع الصنائع، وما اتقوا مستحب من القراءات، ج 1، ص 205، 206، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 228

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ

جہری نماز میں امام کے پیچھے تلاوت کی ممانعت کا بیان

312- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَسَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ ابْنِ أَكْبِيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ، فَقَالَ: نَهَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَيُّهَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أَنْزَعُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالْقِرَاءَةِ وَجِئْنَا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعُمَرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَابْنُ أَكْبِيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عُمَارَةُ، وَيُقَالُ: عَمُرُوا بِنِ أَكْبِيْمَةَ، وَرَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ، وَذَكَرُوا هَذَا الْحَدِيثَ: قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ وَجِئْنَا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا يَدْخُلُ عَلَيَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے جس میں آپ نے اونچی آواز سے تلاوت فرمائی، فارغ ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: (جب ہی تو) کہتا ہوں کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیوں کیا جاتا ہے؟ راوی کہتے ہیں: یہ سننے کے بعد صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے۔ اس باب میں حضرت ابن مسعود، حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن“ ہے۔ اور ابن اکیمہ لیشی کا نام عمارہ ہے اور عمرو بن اکیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ امام زہری کے بعض اصحاب نے اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا: امام زہری نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد لوگ قرأت سے رک گئے۔ اور اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے قرأت خلف الامام کا نظریہ رکھنے والوں پر اعتراض ہو کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بھی روایت کیا اور اس

حدیث کو بھی روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی وہ نامکمل نماز ہے۔" چنانچہ حدیث لینے والے (یعنی آپ کے شاگرد) نے آپ سے کہا "میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں" آپ نے فرمایا: اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ ابو عثمان نہدی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور محدثین نے پسند فرمایا کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی قرأت نہ کرے (بلکہ) وہ امام کے سکتوں کی پیروی کرے۔ امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں علما کا اختلاف ہے، اکثر صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام عبد اللہ ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ امام عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں: "میں امام کے پیچھے قرأت کرتا تھا اور دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے، البتہ کوفہ کی ایک جماعت نہیں پڑھتی تھی لیکن میرا خیال ہے کہ چونہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے۔" اور علما کی ایک جماعت نے سورہ فاتحہ کے ترک کے بارے میں شدت سے کام لیا، اور کہا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں خواہ تنہا ہو یا امام کی اقتدا میں، انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِي رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَرَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ، فَهِيَ خِدَاجٌ، هِيَ خِدَاجٌ، غَيْرُ تَمَامٍ، فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الْحَدِيثِ: إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ، قَالَ: اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ - وَرَوَى أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْادِيَ أَنْ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، "وَاخْتَارَ أَكْثَرُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ أَنْ لَا يَقْرَأَ الرَّجُلُ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامَ بِالْقِرَاءَةِ، وَقَالُوا: يَتَّبِعُ سَكَنَاتِ الْإِمَامِ، وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَرَأَى أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ" وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالنَّاسُ يَقْرَءُونَ، إِلَّا قَوْمًا مِنَ الْكُوفِيِّينَ، وَأَرَى أَنَّ مَنْ لَمْ يَقْرَأْ صَلَاتَهُ جَائِزَةً، "وَشَدَّدَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَرْكِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقَالُوا: لَا تُعْزِئُ صَلَاةً إِلَّا

کے وصال کے بعد امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا کہ سورہ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

امام شافعی اور اسحاق وغیرہما کا یہی قول ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (تو سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے) اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا کہ جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اُس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اُس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

امام احمد فرماتے ہیں: پس اس صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان ”جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اُس کی نماز نہیں“ کو اس تاویل میں لیا کہ جب تمہا ہو۔ اور اس کے باوجود امام احمد نے قرأت خلف الامام کو اختیار کیا اور یہ کہ آدمی سورہ فاتحہ کو نہ چھوڑے اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے ایک رکعت بھی سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی اُس نے نماز نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحَدُّهُ كَانَ أَوْ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَذَهَبُوا إِلَى مَا رَوَى عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، " وَقَرَأَ عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَتَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَيَبِي يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ، وَغَيْرُهُمَا وَأَمَّا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ: مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، إِذَا كَانَ وَحَدُّهُ، وَاسْتَحْتَجَّ بِحَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَيْثُ قَالَ: مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ، فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ أَحْمَدُ: فَهَذَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، أَنْ يَهَذَا إِذَا كَانَ وَحَدُّهُ، وَاسْتَحْتَجَّ أَحْمَدُ مَعَ يَهَذَا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَأَنْ لَا يَشْرَكَ الرَّجُلُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَإِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ

313- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهَيْبِ بْنِ كَيْسَانَ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ، يَهَذَا حَدِيثٌ

حسن صحیح

- تخریج حدیث 311: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلوٰۃ، حدیث 823، ج 1، ص 217، المکتبۃ المصریہ بیروت)
- تخریج حدیث 312: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القراءۃ بلا کلمۃ، حدیث 828، ج 1، ص 218، المکتبۃ المصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک القراءۃ خلف الامام -- حدیث 919، ج 2، ص 140، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب اذا قرء الامام فاصبر، حدیث 848، ج 1، ص 276، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)
- تخریج حدیث 313: (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ اللاتیمۃ فی کل رکعۃ، حدیث 395، ج 1، ص 297، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلوٰۃ، حدیث 821، ج 1، ص 216، المکتبۃ المصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم، حدیث 909، ج 2، ص 135، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب القراءۃ خلف الامام، حدیث 838، ج 1، ص 273، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

قراءت خلف الامام، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

احناف کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے، چاہے نماز جہری ہو یا سری۔

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے جہری اور سری نماز دونوں میں کچھ بھی قراءت نہیں ہے۔

(الکحی علی اہل المدینہ، باب القراءۃ خلف الامام، ج 1، ص 116، عالم الکتب، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

(مقتدی مطلقاً قراءت نہیں کرے گا) اور نہ ہی سری نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت کرے گا، اس پر اتفاق ہے

(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی القراءۃ، ج 1، ص 544، دار الفکر، بیروت)

..... (پس اگر مقتدی قراءت کرے تو مکروہ تحریمی ہے۔)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمن بن محمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور مقتدی پر قراءت واجب نہیں ہے) یہ اکثر اہل علم کا قول ہے اور جو حضرات امام کے پیچھے قراءت کو روا نہیں سمجھتے

ان میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید، حضرت زید بن ثابت، حضرت عقبہ بن

عامر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم ہیں اور امام ثوری، امام ابن عیینہ، اصحاب رائے

، امام مالک، امام زہری، امام اسود، امام ابراہیم اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں قراءت خلف الامام کو سنت سے نہیں جانتا۔ اور امام شافعی اور داؤد رحمہم اللہ

فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے قراءت واجب ہے فرمایا: (لا صلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب

((ترجمہ: اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ کی قراءت نہ کرے۔ (شوق علیہ) اور حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: (کنا

خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأنا فثقلت علیہ القراءۃ فلما فرغ قال "علکم تتراون خلف امامکم؟" قلنا نعم یا

رسول اللہ قال "لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب فإنه لا صلاة لمن لم یقرأ بها)) ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں

تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت فرمائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت ثقیل ہوئی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ

ہوئے تو ارشاد فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا ایسا نہ کرو مگر سورہ فاتحہ کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (سنن ابی داؤد)۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج فهي خداج غير تمام)) ترجمہ: جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ کی قراءت نہ کی تو وہ ناقص وناکمل ہے۔ راوی کہتے ہیں تو میں نے عرض کی اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں پس آپ رضی اللہ عنہ نے میری کلائی پکڑی اور ارشاد فرمایا: ((اقرأ بها في نفسك يا فارسي)) ترجمہ: اے فارسی! اس کو اپنے دل میں پڑھ لو۔ (صحیح مسلم)۔ اور اس وجہ سے کہ یہ نماز کے ارکان میں ایک رکن ہے لہذا دیگر ارکان کی طرح یہ بھی مقتدی سے ساقط نہیں ہوگا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ جس کو قیام لازم ہے اسے قراءت بھی لازم ہے جبکہ وہ اس پر قادر ہو جیسا کہ منفرد کا معاملہ ہے۔

اور ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((من كان له إمام فقرأه الإمام له قراءه)) ترجمہ: جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو حسن بن صالح نے لیث بن سلیم سے روایت کیا۔ تو اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ لیث بن سلیم تو ضعیف ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تحقیق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا: ثنا أسود بن عامر ثنا الحسن بن صالح عن أبي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔ اور یہ اسناد صحیح متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اسود بن عامر سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے اور حسن بن صالح نے ابو الزبیر کا ادراک کیا ہے اور حسن بن صالح ان کی وفات سے بیس سے کچھ زائد سال قبل پیدا ہوئے۔ اور یہ حدیث اس کے علاوہ پانچ طرق سے مروی ہے۔

اور اسی طرح یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم، جعین سے بھی مروی ہے۔ ان تمام احادیث کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا۔ اسے امام احمد اور سعید بن منصور وغیرہا نے تخریج کیا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((ليس على الفطرة من قرأ خلف الإمام)) ترجمہ: جو امام کے پیچھے قراءت کرے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((وودت ان من قرأ خلف الامام صلء فوہ تراباً)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ اور اس لئے کہ اگر قراءت مقتدی پر واجب ہوتی تو مسبوق (امام کو رکوع میں پانے والے) سے ساقط نہ ہوتی جیسا کہ دیگر ارکان کا معاملہ ہے۔

بہر حال جہاں تک ان کی احادیث کا معاملہ ہے تو پہلی حدیث تو غیر مقتدی پر محمول ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

حدیث کا معاملہ بھی اسی طرح ہی ہے اور تحقیق اس کی صراحت بھی موجود ہے پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے شک نہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((کل صلاة لا یقرأ فیہا بأمر الکتتاب فہی عداہ الا واء الامام)) ترجمہ: ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کی گئی ہو تو وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔ اس حدیث کو خلال نے روایت کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ: ((سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لو)) یہ ان کا اپنا کلام اور اپنی رائے ہے اور تحقیق دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کی مخالفت کی۔ اور حدیث عمادہ رضی اللہ عنہ کو ابن اسحاق اور نافع بن محمود بن الربیع کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور نافع بن محمود بن الربیع کی حالت (حدیث کے معاملہ) میں ابن اسحاق کی بہ نسبت کم ہے۔ اور ان کا مقتدی کو منفرد پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ منفرد کے لئے کوئی اٹھانے والا نہیں ہوتا بخلاف مقتدی کے۔۔۔۔۔ اور مقتدی کے لئے قراءت کرنا مستحب ہے امام کے سنتوں میں اور جس نماز میں امام جبر سے نہیں پڑھتا یا جب مقتدی امام کے دور ہونے کی وجہ سے امام کی قراءت نہیں سن پاتا لیکن اگر مقتدی بہرے پن کی وجہ سے نہ سن پائے تو اس کے بارے میں دو اقوال ہیں، ایک یہ کہ کرے گا اور دوسرا یہ کہ نہیں کرے گا۔

(الشرح الکبیر علی متن المصنوع، ج 2، ص 11، 12، مطبوعہ دار الکتب العربیہ للتراث، بیروت)

شواہد کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

اذا کارتمین اقسام پر منقسم ہوتے ہیں: ایک قسم وہ ہے کہ جس میں مقتدی امام کی اتباع کرتا ہے اور وہ تکبیر کہنا اور تسبیح پڑھنا اور تشهد پڑھنا ہے اور ایک قسم وہ ہے کہ جس میں مقتدی امام کی پیروی نہیں کرتا اور وہ جہری نماز میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا ہے پس مقتدی خاموش رہے گا اور سورت کی تلاوت نہیں کرے گا اور ایک قسم وہ ہے کہ جس میں اختلاف ہے اور وہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے پس اگر سری نماز ہے تو مقتدی پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر جہری نماز ہے تو کیا مقتدی پر سورہ فاتحہ واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) امام شافعی نے اپنے قدیم قول میں فرمایا، جدید کی بھی ایک روایت ہے کہ مقتدی پر جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی تلاوت لازم نہیں ہے اگرچہ سری نماز میں اسے قراءت کرنا لازم ہے اور یہ صحابہ میں سیدتنا عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز، سعید بن مسیب اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور فقہاء میں امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔

(۲) امام شافعی نے جدید قول میں فرمایا اور اسی کو "املاء" میں بیان کیا اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں صحیح

قول ہے کہ مقتدی سری اور جہری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قراءت کرے گا۔

(الماوی الکبیر، مسئلہ: بلعلون مثل لعلہ الا لعل، ج 2، ص 141، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بالکبہ کا موقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن خانم الطر اوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

اور مقتدی کے احکامات سے یہ بھی ہے کہ اس کے لئے سری نماز میں امام کے ساتھ قراءت کرنا مستحب ہے سنیع کی جہت سے۔ علامہ ظلیل نے کہا: اگر امام سری قراءت کرے تو مقتدی کے لئے قراءت کرنا مستحب ہے۔ اور جہری نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کو قراءت کرنا سنت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے خاموش رہنا سنت ہے۔ علامہ ظلیل نے نماز کی سنتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا: اور مقتدی کا خاموش رہنا اگرچہ اس کا امام سکوت اختیار کرے اور اس مسئلہ کا ظاہر یہی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قراءت نہ سن سکتا ہو اور وہ اسی طرح ہو تو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے اور اصل اس بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ امام بیہقی نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قراءت فرماتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی قراءت سنی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(الفواکد الدوائی، بیان حکم المؤمن الخ، ج 1، ص 206، دارالفرق، بیروت)

قراءت خلف الامام کے منع ہونے پر دلائل:

(1) قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ترجمہ کنز

الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (سورۃ الاعراف، سورت 7، آیت 204)

اگر امام کی قراءت کو مقتدی نہ سنے بلکہ خود اپنی قراءت شروع کر دے تو یہ عمل قرآنی حکم کے خلاف ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی (متوفی 483ھ) مذکورہ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

اور اکثر اہل تفسیر اس بات پر ہیں کہ بے شک یہ خطاب مقتدی کو ہے اور مفسرین میں سے بعض نے اسے حالت خطبہ پر

محمول کیا اور ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ (المہذب للسرخسی، القراءۃ خلف الامام، ج 1، ص 199، دارالعرف، بیروت)

ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (متوفی 587ھ) اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں غور سے سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے اور قراءت سری (آہستہ) ہونے کی صورت میں اگر غور سے سننا ممکن نہ ہو تو خاموشی تو ممکن ہے لہذا ظاہر نص کی بنا خاموشی واجب ہوگی اور حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((اِنَّهُ لَمَّا تَوَكَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ تَوَكَّكُوا الْاِثْرَاءَ كَمَا خَلَفَ الْاِمَامُ)) ترجمہ: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام علیہم السلام نے امام کے پیچھے قراءت کو ترک کر دیا۔ اور ان حضرات کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مشہور میں فرمایا: ((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَاِنَّا كَبِّرَ فَكَبِّرُوهُ وَاِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا)) ترجمہ: امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے لہذا اس سے اختلاف نہ کرو تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ تو اس حدیث پاک میں امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے۔

(2) صحیح مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((اِنَّمَا صَلَّيْتُمْ فَاَقْبِمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيُؤْتَمَّكُمْ اَحَدُكُمْ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا۔۔۔۔۔ (فی روایۃ) وَاِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا)) ترجمہ: جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم چپ رہو۔

(3) امام ابوداؤد اور امام نسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللفظ للنسائی: ((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ وَاِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا)) ترجمہ: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی ہے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(حدیث)

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

(صحیح مسلم، باب التہجد، ج 1، ص 304، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(4) امام ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وِرَاءَ الْاِمَامِ)) ترجمہ: جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء في ترك القراءة خلف الامام، ج 2، ص 121، مطبع البابي، مصر)

ہکذا رواه مالك في موطاہ موقوفاً (اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے)۔

(مؤطا امام مالک سے عہد الہابی، باب ماجاء فی ام القرآن، ج 1، ص 84، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور امام ابو جعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ

(شرح معانی الآثار، باب القراءة خلف الامام، ج 1، ص 218، عالم الکتب، بیروت)

علیہ وسلم سے قرار دیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حافظ ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الامام الخ، ج 2، ص 124، مصطفیٰ الہابی، بیروت)

(5) سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت

فرماتے ہیں: ((حدثنا ابو الحسن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله بن

الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة)) ترجمہ:

حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔

(مسند الامام الاعظم، کتبہ قرآۃ الامام للماہوم، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں۔ (قادی رضویہ، ج 6، ص 241، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کو امام محمد نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءة فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 61، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

حلیہ الاولیاء وطبقات الاصفیاء میں یہ روایت اس طرح ہے: ((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ

أَحْمَدَ بْنِ الْهَيْثَمِ، ثنا أَبُو نَعِيمٍ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً مَشْهُورَةً مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ)) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ یہ حدیث حسن مشہور ہے۔

(حلیہ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 7، صفحہ 334، دار الکتب العربیہ، بیروت)

حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا کفایت کرتا ہے۔

(6) حدیث پاک میں ہے: ((قال صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالناس فقروا رجل خلفه فلما قضى

الصلوۃ قال ايكم قرأ خلفي ثلث مرات فقال رجل انا يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال صلى الله تعالى عليه وسلم

من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة)) خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانے

ایک شخص نے حضور کے پیچھے قراءت کی سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا، (لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے یہاں تک کہ) تین بار ہتھکری بھی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

(مسند الامام الامام، کتبہ قرآن الامام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

(7) حضرت عاتقہ بن قیس فرماتے ہیں: ((اَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيَمَا جَهَرَ فِيهِ وَفِيمَا يُخَافُ فِيهِ فِي الْأَوَّلِينَ، وَلَا فِي الْأُخْرِينَ، وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ قَرَأَ فِي الْأَوَّلِينَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَكَمْ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرِينَ شَيْئًا)) ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قراءت نہیں فرمایا کرتے تھے نہ جہری نماز میں، نہ سری میں، نہ پہلی دور کعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔ اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دور کعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری رکعتوں میں کچھ بھی تلاوت نہ کرتے۔

(موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 62، مکتبہ العلمیہ، بیروت)

اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضور و سفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لئے جانا ان کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیاء علیہم السلام سے جو چال ڈھال ابن مسعود کو ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین و الآخین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((رَضِيتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدِ، وَكَرِهْتُ لِأُمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدِ)) میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔

(مسند ہزار منصور بن العسکری، ج 5، ص 354، مکتبہ العلوم و الفکر، المدینہ المنورہ، مجمع الزوائد، باب ماجاء فی عبد اللہ، ج 9، ص 290، مکتبہ القدسی، القاہرہ)

گویا ان کی رائے حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی و حیرہ تھا۔

(نہدی رضویہ، ج 6، ص 242، 243، رشتہ داران، لاہور)

(8) امام محمد حضرت ابو داؤد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ((قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ النَّصِتُ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا سَيُكْفِيكَ ذَلِكَ لِإِمَامٍ)) خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارہ قراءت مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے

امام اس کام کی کفایت کروے گا یعنی نماز میں تجھے لا طائل ہائیں روانہ نہیں، اور جب امام کی قراءت بعید اُس کی قراءت ظہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قراءت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔

(موطأ امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب روایۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 243، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار میں ہے:

((مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَبِيبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ مَقَالَ: مَا قَرَأَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا فِيمَا لَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ أَمْ الْقُرْآنَ وَلَا غَيْرَهَا خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَيَبِئْسَ مَا أَخَذَ. لَا تَرَى الْقُرْآنَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ يُجْهَرُ فِيهِ أَوْ لَا يُجْهَرُ فِيهِ)) ترجمہ: یعنی علقمہ بن قیس (کہ کبار تابعین و اعظم مجتہدین اور ائمہ طائفہ سیدنا بن مسعود ہیں) امام کے پیچھے فاتحہ اور اس کے علاوہ قراءت نہ کرتے چاہے جہر کی قراءت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں، ہمارے نزدیک نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے چاہے جہر نماز ہو یا سری۔

(کتاب الآثار، باب القراءۃ خلف الامام و تلخیص، ج 1، ص 163، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(10) موطأ امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا بُكَيْرٌ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الدَّقِيقِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ لَأَنْ أَعْضَّ عَلَى جُمُوعِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

(موطأ امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(11) موطأ امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ رَجُلٌ أَتَاهُمْ)) ترجمہ: ابراہیم بن سوید القحقی نے (کہ رو سائے تابعین و ائمہ دین میں سے ہیں) حدیث و فقہاء ان کی آفتاب نیمروز ہے) فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔

(موطأ امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔ فقیر کہتا ہے رجال اس

(قادی رضویہ ج 6، ص 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔

(12) امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں والفظ مؤطا: ((مَلِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا سَبَّلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَتَسْبُو قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. وَإِذَا صَلَّى وَخَدَّهُ فَلْيَقْرَأْ..... قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ)) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارہ قراءت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے.... نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔

(مؤطا امام مالک، باب قراءۃ خلف الامام، ج 1، ص 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین

(قادی رضویہ ج 6، ص 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

اسانید کہا۔

(13) مسند احمد بن حنبل میں ہے: ((حَدَّثَنَا أَبُو رَاهِمٍ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ الشَّهِيدِ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: تَجُزُّنَا قِرَاءَةُ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت انس بن سیرین کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ ارشاد فرمایا: تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ ابن عمر، ج 9، ص 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

(الربال، بیروت)

یہی روایت مؤطا امام محمد میں اس طرح ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَسْعُودِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّهُ سَأَلَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، قَالَ: تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ)) یعنی سیرین ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دربارہ قراءت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

(14) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ حُلَيْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ: قَالَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ كَفَفَتْهُ قِرَاءَتُهُ)) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج 1، ص 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250)

اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علماء حدیث نے روایات

(نوادری رضویہ، ج 6، ص 245، رضالادب، طبع لاہور)

ناصح "عن عبید اللہ بن عمر" کو امام مالک پر ترجیح دی۔

(15) امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں: ((وَحَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ

الْأَعْلَى، قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُعْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ نَابِتٍ، سَمِعَهُ يَقُولُ: لَا تَقْرَأُ حَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ)) یعنی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہ کرے یعنی نماز جہر ہو یا سری۔

(شرح معانی الآثار، باب القراءة خلف الإمام، ج 1، ص 219، عالم الکتب، بیروت)

(16) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ قَيْسٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ،

عَنْ مُوسَى بْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ نَابِتٍ يُحَدِّثُهُ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ حَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ)) ترجمہ: حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز ہی نہیں۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءة في الصلوة خلف الإمام، ج 1، ص 63، المكتبة العلمية، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس سے اسے مرفوعاً روایت کیا۔

(نوادری رضویہ، ج 6، ص 245، رضالادب، طبع لاہور)

اعلیٰ حضرت جس روایت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اسے علامہ ابن جوزی نے "أَعْلَى الْأُمَّتِ" میں امام دارقطنی

کے طریق سے یوں روایت کیا ہے: ((الدَّارِقُطْنِيُّ عَنْ أَبِي حَاتِمِ بْنِ حَبِيبَانَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ سَلْمَانَ الْبُرُودِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُخْرُومِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ نَابِتٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَرَأَ حَلْفَ الْإِمَامِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ)) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

(نصب الراية بحوالہ اعلیٰ تہذیب میں طریق دارقطنی، کتاب الصلوة، فصل في القراءة، ج 2، ص 19، مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بیروت)

(17) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءِ الْمَدَنِيُّ، أَخْبَرَنِي بَعْضُ وَكَيْدِ سَعْدِ بْنِ

أَبِي وَقَاصٍ، أَنَّهُ ذَكَرَ لَهُ أَنَّ سَعْدَهُ قَالَ: وَوَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَنْقُرُ حَلْفَ الْإِمَامِ فِيهِ جَمْرَةٌ)) یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ و عشرہ مبشرہ و مقرران بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے

قراوت کرنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد، باب القراءة في الصلاة خلف الامام، ج 1، ص 63، مشکوٰۃ احمد، بیروت)

(18) موطا امام محمد ہی میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَنَّ

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ ثَبِتَ فِي فَمِ الَّذِي يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجْرًا)) یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قراوت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(موطا امام محمد، باب القراءة في الصلاة خلف الامام، ج 1، ص 63، مشکوٰۃ احمد، بیروت)

اعلیٰ حضرت اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

(تاری رضویہ، ج 6، ص 246، رخاۃ طبعین، لاہور)

تفسیر کرتا ہے رجال اس حدیث کے برشرط صحیح مسلم ہیں۔

(19) مصنف عبد الرزاق میں حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی البصعانی (متوفی 211ھ)

روایت کرتے ہیں: ((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْيَاخُنَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ)) قَالَ: وَأَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عَقِبَةَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قراوت کرنے سے منع کیا

ہے۔ فرمایا: مجھے شیوخ نے خبر دی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قراوت کی اس کی نماز نہیں۔ فرمایا: مجھے خبر دی موسیٰ بن عقبہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے

پیچھے قراوت کرنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب القراءة خلف الامام، جلد 2، صفحہ 139، مجلس اعلیٰ بلخ)

پیچھے قراوت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(20) حرید حافظ عبد الرزاق روایت کرتے ہیں: ((عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ

مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: مِلٌّ وَفَوْهُ تُرَابًا قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: نَوَيْتُ أَنَّ

الَّذِي يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيهِ حَجْرٌ)) ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے ساتھ قراوت کی وہ فطرت پر نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کا منہ مٹی سے بھرا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراوت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب القراءة خلف الامام، جلد 2، صفحہ 138، مجلس اعلیٰ بلخ)

(21) معرفۃ السنن والاثر میں احمد بن حسین بن علی الخراسانی ابو بکر البہیقی روایت کرتے ہیں: ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

عَبْدِ اللَّهِ الْعَالِطُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرَيْشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ

بْنُ مُعْتَمِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَاءِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْحَابِهِ الظُّهْرَ، أَوِ الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: مَنْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ فَرَدَدَ ذَلِكَ فَلَوْلَاهُ فَقَالَ: رَجُلٌ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُكَ تَخَالِجُنِي أَوْ قَالَ: تَنَازِعُنِي الْقُرْآنَ مَنْ صَلَّى مِنْكُمْ خَلْفَ إِمَامِهِ، فَقَرَأَتْهُ لَهُ قِرَاءَةً))

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو فرمایا: کس نے میرے پیچھے یہ تلاوت کی ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کسی نے جواب نہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قراءت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ تو مجھ سے قرآن پھین رہا ہے یا فرمایا: مجھ سے قرآن کے متعلق جھگڑ رہا ہے۔ تم میں سے جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ (معرفۃ السنن والاصحاب، القراءۃ خلف الامام، جلد 3، صفحہ 74، دارالوقایف، القاہرہ)

(22) شمس الاممہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

اور امام کے پیچھے مقتدی کا قراءت سے ممنوع ہونا اسی سے زیادہ اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے اور تحقیق

محدثین نے ان کے ناموں کے جمع فرمایا ہے۔ (الموسم للسرخسی، القراءۃ خلف الامام، ج 1، ص 199، دار المعرفۃ بیروت)

(23) علامہ اسلم الدین بابر ترقی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:

اور امام شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ستر بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پایا جو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع

فرمایا کرتے تھے۔ (الغنیۃ فی القراءۃ، ج 1، ص 340، دار الفکر، بیروت)

(24) علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

قراءت خلف الامام کا ممنوع ہونا اسی صحابہ کبار علیہم الرضوان سے مروی ہے، ان میں حضرت علی مرتضیٰ اور عبادل ملاحہ

(حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر) رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے نام محدثین کے پاس موجود

ہیں تو گویا ان کا اتفاق اجماع کے قائم مقام ہے تو اسی وجہ سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ”اور امام کے

پیچھے قراءت ترک کرنے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔“ تو انہوں نے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے اسے اجماع فرمایا اور

اس کی مثل کو ہمارے نزدیک اجماع کا نام ہی دیا جاتا ہے۔ اور شیخ امام عبد اللہ بن یعقوب الحارثی السید میونی رحمہ اللہ نے کتاب ”

کشف الاسرار“ میں ذکر فرمایا: عبد اللہ بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہ میں سے دس صحابہ علیہم الرضوان شدت کے ساتھ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ حضرت ابو بکر

صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

میں کہتا ہوں: حافظ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ: ((ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبیا بکھر وعمر وعثمان کھانوا بہون عن الإماء کا خلف الإمام)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم قراءت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور انہوں نے داؤد بن قیس سے انہوں محمد بن بجاہ سے وہ موسیٰ بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: مجھ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ((وودت أن أذی یقرأ خلف الإمام فی فیہ حجراً)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((من قرأ خلف الإمام فليس على الفطرة)) جو امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فطرت پر نہیں ہے۔ ان کی مراد ہے کہ وہ شرائط اسلام پر نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سنت پر نہیں ہے۔ اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابولیلی سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((من قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرة)) ترجمہ: جو امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فطرت میں خطا کرتا ہے۔ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث چند طرق سے روایت کیا۔ حافظ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے وہ محمد بن عجلان سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا: ((من قرأ مع الإمام فليس على الفطرة)) ترجمہ: جو امام کے ساتھ قراءت کرے تو وہ فطرت پر نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے حرید نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا: ((ملی ء فوة قرأها)) ترجمہ: اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حرید نقل فرمایا: اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((وودت أن أذی یقرأ خلف الإمام فی فیہ حجراً)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ اور "تمہید" میں ہے: حضرت علی و سعید اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: ((القرءاءة مع الإمام لا فیہما أسد ولا فیہما جہر)) ترجمہ: امام کے پیچھے سری اور جہری نماز میں قراءت نہیں ہے۔ حافظ عبدالرزاق نے امام ثوری سے وہ ابو منصور سے وہ حضرت ابو واہل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو اس نے عرض کیا: اے ابو عبدالرحمن! کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ تو ارشاد فرمایا: ((انصت للقرآن فإن فی الصلاة شغلاً وسیکفیک ذلک الإمام)) قرآن کے لئے خاموشی اختیار کرو۔ پس بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت اختیار کرنا ہے اور اس بارے میں تجھے امام ہی کافی ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب وجوب القراءۃ، ج 6، ص 13، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(25) شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

اور اس میں وجہ یہ ہے کہ قراءت لعینہ مقصود نہیں ہے بلکہ وہ تدبیر کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: قرآن پاک اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس پر عمل کیا جائے پس لوگوں نے اس کی تلاوت کو ہی اس کے عمل کے قائم مقام بنا لیا ہے اور اس مقصود کا حصول امام کے قراءت کرنے اور لوگوں کے توجہ کے ساتھ سننے سے حاصل ہوگا تو جب ان میں سے ہر ایک تلاوت میں مشغول ہو جائے گا تو یہ مقصود کھل طور پر حاصل نہ ہوگا۔ اور خطبہ کی طرح ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود بھی نصیحت اور غور فکر کرنا ہے اور یہ یوں ہو سکے گا کہ امام خطبہ دے اور قوم توجہ کے ساتھ سنے نہ کہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو خطبہ دے۔

اس پر یہ مسئلہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب مقتدی امام کو حالت رکوع میں پائے تو اگر اسے رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے قراءت کا فرض ساقط ہو جائے گا اور اگر قراءت ارکان میں سے کوئی رکن ہوتی تو اس عذر کی بنا پر مقتدی سے ساقط نہ ہوتی جیسا کہ رکوع و سجود کا معاملہ ہے۔ اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ بے شک قیام کا رکن بھی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ضروری ہے کہ مقتدی کھڑے کھڑے بگبیر کہے اور قیام کا فرض جس پر قیام کا اطلاق ہوتا ہے اس کی ادنیٰ حالت سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور ان کے لئے حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ امام کی قراءت کی وجہ سے قوم کی نماز بھی قراءت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے جیسا کہ امام کے خطبہ کی بنا پر ساری قوم کی نماز خطبہ کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ قراءت ابتدا میں رکن تھی پھر اس کے بعد میں امام کے پیچھے قراءت کرنے منع فرما دیا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نماز میں کسی کو قراءت کرتے سنا تو ارشاد فرمایا کیا معاملہ ہے کہ مجھے سے قرآن میں جھگڑا کیا جاتا ہے۔

(الموسم للمرخس، القراءۃ خلف الامام، ج 1، ص 200، دار المعرف، بیروت)

قراءت خلف الامام کے قائلین کے دلائل اور ان کے جوابات:

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کے عدم جواز پر دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث صحیحہ و معتبرہ سے مذہب حنفیہ بجز اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ

(1) ان میں عمدہ ترین دلائل جسے ان کا مذہب کہنا چاہئے حدیث صحیحین ہے یعنی ((لا صلوة الا بفساحۃ

المصناب)) کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔

جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمہارے مفید نہ ہمارے معترض، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع جو بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم (مقتدی) کی، مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بیعتہ اس کا پڑھنا ہے۔ کما مر سابقاً (جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔ ت) پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ ہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

(2) دوسری دلیل: حدیث مسلم ((من صلی صلاة لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداجہ ہی خداجہ ہی خداجہ)) حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔

اس کا جواب بھی بیعتہ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام قرأت ماموم سے معنی (بے نیاز کرنے والی ہے) خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں تمہیں اس وقت بکا رآمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وہ ممنوع (اور یہ ممنوع ہے۔ ت)

(3) تیسری دلیل: حدیث عباده بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((لا تفلوا الا بام القرآن)) امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔ (مسند ابن ماجہ)

اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و موطائے امام مالک و موطائے امام محمد وغیرہا صحاح و معتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کر سکتی ہے، امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اس کی تضعیف کی، جیحی بن معین جیسے ناقدین جس کی نسبت امام مدوح نے فرمایا جس حدیث کو سبھی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے:

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے غبی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز ہے۔

صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہر اقا تہ پڑھنا روا اور یہ

امر بالا جماع ممنوع، صرح بہ الشیخ فی اللغات و یفیدہ الکلام النووی فی الشرح (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لغات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام شرح میں بھی اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ت) پس جو خود ان کے نزدیک

متروک ہم پر اس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بھگ اللہ تعالیٰ کا یہ دلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اسے معاذ اللہ باطل یا مضلل کر سکے مگر اس زمانہ پر فتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا اور انتظام اسلام کو دور ہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات و ادہام پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن مقلد یہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد و نقاہت ہے عقلائے مصنفین کا معلوم، اصل مقصود ان کا انوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کار نے کہہ دیا انہوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت و باعث فضیحت ہوں، اللہ بخند و تعالیٰ وساوس شیطان سے امان بخشے امین۔

(تاوی رضویہ ج 6، ص 246-248، رضاناظر ٹرین، لاہور)

ایک جواب یہ ہے کہ ابتدا میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کی اجازت تھی بعد میں بحکم قرآن ممانعت ہو گئی چنانچہ تبیین الحقائق کے حاشیہ الشلی میں شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن القلیح (متوفی 1021ھ) فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے وہ محمول ہے ابتدائی دور میں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔) تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے امام کے پیچھے قراءت کرنا چھوڑ دیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب آپ علیہ السلام نے صحابی کو پیچھے قراءت کرتے سنا تو فرمایا: کون ہے جو مجھ سے قرآن میں جھگڑتا ہے۔ اور ایک جواب یہ ہے کہ یہ امام کے علاوہ پر محمول ہے جیسا کہ صراحت ہے خلال کی سند کے ساتھ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوف مروی ہے۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب اسلاوة، آداب اسلاوة، جلد 1، صفحہ 131، المطبعة الکبریٰ لاہور، القاہرہ)

(4) قراءت خلف الامام کے جواز پر ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ صحیح ابن حبان میں ہے: ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الدَّهْلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْزِي وَصَلَاةٌ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِغَيْرِ حَوَاجَتِكَ. قُلْتُ: وَإِنْ كُنْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي وَقَالَ: اقْرَأْ فِي نَفْسِكَ)) (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز درست نہیں۔ میں نے عرض کی اگر میں امام کے پیچھے ہوں۔ تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اس صورت میں اپنے دل میں قراءت کر لے۔

(حجین جان، کتاب اسلاؤ، ذکر اصحاح العسلی اسلاؤ اور المیزان علیہ السلام، کتاب، جلد 5، صفحہ 51، سلسلہ اسلاؤ، بیروت)

احناف کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ اپنے دل سے امام کی قراءت فاتحہ پر غور کرو۔ دوسرا یہ کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ذاتی قول ہے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے ایسا سنا ہے اور ہماری طرف حج صرف مرفوع احادیث ہیں۔

باب نمبر 229

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا کہے

314- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرَى قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ

315- وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَسَنِ بِمَكَّةَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي بِهِ، قَالَ: كَانَ إِذَا دَخَلَ قَالَ: رَبِّ افْتَحْ لِي بَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: رَبِّ افْتَحْ لِي بَابَ فَضْلِكَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أَسِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ فَاطِمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرَى إِنَّمَا عَاشَتْ فَاطِمَةَ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو محمد (اپنی ذات مبارکہ) پر درود و سلام بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے ”رب اغفر لی الخ“ اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو درود و سلام کے بعد یوں دعا مانگتے ”رب اغفر لی الخ“ اے رب میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ علی بن حجر بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل بن ابراہیم نے فرمایا: میں نے مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن حسین سے ملاقات کی تو ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی، ”جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے“ اے میرے رب! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے“ اور جب باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے ”اے میرے رب! میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے“ اس باب میں حضرت ابو حمید، ابو اسید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابویسعی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ”حسن“ ہے۔ اور اس کی سند متصل نہیں (کیونکہ) فاطمہ بنت حسین نے فاطمہ کبریٰ

کو نہیں پایا، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد صرف چند ماہ حیات رہیں۔

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهُرًا

ترجمہ حدیث 314: (الفاظ ترمذی فی سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، حدیث 771، ج 1، ص 253، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

ترجمہ حدیث 315:

شرح حدیث

حضرت فاطمہ الکبریٰ سے مراد:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

پہلی فاطمہ سے مراد امام حسین کی بیٹی اور امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے حسن کی زوجہ ہیں، انہوں نے اپنی دادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سے روایت کی ہے، لہذا فاطمہ کبریٰ سے مراد بتول زہرا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادی ہیں، ان کی شان و عظمت کی وجہ سے ان کو کبریٰ کہا ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الخ، ج 2، ص 614، دار الفکر، بیروت)

مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پاک پڑھنے کا وقت اور حکمت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی اپنی ذات پر) پر درود اور سلام بھیجتے)) یہ قول مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اور بعد دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور اولیٰ اولیٰ ہے۔ پھر اس میں تعلیم امت کے علامہ حکمت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ذات پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ اوروں پر آپ کی ذات پر ایمان لانا واجب ہے پس جس طرح اوروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مطلوب ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنی ذات پر درود بھیج کر اپنی تعظیم مطلوب ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الخ، ج 2، ص 614، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرزاق مناوی (متوفی 1031ھ) دخول مسجد کے وقت درود پاک پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

اس مقام پر درود پاک پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ مساجد اللہ عزوجل کا ذکر کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا

محل ہیں۔
(تیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج 1، ص 82، مکتبۃ الامام الغنی، ریاض)

علامہ محمد بن عبدالبہاوی التتوی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

((اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو)) امت کے لئے مشروع کرنے کے لئے اور بیان کرنے کے لئے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم امت کے حکم کی طرح ہی ہے حتیٰ کہ اپنی ذات پر سلام بھیجنے میں بھی سوائے ان باتوں کے جو دلیل کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے ہوئے درود پڑھنا

اس وجہ سے مشروع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مسجد میں داخل ہونے اور خیر عظیم تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ضرور ہونا چاہیے۔
(ماہیہ السنذی علی سنن ابن ماجہ، باب الدعا عند الدخول، ج 16، ص 259، دارالمنیر، بیروت)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سوال رحمت اور خارج ہوتے وقت سوال فضل کی حکمت:

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

رحمت کو مسجد میں دخول کے ساتھ خاص اس وجہ سے کیا گیا کہ داخل ہونے والا آخرت کا طالب ہے اور فضل کو مسجد سے نکلنے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ انسان مسجد سے دنیا میں طلب معاش کے لئے نکلتا ہے اور فضل سے وہی مراد ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرو۔

(كشف المشكل من حديث الصحیحین، كشف المشكل من سنن ابی اسید مالك، ج 2، ص 136، دارالمنیر، بیروت)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاید رحمت کو مسجد کے داخلے کے ساتھ اور فضل کو مسجد سے نکلنے کے ساتھ خاص کرنے میں راز یہ ہے کہ بے شک جو مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس چیز میں مشغول ہوتا ہے جو اسے اس کے ثواب اور اس کی جنت کے قریب لے جاتی ہے پس رحمت کا ذکر مناسب ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو وہ رزق حلال کی طلب میں مشغول ہوتا ہے لہذا فضل کا ذکر مناسب ہوا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرو۔
(مرآة الفاع، باب المسجد مواضع الخ، ج 2، ص 596، دارالمنیر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

اور علامہ طیبی رحمہ اللہ کے حوالے سے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے بارے میں رحمت اور فضل کے فرق کا نکتہ ما قبل میں گزر چکا ہے اور میرے دل میں یہ خیال گزرا ہے واللہ اعلم، ہو سکتا ہے وہی نکتہ ہو کہ بے شک داخل ہونے والا جب عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ عبادت سے حاصل ہونے والی رحمت کو طلب کرتا ہے پس بے شک اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔ اور جب مسجد سے نکلنے والا مباح امور کی طرف متوجہ ہو تو اس وقت مناسب یہی ہے کہ وہ رحمت و عنایت کے سبب اور عبادت کو ملانے بغیر اللہ عزوجل سے اس کا فضل طلب کرے۔
(مرآة الفاع، باب المسجد مواضع الخ، ج 2، ص 814، دارالمنیر، بیروت)

طلب مغفرت کی وجہ:

اس حدیث میں اور اس سے ما قبل کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا امت کی مشروعیت کے

لئے ہے کیونکہ (عام) انسان تمام اوقات میں کوتاہیوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی طرف غفران کی نسبت کرنا ملک جبار عزوجل کی بارگاہ میں اپنے آپ کو انکساری کے ساتھ متصف کرتے ہوئے ہے۔

(فیض القدر شرح الجامع الصغیر باب کان وہی الشمال، ج 5، ص 129، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر)

مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کے اذکار کا مجموعہ:

علامہ سبئی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس بارے میں کثیر اذکار وارد ہیں..... اور تحقیق میں (علامہ نووی) نے ان کو تفصیل کے ساتھ "کتاب الاذکار" میں

جمع کرویا ہے اور اس کا مختصر مجموعہ یہ ہے: ((أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ العظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں اللہ عزوجل کے نام سے شروع اور تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل! درود بھیج محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ال پر، اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور لیکن نکلنے ہوئے یوں کہے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) یعنی اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا

سوال کرتا ہوں۔" (شرح النووی علی مسلم، باب ما يقول اذا دخل المسجد، ج 5، ص 224، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کی دعا کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت:

صحیح مسلم میں مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کی دعا کے بارے میں وارد روایت اس طرح ہے: ((قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو پس وہ یوں کہے: ((اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب نکلے تو

یوں کہے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم، باب ما يقول اذا دخل المسجد، ج 1، ص 494، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد میں دخول و خروج کی دعائیں، مذاہب ائمہ

عند الاحتاف:

علامہ حسن بن عمار الشربلائی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

اور مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یوں کہنا مستحب ہے: ((اللهم افتح لي ابواب رحمتك)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور نکلتے ہوئے یوں کہے: ((اللهم اني أسألك من فضلك)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

(مراقی الفلاح، فصل فی تحیۃ المسجد، ج 1، ص 149، المکتبۃ المصریۃ، بیروت)

اس کے تحت علامہ سید احمد طحاوی حنفی (متوفی 1231ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے جیسا کہ احادیث طیبہ اس پر دال ہیں۔

(ماویۃ الطحاوی علی المراقی، فصل فی تحیۃ المسجد، ج 1، ص 396، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

عند الختایبہ:

علامہ موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم حنبلی (متوفی 968ھ) فرماتے ہیں:

جب نمازی مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنا دایاں قدم پہلے داخل کرے اور یوں کہے: ((بسم اللہ أعوذ بالله العظیم وبوجهه الکریم وسلطانه القديم من الشیطان الرجیم الحمد لله اللهم صل وسلم علی محمد اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب رحمتک)) یعنی اللہ عزوجل کے نام سے شروع، میں مردود شیطان سے اللہ العظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں، تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل! درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر، اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو پہلے بائیں قدم باہر نکالے اور یوں کہے: ((بسم الله اللهم صل وسلم علی محمد اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب فضلك الله انی أعوذ بك من إبلیس وجنوده)) اللہ عزوجل کے نام سے شروع، اے اللہ عزوجل! درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(الاتقاع فی فہر الامام احمد، باب المعنی الی الصلاۃ، ج 1، ص 111، دار المعرفۃ، بیروت)

عند الشوائع:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یوں کہنا مستحب ہے: ((أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِيهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِاسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ اعظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں اللہ عزوجل کے نام سے شروع اور تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل درود بھیج محمد پر اور محمد کی آل پر صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ عزوجل میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے نکلے تو اسی کی مثل کہے مگر یوں کہے: ((وَأَفْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ)) میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ اور داخل ہوتے ہوئے دایاں قدم رکھے اور باہر نکلتے ہوئے بائیں قدم نکالے۔

(المجموع شرح المہذب، فصل فی المساجد وادعائها، ج 2، ص 179، دار الفکر، بیروت)

علامہ ذکریا بن محمد بن ذکریا الانصاری شافعی (متوفی 926ھ) "المجموع" سے مذکورہ بالا دعائیں نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں:

پس اگر نمازی پر یہ دعا طویل ہو تو پس اسی پر اقتصار کرے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یوں کہے: ((اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب نکلے تو یوں کہے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(افنی الطالب، فصل فی احکام المساجد، ج 1، ص 187، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

عند المآلک:

علامہ ابن الحاج مالکی (متوفی 737ھ) فرماتے ہیں:

اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اس بارے میں جو دعا وارد ہوئی ہے اس کے پڑھنے میں سنت کی پیروی کی نیت کرے اور یوں کہے: ((بِسْمِ اللَّهِ)) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ پھر یوں کہے: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بھی سنت کی پیروی کی نیت کرے یوں کہ پہلے بائیں قدم باہر نکالے دایاں قدم پیچھے رکھے اور نکلتے ہوئے اس بارے میں جو دعا وارد ہوئی ہے اس میں بھی سنت کی پیروی کی نیت کرے اور یوں کہے: ((بِسْمِ اللَّهِ)) اللہ عزوجل

کے نام سے شروع، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یوں کہے: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ قَلْبِيْ وَكَلِمَاتِيْ اَتَمُوْكَتَبَ فَحَسْبِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور داخل ہوتے ہوئے بائیں قدم پیچھے رکھنے اور نکلتے ہوئے بائیں قدم نکالنے میں بھی سنت کی نیت کرے پس بے شک سنت اس بات پر وارد ہوئی ہے کہ ہر گندی چیز کو بائیں سے لیا جائے گا اور ہر پاک چیز کو دائیں سے لیا جائے گا۔

(المدخل لابن الحاج، فصل فی الخروج الی السجدة، ج 1، ص 48، 45، 46 مترجم و تفسیر)

باب نمبر 230

بَابُ مَا جَاءَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْجِعْ زَوْجَتَيْنِ

جب داخل مسجد ہو تو دو رکعتیں پڑھے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ادا کر لے۔

اس باب میں حضرت جابر، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ذر اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابویوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ محمد بن عجلان اور متعدد راویوں نے یہ حدیث عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے مالک بن انس کی مثل روایت کیا ہے۔

اور سہیل بن ابی صالح نے اس حدیث کو عامر بن عبد اللہ بن زبیر اور عمرو بن سلیم کے واسطے کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور حضرت ابو قتادہ کی حدیث صحیح ہے۔ اور اس حدیث پر ہمارے علما کا عمل ہے اور ان کے نزدیک مستحب ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کرے مگر یہ کہ اسے کوئی عذر ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں: سہیل کی حدیث خطا ہے (امام ترمذی فرماتے ہیں)

316 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ غَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ الزُّرْقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْجِعْ زَوْجَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي أَمَامَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ غَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، نَحْوِ رِوَايَةِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَرَوَى سَهِيلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ غَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا حَدِيثٌ غَيْرٌ مُخْفُوظٌ، وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا: اسْتَحَبُّوا إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ أَنْ لَا يَجْلِسَ حَتَّى يُصَلِّيَ زَوْجَتَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ عُذْرٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: وَحَدِيثُ سَهِيلِ بْنِ أَبِي

صَالِحٍ خَطِّبًا أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ مَدِينَةَ كَمَا قَالَ فِي حِوَالِهِ مِنْ خَيْرِ مَنْ عَنِ اسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ لَمْ
 إِتْرَابِهِمْ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ
 وَی ہے۔

تخریج حدیث 318: (مکمل النظار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاصل اہم اسجد، حدیث 444، ج 1، ص 98، دار طوق النہال، تصحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ السافرین، باب اہم ابی
 اسجد، حدیث 714، ج 1، ص 100، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جانی الصلوٰۃ عند دخول المسجد، حدیث 467، ج 1، ص 127، مکتبہ
 احمدیہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب فرض تکبیر الاولی، حدیث 884، ج 2، ص 124، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القدر الصلوٰۃ والار
 فیہا، باب من دخل المسجد، حدیث 1013، ج 1، ص 324، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ سحبی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھے)) اور ایک دوسری روایت میں ہے: ((پس وہ نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعتیں پڑھ لے)) اس حدیث پاک میں دو رکعت تحیۃ المسجد کا ثبوت ہے اور اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔"

(شرح النووی علی سلم، باب استحباب تحیۃ المسجد، ج 5، ص 225، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نماز پڑھے)) یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی، ظاہر یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے ((دو رکعتیں)) یعنی تحیۃ المسجد یا جو اس کے قائم مقام فرض یا سنت نماز ہو غیر مکروہ وقت میں ہمارے نزدیک یا طواف ((بیٹھنے سے پہلے)) مسجد کی تعظیم کرتے ہوئے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج 2، ص 596، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((فلیرکع)) اس کا اطلاق اوقات مکروہ وغیر مکروہ کو شامل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور جو اس بات کے قائل نہیں ہیں وہ اس کو اوقات غیر مکروہہ ساتھ خاص کرتے ہیں اور حدیث میں حکم استحبابی ہے جیسا کہ اس پر کتاب میں موجود دوسرا ترجمہ الباب اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ تحیۃ المسجد فرض نماز سے بھی ادا ہو جائے گی لہذا حدیث کو اس بات کے ساتھ خاص کرنا باقی نہیں رہا کہ "جب فرض نماز قائم نہ ہو۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مافیۃ السنن علی من سنائی، کتاب المساجد، ج 2، ص 54، دار المنیر، بیروت)

علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

اور بعض عوام جو پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ پھر حدیث کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے اس کا مستحب ہونا اس کے ساتھ خاص ہے جو مسجد میں بیٹھنے کے ارادے سے آیا ہو اور اکثر وغالب کا اعتبار کرتے ہوئے بیٹھنے سے مقید ہونے کا احتمال ہے۔ اور جو نماز کے مکروہ وقت میں مسجد میں داخل ہو یا وہ محدث ہو تو وہ چار مرتبہ یوں کہے: (سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ) اور بعض نے (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ) کو بھی زائد کیا تو بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ بے شک یہ کہنا ثواب میں دو رکعتوں کے برابر ہے۔

اور اس بات کی تائید وہ حدیث پاک کرتی ہے جو حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہم جو کہ بڑے امام اور تابعی ہیں ان سے صحیح طور پر مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيهِ فَإِنَّ لَكَ تَصَلُّ فَاصْبِرْ إِلَيْهِ فَكَانَتْ كَقَدِّ صَلَّيْتَ)) ترجمہ: جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز ادا کر پس اگر تو نماز ادا نہ کر پائے تو اللہ عزوجل کا ذکر کر لے تو یہ ایسا ہی ہے کہ تو نے نماز ادا کر لی۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اور طواف کا ارادہ ہے تو طواف سے ابتدا کرے وگرنہ نماز پڑھے برخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے یوں کہہ کر اس کے خلاف کا وہم کیا: ”مسجد الحرام کی تحیت اس کا طواف کرنا ہے۔“ پھر حدیث کا ظاہر اس چیز کا مقتضی ہے کہ تحیت بیٹھنے سے فوت ہو جاتی ہے لیکن امام ابن حبان نے حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس کو صحیح قرار دیا کہ انہوں نے فرمایا: ”میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا تشریف فرما تھے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَا أَبَا ذَرٍّ لِمَسْجِدٍ تَحِيَّةٌ وَإِنَّ تَحِيَّتَهُ رَكْعَتَانِ فَقَدْ قَبَّلَكُمَهُمَا)) ترجمہ: ”اے ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! مسجد کے لئے تحیت ہے اور بے شک اس کی تحیت دو رکعتیں ہیں تو پس کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ وہ کہتے ہیں: پس میں کھڑا ہوا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اسی سے اخذ کیا گیا ہے کہ زائر (روضہ پاک کی زیارت کرنے والا) جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو پہلے دو رکعت پڑھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور آپ کی بکریم پر اللہ عزوجل کا حق اور اس کی تعظیم مقدم ہے۔“

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الحج، ج 2، ص 597، دار الفکر بیروت)

تحیۃ المسجد کے بارے میں مذاہب ائمہ

عند الاحناف:

علامہ حسن بن عمار الشربزالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مسنون ہے وہ ان کو بیٹھنے سے پہلے غیر مکروہ وقت میں ادا کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر کہ ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يَرْكُعَ رَكْعَتَيْنِ)) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔ اور فرض کی ادائیگی بھی اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح ہر وہ نماز جو مسجد میں داخل ہونے وقت اس نے بغیر تحیۃ المسجد کی نیت کے ادا کی (وہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی) کیونکہ تحیۃ المسجد، مسجد کی تعظیم اور حرمت کی وجہ سے ہے اور وہ آنے والے کی پڑھی ہوئی نماز سے حاصل ہوگی اور ہمارے نزدیک بیٹھنے سے تحیت فوت نہیں ہوتی اگرچہ پہلے پڑھنا افضل ہے اور اگر اسی دن اس کا مسجد میں داخل ہونا مقرر ہو تو وہی

(مرآة اللعاب، فصل فی تحمیت المسجد، ص 18، ج 148، مکتبہ احقریہ بیروت)

دور کعتیں اسے کفایت کریں گی۔

عند الحیا بلہ:

علامہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور مستحبات میں سے تحمیت المسجد بھی ہے) لہذا مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے بیٹھنے سے قبل دور کعتیں پڑھنا

مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين)) جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے

دور کعتیں پڑھے۔ (متفق علیہ) اگر وہ بیٹھ جائے تو سنت یہ ہے کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت جابر رضی

اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ((جاء سلیک الغطفانی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرخطب فجلس فقال "یا

سلیک لہ فارکع رکعتین وتجاوز فیہما)) ترجمہ: سلیک غطفانی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے

پس وہ آکر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلیک! کھڑے ہو کر دور کعتیں پڑھو اور ان میں اختصار کرو۔

(الشرح الکبیر، مسئلہ تہی مسجد بعد الخ، ج 1، ص 739، دارالکتب العربیہ للشرح والنحو ج)

علامہ موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم حنبلی (متوفی 968ھ) فرماتے ہیں:

پس جب مسجد میں داخل ہو تو اگر غیر مکروہ وقت ہو تو بیٹھنے سے پہلے تحمیت المسجد کی دور کعتیں ادا کرے۔

(الاتقاع فی فقہ الامام احمد، باب اشیء الصلاۃ، ج 1، ص 111، دار المعرفۃ بیروت)

عند الشوافع:

علامہ ابوالحسن احمد بن محمد بن الحاملی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

ہر وہ شخص جو مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے بیٹھنے سے قبل دور کعتیں پڑھنا مستحب ہے خواہ وہ کسی بھی وقت داخل ہو اور

یہ اس کے لئے جو احیاناً مسجد میں داخل ہو بہر حال جو ایک ہی وقت میں بار بار مسجد میں داخل ہو تو اگر وہ ہر دفعہ تحمیت المسجد نہ بھی ادا

کرے تو میں امید کرتا ہوں کہ اسے یہ کفایت کرے گا۔ (المبایع فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 144، دارالافتاء، دارالمدینۃ المنورہ)

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور جو مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے دو رکعات تحمیت المسجد ادا کرنا مستحب ہے اس حدیث پاک کی وجہ سے جو حضرت

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے نے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إذا جاء أحدكم المسجد

فلینصل سجدةین من قبل ان یجلس)) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ادا کرے۔ پس اگر وہ داخل ہو اور جماعت قائم ہو چکی ہو تو پھر تحیۃ المسجد ادا نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ فرمایا: ((إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة)) ترجمہ: جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ فرض کی ادائیگی سے بھی تحیۃ المسجد حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ فرض حج ادا کرنے سے حرم میں داخلے کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاة الطلوع، ج 1، ص 161، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن احمد الشاشی القفال شافعی (متوفی 507ھ) فرماتے ہیں:

”وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ لِفَرْضٍ حَازَ أَنْ يُصَلِّيَ تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ فِي وَقْتِ النَّهْيِ وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ إِلَّا لِيُصَلِّيَ التَّحِيَّةَ فِي وَقْتِ النَّهْيِ ثُمَّ يَخْرُجُ فِيهِ وَجْهَانِ أَحَدُهُمَا يَحُورُ“ ترجمہ: اور جو مسجد میں فرض نماز کے لئے داخل ہو تو اس کے لئے مکروہ وقت میں بھی تحیۃ المسجد ادا کرنا جائز ہے اور جو شخص صرف تحیۃ المسجد کے لئے ہی وقت مکروہ میں مسجد میں داخل ہو پھر مسجد سے نکلے تو اس میں دو قوال ہیں ان میں سے ایک جواز کا قول ہے۔

(حلیۃ العلمانی مترجم مذاہب الفقہاء، فصل اذا اذکر من السجود، ج 2، ص 153، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

علامہ ابو الحسن عینی بن ابی الخیر شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

پس اگر مسجد میں داخل ہو اور جماعت قائم ہو چکی ہو یا اس کے داخل ہونے کے بعد اور نماز پڑھنے سے پہلے قائم ہوئی تو وہ تحیۃ المسجد ادا نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر کہ ارشاد فرمایا: ((إذا أقيمت الصلاة . . فلا صلاة إلا المكتوبة)) ترجمہ: جب جماعت قائم ہو تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ تحیۃ المسجد فرض نماز سے بھی حاصل جاتی ہے۔ پس اگر وہ فرض یا سنن میں سے کچھ ادا کرے اور اس سے فرض اور تحیۃ المسجد یا سنت اور تحیۃ المسجد کی نیت کرے تو جائز ہے اس لئے تحیۃ المسجد بغیر تحیۃ کی نیت کے بھی ہو جاتی ہے لہذا اس موقع پر تحیۃ المسجد کی نیت کرنا صحیح ہے۔

(الایمان فی فقہ الامام الشافعی، مسئلۃ تحیۃ المسجد، ج 2، ص 286، دارالمنہاج، بیروت)

عند المالکی:

علامہ محمد بن یوسف غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

(تحیۃ المسجد مستحب ہے) قاضی عیاض فرماتے ہیں: تحیۃ المسجد فضیلت والی بات ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ

(التاج والاکلیل للفقہ علیل، باب فی صلاة الطلوع، ج 2، ص 374، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

واجب نہیں ہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ خزئی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ نماز پڑھے گا تو وہ اسے حصول ثواب کے ساتھ ساتھ جگہ کو عبادت میں مشغول کرنے کے حوالے سے حجیۃ المسجد کے قائم مقام ہونے میں کفایت کرے گی جبکہ وہ فرض سے فرض اور تحیت کی نیت کرے یا فرض کو اس کا نائب بنانے کی نیت کرے جیسا کہ غسل جنابت میں ہوتا ہے۔

(شرح مختصر عمیل للخرئی، فصل فی بیان صلاۃ التلوغ، ج 2، ص 5، دار الفکر للطباعة، بیروت)

باب نمبر (231)

مَا جَاءَ أَنَّ الْأَرْضَ كُلَّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَشْهُزَّةُ وَالْحَمَامُ
(قبرستان اور حمام کے سوا ساری زمین مسجد ہے)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔

اس باب میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت انس، حضرت ابوامامہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ ان سب کا کہنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے۔

امام ابویسٰی ترمذی فرماتے ہیں: ابوسعید کی حدیث، عبدالعزیز بن محمد سے دو روایتوں کے ساتھ مروی ہے، بعض نے ابوسعید کا ذکر کیا اور بعض نے نہیں کیا۔

اس حدیث میں (سند کے لحاظ سے) اضطراب ہے۔ سفیان ثوری نے عمرو بن محیی کے واسطہ کے ساتھ ان کے والد سے مرسل روایت کی۔ اور حماد بن سلمہ نے عمرو بن محیی اور ان کے والد (محیی) اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اور محمد بن اسحاق نے عمرو بن محیی اور محیی کے واسطہ سے مرسل روایت نقل کی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: عام روایتیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

317- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَأَبُو عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبِرَةَ وَالْحَمَامَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَذِيفَةَ، وَأَنْسِ، وَأَبِي أَمَامَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ قَالُوا: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَطَهُورًا، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثٌ أَبِي سَعِيدٍ قَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَوَاتَيْنِ: مِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهُ، وَهَذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ، رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، وَرَوَاهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: وَكَانَ غَامَةً

رَوَاتِهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَدْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَكَانَ رِوَايَةُ الشُّورِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْبَتٌ وَأَصَحُّ

عند سے مروی ہیں لیکن اس روایت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، گو یاسفیان ثوری کی روایت عمرو بن یحییٰ اور ان کے والد (یحییٰ) کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے وہ زیادہ ثابت اور زیادہ مستند ہے۔

ترجیح حدیث 303: سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب المواضع التي لا تجوز فيها الحديث 482، ج 1، ص 132، المكتبة المصرية بيروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الساجد والمجاهد، باب المواضع التي ذكره فيما...، حدیث 745، ج 1، ص 248، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت

شرح حدیث

حمام اور قبرستان کب مسجد ہوں گے، کب نہیں:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"حمام مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) ہونے سے اس وقت نکلے گا جبکہ وہاں نجاست ظاہر ہے یا اس جگہ نماز پڑھے جس میں غسل کا پانی موجود ہو، بہر حال اگر وہ کسی پاک جگہ نماز پڑھے یا نماز پڑھنے کی جگہ کو دھو کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے ایسے ہی قبرستان مسجد ہونے سے اس وقت خارج ہوگا جب اس میں مردوں کی پیپ وغیرہ اس میں ظاہر ہوں، بہر حال اگر وہاں پاک جگہ نماز پڑھے تو جائز ہے۔"

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((ساری زمین مسجد ہے)) یعنی اس میں بغیر کراہت کے نماز جائز ہے ((مگر مقبرہ اور حمام)) ابن الملک کہتے ہیں: پس بے شک نماز اس جگہ مکروہ ہے۔ اور شارح منیہ فرماتے ہیں: اور قبرستان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہاں نماز کے لئے جگہ موجود ہو اور کوئی قبر نہ ہو۔"

قبرستان اور حمام میں حصر نہیں:

علامہ محمد بن عبدالبہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"((سوائے مقبرہ اور حمام کے)) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اور جو اس کے معنی میں ہو، پس ان دو کے علاوہ جن جگہوں پر نماز پڑھنے سے دیگر روایات میں منع کیا گیا ہے ان سے اشکال وار نہیں ہوگا۔"

(حاشیہ السنی علی سنن ابن ماجہ، باب المواضع اتی مکروہ، ج 1، ص 252، مدار النیل، بیروت)

مذکورہ حدیث مرسل یا مسند اور صحیح یا غیر صحیح:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"((زمین تمام کی تمام مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام)) اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن اس کے وصل اور ارسال کے حوالہ سے اختلاف ہے اور اس کے باوجود امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اس کی صحت کا حکم دیا ہے۔"

(صحیح البہاری لابن ماجہ، باب کرمیۃ اصلاۃ فی القار، ج 1، ص 529، مدار النیل، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(اس حدیث پاک کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا) اور امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث میں مرسل اور منہ ہونے کے اعتبار سے اضطراب ہے اور انہوں نے ذکر کیا کہ بے شک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ارسال کیا ہے اور وہ اصح اور اوثق ہے، اہ۔ اور تحقیق اس حدیث پاک کو امام ابو داؤد نے مسند روایت کیا ہے اور جنہوں نے اس کو وصل کیا ہے وہ بھی ثقہ ہیں۔ پس اس کا مرسل ہونا اسے ضرر نہیں دیتا، اسی طرح میرک نے ذکر کیا۔ (دارمی نے روایت کیا) امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد وما ینحی عنہا، ج 2، ص 617، دار الفکر بیروت)

"تمام زمین مسجد ہے" اس عموم سے بعض جگہیں خارج ہیں:

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

جو حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ "میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی" یہ اپنے عموم پر نہیں، خاص منہ بعض ہے کہ دیگر احادیث میں بعض جگہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، پس ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: (الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبُرَةَ وَالْحَتَمَاءَ) ترجمہ: زمین ساری کی ساری مسجد ہے سوائے قبرستان اور حتام کے۔ اور اس حدیث پاک کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا کہ اس کی تمام اسانید صحیح ہیں..... اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو روایت کیا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبُرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحَتَمَاءِ وَفِي مَعَاظِنِ الْبَابِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا خانہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بلند حصہ (5) حتام میں (6) اونٹوں کے باڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس کی اسناد قوی ہے۔ اور تحقیق زید بن جمیرہ کے قوت حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا گیا ہے۔ اور امام مسلم نے جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے جس میں اونٹوں کے بیٹھنے کے جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اور امام ابو داؤد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی: ((لَا تَصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْبَابِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ)) یعنی اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطانی جگہیں ہیں۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی: ((لَا تَصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْبَابِلِ فَإِنَّهَا خَلِقَتْ مِنَ الشَّيْطَانِ)) ترجمہ: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ وہ شیطان سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ اور امام مسلم

نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی: (لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ) یعنی قبور کو مساجد نہ بناؤ۔

اور امام ابو داؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی: ((إِنَّ حَتَّىٰ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أَصْلِيَ فِي الْمَقْبَرَةِ وَنَهَانِي أَنْ أَصْلِيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ)) ترجمہ: مجھے میرے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں اور اونٹوں کے پاڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ جگہیں ملعون ہیں۔

(طرح التقریب فی شرح التقریب، حدیث جملت لی الارض مسجد، ج 2، ص 105، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ممنوعہ جگہوں پر نماز کے منع ہونے کی وجوہات:

"اور ان منع کردہ جگہوں میں سے بعض وہ ہے جن میں نماز کے منع کا سبب ایک قول کے مطابق نجاست کا غلبہ ہے جیسا کہ کوڑا خانہ میں، مدح خانہ میں، قبرستان میں، حمام میں اور اونٹوں کے پاڑے میں۔ منع کا سبب ایک دوسرے قول کے مطابق تشویش کا خوف اور دل جمعی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ راستہ کے بلند حصہ میں اور اونٹوں کے پاڑے میں۔ ایک اور قول کے مطابق منع کا سبب شیاطین کا حاضر ہونا ہے جیسا کہ حمام اور اونٹوں کے پاڑے میں۔

اسی طرح وادی کے پست حصہ میں نماز پڑھنا جیسا کہ دوسری حدیث میں موجود ہے اور قبلہ مستقبلہ کا نہ ہونا جیسا کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا کیونکہ وہاں ایسی کوئی بلند شے موجود نہیں ہے کہ جس کی طرف منہ کیا جائے۔ اور ان میں بعض جگہوں میں نماز پڑھنا حرام ہے اور بعض جگہوں میں مکروہ جیسا کہ فقہ اور ان احادیث میں جہاں کلام ہوتا ہے ان مقامات پر جانا جاسکتا ہے۔"

(طرح التقریب فی شرح التقریب، حدیث جملت لی الارض مسجد، ج 2، ص 105، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

زمین رافع حدیث ہے اور تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی:

"(اس باب کی دوسری) حدیث پاک سے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ بے شک تیمم حدیث کو دور کر دینا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان "طهروا" میں زمین اور پانی کے درمیان برابری رکھی اور یہ مبالغہ کے اوزان میں سے ہے جیسا کہ "قول" اور "ضروب....." اور اسی طرح جو لوگ تیمم میں استعمال کی گئی مٹی سے دوبارہ تیمم کرنے کو رو جانتے ہیں وہ بھی لفظ طہور سے استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ فحول کا صیغہ تکرار پر دلالت کرتا ہے۔"

(طرح التقریب فی شرح التقریب، حدیث جملت لی الارض مسجد، ج 2، ص 109، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تیمم اور تمام زمین میں نماز کی اجازت اس امت کا خاصہ ہے:

اس میں یہ ہے کہ امام سابقہ میں سے کسی کے لئے بھی تیمم کی رخصت نہیں دی گئی، اسی طرح ان میں سے کسی کو تمام زمین

میں نماز پڑھنا کی رخصت بھی نہیں دی گئی۔ اس خصوصیت کے ساتھ اللہ عزوجل نے صرف اس امت کو ان پر رحمت اور تخفیف کرتے ہوئے خاص کیا ہے اور وہ رب ایسے ہی اس امت پر رحمت فرمانے والا ہے اور اسی کے لئے فضل و احسان ہے۔

(طرح المزیبی فی شرح المزیبی، حدیث صحت لی الارض مسجد، ج 2، ص 109، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس امت کے لئے تمام زمین کے مسجد ہونے کی تخصیص کی صورت:

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا، اس معاملہ میں پچھلی امتوں کے مقابلے اس امت کو جو خاص کیا گیا اس کی بیان صورت میں اختلافات ہے، تو ایک قول یوں ہے کہ بے شک سابقہ امتوں کے لئے صرف مخصوص جگہوں میں نماز جائز تھی جیسا کہ ان کے کلیسا اور گرجا اور اس امت کے ہر جگہ نماز کی ادائیگی جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف اسی زمین میں نماز پڑھتے تھے جس کی طہارت کا انہیں یقین ہوتا تھا اور اس امت کو سوائے یقینی طور پر نجس زمین کے ساری زمین میں نماز کے جائز ہونے کی خصوصیت عطا کی گئی ہے۔ ان دونوں اقوال کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

(طرح المزیبی فی شرح المزیبی، حدیث صحت لی الارض مسجد، ج 2، ص 105، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

احادیث کی روشنی میں خصائص کی تعداد:

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((فَضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بَيْتًا أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَائِمُ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَهْرًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلَتْ إِلَى الْخَلْقِ كَهَافَةَ وَعَيْتَمَ بِي النَّبِيُّونَ)) (ترجمہ: مجھے لوگوں پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) مجھے جوامع الکلم کا خاصہ عطا فرمایا گیا ہے (2) اور میری رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے (3) اور میرے لئے غنیموں کو حلال کر دیا گیا (4) اور میرے لئے ساری زمین کو پاکیزہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے (5) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے (6) مجھے نبیوں کا خاتم بنا دیا گیا ہے۔ اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، واللفظ للبخاری: ((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرٌ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا فَاتَمَّ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَائِمُ وَكَمْ تَجَلَّى لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيُبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) (ترجمہ: مجھے پانچ چیزیں وہ عطا فرمائی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی گئیں (1) میری ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے مدد کی گئی ہے (2) اور میری لئے ساری زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دیا گیا ہے پس میری امت میں سے کوئی شخص بھی نماز کو (کسی جگہ بھی) پالے تو وہ اسے ادا کر لے (3) اور

میرے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کی گئیں (4) مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی (5) اور کئی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

امام مسلم کی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ((فَضَّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِفَلَاحِ الْعِدَّةِ)) (ترجمہ: مجھے لوگوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی۔)

اور امام احمد اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے، ارشاد فرمایا ((أُعْطِيتَ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقُلْنَا مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ: نَصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُعْطِيتَ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَسُمِّيتَ أَحْمَدًا وَجُعِلَ لِي التُّرَابُ طَهْرًا وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَّةِ)) (ترجمہ: مجھے وہ خاص ناص عطا کئے گئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کئے گئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میری رعب کے ذریعہ مدد فرمائی گئی ہے اور مجھے زمین کی چابیاں عطا فرمائی گئیں ہیں اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے اور میرے لئے مٹی کو پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنا گیا ہے۔

تو ایک حدیث پاک میں چھ خصائص کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ایک میں پانچ کا اور ایک میں تین کا اور ایک میں مطلق رکھا گیا ہے اور اس میں ان خصائص کو بیان کیا ہے جن کو ان احادیث میں بیان نہیں کیا گیا جن میں خصائص کی تعداد کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس چیز کا امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ تعداد کا ذکر حصر پر دلالت نہیں کرتا۔ وہ فرماتے ہیں: اور یہ بھی ہو سکتا ہے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین خصائص ارشاد فرمائے ہوں اور پھر دوسرے وقت میں پانچ ارشاد فرمائے اور پھر کسی وقت میں چھ ارشاد فرمائے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اٹھی۔

اور احادیث کے مجموعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ خصائص حاصل ہوئے جن میں سے دس ماقبل گزر چکے اور وہ درج ذیل ہیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امع الکلم کا عطا فرمایا جانا اور (2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعہ مدد کا ہونا اور (3) غنائم کا حلال ہونا اور (4) تمام زمین کا مسجد اور پاک کرنے والی ہونا اور (5) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور (6) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا اور (7) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفوں کا فرشتوں کی صف کی مانند ہونا اور (8) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا عطا فرمایا جانا اور (9) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک احمد رکھا جانا اور (10) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا امتوں میں بہترین ہونا (11) اور گیارہویں خصلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا فرمائی گئیں۔ اس کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

(طرح انگریزی شرح المعرب، حدیث صحیح فی الارض، ص 2، ج 2، ص 110، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حمام اور قبرستان میں نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

اونٹوں کے ہاڑے میں، کوڑا خانہ میں، مذبح خانہ میں، غسل خانہ میں، حمام میں، قبرستان میں اور کعبہ کی چھت پر مکروہ ہے۔ اور فتاویٰ میں ہے کہ جب حمام کی کسی ایسی جگہ جسے اس نے دھویا ہو اور جس میں کوئی قصور نہیں ہے اس میں نماز ادا کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح قبرستان میں جبکہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جو نماز کے لئے بنائی گئی ہو اور نہ وہاں کوئی قبر ہو اور نہ ہی نجاست (تو وہاں بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔) (المحررات، نقل ابوہ العزب فی الصلاة، ج 2، ص 35، دارالکتب الاسلامی، بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

بہر حال حمام میں نماز ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عادیہ غسل کا پانی بہنے اور نجاست گرنے کی جگہ ہے لہذا اس کے مطابق اگر وہ حمام والے کی جگہ پر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے اس میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بے شک حمام شیطان کے رہنے کی جگہیں ہیں، تو اس وجہ سے حمام میں ہر جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ اس جگہ کو دھویا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ جہاں تک قبرستان میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو ایک قول یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس میں یہودیوں سے مشابہت ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ آبَائِهِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورَ بَعْدِي مَسْجِدًا)) ترجمہ: اللہ عزوجل نے یہودیوں پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا لہذا میری قبر کو میرے بعد سجدہ گاہ نہ بنانا۔

اور مروی ہے: ((اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِلَى قَبْرِ فَنَادَاهُ الْقَبْرُ الْقَبْرُ فَظَنَّ الرَّجُلُ أَنَّهُ يَقُولُ الْقَبْرَ الْقَبْرَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَمَا زَالَ بِهِ حَتَّى تَنبَسَّ)) ترجمہ: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رات میں قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے ندا دی: قبر، قبر۔ تو وہ شخص یہ سمجھا کہ قبر، قبر (چاند، چاند) پس وہ آسمان کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا پس وہ یونہی دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ گیا۔ لہذا نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قبرستان نجاستوں سے خالی نہیں ہوتے کیونکہ جاہل لوگ قبروں کی بلندی سے پردہ کرتے ہوئے قبر کے پیچھے ہو کر بول و براز کرتے ہیں۔ لہذا جہاں لوگ ایسا کرتے ہیں تو جگہ کے پاک نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ پر نماز جائز نہیں ہے۔

(درائع الصنائع، فصل شرائط اركان الصلاة، ج 1، ص 115، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی فرماتے ہیں:

ان جگہوں میں نماز مکروہ ہے..... قبرستان اور غسل خانہ اور حمام۔ (درالمنار کتاب صلاۃ ص 16، 379 دارالمنار بیروت)

علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

(ماتن کا قول اور قبرستان) اور اس کی علت میں اختلاف کیا گیا ہے پس ایک قول یہ ہے کہ اس میں مردوں کی ہڈیاں اور ان کی پیپ ہوتی ہے اور وہ نجس ہے اور اس میں نظر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے بتوں کی عبادت کی اصل صالحین کی قبروں کو بوجہ گاہ بنانا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے اور خانہ میں اسی وجہ کو بیان کیا ہے۔ اور اگر وہاں نماز کے لئے کوئی جگہ بنائی گئی ہو اور کوئی قبر اور نجاست نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ خانہ میں ہے۔ اور نہ ہی اس کا منہ قبر کی طرف ہو، حلیہ..... (اور ماتن کا قول، حمام میں نماز مکروہ ہے) دو باتوں کی وجہ سے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غسل کا پانی پینے کی جگہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی قیام گاہ ہے تو پہلی صورت میں اگر اس نے وہ جگہ دھو ڈالی تو پھر نماز مکروہ نہ ہوگی اور دوسری صورت میں مکروہ ہوگی اور یہی وجہ حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے اولیٰ ہے ہاں اگر وقت کے فوت ہونے وغیرہ کا خوف ہو تو جائز ہے، امداد۔ لیکن ”فیض“ میں ہے کہ مفتی بہ کراہت کا نہ ہونا ہی ہے۔

بہر حال حمام کے باہر نماز پڑھنا یعنی حمام والے کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنا تو ”خانہ“ میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ”حلیہ“ میں ہے کہ دوسری وجہ کی بنا پر حمام کے باہر بھی نماز کا مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے: اگر حمام اس جگہ سے تبدیل کر دیا جائے تو ایک قول یہ ہے سابقہ حالت پر باقی رکھتے ہوئے کراہت کا احتمال موجود ہے اور کراہت کے زائل ہونے کا بھی احتمال ہے کیونکہ پردے کی جگہوں کے ظاہر کرنے وغیرہ کی وجہ سے ہی شیطان اس جگہ سے مانوس تھا اور پہلی بات ہی زیادہ درست ہے اور اگر وہاں پانی نہ چلایا گیا ہو اور نہ ہی اس کا استعمال کیا گیا ہو تو مکروہ نہ ہونا ہی زیادہ درست ہے کیونکہ یہ لفظ ”حیم“ سے مشتق ہے اور وہ گرم پانی کو کہتے ہیں اور وہ وہاں نہ پایا گیا اور اسی بنیاد پر اگر کسی جگہ کو حمام کی شکل پر بننے کا گھر بنایا گیا تو اس میں بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔

(درالمنار کتاب صلاۃ ص 16، 379 دارالمنار بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد اعلیٰ اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

”مقبرہ میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر ہو اور اس میں قبر نہ ہو تو وہاں نماز میں حرج نہیں اور کراہت اس وقت ہے کہ قبر سامنے ہو اور مصلیٰ اور قبر کے درمیان کوئی شے سترہ کی قدر حائل نہ ہو ورنہ اگر قبر دہنے ہائیں یا پیچھے ہو یا بقدر سترہ کوئی چیز حائل ہو، تو کچھ بھی کراہت نہیں۔“

(بہار شریعت بحوالہ ہندیہ، حصہ 3، ص 637، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور پانچ جگہوں میں نماز صحیح نہیں ہے: (۱) قبرستان نیا ہو یا پرانا (۲) حمام اس کا داخلی حصہ ہو یا خارجی۔ اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور حضرت ابو مرثدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها)) ترجمہ: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا..... امام احمد سے ایک قول یہ مروی ہے کہ ان جگہوں پر نماز کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہے کیونکہ نبی اس معنی کی وجہ سے ہے کہ جو نماز کے علاوہ میں ہے، یہ اس نمازی کے مشابہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں سونے کی انگلی ہو۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے اگر اسے نبی معلوم ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ ممنوعہ کام کا ارتکاب کر رہا ہے اور اگر اسے منع ہونا معلوم نہ ہو تو صحیح ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب شرائط الصلاة، ج 1، ص 223، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) پہلے قول (عدم صحت نماز) کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور پہلا قول ظاہر المذہب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ فرمایا: ((الأرض كلها مسجد إلا للحمام والمقبرة)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر حمام اور قبرستان۔ اس حدیث پاک کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ((أتصلی فی مریض الغنم؟ قال "نعم" قال أتصلی فی مبارك الإبل؟ قال "لا")) ترجمہ: آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے ہیں؟ تو فرمایا: ہاں۔ تو پھر اس نے عرض کیا کہ آپ اونٹوں کے باڑے نماز ادا کر لیتے ہیں؟ تو فرمایا: نہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔ اور یہ احادیث خاص ہیں جو ان کو عمومی احادیث (جن میں تمام زمین کو پاکیزہ فرمایا گیا) پر مقدم ہیں۔

(الشرح الکبیر، مسئلہ من ادک بحیثیۃ، ج 1، ص 478، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور قبرستان میں نماز نہ پڑھے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔ پس اگر وہ قبرستان میں نماز پڑھے تو اس کو دیکھا جائے گا تو اگر وہ ایسا قبرستان ہے کہ اس میں قبروں کو بار بار کھودا گیا ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ تحقیق ایسی صورت میں زمین میں مردوں کی پیپ ٹلی ہوگی۔ اور اگر وہ قبرستان نیا ہو اور اس میں قبروں کو بار بار نہ کھودا گیا ہو تو پھر اس میں نماز صحیح ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ ہے جہاں نجاست دفن ہے اور نماز صحیح ہے کیونکہ وہ شخص جو نماز کو ادا کر رہا ہے وہ پاک ہے اور اگر اسے شک ہو کہ قبروں کو کھودا گیا ہے یا نہیں؟ تو اس میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح نہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ فرض اس کے ذمہ پر باقی رہے اور وہ اس کے ساقط ہونے میں شک ہے اور فرض شک کی وجہ سے اپنے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اصل زمین کا پاک ہونا ہے لہذا شک کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں ہوگا.....

اور حمام میں نماز ادا نہ کرے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر اور ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے کہ کس وجہ سے نماز ممنوع ہے تو ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس میں نجاسات کو دھویا جاتا ہے تو اس بنا پر جب وہ کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جس کا پاک ہونا یقینی ہے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ ایسی جگہ نماز پڑھے کہ اس کی نجاست یقینی ہے تو اس کی نماز صحیح نہیں اور اگر شک ہو تو اس میں دو اقوال ہیں جیسا قبرستان کے بارے میں ہیں، اور ان میں سے بعض نے یہ فرمایا کہ نماز اس وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ شیاطین کی قرار گاہ ہے کیونکہ وہاں ستر کو کھولا جاتا ہے تو اس وجہ کی بنا پر وہاں نماز مکروہ ہے اگرچہ اس جگہ کی طہارت یقینی ہو پس نماز صحیح ہے کیونکہ منع ہونا نماز کی طرف نہیں لوٹتا۔

(الحدیث فی فقہ الامام الشافعی، باب طہارة البدن الخ، ج 1، ص 121، 122، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ خلف بن ابی القاسم القیر دانی مالکی (متوفی 372ھ) فرماتے ہیں: جس نے نمازیوں پڑھی کہ اس کے سامنے غسل خانہ یا قبرستان کی دیوار ہو تو اگر وہ جگہ پاک ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہے اور قبرستان میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور برف پر اور حمام میں بھی جائز ہے جبکہ وہ جگہ پاک ہو اور بکریوں اور گایوں کے پاؤں میں بھی نماز جائز ہے۔

(الحدیث فی اختصار المدونہ، کتاب الصلاة الاول، ج 1، ص 258، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

بہر حال وہ جگہیں کہ جن میں نماز پڑھی جاتی ہے پس بے شک علماء میں سے بعض نے ہر اس جگہ نماز کی اجازت دی کہ جہاں نجاست نہیں ہے اور ان میں سے بعض نے ان میں سے سات جگہوں کا استثنا کیا: کوڑا خانہ، ذبح خانہ، قبرستان، راستہ کا بلند حصہ، حمام، اونٹوں کے ہاڑے، بیت اللہ کی چھت پر۔ اور ان میں سے بعض نے مذکورہ جگہوں میں سے فقط قبرستان کا استثنا کیا ہے اور بعض نے قبرستان اور حمام کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض نے ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا اور باطل قرار نہیں دیا اور یہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی روایات سے ایک ہے اور تحقیق ان سے جواز بھی منقول ہے اور یہ ابن القاسم کی روایت ہے۔ اور ان علماء کے اختلاف کا سبب اس بارے میں احادیث کے ظاہر کا متعارض ہونا ہے اور یہ یوں ہے کہ اس معاملہ میں دو حدیثیں وہ ہیں کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے اور وہ کہ جن کی صحت میں اختلاف ہے۔

بہر حال وہ دو احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عایشان ہے: ((أَعْطِيتُ حَمَسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، وَذَكَرَ فِيهَا: وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا، وَطَهُورًا، فَأَيْنَمَا أَذْكَتُنِي الصَّلَاةُ صَلَّيْتُ)) ترجمہ: مجھے پانچ وہ چیزیں عطا فرمائی گئیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی گئیں، اور ان پانچ میں اس بات کو بھی ذکر فرمایا: اور میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا تو جہاں کہیں میں نماز کا وقت پالیتا ہوں، ادا کر لیتا ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اجْعَلُوا مِن صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا)) ترجمہ: اپنے گروں میں بھی کچھ نماز ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ اور وہ احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق نہیں ہے تو ان میں سے ایک وہ ہے جو مروی ہے: ((أَنَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَنْزِلَةِ وَالْمَجْرَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَامِ وَفِي مَعَاظِنِ الْبَيْلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا خانہ میں (2) ذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بلند حصہ (5) حمام میں (6) اونٹوں کے ہاڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پاک کو روایت کیا۔ اور دوسری وہ حدیث جو یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تَصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْبَيْلِ)) ترجمہ: بکر یوں کے ہاڑے میں نماز ادا کرو اور اونٹوں کے ہاڑے میں نماز ادا نہ کرو۔

تو علماء کے ان احادیث کی بنا پر تین مذاہب ہیں: ان میں ایک مذہب ترجیح و تنسخ ہے اور دوسرا مذہب "ہنا" ہے میرا مطلب خاص کی عام پر بنا کرنے والا اور تیسرا مذہب جمع ہے۔ تو ان میں جو مذہب ترجیح و تنسخ کی جانب گئے ہیں انہوں نے حدیث مشہور کو لیا ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے۔" اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث دیگر احادیث کی ناسخ ہے کیونکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہیں اور وہ چیز ہے کہ جن میں تنسخ

نہیں ہو سکتا۔ اور وہ جو خاص کی عام پر بنا کرنے والے مذہب کی طرف گئے ہیں تو انہوں نے کہا: حدیث اباحت عام ہے اور حدیث نہی خاص ہے لہذا واجب ہے کہ خاص کی عام پر بنا کی جائے تو پھر ان میں سے بعض نے سات جگہوں کا استثناء کیا اور بعض نے حمام اور قبرستان کا استثناء کیا اور کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ منع کی روایت مروی ہے اور بعض نے سابقہ حدیث کی بنا پر فقط قبرستان کا استثناء کیا۔ اور جو مذہب جمع کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے خاص کا عام سے استثناء نہیں کیا تو انہوں نے یوں کہا کہ احادیث نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا اور پہلی حدیث کو جواز نماز پر۔

(ہدایۃ الجہد، الباب السادس الاصلی فیہ، ج 1، ص 125، 126، مدار الحدیث، ص 126)

باب نمبر (232)

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ بَيْتَانِ الْمَسْجِدِ

(مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت کا بیان)

حدیث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے مسجد بنائے اللہ عزوجل اُس کے لئے اس کی مثل (گھر) بنائے گا۔

اس باب میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ابو ذر، حضرت عمرو بن عبسہ، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے (بھی) روایات ہیں۔

امام ابویسٰی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عثمان کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جس نے اللہ عزوجل (کی رضا) کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

قتیبہ بن سعید نے نوح بن قیس، قیس کے غلام عبدالرحمن اور زیاد بن نمیری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی حدیث بیان کی۔ محمود بن لبید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے زمانہ) کو پایا اور محمود ربیع نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ یہ دونوں اس وقت چھوٹے بچے تھے اور مدینہ

318- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ

الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَخْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمَّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعَمْرٍو، بِنِ عَبْسَةَ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

319- وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى قَيْسٍ، عَنْ زِيَادِ النَّعْمِرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا وَمَخْمُودُ بْنُ لَبِيدٍ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَخْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَدْ رَأَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُيُوعًا غُلَامَانِ صَغِيرَانِ مَنْوَرَهُ كَمَا رَأَيْتِي تَحْتَهُ۔
مَنْدِييَانِ

تخریج حدیث 318: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب من بی مسجدا، حدیث 450، ج 1، ص 97، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواقع الصلوٰۃ، باب فضل بناء المساجد، حدیث 533، ج 1، ص 378، دار احیاء التراث العربی، بیروت، صحیح ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب من بی ثلث مسجدا، حدیث 736، ج 1، ص 243، دار احیاء الكتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 319: (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند انس بن مالک، سعید بن سنان عن انس، حدیث 4298، ج 7، ص 277، دار المأمون، دمشق)

شرح حدیث

اخلاص ضروری ہے:

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "لله" (اللہ تعالیٰ کے لیے) اس سے مراد فعل میں اخلاص ہے اور جو مسجد بنائے پھر اپنا نام اس پر لکھ دے تو یہ اخلاص سے بعید ہے کیونکہ مخلص بندہ کو رب کائنات کا اسے دیکھنا ہی کفایت کرتا ہے اور حسان بن ابی سنان رحمہ اللہ غلاموں کو خرید کر انہیں آزاد کیا کرتے تھے اور انہیں یہ نہ بتاتے تھے کہ آزاد کرنے والا کون ہے۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من صحیح ابن عمر عثمان، ج 1، ص 161، دارالوطن، بیروت)

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

بہر صورت تمام اعمال میں حصول ثواب کے لئے اخلاص شرط ہے پس بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔ تو اگر اس کے عمل کا باعث رضائے الہی ہے تو اس کو اجر ملے گا اور عمل کا باعث ریا کاری اور دکھاوایا فخر ہو تو اس عمل کا کرنے والا اللہ عزوجل کی ناراضی اور اس کے عذاب کو طلب کرنے والا ہے جیسا کہ وہ تمام لوگ جو نیک اعمال سے دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو دکھاوے کے لئے نماز پڑھتا یا حج کرتا یا صدقہ کرتا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب من بنی سجد، ج 3، ص 321، مکتبۃ الغرباء، لاثریہ، المذہب)

"مثل" سے مراد کیا ہے؟

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) اس سے مراد مقدار میں اتنا گھر نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے لئے بھی اللہ عزوجل ایک گھر بنائے گا اس پر دلیل یہ ہے کہ اعمال کا اجر کئی گنا عطا فرمایا جاتا ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وَقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبِ طَيْبٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُهَا ثُمَّ يُرَبِّهَا حَتَّىٰ تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ)) ترجمہ: جو ایک کھجور کے برابر پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرے گا تو

بے شک اللہ عزوجل اسے قبول فرمائے گا پھر اسے بڑھائے گا حتیٰ کہ پہاڑ کی مثل ہو جائے گا۔

(کشف المغطی من حدیث التمسین، کشف المغطی من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما، ج 1، ص 161، 162، دارالاولیاء للدراسات)

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کی رضا چاہتے ہوئے مسجد بنائے گا اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) مساجد

اللہ عزوجل کے گھر ہیں اور اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں ان کو اپنی ذات کی منسوب فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ آمِنٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔ تجھے مساجد کی اتنی شان ہی کافی ہے اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿فَسِي بِيوتِ أَذْنِ اللَّهِ أَنْ ترفعَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ لہذا یہ مساجد دنیا کے گھروں میں سے افضل اور زمین کا بہترین حصہ ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اس کے بانی کو یہ شان عطا فرمائی کہ اس کو جنت میں ایک محل عطا فرمایا۔ اور مسجد بنانے والے کے لئے مسجد بنانے کا اجر اس کی زندگی میں اور اس کی زندگی کے بعد جاری رہتا ہے جب تک اس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور نماز پڑھی جاتی رہے گی۔

(صحیح البخاری لابن بطال، باب من بنی مسجد، ج 2، ص 101، مکتبۃ الرشیدیہ)

علامہ سحیحی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کا فرمان ”اس کی مثل“ دو چیزوں کا احتمال رکھتا ہے ان میں سے ایک معنی یہ ہے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا جو گھر کا نام ہونے کے اعتبار سے دنیا کے گھر کی مثل ہوگا بہر حال وسعت وغیرہ میں اس گھر کا فضل تو معلوم ہے کہ نہ اسے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جس طرح مسجد دنیا کے گھروں پر فضیلت و شان رکھتی ہے اسی طرح جنت میں بانی مسجد کا گھر جنت کے دیگر گھروں سے زیادہ فضیلت والا ہوگا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل بناء المساجد، ج 5، ص 14، 15، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ نووی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) ”اس کی مثل“ میں

ایک احتمال یہ ہے وہ مقدار اور پیمائش میں تو اس کی مثل ہے لیکن وہ اس دنیاوی مکان سے بہت سی خوبیوں کی وجہ سے نفیس و پاکیزہ ہوگا اور ”اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ مکان کا نام ہونے میں اس کی مثل ہے اور اگر چہ وہ رقبہ اور شرف و فضیلت میں اس دنیاوی مکان سے بڑا ہوگا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل بناء المساجد، ج 5، ص 113، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد بنانے کے فضائل

(1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لیے مسجد بنائے گا، اللہ عزوجل اُسکے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(صحیح بخاری، باب من بنی مسجد، ج 1، ص 97، مطبوعہ دار طوق الحیاء، ص 11، باب فضل بناء المسجد، ج 1، ص 378، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ عَمَّارَ يَبُوتِ اللَّهُ هُمْ أَهْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ترجمہ: مسجدیں تعمیر کرنے والے اہل اللہ (اللہ والے) ہیں۔

(الحکم الاوسط، باب من اسماہ ابراہیم، ج 3، ص 67، دار الحرمین، القاہرہ)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ لَبَيَّضُهَا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگر چہ وہ چڑیا کے اڈوں کے گھونسلے کی مثل ہو تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، ج 4، ص 54، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى لِلَّهِ بَيْتًا يُعْبَدُ اللَّهُ فِيهِ مِنْ مَالٍ حَلَالٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ دَرٍّ وَيَأْقُوتٍ)) ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے حلال مال سے مسجد بنائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تیار فرمائے گا۔

(الحکم الاوسط، من اسماہ محمد، ج 5، ص 195، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا فَإِنَّ اللَّهَ يَبْنِي لَهُ بَيْتًا أَوْ سَعَةً مِنْهُ فِي الْجَنَّةِ")) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا پس اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں اس سے وسیع گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، من حدیث اسماء بنت یزید، ج 45، ص 585، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ مِمَّا يُلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَيْهِ وَنَشْرُهُ أَوْ وَكَلْدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا كَرَاهَهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلَحُّقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ)) ترجمہ: بے شک ان چیزوں

میں سے جو مؤمن کے مرنے کے بعد اس کے نیکیوں میں سے اسے پہنچیں گی وہ علم ہے جس کو اس نے سکھایا اور پھیلایا اپنے بعد نیک اولاد چھوڑی یا یا مسجد تعمیر کی یا مسافروں کے لئے اس نے کوئی گھر بنایا یا نہر کھدوائی یا اپنی صحت اور زندگی میں صدقہ نکالا تو یہ تمام چیزیں (ان کا ثواب) اسے بعد موت پہنچیں گی۔ (شعب الایمان، الاخیار فی صدقہ الصدوق، ج 5، ص 121، مکتبۃ الرشید للشرع والنور علیہ السلام)

(7) رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُطْعَمِي فِيهِ بَنِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مِثَّةٍ)) ترجمہ: جس نے نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنائی تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں اس افضل گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث واصلہ بن الاسود، ج 25، ص 386، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كُلُّ بِنَاءٍ وَيَأْتِي عَلَى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَسْجِدًا)) ترجمہ: ہر عمارت اپنے بنانے والے پر قیامت کے دن وبال ہوگی سوائے مسجد کے (شعب الایمان، فصل فیہا لفتا من الخ، ج 13، ص 220، مکتبۃ الرشید للشرع والنور علیہ السلام)

(9) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بِمَعَا فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ عَلَّقَ فِيهِ قِنْدِيلًا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُطْفَأَ ذَلِكَ الْقِنْدِيلُ وَمَنْ بَسَطَ فِيهِ حَصِيرًا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى تَنْقَطِعَ ذَلِكَ الْحَصِيرُ وَمَنْ أَخْرَجَ مِنْهُ قَدَاقًا كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ)) ترجمہ: جس نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، جس نے مسجد میں قندیل لگائی تو اس پر ستر ہزار فرشتے اس قندیل کے گل ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں اور جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اس پر ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جس نے مسجد سے خس و خاشاک نکالا تو وہ اس کے لئے دو گنا اجر و ثواب ہوگا۔

(العلل المتناہیۃ، احادیث فی المسجد، ج 1، ص 406، ادارۃ العلوم الاثریہ، بیروت)

(10) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان کے لئے اجر عظیم و صدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں ان کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں ان کو بھونہ بنا بقائے مسجد و مدرسہ و جامدات برابر ثواب پہنچتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِذَا مَاتَ الْبَشَرُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَكَيْدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) ترجمہ: جب انسان فوت ہو جائے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال کہ وہ جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم، باب ما یلتحق بالإنسان، ج 3، ص 1255، دار احیاء التراث العربی، بیروت، تادی رضویہ، ج 16، ص 116، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ”ایک شخص کی ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے آیا اس

پر مسجد بنوانا لازم ہے یا لڑکی کا نکاح کرنا“ تو جواباً ارشاد فرمایا:

مسجد بنانا خیر کثیر ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ بَنَى اللَّهُ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بِهَا فِي الْجَنَّةِ)) جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے۔ خصوصاً اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔ نکاحوں میں کثرت مصارف شرعاً کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں، رسم کو آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد بنانے کا ثواب کسے ملے گا؟

یہ ثواب اسی پر نہیں کہ ساری مسجد خود بنائے یا مال کثیر سے شرکت کرے بلکہ ہر شرکت والے کو مسجد بنانے کا ثواب ملے

گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِي كَمْفَعَصٍ قَطَاةٍ أَوْ أَصْفَرَ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بِهَا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے (اگرچہ) ایک چھوٹی سے چڑیا کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب من بنى لله سجدا، ج 1، ص 244، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔

(تذاری رضویہ، ج 16، ص 425، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مساجد اور مدارس کی تعمیر کا حکم:

مساجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں، ہاں تعلیم علم دین واجب ہے، اور مدرسہ

بنانا بدعت مستحبہ۔

(تذاری رضویہ، ج 16، ص 460، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد سے باہر نام کی منحتی:

جس نے مسجد بنوائی اس کا مسجد کے باہر اپنے نام کی منحتی لگوانا ریا کے لیے ہو تو حرام ہے مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر ریا کے

ارادے کی بدگمانی بھی حرام ہے، اور بنظر دعا ہے تو حرج نہیں..... وإنما الاعمال بالنیات وانما لكل امرء ما نوى۔ اعمال کا

دار و مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ماخوذ من تذاری رضویہ، ج 16، ص 499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد کے منارے بنانے کی حکمتیں:

زمانہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لئے برج کنگرے اور اس طرح کے منارے جن کو لوگ پیٹار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے

بلکہ زمانہ اقدس میں بچے ستون نہ بنی چھت، نہ پکارش نہ گجکاری، یہ امور اصلاً نہ تھے.....

مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبیہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہو گئے (یعنی زمانہ کے تبدیل ہونے سے جب عوام کے دل باطنی عظمت پر تنبیہ کے لیے ظاہری شان و شوکت کے محتاج ہو گئے تو) اس قسم کے امور علماء و عامہ مسلمین نے مستحسن رکھے، اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدر اول میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم و احترام قرآن مجید مستحب ہے۔ یونہی مسجد میں گجکاری اور سونے کا کام، ((ومارأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن)) جس شے کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ج 1، ص 379، دار الفکر، بیروت)

اور ان میں ایک منفعت یہ بھی کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں ان کی امداد و اعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿تعاونوا على البر والتقوى﴾ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ جہاں کفار کی کثرت ہو، اکثر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے کفار بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعویٰ کر دیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں، بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیأت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے اس کی صیانت (حفاظت) ہے۔

(ماخوذ من لادوی رضویہ، ج 16، ص 294، مرفاٹا و پرنٹن، لاہور)

باب نمبر (233)

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَتَّخِذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدًا

(قبر پر مسجد بنانے کی ممانعت کا بیان)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

320- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی

الْوَارِثُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ

زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں پر مسجدیں بنانے والوں

أَبِي صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ

اور چراغ جلانے والوں پر۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے (بھی) روایات موجود ہیں۔

الْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ، وَفِي

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی

الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى

اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ”حسن“ ہے۔

:حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ

تخریج حدیث 320: (سنن ابی داؤد، حدیث 3236، ج 3، ص 218، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن نسائی، حدیث 2043، ج 4، ص 94، مکتب المطبوعات

(الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی)) "شرح السنۃ" میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم رخصت سے پہلے تھا تو جب رخصت عطا فرمائی تو اس میں مرد و عورت دونوں رخصت میں داخل ہو گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع فرمانے کا حکم قبروں کی زیارت کرنے پر ان کے صبر کے کم ہونے اور بے مبری کے زیادہ ہونے کی وجہ سے باقی ہے، اہ۔ اور رخصت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے: ((كُنْتُمْ تَهْتَكُونَ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُودُهَا لِأَنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ)) ترجمہ: میں تمہیں قبور کی زیارت سے روکا کرتا تھا تو اب کیا کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ممانعت کو خوشبو میں بسی ہوئی اور زینت کی ہوئی بوڑھی عورتوں یا جوان عورتوں پر اگرچہ کام کاج کے کپڑوں میں ہوں پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کے نکلنے میں فتنہ پایا جاتا ہے مساجد کی طرف نکلنے کے مکروہ ہونے پر قیاس کرتے ہوئے۔ ابن الملک کہتے ہیں: بعض نسخوں میں ((ذَوَاتِ الْقُبُورِ)) کے الفاظ ہیں جو "ذَوَاتِ" کی جمع ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جوان میں سے عادتاً قبروں پر جاتی ہوں گی وہ لعنت زدہ عورتوں میں داخل ہیں اور اس عموم سے جمہور کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت مستثنیٰ ہے۔

((اور قبروں پر مساجد بنانے والوں پر)) ابن الملک کہتے ہیں: قبور پر مسجد بنانا اس وجہ سے حرام ہے کیونکہ قبور پر نماز پڑھنے میں یہودیوں کے طریقہ کا اپنانا ہے اور حدیث میں "علیہا" کی قید سے پتہ چلتا ہے کہ قبروں کے پہلو میں مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس مسئلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدًا)) ترجمہ: اللہ عزوجل نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کو مجیدہ گاہ بنا لیا۔

((چراغ رکھنے والوں پر)) چراغ جلانے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے کیونکہ چراغ سے کسی کو بھی کوئی نفع نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ جہنم کے آثار میں سے ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و ما صنع الخ، ج 2، ص 819، رد المحتار، ص 819) علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

((اللہ عزوجل قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے)) کیونکہ انہیں اپنے گھروں میں رہنے کا حکم ہے تو ان میں سے جو عورت بھی اس بات کی مخالفت کرے گی اور وہ ایسی ہو کہ اس سے یا اس پر فتنہ کا خوف ہو تو یقیناً وہ لعنت کی مستحق ہے

یعنی نیکوں کے ٹھکانوں سے دور ہے۔ اور عورتوں کے قبور کی زیارت کرنے کو حزن اور لوح کی تجدید پر محمول کیا جائے تو اس وجہ سے بھی عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے اور اگر مذکورہ وجوہات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو جمہور کے ہاں عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی بنا پر کہ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں قبور کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ تو ارشاد فرمایا: ((قولي السلام على اهل الديار من المؤمنين والمؤمنات ويرحم الله المتقدمين منا والمستأخرين وانا ان شاء الله بحکم للاحقون)) یوں کہو: سلام ہو تم پر اے مومن مردوں اور عورتوں کے گھر والو! اور اللہ عزوجل ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

(فیض القدر، حرف الام، ج 5، ص 274، مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے تین فائدے حاصل ہوئے پہلا یہ کہ عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا مکروہ ہے اور علما کا اختلاف ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ ایک قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور جمہور علما اسی بات کے قائل ہیں کہ کراہت تحریمی ہے اور یہی زیادہ صحیح اور اسی پر فتویٰ ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قبوروں پر مساجد بنانا مکروہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان پر چراغ جلانا مکروہ ہے۔ اور ”سراج“ کی جمع ہے۔ (شرح ابی داؤد للصحیح، باب کراہیۃ زیارۃ النساء القبور، ج 6، ص 193، 192، مکتبۃ الرشیدیہ، مصر)

خواتین کے لیے زیارت قبور:

عورتوں کو حزارات اولیاء اور قبور عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔

اس میں تفصیل یہ ہے کہ زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی، اور اس وقت میں خاص عورتوں کے بارے میں اس باب کی یہ حدیث پاک ہے: ((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَرَاتِ الْقُبُورِ)) ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء کراہیۃ ان یخطی علی القبر مسجد، ج 2، ص 136، مصنف ابی ہریر)

پھر زیارت قبور کی اجازت دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُدُّوْهَا)) ترجمہ: میں نے تمہیں زیارت قبور سے پہلے منع کیا تھا، اب تم زیارت قبور کیا کرو۔

(صحیح مسلم، باب استئذان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 672، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا ممانعت کے بعد اس اجازت میں خواتین بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں، مگر علمائے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے عوارض کی وجہ سے منع کیا، جیسے بعضوں نے جو ان عورتوں کو منع کیا، اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو

مطلقاً حرام قرار دیا، پھر حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے ان وجوہات کے پیش نظر مطلقاً ممانعت فرمادی: (1) عورتوں کی طرف سے فتنہ (2) فساق کی طرف سے عورتوں پر فتنہ (3) رشتہ داروں کی قبور پر تجدید حزن خصوصاً جبکہ قبر والے کو فوت ہوئے کم وقت گزرا ہو (4) ادب میں افراط ناجائز یعنی حد سے گزر جانا (5) ترک ادب یعنی بے پروائی کرتے ہوئے بے ادبی کر دینا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے زیارت قبور کرنے کے بارے میں سوال ہوا

تو ارشاد فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لعن اللہ زوارات القبور)) (قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں

پر اللہ کی لعنت ہے۔) (مسند احمد بن حنبل، حدیث حنان بن ثابت، ج 3، ص 442، دار الفکر بیروت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها)) (میں نے قبروں کی زیارت

سے منع کیا تھا، بس لو اب ان کی زیارت کرو۔) (سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، ج 1، ص 11، جامع سعید کتب دہلی)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد انہی (ممانعت کے بعد اجازت) میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ

ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔) مگر جو انہیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول (میں کہتا ہوں): قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد مہمات حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء پر حاضری میں

احدی الشنا عتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غیبتہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ

حاضری و خاک بوی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات، اس سے نہ روکیں گے

اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج 9، ص 537، 538، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی، علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں

یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث ((لعن اللہ زوارات القبور)) (خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو

جائیں،) سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی، مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں خصوصاً مساجد و جمعہ

وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا، جب زمانہ فساد آیا ان ضروری تاکید حاضر یوں سے عورتوں کو ممانعت ہو گئی، تو اس سے یقیناً درجہ

اولیٰ اسی غیبتہ کے اسی صفحہ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے: ینبغی ان یکون التنزیہ مختصاً بمنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث کان یباح لهن الخروج للمساجد والاعباد وغیره ذلك وان یکون فی زماننا

للتحریم الخ (ممانعت کا تزکیہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک سے خاص ہونا چاہئے جبکہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کی حاضری جائز تھی ہمارے زمانے میں تو تحریمی ہونا ہی مناسب ہے۔)

اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابو عمر سے ہے: ولقد کره اکثر العلماء خروج جہن الی الصلوات فکیف الی المقابر، وما اظن سقوط فرض الجمعة علیہن الا دلیلا علی امساکن عن خروج فیما عداھا۔ اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔

(تاری رضویہ ج 9، ص 553، 552، رضاناظرین، لاہور)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"عورتوں کو مقابر اولیاء و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے"

(تاری رضویہ ج 9، ص 536، رضاناظرین)

غنیۃ المستملیٰ میں ہے: "سئل القاضي عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسأل عن الحوازی و الفساد فی مثل هذا وانما یسأل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیہ واعلم انها کما قصدت الخروج کانت فی لعنة الله و ملائکتہ و اذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب و اذا اتت القبور یلعنها روح المیت و اذا رجعت کانت فی لعنة الله" ترجمہ: یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

(غنیۃ المستملیٰ، باب البنازہ، ص 512، کوئٹہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولقد کره اکثر العلماء خروج جہن الی الصلوات فکیف الی المقابر؟ وما اظن سقوط فرض الجمعة علیہن الا دلیلا علی امساکن عن الخروج فیما عداھا" ترجمہ: اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔

(عمدة القاری، باب البنازہ، ج 8، ص 69، دار احياء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں: "وحاصل الکلام من هذا کله أن زیارة القبور مکروهة للنساء، بل حرام فی هذا الزمان، ولا سیما نساء مصر لأن خروج جہن علی وجه فیہ الفساد و الفتنة، و إنما رخصت زیارة لتذکر أمر

الأمعرة و للاعتبار بمن مضى وللتزهد في الدنيا“ ترجمہ: حاصل یہ کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رخصت اس لیے ہوئی تھی کہ امر آخرت کو یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں، اور دنیا سے بے رغبت ہوں۔

(عمدة القاری، باب الجنائز، ج 8، ص 70، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عینی کی مذکورہ بالا عبارت پر اعلیٰ حضرت تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”اس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ و دلالہ کی تخصیص۔ اس میں سولہ صنف فسادِ زناں تو بیان کیس جن میں اور یہ ہیں، اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ اتم المؤمنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ ان میں بغض امور حادث ہوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزارواں حصہ نہ تھے، اپنی عبارت مقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھئے جہاں انھوں نے اپنے امیر حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنانِ فتنہ گر سے خاص۔ اور اس کی علت خوفِ فتنہ بتاتی ہے نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہ نص ہدایہ ہے: یسکرہ لهن حضور الجماعات یعنی الشواب منهن لما فیہ من خوف الفتنۃ (جماعتوں میں عورتوں یعنی جوان عورتوں کی حاضری مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے)

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے، جیسے زنانِ مصر، ان کے لیے حرام بدرجہ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر.....
تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور ان کا خصوصاً ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ ان پر بدرجہ اولیٰ حرام ہے نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلالہ کو۔

عبارت یعنی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانہ کی کیا تخصیص! آگے فرمایا: خصوصاً زنانِ مصر۔ اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔“

(نادی رضویہ ملخصاً، ج 9، ص 554-556، رضاناف و طبعی، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہنے، اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے اگرچہ کسی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے

جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی" (نہادی رضویہ ملخصاً، ج 9، ص 557-560، رمضان المبارک، لاہور) جریدہ فرماتے ہیں:

"ہمارے ائمہ نے دونوں علیین ارشاد فرمائیں، ارشاد ہدایہ "لما فیہ من خوف الفتنہ" (اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے) دونوں کو شامل ہے، عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو" (نہادی رضویہ ملخصاً، ج 9، ص 557-560، رمضان المبارک، لاہور) صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عورتوں کے لیے بعض علما نے زیارت قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی، لہذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔ (رد المحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 849، مکتبۃ المدین، کراچی)

مقابر میں چراغ جلانا:

مقابر میں چراغ جلانا اس صورت میں ممنوع ہے جب بے فائدہ اور عبث ہو یا قبر کے اوپر ہو اور اگر مقابر میں چراغ جلانا کسی فائدہ کے لیے ہو تو منع نہیں جبکہ قبر کے اوپر نہ ہو، جیسے (1) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔ (2) مقابر برسر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیزوں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (3) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا فائدہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (4) یہ تینوں منافع عزارات اولیاء کرام کو بھی بروجہ اولی شامل ہیں، مگر علما نے خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ بیان کیا ہے کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں: اگر غرض صحیح داشته باشد دران باک نیست

بان چنانکہ در ہنای قبر بہ بہت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع اہذانب مردم از تادیکسی ذرا و نحو آن گفتمہ اند، کذا بفہم من شرح الشیخ ترجمہ: اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس

13 192
میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دہن کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلائے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے، شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔

(کشف الخفاء، باب من صحت من 55، مطبعہ اسلامیہ)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ سرہ القدسی کتاب مستطاب حدیثہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم میں فرماتے ہیں: "قال الوالد رحمه الله تعالى في شرحه على شرح الدرر من مسائل منفردا اعراج الشموع الى القبور بدعة اتلاف مال كذا في البرازية اه وهذا كله اذا خلا عن فائدة واما اذا كان موضع القبور مسجدا او على طريق او كان هناك احد جالس او كان قبر ولى من الاولياء او عالم من المحققين تعظيما لروحه المشرقة على تراب جسده كاشراق الشمس على الارض اعلاما للناس انه ولى ليتبركوا به ويدعوا الله تعالى عنده فيستجاب لهم فهو امر جائز لا يمنع منه والاعمال بالنيات" ترجمہ: والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درر فرمایا کہ قنادی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جائیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعائیں مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

(الحدیث النبیہ، ایقاد الشموع فی القبور، ج 2، ص 630، نور بیروتیہ ضویہ لعل آنا)

پھر فرماتے ہیں: "روی ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والمسرح ای الذین یوقدون المسرح علی القبور عبسا من غیر فائدة كما ذكرنا" ترجمہ: ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی ان لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

(الحدیث النبیہ، ایقاد الشموع فی القبور، ج 2، ص 630، نور بیروتیہ ضویہ لعل آنا)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس باب کی حدیث پاک اور حدیثہ ندیہ کا جزئیہ نقل کرنے کے بعد فرماتے

ہیں:

"یہ مذکورہ بالا حدیث کہ راویت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عیث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں، ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عہادت قنآوی برازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم القدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں: (۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔ (۲) مقابر پر سرسراہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادر اُخالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ ایمان و موجب رضائے رحمان عز جلالہ۔ قال اللہ عزوجل: ﴿وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ وقال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتَ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلقاً و مذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے.... یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدر اول میں نہ تھے.... مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا.... یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے.... مگر اب بلا تکبر مسلمانوں میں رائج ہے۔ ((وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ)) اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے....

اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام و علمائے عظام قدس سرہم پر عمارت کی بناء.... سلفاً و خلفاً ائمہ کرام و علمائے اعلام نے جائز رکھی.....

سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ

باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع، اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس ہونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی، ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافعہ۔

(نہادی رضویہ ج 9، ص 491، رمضان 1375، لندن، لاہور)

مزید فرماتے ہیں:

"رعی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ و العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی غایت ایک تقاول (بدی قال لینا) ہے وہ اس قابل نہیں کہ جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہو سکتی، شرع کو ایسی قالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿یصب علیہ من فوق رؤسہم الحميم﴾ (جہنیوں پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔)

حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ در مختار میں ہے: "یصب علیہ ماء مغلی بسبیران تیسر و الافاء خالص" میت پر پیری جوش دیا ہو پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔

رد المحتار و نہر الفائق میں ہے: "افادان النحر افضل سواء كان علیہ وسخ اولاً" اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔

اور بغرض تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ قال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا کناروں یا احاطہ کی دیواروں پر "علماء نے تقاول کے سبب جب کئی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے و العیاذ باللہ تعالیٰ، تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خالص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج مسلم نہیں۔

(نہادی رضویہ ج 9، ص 518، رمضان 1375، لاہور)

مزید آگے فرماتے ہیں:

"بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب خارج سے کوئی مصلحت مصالح نہ کرے کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں، کہ یہی علت منع بتاتے ہیں، اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں، رہے مزارات محبوبان اللہ، ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحینہ موجود ہے، نہ تعظیم قبر، بلکہ تعظیم روح محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔"

(تلوی رضویہ، ج 9، ص 520، رمضان 1377، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے کسی بزرگ کے مزار پر چھت وغیرہ بنانے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: صورت مذکورہ میں وہ بلاشبہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں، یہ قبر پر چراغ نہیں۔

(تلوی رضویہ، ج 9، ص 420، رمضان 1377، لاہور)

قبر کے پاس یا قبر پر اگر بتی جلاتا

اگر قبر کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرنے کے لئے اگر بتی لگائی یا اس وجہ سے لگائی کہ گزرنے والوں کو خوشبو آئے تو درست ہے، بس یہ بات پیش نظر رہے کہ قبر کے عین اوپر اگر بتی نہ لگائی جائے کہ قبر سے دھواں اٹھنا اچھی فال نہیں، لیکن بلا وجہ اگر بتیاں لگانا جس طرح کہ میت کو دفنانے کے بعد ڈھیر ساری اگر بتیاں جلا کر واپس آجاتے ہیں یا جب کبھی کسی عزیز کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں تو اگر بتیاں جلا کر آجاتے ہیں جس کا کوئی مقصد صحیح نہیں ہوتا بلکہ محض ایک رسم و عادت کے طور پر کرتے ہیں یہ ممنوع ہے جیسا کہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

"عمود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو" کما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ" (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، والعیاذ باللہ۔)

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: ((انہ قال لابنہ وهو فی سباق الموت اذا نامت فلا تصحبنی نائحة ولا ناراً)) ترجمہ: انہوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے، نہ آگ جائے۔

شرح مشکوٰۃ ہلامام ابن حجر المکی میں ہے "لانہا من التفاؤل القبیح" (کیونکہ آگ میں فال بد ہے۔) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "انہا سبب للتفاؤل القبیح" (یہ فال بد کا سبب ہے۔)

اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ڈاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضعاف مال ہے۔ میت صالح اس غرنے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی تسبیحیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب

(تلوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 482، رمضان 1377، لاہور)

تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے۔"

راوی ابوصالح کی تعیین اور جرح و تعدیل:

علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

عراقی کہتے ہیں: سنن میں کسی جگہ بھی ابوصالح کے نام کا ذکر نہیں ہے۔ اور تحقیق علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حضرات جن کی کنیت ابوصالح ہے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی وہ سات ہیں اور ان میں (1) ابوصالح السمان ہیں ان کا نام ”ذکوان“ ہے، اور (2) ابوصالح جوام ہانی کے غلام ہیں اور ان کا نام ”باذام“ ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام ”باذان“ ہے اور ایک قول ”ذکوان“ نام کا بھی ہے، اور (3) ابوصالح المصری ان کا نام ”میزان“ ہے، اور (4) ابوصالح عبدالرحمن بن قیس اور (5) ابوصالح سفاح کے غلام اور ان کی نام عبید ہے اور (6) ابوصالح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام اور ان کا نام ”سمیح“ ہے اور (7) ابوصالح قیلویہ۔ اور تحقیق اس حدیث میں مذکورہ حضرات میں سے راوی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ام ہانی کے غلام ہیں مسند ابوداؤد الطیالسی میں تعیین کے ساتھ یونہی وارد ہوا ہے اور اطراف میں ابن عساکر بھی اسی پر برقرار ہے ہیں اور ”مزنی“ نے ان کی پیروی اختیار کی ہے۔ اور ایک قول ہے کہ وہ ابوصالح ”السمان“ ہیں اور ایک قول ہے کہ ”میزان“ ہیں اسی پر ابن حبان اپنی صحیح میں دو جگہ پر جزم کیا۔ عراقی کہتے ہیں: ان کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ، مامون ہیں۔ اور ”مزنی“ نے ”تہذیب“ میں ان کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ انہوں نے ان ابوصالح کو حدیث کا راوی قرار دیا جو ام ہانی رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں۔

(توت المستدعی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 143، 144، جامعہ القرطبی، مکتبہ المکتبہ)

علامہ عبدالرحمن ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

ابوصالح کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ ”سمان“ ہیں، اس بات کے امام طبرانی قائل ہیں اور اس قول میں حقیقت سے دوری ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ”میزان بصری“ ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور امام ابن حبان اس کے قائل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ”باذان“ ام ہانی رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں، امام احمد اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔ اور تحقیق ان کی ثقاہت بارے میں بھی اختلاف ہے: پس تحقیق ”عجلی“ نے ان کی توثیق کی اور ان کے بارے میں امام ابن معین نے کہا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں: ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور امام نسائی کہتے ہیں: وہ ثقہ نہیں ہیں۔ امام احمد نے ان کی تضعیف کی اور فرمایا کہ میرے نزدیک ان کی یہ حدیث صحیح نہیں۔ اور امام مسلم نے ”کتاب التفصیل“ میں فرمایا: یہ حدیث پاک ثابت نہیں ہے۔ اور علامہ نے ابوصالح باذام کی حدیث سے احتیاط برتی ہے اور ان کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(شرح الہادی لابن رجب، باب حمل تلمس قورائخ، ج 3، ص 201، 200، مکتبۃ التراث العربیہ، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

یہ ابوصالح باذان ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ”باذام ہاشمی“ کوئی ہیں جو ام ہانی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں۔ انہوں نے حضرت ام ہانی اور ان کے بھائی حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایات نقل کی ہیں۔ اور ان سے اسماعیل بن ابو خالد اور سدی اور سماک اور ثوری اور دیگر نے روایات نقل کی ہیں۔ علامہ حیحی بن سعید کہتے ہیں: میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جنہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہما کے غلام ابوصالح (کی روایت) کو ترک کیا ہو اور میں نے علما میں سے کسی کو بھی ان کے بارے میں کوئی کلام کرتے نہیں سنا اور شعبہ اور زائدہ نے بھی ان (کی روایت) کو ترک نہیں کیا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں: ابن مہدی، ابوصالح کی روایت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور امام ابن معین فرماتے ہیں: اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جب کبھی نے ان سے روایت کر لی تو پھر ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور ابوحاتم کہتے ہیں: ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور ابن عدی کہتے ہیں: عام طور پر یہ تفسیر نقل کرتے ہیں اور مسند احادیث میں ان کی روایات کم نہیں ہیں اور میں متقدمین میں سے کسی کو نہیں جانتا جو ان سے روایات لینے پر راضی ہوں۔ ان سے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا۔

(شرح ابی داؤد للعیسیٰ، باب کراہیۃ زیارۃ النساء العیور، ج 6، ص 192، مکتبۃ الرشید، ریاض)

باب نمبر (234)

مَا جَاءَ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ

(مسجد میں سونے کا بیان)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ہم

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد میں سو یا کرتے تھے، اس وقت ہم نوجوان تھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے مسجد میں سونے کے متعلق

رخصت دی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

کوئی شخص مسجد کورأت اور دن کی آرام گاہ نہ بنالے۔ اور بعض

علمائے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو اختیار کیا ہے۔

321- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَمَّرٌ،

عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:

كُنَّا نَنَامُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شَبَابٌ، قَالَ أَبُو

عِيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

صَحِيحٌ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي

النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا

يَتَّخِذُهُ مَبِيتًا وَمَقِيلًا، وَقَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

ذَهَبُوا إِلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ

ترجمہ حدیث 321: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، حدیث 440، ج 1، ص 96، دار طوق النجاة بیروت، کتاب المساجد، باب النوم فی

المسجد، حدیث 722، ج 2، ص 50، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

مسجد میں کھانے اور سونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

مسجد میں کھانا اور سونا احناف نے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مسافر کے لئے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہر حال معتکف کے لئے اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا، پینا اور سونا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اعتکاف کی حالت میں مسجد میں ہی رہا کرتے تھے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے لئے اپنی حاجات کو مسجد میں پورا کرنا ممکن ہے لہذا مسجد سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(رد المحتار، ج 1، ص 444، فتح القدیر، ج 1، ص 300، ج 2، ص 111، 112)

مالکیہ کا موقف:

مالکیہ نے دیہات کی مسجد میں مہمان کی مہمان نوازی کرنے اور اسے خشک کھانا کھلانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ کھورو وغیرہ۔ اگر وہ کھانا گندگی پھیلانے والا ہو جیسا کہ خربوزہ یا کوئی پکی ہوئی چیز ہو تو حرام ہے، ہاں اگر برتن کے نیچے دسترخوان وغیرہ بچھالیا جائے تو پھر مکروہ ہے۔ اور چھوٹے شہر کی مسجد بھی دیہات کی مسجد کی طرح ہے، بہر حال شہر کی مسجد میں مہمان نوازی کرنا تو مکروہ ہے اگرچہ کسی خشک کھانے سے کی جائے جیسا کہ علما کے کلام سے ظاہر ہے۔ علما نے مسجد میں دن کے وقت سونے کی اجازت دی ہے اور اسی طرح جس کا کوئی گھر نہیں ہے اسے رات میں بھی مسجد میں سونے کی اجازت ہے یا وہ شخص نہ جسے گھر پہنچنا مشکل ہو اسے بھی اجازت ہے۔

(الشرح الکبیر وحاویہ الدسوقی علیہ، ج 4، ص 70)

فقہاء مالکیہ نے معتکف کے لئے مسجد یا مسجد کے صحن میں یا اس کے منارہ میں کھانا مستحب قرار دیا ہے اور مسجد سے باہر کھانے کو مکروہ فرمایا ہے اور اعتکاف کی حالت میں مسجد میں سونا تو اعتکاف کے لوازمات سے ہے کیونکہ اگر وہ مسجد میں نہیں سوتا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

(الشرح الکبیر وحاویہ الدسوقی علیہ، ج 1، ص 547)

شوافع کا موقف:

شوافع فرماتے ہیں: مسجد میں روٹی، پھل، اور خربوزہ وغیرہ کھانا جائز ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ)) ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھایا کرتے تھے۔

اور گندگی کے خوف کی بنا پر کھانے کے نیچے کوئی چیز بچھالی جائے تاکہ کھانے کے ذرات نیچے نہ گریں کہ ان کی وجہ سے

اس جگہ کیڑے اکٹھے ہوں گے اور یہ اس وقت ہے کہ جب کھانے کی کوئی مکروہ ہو نہ ہو پس اگر کھانا مکروہ ہو والا ہو جیسا کہ لہسن، پیاز، گندنا وغیرہ تو اس طرح کی اشیاء کی مسجد میں کھانا مکروہ ہے اور ان چیزوں کے کھانے والے کو بھی مسجد میں آنے سے روکا جائے گا حتیٰ کہ اس (کے منہ) کی بدبو جاتی رہے تو اگر وہ شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے مسجد سے نکال دیا جائے اس حدیث کی بنا پر کہ فرمایا: ((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَكَيْفَعَدُّ فِي بَيْتِنَا)) ترجمہ: جو لہسن یا پیاز کھالے تو وہ ہم سے دور رہے یا ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔

اور اسی طرح علمائے مسجد میں سونے کو بھی جائز کہا ہے پس تحقیق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر "کتاب الام" میں نص فرمائی ہے، پس حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی ((أَنَّ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْرَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: جب وہ نوجوان تھے اور ان کے کوئی اہل و عیال نہ تھے تو وہ مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے۔ اور حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں: ہم عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں مسجد میں رات گزارا کرتے تھے۔ اور حضرت سعید بن مسیب، امام حسن بصری اور امام عطاء اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں رخصت دی ہے۔

(اعلام الساجد باحکام المساجد للورکشی الشافعی، 305، 306، 329)

بہر حال مختلف کو مسجد میں کھانا اور رات گزارنا جائز ہے اور اسے اپنے گھر جا کر بھی کھانے کی اجازت ہے اور اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ اور شوافع کے نزدیک یہی منصوص علیہ مسئلہ ہے کیونکہ مسجد میں کھانا مروت کو کم کرتا ہے لہذا اسے مسجد میں کھانا لازم نہیں ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، ج 1، ص 198، 199)

حنا بلہ کا موقف:

علامہ ابن حنبل فرماتے ہیں

مسجد میں کھانے وغیرہ کے لئے داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کو ابن تمیم اور ابن حمدان نے ذکر کیا۔ اور شرح اور رعایت وغیرہما میں ذکر کیا کہ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا اور طشت میں ہاتھ دھونا جائز ہے۔ اور شرح میں باب الاذان کے آخر میں ذکر کیا: مسجد میں اجتماع کرنے اور کھانے اور چیت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الآداب الشریعیہ لابن حنبل، ج 3، ص 407، 408)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: معتکف کو مسجد میں کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ دسترخوان بچھائے تاکہ جو کھانے کے ذرات گریں وہ اس پر گریں تاکہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

(المسئلی لابن قدامہ، ج 3، ص 206)

مسجد میں سونے اور کھانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا ایک تحقیقی فتویٰ:

اعلیٰ حضرت مجددین و ملت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد میں متکلف کو سونا تو بالافتاق بلا کراہت جائز ہے اور اس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین قول ہیں:

اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے، صحیحہ فی الہندیۃ عن عزازۃ الفتاویٰ ومشی علیہ فی جامع

الاسبیحابی کما نقلہ ابن کمال ہاشا و الکافی فی معراج الدراریۃ والیہ یحیل کلام الدر فی الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کی ہندیہ میں خزایۃ القتالی کے حوالے سے تصحیح کی ہے اور جامع الاسبیحابی نے اسی کو اختیار کیا، جیسا کہ اسے ابن کمال ہاشا نے نقل کیا اور کافی نے معراج الدراریہ میں نقل کیا، اعتکاف میں در کلام بھی اسی طرف مائل ہے، میں کہتا ہوں اس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ ت)

دوم مسافر کو جائز ہے اس کے غیر کو منع ہو بہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدر قبیل باب الوتر (اسی پر اشباہ

میں جزم ہے، در میں باب الوتر سے تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔)

سوم متکلف کے سوا کسی کو جائز نہیں، وہ جزم فی السراجیۃ و فی جامع الفتاویٰ و منیۃ المفتی و غمز العیون

و متن الوقایۃ وغیرہا من المعتمدات (سراجیہ، جامع القتالی، منیۃ المفتی، غمز العیون، متن الوقایۃ اور دیگر کتب میں اسی پر جزم کی گیا ہے۔ ت)

لقولہ یمنع منہ وانما یمنع عن المکر و ہتحریمہ و اما کراہۃ التنزیہ فتحامع الاباحۃ کما فی ردالمحتار

وغیرہ (کیونکہ اس کا قول ہے: اس سے منع کیا گیا ہے اور منع مکروہ تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تنزیہی تو اباحت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول تحقیق امر یہ ہے کہ مرخص (جائز) و حاضر (ممنوع) جب جمع ہوں حاضر (ممنوع) کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل

زمان سے متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل (جو شخص اپنے زمانے کو لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ ت)

اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَارِدَهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسْجِدَ لَهُ تَبَنٍ لِهَذَا)) رواه مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو

اسے چاہیے کہ اس سے کہے اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ اسے امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (صحیح مسلم، باب النہی من بعدہ، ج 1، ص 397، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے: ((إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيحُ أَوْ يَبْتَعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرِيَهُمُ اللَّهُ تَبَارَكَ تَكْتًا)) رواہ الترمذی وصححہ والحاکم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سوئے میں قائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (جامع الترمذی، باب النہی من البیح فی المسجد، ج 3، ص 602، مطبع البابلی، بیروت)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی و کُل مادی الی محظور محظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ ت) جو خیال مجید یا جماعت صحیح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے، منیہ الحفتی پھر غزالی اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے: وَاذَا ارَادَ ذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَتَوَى الْعَتَكَافَ فَيَدْخُلُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى بِقَدْرِ مَا نَوَى أَوْ يَصَلِّي ثُمَّ يَفْعَلُ مَا شَاءَ (جب ارادہ کرے کھانے پینے کا تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے۔ ت) کو اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں ایسا اکل و شرب (کھانا پینا) جس سے اس کی تلویٹ ہو مطلقاً جائز ہے اگرچہ معتکف ہو، رد المحتار باب الاعتکاف میں ہے: الظاهر ان مثل النوم الاكل والشرب اذا لم يشغل المسجد ولم يلوثه لان تنظيفه واجب كما امر (ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے کیونکہ مسجد کی نظافت کا خیال نہایت ہی ضروری ہے جیسا کہ گزارشات)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہوتو معتکف کو بالاتفاق بلا کر اہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث و اختلاف عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ((ان المساجد لم تبين لهذا)) (مساجد اس لیے نہیں بنیں۔ ت) اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی دیر بھی ٹھرے بسہ بفتسی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 95، 96، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد میں کھانا، پینا، سونا، محکف اور پردیسی کے سوا کسی کو جائز نہیں، لہذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے کچھ ذکر و نماز کے بعد اب کھا پی سکتا ہے اور بعضوں نے صرف محکف کا استثنا کیا اور یہی راجح، لہذا غریب الوطن بھی نیت اعتکاف کرے کہ خلاف سے بچے۔

(بہار شریعت، بحوالہ در مختار و صفیری، حصہ 3، ص 648، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر (235)

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ، وَإِنْشَادِ الضَّمَانَةِ وَالشُّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

(مسجد میں خرید و فروخت، گم شدہ چیز کا اعلان اور شعر گوئی کی ممانعت کا بیان)

عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے، خرید و فروخت اور جمعہ کی نماز سے پہلے طہہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

اس باب میں حضرت بریدہ، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (بھی) روایات ہیں۔

امام ابو یسعی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص کی حدیث ”حسن“ ہے۔ اور عمرو بن شعیب، محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: میں نے امام احمد، امام اسحاق اور دیگر کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام بخاری (مزید) فرماتے ہیں: شعیب بن محمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع کیا ہے۔

امام ابو یسعی ترمذی فرماتے ہیں: جس نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا اس نے اس حدیث کو محض اس بنا پر ضعیف قرار دیا ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک عمرو بن شعیب

322- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالِاشْتِرَاءِ فِيهِ، وَأَنْ يَتَخَلَّقَ النَّاسُ فِيهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنْسِ، قَالَ أَبُو عِيْسَى:

حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ يُوَافِقُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: رَأَيْتُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَذَكَرَ غَيْرُهُمَا يَسْتَحْتَجُونَ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ سَمِعَ شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو، قَالَ أَبُو عِيْسَى: وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ إِنَّمَا ضَعْفُهُ، لِأَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةٍ جَدِّهِ، كَأَنَّهُمْ رَأَوْا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ بِهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ مِنْ جَدِّهِ. قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: وَذَكَرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ: حَدِيثٌ

عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عِنْدَنَا وَآوَاهُ، وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ
 مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبَيْعَ وَالشَّرَاءَ فِي الْمَسْجِدِ،
 وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، " وَقَدْ رُوِيَ عَنْ
 بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ: رُخْصَةٌ فِي
 الْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ
 حَدِيثٍ رُخْصَةٌ فِي إِنْشَادِ الشُّعْرِ فِي
 الْمَسْجِدِ

نے یہ احادیث اپنے دادا سے نہیں سنیں۔ علی ابن عبداللہ کہتے
 ہیں: یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا:
 عمرو بن شعیب کی حدیث ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ اور علما کی
 ایک جماعت نے مسجد میں خرید و فروخت کو مکروہ کہا ہے، امام
 احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ بعض تابعین سے مسجد میں
 خرید و فروخت کی اجازت منقول ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں مسجد کے اندر اشعار پڑھنے کی
 اجازت منقول ہے۔

خرنقا حدیث 322: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اتلقن یوم الجُمُعہ، حدیث 1079، ج 1، ص 283، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن نسائی، کتاب المساجد، باب الھی عن الحج
 والشراد، باب الھی عن تاشد الاشعار، حدیث 714، 715، ج 2، ص 47، 48، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب ما کرہ فی المساجد
 حدیث 749، ج 1، ص 247، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

مسجد میں کس قسم کے اشعار منع ہیں؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے)) یعنی مذموم اشعار۔ علامہ تورنجی کہتے ہیں: "تاشد" یہ ہے کہ ہر بندہ اپنے ساتھی کو اپنے یا کسی اور کے اشعار فخر و غرور کے طور پر سنائے یا وقت گزارنے کے لئے لذت کے طور پر اشعار سنائے جن کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہو یا کسی اور وجہ سے، تو اس طرح اشعار سنانا مذموم ہے۔ بہر حال جو اشعار اور اہل حق کی تعریف میں ہوں یا باطل یا اہل باطل کی مذمت میں ہوں یا ان سے دین کے قواعد کی درستگی ہو یا دین کے تقاضا کی ذلت ہو تو وہ اشعار مذمت سے خارج ہیں اگرچہ اس میں تشویب بھی شامل ہو اور ایسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی کیا جا سکتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی غرض صحیح معلوم ہونے کی وجہ سے اس سے منع نہ فرماتے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ نے اسی طرح ذکر فرمایا۔ ابن الملک کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اچھے اشعار کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو اشعار سنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان اشعار کی تحسین ہوئی۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا حسان اور سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مسجد میں اشعار سنایا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے گزرے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ہم میں اشعار پڑھ رہے تھے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گوشہ چشم سے دیکھا تو کہا میں مسجد میں اشعار پڑھا کرتا تھا اور اس میں آپ رضی اللہ عنہ سے بہتر ہستی موجود ہوا کرتی تھی پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (میرے بارے میں) یہ فرماتے سنا ہے؟ ((أَجِبْتُ عَنْسُ الْاَلٰهَمُ اَيْدُهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ)) ترجمہ: میری جانب سے جواب دو اسے اللہ (وجل) روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما۔

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الشُّعْرُ كَالْكَلَامِ حَسَنُهُ حَسَنٌ وَكَبِيْرُهُ كَبِيْرٌ)) ترجمہ: شعر بھی کلام کی طرح ہے اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔ اور اسی پر علمائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو محمول کیا ہے: ((لَا يُمْتَلِءُ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَبِيْحًا حَتَّىٰ مِنْ أَنْ يُمْتَلِءَ بِشِعْرٍ)) ترجمہ: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے شعر سے بھر جائے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی ((مَنْ سُنَّ

رَأَيْتُمُوهُ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ شِعْرًا فَقُولُوا فَضَّ اللَّهُ فَالَكَ)) ترجمہ: جس کو تم مسجد میں شعر پڑھتے دیکھتو کہو اللہ عزوجل تیرا منہ توڑ دے۔ اس بات کو تین مرتبہ فرمایا۔
(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد، ج 2، ص 615، رقم الحديث 230)

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

اشعار کہنے سے منع فرمایا یعنی مذموم اشعار کہنے سے اور جو اشعار کہنے کے حوالے سے احادیث موجود ہیں ان واضحے اشعار پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ دوسرے باب میں مصنف کا ”ترجمہ الباب“ اس طرف مشیر ہے اور کیونکہ اکثر طور پر اشعار میں برائی ہی ہوتی ہے لہذا مطلقاً منع فرمایا۔ اور ایک قول میں یہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور جو اشعار کہنے کے حوالے سے احادیث موجود ہیں وہ جواز پر محمول ہیں۔
(ملائے السننی علی سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد، ج 2، ص 48، کتاب المساجد، ج 2، ص 48، کتاب المساجد، ج 2، ص 48)

مسجد میں خرید و فروخت کے احکام:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اگر مسجد میں کوئی شے بیچے یا عقد کرے تو خرید و فروخت منع ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ مساجد فرائض کی ادا تکلی اور اذکار کے لئے بنائی گئی ہیں۔
(شرح ابی داؤد للصحیح، باب التعلق بہا، ج 2، ص 411، کتاب التعلق بہا، ج 2، ص 411)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((مسجد میں بیع و شرا کرنے سے منع کیا ہے)) اور ہمارے علمائے محکف کے لئے بغیر بیع کو مسجد میں لائے خریدنا جائز فرمایا۔ اور بری بدعات میں سے مقام ابراہیم کے پیچھے خلاف کعبہ کو بیچنا ہے اور مسجد حرام میں کتب وغیرہ کو بیچنا ہے اور ان بدعات میں سب سے زیادہ بری بدعت مختلفات، مشک، ردی سامان اس میں رکھنا ہے خاص طور پر حج کے دنوں میں اور لوگوں کے ازدحام کے وقت اور اللہ عزوجل ہی اپنے دین کا والی ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور اسی طرح مسجد میں کسی صنعت و حرفت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے مگر علوم شرعیہ اور علوم آلہ کی کتابوں کو نقل کرنے کے لئے بیٹھنے کی اجازت ہے اور مسجد میں کبھی کبھار کوئی کپڑے سے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں درزی کو دیکھا تو اس کے نکالنے کا حکم دیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ وہ مسجد میں جھاڑو دیتا ہے اور دروازہ کو بند رکھتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((جَدَّبُوا صُنَاعَكُمْ مَسَاجِدَكُمْ)) ترجمہ: اپنے کاریگروں کو اپنی مساجد سے دور رکھو۔ اس حدیث پاک کو عبدالحق نے روایت کیا اور اسے ضعف قرار دیا ہے۔ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ جب کسی مسجد میں خرید و فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ((عَلَيْكَ بِسُوقِ الدُّنْيَا فَلَيْتَ هَذَا

سَوَّقُ الْأَجْرِيَّةِ)) تم پر دنیا کا بازار لازم ہے بے شک یہ آخرت کا بازار ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کی آواز سنی تو فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے؟

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد، شرح الخ، ج 2، ص 815، دار الفکر، بیروت)

کبا معتکف اور غیر معتکف کا مسجد میں خرید و فروخت کرنا کیسا؟

غیر معتکف کو مسجد میں خرید و فروخت منع ہے، معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔ در مختار میں ہے: ”(وَأَخْصَّ) الْمُعْتَكِفُ (بِأَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَعَقْدٍ أَحْتَاَجَ إِلَيْهِ) لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فَلَوْ لِنَعَارَةِ كُفْرَةٍ“ ترجمہ: صرف معتکف کو مسجد میں کھانے، پینے، سونے اور بوقت ضرورت کوئی چیز خریدنے کی اجازت ہے، خواہ خریداری اپنے لئے ہو یا گھر والوں کے لئے، اور اگر تجارت کے لئے کوئی چیز خریدی تو مکروہ ہے۔ (در مختار، رد المحتار، ج 2، ص 448، دار الفکر، بیروت)

شامی میں ہے: ”(وَكُفْرَةٍ) أَي تَبْحِيرِ مَا لِأَنَّهَا مَحَلُّ إِطْلَاقِهِمْ بِنَحْوِ (إِحْضَارِ مَبِيعٍ فِيهِ) كَمَا كُفْرَةٍ فِيهِ مُبَايَعَةٌ غَيْرِ الْمُعْتَكِفِ مُطْلَقًا لِلنَّهْيِ“ ترجمہ: مسجد میں معتکف کے لئے مبيع کو حاضر کرنا مکروہ تحریمی ہے جس طرح کہ غیر معتکف کا مسجد میں بیع کرنا مطلقاً مکروہ ہے اس بارے میں نہیں وارد ہونے کی وجہ سے۔

(رد المحتار، ج 2، ص 448، دار الفکر، بیروت)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”وَلَا بَأْسَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ الطَّعَامَ، وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَأَمَّا إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَّخِذَ مَتَّحِرًا فَيُكْفَرُ لَهُ ذَلِكَ هَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانَ وَالذَّخِيرَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ“ ترجمہ: معتکف کے لئے کھانے کو خریدنا، بیچنا اور جس کی اس کو حاجت ہو جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ قاضی خان اور ذخیرہ میں ہے، اور یہی صحیح ہے، اسی طرح تبیین میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج 1، ص 213، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

بیع و شرا وغیرہ ہر عقد مبادلہ مسجد میں منع ہے، صرف معتکف کو اجازت ہے جب کہ تجارت کے لیے خریدنا یا بیچنا نہ ہو، بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 648، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مسجد میں بیع و شرا کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب المبیوع میں آئے گی۔

نماز جمعہ سے پہلے حلقہ لگانے کی ممانعت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا)) یعنی اس بات سے کہ لوگ حلقہ کی بیعت پر پیشین

جب لوگ حلقہ حلقہ ہو کر بیٹھیں تو کہا جاتا ہے "تَحَلُّقُ الْقَوْمِ" اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب قوم حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں تو اکثر طور پر گفتگو اور آواز کا بلند کرنا پایا جاتا ہے اور جب وہ اس حالت میں ہوتے ہیں تو خطبہ نہیں سنتے حالانکہ انہیں خطبہ سننے کا حکم ہے ایسا ہی علمائے فرمایا۔ علامہ توربشتی فرماتے ہیں: ممانعت دو وجوہات کا احتمال رکھتی ہے: ان میں ایک یہ ہے کہ اس بیعت پر بیٹھنا نمازیوں کے اجتماع کی (بیعت) مخالف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے جمع ہونا ایک عظیم کیفیت و حالت ہے جو اس کے لئے حاضر ہوا سے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے اس کے سوا کسی اور کام کا اہتمام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور لوگوں کا نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنا اُس معاملہ سے غفلت میں ڈالنے والا ہے جس کی طرف انہیں بلایا گیا ہے۔ اور "شرح السنہ" میں ہے: علمی مذاکرہ کے لئے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنا حدیث میں مکروہ فرمایا گیا ہے بلکہ ذکر و نماز اور خطبہ کے لئے خاموش ہونے میں مشغول ہو جائے اور جمعہ کے بعد یوں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور "احیاء العلوم" میں ہے کہ نماز سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں: ایک محدث اسے یوں روایت کیا کرتے تھے: جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ نہ کرنا منع کیا گیا ہے۔ اور مجھے خبر دی گئی کہ ان محدث نے چالیس سال تک نماز سے پہلے حلقہ نہیں کروایا تو میں نے انہیں کہا کہ حدیث میں "حلق" کا لفظ ہے جو حلقہ کی جمع ہے۔

(مرآة العاج، باب المساجد و مواضع الخ، ج 2، ص 615، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

((اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے "حلق" سے منع فرمایا)) یعنی حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے

، اور ایک روایت میں ہے کہ "ح" اور "لام" کے فتوح کے ساتھ حلق سے منع فرمایا ہے جو کہ "حلقہ" کی جمع ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض مشائخ اس حدیث کو یوں روایت کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حلق" بسکون اللام سے منع فرمایا ہے اور مجھے خبر پہنچی کہ انہوں نے چالیس سال تک نماز سے پہلے حلق نہ کروایا تو میں نے انہیں کہا کہ حدیث میں ممنوعہ شے "حلقہ" کی جمع ہے تو انہوں نے فرمایا تو نے میری مشکل آسان کر دی اور انہوں نے مجھے بہتر جزا دی اور وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔ اور جمعہ کی نماز سے پہلے علمی مذاکرہ و اجتماع کرنا مکروہ ہے اور حکم ہے کہ نماز میں مشغول ہو جائے اور خطبہ اور ذکر کے لئے خاموشی اختیار کرے تو جب ان سے فارغ ہو جائے تو اس کے بعد حلقہ لگائے اور اجتماع کرے۔

(شرح ابی داؤد للعیلی، باب التحلق یوم الجمعہ، ج 4، ص 413، مکتبۃ الرشد، بیاض)

گمشدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنا:

بعض روایات میں گمشدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنے کی بھی ممانعت ہے، علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گشودہ چیز کے تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے)) حدیث پاک میں ہے: ((من سمع یبشد ضلالتاً فی المسجد فلیقل: لا ردعاً للہ علیک؛ فإن المساجد لہ تبین لہذا)) ترجمہ: جو کسی کو مسجد میں اپنی گشودہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو اسے کہے کہ اللہ عزوجل تجھے تیری چیز نہ دلانے کیونکہ مساجد اس لئے نہیں بنائی گئیں۔ اور شیخ محی الدین فرماتے ہیں: اس ممانعت میں بیچ و شر اور اجارہ وغیرہ عتود بھی داخل ہیں اور مسجد میں آواز کا بلند کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں: امام مالک اور علما کی ایک جماعت رحمہ اللہ نے فرمایا: مسجد میں تعلیم و تعلم وغیرہ کے لئے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے اصحاب میں سے محمد بن مسلمہ نے علم اور مقدمات وغیرہ کے معاملات میں کہ جن کی لوگوں کو محتاجی ہوتی ہے آواز بلند کرنے کی جازت دی ہے کیونکہ مساجد ہی لوگوں کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں، اس کے بغیر ان کے لیے چارہ نہیں۔

(شرح ابنی داؤد للصحیحی، باب التلحق یوم الجمعة، ج 4، ص 411، مکتبہ)

(ترجمہ میں)

مسجد میں اپنی ذات کے لیے سوال کرنا اور مسجد کے سائل کو دینا:

فتاویٰ امجدیہ میں ایک سوال کے جواب میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تصنیف کلام فرمایا ہے، اس پر وارد ہونے والے ایک مشہور اعتراض کا جواب بھی دیا ہے، افادۂ عام کے لیے یہ فتویٰ پیش خدمت ہے:

سوال: عرض یہ ہے کہ جناب نے بہار شریعت میں فرمایا ہے کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا بھی منع، نیز بہار شریعت صفحہ 78 جلد 5 میں ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسے کا کفارہ ہو، لیکن صاحب موضح القرآن اس آیت کریمہ ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلِیْسْ لَکُمْ مِنَ اللَّهِ حِجَابٌ ۚ وَأَنْتُمْ سَمِعْتُمْ وَأَبْصَرْتُمْ ۚ فَاعْبُدُوهُ فَسَخَّرَ لَکُمْ مِنْهُ مِمَّا رَزَقَکُمْ مِنْهُ ۚ فَذَلِکَ لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُونَ﴾ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حجرہ مبارک سے مسجد میں آئے تو بعضوں کو دیکھا کہ رکوع میں ہیں اور بعضوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو دیکھا اور فرمایا کسی نے تجھ کو کچھ دیا۔ سائل نے سونے یا روپے کی انگوٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور حضرت علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ اس رکوع کرنے والے نے رکوع میں دی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ تفسیر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مسجد میں انگوٹھی دینا (اور وہ بھی رکوع میں) باعث مدح خالق ہے اگر سائل کو مسجد میں دینا منع ہے تو آیت قرآن اس فعل کو موعود مدح میں کیوں ذکر کر رہی ہے اور جب مسجد میں سائل کو دینا بحکم آیت مذکورہ باعث مدح خالق ہے تو علماء اس فعل کو موعود کیوں

فرماتے ہیں بہنوا توجروا

جواب: مسجد میں سوال کرنے کے متعلق علمائے حنفیہ کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ مطلقاً ناجائز، دوسرا یہ کہ چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے اور یہ شرطیں نہ ہوں تو ناجائز، شرط اول یہ کہ مصلی کے آگے سے نہ گزرے، دوم یہ کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، سوم یہ کہ الحاف کے ساتھ سوال نہ ہو چہاں یہ کہ ضرورت کے لئے سوال کرتا ہو، قول دوم کو بزاز یہ ذہب وغیرہما میں اختیار فرمایا، اور صاحب درمختار نے بھی کتاب الخطر میں تنہا اسی قول کو ذکر کیا۔ رد المحتار میں ہے قال فی النہر والمختار ان السائل ان کان لا یمربین یدی المصلی ولا یتخطی الرقاب ولا سائل الناس الحافابل لامر لا بد منه فلا یاس بالسؤال والاعطاء اہ ومثله فی البزازیة وفيہا ولا یجوز الاعطاء اذا لم یکنوا علی تلك الصفة المذكورة قال الامام ابو نصر العیاضی ارجو ان یغفر اللہ تعالیٰ لمن یخرجہم من المسجد وعن الامام خلف ابن ایوب لو کنت قاضیا لم اقبل شہادۃ من یتصدق علیہم اہ وسیأتی فی باب المصروف انه لا یحل ان یسئل شیئاً من له قوت یومہ بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویائم معطیه ان علم بحالہ لاعانتہ علی الحرام (نہر میں فرمایا مختار یہ ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے اور نہ ہی گردنیں نہ پھلانگے اور نہ ہی لوگوں سے الحاف کے ساتھ سوال کرے اور ضرورت کے لئے سوا کرتا ہو تو اس کا سوال کرنا اور لوگوں کے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا ہی بزاز یہ میں ہے اور اسی میں ہے کہ اگر یہ مذکورہ صفات نہ پائی جائیں تو اسے دینا جائز نہیں ہے امام ابو نصر عیاضی فرماتے ہیں کہ جو ایسا کرنے والے کو مسجد سے نکال دے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا امام خلف ابن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا تو ایسے سائل کو دینے والے کی گواہی قبول نہ کرتا، باب المصروف میں آئے گا کہ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لئے بالفعل یا بالقوة موجود ہو جیسا کہ ایسا صحیح فرد جو کمانے پر قادر ہو اور اسے اس کی حالت کا علم بھی ہے تو اسے دینے والا بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ یہ گناہ پر معاونت کر رہا ہے۔) خلاصہ یہ ہے کہ سائل میں اگر وہ شرائط نہ پائے جائیں تو سوال بھی جائز نہیں اور دینا بھی ناجائز، امام ابو نصر عیاضی فرماتے ہیں کہ ان کو مسجد سے نکال دے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور امام خلف ابن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا تو ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں کرتا جو ایسے سائل کو دیتے ہیں اور باب المصروف میں ذکر کیا گیا کہ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لائق ہو یا وہ اس کے کمانے پر قادر ہو مثلاً تندرست جو کما سکتا ہو اسے سوال حلال نہیں اور دینے والا اگر اس کے حال پر مطلع ہو کر دیکھا تو وہ بھی گناہ گار ہوگا کہ حرام پر اعانت کرتا ہے۔ اور قول اولی کو صاحب درمختار نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر فرمایا کہ قول دوم لفظ قیل سے تعبیر کیا، عبارت یہ ہے ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء

مطلقاً وقیل مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دیناً مطلقاً مکروہ ہے۔ (ت) اور اسی قول اول کو غلطی میں احوط فرمایا ہے کہ عبارت یہ ہے وعلم مما تقدم حرمة السؤال في المسجد لانه كثر ان البيع ونحوه كراهية الاعطاء لانه يحمل على السؤال وقيل لا اذا لم يتخط الناس ولم يمر بين يدي معصم والاول احوط جو عبارت پیچھے گزری اس سے یہ بات جان لی گئی کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہیادرا سے دیناً مکروہ ہے کیونکہ یہ سوال پر عمل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ لوگوں کو نہ پھلانگے اور نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے تو یہ حکم نہیں ہے، اور پہلا قول ہی احوط ہے۔ (ت) نیز ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ویدخل فی کذا کل امر لم یمنع المسجد من البيع والشراء ونحو ذلك وكان بعض السلف لا يرى ان يتصدق على السائل المعترض في المسجد اور اس میں ہر وہ کام داخل ہے جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی جیسے خرید و فروخت کرنا اور اسی کی مثل دوسرے کام، اور بعض علمائے سلف کی اس بارے میں کوئی رائے نہیں ہے کہ جو مسجد میں سائل پر صدقہ کرے۔ (ت)

اس کے بعد اسی صفحہ میں یہ قول ذکر کیا کہ سائل کو دینے میں حرج نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا عمل اللہ منکم اطعم الیوم مسکیناً فقال ابو بکر دخلت المسجد فاذا انا بسائل فوجدت كسرة خبز في يد عبدالرحمن فاخذتها ففحصها لئلا يترجمه: کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھے ایک سائل ملا میں نے عبدالرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا تو اس سے لے کر سائل کو دے دیا یعنی کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں مسجد میں داخل ہوا ناگاہ مجھے ایک سائل ملا اور میں نے عبدالرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا اس سے لیکر سائل کو دے دیا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے۔ اس استدلال کے جواب میں ملا علی قاری فرماتے ہیں قلت لا دلالة في الحديث على انه كان سائلا وانما الكلام فيه وقد قال بعض السلف لا يحل اعطائه فيه لما في بعض الآثار ينادى يوم القيامة ليقيم بغيبض الله فيقوم سوال المسجد میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سائل تھا جب کہ ہمارا کلام سائل کے بارے میں ہے، بعض سلف فرماتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینا حلال نہیں ہے کیونکہ بعض آثار میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ندا کی جائے گی کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس پر اللہ کا غضب ہے تو مسجد کا سائل کھڑا ہوگا۔ (ت) یعنی اس حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ وہ سائل تھا اور کلام سائل میں ہے اور بعض سلف فرماتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینا حلال نہیں اس لئے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ روز قیامت منادی کی جائے گی جو شخص اللہ کے نزدیک مبغوض ہے کھڑا ہو جائے تو مسجد کا سائل کھڑا ہو جائے گا۔

اقول، اس استدلال کا یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الى الصلوة سے ارادہ قیام مراد ہے۔ پس اس تقدیر پر یہ واقعہ مسجد کا نہ ہو اور استدلال صحیح نہ ہو، اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ حدیث مذکورہ بالا میں تصریح ہے فاذا انا بسائل پھر ملا علی قاری کا یہ کہنا لا دلالة فی الحدیث علی انه كان سائلا صحیح نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ سائل تھا، رہا یہ کہ اس نے مسجد میں سوال بھی کیا، یہ ثابت نہیں اور کلام اسی میں ہے کہ جو سائل مسجد میں سوال کرے اسے دینا حلال نہیں نہ یہ کہ بلا سوال بھی اسے دینا حلال نہیں اور دونوں میں فرق ظاہر ہے۔

پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول ذکر کیا کہ بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز، وفصل بعضهم بین من یوذی بالمرور ونحوه فیکره اعطائه لانه اعانة له علی ممنوع و بین من لا یوذی فلیسن اعطائه لان السؤال کانوا یسئلون علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المسجد حتی یروی ان علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تصدق بخاتمه وهو فی الركوع فمدحه اللہ بقوله یوتون الزکوة وهم را کعون را کعون بعض علماء نے اس کے درمیان فرق کیا ہے کہ جو سائل نمازیوں کے آگے سے گزر کر یا کسی اور طرح انہیں اذیت دیتا ہے تو اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ممنوع کام پر اعانت ہے، اور جو سائل اس طرح تکلیف نہیں دیتا تو اسے دینا مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سائل مسجد میں سوال کیا کرتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ کر دی تو اللہ نے ان کی ان الفاظ سے مدح فرمائی کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ (ت) یعنی جو سائل لوگوں کو اذیت دیتا ہے مثلاً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے یا اس کے مثل کچھ اور حرکت کرتا ہے اسے دینا مکروہ ہے، کہ ممنوع پر اعانت ہے، اور جو ایسا نہیں کرتا اسے دینا بہتر ہے کہ حضور کے زمانے میں لوگ مسجد میں سوال کرتے تھے جب تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکوع میں اپنی انگوٹھی دے دی تھی جس پر اللہ نے ان کی مدح فرمائی۔

اس قول کا جواب ملا علی قاری اس طرح تحریر فرماتے ہیں اور یہی استفتاء کا جواب بھی ہے وفیہ انه لیس فی الحدیث ولا الایة ان اعطاء علی کان فی المسجد یعنی حدیث و آیت کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دیا تھا، اقول اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ مسجد میں دیا تھا تو یہ ثابت نہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد میں سوال کیا تھا اگر حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو صرف اتنا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا اور یہ امر کہ اس نے مسجد میں سوال کیا اس کے متعلق کوئی حدیث نظر سے نہ

گزری، اور ملا علی قاری کا یہ فرمانا کہ حدیث سے مسجد میں سوال ثابت نہیں، صاف بتاتا ہے کہ ان کے پیش نظر بھی کوئی ایسی حدیث نہیں ہے، جس سے مسجد میں سوال کی اجازت ثابت ہو، تفسیر بیضاوی شریف میں شان نزول کو اس طرح نقل کیا و انسا
 نزلت فی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین سالہ سائل وهو راکع فی صلوقہ فطرح له خانمہ یہ
 آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب سائل نے سوال کیا اور یہ اپنی نماز کے رکوع میں تھے تو انہوں
 نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے (دی۔ ت)

اس سے بس اتنا معلوم ہوا کہ سائل کے سوال پر دیا یہ کہ مسجد میں سوال کیا تھا اور اسے دیا بلکہ خود قاضی بیضاوی کا اس
 شان نزول کے متعلق کہنا، وان صحح، بتاتا ہے کہ اس روایت کی صحت میں بھی انہیں کلام ہے اس لئے آیت میں رکوع کے معنی
 خشوع و خضوع کے لیتے ہیں یعنی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور یہ معنی کہ رکوع میں زکوٰۃ دینے
 ہیں، اس کو بصیغہ ترمیض قیل سے تعبیر کرتے ہیں۔

رہا یہ کہ استثناء میں جو موضع القرآن کی عبارت نقل کی گئی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سائل تھا اور حضرت علی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیا تھا، پس اگر یہ مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہو تو کہا جائیگا کہ سائل کو دیا اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ
 اس نے مسجد میں سوال بھی کیا ہو جیسا کہ فاذا انا بسائل سے ثابت نہیں کہ اس نے مسجد میں سوال کیا تھا ویسا ہی یہاں بھی یہ
 ثابت نہیں کہ اس نے مسجد میں سوال کیا اور اس کی عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ مسجد میں دیا۔

لہذا اس عبارت موضع القرآن سے مسجد میں سوال کی اجازت ثابت نہیں کہ مسجد میں دیا، اس لئے بہار شریعت حصہ سوم
 میں یہ لفظ ہے کہ اس سائل کو دینا بھی منع ہے، مستقی سے لفظ (اس) لکھنے سے رہ گیا جس کا مطلب ہو گیا کہ چاہے مسجد میں سوال
 کرے یا نہ کرے سائل کو مسجد میں دینا منع ہے حالانکہ مطلب یہ تھا کہ مسجد میں سوال کرے تو دینا منع ہے، اور اسی کے لئے لفظ اس
 بڑھایا گیا تھا اس عبارت موضع القرآن کے قریب قریب ایک حدیث علامہ خفاجی نے نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔ نہ مناکت کریں
 گے اور نہ ہم سے بات چیت کریں گے اور یہ امر ہم پر شاق ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ولی اللہ و رسول ہیں
 پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور کسی کو قیام میں اور کسی کو رکوع میں پایا اور ایک سائل کو ملاحظہ فرمایا اس سے فرمایا کسی
 نے تجھے کچھ دیا اس نے عرض کی ہاں چاندی کی ایک انگوٹھی ملی ہے، فرمایا کس نے دی اس نے کہا اس قیام کرنے والے نے اور
 ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا حضور نے فرمایا کس حالت میں دی اس نے کہا حالت رکوع میں، اس پر
 حضور نے تکبیر کہی پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضور نے سائل سے دریافت کیا تھا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ قیام میں

تھے رکوع میں نہ تھے اگرچہ دینار رکوع میں تھا، مگر موضح القرآن کے اس لفظ سے کہ اس رکوع کرنے والے نے دی، یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی وقت دی ہے جبکہ اسی رکوع میں تھے اور یہ رکوع مسجد میں تھا لہذا مسجد میں دینا ثابت ہوا اگرچہ فقط یہ لفظ اس ثبوت کے لئے کافی نہیں مگر تو ہم پیدا ہوتا ہے اور جبکہ علامہ خفاجی نے جو روایت حاکم وغیرہ سے نقل کی اس میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قائم ہونا مذکور ہے تو یہ تو ہم بہت بعید ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کے آخر میں دونوں مقولوں میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ والظاہر ان الخلاف خلاف عصر وزمان لا اختلاف السائلین، یعنی علماء میں یہ اختلاف زمانہ کے اختلاف پر مبنی ہے کہ قرون اولیٰ میں سائلین آداب مسجد کی مراعات کرتے تھے اور ضرورت پر سوال کرتے تھے اور اس طرح سوال نہ کرتے تھے کہ ممنوع ہو، اور اس زمانہ کے سائلین ایسے نہیں اگر ان کو اجازت دے دی جائے تو کسی امر کی پرواہ نہ کریں گے، اور جائز و ناجائز کا خیال نہ رکھیں گے اس لئے ان کے لئے حکم یہی ہے کہ سوال سے روک دیئے جائیں، وکم من شئ یختلف باختلاف الزمان۔

پس چونکہ صاحب غیثیہ نے مطلق ممانعت کو احوط فرمایا اور ملا علی قاری نے اس اختلاف کو اختلاف زمانہ پر محمول کیا لہذا فقیر نے اسی قول کو اختیار کیا اور اسی کو بہار شریعت میں ذکر کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

(نہای احمدیہ، باب احکام المسجد، ج 1، ص 251 تا 255، مکتبہ ضویہ، کراچی)

باب نمبر 236

مَا جَاءَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى
(وہ مسجد کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: بنی خدرہ کے ایک شخص اور بنی عمرو بن عوف کے ایک شخص نے اس مسجد کے بارے میں جھگڑا کیا کہ جس کی صفت یہ بیان کی گئی کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو خدری نے کہا کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ تو یہ دونوں حضرات اس مسئلہ کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور اس میں خیر کثیر ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم سے ابو بکر نے علی بن عبد اللہ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: میں نے سحی بن سعید سے محمد بن ابوسحی اسلمی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور ان کے بھائی انیس بن سحی ان سے اثبت (روایت کے اعتبار سے زیادہ مضبوط) ہیں۔

323- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَنَيْسِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ، قَالَ: ائْتَرَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي خَدْرَةَ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى، فَقَالَ الْخَدْرِيُّ: هُوَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْآخَرُ: هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، فَأْتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: هُوَ هَذَا - يَعْنِي مَسْجِدَهُ وَفِي ذَلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ، قَالَ أَبُو عِيَسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ، وَأَخُوهُ أَنَيْسُ بْنُ أَبِي يَحْيَى أَثْبَتُ مِنْهُ

ترجمہ حدیث 323: (سنن نسائی، کتاب المساجد، باب ذکر المساجد التي أسس على التقوى، حدیث 697، ج 2، ص 36، بحسب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف مالکی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:
 اور لوگوں نے اس مسجد کے حوالہ سے اختلاف کیا کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو مجاہد، عروہ اور قتادہ کا موقف یہ ہے کہ وہ مسجد قباء ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کا موقف یہ ہے کہ بے شک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور اہلب کی امام مالک سے روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((هُوَ مَسْجِدِي)) وہ میری مسجد ہے۔
 (المسئی شرح الموطأ، المجلد 1، ص 16، ج 1، ص 287، مطبوعہ مطبعة المدینہ، مصر)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:
 یہ حدیث پاک اس بارے میں نص ہے کہ قرآن مجید میں جس مسجد کا ذکر ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور اس میں ان بعض مفسرین کا رد ہے جنہوں نے کہا اس سے مراد مسجد قباء ہے۔

(شرح النووی علی مسلم باب فضل مسجد قباء، فصل 1، ص 109، ج 1، ص 109، مطبوعہ مطبعة المدینہ، مصر)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:
 (وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی) یہ اس بارے میں صریح ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور تحقیق اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اختلاف تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مسجد قباء ہے اور پہلی بات زیادہ درست ہے۔ اور داودی کہتے ہیں: اس میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ دونوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔
 (مروۃ، باب 7، ج 1، ص 17، ج 1، ص 46، مطبوعہ مطبعة المدینہ، مصر)

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:
 اللہ عزوجل کی اس قول ”وہ مسجد کہ اول دن سے ہی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے“ سے مراد میں اختلاف ہے پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے یہی آیت پاک کا ظاہر ہے۔ امام مسلم نے عبد الرحمن بن ابوسعید کے طریق سے روایت کی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ((سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْجِدِ الَّذِي لَيْسَ عَلَيَّ التَّقْوَى فَقَالَ هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس مسجد کے بارے میں سوال کیا کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔ اور امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور

سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: ((اختلف رجلاً في المسجد الذي أسس على التقوى فقال أحدهما هو مسجد النبي صلى الله عليه وسلم وقال الآخر هو مسجد قباء فأتانا رسول الله مثل الله خلقه وسلمه فسألناه عن ذلك فقال هو هذا)) ترجمہ: دو شخصوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہوا کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دوسرے نے کہا کہ مسجد قباء ہے تو یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو ان دونوں نے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ یہ مسجد (مسجد نبوی) ہے۔

اور اس میں یعنی مسجد قباء میں خیر کثیر ہے اور امام احمد نے حضرت اہل بن سعد سے اسی کی مثل روایت کی اور اسی حدیث کو انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بواسطہ اہل بن سعد سے مرفوعاً روایت کیا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ سوال اس سے صادر ہوا کہ جس کے نزدیک دونوں مساجد برابر تھیں کیونکہ دونوں میں اس بات میں اشتراک ہے کہ دونوں کی بنیاد پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے تو اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ اور مسجد نبوی کے لیے زیادہ فضیلت بھی ہے جو کہ مسجد قباء کے بجائے اس کی تعیین کا قافلاً کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد قباء کی تعمیر اللہ عزوجل کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزئی حکم دینے سے نہیں ہے (أَوْ تَحْتَانِ رَأْسًا رَأَى بِخِلَافِ مَسْجِدِهِ) یا مسجد قباء کی تعمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تھی برخلاف مسجد نبوی کے یا اس مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو وہ احوال قلبیہ حاصل ہوئے ہیں جو اس کے غیر میں حاصل نہیں ہوئے۔ انتہی۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مسجد نبوی کی زیادہ فضیلت یوں ہو کہ بالاتفاق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں طویل قیام رہا ہے جبکہ مسجد قباء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھوڑے ایام رہا۔ اور اس کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے علامہ قرطبی کے تفکرات کی طرف احتیاج کے بغیر۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اللہ عزوجل کا فرمان بقدر آیت میں یوں ہے: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا فِيهَا كُنُوزًا لِلْإِيمَانِ﴾ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستر ہونا چاہتے ہیں۔ (پارہ 11، سورہ توبہ، آیت 108) آیت کریمہ کا یہ حصہ اس بات کی تائید کرتا ہے یہاں مسجد سے مراد مسجد قباء ہے۔ اور اللہ واؤد نے استنباح کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كَرَّكَتُ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا فِيهَا كُنُوزًا لِلْإِيمَانِ)) ترجمہ: یہ آیت کریمہ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا فِيهَا كُنُوزًا لِلْإِيمَانِ﴾ اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مسجد کے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے، کے متعلق یہ جواب ارشاد فرمانا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے، اس جواب میں راز یہ ہے کہ اس وہم کو اٹھایا جائے کہ یہ آیت کریمہ مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ داووبی وغیرہ نے کہا: یہ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی بنا تقویٰ پر ہے اور سبکی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور ان کے علاوہ نے مزید یہ بات کہی کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس پہلے دن سے ہے جس دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دار ہجرت میں تشریف لائے۔

(صحیح الباری لابن حجر، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 7، ص 245، دار المعرفہ بیروت)

باب نمبر 237

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ قُبَاءِ

(مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

حدیث: حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہما
 عنہ جو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے وہ نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا ایک مرد
 کرنے کی طرح ہے۔

اور اس باب میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
 سے بھی روایت ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت اسید بن
 ظہیر انصاری رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ہم حضرت
 اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث پاک کے علاوہ کوئی
 حدیث صحیح نہیں جانتے اور ہم اس حدیث کو صرف ابو اسامہ کی
 جو حدیث عبد الحمید بن جعفر سے مروی ہے اسی سے جانتے
 ہیں۔ اور ابوالابیرد کا نام زیاد مدنی ہے۔

324- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو
 كُرَيْبٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو
 أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 أَبُو الْأَبْرَدِ، مَوْلَى بَنِي خَطْمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسِيدَ
 بْنَ ظَهَيْرِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ، وَ
 فِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ أَبُو
 عَيْسَى: حَدِيثُ أَسِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ
 صَحِيحٌ، وَلَا نَعْرِفُ لِأَسِيدِ بْنِ ظَهَيْرٍ شَيْئًا يَصِحُّ
 غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ
 أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَأَبُو
 الْأَبْرَدِ اسْمُهُ زِيَادٌ مَدِينِيٌّ

ترجمہ حدیث 324: (سنن ابن ماجہ، کتاب العمرة والسنن، اب ماجہ فی الصلوة فی مسجد قباء، حدیث 1441، ج 1، ص 453، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:
 ((اصلاً یعنی نماز)) اس میں الف لام جنس کا ہے جو فرض اور نفل کو شامل ہے یا الف لام عہدی ہے تو پھر یہ فرض کے ساتھ خاص ہے۔

((مسجد قبا میں)) اور وہ مدینہ کے اطراف میں ہے اور زیادہ مشہور اس کو مد کے ساتھ اور منصرف اور مذکر پڑھنا ہے اور ان تینوں کی ضد کے ساتھ بھی اس کا ضبط منقول ہے۔

((عمرہ کی طرح ہے)) اور ابن ابی شیبہ نے سید صحیح ساتھ نقل کیا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں: ((لَأَنَّ أَصْلِي فِي مَسْجِدِ قَبَاءِ رُكْعَتَيْنِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ آتِيَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ مَرَّتَيْنِ، لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي قَبَاءٍ لَعَسَوْا إِلَيْهِ أَحْبَادَ الْبَيْلِ)) ترجمہ: مسجد قبا میں دو رکعت ادا کرنا مجھے دو مرتبہ بیت المقدس جانے سے زیادہ محبوب ہے اگر لوگ جانتے جو مسجد قبا میں ہے تو ضرور اس کی طرف اونٹوں کے جگر پھیر دیتے۔ (تاریخ المدینہ لابن ابی شیبہ، باب الرخصة في النوم في حج، ج 1، ص 42، مطبوعہ بيروت)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد کی زیارت کو پیدل اور سواری پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں: اس سے مسجد قبا کی زیارت کرنے اور اس میں نماز ادا کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور ہفتہ کے دن ایسا کرنا سنت ہے اس حدیث پاک کی وجہ سے جسے بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور اس کی حکمت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذات کے لئے فراغت اختیار فرماتے تھے اور اتوار سے لے کر جمعہ تک اپنی امت کے معاملات میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہ روایت اس حدیث کے منافی نہیں ہے (کہ جس میں ہے) ((لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد)) (ترجمہ: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف ہی باندھے جائیں۔) کیونکہ قبا اور مدینہ میں تین میل کا فاصلہ ہے اور جو شہر سے قریب ہو اس میں کجاوے باندھنا نہیں ہوتا۔

(فيض القدير، فصل في الحل بال من حد الحرف الخ، ج 4، ص 244، المكتبة العصرية، الكبری، مصر)

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

((عمرہ کی طرح ہے)) یعنی اجر و ثواب میں عمرہ کی طرح ہے۔ اور تحقیق روایت میں ہے: ((أَنَّهُ صَلَّى إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْهَبُ إِلَيْهِ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَا شِئًا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ اس مسجد کی طرف پیدل اور سواری پر جایا کرتے تھے۔) اور یہ بات اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (مجموع المسند للشيخ ابن خزيمة، باب ما رواه في صلاة من سبها، ج 1، ص 431، دار الحديث، بيروت)

احادیث میں تطہیر

عمرہ کے ثواب کا ترتب بعض روایات میں دو رکعت پڑھنے پر اور بعض میں چار رکعت پڑھنے پر مروی ہے، اس میں تطہیر کرتے ہوئے علامہ ابن حجر کے حوالے سے علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ بے شک مسجد قبا میں نماز پڑھنا مروی طرح ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَكَسَبَهُ الْوُضُوءُ وَجَاءَ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَصَلَّى فِيهِ رَكَعَتَيْنِ كَانَ لَهُ لِحْمٌ عُنُقِيًّا)) ترجمہ: جو وضو کرے پس کامل وضو کرے اور مسجد قبا آئے پس اس میں دو رکعت ادا کرے تو اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہے۔

اور ایک دوسری صحیح روایت میں یہ ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ ثُمَّ دَخَلَ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَرَكَعَ فِيهِ لِحْمٌ وَرَكَعَاتٍ كَانَ فَلَكَ عُنُقِيًّا)) ترجمہ: جو وضو کرے پس اچھا وضو کرے پھر مسجد قبا میں داخل ہو پس اس میں چار رکعت ادا کرے تو یہ اس کے لئے عمرہ کے برابر ہوگا۔

اور ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ بے شک عمرہ کا ثواب اول چار رکعات پڑھنے پر مرتب ہوا پھر اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر آسانی فرمائی اور ان پر اپنا فضل فرمایا تو پس اس ثواب کو دو رکعتوں پر مرتب فرما دیا۔

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد و ما ینبع منها، ج 2، ص 590، رقم الحديث 1000)

وَلَا تُحْرَفُ لِأَسَدِ بْنِ ظَهْرٍ هَيْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

امام ترمذی نے لکھا کہ ((اور ہمیں اسید بن ظہیر کی اس حدیث کے علاوہ کوئی صحیح حدیث معلوم نہیں))۔ علامہ ابن عربی نے اس پر بیضاؤں کیا: کیونکہ اس حدیث کے علاوہ ان کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی روایت نہیں ہے۔

عراقی کہتے ہیں: یہ لفظ درست نہیں ہے بلکہ ان کی تین دیگر احادیث بھی مروی ہیں:

(1) مزایع کے کرایہ پر دینے کی نبی والی حدیث جسے نسائی نے روایت کیا۔

(2) اور چور سے خریدنے والی حدیث جسے نسائی نے روایت کیا اور اس کی سند جدید ہے۔

(3) اور احد والے دن رافع بن خدیج کو اجازت دینے والی حدیث جسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند بھی جدید ہے۔

(توضیح المسند، باب المساجد و ما ینبع منها، ج 1، ص 151، جامع امام الترمذی، ص 100)

—

باب نمبر 238

مَا جَاءَ فِي أَيِّ الْمَسَاجِدِ أَفْضَلُ
(کوئی مسجد افضل ہے)

325- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ :
حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ
زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ ، وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَجِ ،
عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : صَلَاةٌ فِي

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس مسجد کے علاوہ اور
مسجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام
کے۔

مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ ،
إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، قَالَ أَبُو عِيْسَى : "وَلَمْ
يَذْكَرْ قُتَيْبَةُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عُْبَيْدِ اللَّهِ ، إِنَّمَا ذَكَرَ
عَنْ زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَجِ ، وَقَالَ

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: تھیہ نے اپنی
حدیث میں عبید اللہ سے روایت کا ذکر نہیں کیا انہوں نے
صرف زید بن رباح کی ابو عبید اللہ الاخر سے روایت کا
ذکر کیا ہے۔

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَأَبُو عُْبَيْدِ اللَّهِ
الْأَعْرَجُ اسْمُهُ سَلْمَانٌ ، وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي
الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ ، وَمَيْمُونَةَ ، وَأَبِي سَعِيدٍ ، وَجُبَيْرِ
بْنِ مُطْعِمٍ وَابْنِ عُمَرَ ، وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ، وَأَبِي
ذَرٍّ

اور فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو عبد اللہ
الاخران کا نام سلمان ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی
حدیث اور طرق سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے اور اس باب میں حضرت علی، حضرت میمونہ، حضرت ابو
سعید، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت
عبد اللہ بن زبیر اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے (بھی)

326- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ : حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ
قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَشْفُدُ الرَّحَالَ إِلَّا إِلَى

حدیث: حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں: کچاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد

ثَلَاثَةٌ مَسَاجِدٍ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِلَى ثَلَاثَةٍ
 مَسَاجِدٍ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي بَدَا،
 وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بَدَا
 حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مَسْجِدِي بَدَا،
 وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بَدَا
 حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 325: (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجدی، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجدی
 مکتبہ، حدیث 1394، ج 2، ص 1012، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام، حدیث 2899، ج 5، ص 214، مکتبہ
 المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب القنۃ، باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام، حدیث 1404، ج 1، ص 450، دار احیاء التراث
 العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 326: (سنن ابن ماجہ، کتاب القنۃ، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجدی، حدیث 1410، ج 1، ص 452، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

شرح حدیثمیری اس مسجد میں:

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں)) اس فرمان میں موجود اسم اشارہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کے ثواب کا دگنا ہونا اس مسجد نبوی کے ساتھ خاص ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی نہ کہ اس مسجد کے ساتھ کہ جس میں خلفائے راشدین اور ان کے بعد کے زمانہ میں اضافہ ہوا، یہ حکم اسم اشارہ کو غلبہ دیتے ہوئے ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے اسی کی صراحت کی ہے، پس انہوں نے ثواب زیادہ ہونے کی اسی مسجد کے ساتھ تخصیص کی ہے، برخلاف مسجد حرام کے کہ اس کی فضیلت اس وقت کی مسجد کے ساتھ خاص نہیں، مسجد حرام کا اسم مکمل مسجد کو شامل ہے۔

میں (علامہ عینی حنفی) کہتا ہوں: جب اسم اور اشارہ جمع ہو جائے تو کیا اس میں اشارہ کو غلبہ دیا جائے گا یا اسم کو؟ اس میں اختلاف ہے، علامہ نووی اشارہ کو غلبہ دینے کی طرف مائل ہوئے ہیں تو اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ جب مقتدی نے کہا کہ میں نے زید کی اقتدا کی نیت کی، بعد میں دیکھا تو وہ عمر و تھا تو اسم اشارہ کو غلبہ دیتے ہوئے اس کی اقتدا صحیح ہے اور ابن رفقہ نے عدم صحت پر جزم کیا اور فرمایا: اس لئے کہ جس کی تعمین واجب ہے جب اسے معین کیا اور تعمین میں خطا کی تو اس نے عبادت کو قاسد کر دیا۔ بہر حال اس حوالے سے ہمارا مذہب جو علما کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب مقتدی نے کسی معین نام کی اقتدا کی نیت کی مگر ظاہر ہوا کہ وہ تو اس کا غیر تھا تو یہ اسے کفایت نہیں کرے گا کیونکہ اسم کو اشارہ پر غلبہ دیا جاتا ہے۔

(مدار القاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکہ والمدینہ، ج 7، ص 256، مدار احیاء اثرات عمری، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں)) یعنی مسجد مدینہ نہ کہ مسجد قباء۔ علامہ نووی نے کہا: یعنی اس مسجد میں نماز کا قصد کرے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے زمانے میں تھی نہ کہ اس میں جو بعد میں اضافہ کے ساتھ موجود ہے پس بے شک ثواب کا زیادہ ہونا وہ پہلی مسجد کے ساتھ ہی خاص ہے۔ علامہ سبکی وغیرہ نے ان کی موافقت کی۔ ابن تیمیہ اور علامہ محبت طبری نے اس پر اعتراض کیا اور اس میں طویل کلام کیا ہے اور انہوں نے موجودہ ساری مسجد میں ثواب کے بڑھنے پر درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

(۱) مسجد مکہ میں یہ بات تسلیم ہے کہ اس میں ثواب کی زیادتی اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(۲) حدیث پاک میں اشارہ دیگر ان مساجد کو نکالنے کے لیے ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔
 (۳) امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے عدم خصوصیت کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعد میں ہونے والا تھا (مسجد نبوی میں وسعت وغیرہ) اس کی خبر دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد رونما ہونے والی باتوں کو جان لیا۔
 (۴) اور اگر یہ نہ ہوتا تو خلفائے راشدین کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اس میں زیادتی کرنے کی اجازت نہ ملتی اور اس زیادتی پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔

(۵) "تاریخ مدینہ" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((أَنَّ لَمَّا فَرَعْنَا مِنَ الذِّيَابَةِ قَالَ نَلُو أَنْتَهَى إِلَى الْجَبَانَةِ وَفِي رِوَايَةٍ: إِلَى ذِي الْحَلِيفَةِ لَكَانَ الْكُلُّ مَسْجِدًا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: جب آپ مسجد نبوی کو زیادہ کرنے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر یہ جہانہ تک بھی پہنچ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ذوالحلیفہ تک بھی پہنچ جائے تو بھی یہ تمام کی تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَوْ زِيدَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ مَا زِيدَ كَانَ الْكُلُّ مَسْجِدِي)) ترجمہ: اگر اس مسجد میں زیادتی کی جائے جو بھی زیادتی کی جائے تو وہ تمام کی تمام میری مسجد ہی ہوگی۔

(۷) اور ایک روایت میں ہے: ((لَوْ بَنِيَ هَذَا الْمَسْجِدُ إِلَى صُنْعَاءَ كَانَ مَسْجِدِي)) ترجمہ: اگر اس مسجد کو صنعاء تک بھی بنا دیا جائے تو بھی یہ میری مسجد ہے۔
 یہ اس گفتگو کا خلاصہ ہے جو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جوہر المعظم فی زیارة قبر المکرم" میں کی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد، مواضع الصلاة، ج 2، ص 585، دار الفکر، بیروت)

مسجد الحرام کے استثنائی کا مطلب:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے))
 اس استثنائی کا تاویل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے ہزار گنا سے کم افضل ہے۔

اور علامہ ابن عبدالبر نے محدثین کی ایک جماعت سے نقل کیا: بے شک اس کا معنی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا یہ مسجد مدینہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس مرفوع حدیث سے اس بات کو مؤید کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، فَاِنَّهُ اَفْضَلُ مِنْهُ بِمِائَةِ صَلَاةٍ)) ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے کہ بے شک اس میں نماز ادا کرنا مسجد مدینہ میں نماز ادا کرنے سے سو درجے بہتر ہے۔

(توت المستدی، باب الصلاة، ج 1، ص 152، 153، جلد 4م تقری، مکہ مکرمہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۱) ایک قول یہ ہے کہ حدیث پاک میں موجود استثناء میں اس بات کا احتمال ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم درجے افضل ہے۔ (۲) اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (۳) اور یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن وہ حدیث جو فصل ثانی میں آرہی ہے وہ طرفین (پہلے اور آخری) والے احتمالات کو ساقط کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں ارشاد فرمایا: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ اَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ)) ترجمہ: میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ اس حدیث پاک کو ابن ماجہ نے روایت کیا، واللہ اعلم۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاة، ج 2، ص 585، دار الفکر، بیروت)

ثواب کا زیادہ ہونا فرض میں یا نفل میں:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ نماز سے مراد یہاں فرض ہے یا پھر نفل و فرض دونوں کو عام ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ پہلی بات کے قائل ہیں جبکہ مطرف مالکی دوسری قول کی طرف گئے ہیں۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ فرض نفل دونوں کو عام ہے پھر ان مساجد میں اس نماز کی فضیلت ثواب کی راجع ہے اور یہ فوت شدہ نمازوں کی کفایت کی طرف متعدی نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر کسی پر دو نمازیں لازم ہوں تو وہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کر لے تو یہ اسے کفایت نہیں کرے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

(عمدة القاری، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، ج 7، ص 257، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد الحرام میں ثواب کہاں زیادہ ہوگا:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"علامہ زرکشی نے "احکام المساجد" میں فرمایا: وہ مسجد حرام کہ جس میں نماز کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے اس سے مراد کیا ہے اس بارے میں سات اقوال ملتے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں جنبی کو ٹھہرنا حرام ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد "مکہ" ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ اس سے مراد "حرم" ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ معظمہ ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ اور جو بیت اللہ میں حجر والی جگہ ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ اور اس کے ارد گرد کی مسجد ہے۔ اور ساتواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام حرم اور میدان عرفات ہے۔"

(توت السنہ، ابواب الصلاة، ج 1، ص 153، 154، جلد 1، امام قرنی، مکہ مکرمہ)

کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((کجاوے صرف تین مسجد مساجد کی طرف ہی باندھے جائیں)) کہا گیا ہے کہ یہ نشی بھتیجی نہیں کے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف خبر دینے کے لئے ہے نہ کہ نبی کے لئے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجد کے علاوہ کجاوے باندھنے میں کوئی فضیلت نہیں اور اس بات کو انہوں نے جمہور علماء سے نقل کیا۔ اور عراقی کہتے ہیں: حدیث کے مجال میں سے سب سے بہتر مجمل یہ ہے کہ یہاں مراد فقط مساجد کا حکم ہے اور یہ کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں بہر حال ان مساجد کے علاوہ طلب علم اور نیک بندوں اور بھائیوں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے قصد سے سفر کرنا تو یہ اس میں داخل نہیں ہے اور تحقیق امام احمد کی روایت میں یہ صراحت وارد ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں: ((لا یبتغی للمطی ان تُشد رحالہ الی مسجد یتغی فیہ الصلۃ غیر المسجد الحرام، والمسجد الأقصى، ومسجدی ہذا)) ترجمہ: کسی مسجد کی طرف اس میں نماز (کا زیادہ ثواب چاہتے ہوئے) جانے کے لئے سواری کا کجاوہ باندھنا درست نہیں سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

شیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس کو ذاتی طور فضیلت حاصل ہو حتیٰ کہ اس فضیلت کی بنا پر اس کی طرف کجاوے باندھے جائیں سوائے ان تین شہروں کے۔ اور فضیلت سے میری مراد وہ ہے کہ جس کا شریعت اعتبار کرے اور اس پر حکم شرعی مرتب ہو۔ بہر حال ان کے علاوہ دیگر شہروں کی طرف ان کی ذاتوں کے پیش نظر کجاوے نہ باندھے جائیں بلکہ زیارت کرنے یا جہاد کرنے یا حصول علم یا اس کی مثل دیگر مستحبات یا مباحات کی غرض سے سفر اختیار کیا

جائے اور یہ بات بعضوں پر ملتحمس ہوئی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان تین شہروں کے علاوہ کسی کی زیارت کی غرض سے بھی کجاوے بائد ہٹانے کے تحت داخل ہے اور یہ خطا ہے کیونکہ مستحبی، مستحبی مند کی جنس سے ہوتا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہے مساجد میں سے کسی مسجد یا جگہوں میں سے کسی جگہ کی طرف اس جگہ کی وجہ سے کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین جگہوں کی طرف، اور زیارت کے لئے یا حصول علم کے لئے سفر اختیار کرنا جگہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ جو جگہ میں ہے اس کے لئے ہوتا ہے۔

"مسجد الحرام" اس میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے اور یہ کوفیوں کے ہاں جائز ہے اور بصری اس کی یوں تادل کرتے ہیں "مسجد البلد الحرام" یعنی حرمت والے شہر کی مسجد، اور اسی طرح "مسجد الاقصیٰ" میں ہوگا اور اس کو "اقصیٰ" اس کی مسجد حرام سے دوری کی بنا پر کہا گیا ہے۔

(توت المعتدی، ابواب الصلاۃ، ج 1، ص 154، 156، جلد ۱۱، ص ۱۵۶)

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث سواری کو استعمال کرنے کی ممانعت کے بارے میں ہے اور یہ صرف اُس کے بارے میں ہے جس نے ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد میں سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی منت مانی۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے کہ جس تک سواری کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہو تو وہ اپنے شہر میں ہی نماز پڑھے، مگر مسجد مکہ، مسجد مدینہ اور بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی منت مانے تو اس کے لئے ان مساجد کی طرف جانا لازم ہے۔ اور مولف فرماتے ہیں: جو شخص تلوغاً نیک بندوں کی مساجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا قصد کرے تو اس کے لئے اس قصد سے سواری وغیرہ کا استعمال مباح ہے اور اس کی طرف حدیث کی یہ ممانعت متوجہ نہیں ہوگی۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کوہ طور پر جانے کے لئے سواری کا استعمال فرمایا تو جب وہ واپس ہوئے تو حضرت بصرہ بن ابوبصرہ ان سے ملے تو انہوں نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا اور انہیں کہا کہ اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ کو ملتا تو آپ نہ نکلتے (کیونکہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((لا تعمل المظلی إلا بالی ثلاثة مساجد)) (ترجمہ: تم سواری کو صرف تین مساجد کے لئے استعمال کرو) تو یہ اس بات پر دال ہے کہ حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ حدیث پاک کو تین مساجد کے علاوہ دیگر جگہوں کے لئے سواری کو استعمال کرنے کی ممانعت کے عموم پر محمول کیا جائے گا تو اس میں نذر ماننے والا اور نقلی طور پر جانے والا دونوں داخل ہیں۔ اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے گمان کیا حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طور کی طرف جانے کو صرف اسی لئے ناپسند فرمایا کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے تھے کہ جس میں ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے کہ جس کی طرف جانے کے لئے سواری کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے تو جو ایسا ہو تو اس کے لئے اس اپنے شہر والی مسجد میں جانا اولیٰ ہے اور حدیث میں ایسا نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کوہ طور پر

جانے کی نذر مانی ہو حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقلی طور پر وہاں تشریف لائے گئے تھے حالانکہ مدینہ کی مسجد باعتبار فضیلت کوہ طور سے اولیٰ ہے کیونکہ مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کوہ طور سے افضل ہیں۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدینة، ص 33، ص 178، 179، مکتبہ الرشیدیہ)

فوائد حدیث

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں موجود فوائد درج ذیل ہیں:

(1) اس حدیث کو اس سند سے مسلم اور ابن ماجہ نے سفیان بن عیینہ کی روایت سے، تنہا مسلم نے معمر کی روایت سے اور ان دونوں نے سعید سے بواسطہ زہری سے روایت کیا۔ اور بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے زید بن ربیع اور عبید اللہ بن ابو عبید اللہ الاغر سے بواسطہ مالک، ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو عبید اللہ الاغر اس حدیث کو روایت کیا اور بخاری اور ترمذی کے ہاں اس حدیث الفاظ یوں ہیں: ((مَسْجِدِي هَذَا)) (یعنی میری یہ مسجد) مسلم نے زہری سے اور نسائی نے سعید بن ابراہیم سے اور ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو عبید اللہ الاغر اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن اس حدیث کو روایت کیا پھر نصاب اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک کیا پس ان دونوں کو عبد اللہ بن ابراہیم بن قارظ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((قَبَائِسُ آخِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ)) ترجمہ: پس بے شک میں انبیاء میں سب سے آخری ہوں اور بے شک میری مسجد مساجد میں آخری مسجد ہے۔ اور ابن عبد البر فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت، صحیح اور متواتر سندوں سے مروی ہے اور تواتر سے ان کی مراد وہ نہیں جسے اہل اصول ذکر کرتے ہیں اور ان کی مراد محض شہرت ہے۔ واللہ اعلم۔

(2) حدیث کے استثناء "إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" کے معنی کے بارے میں علما کا اختلاف ہے تو جمہور علما اس کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ بے شک مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد مدینہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اس بات کو ابن عبد البر نے ابن زبیر، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، سفیان بن عیینہ، اور مالکیہ میں سے مطرف، ابن وہب اور محدثین کی جماعت سے روایت کیا۔ اور امام شافعی و احمد بھی اسی کے قائل ہیں اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جسے احمد اور بزار نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ان کے علاوہ محدثین نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاكَ مِنَ الْمَسَاجِدِ))

إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هَذَا)) (ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔) ابن عبد البر فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، اور جس نے اسے مرفوع روایت کیا وہ نقل کے اعتبار سے زیادہ یاد رکھنے والا اور زیادہ پختہ ہے اور اسی طرح وہ نظر کے اعتبار سے بھی صحیح ہے کیونکہ اس کی مثل رائے سے نہیں جانا جاسکتا مزید یہ کہ ائمہ حدیث نے اس کے حفظ و ثقہ کی گواہی دی کہ جس نے اسے مرفوع روایت کیا۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور میرے والد شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور طبرانی کی روایت میں یہ حدیث یوں ہے: ((وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِي بِأَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے۔) اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةً فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ)) (ترجمہ: میری مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک لاکھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔) میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اس کی اسناد جید ہے۔ (میں کہتا ہوں) ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں صرف سو نمازوں کا ذکر ہے نہ کہ ایک لاکھ کا۔ اور معتدوہ ہے کہ جسے ہم نے اولاً ذکر کیا۔ اور حضرت عبد اللہ ابن زبیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی حدیثیں دونوں ہی ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ عطاء بن ابی رباح مروی ہیں اور یہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ عطاء امام ہیں، وسیع روایت والے ہیں تو ممکن ہے ان کے پاس ان دونوں سے روایت موجود ہو اور علامہ ابن عبد البر نے جب حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذکر کیا تو فرمایا کہ میں نے اسے تمام ثقہ لوگوں سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عطا کے پاس اس بارے میں ان دونوں حضرات سے روایت موجود ہو تو یوں یہ دو حدیثیں ہو گئی ہوں اور حدیث کے جاننے والوں نے اسی پر اسے محمول کیا ہے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں عطا سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث پاک کو روایت کیا تو اس میں ((إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) (سوائے مسجد حرام کے) کے بعد ((فَهُوَ أَفْضَلُ)) (تو وہ افضل ہے) موجود ہے۔ میرے والد فرماتے ہیں: اور اس کی اسناد صحیح ہے اور علامہ ابن عبد البر نے "التمہید" میں اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور ان الفاظ سے بھی کہ ((فَبِأَنَّ الصَّلَاةَ فِيْمَا سِوَاهُ)) یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ان الفاظ سے بھی کہ ((فَبِأَنَّ أَفْضَلَ مِنْهُ بِمِائَةِ صَلَاةٍ)) یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی

میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ فرمایا: اور وہ ان کے ہاں بغیر شک کے دوسری حدیث ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث پاک کئی وجوہ (طرق سے) مروی ہے۔ طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِي بِأَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ)) (یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔) علامہ ابن عبد البر نے بزار کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا۔ پھر کہا: بزار نے فرمایا: یہ اسناد حسن ہے۔ اور سنن ابن ماجہ میں ایک دوسری حدیث ہے جو مسجد حرام میں نماز کی افضلیت کا تقاضا کرتی ہے مگر یہ کہ وہ ثواب کی مقدار میں ما قبل احادیث کے مخالف ہے۔ اس حدیث کو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس میں یہ ہے کہ ((وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَنْصِيِّ بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: کسی شخص کا مسجد انصص میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔) میرے والد فرماتے ہیں: اس میں ابو خطاب دمشقی ہے اور اس کے متعلق وضاحت کی حاجت ہے۔

اور دوسرے حضرات ((إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) کے استثنا کے اس معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں کہ بے شک میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم نمازوں کے برابر ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ بے شک صحیحی بن صحیحی نے عبد اللہ بن نافع سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اسی بات کو ذکر فرمایا۔ پھر ابن عبد البر نے کہا کہ لغت کو جاننے والوں کے ہاں ابن نافع کی تاویل بعید ہے، اور فرمایا: اس سے یہ کہنا لازم آتا ہے کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز ادا کرنا یہ مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے نو سو ننانوے گنا افضل ہے اور اگر ایسا ہے کہ تو پھر ابن نافع کی تاویل کے پیش نظر مسجد حرام کو دیگر مساجد پر صرف ایک جز لطیف میں فضیلت حاصل ہوگی اور اتنی بات ہی تجھے اس کے قول کے ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے جو قول ایسے نتیجہ کی طرف پلٹے۔ اور علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے اس حدیث پاک میں موجود استثنا کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، پس جب تو کہتا ہے کہ ”یمن تمام شہروں سے ہزار درجے افضل ہے سوائے عراق سے“ تو یہ مراد لینا درست ہے کہ عراق، یمن کے مساوی ہے اور یہ بھی کہ وہ زیادہ فضیلت والا ہے اور یہ بھی کہ فضیلت میں کم ہے تو اگر مساوی ہو تو تحقیق اس کی فضیلت معلوم ہو چکی اور اگر اس کی زیادہ فضیلت ہو یا کم ہو تو پھر دونوں شہروں کی درمیان فضیلت کی مقدار درجات کی تعداد پر کسی دلیل کے بغیر نہیں جانی جاسکتی جو درجات یا اس پر زائد ہوں گے یا کم۔

(میں کہتا ہوں) ابن نافع کے مقابلہ میں یہ منصفانہ کلام ہے اور تحقیق مسہر حرام کے سو درجہ افضل ہونے پر دلیل بھی قائم ہو چکی اور وہ سابق میں گزر چکی پس اس کی طرف رجوع واجب ہے پھر علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: اور ہمارے اصحاب میں سے بعض متاخرین نے گمان کیا کہ بے شک مسہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز ادا کرنا مسہر حرام میں نماز ادا کرنے سے سو درجہ افضل ہے اور دیگر مساجد میں نماز ادا کرنے سے ہزار درجہ افضل ہے اور انہوں نے اس بات پر اس حدیث سے استدلال کیا جسے سفیان بن عیینہ نے ابن ابی عمیر سے بواسطہ زیاد بن سعد روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيهَا سِوَاكَ)) (ترجمہ: مسہر حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) فرمایا: اور بعضوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پاک سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ بے شک مسہر نبوی میں نماز پڑھنا یہ مسہر حرام میں سو نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔ فرماتے ہیں: سلیمان بن عقیق کی اس روایت میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کی اسناد اور الفاظ میں اختلاف ہے اور تحقیق اس حدیث کے مخالف وہ حدیث ہے جو اس کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہے پس اسی اختلاف کے قبیل سے یہ ہے کہ بے شک انہی سے بواسطہ حضرت ابن زبیر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْفَضْلُ مِنَ الْفَضْلِ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: مسہر حرام میں نماز پڑھنا مسہر نبوی میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے) اور ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْفَضْلُ مِنَ الْفَضْلِ صَلَاةٌ فِيهَا سِوَاكَ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: مسہر حرام میں نماز پڑھنا اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے کہ اس میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) پس بے شک انہوں نے مسہر حرام کو مسہر نبوی پر سو نمازوں کی فضیلت دی۔ فرمایا: تو کیسے یہ حضرات اس حدیث سے استدلال کر سکتے ہیں کہ جس کی ضد کو بھی انہوں نے نقات کے ذریعے سے روایت کیا ہو مزید یہ کہ اس کی اسناد میں اختلاف بھی ہے۔ اور تحقیق اس حدیث پاک کو عبد الرزاق نے سلیمان بن عقیق اور عطاء سے بواسطہ ابن جریج ذکر کیا کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ لِيَوْمٍ وَيَوْمٍ إِلَى مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ)) (ترجمہ: مسہر حرام میں نماز پڑھنا اس میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے اور مسہر مدینہ کی طرف اشارہ فرمایا) پھر ابن عبد البر نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سلیمان بن عقیق، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کی کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْفَضْلُ مِنَ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيهَا سِوَاكَ إِلَّا مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلُّمَا فَضْلُهُ فَضْلُهُ عَلَيْهِ بِمِائَةِ صَلَاةٍ لِيَوْمٍ وَمِائَةِ صَلَاةٍ لِيَوْمٍ فَضْلُهُ عَلَيْهِ بِمِائَةِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: مسہر حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک لاکھ نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے رسول اللہ

سلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے کہ وہ اس پر سو نمازیں افضل ہے۔) پھر فرمایا: مزید یہ کہ سلیمان بن عقیق نے حضرت عمر کا ذکر کر کے کوئی متالیح بھی پیش نہیں کیا اور وہ اس میں منفرد ہیں اور تو جس کے ساتھ وہ منفرد ہیں اس میں کوئی حجت نہیں ہے، محفوظاً صرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

(3) جمہور نے اس تقریر کے ذریعے جسے میں پہلے بیان کر چکا مکہ کے مدینہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ جگہ ہیں جن میں عبادات کا غلبہ ہو تو وہ ان میں عبادت کی فضیلت کی وجہ سے اپنے غیر پر شرف پاتی ہیں۔ اور یہی امام سفیان بن عیینہ اور امام شافعی کا مذہب ہے اور امام احمد سے مروی دو روایتوں میں سے اصح روایت ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب، مطرف، ابن حبیب کا مذہب ہے۔ اور اسی کو شاجی نے عطاء بن ابی رباح، مکبوں، کوفیوں اور بعض بصریوں اور بغدادیوں سے حکایت کیا۔ اور اسی کو علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے حکایت کیا۔ لیکن علامہ قاضی عیاض اور علامہ نووی نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مدینہ کی فضیلت کو حکایت کیا اور اس کو ابن بطلال نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیحدہ تمییز روایت کیا تو یوں فرمایا: "اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے"۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: تحقیق امام مالک سے وہ بات مروی ہے کہ جو اس بات پر دال ہے کہ مکہ تمام زمین میں سب سے افضل ہے۔ فرمایا: لیکن ان کے اصحاب سے ان کا مذہب مدینہ کے افضل ہونے کا مشہور ہے۔ اور جو دلائل جمہور کے موقف دلالت کرتے ہیں ان میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ سَوَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنَّكَ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَيَّ وَاللَّهِ وَكَوَلَا أَنِّي أَخْرَجْتُ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حزورہ کے مقام پر کھڑے فرما رہے تھے، اللہ عزوجل کی قسم! تو اللہ عزوجل کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اللہ عزوجل کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سب سے صحیح ہے۔ فرمایا: اور یہ محل خلاف کو ختم کرنے والی ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

اور دوسرے علماء مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی طرف مائل ہیں اور یہی امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی کو زکریا الشاجی نے بعض بصریوں اور بغدادیوں کے حوالے سے نقل کیا اور اس کا قول بھی گزر چکا جس نے اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: اور ہمارے اصحاب نے اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے

استدلال کیا: ((مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاحِ الْجَنَّةِ)) (ترجمہ: میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔) اور اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ملایا: ((مَوْضِعٌ سَوَّطٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) (ترجمہ: جنت میں کوڑا (ورا) رکھنے کی جگہ دینا دالمیہما سے بہتر ہے۔) فرمایا: کہ اس میں ان کے مذہب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر محض دنیا کی مذمت اور اس زہد اختیار کرنا اور آخرت میں رغبت پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنت کا تھوڑا سا حصہ بھی ساری دنیا سے بہتر ہے اور کوڑے کا ذکر کر کے واللہ اعلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمی بیان کرنے کا ارادہ فرمایا نہ کہ بعینہ آپ نے کوڑے کی جگہ مراد لی بلکہ باقی رہنے والی جنت میں نصف کوڑے کی جگہ اور چوتھائی کوڑے کی جگہ بھی قافی ہو جانے والی دنیا سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: ان علما کی اپنے مذہب پر اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے اور زمین کے کسی حصہ کو دوسرے پر فضیلت دینا جائز نہیں مگر ایسی حدیث کی بنا پر کہ جس کو تسلیم کرنا واجب ہو پھر انہوں نے ابن حرمہ کی سابقہ حدیث کو ذکر کیا۔ اور فرمایا: اس ثابت نص کی مثل کو کسی طرح ترک کیا جاسکتا ہے اور کس طرح ایسی تاویل کی طرف مائل ہو جاسکتا ہے کہ جس کی تاویل کرنے والا خود اس سے متفق نہ ہو۔

(4) قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مکہ مکرمہ کی افضلیت کے قول سے اس جگہ کا استثنا کیا ہے کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ اس سے ملے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات پر علما کا اتفاق نقل کیا کہ وہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ "شرح المہذب" میں فرماتے ہیں: اور میں نے اپنے اصحاب کو اس بات کے درپے ہونے نہیں دیکھا جو انہوں نے نقل کی۔

(5) میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوالدرداء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً مروی حدیث میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجد الحرام میں نماز پڑھنا سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بعض طرق میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ بِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ)) (ترجمہ: بے شک مسجد الحرام میں نماز پڑھنا مسجد مدینہ میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ((إِنَّ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ بِبَيْتِ الْمُقَدَّسِ)) (ترجمہ: مکہ میں نماز ادا کرنا بیت المقدس میں ہزار نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔) اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اس حدیث اور ما قبل حدیث کو جمع کرنا یوں ممکن ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی پہلے لفظوں کے ساتھ حدیث کو اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بر تقدیر صحت اس بات پر محمول کیا جائے کہ مراد یہ ہے کہ ”(مسجد الحرام میں نماز پڑھنا) مسجد مدینہ میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔“ تو یہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور جو ان کے ساتھ ہے ان کے موافق ہوگا، اور حدیث ارقم اور عمر رضی اللہ عنہما کی دوسرے لفظوں سے حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا 10 لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور جب ان احادیث کو جمع کرنا معتذر ہے تو ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان احادیث میں سب سے زیادہ صحیح حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں پس بے شک ان کی اسانی صحیح ہیں۔

فرمایا: بہر حال جو مسجد مدینہ میں نماز پڑھنے کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے تو اکثر احادیث صحیحہ اس پر ہیں کہ بے شک مسجد مدینہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک مسجد مدینہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔ اور سنن ابن ماجہ والی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک مسجد مدینہ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور طبرانی کی اوسط میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيْهِ اَفْضَلُ مِنْ اَرْبَعِ صَلَاةٍ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ)) (ترجمہ: بے شک مسجد مدینہ میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں چار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) فرمایا: اور تحقیق بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے ثواب کے زیادہ ہونے کی مقدار میں احادیث طیبہ میں اختلاف ہے۔ سنن ابن ماجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيْهِ كَاَلْفِ صَلَاةٍ فِيْ غَيْرِهِ)) (ترجمہ: بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے غیر میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔)

طبرانی کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيْهِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ)) (بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔) اور سنن ابن ماجہ میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيْهِ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔) تو اس بنا پر مسجد مدینہ میں نماز پڑھنا یا تو حدیث میمونہ رضی اللہ عنہا کے مقتضی کے مطابق چار ہزار نمازوں کے برابر ہے یا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق دو ہزار نمازوں کے برابر ہے یا حدیث انس رضی اللہ عنہ کے مطابق دو لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ لیکن اس حدیث میں مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کے درمیان برابری رکھی اور احادیث کے طرق میں سے اصح طریق کے مطابق بیت المقدس میں نماز ادا کرنا ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ تو اس بنا پر مسجد بیت المقدس اور مسجد مدینہ بھی (فضیلت میں) برابر ہوگئی۔

امام احمد کی حضرت ابو ہریرہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کردہ حدیث میں ہے: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي سِوَاكَ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْأَنْصِيَّ)) (ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے سوا اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد اقصیٰ کے) تو اس بنا پر اس روایت کے ثابت ہونے کی صورت میں ”سوائے مسجد اقصیٰ کے“ اس فرمان میں احتمال ہے کہ مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ دونوں فضیلت میں برابر ہیں اور اس احتمال کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے یعنی مسجد مدینہ میں نماز ادا کرنا مسجد اقصیٰ میں ایک ہزار نماز ادا کرنے سے افضل نہیں ہے بلکہ وہ فضیلت میں اس کے مساوی ہے۔ مدینہ میں نماز کی فضیلت کے زیادہ ہونے کی احادیث کے طرق میں سے اصح حدیث کے مطابق یہاں نماز پڑھنا ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے اور بیت المقدس میں اصح حدیث کے مطابق نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں جگہوں کے درمیان ایک ہزار سے زیادہ کے ساتھ تفاوت ہو، واللہ اعلم۔ میرے والد رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

(6) حدیث پاک کا ظاہر اس بات کا مقتضی ہے کہ نماز کے ثواب کے زیادہ ہونے میں فرض و نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور ہمارے اصحاب (شوافع) اور مالکیہ میں سے طرف اسی بات کے قائل ہیں۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ ثواب کے زیادہ ہونے میں فرض کی تخصیص کی طرف گئے ہیں اور یہی ابن حزم ظاہری کے کلام کا ظاہر ہے کیونکہ وہ ان تین مساجد میں سے کسی ایک میں فرض نماز کی نذر ماننے کی وجہ سے اس کے وجوب کا قائل ہے اور ان مساجد میں نفل کی نذر ماننے کی صورت میں وجوب کے قائل نہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ بات احادیث صحیح کے اطلاق کے خلاف ہے۔ (میں کہتا ہوں): تحقیق یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث کے الفاظ میں کوئی عموم نہیں ہے کیونکہ کلام مثبت میں نکرہ ہے اور اس بات کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَفْضَلُ صَلَاةٍ الْمَرْغُوبِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) (ترجمہ: سوائے فرض کے آدمی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔)

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عام ہے کیونکہ اگرچہ کلام مثبت میں ہے پس یہ مقام احسان میں مذکور ہے۔ اور میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: مدینہ میں نوافل کا ثواب ہزار گنا زیادہ ہوگا اور مکہ میں ایک لاکھ گنا ہوگا اور حدیث صحیح میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے عموم کی بنا پر گھر میں نفل نماز پڑھنا افضل ہے (فرمایا): ((أَفْضَلُ صَلَاةٍ الْمَرْغُوبِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) (مرد کی افضل نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے سوائے فرض نماز کے۔) بلکہ بعض طرق حدیث میں وارد ہوا ہے: ((إِنَّ النَّافِلَةَ فِي الْبَيْتِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا فِي مَسْجِدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: بے شک گھر میں نفل نماز پڑھنا

مسجد نبوی میں پڑھنے سے افضل ہے۔)

(7) اس حدیث پاک سے اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مسجد مدینہ میں نماز کے ثواب کا زیادہ ہونا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود مسجد کے ساتھ خاص تھا نہ کہ وہ مسجد کہ جس میں خلفائے راشدین وغیرہم کے زمانہ میں اضافہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ ثواب کا زیادہ ہونا یہ صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بارے میں وارد ہے اور اس زمانہ کی مسجد ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ اور اسی طرح صحیحین کی روایت کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان الفاظ سے "میری اس مسجد میں" اس بات کو مؤکد کیا۔ اور اسی بات کی علامہ نووی رحمہ اللہ نے تصریح کی اور فرمایا: نمازی کو چاہیے کہ اس بات پر حرج کرے اور اسے سمجھے جس کو میں نے ذکر کیا۔ اور میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اور اس مسئلہ کے مشابہ ہے کہ جب اسم اور اشارہ اکٹھے ہو جائیں تو کیا اشارہ کو غلبہ دیا جائے گا یا اسم کو؟

(میں کہتا ہوں) میرے لئے یہ بات ظاہر نہ ہوئی پس اس مقام پر اسم اور اشارہ دونوں متفق ہیں کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی اضافت اپنی طرف فرمائی اور اس وقت موجود مسجد کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ یوں ہوتے "مدینہ کی یہ مسجد" تو پھر اسم اور اشارہ کا تعارض ہوتا۔

لیکن اس بات پر اس حدیث پاک سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ جو "تاریخ مدینہ" میں موجود ہے کہ ((اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا فَارَغَ مِنَ الزِّيَادَةِ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ اُنْتَهَى اِلَى الْجَبَابَةِ لَكَانَ الْكُلُّ مَسْجِدًا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: اگر یہ مسجد "جبانہ" تک بھی پہنچ جائے تو بھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَوْ زِيدَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ مَا زِيدَ كَانَ الْكُلُّ مَسْجِدِي)) (ترجمہ: اگر اس مسجد میں اضافہ کیا جائے جتنا بھی کیا جائے تو بھی وہ تمام کی تمام میری مسجد ہے۔) اور ایک روایت میں ہے: ((لَوْ بِيَسَى هَذَا الْمَسْجِدُ اِلَى صُنْعَاءَ كَانَ مَسْجِدِي)) (ترجمہ: اگر یہ مسجد "صنعاء" تک پہنچی جائے تو بھی میری مسجد ہے۔) اور ابن ابی ذئب سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ مَدَّ مَسْجِدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ذِي الْحُلَيْفَةِ لَكَانَ مِنْهُ)) (ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد "ذوالحلیفہ" تک کھینچی جائے تو بھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔) عمر بن ابو بکر صلی اللہ عنہما سے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا زِيدَ فِي مَسْجِدِي فَهُوَ مِنْهُ وَكَوْ بَلَّغَ مَا بَلَّغَ)) (میری مسجد میں جو زیادتی کی جائے تو وہ میری مسجد ہی ہے اگر چہ وہ جہاں تک پہنچی ہو پہنچ جائے) پس اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ اچھی خوش خبری ہے۔

(8) مسجد نبوی کا معاملہ مسجد حرام کے خلاف ہے پس بے شک اس (مسجد حرام) کے ثواب کا دگنا ہونا اس مسجد کے محض نہیں ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھی بلکہ وہ اس تمام کو شامل ہے جو اس میں زائد کیا گیا کیونکہ مسجد حرام کا اسم وہ اس تمام کو عام ہے بلکہ ہمارے اصحاب کے ہاں مشہور ہے کہ ثواب کا دگنا ہونا تمام مکہ کو شامل ہے بلکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے صحیح کی ہے کہ یہ تمام حرم کو عام ہے کہ جس میں شکار کرنا حرام ہے۔ اور جان لو! کہ بے شک مسجد حرام کے چار استعمال ہیں: (1) کعبہ معظمہ کی اپنی ذات ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿لَقَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (سورہ بقرہ، پارہ 2، آیت 144) (2) کعبہ اور اس کے ارد گرد کی مسجد جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (سورہ الاسراء، پارہ 15، آیت 1) پس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے قول میں مراد نفس مسجد ہے اور علامہ طبری رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی اور صحیح میں روایت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے سیر کرائی گئی اور ایک قول ہے کہ شعب ابی طالب سے سیر کرائی گئی تو اس قول کی بنا پر اس آیت کریمہ میں مراد مکہ مکرمہ ہے۔ (3) پورا مکہ مکرمہ اور اسی بارے میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے ﴿لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ (سورہ فتح، پارہ 26، آیت 27) ابن عطیہ فرماتے ہیں: یہاں بڑا قصد مکہ مکرمہ کا ہے۔ (4) وہ تمام حرم ہے کہ جس میں شکار کرنا حرام ہے اور اسی بارے میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا۔ (سورہ توبہ، پارہ 10، آیت 7) اور ان حضرات کا معاہدہ حدیبیہ میں ہوا تھا اور وہ حرم میں سے ہے اور اسی طرح اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو۔ (سورہ بقرہ، پارہ 2، آیت 196) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بے شک وہ تمام کا تمام حرم ہے۔

(9) علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علمائے فرمایا: اور یہ اس بارے میں ہے جو ثواب کی طرف راجع ہے پس اس میں نماز کا ثواب اس کے ماسوا میں ہزار کے ثواب سے زیادہ ہے اور یہ فوت شدہ نمازوں کے کفایت کرنے کی طرف متعدی نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر اس پر دو نمازیں لازم ہوں تو وہ مسجد مدینہ میں ایک نماز پڑھے تو وہ ایک نماز پڑھنا اُن دونوں نمازوں کو کفایت نہیں کرے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، واللہ اعلم۔

(10) اس حدیث پاک کو نذر کے باب میں وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان دونوں مساجد، مسجد حرام اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے پس اگر وہ ان میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو جس کا اس نے التزام کیا وہ اسے لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کا قربت ہونا واضح ہے اور قربت کی شان یہ ہے کہ وہ نذر کی وجہ سے لازم ہو جاتی ہے۔

(شرح معربہ فی شرح المعرب، ص 46، ذی سبوی المصلح من ص 46، ص 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

باب نمبر 239

مَا جَاءَ فِي الْمَشِيِّ إِلَى الْمَسْجِدِ

(مسجد کی طرف چلنے کا بیان)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو بھاگتے ہوئے نہ آؤ لیکن چلتے ہوئے آؤ اور تم پر اطمینان لازم ہے تو جو نماز تم پالو وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے تو اسے مکمل کر لو۔

اور اس باب میں حضرت ابو قتادہ، ابی بن کعب اور

ابوسعید اور زید بن ثابت اور جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

الہ علم نے مسجد کی طرف جانے کے بارے میں

اختلاف کیا ہے تو ان میں سے بعضوں نے یہ فرمایا کہ اگر تکبیر اولی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی چل کر جائے حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ نماز کی طرف دوڑ کر جائے۔ اور بعض علماء نے جلدی چل کر جانے کو مکروہ فرمایا اور سنجیدگی اور وقار سے چلنے کو اختیار فرمایا اور امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ بھی یہی قول ہے اور یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: عمل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے۔

اور امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تکبیر اولی

فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی چلنے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے نبی

327- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ

أَبِي الشَّوَّارِبِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَأْتُوهَا

وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَلَكِنْ اتُّوْبَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ،

وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا

فَاتَكُمْ فَأْتُوا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي

بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ،

وَجَابِرٍ، وَأَنْسِ، "اِخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي

الْمَشِيِّ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَمِنْهُمْ مَنْ

رَأَى: الْإِسْرَاعَ إِذَا خَافَ قُوَّةَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى،

حَتَّى ذَكَرَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ كَانَ يُهْرَبُ إِلَى

الصَّلَاةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ الْإِسْرَاعَ، وَاخْتَارَ أَنْ

يَمْشِيَ عَلَى تَوَكُّؤَةٍ وَوَقَارٍ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ،

وَإِسْحَاقُ، وَقَالَ: الْعَمَلُ عَلَى حَدِيثِ أَبِي

هُرَيْرَةَ، وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ خَافَ قُوَّةَ التَّكْبِيرَةِ

الْأُولَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُسْرِعَ فِي الْمَشِيِّ

328- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ لَخْلُ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث ہے
 سلمہ بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے، ہم صحیح روایت کی ہے
 اسی طرح حافظہ عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے
 یہ یزید بن زریع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہی ہے۔

حدیث: حضرت سعید بن مسیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی شرح
 روایت کی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ
 الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِ
 أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِمَعْنَاهُ، بِكَذَا قَالَ
 عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ، وَبِذَا أَصْحَبُ بَيْنَ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ

329- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا
 سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 نَحْوَهُ

تخریج حدیث 327: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب لا یسمی الی الصلوٰۃ، حدیث 636، ج 1، ص 129، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب الخرب
 اتیان الصلوٰۃ، حدیث 602، ج 1، ص 420، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بیہ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الی الصلوٰۃ، حدیث 572، ج 1، ص 158، مکتبۃ
 العصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الامت، باب الی الصلوٰۃ، حدیث 861، ج 2، ص 114، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، بیہ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والمکرمات،
 باب الی الصلوٰۃ، حدیث 775، ج 1، ص 255، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تخریج حدیث 328:

تخریج حدیث 329:

شرح حدیثسعی کا معنی:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

(اور تم سعی کرتے ہو) پس ”سعی“ یہاں پر جلدی سے چلنے کا اور اس میں شدت اختیار کرنے کا نام ہے اور یہی امت میں مشہور ہے اور اسی سے ہے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور کبھی کلام عرب میں کام کرنے کو بھی سعی کہا جاتا ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی ہی کوشش کرنے۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 19) اور یہ فرمان بھی ہے: ﴿إِن سَعَيْكُمْ لَشَيْءٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔ (پارہ 30، سورہ البیل، آیت 4) اور اس کی کثیرا مشلہ ہیں۔

(الاسماء کار، باب ما، فی النذر اللغوی، ج 1، ص 380، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو ولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

اور تم بھاگتے ہوئے نماز کی طرف نہ آؤ اور سعی یہاں پر دوڑنا ہے جو نماز کی طرف آنے میں ممنوع ہے کیونکہ اس میں نماز اور نماز کی طرف قصد کرنے میں وقار جو کہ مشروع ہے اس کا ترک کرنا ہے۔ اور بہر حال جو اقامت سنے اور اسے بعض نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے ایسی جلدی کرنا جائز ہے جو وقار و اطمینان کے منافی نہ ہو۔ اور اس پر دلیل وہ حدیث پاک ہے جو مروی ہے کہ: ((اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَمِعَ الْاِقَامَةَ وَهُوَ بِالْبَقِيعِ فَاسْرَعَ الْمَشَىٰ اِلَى الْمَسْجِدِ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اقامت سنی اور آپ رضی اللہ عنہم بقیع میں موجود تھے پس آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی طرف چلنے میں جلدی کی۔

(الاسمعی شرح الموطاء، باب ما، فی النذر اللغوی، ج 1، ص 132، مطبعة السعاده، مصر)

سکینہ اور وقار کے معانی:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

اور حق یہ ہے کہ سکینہ، حرکات میں وقار اختیار کرنے اور فضول و عبث سے بچنے وغیرہ کا نام ہے اور وقار کہتے ہیں نگاہ جھکانا اور آواز پست کرنا اور اپنے کام پر بغیر کسی طرف التفات کے متوجہ ہونا وغیرہ۔ یہ علامہ طیبی نے بیان کیا ہے۔ اور اظہر یہ ہے کہ سکینہ سے مراد دل کا سکون اور اس کا حاضر ہونا اور اس کی عاجزی و گریہ زاری اور اس کی مثل باتوں کا نام ہے اور وقار سے

مراد یہ ہے کہ سالک کے قالب (جسم) کا غیر مناسب حالتوں سے سکون میں رہنا۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب تافہم الاموال، ج 2، ص 578، مدار الترمذی، ص 10)

سکینہ ووقار کے اپنانے میں حکمت:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

اس کی حکمت میں دو امر مذکور ہیں:

- (1) ان میں سے ایک ہے قدموں کے اٹھنے کی کثرت ہے پس بے شک ہر قدم کے بدلے میں ایک تنگی ہے۔
- (2) اور دوسرا یہ کہ نماز کی طرف آنے والا بھی نماز میں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ پاؤں سے۔

(توت المستدی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 156، جامع ترمذی، ص 10)

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) اپنے والد صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

نماز کا قصد کرنے والے کو جلدی سے منع کرنے اور اسے سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دینے میں چند وجوہات ہیں:

- (1) مسلم کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ((فَبَيْنَ أَحَدِكُمْ إِذَا كَانَ يُعِيدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهَوْ فِي صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک جب تم میں سے کوئی ایک نماز کی طرف قصد کرتا ہے تو وہ نماز میں ہے۔) تو اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ نماز کو چاہیے کہ وہ جلدی کو ترک کرنے اور خشوع اختیار کرنے اور اعضاء میں سکون پیدا کرنے کے ذریعے نماز کے آداب سے متصف ہو۔ اور اسی سے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ((مَنْ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يُشَبِّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ)) (ترجمہ: جو نماز کے لئے نکلے تو وہ اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل نہ کرے۔) اور اس کی وجہ نماز کے نماز میں ہونے کے ساتھ بیان کی اور علامہ نووی رحمہ اللہ اسی وجہ کو علما سے نقل فرمایا۔

(2) قدموں کے اٹھنے کا زیادہ ہونا پس تحقیق امام طبرانی نے اسناد صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے، یہ فرماتے ہیں: ((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَارَبَ فِي الْخُطَا فَقَالَ أَتَدْرِي لِمَ مَشَيْتَ بِكَ هَذِهِ الْمِشْيَةَ؟ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ لِيَتَخَفَّرَ خُطَا نَا فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ چھوٹے چھوٹے قدم لے رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں کہ میں کیوں اس طرح چل رہا ہوں؟ تو میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے فرمایا: تاکہ نماز کی طرف چلنے میں ہمارے قدم زیادہ ہوں۔) اور تحقیق یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔

(3) مہلب نے ذکر کیا کہ اس میں وجہ یہ ہے کہ انسان ہانپنے نہ لگ جائے پھر اس کے لئے قرآن کو تریل سے پڑھنا اور وقار جو خشوع کو لازم ہے اسے اختیار کرنا ممکن نہ رہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

(طرح التزیین شرح الترمذی، حدیث الاودی باصلا، ج 2، ص 357، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

خاص اقامت جماعت کے وقت جلدی کرنے سے منع کرنے کی حکمت:

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اقامت کے وقت جلدی کرنے سے منع اس وجہ سے فرمایا تا کہ اس کے ماسوا پر تنبیہ ہو جائے کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کی حالت میں بھاگنے سے منع فرمایا حالانکہ بعض نماز کے فوت ہونے کا خوف بھی ہے تو اقامت سے پہلے بدرجہ اولیٰ بھاگنا منع ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب استحباب اذان اصلا، یوقار و سکینہ، ج 5، ص 99، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) اپنے والد صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ کلام اکثر کے پیش نظر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ غالباً ایسا نماز کے چھوٹنے کے خوف کے وقت کیا جاتا ہے۔ بہر حال اول وقت میں (بھی) جلدی نہ کرے کیونکہ یہاں تو نماز کے اول کو پانے کا وثوق ہے۔

(طرح التزیین شرح الترمذی، حدیث الاودی باصلا، ج 2، ص 357، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

"نماز فوت کردی" کہنے کا جواز:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے)) یہ اس قول کے جواز پر دلیل ہے کہ "نماز ہم سے فوت ہو گئی" اور بے شک جمہور علماء کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں اور علامہ ابن سیرین نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا (یوں کہے): ہم نے اسے نہیں پایا۔

(سنن ابی داؤد اللیثی، باب اسی الی اصلا، ج 3، ص 58، مکتبۃ الرشید، یاض)

جسے تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا خوف ہو، وہ جلدی کرے گا یا نہیں:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

جسے تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ایک قول ہے کہ وہ جلدی کرے۔ پس بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقیع میں جب اقامت سنتے تو مسجد کی طرف جلدی آتے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوڑ کر جائے۔ اور ان میں سے بعض نے حدیث پاک

کی بنا پر وقار کے ساتھ چلنے کو اختیار کیا۔ کیونکہ جو نماز کا قصد کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس سے کوئی کوتاہی واقع نہ ہو۔ اور اظہر یہ ہے سیکینہ کو برقرار رکھتے ہوئے جلدی کے ساتھ جائے نہ کہ بھاگ کر تاکہ دونوں فضیلتوں کو حاصل کر لے، اللہ عزوجل کے اس قول کی بنا پر ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔ (پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 133) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہر حال اگر جمعہ کے دوسرے رکوع کو بغیر سعی (دوڑ) کے نہ پایا جاسکے تو اس کے لئے سعی واجب ہے۔ کیونکہ وسیلہ کے لئے بھی مقصد کا حکم ہوگا اور وہ یہاں واجب ہے تو اس کا وسیلہ بھی اسی طرح یہاں واجب ہے، اہ۔ اور ہمارے ہاں بھی اس کا یہی حکم ہونا چاہیے جب نمازی امام کو سلام سے قبل نہ پاسکے اور شاید کہ اللہ عزوجل نے "فاسرعوا" اسی وجہ سے فرمایا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب تاخیر الاذان، ج 2، ص 578، مدار الفکر، بیروت)

ناکمل جماعت پانے والے کو بھی جماعت کا ثواب ملے گا:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((پس جو تم پالو تو اسے پڑھو)) اور تمہیں کامل ثواب حاصل ہوگا اور اس کے مطلق ہونے کی بنا پر علما کی ایک جماعت نے اس بات کو اخذ کیا کہ بے شک امام کے سلام پھیرنے سے قبل کسی بھی جز کے ادراک سے جماعت کا ادراک ہو جاتا ہے اور مقتدی کے لئے جماعت کی ستائیس 27 درجہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جو اسے شروع سے پالے تو اس کا درجہ زیادہ کامل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب تاخیر الاذان، ج 2، ص 578، مدار الفکر، بیروت)

مسبق نے امام کے ساتھ پہلی رکعتیں پڑھیں یا آخری:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کو کھل کر لو)) اسی طرح امام مسلم نے اسے کثیر روایات میں ذکر کیا اور ایک روایت میں یوں ہے: ((فأقض ما سبقك)) (پس اس کی قضا کر جو تجھ سے سبقت کر گیا) (چھوٹ گیا) اور ابو داؤد کی روایت میں ہے: ((واقضوا ما سبقكم)) (ترجمہ: اور اس کی قضا کرو جو تم پر سبقت لے گیا) اور علما کا مذکورہ الفاظ اتمام اور قضا کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں یا دو معنی پر مشتمل ہیں؟ اور اسی پر اس بارے میں اختلاف مرتب ہوگا کہ نماز کے جس حصہ کو نماز میں داخل ہونے والا امام کے ساتھ پائے گا کہ کیا وہ نماز کا اول شمار ہوگا یا اس کا آخر؟ اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(1) ان میں سے پہلا یہ ہے کہ وہ نماز کا اول ہے اور یہ اقوال و افعال دونوں کے اعتبار سے ہے اور یہی شافعی، اسحاق،

اور اعلیٰ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی حضرت علی، ابن مسیب، حسن، عطاء اور کھول رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور احمد رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ اور ان حضرات نے اس قول سے استدلال کیا ہے ”اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کو مکمل کر لو“ کیونکہ اتمام کا لفظ شے کے باقی حصہ پر واقع ہوتا ہے تحقیق اس کی مکمل بحث گزر چکی ہے۔ اور امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبد الوہاب بن عطاء، اسرائیل، ابو اسحاق، حارث روایت نقل کی کہ ”جو تو پالے تو وہ تیری نماز کا اول ہے۔“ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل سند جید سے حدیث مروی ہے۔

(2) دوسرا یہ ہے کہ افعال کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ نماز کا اول ہے پس اسی پر بنا ہوگی اور اقوال کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ نماز کا آخر ہے پس وہ اسے قضا کرے گا اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ابن بلال نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے فرمایا: جسے مقتدی پالے تو وہ اس کی نماز کا اول ہے مگر یہ کہ جو سورہ فاتحہ اور سورت اس سے چھوٹ گئی اسے قضا کرے۔ اور سخون کہتے ہیں: یہ وہ بات ہے کہ جس کا خلاف ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے حضرت قتادہ کی حدیث سے روایت کیا کہ بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((ما أدركت مع الإمام فهو أول صلاتك واقض ما سبقك به من القرآن)) (ترجمہ: جسے تو امام کے ساتھ پالے تو وہ تیری نماز کا اول ہے اور اس قرآن کی قضا کر جو تجھ سے فوت ہو جائے۔)

(3) تیسرا یہ ہے کہ جسے مقتدی پالے تو وہ اس کی نماز کا اول ہے مگر یہ کہ اس میں امام کے ساتھ سورہ فاتحہ اور سورت کی قراءت کرے اور جب قضا کرے تو صرف سورہ فاتحہ کی قراءت کرے کیونکہ وہ اس کی نماز کا آخر ہے اور یہی مزنی، اسحاق اور اہل ظاہر کا قول ہے۔

(4) چوتھا یہ کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ پڑھا ہے وہ اس کی نماز کا آخر ہے اور وہ افعال و اقوال دونوں میں قضا کرے گا اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور سفیان کی روایت میں امام احمد کا، امام مجاہد اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: ہمارے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ مسبوق کی نماز کا آخر ہوگا۔ علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، ابراہیم نخعی، شعبی اور ابو قلابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور اسی بات کو ابن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا اور یہی اشہب اور ابن ماشون کا قول ہے اور اسی کو ابن حبیب نے اختیار کیا ہے اور ان حضرات نے اس بات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا: ((ما فاتكم فاقضوا)) (ترجمہ: اور جو تم سے فوت ہو جائے تو اس کی قضا کرو۔) اور اس حدیث پاک کو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن حزم نے اسی کی مثل سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بیہقی نے ایسی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس میں ایک جماعت کی رائے پر کوئی حرج نہیں۔ اور جس بات سے شواہخ اور ان کے ہم مسلک حضرات نے استدلال کیا اور وہ حدیث پاک کا یہ جملہ ہے "فانتموا" تو اس کا جواب یہ ہے مقتدی کی نماز امام کی نماز سے ملی ہوتی ہے پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "فانتموا" کو اس بات پر محمول کیا گیا ہے کہ جس نے اپنی نیت شدہ نماز کو مکمل کر لیا تو تحقیق اس نے نماز کو مکمل کر لیا کیونکہ نماز فوت ہونے کے سبب ناقص ہوتی ہے پس نماز کا قضا کرنا ناقص نماز کو پورا کرنا ہے۔

(سنن ابی داؤد للعیلی، باب اسی الی اصلاح، ج 3، ص 58، 60، مکتبہ الرشیدیہ)

نماز کی طرف جلدی چلنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) نماز کے مستحبات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جو شخص لوگوں کو رکوع میں پائے اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ سکون اور وقار کے ساتھ آئے اور نماز کے حوالے سے جلدی نہ کرے حتیٰ کہ صف میں مل جائے تو جو وہ امام کے ساتھ پائے تو اسے سکون اور وقار کے ساتھ ادا کرے اور جو اس سے چھوٹ جائے تو اسے قضا کرے۔ اور اس کی اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاتَّوَعَا وَأَنْتُمْ تَمشُونَ وَلَا تَأْتَوْهَا وَأَنْتُمْ تَسْعُونَ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوا)) (ترجمہ: جب تم نماز کے لئے آؤ تو چلتے ہوئے آؤ اور دوڑتے ہوئے نہ آؤ، تم پر اطمینان و وقار لازم ہے تو جو نماز تم پالو اسے پڑھو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے قضا کرو۔)" (بدائع الصنائع، فصل بیان مستحب فی اصلاح اور دیگرہ، ج 1، ص 218، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو المعالی محمود بن احمد بخاری حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:

"اور نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز کے لئے سکون اور اطمینان کے ساتھ آئے اور اسی طرح جب امام کو رکوع میں پائے تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لئے آؤ تو چلتے ہوئے آؤ اور دوڑتے ہوئے نہ آؤ، تم پر سکینہ اور وقار لازم ہے، جو نماز تم پالو پس اسے پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کی قضا کرو۔"

(عیلہ بہانی، الفصل السابع عشر فی بیان مقام الامام، ج 1، ص 423، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمن بن ابراہیم مقدسی (متوفی 624ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ اقامت سنے تو اس کی طرف بھاگ کر نہ جائے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا أقبمت الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون وانتوها وعليكم السكينة والوقار، فما أدركتم فصلوا، وما فاتكم فاتموا)) (ترجمہ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف بھاگ کر نہ آؤ اور اس طرح آؤ کہ تم پر اطمینان اور وقار ہو تو جو نماز تم پالو تو اسے پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے مکمل کر لو) اور حضرت ابوقارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ((بئسما نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذ سمع جلبة رجال فلما صلی قال: بما شأنکم؟ قالوا: استعجلنا إلى الصلاة قال: فلا تفعلوا، إذا أتیتم الصلاة فعلیکم السکینة فما أدركتم فصلوا وما فاتکم فاتموا)) (ترجمہ: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مردوں کی آوازیں سنیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو ارشاد فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تو ان حضرات نے عرض کیا کہ ہم نے نماز کی طرف جلدی کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جب تم نماز کے لئے آؤ تو تم پر اطمینان لازم ہے تو جو نماز تم پالو پس اسے پڑھو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے مکمل کر لو) اور ایک روایت میں ہے کہ ((فاتموا)) (پس اس کی قضا کرو) امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جب اسے تکبیر اولی پانے کی حرج ہو تو جلدی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک قباحت والی جلدی نہ ہو پس تحقیق روایت میں آیا ہے: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جب تکبیر اولی کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا اور اسے حاصل کرنے کی طمع ہوتی تو وہ کچھ جلدی کیا کرتے تھے۔"

(الحدیث شرح المصنوع، باب آداب الخشیة، باب الصلاة، ج 1، ص 75، حدیث ابوقارہ)

شواہد کا موقف:

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

جو جماعت کا قصد کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اطمینان اور وقار کے ساتھ چل کر جائے۔ اور ابواسحاق فرماتے ہیں: اگر تکبیر اولی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی کرے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے: ((أن عبد الله بن مسعود اشتد إلى الصلاة وقال: بادروا حد الصلاة)) (ترجمہ: بے شک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی طرف جانے میں شدت اختیار کی اور ارشاد فرمایا: نماز کی حد یعنی تکبیر اولی کی طرف جلدی کرو) اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إذا أقبمت الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون ولكن انتوها وأنتم تمشون علیکم السکینة فما أدركتم فصلوا وما فاتکم فاتموا)) (ترجمہ: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آؤ لیکن اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ تو جو تم پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے تو

اسے مکمل کرو۔)

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاۃ الجماعۃ، ج 1، ص 178، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

ابن قاسم کہتے ہیں: اور میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنا، آپ سے جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں جلدی چل کر جانے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا جب تک وہ بھاگ کر نہ جائے یا وہ زیادہ جلدی نہ کرے۔ محمد بن رشد نے کہا: یہ اسی طرح ہی ہے جیسا انہوں نے فرمایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إفقا ثوب بالصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون، وأتوها وعليكم السكينة.. الحدیث)) (جب نماز کے لئے اقامت کی جائے تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آؤ اور اس کی طرف اطمینان سے آؤ) تو جب انسان کو پوری یا کچھ نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو چلنے میں اتنی جلدی اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں جو اسے اطمینان و قار کی حد سے خارج نہ کرے نماز کے لئے جانے میں جس کا حکم ہے۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا کہ آپ رضی اللہ عنہما نے بیچ غرقہ میں اقامت سنی تو مسجد کی طرف آنے میں جلدی اختیار کی۔ اور اسی طرح اگر انسان سواری پر ہو تو نماز کو پانے کے لئے سواری کو حرکت دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(البیان والتحصیل، مسئلہ: الاسراع فی المشی الی الصلاۃ، ج 1، ص 220، 221، دارالقرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 240

مَا جَاءَ فِي السُّعُودِ فِي الْمَسْجِدِ وَانتظار الصلاة من الفضل

(مسجد میں بیٹھنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب تک کوئی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔ تم سے جب تک کوئی مسجد میں رہتا ہے اللہ عزوجل کے فرشتے تمہارے لئے (یوں) دعا گو رہتے ہیں: اے اللہ عزوجل اس کی بخشش فرما، اے اللہ عزوجل اس پر رحم فرما، جب تک اسے حدیث نہ ہو تو حضرت موت کے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ حدیث کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ بغیر آواز سے ہوا کا خارج کرنا ہے یا آواز کے ساتھ ہوا کا خارج کرنا ہے۔ اور اس باب میں حضرت علی، حضرت ابوسعید، انس، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابویسعی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

330- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَهُنَانَ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي بُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ يَنْتَظِرُهَا، وَلَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدٍ كُمْ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوَاتٍ: وَمَا الْحَدِيثُ يَا أَبَا بُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُتْسَاءٌ أَوْ ضَرَاطٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَنْسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي بُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 330: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الحدیث فی المسجد، حدیث 445، ج 1، ص 91، دار طوق النجاة صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب فضل صلوٰۃ النجاة، حدیث 649، ج 1، ص 459، دار احیاء التراث العربی، بیروت صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی فضل السُّعُودِ فی المسجد، حدیث 469، ج 1، ص 127، المکتبۃ المصریۃ، بیروت صحیح سنن نسائی، کتاب المساجد، باب التَّزْوِیْبِ فی الجُلُوسِ فی المسجد، حدیث 733، ج 2، ص 55، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت صحیح سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، حدیث 799، ج 1، ص 262، دار احیاء المکتب العربیۃ، بیروت)

شرح حدیثنماز میں ہونے سے مراد:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ علیہ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

عراقی کہتے ہیں: نماز میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے لئے نمازی کا اجر ہوتا ہے نہ کہ وہ حقیقہ نماز میں ہے۔

(توت اسکندری: ایوب المصنف، ج 1، ص 157، جامعہ اسلامیہ، مصر)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمہ اللہ علیہ (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((تم میں کوئی ایک نماز میں رہتا ہے)) یعنی اخروی حکم کے اعتبار سے کہ جس سے ثواب متعلق ہوتا ہے ((جب تک

وہ نماز کے انتقام میں رہتا ہے)) کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے جبکہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد، ص 25، ج 5، دار الفکر، بیروت)

حدیث میں صرف "رتح" کا خارج ہونا" ہی کیوں ذکر کیا

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ علیہ (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

حدیث میں صرف رتح کو خاص کیا گیا کیونکہ مسجد میں غالب طور پر رتح خارج ہونے سے زیادہ نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں سوال عام ہے اور جواب خاص ہے حالانکہ سوال و جواب میں مطابقت ہونی چاہیے لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سمجھ گئے ہوں گے کہ اس سائل کا مقصود حدیث خاص ہے اور وہ وہ ہے جو کہ مسجد میں حالت انتقام میں واقع ہوتا ہے اور عادیہ وہ نہیں ہوتا مگر گوز مارنے کی صورت میں، تو یوں جواب سوال کے مطابق ہے، مگر نہ وضو توڑنے والے اسباب تو کثیر ہیں۔

(مرآۃ المفاتیح، شرح صحیح بخاری، باب من لم یزک الوضوء، ج 3، ص 54، دار الفکر، بیروت)

حضرت موت کے شخص کے سوال کرنے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت موت کے شخص کے سوال کرنے کی وجہ ہو سکتا ہے یہ ہوان لوگوں کے ہاں حدیث کا اطلاق اس کے علاوہ پر ہوتا ہوگا

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد، ص 25، ج 5، دار الفکر، بیروت)

انہوں نے گمان کیا ہو کہ یہاں حدیث سے مراد بدعت ہو۔"

فوائد حدیث

علامہ محمود بدر الدین یعنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

- (1) اس میں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ عبادت کا انتظار بھی عبادت ہے۔
- (2) اس میں یہ بھی ہے کہ جو نماز کے اسباب میں مشغول ہوگا تو اسے بھی نمازی کہا جائے گا۔
- (3) مذکورہ فضیلت اس کے لئے ہے کہ جسے حدیث نہ ہو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب من لم یروضوا، ج 3، ص 53، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

- (4) ابن مہلب کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد میں حدیث واقع کرنا خطا ہے، اس کی وجہ سے محدث فرشتوں کے استغفار سے اور اللہ کی برکت کی امید والی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پیچھے کے مقام سے ہوا حرام نہیں ہے لیکن اس سے پچھا اولیٰ ہے، کیونکہ انسان جس چیز سے اذیت پاتے ہیں فرشتے بھی اس سے چیز سے اذیت پاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

- (5) اور اسی سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ بے شک حدیث اصغر اگرچہ فرشتوں کی دعا کے مانع ہے لیکن وہ مسجد میں بیٹھنے کے جواز کے مانع نہیں ہے اور بعض نے اس میں اجماع کا بھی دعویٰ کیا اور اس میں نظر ہے۔ پس تحقیق ابن المسیب اور حسن بصری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محدث جنسی کی طرح ہے کہ وہ مسجد میں سے گزر سکتا ہے اور بیٹھ نہیں سکتا۔

- (6) اور اگر وہ مسجد میں کسی عبادت کے لئے بیٹھے جیسا کہ اعتکاف کے لئے یا نماز کا انتظار کرنے کے لئے یا ذکر کے لئے تو یہ مستحب ہے وگرنہ مباح ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مسجد میں ویسے ہی بیٹھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر کہ: ((إِنَّمَا بُدِّمَتْ الْمَسَاجِدُ لِذِكْرِ اللَّهِ)) (مساجد صرف اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں۔)

- (7) علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک مسجد میں سونا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ اہل صفہ ہمیشہ مسجد میں ہی سویا کرتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مقیم کے لئے سونا مکروہ ہے نہ کہ مسافر کے لئے۔ اور یہ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے مذہب کے قریب ہے۔ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا ایک گروہ مطلقاً اس کی کراہت کا قائل ہے۔ اور وہ حدیث: ((إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ عَلَى نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُمْ رُقُودٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: انْقَلِبُوا فَإِنَّ هَذَا لَيْسَ لِلْمَرْءِ مَرْقُودًا)) (ترجمہ: ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چند صحابہ کرام علیہم الرضوان پر گزر ہوا اور وہ حضرات مسجد سوئے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: واپس پلٹ جاؤ کہ بے شک مرد کے لئے یہ سونے کی جگہ نہیں ہے۔) اس کی اسناد مجہول، منقطع ہے۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ((وَأَيُّ عِلْمٍ السَّلَامُ فَإِنَّمَا فِي الْمَسْجِدِ فَضْرٌ يَنْبَغِي بِهِ جَلِيدٌ وَقَالَ: لَا أَرَاكَ نَائِمًا فِيهِ)) (ترجمہ: مجھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر لگائی اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں یہاں سویا ہوا نہ دیکھوں) اس کی اسناد میں بھی جہالت ہے لہذا اس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے، علامہ ابن حجر کا کلام ختم ہوا۔ (علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں) اور ان میں (اصحاب صفہ کے سونے والی روایت اور مسجد میں سونے کی ممانعت والی روایات میں) تطبیق ممکن ہے یوں کہ جس کا کوئی مسکن یعنی رہنے کی جگہ ہو تو اس کے لئے مکروہ ہے، اس کے علاوہ کے لیے مکروہ نہیں۔

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاة، ج 2، ص 595، 596، دار الفکر بیروت)

مسجد میں ریح کا خارج کرنے کا حکم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مسجد میں حدیث یعنی اخراج ریح غیر محکف کو مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ ایسے وقت باہر ہو جائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو، اور اخراج ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا ان علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیر محکف کو اخراج ریح مسجد میں خلاف ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اسے سمجھا دیا جائے۔"

یہ طریقہ اعتکاف کہ اوپر بیان ہوا اس کے لئے ہے جس کی ریح میں وہ بوند ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سونے ہضم وغیرہ عارضی طور پر یہ بات ہو جاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔ ((وان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم، قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) (ترجمہ: جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نماز من اهل الثمار، ج 1، ص 209، قدیمی کتب خانہ، کراچی) فتاویٰ رضویہ، ج 1، ص 288، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

باب نمبر 241

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ
(چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنے کے بارے میں)

331- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
عَدِيثٍ: حَدَّثَنَا سَيِّدَا ابْنِ عَبَّاسٍ فِي مَا جَاءَ فِي
الْأُخُوصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ،
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، وَفِي الْبَابِ
عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَعَائِشَةَ،
وَمَيْمُونَةَ، وَأُمِّ كَلْبُومِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ
الْأَسَدِ وَلَمْ تَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ،
وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ
وَالْخُمْرَةُ: بُؤُ حَصِيرٌ قَصِيرٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھا
کرتے تھے۔
اور اس باب میں ام حبیبہ، ابن عمر، اور ام سلمہ اور
عائشہ اور میمونہ اور ام کلثوم بنت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہن
سے بھی روایات مروی ہیں اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے سننا ثابت نہیں۔
امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہی بات بعض اہل علم نے
بھی کہی ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق رحمہما نے ارشاد فرمایا
: تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا ثابت
ہے۔ اور ”خمرہ“ چھوٹی چٹائی کو کہتے ہیں۔

ترمذی حدیث 331: (مصنف ابوالیثیب، کتاب الصلوات، باب فی الصلوة علی الخمر، حدیث 1، 4020، ص 349، رد المحتار، مصر)

باب نمبر 242

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْخَصِيرِ

(بڑی چٹائی پر نماز پڑھنے کے بارے میں)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی چٹائی پر نماز پڑھی۔

اور اس باب میں حضرت انس اور مغیرہ بن شعبہ

رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: ابوسعید خدری

رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے اور اس حدیث پر اکثر

اہل علم کا عمل ہے مگر یہ کہ اہل علم کے ایک گروہ نے زمین پر

نماز پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور ابوسفیان ان کا نام طلحہ

بن نافع ہے۔

332- حَدَّثَنَا نَضْرُبُنْ عَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا

عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي

سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى خَصِيرٍ، وَفِي الْبَابِ عَنْ

أَنْسٍ، وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:

وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ

عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، إِلَّا أَنَّ قَوْمًا مِنْ

أَهْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوا الصَّلَاةَ عَلَى الْأَرْضِ

اسْتِخْبَابًا، وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ

تخریج حدیث 332: (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب جواز الجماعۃ فی الصلاة والصلوة علی حصیر۔۔۔ حدیث 661، ج 1، ص 458، دار احیاء التراث

العربی، بیروت) ابن ماجہ، کتاب القنۃ الصلوة والسنة فیہا، باب الصلوة علی الخمرۃ، حدیث 1029، ج 1، ص 328، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 243

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْبَسَاطِ

(بچھونے پر نماز پڑھنے کے بارے میں)

333- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ،
عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي الثَّيَّاحِ الضُّبَيْعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِطُنَا حَتَّى كَانَ يَقُولُ لِأَخِ لِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ
النُّغَيْرُ، قَالَ: وَنُضِجَ بِسَاطٍ لَنَا فَصَلَّى عَلَيْهِ،
وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:
حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ،
وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ
أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ
بَعْدَهُمْ: لَمْ يَرَوْا بِالصَّلَاةِ عَلَى الْبَسَاطِ
وَالطَّنْفُسِ بَأْسًا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ،
وَأَسْمُ أَبِي الثَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ

حضرت ابو التیاح ضبعی سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتیٰ کہ (ایک موقع پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا: اے ابو عمیر! چڑیا کے بچے کا کیا ہوا؟ مزید فرماتے ہیں: اور ہمارے بچھونے پر پانی چھڑکا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حدیث انس رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے اور اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ اور جو ان کے بعد کے علماء ہیں انہوں نے بچھونے (وری) اور کپڑے پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جانا اور امام احمد اور اسحاق نے بھی یہی فرمایا۔ اور ابو التیاح کا نام، یزید بن حمید ہے۔

ترجمہ حدیث 333: (مکمل مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب جواز الصلوة فی البساط والطنفوس، حدیث 859، ج 1، ص 457، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

"خمرہ" کا معنی اور وجہ تسمیہ:

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"خمرہ" سے مراد وہ جائے نماز ہے جس پر نمازی سجدہ کرتا ہے، جو کھجور کے پتوں سے بنا جاتا ہے اور دھاگوں سے بیا جاتا ہے اور اس کو "خمرہ" اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زمین کو ڈھانپ دیتا ہے یعنی اسے چھپا دیتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کو زمین سے ڈھانپ دیتا ہے یعنی چھپا دیتا ہے۔

(کنف الاشکل من حدیث الصحیحین، کنف الاشکل من مسند بیروت، بنت الماریث، ج 4، ص 433، دارالوطن، ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"خمرہ" (خاکے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ ہے) چھوٹی چٹائی کی طرح ہوتا ہے، کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا ہے اور تسموں اور دھاگوں سے اسے بنا جاتا ہے اور وہ اتنی مقدار میں ہوتا ہے جو چہرہ اور ناک پر آجائے تو جب وہ اس سے بڑا ہو تو وہ چٹائی کہلاتی ہے اور اس کو "خمرہ" اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو زمین کی گرمی اور سردی سے چھپا لیتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ زمین کو ڈھانپ دیتا ہے یعنی چھپا دیتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے دھاگے کھجور کے پتوں میں چھپ جاتے ہیں۔

(شرح ابی داؤد للصحیح، باب الصلاۃ علی الخمرۃ، ج 3، ص 201، مکتبۃ الرشید، ریاض)

خمرہ اور حصیر میں فرق:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"امام طبری رحمانہ فرماتے ہیں: "خمرہ" چھوٹے مصلیٰ کو کہتے ہیں جو کھجور کے پتوں سے بنا جاتا ہے اور دھاگوں سے بیا جاتا ہے اور اس پر سجدہ کیا جاتا ہے تو اگر وہ آدی کے قد جتنا ہو یا اس سے زیادہ بڑا ہو تو اس وقت اسے چٹائی کہتے ہیں۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، الاصاب ثواب المصلیٰ امرأۃ ازہد، ج 2، ص 43، مکتبۃ الرشید، ریاض)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلوی سی (متوفی 521ھ) فرماتے ہیں:

"خمرہ" ایک چیز ہے جو کھجور کے پتوں سے بنی جاتی تھی اس پر آدی سجدہ کرتا تھا اور اسے اس وقت "خمرہ" کہا جاتا ہے جب وہ اتنی مقدار ہو جائے کہ آدی اس پر اپنی پیشانی اور اپنے دونوں ہاتھ رکھ لے۔ اور اگر وہ اتنا بڑا ہو کہ سارے تمام جسم کو شامل

ہو تو پھر اسے چٹائی کہا جاتا ہے۔"

(مشکات منوطا امام، مک، باب غسل، ج 1، ص 68، دار السنن، بیروت)

پانی چھڑکنے کی وجہ:

علامہ ابن بطلال علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چٹائی پر پانی چھڑکا تا کہ وہ نرم ہو جائے نہ کہ اس میں کسی نجاست کی وجہ سے، یہ اسما علی بن اسحاق کا قول ہے۔ اور ان کے علاوہ دیگر علما نے فرمایا: چھڑکنا اس میں شک کی بنا پر طہارت کے لئے تھا پس انہوں نے اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس پر نفس مطمئن ہو جائے اور یہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرح ہے کہ ((اغسل ما رأیت وانضح ما لم تر)) یعنی جو تو دیکھے تو اسے دھو لے اور جو تو نہ دیکھے تو اس پر پانی چھڑک لے۔"

(شرح صحیح بخاری، ابن بطلال، باب اذا صاحب ثوباً فغسل امرأته، ج 2، ص 44، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور یہ یا تو چٹائی کو نرم کرنے کے لئے تھا یا اس پر سے میل کچیل دور کرنے کے لئے تھا کیونکہ وہ کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکا تھا۔"

(عمدة القاری، باب صلاۃ علی النحر، ج 4، ص 111، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ان احادیث کی فقہ:

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) مزید فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک کی فقہ یہ ہے کہ چٹائی یا پچھونے وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض سلف صالحین زمین کے علاوہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، اور بعض ہر اس چیز پر نماز کو جائز قرار دیا کرتے تھے جو زمین سے اگی ہوئی کسی شے سے بنائی گئی ہو۔ بہر حال جو چیز حیوان کی اون یا بالوں سے بنائی گئی ہو تو اسے وہ مکروہ قرار دیتے تھے۔"

(مسالم السنن، دکن باب تسویۃ الصفوف، ج 1، ص 183، المطبعہ المطہریہ، حلب)

علامہ ابن بطلال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور تمام شہروں کے فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر ایک چیز جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چٹائی پر یوں نماز پڑھا کرتے تھے کہ سجدہ کی جگہ مٹی منگوا کر رکھواتے تھے اور اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور شعبہ حماد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے گھر پر چٹائی دیکھی تو میں نے کہا کہ کیا آپ اس پر سجدہ کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ زمین مجھے سجدہ کے لئے زیادہ محبوب ہے۔" اور یہ بات ان

دونوں حضرات سے خشوع میں مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ ان دونوں حضرات نے چٹائی پر نماز پڑھنے کو روا نہیں سمجھا کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔ تو ان دونوں حضرات کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، ان دونوں حضرات نے دونوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرتے ہوئے یوں کیا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں اپنے چہرہ کو زمین کے ساتھ ملاتے تھے اور تحقیق (ایک مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے اس حالت میں پھرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک اور ناک مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا تو یہ تمام کا تمام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پیش نظر مباح ہے۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بظال، اذ اصحاب ثواب المصلی امر آخذاً بجدہ، ج 2، ص 43، مکتبہ المرشدین)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"چٹائی پر نماز پڑھنا بغیر کراہت کے جائز ہے، اور اس کے معنی میں ہر وہ شے ہے جو زمین سے اگی ہوئی چیز سے بنائی گئی ہو اور اجماعی مسئلہ ہے مگر یہ کہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عاجزی کے پیش نظر یوں کیا کرتے تھے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((عَفْرٌ وَجَهْكَ بِالتُّرَابِ)) (اپنے چہرے کو مٹی سے ملو)۔ اگر کہا جائے تو تم یزید بن مقدام کی حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جو ابن ابی شیبہ نے مقدم سے اور انہوں نے اپنے والد شریح سے روایت کیا کہ: ((أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ؟ فَإِنِّي سَمِعْتُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَرَّ وَجَلَّ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا، فَقَالَتْ: لَا، لَمْ يَكُنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ)) (ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے؟ "پس بے شک میں نے کتاب اللہ عزوجل میں یہ فرمان سنا ہے: ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 8) تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز ادا نہیں کی۔) میں کہتا ہوں یہ حدیث یزید کے ضعف کی بنا پر صحیح نہیں ہے اور روایات صحیح اس کا رد کرتی ہیں۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى عَلَى حَصِيرٍ)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز ادا فرمائی) اور یزید الفقیر کہتے ہیں: ((رَأَيْتُ جَاهِدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ مِنْ بَرْدَى)) (ترجمہ: میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا۔) اور کھول کہتے ہیں: ((رَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ)) (ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا) ابومروان حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں: ((أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ))

(ترجمہ: بے شک حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے)، ثابت بن عبد اللہ کہتے ہیں: ((رأيتُ زيد بن ثابت يُصلي على حصير يسجد عليه)) (ترجمہ: میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چٹائی پر نماز پڑھتے اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا)، عدی بن ثابت کہتے ہیں: ((أخبرني مَنْ رأى زيدَ ابنِ ثابتٍ يُصلي على حصير)) (ترجمہ: مجھے اس نے خبر دی کہ جس نے زید بن ثابت کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا) حضرت نافع حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ((أنه كان يُصلي على حصير)) (ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے) (شرح ابی داؤد اللعینی، باب الصلاة علی الحصیر، ج 3، ص 203، 204، مکتبۃ الرشید، ریاض)

چٹائی وغیرہ پر نماز کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

شمس الائمہ محمد بن احمد حنفی سرخسی فرماتے ہیں:

"چٹائی پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ لوگوں کا اپنی مساجد میں ایسا ہی معمول ہے بخلاف ان کے کہنے کے کہ جن کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ "چٹائی پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔" اور ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک سائل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے؟" پس بے شک میں نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان سنا ہے: ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ (پارہ 15، سورہ نساء، آیت 8) تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں۔" لیکن یہ حدیث شاذ ہے پس تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشہور یہی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خمرہ" پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور وہ بھی ایک قسم کی چٹائی ہے۔ اور اللہ عزوجل کے اس فرمان اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے حیسر بنایا ہے۔ (پارہ 15، سورہ نساء، آیت 8) "کا معنی یہ ہے کہ "قید خانہ" بنایا اور حدیث میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جسے زمین اگاتی ہے اس پر نماز پڑھنا افضل ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ جسے زمین نہیں اگاتی اسی بنا پر علمائے گھاس اور چٹائی کو بچھونے پر ترجیح دی۔"

(میسوا للسرخی، ملت المرأة و ریح سا تھا کشف، ج 1، ص 208، دار المعرفۃ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور چٹائی پر اور اون، بالوں، ویر (اونٹ کے بال) کے بنے ہوئے بچھونے اور روئی اور لسی کے پودے کے بنے ہوئے کپڑے اور تمام پاک اشیاء پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبقری (ایک نفیس بچھونے)،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کپڑے پر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چٹائی پر، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن مسعود اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جائے نماز پر نماز ادا فرمائی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور یہی عام اہل علم کا قول ہے ہاں مگر وہ حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”انہوں نے حیوان سے بنی ہوئی ہر شے پر نماز کو مکروہ قرار دیا اور زمین سے بنی ہوئی ہر شے پر نماز ادا کرنے مستحب قرار دیا۔“ اور اسی کی مثل امام مالک رحمہ اللہ کا بھی قول ہے مگر انہوں نے اون اور بالوں سے بنے ہوئے بچھونے کے بارے میں فرمایا کہ جب سجدہ زمین پر ہو تو ان پر کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ ان میں سے کسی چیز پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان بن مالک اور انس رضی اللہ عنہما کے گھر میں چٹائی پر نماز ادا فرمائی۔ متفق علیہ۔ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت نقل کی کہ: ((أَنَّكَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفُرُوعِ الْمَذْبُوعَةِ)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹائی اور دباغت کی ہوئی کھال پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔) (المعنی لابن قدامہ، فصل الصلاة على الحصر والسطح من الصوف، ج 2، ص 58، 57، مكتبة القاهرة)

مالک کا موقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن ادریس قرانی مالکی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

کتاب میں جائے نمازوں، بالوں سے بنی ہوئی پوسٹین اور کپڑے اور دباغت شدہ کھال پر سجدہ کرنے کو مکروہ قرار دیا بخلاف چٹائی کے اور وہ چیز جسے زمین نے اگایا ہو کیونکہ اس میں عاجزی اور اتباع سنت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے مٹی اور گارے پر نماز ادا فرمائی۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا: ((إِنِّي أُرَاكِبِي فِي صَبِيحَتِهَا أُسْجِدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَوْكَفَ سَقْفِ الْمَسْجِدِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِالْمَطَرِ فَخَرَجَ عَلَيَّ السَّلَامُ وَعَلَى وَجْهِ الْمَاءِ وَالطِينِ مِنْ أَكْثَرِ السُّجُودِ عَلَى الْأَرْضِ)) (ترجمہ: بے شک میں نے اس کی صبح اپنے آپ کو پانی اور گارے پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس رات مسجد کی چھت بارش کی وجہ سے ٹپکنا شروع ہو گئی تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ زمین پر سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پانی اور گارے کا نشان موجود تھا) اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں قدیم زمانے میں ایک عظیم رقم خرچ کی گئی اور اس میں بچھونے وغیرہ نہ بچھائے گئے۔ اور اسی طرح کعبہ معظمہ پر بھی کپڑا چڑھایا گیا، فرش نہ بچھایا گیا اور جس چیز کو ہم نے ذکر کیا اگر وہ نہ ہو تو لوگ بچھونوں (کو وقف کر کے اس) سے قرب حاصل کرتے جیسا کہ وہ اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے قرب حاصل کرتے ہیں۔ بہر حال جسے زمین اگائے تو پس بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھوٹی چٹائی پر نماز ادا فرمائی جو کھجور کی صاف کی

ہوئی ٹہنی سے بنائی گئی تھی اور اس چٹائی پر نماز پڑھی جو کثرت استعمال سے سیاہ ہو گئی تھی اور اور علت اس کا زمین سے آگے ہوئی چیز سے بنا ہوا ہونا نہیں ہے کہ بے شک روئی اور اسی کے پودے سے بنے ہوئے کپڑے، زمین سے آگے ہوئی چیزیں ہیں، ان دونوں پر نماز مکروہ نہیں ہے بلکہ علت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک اور زمین سے آگے ہوئی چیز سے مرکب ہے وہ کہ جس میں تواضع موجود ہو۔ صاحب طراز کہتے ہیں: اگر بچھونے پر چھوٹی چٹائی کو بچھایا تو نماز مکروہ نہیں ہے۔

(الذخیر الملغزانی، الباب الرابع فی ارکان الصلاۃ، ج 2، ص 197، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) نماز کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تیسری شرط یہ ہے پاک جگہ پر نماز ادا کرنا پھوٹا ہو یا زمین ہو اور بچھونے یا زمین کا جو حصہ نمازی کے ساتھ مس کیا ہوا ہے وہ پاک ہو تو باقی کا نجس ہونا ضرر نہیں دیتا۔

(الاقناع للماوردی، باب شروط الصلاۃ و شروط الصلاۃ ما تقدّم، ج 1، ص 37، مکتبہ بیروت)

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس میں چٹائی پر اور ان تمام چیزوں پر نماز پڑھنے کا جواز ہے جسے زمین نے اگایا ہو اور اس بات پر اجماع ہے اور وہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا خلاف مروی ہے اسے زمین پر نماز ادا کرنے کے ذریعے تواضع اختیار کرنے کے استحباب پر محمول کیا گیا ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب جواز الجماعۃ فی الصلاۃ، ج 5، ص 163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 244

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الْجَيْطَانِ

(باغات میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

334- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَجِبُ الصَّلَاةَ فِي الْجَيْطَانِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْهَسَاتِينَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ مُعَاذِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ جَدِيدِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بْنِ تَدْرُسَ، وَأَبُو الطُّفَيْلِ اسْمُهُ عَامِرُ بْنُ وَائِلَةَ

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغات میں نماز پڑھنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: جیطان کا معنی ہے باغات۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف حسن بن ابی جعفر کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور حسن بن ابی جعفر کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے ضعیف قرار دیا اور "ابو الزبیر کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے" اور "ابو الطفیل کا نام عامر بن وائلہ ہے۔"

تخریج: 334

شرح حدیثحیطان کا معنی:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 914ھ) فرماتے ہیں:
 "حیطان" حانک کی جمع ہے۔ ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں: یعنی باغات۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں: "حانک" کجھور کے باغ کو کہتے ہیں جب اس پر دیوار موجود ہو۔
 (توت المستدی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 159، 160، جامعہ ام القرنی، مکہ مکرمہ)
 علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:
 ((حیطان میں نماز پڑھنے کو پسند فرماتے)) یعنی دیواروں کے پہلو میں تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سے کوئی نہ گزرے یا آپ کو کوئی چیز مشغول نہ کرے۔ بعض راویوں نے کہا کہ اس سے مراد باغات ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ "حیطان" بمعنی باغات بھی آتا ہے۔ بہر حال یہاں اس کا مرادی معنی ہونا تو یہ محل بحث ہے۔

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الصلاة، ج 2، ص 628، دار الفکر، بیروت)

باغات میں نماز پڑھنے کو پسند کرنے کی وجوہات:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:
 عراقی کہتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا باغات میں نماز کو پسند فرمانا یہ چند وجوہات کا احتمال رکھتا ہے:
 (1) ان میں پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا قصد کرنا اور اسی بات پر قاضی ابوبکر ابن العربی نے

بزم فرمایا۔

(2) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس باغ کے پھلوں میں وہاں نماز ادا کرنے کی برکت سے برکت کا حاصل ہونا ہے جس بے

شک وہ برکت رزق کا سبب ہے۔

(3) تیسری وجہ یہ ہے کہ جس کی ملاقات کے لیے جایا جائے، اس کی عزت افزائی یہ ہے کہ اس کی جگہ میں نماز پڑھی

جائے۔

(4) چوتھی وجہ یہ کہ نماز پڑھنا ہر اس مکان کی تحیت ہے جس میں جائے یا جسے چھوڑے۔

(توت المستدی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 160، جامعہ ام القرنی، مکہ مکرمہ)

(5) بیان کا جو معنی علامہ علی قاری حنفی نے بیان کیا ہے، یعنی دیوار کے پہلو میں نماز ادا کرنے کو پسند فرماتے تو اس کی وجہ واضح ہے کہ وہ ان نماز کوئی آگے سے نہ گزرے یا کوئی چیز خلل انداز نہ ہو، جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔

فوائد حدیث:

علامہ عبدالرزاق مناوی فرماتے ہیں:

(1) اس سے باغ میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ وہاں نماز پڑھنے والے کا پھولوں، پھولوں کی طرف نظر کرنے سے خیال بٹے اور بے شک یہ بات نماز کے باغ میں مکروہ ہونے کی طرف مؤدی نہیں ہے۔

(2) حافظ عراقی کہتے ہیں: اور ظاہر یہی ہے کہ جو نماز باغ میں پڑھنا مستحب ہے اس سے مراد نفل نماز ہے نہ کہ فرض نماز، ان احادیث کی بنا پر جو فرض نماز کے مسجد میں ادا کرنے اور اس پر ابھارنے پر وارد ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ نماز ہے کہ جس کا وقت ہو جائے خواہ وہ فرض ہی کیوں نہ ہو۔

(3) اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو کعبہ سے دور اس کے لئے کعبہ کی درست جہت پر نماز پڑھنا لازم ہے نہ کہ عین کعبہ کی طرف۔ کیونکہ باغ محراب کے مقرر کرنے میں مسجد کی طرح نہیں ہے۔

(فیض القدر، باب کان وہی الشماک الشریفة، ج 5، ص 218، مکتبۃ انجاریہ، الہمیری، مصر)

حسن بن جعفر کا ضعف حفظ کی جہت سے ہے:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

اور حسن بن ابی جعفر کی محکم بن سعید وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔ عراقی کہتے ہیں: ان کی تضعیف حفظ کی جہت سے ہے

(توت المستدری، ابواب الصلاة، ج 1، ص 160، جامعہ المرقزی، مکہ مکرمہ)

نہ کہ وہ متہم ہیں۔

علامہ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

حسن بن ابوجعفر عجمان اور یہ بھی کہا گیا ہے: عمرو الجبفر یا یوسف اللزدی اور کہا گیا: الحدوی البصری۔ انہوں نے ابو زبیر، محمد بن حمادہ، عاصم بن بہدلہ، نافع مولیٰ ابن عمر، ایوب سختیابی، اور لیث بن ابوسلیم وغیرہم سے روایت کیا ہے۔ اور ان سے ابو داؤد طیالسی، ابن مہدی، یزید بن زریع، عثمان بن مطر اور مسلم بن ابراہیم نے روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ وہ لوگوں میں سے بہترین تھے۔ ابو عمر الحومنی اور ابوسلمہ التہذوکی وغیرہم نے فرمایا: عمرو بن علی صدوق منکر الحدیث تھا، محکم بن سعید اس سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ اور اسحاق بن منصور کہتے ہیں امام احمد نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اور بخاری کہتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ ترمذی کہتے ہیں:

سحیحی بن سعید وغیرہ نے اس کی تصحیف کی ہے۔ اور نسائی کہتے ہیں: ضعیف ہے اور ایک دوسرے مقام پر کہا: متروک ہے۔ اور ابوبکر بن ابوالاسود کہتے ہیں: ابن سعدی نے اس کی حدیث کو ترک کیا پھر ان سے حدیث بیان کی اور فرمایا: میرے لئے میرے رب کے ہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ابن سعدی کہتے ہیں: حسن بن جعفر کی احادیث صالح اور درست ہیں اور وہ غرائب روایت کرتے ہیں اور خاص طور پر محمد بن حمادہ کا ایک نسخہ ان کے پاس ہے، جسے منذر بن ولید جاردوی اپنے والد سے وہ ان سے روایت کرتے ہیں اور ان کی احادیث محمد بن حمادہ کے علاوہ جو ذکر کی گئی ہیں وہ مستقیم اور صالح ہیں اور وہ میرے نزدیک ان رواۃ میں سے ہے جن کے کذب پر جزم نہیں کیا جاتا، وہ صدوق ہیں، محمد بن شعیب کہتے ہیں: یہ شعبان 161ھ فوت ہوئے اور موسیٰ بن اسماعیل نے کہا کہ وہ اور حماد بن سلمہ 167ھ میں فوت ہوئے، ان دونوں کی وفات کے درمیان تین ماہ کا عرصہ ہے۔ میں کہتا ہوں اور ساجی نے کہا: منکر الحدیث ہے ان کی منکر احادیث میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باغ میں نماز پڑھنا پسند تھا۔

اور علی بن مدینی کہتے ہیں: حسن کو حدیث میں وہم ہوتا تھا یونہی یہ بھی کہا: ضعیف ہے۔ اور عجلی کہتے ہیں: ضعیف الحدیث ہے۔ اور آجری ابوداؤد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ ضبط میں عمدہ نہیں تھے۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ضعیف تھے میں ان کی حدیث نہیں لکھتا۔ اور ابن ابی حاتم اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ حدیث میں قوی نہیں تھے اور بوڑھے تھے اور ان کی بعض احادیث میں انکار ہے۔ انہوں نے ابوزرعہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: حدیث میں قوی نہیں تھے اور اسی طرح دارقطنی نے بھی ایسے ہی کہا۔ اور ابن حبان نے کہا: اللہ عزوجل کے سخت طبیعت والے بندوں میں سب سے بہتر تھے، سحیحی نے ان کی تصحیف کی اور احمد نے ان کو ترک کیا۔ اور ان کا شمار عبادت گزاروں اور مستجاب الدعوات لوگوں میں ہوتا ہے لیکن وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث کے فن اور حفظ سے غافل رہے پس جب وہ حدیث بیان کرتے تو وہم کرتے اور اسناد کو الٹ کر دیتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا حتیٰ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو گئے کہ جن سے استدلال نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ فاضل ہوں۔

(تہذیب احمدیہ، من اسماء الحسن، ج 2، ص 260، 261، مطبعہ دار الفکر، نظامیہ، ہمد)

باب نمبر 245

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُتْرَةِ الْمُصَلِّي

(نماز میں کے سترہ کے بارے میں)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت

335. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَبَنَادٌ، قَالَا:

کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی اپنے سامنے کجاوے کی پھچلی لکڑی کی مثل (سترہ کے لئے) رکھ لے تو نماز پڑھے اور اس کے پیچھے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ بِمِثْلِ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ، وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ، وَفِي

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت اہل بن ابی

حشمہ، حضرت ابن عمر، حضرت سمرہ بن معبد، حضرت ابو حنیفہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

الْبَابِ عَنْ أَبِي بُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَشْمَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبُدٍ، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت طلحہ رضی

اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

طَلْحَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَالْعَمَلُ

علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں: امام کا سترہ مقتدی کا بھی سترہ

عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَالُوا: سُتْرَةُ

ہے۔

الْإِمَامِ سُتْرَةٌ لِمَنْ خَلْفَهُ"

ترجمہ حدیث 335: (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب سترۃ المصلی، حدیث 499، ج 1، ص 358، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب التہجد، صلوٰۃ اللیل

لیلیا، باب ما ستر المصلی، حدیث 940، ج 1، ص 303، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

مؤخرۃ الرحل سے مراد:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اور وہ اونٹ کے کجاوے میں لکڑی کا وہ حصہ ہے کہ جس کے ساتھ سوار ٹیک لگاتا ہے۔

(شرح ابی داؤد المعنی، باب المسیر المصلی، ج 3، ص 243، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

کجاوے کی پھلی لکڑی یعنی اس کا آخری حصہ، اور اس سے مراد وہ باریک لکڑی ہے جو سیدھی ہوتی ہے اور اس حدیث

پاک سے مراد یہ ہے کہ نمازی اس کو سترہ بنا کر نماز پڑھے اور جو اس کے پیچھے سے گزرے گا وہ اسے ضرر نہ دے گا۔

(کشف المشکل من حدیث المحسن، کشف المشکل من مسند علیہ ابن عبد اللہ، ج 1، ص 225، دار الوطن، ریاض)

مؤخرۃ الرحل کی مقدار:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فقہاء نے سترہ کی کم از کم مقدار میں کجاوے کی پھلی لکڑی کا اعتبار کیا ہے اور اس کی مقدار میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کی مقدار ایک ذراع (ایک ہاتھ) ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ذراع کا دو ٹکٹ ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے لیکن مصنف عبدالرزاق میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((أَنَّ مَوْخِرَةَ رَحْلِ بْنِ عَمْرِو كَانَتْ قَدْرَ يَدِ امْرِئٍ)) (ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کجاوے کی پھلی لکڑی ایک ذراع تھی۔)

(فتح الباری لابن حجر، باب الصلا لالی السری، ج 1، ص 581، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

امام ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: سترہ کی کم از کم مقدار کجاوے کی پھلی لکڑی جتنی ہے اور اس کی بلندی

سگازین سے ایک ذراع ہوگی اور یہی حضرت عطا کا قول ہے۔

(الاستاذ کا، باب التلذذ فی ان یراد عین یرای الخ، ج 2، ص 280، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سترہ کی حکمت:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

علامہ فرماتے ہیں: سترہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے پیچھے سے آنکھ کو روکنا اور اپنے قریب سے گزرنے والے کو منع

کرتا ہے۔ (شرح النووی علیٰ مسلم، باب سترہ، الفصل فی الصلاة، ج 4، ص 216، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سترے کا حکم اور کی مقدار کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اور صحراء میں نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے سامنے لکڑی کو نصب کرے یا کوئی چیز رکھے، اس لکڑی یا

چیز کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ایک ہاتھ) ہو۔ (الہدایۃ فی الصلاة، فصل بیان المستحب فی الصلاة، ج 1، ص 217، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

اور اس کی مقدار ایک ذراع یا اس زیادہ ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر ((أبعجز أحدكم إذا

صلی فی الصحراء أن یکون أمامه مثل مؤخرة الرجل وقبیل یعنی أن تکون فی غلظ الأصبع)) (ترجمہ: کیا تم

میں کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب وہ صحرا میں نماز پڑھے تو اس کے آگے اونٹ کے کجاوے کی چھلی لکڑی کی مثل (کوئی ٹی

) موجود ہو۔) اور کہا گیا ہے کہ سترہ انگلی کی موٹائی کے برابر ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس سے کم مقدار دور سے دیکھنے والے کے لئے

واضح نہیں ہوگی تو مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ (الہدایۃ، ج 1، ص 83، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ رکھ کر نماز پڑھے اور اس سے قریب ہو اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابو سعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إذا صلی أحدکم فلیصل إلی ستره

ولیدن منها)) (ترجمہ: جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اس سے

قریب رہے) اس حدیث کو "اثرم" نے روایت کیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كان بين النبي صلّى الله عليه وسلّم

وبين القبلة ممر الشاة)) (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیوار قبلہ کے درمیان بکری کی گزرگاہ جتنا فاصلہ تھا۔) اس حدیث پاک

کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور سترہ کی مقدار کجاوے کی چھلی لکڑی کی مثل ہے اور وہ ذراع کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو

۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا وضع أحدكم يده مثل مؤخرة الرجل فليصل، ولا يبال ما مر وراء ذلك)) (ترجمہ: جب تم میں سے کوئی ایک اپنے آگے کچاوے کی پھپھی لکڑی کی مثل رکھ لے تو نماز پڑھے اور اس کے پیچھے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔

(الکافی فی الفہام امام احمد، باب موقف الامام والامامون فی الصلاة، ج 1، ص 303، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ عینی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

سترہ میں معتبر یہ ہے کہ اس کی لمبائی کچاوے کی پھپھی لکڑی کی مثل ہو بہر حال اس کی چوڑائی تو اس میں کوئی ضابطہ نہیں ہے بلکہ موٹا اور ہار یک دونوں ہی ہمارے نزدیک کافی ہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”حدیث عمرو“ سے دلیل لیتے ہوئے اس کی کم از کم موٹائی نیزہ کی موٹائی جتنی ہونی چاہیے اور ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی فرمایا: ((يُجْزِءُ مِنَ السُّتْرَةِ مِثْلُ مَوْخِرَةِ الرَّجُلِ وَلَوْ بِدَقَّةِ شَعْرَةٍ)) (سترہ میں کچاوے کی پھپھی لکڑی کی مثل مقدار کفایت کر جائے گی، اگرچہ بال برابر ہو۔) (المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلة، ج 3، ص 248، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

سترہ کی مقدار عصا وغیرہ کی بلندی ذراع کے دو ٹکٹ یا اس سے زیادہ ہو اور وہ مشہور قول پر کچاوے کی پھپھی لکڑی کی مقدار ہے اور ایک قول ہے کہ وہ ایک ذراع ہو جیسا کہ انہوں نے اس بات کو عطا سے روایت کیا۔

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلة، ج 3، ص 247، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 974ھ) فرماتے ہیں:

یہ فصل نمازی کے سترہ رکھنے کے ہارے میں ہے: مستحب ہے ہر نمازی کے لئے یہ کہ کسی بلند چیز جیسا کہ دیوار یا لکڑی وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے پس اگر وہ نہ پائے تو عصا یا سامان کی مثل ایک ذراع کی دو ٹکٹ یا اس سے زیادہ کی مقدار جمع کر لے یعنی اس کا طول اتنی مقدار میں ہو اگرچہ اس کی چوڑائی نہ ہو جیسا کہ تیر۔

(المہاج التوہم شرح المقدمة الخضریة، فصل فی سترہ الصلوی، ج 1، ص 127، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو محمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ) فرماتے ہیں:

میدان میں نمازی کے لئے مستحب یہ کہ اس کے سامنے سترہ موجود ہے جو اس کے اور گزرنے والوں کے درمیان حاجت ہو اور اس کی مقدار (طول میں) ذراع (ایک ہاتھ) جتنی اور موٹائی میں نیزے جتنی ہو۔

(التمین فی اللہ الماکی، باب الامتہ والجماعۃ وقلنا ما الضامۃ، 18، ص 51، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں سترہ رکھنا سنت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہر اس جگہ سنت ہے جہاں نمازی کے سامنے گزرنے والوں سے امن نہ ہو، بہر حال صحراء اور چھتوں اور جہاں گزرنے سے امن ہو تو وہاں بغیر سترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی مسئلہ نہیں اور سترہ کی کم از کم مقدار ایک ذراع ہو جو نیزے جتنی موٹائی میں ہو۔ (اکافی فی قتال المسلمین، باب سترہ المسلمین، 18، ص 209، مکتبہ المدینہ، بیروت)

امام کا سترہ مقتدی کے کافی ہے، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ اکمل الدین بایرتی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:

بے شک امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی سترہ ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی وادی میں نیزہ کے سامنے نماز پڑھی اور مقتدیوں کے لئے سترہ نہ تھا۔

(الفتاویٰ شرح الہدایۃ، باب المسلمہ المسلمۃ، 17، ص 407، دارالکتب، بیروت)

ملاخسر حنفی (متوفی 885ھ) فرماتے ہیں:

جماعت کے لئے امام کا سترہ کافی ہے۔ (درر النکاح شرح غرر الاحکام، مکروہات، ص 17، ص 106، دارالاحیاء، مکتبہ مصر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی سے سوال ہوا "ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آئے گا؟" کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟" تو جواباً ارشاد فرمایا:

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے پھر دے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ص 7، ص 197، 205، 206، مطبوعہ دارالاحیاء)

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبداللہ قرظی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

(اور سترہ رکھنا سنت ہے امام کے لئے اور تھا کے لئے اگر کسی کے گزرنے کا خوف ہو) مطلب یہ ہے کہ بے شک سترہ یعنی آڑھنا اگرچہ نفل میں ہو تو یہ امام اور تنہا شخص کے لئے سنت ہے اگر ان میں سے ہر ایک کو اپنے سامنے سے گزرنے کا خوف ہو اور اگر خوف نہ ہو تو ان دونوں سے سترہ کا کوئی مطالبہ نہیں ہے اور امام اور تنہا کے لئے سترہ کے حکم سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ مقتدی سے سترہ کا مطالبہ نہیں ہے۔

کیونکہ امام اپنے پیچھے والوں کے لئے بھی سترہ ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ”مدونہ“ میں فرمایا، یا اس وجہ سے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے جیسا کہ عبد الوہاب نے کہا۔ اور اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ان دونوں کا معنی ایک ہے؟ پس امام مالک رحمہ اللہ کے کلام میں مضاف کا حذف ہے اور مقتدر عبارت یوں ہے: امام کا سترہ پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے، یا مختلف ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے کلام کو اپنے ظاہر پر باقی رکھا جائے گا تو امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی بنا پر امام اور اس سے پچھلی صف کے درمیان سے گزرنا ممتنع ہوگا

جیسا کہ اس کے اور سترہ کے درمیان گزرنا ممتنع ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں یہ نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرنا کہلائے گا اور دو صفوں کے درمیان سے گزرنا جائز ہے کیونکہ یہ نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا نہیں کہلائے گا اگرچہ سترہ تمام صفوں کے لئے سرہ ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان رکاوٹ آگئی ہے۔ بہر حال عبد الوہاب کے قول پر امام کا سترہ، مقتدیوں کا سترہ ہے تو پھر صف اول اور امام کے درمیان سے گزرنا جائز ہے کیونکہ امام کا سترہ ہی صف اول کا سترہ ہے نہ کہ صرف امام کا اور صف اول اور سترہ کے درمیان امام حائل ہے۔ (شرح مختصر طیل للعرشی، فصل فی فرائض الصلاۃ، ج 1، ص 278، دہرائفک للطلحہ، بیروت)

حنا بلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کا بھی سترہ ہے اس پر امام احمد نے نص فرمائی اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اسی طرح ابن منذر نے کہا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم فرماتے ہیں: امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے۔ ابوالرناد کہتے ہیں: وہ فقہائے مدینہ کہ جن کے قول کی طرف انتہا ہوتی ہے ان میں سے جس کو بھی میں نے پایا جیسا کہ سعید بن مسیب، عمرو بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور سلیمان بن یسار وغیرہم وہ سبھی یہی کہتے ہیں کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے۔ اور یہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور امام نخعی، اوزاعی، مالک اور شافعی وغیرہم بھی اسی بات کا قائل ہیں اور اس وجہ سے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

سترہ کی جانب نماز پڑھی اور اپنے اصحاب کو دوسرا سترہ نصب کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے فرماتے ہیں: ((أَقْبَلْتُ رَاجِعًا عَلَى حِمَارِ اثْنَيْنِ وَالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بَيْنِي إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ أَهْلِ الصَّفِّ فَذُكِرْتُ فَأَرْسَلْتُ الْاِثْنَانِ تَرْتِيبًا، فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْجِرْ عَلَيَّ أَحَدٌ)) (ترجمہ: میں گدھی پر سوار ہو کر آیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کو بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے پس میں بعض صف والوں کے سامنے سے گزرا تو میں نیچے اترا تو میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا پھر میں صف میں داخل ہوا تو کسی نے بھی مجھ پر انکار نہیں کیا، متفق علیہ)

اور علماء کے اس قول کہ ”امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے“ کا معنی یہ ہے کہ جب امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی شے حائل نہ ہو جو نماز کو قطع کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، کسی شے کا صفوں کے درمیان میں سے ان کے سامنے گزرنا ان کو ضرر نہ دے گا اور نہ ہی امام اور مقتدی کے درمیان سے گزرنا ضرر دے گا اور اگر وہ گزرے جو امام اور سترہ کے درمیان نماز کو قطع کرے تو وہ امام اور مقتدیوں (دونوں) کی نماز کو قطع کر دے گا۔ اور تحقیق اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جسے عمرو بن شعیب نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا، فرماتے ہیں: ((هَبَطْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ أَدَاخِرَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يُعْنَى فَصَلَّى إِلَى جُدُرٍ فَاتَّخَذَهَا قِبَلَهُ وَوَحْنُ خَلْفَهُ، فَجَاءَتْ بِهِمَّةٌ تَمْرٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَمَا زَالَ يَنْدِفُهَا حَتَّى لَصِقَ بَطْنُهُ بِالْجُدُرِ، فَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ)) (ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبز گھاس والی وادی میں اتارے تو نماز کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کو قبلہ بنا لیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے تھے پس بکری کے بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرتے رہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دور کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ دیوار سے مل گیا تو وہ دیوار کے پیچھے سے گزرنے لگے) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ پس اگر امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ نہ ہوتا تو ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پیچھے سے گزرنے میں فرق نہ ہوتا۔

(المصنف لابن قدامہ مسئلہ: سترہ الامام سترہ لمن خلفه، ج 2، ص 174، 175، مکتبہ القاہرہ)

شواہع کا موقف:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

بے شک امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے سترہ ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کیا امام کا سترہ وہی اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے یا وہ خاص اس کے لئے سترہ ہے اور وہ امام اپنے پیچھے والوں

کے لئے سترہ ہے، اس میں اتفاق ہے کہ مقتدی سترہ کی جانب ہی نماز ادا کرتے ہیں۔

(شرح النووی علی مسلم، باب سترہ، المصلى الخ، ج 4، ص 222، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ شربنی شافعی فرماتے ہیں:

(مگر صف میں جگہ کو پانے والے کے لئے حرام نہیں ہے) اس کا ظاہر یہ ہے کہ بے شک اگلی صف پچھلی والی صف کے لئے سترہ ہے اور گزرنا صرف کوتاہی کی وجہ سے جائز ہے، حجر اسی بات کے قائل ہیں اور عمر نے اس بات کی مخالفت کی پس انہوں نے کہا: بے شک اس کے لئے سترہ نہیں ہے اور معتد یہی ہے کہ امام کا سترہ مقتدی کا سترہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سترہ ہے۔
(حاشیہ الشربنی مع القراءۃ فی شرح الصحیح، فصل فی بیان شروط الاصلۃ و مواضعہا، ج 1، ص 359، المطبعۃ المدنیہ)

باب نمبر 246

مَا جَاءَ فِي تَرَاهُيَةِ الْمُزَوَّرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

(نمازی کے آگے سے گزرنے کے مکروہ ہونے کے بارے میں)

حدیث: بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی نے کسی کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ چالیس (سال یا مہینے یا دن) کھڑے رہنے کو اس کے سامنے گزرنے سے بہتر جانے۔ ابو الحضر فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ چالیس سال فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس دن۔ اور اس باب میں حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم، جنہیں سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں: ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی سو سال کھڑا رہے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے نماز پڑھتے ہوئے بھائی کے سامنے سے گزرے۔ اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کو مکروہ جانا اور ان کی یہ رائے نہیں کہ یہ (آگے سے گزرتا) نماز کو توڑ

336- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ، أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّمَارِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ يَعْلَمُ السَّمَارُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيَّهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرَ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَذْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ أَبِي جُهَيْمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لِأَنَّ يَقِفَ أَحَدُكُمْ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيِ أَخِيهِ وَهُوَ يُصَلِّي وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا الْمُزَوَّرَ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، وَلَمْ يَرَوْا أَنْ ذَلِكَ يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ وَأَسْمُ

أَبِي النَّظْرِ، سَالِمٌ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ دَعَا بِهِ - اور ابو النظر کا نام سالم مولیٰ عمر بن عبید اللہ المدنی
المَدِينِيُّ ہے۔

تذکرہ حدیث 338: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب اثم المارین یدی المصلیٰ، حدیث 510، ج 1، ص 108، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب مع المارین یدی المصلیٰ، حدیث 507، ج 1، ص 363، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یمنیٰ عن من المارین یدی المصلیٰ، حدیث 701، ج 1، ص 166، مکتبۃ العصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب التحدیث فی المارین یدی المصلیٰ، حدیث 756، ج 2، ص 66، مکتبۃ المطبوعات للاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، الحدیث فیہا، باب المارین یدی المصلیٰ، حدیث 945، ج 1، ص 304، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ جان لے کہ اسے کیا گناہ ہوگا تو وہ اس گناہ کے ارتکاب پر چالیس تک رکعتوں کو اختیار کرے اور حدیث کا مقصود اس بارے میں سخت ممانعت اور شدید وعید کو بیان کرنا ہے۔"

(شرح ابن کثیر، ج 1، ص 225، باب 4، ص 225، باب 4، ص 225، باب 4، ص 225)

گناہ کی مقدار نہ ذکر کرنے کی وجہ:

علامہ علی سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس کو مبہم رکھنے میں حکمت اس گناہ کے بڑا ہونے کی طرف دلالت کرنا ہے اور یہ کہ بے شک وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہوگا جس کی مقدار بیان نہیں کی جاسکتی جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے ﴿فَلْيَعْلَمُوا أَنَّ الْوَيْلَ مِنَ الْقَوْلِ مَا غَشِيَهُمْ﴾ کفر الایمان: تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔ (سورہ طہ، آیت 78، پارہ 16)"

(مرآۃ المفاتیح، باب 26، ص 26، ص 642، ص 642، ص 642)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"راوی کا قول ((چالیس دن فرمایا مہینہ یا سال؟)) کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عدد یعنی چالیس کو ذکر فرمایا اور اس کے لیے کسی تمیز کا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ (چالیس) ان اشیاء (دن، مہینہ اور سال) سے خالی نہیں ہوتا اور تحقیق اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو مبہم رکھا ہے۔ پس اگر تو کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ میں کہتا ہوں: کہانی نے کہا: اور اس معاملہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم رکھا تاکہ یہ اس کی بڑا ہونے پر دلالت کرے اور اس پر کہ یہ ان باتوں میں سے ہے کہ جن کی مقدار بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی انہیں تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں: ایہام یہاں راوی کی طرف سے ہے اور حقیقت میں عدد معین ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کیسے عدد کی تعیین فرمائی اس حدیث میں کہ جسے ابن ماجہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ((لَكُنَّ أَنْ يَعْطَ مَانَةَ عَامٍ)) (ترجمہ: تو وہ ضرور سو سال کھڑا رہتا) اسی طرح مسند بزاز میں سفیان بن عیینہ کی سند سے روایت کردہ حدیث میں بھی معین فرمایا: ((لَكُنَّ أَنْ يَعْطَ مَانَةَ عَامٍ)) (تو وہ ضرور چالیس برس کھڑا رہتا)"

(مرآۃ المفاتیح، باب 26، ص 26، ص 642، ص 642، ص 642)

چالیس کے عدد میں حکمتیں:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ کرمانی کہتے ہیں: اگر تو کہے کہ چالیس (40) کو مخصوص کرنے میں کیا حکمت ہے؟ میں کہتا ہوں: اس طرح کی باتوں کے اسرار و رموز سوائے شارع علیہ السلام کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کی حکمت میں یہ احتمال ہے کہ اکثر طور پر انسان کی حالتوں میں سے ہر حالت کا کمال چالیس پر ہوتا ہے جیسا کہ نطفہ کی حالتیں تو ان میں سے ہر حالت چالیس پر ہوتی ہے اور انسان کی درنگی کا کمال چالیس سال میں ہوتا ہے.... انتہی، میں کہتا ہوں: کرمانی سو (100) کی روایت سے غافل رہے لہذا انہوں نے چالیس کی حکمت بیان کرنے پر اکتفا کیا۔ اور بعضوں نے علامہ کرمانی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا: یہ روایت اس بات کا شعور دیتی ہے کہ چالیس کا مطلقاً ذکر کرنا معاملہ کی بڑائی بیان کرنے میں مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ عدد معین کی تخصیص کے لئے۔"

میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: سو کی روایت چالیس کے بارے میں حکمت بیان کرنے کے منافی نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک میں وجہ حکمت کا بیان مطلوب ہے کیونکہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ معاملہ کی بڑائی میں مبالغہ کرنے کے لئے چالیس کو ہی کیوں مطلق ذکر کیا اور پچاس یا ساٹھ وغیرہ کو کیوں ذکر نہ کیا؟ اور اس بارے میں واضح شافی جواب یہ ہے کہ چالیس کی تعیین کرنے میں وہی وجہ ہے، جس کو علامہ کرمانی نے ذکر کیا۔

بہر حال جو وجہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ذکر کی وہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس کی قید لگانے کے بعد سو کی قید اس وجہ سے لگائی تاکہ گزرنے والے پر معاملہ کی بڑائی میں زیادتی ہو۔ کیونکہ یہ مقام، ڈانٹنے، ڈرانے اور سختی کرنے کا مقام ہے۔ پس اگر تم کہو کہ اس بات کا علم کہاں سے ہوا کہ سو کی تقیید چالیس کی تقیید کے بعد ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کا اکٹھا وقوع ہونا بعید ہے کیونکہ سو چالیس سے زیادہ ہوتے ہیں اور اسی طرح سو کے بعد چالیس کا ذکر کرنا بھی کسی فائدہ کے نہ ہونے کی وجہ سے مستبعد ہے اور شارع علیہ السلام کا تمام کلام حکمت و فائدہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی طرح مناسبت بھی سو کی چالیس سے تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ پس اگر تو کہے کہ چالیس میں وجہ حکمت تو مذکورہ گفتگو سے معلوم ہو چکی تو سو کی تعیین میں وجہ حکمت کیا ہے؟ میں کہتا ہوں: سو ہزاروں اور دہائیوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے درمیانہ عدد ہے اور امور میں بہتر ان کا درمیانہ ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جس کو تمہا میں نے ہی ذکر کیا ہے۔" (عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب اتم المارین یدی المصلی، ج 4، ص 284، در احیاء اقوال العربیہ ص 1)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کی وجہ:

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی فرماتے ہیں:

"نمازی کے آگے سے گزرنا صرف اس وجہ سے مکروہ ہے کہ گزرنے والا نمازی اور اس کے مقصود کے درمیان مائل ہونے والے کی طرح ہے، اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا وہ اپنے گزرنے کی حالت میں عبادت سے مقصود ہے۔ اور نمازی کی توجہ منتشر ہو جائے گی لہذا ان باتوں کی بنا پر آگے سے گزرنا مکروہ ہے۔"

(کشف المفلک فی حدیث المعصومین، کشف المفلک من سنن ابی جہم انصاری، ج 2، ص 158، دارالعلوم مروی)

علامہ عبدالرحمن بن احمد ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((لو يعلم البار بین یدی المصلی مکان ان یقوم حولاً اھون علیہ من ان یمر بین یدیہ)) (ترجمہ: نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے (کہ اس پر کیا گناہ ہے) تو اس پر ایک سال کھڑا رہنا اس کے آگے سے گزرنے سے زیادہ آسان ہو) اور اسی طرح ابو نعیم نے حدیث روایت کی کہ ہم سے ابو غلدہ نے اور انہوں نے ابو العالیہ سے روایت کیا کہ ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((ان الإنسان اذا صلی بین یدیہ ملک یکتب ما یقول، فما أحب ان یمر بین یدی شیء)) (ترجمہ: بے شک انسان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے سامنے ایک فرشتہ ہوتا ہے، جو نمازی کہتا ہے وہ لکھ لیتا ہے تو اسے یہ پسند نہیں کہ اس کے سامنے سے کوئی شے گزرے۔) اور اس میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی کراہت کی علت کی طرف اشارہ ہے اور وہ فرشتوں کا اس سے قریب ہونا ہے، پس آگے سے گزرنے والا نمازی اور اس کے موکل فرشتوں کے درمیان دخل انداز ہوتا ہے۔

اور سابقہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نمازی اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہے اور رب تعالیٰ نمازی کو ایسا قرب عطا فرماتا ہے جو مخلوق کے قرب کے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر قبلہ کی طرف تھوکنے کے ابواب میں گزر چکا ہے، نمازی کی اپنی رب سے مناجات کرنے، رب کے نمازی کو اپنا قرب عطا فرمانے، اس کی طرف متوجہ ہونے، اس کی مناجات سننے، اور جو وہ کتاب اللہ سے تلاوت کر رہا ہے اس کا جواب دینے کی حالت میں نمازی اور اس کے رب کے درمیان دخل انداز ہونے والا شخص اللہ عزوجل کی ناراضی کے درپے ہے اور اس کی طرف سے سزا کا مستحق ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب اثم المارین بیدی المصلی، ج 4، ص 84، 85، مکتبۃ المظاہر، ۱۰۰۰ شہیدہ، بیروت)

کس کو بھیجا اور کس نے بھیجا:

اس باب کی روایت میں ہے کہ "بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی نے کسی کو حضرت

ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پوچھنے کے لئے بھیجا "اس سے متعلق علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:
 بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک زید بن خالد جہنی نے ابو جہیم کی طرف بھیجا تو وہ جن کو بھیجا گیا وہ "بسر" ہی ہیں
 جیسا کہ صحیح کی روایت میں اس کو بیان کیا تو اس میں فرمایا: زید بن خالد نے ان (بسر بن سعید) کو بھیجا۔ اور مسند بزار میں یوں
 واقع ہوا: "بے شک ابو جہیم نے بسر بن سعید کو زید بن خالد کی طرف بھیجا" اور وہ الٹ ہے اس میں سفیان بن عیینہ نے خطا کی
 ۔ ابن معین سے ابن عیینہ کی روایت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: انہوں نے خطا کی کیونکہ زید کو ابو جہیم کی طرف
 بھیجا گیا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ (توت السنن، ابواب الصلاة، ج 1، ص 162، جامعہ القرطبی، ج 1، ص 162)

نمازی کے آگے سے گزرنے کے حکم پر مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو المعالی محمود بن احمد حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:
 بے شک نمازی کے آگے سے گزرنے کا مکروہ ہے اور گزرنے والا گناہ گار ہے اس حدیث کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے مروی ہے، ارشاد فرمایا: ((لو علم العار بین یدی المصلی ما علیہ لوقف أربعین، قال أبو ایوب لا أدری أراد بقوله
 أربعین، أربعین عاماً أو شهراً أو يوماً)) (ترجمہ: اگر گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ چالیس تک کھڑا رہے
)۔ ابو ایوب کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ چالیس سے مراد چالیس سال ہیں یا مہینے یا دن۔

(المجید البرہانی فی الفقہ الحنفی، الفصل التاسع عشر فی الرد بین یدی المصلی، ج 1، ص 431، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:
 "اور کسی کے لئے بھی نمازی کے آگے سے گزرنے کا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو پس اگر وہ امام کے پیچھے ہے تو
 پھر گزرنے سے ضرر نہیں دے گا کیونکہ اس بارے میں رخصت وارد ہوئی ہے اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے بارے
 میں سخت کراہت ہے اور جان بوجھ کر ایسا کرنے والا گناہ گار ہے اور جو ایسا بار بار کرے اور اسے ہلکا جانے تو اس کی گواہی مجروح
 ہے اور نمازی جب امام یا منفرہ ہو تو اسے لازم ہے کہ اپنے اور سترہ کے درمیان سے گزرنے والے کو دفع کرے اور اس پر یہ لازم
 نہیں ہے کہ اس کی طرف چلے اور اسی صورت میں اسے دفع کرے جب وہ اس کے سامنے سے گزرے تو اگر وہ آگے نکل جائے تو
 اسے واپس نہ کرے اور اس پر یہ لازم نہیں کہ اسے دور کرنے کے لئے ایسے عمل اختیار کرے جس سے اس کی نماز قاسد ہو

(کافی فی نقال المدینہ، باب سترہ المصلی، ج 1، ص 209، 210، مکتبۃ الریان الحدیث، بیروت)

جائے۔"

شواہح کا موقف:

علامہ صحیحی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"مسعودی" الابانہ" میں کہتے ہیں: نماز کے آگے سے گزرنا مکروہ ہے۔ جب نمازی سترہ، عصا یا خط کی جانب نماز پڑھے اور ان دونوں کے درمیان تین ذراع یا دو ذراع کا فاصلہ ہو پس اگر کوئی گزرنے والا اس حالت میں اس کے آگے سے گزرے تو اسے منع کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر نمازی اپنے سامنے کچھ نہ رکھے تو اس کے سامنے سے گزرنا مکروہ نہیں کیونکہ نمازی نے اپنے حق میں خود ہی کمی کی ہے۔" (الہیامانی ذہب الامام الشافعی، فرع الروی عن یمنی المصلی والحدیث، ج 2، ص 158، دارالمنہج)

علامہ عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوی شافعی (متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

"جب نمازی سترہ کی جانب نماز پڑھے تو کسی اور کے لئے اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے اور کیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی وہ جسے "تہذیب" میں ذکر کیا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور صاحب کتاب نے اپنے اس قول سے کراہت تنزیہی کی تاکید کا ارادہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے "وسیط" میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ گزرنا ممنوع نہیں ہے وہ صرف مکروہ ہے اور اسی طرح امام الحرمین نے بھی ذکر کیا اور اول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر مروی ہے کہ فرمایا: "اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے جو اس پر گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس تک رکنے کو آگے گزرنے سے بہتر جانے۔" اور گناہ حرام کی بنا پر لائق ہوتا ہے، اور قاضی روایانی نے "کافی" میں ذکر کیا کہ نمازی کو اسے دفع کرنے اور اس بات پر اسے مارنے کی اجازت ہے اگرچہ یہ اس کے قتل کی طرف مودی ہو اور یہ تمام اسی طور پر ہو سکتا ہے جب نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے۔" (فتح المعرب بشرح الوجیز، کتاب الطہارۃ، ج 4، ص 132، 133، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے اس حدیث کی بنا پر جو ابو جحیم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لو یعلم العمار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف أربعین یحید له من ان یمد ین یدیه)) (ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو ضرور وہ چالیس تک رکنے کو آگے گزرنے سے بہتر جانے، متفق علیہ)" (الکافی فی نقال الامام احمد، باب موقف الامام والامام مومنی فی الصلاۃ، ج 1، ص 304، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

گزرنے کی ممانعت کہاں سے ہے اور مسجد کبیر و مسجد صغیر کا فرق

میدان اور بڑی مسجد میں مصلی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

(درعی، فروع مشی المصلیٰ مستقبل القبلۃ، ج 1، ص 634، دار الفکر، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، الفصل الاول فی المسجد، ج 1، ص 104، دار الفکر، بیروت)

نمازی کے آگے سترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(درعی، فروع مشی المصلیٰ مستقبل القبلۃ، ج 1، ص 634، دار الفکر، بیروت)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز.....

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے، فاضل قہستانی نے لکھا، چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس (40) گز مکسر سے کم ہو فی

ردالمحتار (قولہ ومسجد صغیر) هو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وهو المختار کما اشار الیہ فی الجواهر۔ (ردالمحتار میں ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو، بعض نے چالیس گز کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔)

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہئے لانه الا لبق بالمسوحات کما قالہ الامام قاضی خاں فی الماء

لہہنا هو المتعین بالاولی۔ (کیونکہ مسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریق اولیٰ یہی متعین ہوگا۔) اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بینا فی بعض فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔) تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے سے چون گز سات گرہ کا نوں حصہ ہو کما لا یغفی علی المحاسب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں

ہے۔) تو اس زعمِ علامہ پر ہمارے گز سے چون (54) گز سات گہ مکر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون گز مسجد کبیر، یہ ہے کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں ان کا اجماع کیا۔

اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عمارت جو اہر سے گز را، عمارت جو اہر الفتاویٰ در بارہ وار ہے نہ کہ در بارہ مسجد، مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال مغوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگر چہ وہ ہزار گز مکر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مردونا جائز، کما یتناہ فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 254، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

فتاویٰ رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے:

تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام دو مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرماتے ہیں: ایک مسئلہ صحت اقتدا و اتصال مغوف کہ مسجد بقعدہ واحدہ ہے اس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام وصف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ اتم مرد و پیش مصلیٰ (نماز کے آگے سے گزرنے کے گن: کا مسئلہ) کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع و ناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلا دیں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں۔

امامنا وقع فی القہستانیة عند ذکر المسجد الصغیر، هو اقل من ستین ذراعاً، وقیل من لربعین وهو المختار، کما اشار الیہ فی الجواهر فی الطحطاوی قولہ او بمسجد کبیر هو ماکان اربعین ذراعاً اکثر والصغیر ماکان اقل من ذلك وهو المختار قہستانی عن الجواهر فی الشامیة۔ بمثلہ بالسند المذكور (قہستانیہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں جو ہے کہ وہ ساٹھ گز سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی مختار ہے۔ اسی کی طرف جو اہر میں اشارہ ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ اس کا قول "یا مسجد کبیر جو چالیس گز یا اس سے زائد ہو اور صغیر وہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو، یہی مختار ہے"۔ قہستانی عن الجواهر اور شامیہ میں سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے)

فرایتنی کتبت علیہ فیما علق علی ردالمحتار مانصہ اقول وباللہ التوفیق ینظر لی ان هذا عطاء بن

الحاصل ہونا فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی الكتاب (اعنی ردالمحتار عن الامداد) فی مسئلة الفصل المانع عن الاقتداء انه لا یمنع الا فی مسجد كبیر جدا كمسجد القدس وذلك لانهم عللو كراهة المرورین یدیه فی المسجد الصغیر الی حدار القبلة بان المسجد بقعة واحه كما فی شرح الوقایة وفی شرحنا هذا وقد ذكر محشینا فی تقريره مسألة الفصل لمانع فقال بخلاف المسجد الكبیر فانه جعل فیہ مانعا الخ فانظر ای كبیر ذلك ما هو الا الكبیر جدا كمسجد القدس، وما ذكر القهستانی عن الحواهر فانما كان فی الدار فی مسئلة الفصل لا فی المسجد كما مرّت عمارة الحواهر (حیث قال العلامة المحشی) فی القهستانی: البیت كالصحراء والاصح انه كالمسجد، ولهذا یحوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف كما فی المنیة اه ولم یذكر حکم الدار فلیراجع، لكن ظاهر التقیید بالصحراء والمسجد لكبیر جدا ان الدار كالبیت تامل، ثم رأیت فی حاشیة المدنی عن حواهر الفتاوی ان قاضی خاں سئل عن ذلك، فقال، اختلفوا فیہ، فقد ره بعضهم بستین ذراعا وبعضهم قال ان كانت اربعین ذراعا فهی كبیره والا فصغیره، هذا هو المختار اه وحاصله ان الدار الكبیره كالصحراء والصغیره كالمسجد، وان المختار فی تقدیر الكبیره اربعون ذراعا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ردالمختار کے حاشیہ میں لکھا: میں کہتا ہوں: اللہ کی توفیق سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ یہ خطا وغلط ہے بلکہ صغیر وکبیر مسجد میں حاصل وہی چیز ہے جو اس کتاب میں (یعنی ردالمختار میں امداد کے حوالے سے) اس فصل کے تحت گزرا جو "اقتداء سے مانع کے بیان" میں ہے: اس مسجد میں مانع ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس کیونکہ فقہاء نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع پر جو علت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد ایک ہی ٹکڑا کی طرح ہے جیسا کہ شرح الوقایہ اور ہماری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے فاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا: بخلاف مسجد کبیر کے، کیونکہ اس معاملہ میں اسے ہی مانع بتایا گیا ہے الخ غور کرو بڑی کوشی مسجد ہے وہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس، اور جو کچھ قہستانی نے جو اہر سے نقل کیا ہے وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے بارے میں، جیسے کہ عبارت جو اہر سے گزرا (جہاں علامہ محشی نے کہا) قہستانی میں ہے کہ بیت (کمرہ) میدان کی طرح ہے اور اصح یہ ہے کہ کمرہ، مسجد کی طرح ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتصال صفوف بھی اقتداء جائز ہوتی ہے جیسا کہ منیہ میں ہے اہ اور دار (گھر) کا حکم بیان نہیں کیا، چاہے کہ غور کیا جائے لیکن ظاہر اصحرا یا مسجد کبیر کو بہت بڑا قرار دینا آگاہ کر رہا ہے کہ دار (گھر) کا حکم بیت (کمرے) والا ہے تامل، پھر میں نے حاشیہ مدنی میں جو اہر الفتاوی سے دیکھا کہ قاضی خاں سے اس (گھر) کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں اختلاف ہے، بعض نے ساٹھ گز کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر چالیس گز ہو تو بڑا ہے ورنہ چھوٹا، اور یہی مختار ہے اہ حاصل یہ ہے کہ

یو ادار (گھر) صحرا کی طرح اور چھوٹا مسجد کی طرح ہے اور مختار بڑے گھر کی تقدیر چالیس گز ہے۔

اقول وبهذا تلتم کلماتهم ولله الحمد۔ فان منهم من قيد هذه المسئلة بالمسجد الصغير كما هنا و
الغرر والنقاية والكافي والبرجندی عن المنصورية عن الامام قاضي بحان وظهر الدين المرغینانی، ومنهم من
اطلق كالمخالصة و جوامع الفقه كما في الفتح والمراد واحد فان الصغير احتراز عن الكبير جدا فعمامة المساجد
في حكم الصغير فساغ الاطلاق لمن اطلق بل اوضحه جدا كلام العلامة الشلبی علی التبيين عن التدلية عن
شيخ الاسلام ان هذا اعتبار موضع السجود اذا كان في الصحراء او في الجامع الذي له حكم الصحراء اعمى
المسجد فالحد هو المسجد اه فانظر كيف اطلق المسجد و اراد به مقابل ذلك الكبير جدا، وايضا تلتم كلمات
الذخيرة فانه ذكر في الفصل الرابع من كتاب الصلوة في مسئلة المرور الاصح ان بقاء المسجد في ذلك كنه
على السواء الخ۔ و استشهد عليه بكلام محمد المطلق في المساجد، غير المختص قطعاً بما دون لربعين، نه
اعاد المسئلة في الفصل التاسع فقال ان كان المسجد صغيرا يكره في اي موضع يمر والى هذا اشار محمد
في الاصل فذكر ذلك لكلام لمحمد بعينه

فعلم ولله الحمد ان المزداد بالمطلق والمقيد واحد وهي المساجد كلها سوى ما يمنع فيه انفص
بصفين الاقتداء ولاينا فيه اطلاق من اطلق وقال انما يأنم بالمرور في موضع السجود كصخر الاسلام
وصاحب الهداية والوقاية وغيرهم وذلك لان المساجد كبقعة واحدة فالى جدار القبلة كله موضع السجود
كما قاله في شرح الوقاية بل اشار اليه محمد في الاصل كما في الذخيرة فتحصل ولله الحمد ان لا اختلاف بينهم
وان الممنوع في المسجد الممرور مطاوعة الى جدار القبلة وفي الجامع الكبير جدا والصحراء التي موضع
نظر المصلي الخاشع وبه ظهر ان بحث المحقق في الفتح وقع معالفا للمذهب لما اطبقوا عليه فاغتنمه فان هذا
التحرير من فيض التقدير فاغتنمه فان هذا التحرير من فيض التقدير على العاجز الفقير والله الحمد حمدا كثيرا
طيبا مباركا فيه اه ما كتبت عليه والله تعالى اعلم

(اقول) میں کہتا ہوں: اس سے فقہاء کی تمام عبارات میں تطبیق ہوگئی ولله الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ کو مسجد صغیر
کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے اس متن اور غرر، نقایہ، بحر، کافی، اور برجندی میں منصور یہ سے، انہوں نے قاضی خاں اور ظہیر
الدین مرغینانی کے حوالے سے کہا۔ اور بعض نے اس کو مطلق رکھا مثلاً خلاصہ اور جامع الفقہ، جیسا کہ فتح میں ہے اور مراد ایک ہی
ہے کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احتراز ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا اطلاق

جائز ہو گیا بلکہ علامہ ہلہی نے تبیین پر درایہ سے شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو جو حکم صحرا رکھتی ہو، رہا دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں اس کی حد مسجد ہی ہے اہ آپ غور کریں انہوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل ہو، اور کلمات ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انہوں نے کتاب الصلوٰۃ کی فصل رابع میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصح یہ ہے کہ مسجد کے تمام مقامات اس میں برابر ہیں اصح اور اس پر استیفاء امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہر گز مخصوص نہیں، پھر نویں فصل میں دہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو ہر جگہ سے گزرتا مکروہ ہے اور اسی کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی عبارت بعینہ نقل کی۔

لہذا الحمد اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں مطلق اور مقید دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور تمام مساجد کا معاملہ مساوی ہے سوا ان کے جن میں دو صفوں کا فاصلہ اقتداء کے لئے مانع ہے اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے کہ نمازی کے آگے سے جائے سجدہ پر گزرنے والا گنہگار ہوگا، اس کا یہ اطلاق فخر الاسلام، صاحب ہدایہ اور وقایہ وغیرہ کے منافی نہیں ہے، یہ اس لئے کہ مساجد ایک ٹکڑا کی مانند ہوتی ہیں پس وہ قبلہ کی دیوار تک تمام کی تمام موضع سجدہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے بلکہ اس کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے لہذا الحمد واضح ہو گیا کہ ان کے درمیان اختلاف نہیں اور گزرتا مسجد میں دیوار قبلہ تک مطلقاً ممنوع ہے، اور بہت بڑی جامع مسجد ہو یا صحرا ہو تو پھر خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازی کی نظر کے پھیلاؤ تک آگے سے گزرتا ممنوع ہے، اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فتح میں محقق کی بحث مذہب متفق علیہ کے خلاف ہے۔ اس تقریر کو غنیمت جان لو کیونکہ اس عاجز فقیر پر رب قدر کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد کثیر مبارک اور طیب ہے، وہ ختم ہوا جو میں نے وہاں لکھا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(قادی رضویہ ج 8، ص 84، 78، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فوائد حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

- (1) اس میں علم کی طلب کرنے اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا بیان ہے۔
- (2) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ کسی مصروفیت یا کسی اور وجہ سے سوال کرنے میں کسی کو ناایب بنانا درست ہے۔
- (3) اور یہ بھی ہے کہ ان کا قول خبر واحد کے لیے ہے جو کہ واحد سے ہی مروی ہے۔
- (4) اور اس حدیث میں صحابی سے روایت لینے اور ان سے حدیث کے سننے کی قدرت کے باوجود نزول اختیار کر کے

تابعی سے روایت لینے اور حدیث سننے میں ان کا تسامح بھی ہے۔

(5) اس بات کا بھی احتمال کہ زید بن خالد نے انہیں اس لئے بھیجا ہوتا کہ انہوں نے معلوم ہو کہ حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہما اس بات کا علم ہے، پھر زید بن خالد ان سے مل کر حدیث کو اخذ کریں اور پہلی بات الفاظ کی جہت سے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ تو اگر ان کا ارادہ معلوم کرنے کا ہوتا کہ کیا ان کے پاس اس حوالے سے کوئی علم ہے تو ضرور وہ یہ پوچھنے کے لئے بھیجے کہ کیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے حوالے سے کوئی بات سنی ہے یا نہیں کیونکہ یہ الفاظ وہ استعمال کرتا ہے کہ جسے سننے میں شک ہو اور پہلے الفاظ وہ استعمال کرتا ہے کہ جسے سننے کا یقین ہو۔

(المثنیٰ شرح لموطا، المصنف یثی ان یراہد بین یدی المصلیٰ، ج 1، ص 275، مطبعہ المسعودیہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

(1) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا مذموم ہے اور اس کا قائل مرتکب گناہ ہے۔

(2) اور علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں گزرنے کے حرام ہونے پر دلیل ہے کیونکہ حدیث میں سخت ممانعت اور سخت وغید ہے پس وہ گزرنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں: تو جو انہوں نے ذکر کیا تو اس بنا پر نمازی کے آگے سے گزرنا کبیرہ گناہوں سے شمار کیا جائے۔

(3) اور اس کی حد بندی میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اس کے اور اس کی سجدہ کی مقدار کے درمیان سے گزرے تو گناہ گار ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے اور سترہ کے درمیان تین ذراع کے فاصلے سے گزرے، اور ایک قول ہے کہ ان دونوں کے درمیان پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہو اور تحقیق اس بارے میں مکمل گفتگو گزر چکی ہے۔

(4) علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے اس فرمان "اگر وہ جانتا" سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ گزرنے کا گناہ اس کے ساتھ خاص ہے جو اس کے ممنوع ہونے کو جانتا ہو اور اس کا ارتکاب کرے۔ بعض نے اس حدیث کے بارے میں "قلت" کے بعد کہا: اس میں کوئی بعد نہیں ہے کیونکہ "لو" شرط کے لئے ہے پس حکم مذکور اس شرط کے پائے جانے کی صورت میں ہی مترتب ہوگا۔

(5) اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ممانعت ہر نمازی کے لئے عام ہے اور بعض کے اس ممانعت کو امام یا مفرد کے ساتھ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(6) اور اس حدیث سے علم کی طلب اور اس کے لئے کسی کو بھیجنا بھی مستفاد ہوتا ہے۔

(7) اور اس میں نائب بنانے کا جواز بھی ہے۔

(8) اور اس حدیث میں بعض علما کا بعض سے علم اخذ کرنا بھی ثابت ہے۔

(9) اور اس میں یہ بھی ہے کہ سند کے اعلیٰ پر قدرت کے باوجود نزول اختیار کرنا بھی جائز ہے کیونکہ زید بن خالد نے

بسر بن سعید کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا۔ اگر وہ ”سند کے اعلیٰ“ کو طلب کرنا چاہتے تو بذات خود حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی طرف چلے جاتے۔

(10) اور اس میں خبر واحد کا قبول کرنا بھی ثابت ہے۔

(عمدة القاری، باب اثم المارین بیدی المصلی، ج 4، ص 295، 294، وادایا التراث العربی، بیروت)

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث و آثار

(1) حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ

يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَحَدِي، أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس سال تک کھڑا رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ ابو النضر کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ کیا انہوں نے چالیس سال فرمایا یا چالیس مہینہ یا چالیس سال۔

(صحیح بخاری، باب اثم المارین بیدی المصلی، ج 1، ص 108، مطبوعہ دار طوق النجاة)

یہی حدیث پاک مسند ابو از میں یوں ہے: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ لَانَ يَقُومَ

أَرْبَعِينَ خَيْرًا خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس سال تک کھڑا رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ (مسند ابو از، ما اسند زید بن خالد الجعفی، ج 9، ص 239، مکتبہ العلوم، مدینہ منورہ)

یہ دونوں احادیث نقل کرنے کے بعد امام ابلسنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: ”قلت والاحادیث یفسر بعضها

بعضاً“ ترجمہ: میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ (تاری رضویہ، ج 7، ص 45، 49، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ

مَا لَهُ فِي أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيِ أَحِبِّهِ، مُعْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ كَانَ لَانَ يُعِينَهُ مِائَةَ عَامٍ، خَيْرًا لَهُ مِنْ الْخَطْوَةِ الَّتِي خَطَاَهَا)) ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز میں حائل ہوتے ہوئے سامنے سے گزرنے میں اس کے لئے

کیا گناہ ہے تو وہ سو سال کھڑا رہنے کو ایک قدم اٹھانے سے بہتر جانتا۔

(سنن ابن ماجہ، باب المرد بین یدی المصلی، ج 1، ص 304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اس میں سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سو (100) سال فرمائے گئے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 45، 49، رمضان 5 ذی القعدہ، لاہور)

(3) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ الَّذِي يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّيُ عَمَدًا، يَتَمَنَّى يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّهُ شَجَرَةٌ يَأْبَسُ)) ترجمہ: بے شک وہ جو جان بوجھ کر کسی شخص کے سامنے سے گزرتا ہے حالانکہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، قیامت والے دن تمنا کرے گا کہ وہ کوئی سوکھا ہوا درخت ہوتا۔

(العجم الاوسط للطبرانی، من اسما احمد، ج 2، ص 262، دار المعرفہ، القاہرہ)

(4) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ لَأَحَبَّ أَنْ يَنْكَسِرَ فِخْذَهُ وَلَا يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے، تو وہ اپنی ران کے ٹوٹ جانے کو سامنے سے گزر جانے سے بہتر جانتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان بکبره ان یرا الرجل بین یدی الرجل، ج 1، ص 253، مکتبۃ المرشدین، ریاض)

(5) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ يَقُومُ حَوْلًا خَيْرَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ سُرَّةً)) ترجمہ: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو سال کھڑا رہنے کو گزر جانے سے بہتر جانتا جبکہ نمازی کے آگے کوئی سترہ نہ ہو۔

(مصنف عبدالرزاق، باب المار بین یدی المصلی، ج 2، ص 20، الکتب الاسلامی، بیروت)

(6) حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:

((كَانَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، قَائِمًا يُصَلِّيُ، فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَنَعَهُ وَأَسَى إِلَا أَنْ يُمَضَى، فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ فَطَرَحَهُ فَعَبِلَ لَهُ، وَتَصَنَعُ هَذَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَوْ أَسَى إِلَّا أَنْ أَخَذَهُ بِشَعْرَةٍ لَأَخَذْتُ)) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو عبدالرحمن بن حارث بن ہشام ان کے سامنے سے گزرا تو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور عبدالرحمن نے انکار کیا مگر یہ وہ گزر جائے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا اور دوڑ بٹایا تو ان سے کہا گیا: آپ عبدالرحمن کے ساتھ ہوں کرتے ہیں! تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر وہ نہ رکتا تو مجھے اگر اس کے بال بھی پکڑتا ہوتے تو میں ضرور پکڑتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان بکبره ان یرا الرجل بین یدی الرجل، ج 1، ص 253، مکتبۃ المرشدین، ریاض)

(7) حضرت ایوب فرماتے ہیں:

((قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَدَعَا أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُ: فَإِنْ أَمِي؟ قَالَ: نَفَمَا تَصْنَعُ؟ قُلْتُ: بَعْلَتِي أُنَّ ابْنَ عُمَرَ، فَكَانَ لَا يَدْعُو أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ: إِنَّ ذَهَبْتَ تَصْنَعُ صَدِيقَهُ ابْنَ عُمَرَ فَقِ أُنْفَكَ)) ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا میں اپنے آگے سے گزرنے والے کو چھوڑ دوں؟ تو فرمایا: نہیں۔ تو میں نے کہا پس اگر وہ انکار کرے تو؟ فرمایا پس تو کیا کرے گا؟ میں نے عرض کی مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے سامنے سے گزرنے والے کو نہ چھوڑا کرتے تھے۔ فرمایا: اگر تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح کرنے جائے تو تیری ناک توڑ دی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان بکرہ ان یر الرجل ثلثین یدری المرءل معہ، ج 1، ص 253، مکتبۃ الرشید بریلی)

(8) حضرت عافقی کہتے ہیں:

((سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ لَأَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ رَمَادًا يُذْذَى حَبِيرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ رَجُلٍ يُصَلِّي مُتَعَمِّدًا)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی کے لئے اڑتی ہوئی راکھ ہو جانا کسی نمازی کے آگے سے جان بوجھ کر گزرنے سے بہتر ہے۔

(احمد، الحدیث الاول، ج 21، ص 149، وزارة عموم الاداف والعلوم الاسلامیہ المغرب)

(9) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي، مَاذَا عَلَيْهِ لَيَكَانَ أَنْ يُخَسَفَ بِهِ حَبِيرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ دھنسا دیے جانے کو اس کے آگے گزرنے سے بہتر جائے۔ (مؤطا امام مالک، الاصلی، المصنف یثی ان یر احدین یدری المصلی معہ، ج 2، ص 216، مؤسسۃ زاید بن سلطان ماہونی لدراسات)

(10) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي مَا يَصِيبُ مِنَ الْإِثْمِ مَا مَرَّ

أَحَدٌ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدٍ وَهُوَ يُصَلِّي)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو کوئی بھی کسی کے آگے سے نہ گزرے اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہو (صحیح الباری لابن ماجہ، باب اثم المارین یدری المصلی، ج 4، ص 94، مکتبۃ الفکر، لاشریۃ مدینہ منورہ)

(11) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي أَنْقَصَ مِنَ الْمَمَرِ عَلَيْهِ

وَكَانَ إِذَا مَرَّ أَحَدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ الْقَوْمَهُ حَتَّى يَرُدَّهُ)) ترجمہ: نمازی کے آگے سے گزرنے والا جس پر گزر رہا ہے اس کے حق میں کمی کرنے والا ہے۔ اور جب کوئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرتا تو اس کی گردن پکڑ لیتے حتیٰ کہ اسے

واپس لوٹا دیتے۔ (عمدة القاری، باب اثم المارین یدری المصلی، ج 4، ص 284، دار احیاء التراث العربی بیروت)

باب نمبر 247

مَا جَاءَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

(اس بارے میں کہ نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: میں ایک گدھی پر فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے بیٹھا تھا تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس حال میں آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ”مٹی“ میں نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو ہم گدھی سے نیچے اتر کر صف میں مل گئے تو وہ گدھی ہمارے سامنے سے گزری لیکن ہماری نماز نہ ٹوٹی۔ اور اس باب میں حضرت سیدنا عائشہ، حضرت فضل بن عباس اور حضرت راہن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی

اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ اور ان کے بعد جو تابعین ہیں وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی اور امام سفیان ثوری اور امام شافعی رحمہما اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

337- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ

بْنِ أَبِي الشَّوَّازِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّبَيْرِيِّ، عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ رَدِيْتُ الْفَضْلَ عَلَى أَتَانٍ، فَجِئْنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ بِيَمِينِي، قَالَ: فَنَزَلْنَا عَنْهَا فَوَصَلْنَا الصَّفَّ، فَمَرَّتْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، فَلَمْ تَقْطَعْ صَلَاتَهُمْ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ، قَالُوا: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانٌ، وَالشَّافِعِيُّ"

ترجمہ حدیث 337: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ، حدیث 493، ج 1، ص 105، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب سترۃ المصلی، حدیث 504، ج 1، ص 361، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال الحمار لا یقطع الصلوٰۃ، حدیث 715، ج 1، ص 190، المکتبۃ

اصحیہ بیروت)

باب نمبر 248

مَا جَاءَ أَنَّهُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِلَّا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ

(اس بارے میں کہ نماز کو صرف کتا، گدھا اور عورت ہی توڑتے ہیں)

حدیث: حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ نماز پڑھے اور اس کے سامنے کچاوے کے پچھلے حصے یا درمیانی حصے کی طرح کچھ نہ ہو تو اس کی نماز کو کالا کتا، عورت اور گدھا توڑ دیں گے۔ تو میں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کالے کتے کا سرخ کتے اور سرخ کا سفید کے مقابلے میں کیا معاملہ ہے؟ (یعنی ان میں کیا فرق ہے) تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! تو نے مجھ سے وہی سوال کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”کالا کتا“ شیطان ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابو سعید خدری، حضرت حکم غفاری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نماز کو گدھا، عورت اور کالا کتا توڑ دیتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ مسئلہ کہ جس میں مجھے شک نہیں وہ یہ ہے کہ کالا کتا نماز کو توڑ دیتا ہے اور گدھے اور عورت سے نماز ٹوٹنے کے امام اسحاق رحمہ اللہ

338- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ:

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورُ بْنُ زَادَانَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَلَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَأَخْرَةِ الرَّحْلِ، أَوْ كَوَاسِطَةِ الرَّحْلِ: قَطَعَ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ "، فَقُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ: مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ مِنَ الْأَبْيَضِ؟ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتَنِي كَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَالْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنْسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَيْهِ قَالُوا: يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْجِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ "، قَالَ أَحْمَدُ: الَّذِي لَا أَشْكُ فِيهِ أَنَّ الْكَلْبَ الْأَسْوَدَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، وَفِي تَفْسِيرِينَ الْجِمَارِ وَالْمَرْأَةِ قِسْيًا، قَالَ إِسْحَاقُ: لَا

يَقْطَعُهَا شَيْءٌ إِلَّا الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ

فرماتے ہیں: نماز کو سوائے کالے کتے کے کوئی بھی شے نہیں توڑتی۔

ترجمہ حدیث 338: (مکرم بن مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب قدرہ بستر الصلوة، حدیث 510، ج 1، ص 365، دار احیاء التراث العربی، بیروت)۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقطع الصلوٰۃ، حدیث 702، ج 1، ص 187، المکتبۃ المصریہ، بیروت)۔ سنن نسائی، کتاب التہلیل، باب یقطعہ فی الرومین، حدیث 758، ج 2، ص 86، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)۔ سنن ابن ماجہ، کتاب القیمۃ، الصلوٰۃ، باب ما یقطع الصلوٰۃ، حدیث 952، ج 1، ص 306، دار احیاء التراث العربی، بیروت)۔

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں نماز کے قطع ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو کر نماز کا اس سے بے رغبتی اختیار کرنا جس پر توجہ لازم ہے اور حدیث پاک کا مقصد ان چیزوں میں مشغول ہونے سے دور رکھنا ہے، اس پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پاک ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((نماز کو توڑ دیتی ہے)) یعنی نماز میں توجہ اور کمال کو ختم کر دیتی ہیں۔ اور کبھی یہ نماز کے ٹوٹنے کی طرف بھی لے جاتی ہیں اور اس حدیث میں سترہ کے نصب کرنے پر ابھارنے میں مبالغہ ہے۔ ((مورت، گدھا اور کتا)) اور ان کو خاص کرنے کی وجہ کو شارع علیہ السلام کی رائے مبارک کی طرف سپرد کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ ”میرک“ نے ”ازہار“ سے نقل کرتے ہوئے کہا: ان چیزوں کے نماز کو توڑنے سے مراد نماز کی طرف دل کا خشوع و خضوع اور نماز میں توجہ سے اور اس کی زبان کا تلاوت اور ذکر سے اور اس کے بدن کا نماز کے معاملہ جس بات کی محافظت ضروری ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے۔ اس کے بعد والی تین احادیث سے دلیل پکڑتے ہوئے اور اسی (کو مراد لینے) پر اکثر علماء ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ مَّا وَادَّرَ وَمَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)) (ترجمہ: نماز کو کوئی بھی شے نہیں توڑتی اور آگے سے گزرنے والے کو دور کر دیتی تم استطاعت رکھتے ہو پس بے شک وہ شیطان ہے) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا، کہا گیا ہے کہ مورت وغیرہ کے گزرنے سے نماز کے ٹوٹنے والی حدیث اس حدیث کی بنا پر منسوخ ہے۔ اور اس بات کو ابن الملک نے ذکر کیا لیکن تاریخ کی معرفت کے حوالے سے انہوں نے توقف کیا۔

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

علامہ خطابی کہتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت ابودر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی یہ تاویل کی جائے کہ جب یہ چیزیں نماز کے سامنے سے گزریں گی تو اسے اللہ عزوجل کے ذکر سے قطع کر دیں گی اور اس کے دل کو نماز کی رعایت کرنے سے

عافل کر دیں گی تو یہ بات نماز کو قطع کرنے کے معنی میں ہے نہ کہ اس سے مراد اصلاً نماز کا باطل ہونا ہے حتیٰ کہ نماز کے اعادہ کو واجب کہا جائے۔ اور جس احتمال کو علامہ خطابی نے حکایت کیا، اسی کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے ”خلاصہ“ میں جمہور علماء سے حکایت کیا کہ بے شک انہوں نے بھی نماز کے ٹوٹنے کی تاویل ذکر اور خشوع کے ٹوٹنے سے کی ہے۔ صاحب ”منہم“ نے جمہور علماء سے اس بات کو حکایت کیا کہ بے شک انہوں نے یہ تاویل کی کہ یہ ان چیزوں میں مشغول ہونے کے سبب نماز کے ٹوٹنے اور فاسد ہونے کے خوف میں مبتلا ہے اور وہ یہ کہ عورت فتنہ میں مبتلا کرے گی اور گدھا رینکے گا اور کتا خوفزدہ کرے گا پس نماز کی فکر اس بارے میں تشویش میں مبتلا ہوگی حتیٰ کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ تو جب یہ چیزیں قطع نماز کی طرف لے جانے والی ہیں تو ان کو بھی نماز کو توڑنے والی قرار دے دیا جیسا کہ تعریف کرنے والے کے حق میں فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی یعنی تو نے اس کے ساتھ ایسا فعل کیا جس سے اس کی ہلاکت کو خوف ہے تو گویا وہ ایسا ہی ہوگا کہ اس کی گردن کاٹ دی گئی۔

(مرح المقریبی شرح المقریبی حدیث نمبر 391، مدار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

علما کا ان احادیث پر عمل کے حوالے سے اختلاف ہے تو امام طحاوی وغیرہ اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور جو ان کی حدیث کے موافق احادیث ہیں وہ صحیحین میں موجود حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر منسوخ ہیں، اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں ذکر کیا گیا کہ کتا اور گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبِيلَةِ مُضْطَجِعَةً)) (ترجمہ: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دے دی ہے اللہ عزوجل کی قسم! تحقیق میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بے شک میں پلنگ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان کروٹ پر لیٹی ہوئی تھی) اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا نَائِمَةٌ إِلَى جَنْبِهِ فَإِنَّمَا سَجَدَ أَصَابِي قُوْبَهُ وَأَنَا حَائِضٌ)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کی جانب آرام کر رہی تھی پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مبارک مجھے چھوتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی) اور اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نسخ کی طرف اس وقت پھیرا جائے گا جب تاریخ معلوم ہو اور جمع کرنا حذر ہو اور یہاں تاریخ متفق نہیں ہے اور جمع کرنا بھی حذر نہیں۔ اور امام شافعی وغیرہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قطع نماز کی قطع خشوع کی تاویل کی طرف مائل ہوئے ہیں نہ کہ نماز سے نکلنے کی طرف۔ اور اس کی تائید وہ حدیث پاک کرتی ہے کہ جس میں کالے کتے کی تشبیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب دیا گیا کہ وہ شیطان ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر شیطان

نمازی کے آگے سے گزر جائے تو وہ اس کی نماز فاسد نہیں کرتا جیسا کہ ما قبل میں حدیث گزر چکی کہ ((إِنَّمَا قُتِبَ بِالصَّلَاةِ أَهْبَدَ الشَّيْطَانَ فَلَمَّا قَضَى التَّوْبَةَ أَقْبَلَ حَتَّى يَمُكَّرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ)) (ترجمہ: جب نماز کے لئے اقامت گئی جاتی ہے کہ تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تو جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو وہ آجاتا ہے حتیٰ کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔)

(شرح الخزانة على المواهب الرضوية في الروايات المعتبرة، ج 1، ص 541، 542، مكتبة المصطفى، القاهرة)

کسی چیز کے آگے سے گزرنے سے نماز کا ٹوٹنا، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

اور اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گزرنے والا مرد یا عورت یا گدھ یا کتا گزرے تو وہ ہمارے نزدیک اس کی نماز کو فاسد نہیں کرتا اور اصحاب ظواہر کہتے ہیں: عورت اور گدھے اور کتے کا نمازی کے سامنے سے گزرنے یا اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے، حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْوَةَ وَالْحِمَارَ وَالْكَلْبَ)) (ترجمہ: نماز کو عورت، گدھا اور کتا توڑ دیتے ہیں) اور بعض روایات میں فرمایا: کالا کتا۔ تو پوچھا گیا: اور کالے کتے کا دوسرے کی بہ نسبت کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ اشکال مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا: ((الكلب الأسود شيطان)) یعنی کالا کتا شیطان ہے۔

ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ مَرُورُ شَيْءٍ وَادْرَاءٍ وَامَّا اسْتَطْعَمَ)) (ترجمہ: نماز کو کسی شے کا گزرنے یا ٹوٹنا اور آگے سے گزرنے والے کو دور کر دینا جتنی تم استطاعت رکھو)

(2) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے فرمایا: اے عروہ! اہل عراق کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز عورت، گدھے اور کتے سے ٹوٹ جاتی ہے تو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ((بِأَهْلِ الْعِرَاقِ وَالشَّعْبِ وَالْبَغْدَادِ قُرَيْشِيٍّ بِالْكَلْبِ وَالْحَمِيرِ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْلِي بِاللَّيْلِ وَأَنَا مَعْرُوضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ كَمَا عَتْرَاضُ الْجَنَازَةِ)) (ترجمہ: اے عراق، شقائق اور نفاق والو! تم نے مجھے کتے اور گدھے کے ساتھ ملا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور میں ان کے سامنے یوں ہوتی تھی جس طرح کے جنازہ (امام کے سامنے

(ہوتا ہے)

(3) اور اس بات پر کہ عورت کا گزرنے نماز کو نہیں توڑتا، دلیل وہ حدیث ہے جو یوں مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھا رہے تھے پس عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا تو وہ رک گئے پھر زینب رضی اللہ عنہا نے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکنے کا اشارہ فرمایا لیکن وہ نہ رکیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: وہ زیادہ غلبہ پانے والیاں ہیں، صاحبات یوسف ہر کریم اور لئیم پر غلبہ پالیتی ہیں۔

(4) اور اس بات پر دلیل کہ گدھے اور کتے کا گزرنے نماز کو نہیں توڑتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، فرماتے ہیں: ((زرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع أخي الفضل علي حمار في البادية فنزلنا فوجدنا رسول الله صلي الله عليه وسلم يصلي فصلينا معه والحمار يوتع بين يديه)) میں نے اپنے بھائی فضل کے ساتھ اس حال میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ میں جنگل میں گدھے پر سوار تھا پس ہم نیچے اترے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اور گدھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چر رہا تھا۔

(مسوئلہ شرحی، باب الحدیث فی الصلاة، ج 1، ص 191، مدار العروة، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:
"نمازی کے آگے سے گزرنے والی کوئی بھی شے نماز کو نہیں توڑتی۔"

(الکافی فی فقہ اہل السنۃ، باب سترۃ المسلمی، ج 1، ص 209، مکتبۃ الریاض المدینۃ، ریاض)

شوافع کا موقف:

علامہ یحییٰ بن ابی الخیر یمینی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:
اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گزرنے والا گزرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے سے کالا کتا گزرے یا حائضہ عورت گزرے یا گدھی گزرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا یقطع صلاۃ المرء شیء، فادروا ما استطعتم)) ترجمہ: آدمی کی نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی پس اسے اپنی استطاعت کے مطابق دور کرو۔

(الہمام فی نہب الامام الثانی بلوغ المرورین فی الصلٰی والتہجد، ج 2، ص 158، بولہما ج ۲۰۰)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عمر بن حسین بن عبداللہ خرقی حنبلی فرماتے ہیں:

اور نماز کو نہیں توڑتا مگر سیاہ کالا کتا۔
(مختصر الخرقی، باب الامت، ج 1، ص 30، طبعہ دار المعرفۃ لکھنؤ)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور نماز کو نہیں توڑتا مگر کالا سیاہ کتا، وہ جس میں سوائے کالے کے کوئی رنگ نہیں ہوتا، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اذا قام أحدکم یصلی، فبئذ یستترہ مثل آخر

الرحل، فبان لم یکن بین یدیه مثل آخرۃ الرجل، فبئذ یقطع صلاته الحمار والمرأۃ والکلب الأسود قلت یا ابا

ذر ما بال کلب الأسود من کلب الأحمر، من کلب الأصفر؟ قال: یا ابن اخی، سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلّمَ کما سألتنی فقال: الکلب الأسود شیطان)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کجاوے کی چھلی لکڑی کی

مثل لکڑی سے سترہ کر لے تو اگر اُس نمازی کے سامنے کجاوے کی چھلی لکڑی کی مثل سترہ نہ ہو تو بے شک گدھا اور عورت اور کالا کتا

اس کی نماز کو قطع کر دیں گے۔ میں نے کہا اے ابو ذر! کالے کتے کا سرخ، پیلے کے مقابلے میں کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے

فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے مجھ سے کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: کالا کتا شیطان ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اور گدھے کا گزرنا حدیث پاک کی بنا پر نماز کو توڑ دیتا ہے اور مشہور اولیٰ

ہے کیونکہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((عدلتمونا بالکلب والحمار، لقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی

صلاته فی اللیل کلھا، وأنا معترضۃ بینہ و بین القبلة)) (ترجمہ: تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا، بے شک نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتی تھی، متفق علیہ۔ اور حضرت

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((أنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودحن فی ہادیۃ فصلی فی صحراء لیس بین یدیه

سترۃ و حمارۃ لنا و کلبۃ یعبثان بین یدیه فما ہالی ذلک)) (ترجمہ: ہمارے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

اور ہم جنگل میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرا میں نماز ادا فرمائی یوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ نہیں تھا اور ہمارا

گدھا اور کتیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرواہ نہ کی) اس حدیث پاک کو

ابوداؤد نے روایت کیا۔

اگر کتا نمازی کے سامنے کھڑا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ اس کا حکم گزرنے والے کی طرح ہے کیونکہ نمازی کے سامنے وہ چیز ہے جو گزرنے والے سے مشابہ ہے۔ اور دوسری یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ کھڑا ہونے والے کا حکم گزرنے والے کے حکم کے مخالف ہے، اس دلیل کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی جانب نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز ادا فرماتے تھے جبکہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا قبلہ کی جانب موجود ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (سامنے موجود ہونے کو) کو گزرنے کی طرح نہیں سمجھتے تھے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب موقف الامام والما موم فی الصلاة، ج 1، ص 304، 305، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 249

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ

(ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت انس، حضرت عمرو بن ابواسید، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوسعید، حضرت کيسان، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ام ہانی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلح بن علی اور حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اسی پر اکثر اہل علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور ان کے بعد تابعین وغیرہ کا عمل ہے، انہوں نے فرمایا: ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بعض اہل علم نے فرمایا: آدمی دو کپڑوں میں نماز پڑھے۔

339- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ،

عَنْ بِشَامِ بْنِ هُوَئَيْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ مُشْتِمِلًا فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ، وَفِي النَّبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَأَنَسٍ، وَعَمْرٍو بْنِ أَبِي أَسِيدٍ، وَعَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَكَيْسَانَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمَّ هَانِئٍ، وَعُمَارِ بْنَ يَاسِرٍ، وَطَلْحَ بْنَ عَلِيٍّ، وَصَاصِتَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ، وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي تَوْبَتَيْنِ

ترجمہ حدیث 339: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی التَّوْبِ الْوَاحِدِ، حدیث 354، ج 1، ص 80، دار طوق الحیاء، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی تَوْبِ الْوَاحِدِ، حدیث 617، ج 1، ص 368، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بلا سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب جماع التَّوْبِ الْوَاحِدِ، حدیث 628، ج 1، ص 169، المنکبۃ، احصیاء بیروت، بلا سنن نسائی، کتاب التَّوْبِ، باب الصلوٰۃ فی التَّوْبِ الْوَاحِدِ، حدیث 784، ج 2، ص 70، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

حدیث پاک کے الفاظ مختلفہ

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"مسلم کی روایت میں ہے: ((مشملاً بہ واضعاً طرفیہ علی عاتقہ)) (ترجمہ: کپڑے کو اپنے پورے جسم پر لپیٹے ہوئے تھے یوں کہ اس کی دونوں طرفیں اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔) اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((متوشحاً بہ)) (کپڑا اپنے ہوئے تھے۔) حدیث کے الفاظ "مشملاً" "متوشحاً" اور "المخالف بین طرفیہ" ان سب کا معنی اس مقام پر ایک ہی ہے۔ اور بخاری کے الفاظ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہیں: ((ان العنسی علیہ السلام صلی فی ثوب واحد قد خالف بین طرفیہ)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی جس کی دونوں طرفیں ایک دوسرے کے مخالف تھیں) اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: ((فی بیت امر سلمة العقی طرفیہ علی عاتقہ)) (ترجمہ: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لی تھیں۔) اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: ((واضعاً طرفیہ علی عاتقہ)) (ترجمہ: کپڑے کے دونوں طرفوں کو اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔)"

(شرح ابی داؤد اللصنی، باب جماع اثواب، صلی فیہ، ج 3، ص 156، مکتبہ الرشیدیہ)

حدیث الباب سے مستنتز شدہ مسئلہ

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔"

(شرح ابی داؤد اللصنی، باب جماع اثواب، صلی فیہ، ج 3، ص 156، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ عینی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہے اور اس میں کوئی خلاف نہیں ہے مگر وہ جو اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت معلوم نہیں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ بے شک دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث کا مطلب ہے کہ بے شک دو کپڑوں پر ہر ایک قادر نہیں ہوتا پس اگر ان کو

ضروری قرار دیا جائے تو وہ شخص نماز سے عاجز آجائے گا جو دو کپڑوں سے عاجز ہے اور اس میں حرج ہے اور تحقیق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (پارہ 17، ص 17، ج 1)۔
 (78) بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم السلام کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا تو کسی وقت وہ دوسرا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے تھا اور کسی وقت میں کپڑے کے ہوتے ہوئے بیان جواز کے لئے ہوتا تھا جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے جاہل لوگ دیکھیں گے وگرنہ دو کپڑے افضل ہیں۔" (شرح النووی علی مسلم، باب اصلاح فی ثوب واحد، ج 4، ص 239، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایک کپڑے میں نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (متوفی 683ھ) فرماتے ہیں:

"تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے: قمیص، ازار اور عمامہ۔ اور اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز ادا کی جائے تو جائز ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک دو کپڑے پاتا ہے؟ (یہ اس وقت فرمایا) جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مَتَوَشَّحًا بِهِ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں اس سے لپٹے ہوئے ہمیں نماز پڑھائی تحقیق اس کی دونوں طرفیں مخالف تھیں) اور عورت کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ایک کپڑے سے اپنے سر اور تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ اور صرف شلوار میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے: ((أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ)) (ترجمہ: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو۔) (صحیح بخاری، باب اصلاح فی الثوب الواحد، ص 1، ج 1، ص 81، مطبوعہ دار طوق النجاة، بیروت)۔
 (368، دار احیاء التراث العربی، بیروت) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف شلوار میں نماز پڑھنا اصل جفا کے فعل کے مشابہ ہے اور ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھنا جفا سے بعید ہے اور قمیص اور ازار میں (نماز پڑھنا) لوگوں کی عادت ہے۔" (الاعتبار بتعلیل الفقار، باب ما فعل ثوب واحد، ج 1، ص 45، مطبوعہ مجلس الفقہاء)

فتاویٰ رضویہ میں موجود ایک فارسی فتویٰ کا ترجمہ و خلاصہ کچھ یوں ہے:

امام اہل سنت امام احمد رضا خان حنفی سے سوال ہوا کہ "نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لا کر اس کی جانب کودائیں کاٹھے اور اس کے دائیں

ھے کو بائیں کا ندھے پر ڈال ہے حتیٰ کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سرین تک چنگ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز گزار ہے یا نہیں؟“

تو جواباً ارشاد فرمایا:

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتٍ أَوْ مَسْجِدٍ وَكَضَعَا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ)) ترجمہ میں نے ریت حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کا ندھوں پر تھیں۔

(صحیح بخاری، باب الصلاة في الثوب الواحد مستحباباً، ج 1، ص 80، مطبوعہ دار طوق النجاة، بیروت، صحیح مسند ابی یوسف، ج 1، ص 11، مطبوعہ دار السنن، حرلہ بورجہ)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)) ترجمہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈال لے۔

(صحیح بخاری، باب الصلاة في الثوب الواحد مستحباباً، ج 1، ص 11، مطبوعہ دار السنن، حرلہ بورجہ)

شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعة الممعات میں فرماتے ہیں:

اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کا ندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کا ندھے کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کا ندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالباً دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے گر جانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لپے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقہائے یمن کا لباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں ہو اللہ تعالیٰ اعلم۔

(اشعة الممعات، باب السنن، الفصل الاول، ج 1، ص 344، مطبوعہ نوریہ رضویہ، مکرمہ، فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 47، مطبوعہ دار السنن، حرلہ بورجہ)

امام اہلسنت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”صرف پانچامہ پہنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بائیں معنی تو ہو جاتی ہے فرض ساقط ہو گیا، مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گنہگار سر پر آتا ہے یہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ)) رواہ شمسہان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما، ج 1، ص 11، مطبوعہ دار السنن، حرلہ بورجہ

کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(صحیح بخاری، باب الاصلی فی الثوب الواحد، ج 1، ص 81، مطبوعہ دار طوق النہایت، صحیح مسلم، باب الصلاة فی ثوب واحد، ج 1، ص 368، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: ((نہی رسول اللہ ﷺ عَلْتُو قَسَلَدَ عَنِ الصَّلَاةِ فِی السَّرَاوِیْلِ وَحَدَا)) (یعنی صرف پانچ جامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔)

(تاریخ بغداد، امام محمد ابو جعفر عرف، ج 6، ص 342، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

خلاصہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے: ”لوصلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ“ (اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔)

(ذی ہدیہ، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ الاکثر، ج 1، ص 106، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور، ذی القادری رضویہ، ج 6، ص 644-640، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حجاب کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

اور مرد (چاہے آزاد ہو یا غلام) کی نماز دو کپڑوں میں مسنون ہے، جیسا کہ قمیص، چادر یا ازار اور شلوار، ان میں سے بعض نے اس بات کو جماعاً ذکر کیا۔ ایک جماعت کہتی ہے: سر کو چھپانے کے ساتھ۔ اور امام اس میں زیادہ مبالغہ کرے کیونکہ اس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اور امام احمد کی دلیل ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے، فرمایا: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تَسْرُوْکُوْا وَاَنْتَرُوْا، وَعَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ)) (ترجمہ: شلوار پہنو اور تہبند پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو) اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور قمیص پہننا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں (ستر کے حوالے سے) زیادہ مبالغہ ہے پھر چادر، پھر تہبند یا شلوار۔

اور نفل میں مرد کا ستر عورت کافی ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں ایک کپڑے میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے جس کا بعض حصہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروالوں پر ہوتا تھا اور ایک کپڑا کندھوں کو چھپانے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے کافی نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ خلوت اور اپنے گھر میں انسان کی عادت کم لباس کی ہی ہوتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر نفل گھر میں ہی پڑھا کرتے تھے تو اسی بنا پر نفل نماز میں اس حوالے سے نرمی برتی گئی ہے جیسا کہ اس میں ترک قیام وغیرہ کے حوالے سے نرمی برتی گئی ہے۔ فرض میں مرد کے لیے لباس کے ذریعے دونوں کندھوں

میں سے ایک کے تمام کا چھپا ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی بنا پر، وہ حدیث یہ ہے: ((لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ لَسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ)) (ترجمہ: آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا نہ کرے یوں کہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ نہ ہو۔) اس حدیث پاک کو شیخین نے روایت کیا۔

(شرح تفسیری الارادات، باب ستر العورة، ص 150، 151، مطبوعہ عالم الکتاب)

شواہح کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور مرد کے لئے دو کپڑوں میں نماز ادا کرنا مستحب ہے قمیص اور چادر یا قمیص اور شلوار اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَهُ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحَقُّ مِنْ يَزِينِ لَه)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی ایک نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ دو کپڑے پہنے پس بے شک اللہ عزوجل اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے)

جس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ جب نماز پڑھے تو تہبند باندھ لے اور یہود کی طرح اشتمال نہ کرے (یعنی کپڑا اپنے پورے وجود کے گرد گھما کر نہ لپیٹے) پس اگر ایک کپڑے میں نماز کا ارادہ کرے تو قمیص میں نماز ادا کرنا اولیٰ ہے کیونکہ وہ ستر میں زیادہ عام ہے کیونکہ وہ ستر عورت بھی کر دیتی ہے اور کندھوں پر بھی ہوتی ہے پس اگر قمیص زیادہ کھلی ہو اس طرح کہ جب وہ نظر کرے تو اسے اپنی شرم گاہ نظر آئے تو اس پر ہٹن لگالے۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سلیمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے روایت کی، فرماتے ہیں: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَصِيدُ فَنُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ نَعَمْ وَلْتَزِرْهُ وَوَلَوْ بِشَوْكَةٍ)) (ترجمہ: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بے شک ہم شکار کرتے ہیں پس ہم ایک ہی قمیص میں نماز ادا کر لیں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس پر ہٹن لگا لو اگر چہ کانٹے کے ذریعے ہو) پس اگر وہ ہٹن نہ لگائے اور اپنے کندھے پر کپڑا ڈال لے تو بھی جائز ہے کیونکہ اس سے بھی ستر عورت حاصل ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔

اور اگر قمیص تنگ ہو تو ہٹن کھول کر نماز ادا کرنا جائز ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَحْلُولَ الْإِزَارِ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلے ہوئے ہٹنوں کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔) پس اگر قمیص نہ ہو پس چادر اولیٰ ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے

سجڑ عورت ممکن ہے اور اس سے اتنا کپڑا بھی باقی رہے گا جسے وہ اپنے کندھوں پر ڈال لے گا پس اگر چادر بھی نہ ہو تو پھر تہبند شلوار سے اولیٰ ہے کیونکہ تہبند اس سے جدا ہوتا ہے پس وہ اعضا کو واضح نہیں کرتا اور شلوار ان کو واضح کر دیتی ہے اور اگر تہبند تنگ ہو تو اسے باندھ لے، کھلا ہو تو اسے لحاف بنا کر اوڑھ لے اور اس کی دونوں طرفوں کو مخالف سمت اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے جیسا کہ دھوبی پانی میں کرتے ہیں، کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اذا صلحت وعلیک ثوب واحد فإن کان واسعاً فالتحف بہ وإن کان ضیقاً فالتز بہ)) (ترجمہ: جب تو ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اگر وہ وسیع ہو تو اسے اوڑھ لے اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند بنا لے) اور حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد ملتحفاً بہ مختلفاً بین طرفیہ علی منصفیہ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس حال میں لپٹے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں طرفیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کندھوں پر موجود تھیں۔

اگر کپڑا تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لے یا شلوار میں نماز پڑھے پس مستحب ہے کہ اس کا کچھ حصہ اپنے کندھے پر ڈال لے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((لا یصلین أحدکم فی ثوب واحد لیس علی عاتقہ منہ شیء فإن لم یجد ثوباً یطرحہ علی عاتقہ طرح حبلاً حتی لا یخلو من شیء)) (ترجمہ: تم سے کوئی بھی ایک کپڑے میں یوں نماز ادا نہ کرے کہ اس کے کندھے پر اس میں سے کچھ نہ ہو پس اگر کندھے پر ڈالنے کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو تو اسے اس طرح گھما کر ڈال لے کہ کوئی شے بھی اس سے خالی نہ ہو۔

(المہذب فی فہام الشافعی، باب من العزۃ، ج 1، ص 125، 126، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرظی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

جامع مسجد میں چادر اور شلوار پہن کر نماز پڑھنے کے حوالے سے سوال کیا گیا تو فرمایا: نہیں اللہ عزوجل کی قسم! شلوار میں نماز ادا کرنا ضرور قبیح ہے۔ تو ان سے کہا گیا آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ اگر وہ چادر کو بغل کے نیچے سے نکالے تو نماز پڑھے؟ تو انہوں نے فرمایا: شلوار لوگوں کا لباس نہیں ہے اور انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا۔ فرمایا: اور صرف ضعیف لوگ ہی یوں کرتے ہیں اور جو لوگ نکلتے ہیں ان کا لباس شلوار میں نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ قمیص کے نیچے ہوتی ہے۔ فرمایا: اور تحقیق میں شلوار پہنا کر نماز تو اسے قمیص کے نیچے ہی پہنا کرتا ہوں (کیونکہ) بے شک حیاء ایمان سے ہے۔ قاضی فرماتے ہیں: یہ اسی طرح

ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا: اگر وہ چادر پہنے اور اس کو شلوار پر لپیٹ لے نہ کہ قمیص تو یہ وہ بیعت ہے جو لباس میں قبیح کچھ جاتی ہے اور اسے صرف ضعیف لوگ ہی کرتے ہیں کیونکہ شلوار جسم کو واضح کرتی ہے اور ستر نہیں کرتی جیسا کہ ازار ستر کرتا ہے وہ جس کا بعض بعض سے لپیٹ جاتا ہے۔

لہذا کسی کے لئے بھی جامع مسجد میں قمیص چھوڑ کر صرف شلوار یا چادر میں نماز ادا کرنا درست نہیں ہے، چادر پہنے یا اسے بٹاز کے نیچے سے ڈال کر لپیٹ لے اور اگر وہ اسے بغل کے نیچے سے ڈال کر لپیٹ لے تو معاملہ ہلکا ہے کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے کیونکہ اچھے لباس کے ذریعے نماز میں خوبصورتی اختیار کرنا مشروع ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اپنی زینت لوجب مسجد میں جاؤ۔ (پارہ 8، سورہ الاحرف، آیت 31) اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اس کی معنی یہ ہے کہ تم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا تو کیا گھر کی مساجد کا بھی یہی حکم ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((إذا أوسع الله عليكم فأوسعوا على أنفسكم جمع رجل عليه ثيابہ)) (ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے تم پر وسعت کی تو تم بھی اپنے اوپر وسعت کرو آدمی اپنے اوپر اپنے کپڑوں کو جمع کرنے۔) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع کو اس وقت فرمایا جب آپ نے اسے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا: ((إذا صليت فخذ عليك ثوبا آخر، فإن الله أحق من تجملت له.)) (ترجمہ: جب تو نماز پڑھے تو اپنے اوپر ایک اور کپڑا لے پس بے شک اللہ عزوجل اس بات کو زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لئے خوبصورتی اختیار کی جائے۔) یہی تمام اہل علم کے ہاں مختار و مستحب ہے اور اگر وہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرے خواہ وہ تہبند ہو، قمیص ہو یا شلوار ہو تو اس کی نماز اسے کفایت کرے گی۔ اور اہلب سے مروی ہے کہ جو صرف شلوار میں نماز ادا کرے اور اس کے پاس کپڑے ہوں تو وقت میں نماز کا اعادہ کرے۔

(الایمان را تحصیل، اصلاح فی السبہ الجامع الخ، ج 1، ص 447، 448، دارالطب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 250

مَا جَاءَ فِي ابْتِدَاءِ الْقِبْلَةِ

(قبلہ کی ابتدا کے بارے میں)

حدیث: حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے

مردی ہے، فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف نماز ادا کرنا محبوب تھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ "ترجمہ کنز الایمان: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔" (البقرہ، آیت 144) تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی محبوب تھا تو ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی پھر وہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پر گزرا تو وہ عصر کی نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کئے ہوئے رکوع میں تھے تو انہوں نے (اس جماعت سے) فرمایا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کو رخ کئے ہوئے تھے۔ تو وہ فرماتے ہیں: تو وہ لوگ حالت رکوع میں ہی کعبہ کی طرف پھر گئے۔ اور اس باب میں حضرت ابن عمر

340- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ،

عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةً، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾، فَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، وَكَانَ يُحِبُّ ذَلِكَ، فَصَلَّى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ، ثُمَّ مَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ قَدْ وَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ: فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ أَوْسٍ، وَعُمَيْرِ بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ، وَأَنْسِيسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ

حضرت ابن عباس، حضرت عمارہ بن اوس، حضرت عمرو بن عوف
الزنی اور حضرت انس رضی اللہ عنہم، جنہیں سے بھی روایات مروی
ہیں۔ امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت براء بن
عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور امام سفیان ثوری رحمہ
اللہ نے اس حدیث کو ابواسحاق رحمہ اللہ سے بھی روایت کیا ہے۔
حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان صبح کی نماز میں حالت رکوع میں تھے
۔ امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
کی حدیث صحیح ہے۔

الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ
341- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا
وَكَيِّحٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ،
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانُوا رُكُوعًا فِي صَلَاةِ
الصُّبْحِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ
حَدِيثٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 340: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، حدیث 399، ج 1، ص 88، دار طوق النجاة صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحویل القبلۃ من القدی
حدیث 525، ج 1، ص 374، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب فرض القبلۃ، حدیث 488، ج 1، ص 42، مکتب المطبوعات
الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ والنسب فیہا، باب القبلۃ، حدیث 1010، ج 1، ص 322، دار احیاء المکتب العربیہ، بیروت)
تخریج حدیث 341:

شرح حدیث

قلبہ کی تبدیلی

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا: "سب سے پہلے اللہ عزوجل نے قرآن میں جس چیز کو منسوخ فرمایا تو وہ قلبہ ہے اور یہ اس لئے کہ بے شک جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں اکثر یہود رہائش پذیر تھے تو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہود اس سے خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اور کچھ اور پر مہینہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کو پسند فرماتے تھے اور اللہ عزوجل سے دعا کرتے تھے اور اس قبلہ کی طرف نظر فرمایا کرتے تھے تو اللہ عزوجل نے ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ (ترجمہ کنز الایمان: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔) سے لے کر ﴿قُولُوا وَجُوهَكُمْ شَاطِرَةٌ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔) (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 144) تک آیت کریمہ نازل فرمائی۔

تو یہود اس حوالے سے شک میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: تم فرمادو کہ پورب پچھتم (مشرق و مغرب) سب اللہ ہی کا ہے۔) (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) اور ارشاد فرمایا: ﴿فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَمُوجَّهَةٌ إِلَيْهِ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: تو تم جہر منہ کرو اور وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔) (پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت 115) اور فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَاقِبَتِهِ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔) (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تاکہ اہل یقین، شک والوں سے جدا ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ لَكَيْبَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔) (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) یعنی قبلہ

کی تحویل شک والوں پر بھاری ہے نہ کہ خاشعین پر یعنی جو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا اس کی تصدیق کرنے والوں پر۔

(الاستاذ کار، باب قوت الصلاة، ج 1، ص 19، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بیت المقدس کی طرف بڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال:

بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ نے وفات پائی ان کے رشتہ داروں نے تحویل قبلہ کے بعد ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اطمینان دلایا گیا کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ان پر ثواب ملے گا، چنانچہ ارشاد ہوا: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَوَدُوقٌ رَحِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔ (سورۃ البقرہ، آیت 143)

کعبہ معظمہ کے قبلہ بننے کے محبوب ہونے کی وجوہات:

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

”نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا قبلہ ہونا محبوب تھا۔ تین چیزیں اس کا سبب تھیں:

(1) ان میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے۔ اس بات کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا۔

(2) دوسری چیز یہ ہے کہ یہود کی مخالفت کی بنا پر۔ یہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

(3) اور تیسری بات یہ ہے بیت اللہ کی طرف منہ کرنا گزشتہ ایام میں اس گھر والے کی عبادت میں داخل تھا اور گزشتہ ایام میں یہی بیت اللہ معمول بہ تھا نہ کہ بیت المقدس۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند البراء بن عازب، ج 2، ص 247، دارالوطن، ریاض)

علامہ فخر الدین محمد بن عمر رازی (متوفی 606ھ) فرماتے ہیں:

(4) یہود کہا کرتے تھے کہ یہ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو یہ نہ جانتے کہ کدھر رخ کرنا ہے تو یوں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ناپسند ہوا۔

(5) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز (بیت اللہ کو قبلہ بنانا) کو عرب کے جھکاؤ اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنا سکتے تھے۔

(6) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ یہ شرف اس مسجد کو حاصل ہو جو آپ کے شہر اور جائے پیدائش

(تفسیر کبیر ملاحظا، سورۃ البقرہ، آیت 144، ج 4، ص 94، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

میں تھی نہ کہ کسی دوسری مسجد کو۔

مہینہ اور دن کونسا تھا

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"اور علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ میں داخل ہوئے اور اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ کس مہینہ میں تحویل قبلہ ہوئی، اس میں تین اقوال ہیں:

(1) ایک قول یہ ہے کہ 15 رجب پیر والے دن قبلہ تبدیل ہوا۔ حضرت براء بن عازب اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہما

اس کے قائل ہیں۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ 15 شعبان کو قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔ حضرت قتادہ اس بات کے قائل ہیں۔ محمد بن حبیب کہتے

ہیں: قبلہ کی تبدیلی 15 شعبان منگل والے دن ظہر کے وقت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام بشر بن براء بن معرور کی ملاقات

کو تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے وہاں صبح کا کھانا کھایا اور ظہر کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسجد قبلتین میں ظہر کی نماز دو رکعت شام کی جانب رخ کر کے ادا فرمائی اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو دوسری رکعت کے رکوع میں قبلہ کی جانب رخ کرنے کو حکم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کی طرف گھوم گئے اور آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی صفیں بھی گھوم گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مکمل فرمایا تو اسی بنا پر اس مسجد کا نام قبلتین ہوا۔

(3) اور تیسرا قول یہ ہے جمادی الاخریٰ کو قبلہ کی تبدیلی ہوئی اس بات کو ابن سلامہ مفسر نے ابراہیم الحرابی سے روایت

کیا۔ (کنف المعقل من حدیث الصحیحین، کنف المعقل من منہ البراء بن عازب، ج 2، ص 247، 248، دارالوطن، ریاض)

کتنے مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"ابو نعیم کی روایت کے مطابق بغیر شک کے سولہ (16) ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، اور اسی طرح مسلم میں

احوص کی روایت ہے اور نسائی میں زکریا بن ابی زائدہ کی روایت ہے۔ اور احمد اور طبرانی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے سترہ ماہ (17) نماز پڑھنا مروی ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ ماہ کے صحیح ہونے پر نص کی اور قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ

نے سترہ ماہ کے صحیح ہونے پر۔ اور یہی امام ابواسحاق، امام ابن المسیب اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور ان دونوں

اقوال کو جمع کرنا یوں ممکن ہے جنہوں نے "سولہ ماہ" پر جزم کیا تو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کا مہینہ لیا اور اسی

طرح تحویل قبلہ مہینہ لیا اور جو زائد ایام تھے انہیں شمار نہیں کیا اور جنہوں نے "سترہ ماہ" ہونے پر جزم کیا تو انہوں نے ان دنوں مہینوں کے زائد ایام کو بھی شمار کیا اور جس نے شک سے کام لیا تو وہ ان میں متردد رہا، اور یہ یوں ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد بغیر کسی اختلاف کے ربیع الاول میں تھی اور صحیح قول کے مطابق تحویل قبلہ ہجرت کے دوسرے سال 15 رجب کو ہوئی۔ اور جمہور نے اسی بات پر جزم کیا اور اس میں دوسری روایات بھی ہیں۔ پس سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں "اٹھارہ ماہ" ذکر ہے۔ اور محبت طبری نے "تیرہ ماہ" کا قول بھی نقل کیا اور ایک اور روایت میں دو سال کا تذکرہ ہے اور ان دنوں سے بھی زیادہ بعید قول "نواہ" اور "دس ماہ" کا ہے اور یہ دونوں قول شاذ ہیں۔"

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلة، ج 4، ص 135، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلی نماز کون سی تھی:

تحویل قبلہ کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلی نماز پڑھی گئی، ایک روایت میں سب سے پہلے کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی نماز عصر کی تھی، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، اور آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا جائے، اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔

(صحیح بخاری، باب قول تعالیٰ: سئلوا عنہم ما رآہم، ج 8، ص 21، دار طوق النہار)

ایک روایت میں ظہر کی نماز تھی جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سلمہ میں ام بشر البراء بن معرور کی ملاقات کے لیے تشریف لے کر گئے، انہوں نے آپ کے کھانے تیار کیا تھا، جب ظہر کا وقت ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ظہر کی نماز پڑھائی، ابھی دو رکعتیں پڑھائی تھیں، حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف پھر جائیں، آپ کعبہ کی طرف پھر گئے، اس لیے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھا گیا۔ (المطبوعات الکبریٰ لابن سعد، صرف القبلة من بیت المقدس الی الکعبہ، ج 1، ص 188، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ایک روایت میں فجر کی نماز تھی، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ((بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلَاةِ الْعُشِيِّ بِعُبَاةٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكَلِمَةَ وَكَدَّ أَمْرًا أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ)) ترجمہ: مسجد قبلہ میں لوگ جس دوران فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کوئی آنے والا آیا اور بتایا کہ رات کو وحی آئی ہے اور انہیں حکم ملا ہے کہ کعبہ کو رخ کر لیں، لہذا تم لوگ کعبہ کی طرف رخ کر لو، لوگوں کا رخ شام کی طرف تھا، وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

(صحیح مسلم، باب تحویل قبلہ، ج 1، ص 375، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ان تینوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ قبیلہ بنی سلمہ میں ظہر کی نماز تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے کر گئے ہوئے تھے، اور تحویل قبلہ کے بعد مسجد نبوی میں عصر کی نماز ادا فرمائی تھی، اور اگلے دن اہل قبا کو فجر کے وقت میں اطلاع ہوئی تو وہاں سب سے پہلے فجر کی نماز پڑھی گئی۔" (فتح الباری لابن رجب، ج 1، ص 97، دارالمعرفت، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس روایت میں عصر کی نماز میں تحویل قبلہ واقع ہوا اور ایک دوسری روایت جو کہ بخاری اور مسلم اور نسائی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں صبح کی نماز کا ذکر ہے اور ان دونوں روایتوں کے درمیان موافقت یوں ممکن ہے کہ بے شک عصر کے وقت تحویل قبلہ کی خبر اس قوم تک پہنچی جو مدینہ میں نماز پڑھ رہے تھے پھر اہل قبا تک اگلے دن کی صبح تک پہنچی کیونکہ یہ لوگ مدینہ کے باہر کے تھے اس لئے کہ قبادینہ کے اردگرد کی آبادیوں میں سے ہے اور مدینہ کے دیہات کے حکم میں ہے۔"

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب العجوة نحو القبلة، ج 4، ص 135، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد کون سی تھی:

اور اس مسجد میں اختلاف ہے کہ جس میں تحویل قبلہ ہوئی ہے تو "طبقات" میں ابن سعد کے نزدیک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ظہر کی دو رکعت اپنی مسجد میں پڑھا چکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب گھوم گئے اور مسلمان بھی گھوم گئے۔ اور یہ قول بھی ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی بشر بن براء بن معرور کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور ظہر کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی جانب گھوم گئے تو (اس بنا پر) اس مسجد کا نام مسجد قبلیتین رکھ دیا گیا۔ علامہ واقفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہاں نماز ادا کرنا ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ انھیں۔

(شرح الزکاتی علی الاموال، باب ماجاء فی القبلة، ج 1، ص 667، 668، مکتبۃ المدینہ، بیروت)

مقابل میں موجود علامہ ابن رجب حنبلی کی تطبیق کی طرف نظر کی جائے تو تحویل قبلہ مسجد قبلیتین میں ہوئی۔

نماز عصر پڑھنے والے شخص کا نام:

ابن کا نام عباد بن بشر ہے اس بات کو ابن ہشکوال نے ذکر کیا اور ابو عمر کہتے ہیں: (ابن کا نام) عباد بن شعیب ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلة، ج 4، ص 136، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

دومرتبہ نسخ:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

علامہ ابن عربی کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے قبلہ کو دومرتبہ منسوخ فرمایا اور نکاحِ حنہ کو بھی دومرتبہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت کو بھی دومرتبہ۔ فرمایا: مجھے ان کے علاوہ چوتھی چیز یاد نہیں۔ ابوالعباس عرنی کہتے ہیں: چوتھی چیز اس چیز سے وضو کا ٹوٹنا ہے جسے آگ نے چھوا ہو۔ میں کہتا ہوں: میں نے اس بارے میں نظم لکھی ہے:

وَأَرْبَعٌ تَكْرَّرَ النَّسْخُ لَهَا ... جَاءَتْ بِهَا النَّصُوصُ وَالْأَنْبَارُ

لِقَبْلَةٍ وَمُتَعَةٍ وَحُمْرٍ ... كَذَا الْوُضُوءِ مِمَّا تَمَسُّ النَّارُ

اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں نسخ کمر ہے، ان کے بارے میں نصوص و آثار وارد ہوئے ہیں، قبلہ اور حنہ اور گدھوں کے بارے میں، اسی طرح اس چیز سے وضو کرنے کے بارے میں جسے آگ نے چھوا ہو۔

(توت المستدی، ابواب اصلاح، ج 1، ص 168، جامعہ القری، مکہ مکرمہ)

ہجرت مدینہ سے پہلے کس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا اللہ عزوجل کے حکم سے صحیح قول کے مطابق اور (یہ) جمہور کا قول ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دونوں قبلوں کو جمع کر دیا جائے جیسا کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاصاً میں سے اس چیز کو شمار کیا گیا ہے اور یہود کی تالیف کے لئے جیسا کہ ابوالعالیہ اس بات کے قائل ہیں برخلاف حسن بصری و مراد اللہ کے اس قول کے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے اجتہاد سے تھا۔ اور برخلاف طبری کے اس قول کے کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان اختیار دیا گیا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کے ایمان میں طمع رکھتے ہوئے بیت المقدس کو اختیار فرمایا۔"

اور اس بات کو رد کیا گیا ہے اس حدیث کے ذریعے سے جسے ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: "جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہود کی اکثریت بیت المقدس کی طرف منہ کیا کرتے تھے تو اللہ عزوجل نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہود اس سے خوش ہو گئے

پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سترہ ماہ بیت المقدس کی جانب رخ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی جانب رخ کرنے کو پسند کیا کرتے تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے اور آسمان کی جانب نظر اٹھایا کرتے تھے۔ پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔“ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) پس یہود شک میں مبتلا ہوئے اور بولے: انہیں کس چیز نے اس قبلہ سے پھیرا جس پر وہ تھے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَاقْبَلُوهُ وَجْهَ اللَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور پورب بچتم (مشرق و مغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت 115)

اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنا یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت تھا لیکن امام احمد نے ایک دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی: ((كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمَكَّةَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَالْكَعْبَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے، اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا) اور ”حافظ“ نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ہی نماز پڑھنے کو برقرار رکھیں۔ طبری نے ابن جریر سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَوَّلُ مَا صَلَّى إِلَيَّ الْكَعْبَةُ ثُمَّ صُرِفَ إِلَيَّ بَيْتُ الْمُقَدَّسِ وَهُوَ بِمَكَّةَ فَصَلَّى ثَلَاثَ حَجَجٍ ثُمَّ هَاجَرَ فَصَلَّى إِلَيْهِ بَعْدَ قُدُومِهِ الْمَدِينَةَ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ وَجَّهَهُ اللَّهُ إِلَيَّ الْكَعْبَةَ)) (ترجمہ: سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی جانب پھیر دیا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین سال نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مدینہ آنے کے بعد سولہ ماہ تک اسی طرف نماز ادا کی پھر اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ کو کعبہ کی جانب پھیر دیا)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث میں یہ قول ”اور کعبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا۔“ ابن ماجہ کی روایت کردہ حضرت براہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ظاہر کے مخالف ہے کہ: ((أَنَّهُ كَانَ صَلَّى بِمَكَّةَ إِلَيَّ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ مَحْضًا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔)

امام زہری رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف نقل کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں کعبہ کو اپنی پیٹھ پیچھے رکھتے

تھے یا اسے اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھتے تھے پس پہلی صورت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میزابِ رحمت کو اپنے پیچھے رکھتے تھے اور دوسری صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایمانی رکٹوں کے درمیان نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور لوگوں نے سگن کیا کہ ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں ہمیشہ کعبہ کی طرف رخ کیا کرتے تھے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا“ اور یہ ضعیف بات ہے۔ اور اس سے دوسرے نسخ کا دعویٰ کرنا لازم آتا ہے اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے دونوں اقوال کو جمع کیا جاسکتا ہے اور اسی کو حاکم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر صحیح قرار دیا، اہ۔ اور یہ علامہ ابن العربی کے قول کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قبلہ کو نکاحِ شمعہ کو اور گھریلو گدھوں کے گوشت کو دو درجہ منسوخ فرمایا۔ اور ان کے علاوہ نے ”اس چیز کو جسے آگ چھوئے اس سے وضو ٹوٹنے کو“ بھی زائد کیا۔ (یعنی اسے بھی دو مرتبہ منسوخ کیا گیا) کیونکہ حافظ کی مراد یہ ہے کہ خاص طور پر بیت المقدس کا منسوخ ہونا متعدد نہیں ہے اور جس چیز کو علامہ ابن العربی نے ثابت کیا وہ فی الجملہ قبلہ کا منسوخ ہونا ہے اس معنی پر ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا پھر اسے بیت المقدس کے ذریعے منسوخ کیا پھر کعبہ کے ذریعے اسے بھی منسوخ کر دیا گیا جیسا کہ اس پر ابن جریر کی روایت بھی دلالت کر رہی ہے۔

(شرح ابن کثیر ص 1، ج 1، ص 667، مکتبہ المدینہ، مدینہ)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے درج ذیل احکام کا استنباط ہوتا ہے:

- (1) احکام کا منسوخ ہونا جمہور کے ہاں جائز ہے مگر اس گروہ کے ہاں جو اس بات کے قائل نہیں ہیں اور ان کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔
- (2) اور اس میں جمہور کے ہاں سنت کے قرآن کے ذریعے سے منسوخ ہونے پر دلیل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اس بارے میں دو قول ہیں۔
- (3) اور اس میں ضمیر واحد کے قبول کرنے پر بھی دلیل موجود ہے۔
- (4) اور اس سے قبلہ کی جانب نماز پڑھنے کا وجوب ثابت ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ وہ کعبہ معظمہ ہے۔
- (5) اور اس میں ایک نماز کا دو جہتوں کی طرف ادا کرنے کا جواز ہے۔

(6) اور یہ بھی کہ منسوخ ہونا مکلف کے حق میں ثابت نہیں مانا جائے گا حتیٰ کہ اس کی خبر اُسے پہنچ جائے۔

(عمدہ القاری شرح صحیح بخاری، باب الصلوة، جلد 1، ص 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

علامہ محمود عینی ان فوائد کو "شرح ابی داؤد" میں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(1) عقلاً نسخ کا جائز ہونا اور شرعاً اس کا وقوع ہونا اور وہ تمام مسلمانوں کا مذہب ہے، برخلاف یہود و نصاریٰ کے، پس

ان کے بعض کے ہاں یہ عقلاً باطل ہے اور وہ اس بنا پر جو تورات میں مذکور ہے کہ "ہفتے سے استدلال کرو جب تک زمین و آسمان موجود ہیں۔" انہوں نے اس کی نقل کے تو اتر کا دعویٰ کیا اور اس بات کے موسیٰ علیہ السلام سے منقول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: "ان کی شریعت کے لئے نسخ نہیں ہے۔"

اور ان کے بعض کے ہاں یہ بات عقلاً باطل ہے، اور تحقیق مسلمانوں میں ابو مسلم اصفہانی سے بھی اس بات کا انکار

منقول ہے۔ فخر الاسلام کہتے ہیں: عقد اسلام کے ساتھ نسخ کا انکار کرنا متصور نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں: بہر حال عقلاً اس کا جواز یوں ہے کہ (سختی) نہیں ہوتا مگر مطلق حکم کی مدت کا بیان کرنا وہ جو ہم سے پوشیدہ ہے اور اللہ عزوجل کے ہاں معلوم ہے ایک وقت تک مؤقت ہوتا ہے اور احکام بندوں کے فوائد کے لیے ہوتے ہیں اور زمانے کے اختلاف کے ساتھ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بہر حال نسخ کا شرعاً واقع ہونا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہن بھائیوں کا نکاح آدم علیہ السلام کی شریعت میں مشروع تھا اور اسی سے نسل بڑھی اور اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرے گا پھر یہ دوسری شریعت میں منسوخ ہو گیا اور اسی طرح ہفتے والے دن کام کرنا یہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے قبل مباح تھا اور پھر آپ علیہ السلام کی شریعت کے بعد منسوخ کر دیا گیا اور اسی سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا ہے جو یہود و نصاریٰ نے ذکر کی۔

(2) کتاب اللہ کا سنت کے ذریعے سے نسخ اور اس کے عکس کا جائز ہونا۔ اور یہ یوں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم کعبہ کی طرف رخ فرمایا کرتے تھے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رخ فرمایا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور تحقیق سے یہ بات معلوم ہے کہ بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا ثبوت سنت سے ہے کیونکہ یہ قرآن میں صراحتاً نہیں ہے اگر کعبہ کی جانب رخ کرنا اولاً کتاب اللہ کی بنا پر ہو تو تحقیق وہ اس سنت کی بنا پر منسوخ ہوا جو بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کو واجب قرار دینے والی ہے تو یہ چیز کتاب اللہ کے سنت کے ذریعے منسوخ ہونے پر دال ہے اور اگر سنت کے ذریعے سے ہو تو اس میں شک نہیں بیت المقدس کی جانب رخ کرنا کتاب اللہ سے منسوخ ہے۔

اور وہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو ضرور ہم

تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) تو یہ آیت کریمہ کتاب اللہ کے ذریعے سنت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ شیخ محمد الدین فرماتے ہیں: اور ہمارے اصحاب وغیر ہم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا قرآن پاک سے ثابت تھا یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے؟ اس بارے میں علامہ باوردی شافعی نے "حاوی" میں ہمارے اصحاب سے دو وجہیں حکایت کی ہیں۔

قاضی کہتے ہیں: وہ بات کہ جس کی طرف کثیر علماء گئے ہیں وہ یہ کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے نہ کہ قرآن سے۔ تو اس بنا پر اس میں اس کے لئے دلیل موجود ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ بے شک قرآن سنت کو منسوخ کر دیتا ہے اور یہی کثیر اصولیوں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول اور ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ کتاب اللہ کا سنت کو منسوخ کرنا درست نہیں کیونکہ سنت کتاب اللہ کو بیان کرنے والی ہے تو کتاب اسے کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟ اور اس گروہ والے حضرات کہتے ہیں کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا سنت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ وحی کی بنا پر تھا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِمَن كَرِهَ الْإِيمَانُ﴾ اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہاں کے لئے مقرر کیا تھا۔

(پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142)

اور اسی طرح اس کے عکس کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور وہ ہے قرآن کا سنت کے ذریعے سے منسوخ ہونا ہے تو اکثر نے اس بات کو جائز و درست قرار دیا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک گروہ نے اسے منع کیا۔

(3) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ضمیر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کے منسوخ ہونے کا درست ہونا کیونکہ اہل قبا نماز میں بیت المقدس کی جانب متوجہ تھے تو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ بے شک قبلہ کعبہ کی جانب تبدیل ہو چکا ہے تو وہ تمام حضرات ضمیر واحد کی بنا پر دوران نماز کہہ کی جانب پھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان پر انکار نہ فرمایا، بہر حال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد کا معاملہ تو اس میں ضمیر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ہے بلکہ نسخ اس متواتر کے ذریعے ثابت ہوگا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی جانب منسوب ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری کے بعد نصوص قطعیت پر باقی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نصوص قطعیت کے منسوخ ہونے کا احتمال اللہ چکا ہے لہذا نسخ قرآن درست نہیں ہوگا مگر اسی کی مثل قطعی نص کے ذریعے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی جانب منسوب ہو تو نسخ کا ظاہر ہونا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس بات کا نسخ، نسخ کے صحیح ہونے کے زمانہ میں تھا اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا زمانہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ نسخ کا ثبوت ہمارے زمانے میں ہوا۔

(4) اس سے ضمیر واحد کے قبول کرنے کا ثبوت بھی ہوتا ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل پانچ اقسام پر ہے کیونکہ ضمیر واحد

حقوق اللہ میں سے ہوگی یا حقوق العباد سے، پس اگر حقوق اللہ سے ہو تو وہ دو قسموں پر ہے: عبادات اور عقوبات۔ اور اگر وہ حقوق العباد میں سے ہو تو اس کی تین قسمیں ہیں: جس میں محض التزام ہو اور جس میں من وجہ التزام ہو اور من وجہ نہ ہو اور وہ جس میں التزام نہ ہو تو یہ پانچ قسمیں ہیں:

پہلی قسم اور وہ عبادات ہیں، خیر واحد اس میں تعداد کی شرط کے بغیر اور شہادت کے الفاظ بولے بغیر حجت ہے بعد اس کے کہ خیر میں وہ شرائط موجود ہوں، جن کی رعایت ضروری ہے: اور وہ (خیر کی شرائط) اسلام، عدالت، عقل اور ضبط کا ہونا ہے۔ دوسری قسم وہ عقوبات کی ہے جیسا کہ حدود اور کفارات۔ پس جمہور اور ہمارے کثیر اصحاب اس جانب گئے ہیں کہ خیر واحد کے ذریعے حدود کو ثابت کرنا جائز ہے اور یہ "امالی" میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے اور یہی امام بھصا ص رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے، اور امام کوفی رحمہ اللہ اس جانب گئے ہیں کہ عقوبات کو خیر واحد کے ذریعے سے ثابت کرنا درست نہیں ہے اور اسی بات کی جانب ہمارے بعض متاخرین اصحاب مائل ہوئے ہیں۔

تیسری قسم وہ جس میں التزام محض ہے جیسا کہ خرید و فروخت اور ملکیت کے تمام اسباب پس بے شک خیر واحد اس بارے میں دلیل و حجت نہیں ہے بلکہ اس میں عدد کی شرط ہے اور اس کی کم از کم مقدار دو ہے اس بارے میں کہ جس پر مردوں کو اطلاع ہو اور اخبار کی صحت کی تمام شرائط کے ساتھ ساتھ اس میں شہادت کے الفاظ ہونا بھی شرط ہے۔

چوتھی قسم وہ کہ جس میں من وجہ التزام ہو اور من وجہ التزام نہ ہو اور یہ اس عبد ماذون کی مثل ہے کہ جس کو "خیر" کی خبر دی جائے (کسی شخص کے تصرفات کو روک دینے کو "خیر" کہتے ہیں) یا اس وکیل کی مثل کہ جسے معزولی کی خبر دی جائے یا باکرہ بالغہ کہ جب اسے ولی کے شادی کرانے کی خبر دی جائے تو وہ خاموش رہے یا شفع کہ جب اسے مشفقہ گھر کے بکنے کی خبر دی جائے تو وہ شفعہ کی طلب میں خاموشی اختیار کرے یا مولیٰ کہ جب اسے اپنے غلام کی جنایت کی خبر دی جائے تو وہ اسے آزاد کر دے یا وہ جس نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا اور اس نے ہمارے دار (دار الاسلام) کی طرف ہجرت نہ کی تو اسے شرعی احکامات کی خبر دی گئی پس بے شک ان چیزوں کے بارے میں خبریں دینے میں دو مشابہتیں ہیں: یہ من وجہ التزام ہے اور من وجہ التزام نہیں ہے جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مشہور و معروف ہے پس اگر خیر پیغام رساں ہو یا وکیل ہو تو مولیٰ یا موکل کی جبت سے خبر دینے میں عدد اور عدالت بالاتفاق شرط نہیں ہے اور اگر فضولی ہو تو صاحبین کے نزدیک حکم اسی طرح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے عدد یا عدالت میں سے ایک کو شرط قرار دیا ہے۔

اور مشائخ کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ دار الحرب میں اسلام لایا تو اسے ایک فاسق نے نماز کے وجہ کی خبر دی تو کیا اس کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی جو نمازیں اور روزے فوت ہوئے ان کی قضا لازم ہے؟ تو بعض

مشائخ اس بات کے قائل ہیں کہ اس پر قضا واجب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس کا تعلق دینی خبروں کے دینے سے ہے اور اس میں بالاتفاق عدالت شرط ہے، شمس الاعظم فرماتے ہیں: میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ سب کے ہاں فاسق کی خبر کی بنا پر قضا لازم ہوگی کیونکہ شرعی احکامات کی خبر دینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام رساں ہے کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ پر مامور ہے۔

پانچویں قسم وہ ہے کہ جس میں کسی صورت الزام نہیں ہے جیسا کہ وکالات، مضاربات، تحائف، امانتیں اور تجارت میں اذن دینا پس اس قسم میں ہر اس شخص کی خبر معتبر ہے جو نفع اور ضرر میں فرق کرنے والا ہے، اگرچہ ظہر غیر عادل یا بچہ یا کافر ہو جبکہ سننے والے کے دل میں اس کا صدق واقع ہو۔

(5) اس حدیث سے دو جہتوں کی جانب ایک نماز کا جائز ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ اس شخص کے حوالے سے ہے کہ جس پر قبلہ مشتبه ہو جائے تو وہ تحری کرے اور ایک جانب نماز ادا کرے پھر اسے معلوم ہو کہ اس نے خطا کی ہے اور وہ نماز کی حالت میں ہو تو وہ قبلہ کی جانب گھوم جائے جیسا کہ اہل قبا کے معاملہ میں ہے اور اسی طرح مختلف جہات کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا بھی ثابت ہوتا ہے اس صورت میں کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں کسی قوم کی امامت کروائے تو وہ قبلہ کی تحری کرے اور ایک جانب نماز ادا کر لے اور جو اس کے پیچھے والے ہیں وہ بھی تحری کریں تو ان میں سے ہر ایک، ایک جہت کی جانب نماز ادا کرے اور وہ تمام کے تمام اس کے پیچھے ہوں اور وہ امام کے معاملہ سے واقف نہ ہوں تو ایسا کرنا ان سب کو کفایت کرے کیونکہ ہر ایک اپنی تحری کی جہت کی جانب متوجہ ہے۔ اور شیخ محی الدین فرماتے ہیں: اس حدیث سے ایک نماز کا دو جہتوں کی طرف پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح ہے اس شخص کے حوالے سے جو اجتہاد سے ایک جہت کی جانب نماز ادا کرے پھر نماز کے دوران اس کا اجتہاد متغیر ہو جائے تو وہ دوسری جہت کی طرف گھوم جائے حتیٰ کہ اگر اس کا اجتہاد ایک نماز میں چار مرتبہ متغیر ہو تو وہ نماز کی ہر رکعت میں اسی جہت پر ادا کرے تو اصح قول کے مطابق اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(6) اس حدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ نسخ مکلف کے حق میں ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے پہنچ جائے اور یہ ظاہر ہے۔ اور اس حدیث کو امام مسلم اور نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا اور اس کے آخر میں یہ زائد کیا: ”اور جو قبلہ گزر چکی ہے اسے شمار کرو۔“ اور طبرانی اوسط میں ہے: ((دادی منادی النبی علیہ السلام: ان القبلة حولت الی البیت الحرام ولقد صلی الیہم رکعتین فاستداروا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ بے شک قبلہ بیت الحرام کی جانب تبدیل کر دیا گیا ہے اور تحقیق امام دو رکعتیں پڑھ چکا تھا تو وہ سب بیت الحرام کی جانب گھوم گئے) اور امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حضرات کے گھومنے میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو اللہ عزوجل کے فرض کو جانے اور اسے دعوت نہ پہنچی ہو اور اس

کے لئے اس کے علاوہ سے خبر کا طلب کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں فرض اس کے لئے لازم نہیں ہے اسی طرح کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لائے یا دارالاسلام میں اسلام لائے اور اس پر فرائض گزریں جنہیں وہ نہ جانتا ہو اور نہ ہی ان کی فرضیت سے واقف ہو پھر بعد میں اس کی فرضیت کو جانے تو علما کے اس بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ اگر وہ دار الحرب میں ایسی جگہ ہو کہ جہاں وہ کسی ایسے کو شخص نہ پائے جو اسے اطلاع دے تو اس پر گزرے ہوئے فرائض کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر وہ دارالاسلام میں ہو یا دار الحرب میں ہو اور اس کے پاس وہ شخص ہو کہ جس سے وہ سیکھ سکتا ہو تو اس پر گزرے ہوئے فرائض کی قضا لازم ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور دوسرا قول ہے کہ وہ گزرے ہوئے نمازوں کی قضا کرے گا اور وہ امام یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(شرح ابی داؤد للحنی، باب من سلی غیر القبلۃ ثم علم، ج 4، ص 355-360، مکتبۃ الرشیدیہ، بیروت)

نسخ کا بیان

نسخ کی تعریف:

علامہ شریف جرجانی (متوفی 816ھ) فرماتے ہیں:

النسخ: فی اللغة عبارة عن التبديل والرفع والإزالة۔ نسخ كالتعوی معنی ہے: تبدیل کرنا، اٹھانا، زائل کرنا۔

(تقریبات للجرجانی، ص 240، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

نسخ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

شَرَعًا تَبَانٌ لِأَنِّيَهَا وَالْحَكْمُ الشَّرْعِيُّ الْمَطْلُوقُ۔ مطلق حکم شرعی کی انتہا کے بیان کو شرعاً نسخ کہتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاقسام بالکتاب والسنن، ج 1، ص 277، دارالمکر، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی اس تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم کلاں وقت تک کے لیے ہے، جب میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے، جس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے، احکام الہیہ سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں۔“

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 34، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ”المستند المستند“ میں فرماتے ہیں:

”والمسطلق یکون فی علم اللہ مبدأً أو مقیداً، وهذا الأعمیر هو الذی یاتیہ النسخ فیظن أن الحکم

تبدیل؛ لأن المطلق يكون ظاهره التأييد حتى سبق إلى بعض العواطر أن النسخ رفع الحكم وإنما هو بيان مدته عندنا وعند المحققين، حکم مطلق کا مؤبد یا مقید ہونا علم الہی میں ہوتا ہے، اس قسم اخیر کے لیے جب نسخ آتا ہے تو گمان کیا جاتا ہے کہ حکم تبدیل ہو گیا ہے کیونکہ حکم مطلق ظاہر ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض دلوں میں اس بات نے سبقت کی ہے کہ نسخ رفع حکم کو کہتے ہیں، اور وہ تو ہمارے اور محققین کے نزدیک اس کی مدت کا بیان ہے۔ (المستدرک، ص 55)

تفسیر صاوی میں ہے:

”النسخ بیان انتهاء حکم التعبد“ ترجمہ: حکم تعبدی کی انتہا کے بیان کو نسخ کہتے ہیں۔ (تفسیر صاوی، ج 1، ص 98)

نسخ کا ثبوت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

”وقوع نسخ بلاشبہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے“

(فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 58، رد ضلالت، ص 10)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

”ہم مسلمانوں کے نزدیک نسخ عقلاً جائز اور سمعاً واقع ہے، یہودی اس میں اختلاف کرتے ہیں، ان میں سے بعض عقلاً منع کرتے ہیں اور بعض عقلاً تو درست کہتے ہیں مگر سمعاً منع کرتے ہیں۔

ہم یہود کو اٹرانا کہتے ہیں:

(۱) تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کشتی سے نکلنے وقت فرمایا تھا کہ میں نے ہر جانور کو تمہارے اور تمہاری ذریت کے لیے حلال کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر بہت سے حیوانات کو حرام قرار دیا۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام، بن کا بھائی سے نکاح کرتے تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام پر اسے حرام قرار دیا گیا۔

(تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت 108، ج 3، ص 637، مدارج نبی، اثرات العربیہ، ص 1)

(۳) یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزار آدمیوں کو غلام بنانا جائز تھا، جو کہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

(۴) پہلے ہفتہ کے دن کا شکار جائز تھا، بنی اسرائیل کو منع کر دیا گیا۔ (مجموع الفتاویٰ، ج 1، ص 247)

نسخ کی اقسام:

سخ کی چار اقسام ہیں:

(1) نسخ القرآن بالقرآن (2) نسخ القرآن بالحدیث (3) نسخ الحدیث بالحدیث (4) نسخ الحدیث بالقرآن۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نے فرماتے ہیں:

"سخ کی چار صورتیں ہیں: قرآن کا قرآن سے نسخ، جیسے کفار پر زمی کی آیتیں آیات جہاد سے منسوخ ہیں، حدیث کا حدیث سے نسخ جیسے زیارة قبور از روئے حدیث پہلے منع تھی پھر حدیث ہی نے اس کو جائز کیا، فرماتے ہیں "أَلَا فَسَدٌ قُرْآنًا" قرآن کا نسخ حدیث سے، جیسے سجدہ تحیت حدیث کا نسخ قرآن سے، جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا حدیث سے تھا اس کا نسخ قرآن سے ہوا۔"

(مراۃ المناجیح، ج 1، ص 183)

چاروں اقسام امثلہ سمیت کچھ تفصیل کے ساتھ درج ذیل ہیں:

نسخ القرآن بالقرآن:

قرآن کا قرآن سے منسوخ ہونا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَجَّيْتُمُ الرُّسُولَ فَقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَانِكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستمرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ البقرہ، آیت 12)

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا، ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفا کیا ہے؟ فرمایا تو حید اور تو حید کی شہادت دینا۔ عرض کیا، فساد کیا ہے؟ فرمایا کفر و شرک۔ عرض کیا حق کیا ہے؟ فرمایا اسلام و قرآن اور ولایت جب تجھے ملے۔ عرض کیا حیلہ کیا ہے یعنی تدبیر؟ فرمایا ترک حیلہ۔ عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طاعت۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا صدق و یقین کے ساتھ۔ عرض کیا، کیا مانگوں؟ فرمایا عاقبت۔ عرض کیا اپنی نجات کیلئے کیا کروں؟ فرمایا حلال کھا اور بیچ بول۔ عرض کیا سرور کیا ہے؟ فرمایا سخت۔ عرض کیا راحت کیا ہے؟ فرمایا اللہ کا دیدار۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی سوائے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(تفسیر مدارک و تفسیر خازن، تحت آیت مذکورہ)

یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوا: ﴿هَؤُلَاءِ أَسْفَقْتُمْ أَنْ ثَقَلْتُمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ فَأِذْ أَنْتُمْ تُفْعَلُونَ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾
 اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿ترجمہ کنز
 الایمان﴾: کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی برہم سے تم پر رجوع
 فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

(سورۃ الجاثیہ: آیت 13)

نسخ القرآن بالحدیث:

قرآن کا حدیث پاک سے منسوخ ہونا، جیسا کہ سجدہ تحیت کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ
 السلام کو سجدہ کیا، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حدیث پاک میں اس کی ممانعت فرمادی گئی۔
 رد المحتار میں ہے:

”اختلفوا فی سُخُودِ الْمَلَائِكَةِ قِيلَ: كَانَ لِلَّهِ تَعَالَى وَالتَّوَجُّهُ إِلَى آدَمَ لِلتَّشْرِيفِ، كَمَا سَتَقْبَالُ الْكُفَّةِ، وَ
 قِيلَ: بَلْ لِآدَمَ عَلَى وَجْهِ التَّحِيَّةِ وَالْإِكْرَامِ ثُمَّ نُسِخَ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ
 الْمَرْءَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا تَخَائُفًا قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ، وَالصَّحِيحُ الثَّانِي وَلَمْ يَكُنْ عِبَادَةٌ لَهُ بَلْ تَحِيَّةٌ وَإِكْرَامًا،
 وَلِذَا امْتَنَعَ عَنْهُ إِبْلِيسُ وَكَانَ حَازِمًا فِيهَا مَضَى كَمَا فِي قِصَّةِ يُوسُفَ قَالَ أَبُو مَنْصُورٍ الْمَاتَرِيدِيُّ: وَقِيَهُ دَلِيلٌ عَلَى
 نَسْخِ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ“ ترجمہ: یعنی سجدہ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیت
 و تکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہو گیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے یہ
 تا تاریخانیہ میں ہے، اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت و تکریم، ولہذا اطمینان اس سے باز
 رہا اور سجدہ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ امام اجل علم الہدیٰ امام المسلمین سیدنا
 ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے اتنی۔

(رد المحتار، باب الاستبراء وغیرہ، ج 6، ص 383، 384، دار الفکر، بیروت)

اس قسم کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"لذہب حنفي میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہو سکتی ہے کما هو مصرح فی کتب اصولہم قاطبہ (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔) احکام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلام خدا کلام خدا ہی سے منسوخ ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى﴾ (یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگرو جی کہ بھیجی گئی۔)

(فتاویٰ رضویہ، ج 22، ص 497-500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اشکال کا جواب:

ایک حدیث ہے: کلامی لاینسوخ کلام اللہ (میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا)۔

اس روایت کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"کلامی لاینسوخ کلام اللہ (میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا) یہ حدیث ابن عدی ودارقطنی نے بطریق محمد بن داؤد القطری عن جبرون بن واقد الافریقی روایت کی ابن عدی نے کامل اور ابن جوزی نے عطل میں کہا یہ حدیث منکر ہے، ذہبی نے میزان میں کہا: جبرون متہم ہے، اس نے قلت حیا سے یہ حدیث روایت کی، قطری میں کہا یہ حدیث باطل ہے، افریقی میں کہا یہ حدیث موضوع ہے، امام ابن حجر نے لسان المیزان میں دونوں جگہ ان کے یہ کلام مقرر رکھے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 22، ص 497-500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تسخیر الحدیث بالحدیث:

حدیث پاک کا حدیث پاک سے منسوخ ہونا، جیسا کہ پہلے زیارت قبور کی ممانعت تھی، بعد میں اس کی اجازت دی گئی، ممانعت اور اجازت دونوں کا ثبوت حدیث پاک سے ہے، چنانچہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے: وللفظ لابن ماجہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَرُودُهَا)) ترجمہ: میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا، قبروں کی زیارت کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی زیارة القبور، ج 1، ص 501، دار احیاء المکتب العربیہ، بیروت)

تسخیر الحدیث بالقرآن:

اس کی مثال تحمیل قبلہ والی حدیث پاک ہے جو کہ اس باب میں مذکور ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا، قرآن مجید نے اسے منسوخ کر کے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

تسخیر قرآن بالجہدیت اور نسخ الحدیث بالقرآن میں شواہد کا اختلاف:

علامہ سبکی بن شرف نووی شافعی فرماتے ہیں:

"قرآن مجید حدیث پاک کو منسوخ کر سکتا ہے یا نہیں، اس میں اکثر اصولیوں کا قول یہ ہے کہ کر سکتا ہے، اس بارے میں امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کہ کر سکتا ہے اور ایک قول ہے کہ نہیں کر سکتا، اس دوسرے قول کی دلیل ہے کہ حدیث قرآن پاک کو بیان کرنے والی ہے، تو قرآن پاک اسے کیسے منسوخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک قرآن پاک کے حکم کو منسوخ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ کر سکتی ہے جبکہ امام شافعی منع کرتے ہیں۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب قول القلہ من القدس الی الکعبہ، ص 55، 9، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قرآن مجید کے حدیث پاک کو منسوخ کرنے کی مثال گزری کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا، قرآن مجید نے اسے منسوخ کر کے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اسی طرح حدیث پاک کے قرآن مجید کے حکم کو منسوخ کرنے کی مثل ماقبل میں گزری سجدہ تہمت کے منسوخ ہونے والی۔

یہ دلیل کہ حدیث پاک تو قرآن مجید کے لیے مبین ہے تو نسخ کیسے ہو سکتی ہے اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح تو قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کے لیے مبین ہیں یعنی اس کے حکم کی وضاحت کرنے والی ہیں، حالانکہ نسخ القرآن بالقرآن کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

نسخ فی القرآن کی اقسام:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

نسخ قرآن کی تین صورتیں ہیں:

(1) تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَنُبْحِنُ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوقَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ)) ترجمہ: "عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ" (معلوم دس مرتبہ دودھ پینا) پھر یہ "خمس معلومات" (معلوم پانچ مرتبہ دودھ پینا) سے منسوخ ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن میں اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ (بخاری و مسلم) اس کا ظاہر یہ ہے کہ تلاوت باقی رہی، مگر ایسا نہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وصال کے قریب تک تلاوت ہوتی رہی یا تلاوت بھی منسوخ ہو گئی تھی، مگر تمام لوگوں تک منسوخ ہونا نہ پہنچا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد، اس لیے وصال اقدس کے بعد بھی بعض لوگ

تلاوت کرتے رہے۔

(2) حکم منسوخ ہو، تلاوت منسوخ نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَجْعَلُ لَكَ كَلِمَاتٍ لَّكِنَّمَا تُنَادِي بِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

(سورۃ الاحزاب آیت 52)

کنز الایمان: ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔

اس کریمہ میں پہلے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نو (9) ازواج کے بعد مزید نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا، پھر یہ حکم اس

آیت سے منسوخ ہو گیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾ اے غیب بتانے والے

(سورۃ الاحزاب آیت 50)

(نبی)! ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہردو۔

(3) جس کی تلاوت منسوخ ہو، حکم منسوخ نہ ہو، اس کی مثال آیت رجم ہے: ﴿وَإِذَا زَنَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ﴾

فَارْجُمُوهُمَا أَلْبَتَّ نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ترجمہ: شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کریں تو انہیں

رجم کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سزا ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

(الاقان فی علوم القرآن، النوع السابع والاربعون فی استخراج معراج 33 ص 70 تا 81، مدبر العصر یہ الحدیث للکتاب)

سخنی الحدیث کی اقسام:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

علمائے فرمایا: نسخ السنۃ بالسنۃ کی چار اقسام ہیں: (1) ایک قسم یہ ہے کہ متواترہ کا متواترہ سے منسوخ ہونا (2) اور دوسری

قسم خبر واحد کا خبر واحد سے منسوخ ہونا (3) اور تیسری قسم خبر واحد کا متواترہ سے منسوخ ہونا (4) اور چوتھی قسم متواترہ کا خبر واحد

سے منسوخ ہونا۔ پہلی تین اقسام بالاتفاق جائز ہیں اور چوتھی قسم جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک جائز

ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شرح النووی علی مسلم، باب بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام صحیح 4 ص 37، مدارج النبوة، طبع مصر)

باب نمبر 251

مَا جَاءَ أَنْ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

(قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا محمد بن ابومعشر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کئی طرق سے مروی ہے اور تحقیق بعض اہل علم نے ابومعشر کے حافظہ کے متعلق کلام کیا ہے اور ان کا نام "حجج مولیٰ بنی ہاشم" ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: میں ان سے کوئی بھی حدیث روایت نہیں کرتا اور تحقیق (دیگر) لوگوں نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ امام محمد بخاری فرماتے ہیں: اور عبد اللہ بن جعفر مخزومی کی روایت عثمان بن محمد احنسی سے، ان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سعید مقبری کی روایت کردہ حدیث ابومعشر کی روایت کردہ حدیث پاک سے زیادہ قوی اور صحیح ہے۔ حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ان کو عبد اللہ بن جعفر المخزومی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ مسور بن

342- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

343- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ، بِسَلْمَةَ قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدْ رَوَى عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَبِي مَعْشَرٍ مِنْ قَبْلِ حَفِظِهِ، وَاسْمُهُ نَجِيجُ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أُرْوَى عَنْهُ شَيْئًا، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ الْمَخْرَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَقْوَى مِنْ حَدِيثِ أَبِي مَعْشَرٍ وَأَصَحُّ

344- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بَكْرِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ الْمَخْرَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ

مخرمہ کی اولاد سے ہیں۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ ”قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔“ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں عمر بن خطاب اور علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تو مغرب کو اپنے دائیں طرف رکھے اور مشرق کو اپنے بائیں طرف رکھے تو جوان دونوں کے درمیان ہے وہ قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کو منہ کرنا چاہے۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ قبلہ ہے یہ بات اہل مشرق کے لئے ہے۔ اور عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے ”مرو“ کے رہنے والوں کے لئے بائیں جانب کو اختیار فرمایا ہے۔

أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بَدَأَ حَدِيثُكَ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَإِنَّمَا قِيلَ عِنْدَ اللَّهِ نُبُّ جَعْفَرِ الْمُخَرَّمِيِّ لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَقَدْ رَوَى عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَمِينِكَ، وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ، إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، هَذَا لِأَنَّ الْبَيْتَ الْمَشْرُقِ، وَاخْتَارَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ التَّيَّاسَرَ لِأَنَّ الْبَيْتَ الْمَشْرُقِ

تخریج حدیث 342: (سنن ابن ماجہ، کتاب القلم، الفصل اول والثانی فیما بہ اب القلم، حدیث 1011، ج 1، ص 323، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 343:

تخریج حدیث 344: (سنن ابن ماجہ، کتاب القلم، الفصل اول والثانی فیما بہ اب القلم، حدیث 1011، ج 1، ص 323، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ کن کے لیے ہے:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ کا ہونا تمام شہروں میں عام نہیں ہے وہ صرف مدینہ شریف اور (جگہ کے اعتبار سے) اس کی مثل شہروں کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ "الخلاfiات" میں ارشاد فرماتے ہیں: یہاں واللہ اعلم مراد اہل مدینہ ہیں اور وہ کہ جن کا قبلہ اہل مدینہ کی سمت میں ہے۔" (توت المحدثی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 169، جامعہ القرائی، مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"احمد بن خالد کہتے ہیں: یہ صرف اہل مدینہ اور ان کی مثل لوگوں کے بارے میں ہے کہ جن کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ اس بات کو محمد بن مسلمہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا۔ احمد بن خالد کہتے ہیں: بہر حال جو مشرق میں مکہ کے لوگ ہیں یا مغرب کی جانب رہتے ہیں پس بے شک ان کا قبلہ جنوب اور شمال کے درمیان ہے اور ان کے لئے اس بارے میں وسعت ہے جتنی وسعت اہل مدینہ وغیرہ کے لئے ہے۔" (المعنی شرح المؤلفات، اجاز فی القبلۃ، ج 1، ص 340، مطبعہ المعاد، مصر)

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

"اس باب سے مصنف کا مقصود یہ ہے کہ بے شک اہل مدینہ اور جو ان کی سمت کے قریب ہیں جیسا کہ اہل شام اور عراق پس ان کا قبلہ کعبہ کی جہت میں مشرق و مغرب کے درمیان ہے اور مشرق و مغرب ان کا قبلہ نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان جو ہے وہ ان کا قبلہ ہے اس دلیل کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا اور انہیں مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان حضرات کا قبلہ مشرق یا مغرب نہیں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان سمت ہے تو وہ ان کے لئے قبلہ ہے۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: ((ما بین المشرق والمغرب قبلۃ لأهل المشرق)) (ترجمہ: مشرق اور مغرب کے درمیان سمت اہل مشرق کے لئے قبلہ ہے۔) اور اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مشرق و مغرب کے درمیان ہم اہل مشرق والوں کا قبلہ ہے۔" یہ اہل شام اور اہل یمن کا قبلہ نہیں ہے۔ اور ان کی مراد شام کے اطراف کے بعض علاقے ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مراد ہے کہ ((ما بین المشرق والمغرب قبلۃ))

(ترجمہ: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔)

(بخاری لابن رجب، باب قبلہ، الالمسنة وائل الشام، ج 3، ص 59، 60، مكتبة الغرام الاثرية، المدينة المنورة)

جہت قبلہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے)) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے سردیوں میں سورج کے طلوع ہونے کی جگہ کا ارادہ فرمایا اور وہ عقرب (آسمان کے ایک برج کا نام) کے درمیان سے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور گرمیوں میں سورج کے غروب ہونے کی جگہ کا ارادہ فرمایا اور وہ سماک الراجح (دور و شن ستاروں میں سے ایک کا نام) کے غروب ہونے کی جگہ ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اہل مدینہ کا قبلہ ہے پس بے شک یہ مشرق و مغرب کے درمیان واقع ہے اور وہ مغربی جانب زیادہ مائل ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ اور اس پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ((إِنَّا أَكْبَدُكُمْ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْعِبْلَةَ وَلَا تَسْتَعْدِبُوا هَذِهِ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) (ترجمہ: جب تم پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ کرو لیکن مشرق و مغرب کی جانب رخ کرو۔) امام فخرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ حدیث جہت قبلہ کے حکم کو بتلاتی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اسی حدیث سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اخذ کیا اور اذریعی نے اسی کو اختیار کیا بلکہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے اس میں مبالغہ کیا تو انہوں نے زعم کیا کہ اس کا خلاف قطعاً باطل ہے اور انہوں نے مذکورہ خبر سے استدلال کیا اور اس بات سے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے اور انہوں نے یہ بات شارع علیہ السلام سے سن کر ہی ارشاد فرمائی ہوگی۔ اور ہمارے اصحاب نے جواب دیا: کہ یہ حدیث اہل مدینہ اور ان کے قرب و جوار کے علاقے والوں پر محمول ہے کیونکہ یقیناً مشرق و مغرب کے درمیان علی الاطلاق قبلہ نہیں ہے لہذا جس بات کو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا اسی پر حدیث کو محمول کرنا متعین ہے۔ اور اس مقام پر ایک بحث ہے جو مخفی نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کا قبلہ مراد ہے کہ جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو وہ جس بھی جہت پر نماز ادا کر لے تو وہ نماز اسے کفایت کرے گی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ لَأَيْنَمَا تُولُوا فَكُم وَجْهُ السُّبْحِ﴾ (ترجمہ: کنز الایمان: اور پورب پچھتم (مشرق و مغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جہدہ منہ کرو اور وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)۔ (پارہ 1، سورہ البقرہ، آیت 115) اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں سواری پر کسی بھی جہت کی جانب نکلنے والے شخص مراد ہے۔ اور ان دونوں اقوال میں نظر ہے۔ کیونکہ ان دونوں اقوال کے مطابق مشرق و مغرب کے درمیان کے ساتھ مقید

کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور مظہر کہتے ہیں: یعنی اہل مشرق میں سے جو بھی مغرب کے اول اور وہ گرمیوں میں سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہے اسے اپنے دائیں طرف رکھے اور مشرق کے آخر اور سردیوں میں سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اسے اپنے بائیں طرف رکھے تو وہ قبلہ کی جانب رخ کرنے والا ہوگا اور اہل مشرق سے مراد کوفہ، بغداد، خوزستان، فارس، عراق اور خراسان کے رہنے والے ہیں اور جو ان سے متعلقہ شہر ہیں۔ (مرآۃ العالق، باب المسجد و مواضع الصلاة، ج 2، ص 202، دار الفکر، ص 10)

عین قبلہ ماجہت قبلہ کی فرضت کے بارے میں مذاہب اربعہ

احناف کا موقف:

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

(کئی کے لئے تو کعبہ کے عین کی طرف رخ کرنا فرض ہے) یعنی عین کعبہ کی طرف کیونکہ اس کے لئے کعبہ کے عین کی طرف یقین کے ساتھ رخ کرنا ممکن ہے اور کوئی فرق نہیں ہے اس میں کہ اس کے اور کعبہ کے درمیان دایا و بائیں ہو یا نہ ہوتی کہ اگر اس نے اجتہاد کیا اور نماز پڑھی اور (کعبہ کی جانب رخ کرنے میں) اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ نماز کا اعادہ کرے یہ اس قول کے مطابق ہے کہ جسے رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔ اور ابن رستم رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس پر اعادہ نہیں ہے، فرمایا اور وہی قرین قیاس ہے۔ کیونکہ وہ اس چیز کو بجالایا جو اس کی وسعت میں تھا لہذا اس سے زیادہ کا اسے مکلف نہیں کیا جائے گا اور اسی بنا پر اگر اس نے ایسی جگہ نماز ادا کی جہاں اسے نص کی وجہ سے یقینی طور پر قبلہ معلوم ہے جیسا کہ مدینہ منورہ۔

(اور اس کے غیر کے لئے اس کی جہت کی جانب رخ کرنا فرض ہے) یعنی غیر کئی کے لئے کعبہ کی جہت کی طرف رخ کرنا فرض ہے اور یہی عام مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ تکلیف احکام بحسب طاقت ہے۔ ہر جانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: غائب کے لئے بھی عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے کیونکہ نص میں حاضر اور غائب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے بیت اللہ کی جانب رخ کرنا اس جگہ کی حرمت کی بنا پر ہے اور یہ (حرمت) عین کعبہ میں ہے نہ کہ اس کی جہت میں.... عام مشائخ کے قول کی وجہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)) (ترجمہ: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے) کیونکہ تکلیف احکام طاقت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(تہذیب الفقہ، باب الشرط الصلاة، ج 1، ص 101، 100، الطبعة الثمینیہ، دار الفکر، ص 10)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"قبلہ کے ہارے میں لوگوں کے دو گروہ ہیں، ان میں ایک گروہ وہ ہے کہ جس کے لیے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا لازم ہے، اور وہ ایسا نمازی جو کعبہ کو آنکھوں سے دیکھتا ہو یا مکہ میں ہو یا مکہ کے قریب کسی حائل چیز کے پیچھے ہو تو جب اسے علم ہو جائے کہ وہ کعبہ کو رخ کئے ہوئے ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور اگر اسے معلوم نہ ہو جیسا کہ اندھا اور وہ جو مکہ میں مسافر ہو تو اسے یقین یا مشاہدہ سے دی گئی خبر کفایت کرے گی کہ وہ عین کعبہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ جس کے لیے جہت کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے، اور وہ ایسا نمازی ہے جو کعبہ سے دور ہو تو اس کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض نہیں ہے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ "قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔" امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے سے دور دو ایسے اشخاص کی نماز کے صحیح ہونے پر اجماع ہے جو ایک قبلہ کی جانب رخ کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کا ہی عین کعبہ کی جانب رخ کرنا ممکن ہے۔"

(اکافی فی فقہ امام احمد باب استقبال القبلة، ج 1، ص 234، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شواہد کا موقوف:

علامہ شہاب الدین رطبی شافعی (متوفی 1004ھ) فرماتے ہیں:

"جان لو کہ بے شک کعبہ سے قریب شخص کے لئے عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اور اسی طرح اظہر قول کے مطابق دور والے کے لئے بھی۔ لیکن قریب ہونے کی صورت میں یقیناً اور دور ہونے کی صورت میں ظناً عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔"

(نہج البلاغ، شرح السراج، الرضی عن القریب الخ، ص 1، ج 427، دار الفکر، بیروت)

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 678ھ) فرماتے ہیں:

"بے شک صحیح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلة، ج 3، ص 208، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب نے عین کعبہ کے قول پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَعَلَ الْكَعْبَةَ عَرَبًا فَصَلَّى إِلَيْهَا وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے (پھر) نکلے پس کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا یہ قبلہ ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلة، ج 3، ص 208، دار الفکر، بیروت)

مالہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبداللہ القرظی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

(اگر مکہ میں ہو اور امن ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے..... ورنہ اظہر یحییٰ ہے کہ اجتہاد اجہت کعبہ کو رخ کیا جائے) یعنی اگر نہ مکہ میں ہونہ مدینہ میں اور نہ مسافر ہو پس بے شک اس پر جہت قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے نہ کہ سب کعبہ کی جانب برخلاف ابن قسار کے..... وراہن رشد نے اپنی کتاب "القواعد الکبریٰ" میں اس کی پہلی وجہ بیان کی کہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول میں محذوف کو مقدر ماننے پر مبنی ہے ﴿قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (پارہ 2، سورہ بقرہ، آیت 144) یعنی اس جہت کی جانب منہ پھیر دو۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)) (ترجمہ: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے) جبکہ وہ بیت اللہ کی جانب متوجہ ہو۔

اور اس مقدر ماننے کی جانب اس وقت محتاجی نہیں ہوگی جب "شطر" کی تفسیر "جہت" بیان کی جائے جیسا کہ گزرا اور ابن القسار کے نزدیک کعبہ کے عین کی جانب رخ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کعبہ کی جہت کا اس طرح اندازہ لگائیں اگر کعبہ ایسی جگہ ہوتا جہاں سے دیکھا جاسکتا تو وہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا اور بے شک دیکھنے والا کعبہ کے بالمقابل اور برابری پر آنے کا خیال ہی کرے اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ اگرچہ وہ کثیر ہوں تو وہ تمام کے تمام کعبہ کی عمارت کے بالمقابل ہوں کیونکہ یہ ایسی چیز کی تکلیف دینا ہے جو طاقت میں نہیں ہے کیونکہ یہ طویل صف کی نماز کے صحیح نہ ہونے کو لازم ہے جس بے شک کعبہ کی لمبائی 25 گز ہے اور اس کی چوڑائی 20 گز ہے اور اجماع اس کے خلاف پر ہے۔ اور ہمارا قول "نہ مدینہ میں ہو" یہ احتراز ہے اس شخص سے جو مدینہ میں ہو کیونکہ نہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ قطعی ہے یعنی تو اتر سے ثابت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ محراب جس کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمایا کرتے تھے تو قطعاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب رخ کئے ہوئے ہوتے تھے یا تو اپنے کے اجتہاد کی بنا پر جو خطا پر برقرار نہیں رہ سکتا یا پھر وحی کے سبب یا جبریل امین علیہ السلام کے کھڑا کرنے کے ساتھ۔

(شرح مختصر طویل للقرظی، فصل فی الاحتیال للطلیحة فی الصلاة، ج 1، ص 256، 257، دار الفکر للطباعة والنشر)

جہت کعبہ کی طرف منہ کرنے کا مطلب کیا ہے:

غیر مکی کے لیے استقبال قبلہ میں عین کعبہ کی طرف منہ ہونا تقریباً ناممکن ہے لہذا فقہا کرام نے امت مسلمہ کی آسانی

کے پیش نظر قرآن وحدیث کی روشنی میں جہت کعبہ کی طرف نماز کے جواز کا حکم ارشاد فرمایا اور جہت کعبہ کو منہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو، تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار 45 درجے رکھی گئی ہے، تو اگر 45 درجے سے زائد انحراف ہو تو استقبال نہیں پایا جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔
رد المحتار میں ہے "لا بأس بالانحراف انحرافاً لا نزول بہ المقابلة بالکلیة، بان یبقی شیء من سطح الوجه مسامناً للکعبۃ" ترجمہ: قبلہ سے اتنا منحرف ہونا کہ مکمل طور پر جہت قبلہ سے انحراف نہ ہو بایں طور کہ منہ کی کوئی سطح جہت (سمت) کعبہ کی طرف باقی ہو، اس میں کوئی حرج نہیں (نماز ہو جائے گی)۔
(رد المحتار، ج 2، ص 138، مکتبہ جامعہ، لاہور)

بہار شریعت میں ہے:

"جہت کعبہ کو منہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو، تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار 45 درجے رکھی گئی ہے، تو اگر 45 درجے سے زائد انحراف ہے، استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوگی۔"
(بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 487، مکتبہ المدینہ، کراچی)

فتاویٰ رضویہ میں ایک ایسی مسجد جس کی عمارت جہت کعبہ سے کچھ منحرف تھی، کے متعلق ہے:

"جب تک 45 درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو منہ کرنا نہ فرض نہ واجب، صرف سنت مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں، نہ یہ دیوار سیدھی کرنا فرض۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 57، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک مسجد کے متعلق سوال ہوا کہ جس کی عمارت قبلہ کی طرف 45 درجے کے اندر اندر تھی جبکہ قبلہ سے تقریباً 21 درجے منحرف تھی تو آپ علیہ الرحمہ نے اس کے متعلق فرمایا:

"بہر حال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً 2 درجے مائل ہے اور مسجد 18 درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالے حدلیۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے اگر مسجد ہی کے رخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 80، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 252

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِي الْغَيْمِ
(بادلوں کی وجہ سے کسی شخص کا غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا)

حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں سفر پر تھے پس ہمیں معلوم نہیں تھا کہ قبلہ کہاں ہے تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنے چہرہ کی جانب نماز پڑھ لی پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے اس بات کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذکر کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿فَأَيْنَمَا تُولُوا فَسَمِعْنَا اللَّهُ وَجْهَ اللَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت 115) امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کی اسناد اس درجہ کی نہیں، ہم اس حدیث پاک کو صرف اشعث السمان کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور اشعث بن سعید ابو الربیع السمان کی حدیث پاک کے معاملہ میں تضعیف کی گئی ہے۔ اور تحقیق اکثر اہل علم اس جانب گئے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بادلوں میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو بے شک اس کی نماز جائز ہے اور سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں

345- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ :

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ : حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سَعِيدِ السَّمَانِ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةَ ، فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حَيْالِهِ ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَنَزَلَ " : (فَأَيْنَمَا تُولُوا فَسَمِعْنَا وَجْهَ اللَّهِ) " قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَلِكَ ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَشْعَثِ السَّمَانِ ، وَأَشْعَثُ بْنُ سَعِيدِ أَبِي الرَّبِيعِ السَّمَانِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ، وَقَدْ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا قَالُوا : إِذَا صَلَّى فِي الْغَيْمِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ بَعْدَ مَا صَلَّى أَنَّهُ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَإِنَّ صَلَاتَهُ جَائِزَةٌ ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ ، وَأَحْمَدُ ، وَإِسْحَاقُ

ترجمہ حدیث 345: (سنن ابن ماجہ، کتاب القلم والصلوۃ والسنۃ فیہا، باب من صل للغير القبلة، حدیث 1020، ج 1، ص 326، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

لا تعرف الا من حدیث اشعث:

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((ہم اے صرف حدیث اشعث سے جانتے ہیں)) عراقی کہتے ہیں: اس حدیث پر عمر بن قیس جو سندل کے لقب سے ملقب ہیں انہوں نے عاصم کی روایت سے متابعت کی ہے، اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: مگر عمر بن قیس ضعف میں اشعث کے شریک ہیں بلکہ عمر بن قیس کا معاملہ اشعث سے بھی زیادہ کمزور ہے لہذا ایسی صورت میں ان کی متابعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے میں نے صرف استفادہ کے لئے اسے ذکر کیا۔

(توت السنن، ابواب الصلاة، ج 1، ص 169، 170، جامع الترمذی، مکہ مکرمہ)

حدیث الباب کی اسناد:

اگر تم کہو کہ امام ترمذی فرماتے ہیں: ان کی اسناد قوی نہیں ہے۔ اور امام بیہقی کہتے ہیں: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں: حدیث جابر رضی اللہ عنہ تین طرق سے مروی ہے: ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے امام حاکم نے مستدرک میں عطاء بن ابورباح سے بواسطہ محمد بن سالم روایت کیا، پھر فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے اور محمد بن سالم کی جرح و تعدیل کو میں نہیں جانتا۔

(مدونة القاری، باب ماجاء فی القبلة، ج 4، ص 143، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

معرفت قبلہ سے عاجز شخص کا تحری کر کے نماز پڑھنا، مذاہب ائمہ

حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ نے ذکر کیا کہ بے شک جو شخص استدلال کے ذریعے قبلہ کی معرفت سے عاجز ہو اور اس پر دلائل خفی رہ جائیں، دلائل کے نہ ہونے کی وجہ سے یا بادلوں کی وجہ سے یا قید کی وجہ سے یا دلائل کے ظاہر ہوتے ہوئے اشتباہ کی بنا پر اس طرح کہ اس پر علامات متعارض ہو جائیں پس اس صورت میں تحری کرے اور نماز پڑھے اور اس وقت اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے دلائل کی معرفت ہوتے ہوئے حق کی معرفت کے حصول کے لئے بحسب طاقت کوشش کی ہے سو یہ اس حاکم کے مشابہ ہو گیا کہ جس پر نصوص خفی رہ جائیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے اپنے والد سے روایت کی وہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا حِمَلَهُ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ: (فَأَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَوَجْهُ اللَّهِ)) ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں سفر پر تھے تو ہمیں قبلہ کی سمت کا پتہ نہ چلا پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے سامنے رخ کر کے نماز ادا کی پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بات کا تذکرہ کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿لَسْنَا نَمَّا

تَوَلَّوْا ظَنَمٌ وَجَهَهُ اللَّهُ بِكُمُ تَرْجَمَهُ كُنْزُ الْإِيمَانِ، تو تم جہ منہ کرو اور وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔

(پارہ 1، ص 109، رقم 115)

اور احناف نے "تحری" کی تعریف یہ کی کہ وہ مقصود کے حصول کے لئے کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے۔ اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس بات کا افادہ کیا کہ تحری (کرنے والے) کا قبلہ صرف دل کی شہادت پر مبنی ہے کسی علامت کے نہ ہونے کی صورت میں۔ اور مالکیہ نے اس بات کو ذکر کیا کہ بے شک (ایسی صورت میں) چاروں جہات میں سے ایک جہت کو اختیار کر کے اس کی جانب ایک نماز ادا کرے اور اس پر طلب کے ساقط ہونے کی وجہ سے اعادہ بھی نہیں ہے اور شافعیہ اس جانب گئے ہیں کہ وہ وقت کی حرمت کی بنا پر جہاں چاہے رخ کر کے نماز ادا کرے اور اس میں کمی کی بنا پر اسے قضا کرے۔

(رد المحتار، ج 1، ص 289، 290، ج 1، ص 303، ج 1، ص 189، اللہ سنی، ج 1، ص 225، نہایہ الحجاج، ج 1، ص 422، الشرح المکرم، ج 1، ص 109)

(493)

معرفت قبلہ سے عاجز شخص کا بغیر تحری کے نماز پڑھنا، مذاہب ائمہ

احناف اس جانب گئے ہیں کہ بے شک جو شخص دلائل کے ذریعے قبلہ کی معرفت سے عاجز ہو تو اس کے لئے بغیر تحری کئے نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ درست جانب رخ کر لے کیونکہ اس نے تحری کے فرض کو ترک کر دیا ہے، اگر بغیر تحری کے نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر اسے قبلہ کی درستگی کا علم ہو تو احناف کے نزدیک بالاتفاق وہ نماز کا اعادہ نہ کرے برخلاف اس صورت میں کہ جب اسے نماز کی مکمل ہونے سے پہلے درستگی کا علم ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ ضعیف پر قوی کی بنا رکھی ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ قبلہ کی طلب میں کوشش کرنے والا جس پر دلائل مخفی رہ جائیں تو اسے چاروں جہات میں سے کسی بھی جہت کو اختیار کرنے اور اس جانب نماز پڑھنے کا اختیار ہے اور اس سے اس کے عجز کی وجہ سے طلب (یعنی قبلہ کی طلب) ساقط ہو جائے گی۔

اور شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں: وہ شخص نماز کا اعادہ کرنے جو بغیر تحری کے نماز پڑھے یا جس پر تحری سحدر ہو برابر کہ اس کے لئے نماز کے دوران درستگی واضح ہو یا بعد میں۔

(رد المحتار، ج 1، ص 292، الجرائد، ج 1، ص 305، اللہ سنی، ج 1، ص 227، منی الحجاج، ج 1، ص 148، الروضۃ، ج 1، ص 218، کشاف القناع، ج 1، ص 312)

باب نمبر 253

مَا جَاءَ فِي غَرَاهِيَةِ مَا يُضَلُّ إِلَيْهِ وَفِيهِ

(کن جگہوں میں اور کس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے)

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹوں کے پاڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔

حدیث: حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

اور اس باب میں ابو مریم، جابر اور انس رضی اللہ عنہم

سے بھی احادیث مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پاک کی یہ اسناد قوی نہیں ہے۔ اور تحقیق زید بن جبیرہ کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا گیا ہے۔ اور تحقیق لیث بن سعد نے بھی اس حدیث کی مثل کو عبداللہ بن عمر العمری سے انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے عمر سے روایت کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث لیث بن سعد کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اور عبداللہ بن عمر العمری کی بعض

346- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:

حَدَّثَنَا الْمُفْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَرْزَبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ"

347- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَاهُ نَحْوَهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَنْسِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَلِكَ الْقَوِي، وَقَدْ تَكَلَّمْتُ فِي زَيْدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ قَبْلِ جَفْظِهِ، وَقَدْ رَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهُ وَأَصْحُ بْنُ حَدِيثِ
 السُّلَيْمِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْغُمَرِيُّ
 ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قَبْلِ جَفْوِهِ
 مِنْهُمْ: يَحْتَجُّ بْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانُ "

محدثین نے ان کے حافظہ کے حوالہ سے تضعیف کی ہے
 ان محدثین میں "یحییٰ بن سعید القطان" ہیں۔

تخریج حدیث 346: (سنن ابن ماجہ، کتاب القیمۃ والسنن فیہا، باب المواضع الیٰ تمیز لیسما الصلوٰۃ، حدیث 746، ج 1، ص 246، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 347:

شرح حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

”مزلہ“ وہ جگہ ہے جہاں گوبر پھینکا جاتا ہے، اس میں نماز ادا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہاں نجاست ہو تو بطیر کسی حائل کے وہاں نماز پڑھنا حرام ہے اور اگر اس پر کوئی شے بچھالی جائے جو نمازی اور نجاست کے درمیان حائل ہو جائے تو حرمت ختم ہو جائے گی اور کراہت باقی رہ جائے گی۔

”مجرزہ“ وہ جگہ ہے کہ جس میں اونٹوں کو نخر کیا جاتا اور گایوں اور بکریوں کو ذبح کیا جاتا ہے اور وہ خون اور گوبر کا محل ہے اور اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو ”مزلہ“ بارے میں ہے۔

”قارعة الطريق“ (راستے کے بچ میں) میں نماز کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کے گزرنے اور ان کے شور کرنے کی وجہ سے دل مشغول ہوگا۔

”حمام“ کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں نماز صحیح نہیں ہے اور جو اس میں نماز پڑھے تو وہ لازمی اعادہ کرے گا اور جہور کے نزدیک نماز مکروہ ہے اور باطل نہیں ہوگی۔ پھر کہا گیا ہے کہ (ممانعت کی) علت نہانے میں گرے ہوئے پانیوں کا ہونا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانہ ہے تو پہلی صورت میں جب وہ پاک جگہ پر نماز پڑھے گا تو مکروہ نہیں ہے۔ اور دوسرے قول کی بنا پر لازم آتا ہے کہ نماز غیر حمام میں بھی مکروہ ہو کیونکہ شیاطین سے دوسری جگہیں بھی خالی نہیں ہیں۔

(مجموعہ تفسیر صحاح و سنن ابی یوسف، ج 4، ص 180، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کون سی جگہوں پر نماز کی ممانعت ہے:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

متعدد جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت پر جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: ((

ان رسول اللہ نہی أن یصلی فی سبعة مواضع: المزیلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وکفی الحمام وکفی معادن الہیل وکفی ظہر بیت اللہ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے:

(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مدینہ خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستے کے بچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باغ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر) اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے

ہیں، وہ جگہیں کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی حیرہ ہیں تو ان مذکورہ سات جگہوں کو ذکر فرمایا اور ان پر درج ذیل کو زائد کیا: (8) قبرستان کی طرف رخ کر کے (9) اور یہ کہ تیرے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو جس پر نجاست موجود ہو (10) یہودیوں اور (11) عیسائیوں کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا (12) اور جب تمہارے سامنے تصاویر ہوں (13) اور عذاب والی جگہ میں نماز پڑھنے کو۔ اور ان کے علاوہ اوروں نے درج ذیل کو زائد کیا: (14) فحش کی ہوئی جگہ میں (15) اور سونے والے کی طرف رخ کر کے (16) اور باتوں کرنے والے کی جانب رخ کر کے (17) اور وادی کے درمیان میں نماز پڑھنا (18) اور مسجد ضرار میں نماز پڑھنا۔ یہ تمام اٹھارہ جگہیں ہیں کہ جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(مردہ تاری، باب اصلاح فی مواضع الخف و العذاب، ج 4، ص 190، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کعبہ کے اوپر اور قبرستان وغیرہ میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

در مختار میں ہے:

چند جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کعبہ کی چھت پر اور راستہ میں اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں اور مذبح خانہ میں اور قبرستان میں اور نہانے کی جگہ اور حمام میں اور وادی کے درمیان میں اور اونٹ باندھنے کی جگہ میں۔

(در مختار، کتاب اصلاح، ج 1، ص 379، 380، دار الفکر، بیروت)

اس کی شرح میں علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

(کعبہ کی چھت پر) کیونکہ اس میں کعبہ کی تعظیم کا ترک ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ (راستہ میں) کیونکہ اس میں لوگوں کو گزرنے سے روکنا ہے اور راستہ کو اس کام سے مشغول کرنا ہے جو اس میں کرنے کا نہیں ہے کیونکہ اس میں گزرنے کے لئے عام لوگوں کا حق ہے اور اس حدیث کی بنا پر بھی کہ جسے ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: "بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔

(قبرستان میں) اور اس کی علت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مردوں کی ہڈیاں اور ان کی پیپ ہوتی ہے اور وہ نجس ہے، اس میں نظر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی بنیاد صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے اور خانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر وہاں نماز کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں

کوئی قبر اور نجاست نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "خانہ" میں ہے اور نہ ہی قبر کی جانب اس کا رخ ہو۔
حلیہ۔

(ہمارے کی جگہ میں) یعنی اپنے گھر کے غسل خانہ میں، غور کرو۔ (حمام میں) دو وجہوں سے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غسل کے پانیوں کے پہنے کی جگہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ شیاطین کا گھر ہے تو پہلی وجہ کی بنا پر اگر وہاں کوئی جگہ دھو کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز مکروہ نہیں ہے اور دوسری وجہ کی بنا پر پھر بھی مکروہ ہے اور حدیث کے اطلاق کی بنا پر یہی اولیٰ ہے (کہ مطلقاً مکروہ ہو) مگر یہ کہ وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو اور اس کی مثل میں کوئی مجبوری ہو امداد۔ لیکن "فیض" میں ہے کہ مفتی بہ عدم کراہت ہے۔ حمام سے باہر نماز پڑھنا یعنی حمام والے کے پیلے کی جگہ میں تو "خانہ" میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور "حلیہ" میں ہے کہ کراہت کی دوسری وجہ لینے کی بنا پر حمام سے باہر نماز پڑھنے پر بھی کراہت مترتب ہوگی۔ اور اس میں یہ بھی ہے اگر اس جگہ حمام ختم ہو جائے تو ایک قول یہ ہے کہ ماضی کے معاملہ کو برقرار رکھتے ہوئے کراہت باقی رہتی ہے اور اس کے ختم ہونے کا بھی احتمال ہے کیونکہ شیطان اس جگہ اس لئے مانوس تھا کہ وہاں بے پردگی وغیرہ کے معاملات ہوتے تھے، اور پہلی بات زیادہ درست ہے اور اگر وہاں پانی نہ بہایا گیا ہو اور نہ اسے استعمال کیا گیا ہو تو زیادہ درست کراہت کا نہ ہونا ہے کیونکہ حمام "حیم" سے مشتق ہے اور وہ گرم پانی کو کہتے ہیں اور وہ وہاں نہیں پایا گیا۔ اور اسی پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہے کہ اگر کسی گھر کو حمام کی شکل پر رہنے کے لئے بنایا گیا تو اس میں بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔

(داوی کے درمیان میں) یعنی زمین کی پست جگہ میں کیونکہ غالباً ایسی جگہ نجاست پر مشتمل ہوتی ہے جو سیلاب اس کے طرف اٹھالے آتا ہے یا اس میں پھینکی جاتی ہے۔

(اولیٰ اور نکر یاں ہانڈھنے کی جگہ) اسی طرح "خزانہ سمرقندیہ" کے حوالے سے شیخ اسماعیل کی کتاب "الاحکام" میں موجود ہے پھر ملقط کے حوالے سے منقول ہے کہ بے شک بکریوں کے باڑے میں نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ نجاست سے دور ہو۔ اور "حلیہ" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا لِي مَرَاتِحِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَحْطَانِ الْبَيْلِ)) (ترجمہ: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو) اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو داؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اونٹ "ہانڈھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ((لَا تُصَلُّوا لِي مَرَاتِحِ الْبَيْلِ فَإِنَّهَا مِنْ الشَّيَاطِينِ)) (ترجمہ: اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو کہ بے شک وہ شیاطین سے ہیں۔) اور بکریوں کے باڑے میں نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَرَكَهٍ)) (ان میں نماز پڑھ لو پس بے شک وہ برکت سے

تخلیق کی گئی ہیں) اس حدیث پاک کو امام مسلم مختصر روایت کیا۔

اور "معاظن اہل" سے مراد ان کی جائے اقامت ہے پھر یہ پانی کے گرد ان کے بیٹھنے کی جگہ پر کثیر الاستعمال ہو گیا۔ اور اولی ممانعت کا مطلق ہونا ہی ہے جیسا کہ وہ حدیث کے ظاہر سے بھی مفہوم ہے۔ اور "مرايض الغنم" سے مراد بکریوں کے رات گزارنے کی جگہ ہے۔ اور اونٹوں کا شیاطین سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی صفت پر تخلیق کئے گئے ہیں جو صفت ان کو بدکنے اور تکلیف دینے سے مشابہت دیتی ہے تو نمازی اس بات سے امن میں نہیں ہے کہ اونٹ ہد کے اور اس کی نماز ٹوٹ جائے۔ جیسا کہ بعض شواہخ اس بات کے قائلین ہیں یعنی پس اس کا دل مشغول رہے گا خصوصاً حالت سجدہ میں اور اسی سے بکریوں کا معاملہ جدا ہو گیا۔ اور اس تعلیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں کے پاؤں کے پاک ہونے کی صورت میں ان کی عدم موجودگی میں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

(رد المحتار علی الدرعی، کتاب الصلاة، ج 1، ص 379، 380، دار الفکر بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس السہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

(قبرستان میں نماز صحیح نہیں ہے) بلا عذر فرض ہو یا نفل علاوہ نماز جنازہ کے اور دو قبروں کا ہونا ضرر نہیں دیتا اور نہ وہ جو کہ گھر میں مدفون ہو۔ (اور حش میں بھی نماز نہیں ہوتی) اور حش بیت الخلاء کو کہتے ہیں (اور نہ ہی حمام میں نماز صحیح ہوتی ہے) اس کے اندرون و بیرون دونوں حصوں میں اور اس تمام میں جو بیچ میں حمام کے تابع ہوتا ہے (اور اونٹوں کے پاؤں کے بیچ میں نماز صحیح نہیں ہوتی اور نہ ہی غصب کی ہوئی جگہ میں نماز صحیح ہوتی ہے) اور نہ ہی مذبح خانہ، کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ اور راستہ کے بیچ میں ہوتی ہے (اور نہ ہی ان کی چھتوں میں) یعنی ان جگہوں کی چھتوں پر اور نہ ہر کی چھت پر اور ان مذکورہ جگہوں میں ممانعت امر تعہدی ہے، اس حدیث کی بنا پر جو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔ (اور ان چیزوں کی طرف رخ کر کے نماز صحیح ہے) کراہت کے ساتھ اگر کوئی شے حائل نہ ہو..... (کہہ معظمہ کے اندر اور اس کی چھت پر فرض نماز صحیح نہیں ہوتی)۔

(الروض المرعی، باب شروط الصلاة، ج 1، ص 80، دار الوفاء موسسة الرسال، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی (متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

ان جگہوں کے بارے میں کلام کہ جن میں نماز پڑھنے کے بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) اندنغ خانہ میں (3) راستہ کے بیچ میں (4) وادی کے درمیان میں (5) حمام میں (6) اونٹ پر چڑھنے کی جگہ میں (7) ابریت اللہ کی چھت پر۔ اور وادی کے درمیان کی بجائے قبرستان کے الفاظ بھی منقول ہیں۔ بہر حال کوڑا پھینکنے کی جگہ اور اندنغ خانہ تو ان دونوں جگہوں میں ممانعت جگہ کی نجاست کی بنا پر ہے پس اگر اس پر پاک کپڑا یا بچھونا بچھا دیا جائے تو ممانعت کی دو جگہیں ہیں: ایک یہ کہ راستوں میں نجاست کا غلبہ ہونا اور دوسرا یہ کہ بے شک لوگوں کا گزرنا اسے نماز سے عاقل کرے گا۔ تہہ میں فرمایا اس بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ اس کی علت کیا ہے اور اسی پر راستوں کے قرب میں موجود برنگوں میں نماز پڑھنے کی بنا ہوگی اگر ہم ممانعت کے پہلی وجہ کی بنا پر ہونے کا قول کریں تو وہ ان جگہوں میں بھی ثابت ہوگی اور اگر دوسری وجہ کی بنا پر ممانعت کا قول کریں تو پھر نہیں۔

اور سرکوں میں نجاستوں کے غلبہ کے باوجود نماز پڑھنے کے بارے میں دو قول ہیں، جنہیں ہم نے "باب الاجتہاد" میں ذکر کیا ہے، اصل اور تالیف کے مابین تعارض کی بنا پر تو اگر ہم اسے صحیح قرار دیں تو ممانعت تنزیہی ہے وگرنہ تحریمی تو اگر اس نے کوئی پاک شے بچھا دی تو یقینی طور پر نماز صحیح ہے اور شغل کے سبب کراہت باقی رہے گی۔ بہر حال وادی کے درمیان میں نماز پڑھنا تو اس میں ممانعت کا سبب سیلاب کا خوف ہے جو نماز کے خشوع کو سلب کرنے والا ہے تو اگر وہاں سیلاب متوقع نہ ہو تو عدم کراہت کا کہنا جائز ہے اور ظاہری ممانعت کی پیروی کرنا بھی جائز ہے۔

حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے سبب کے حوالے سے علما کا اختلاف ہے، بعض علماء اس کے سبب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں نجاستوں اور گندگی کی کثرت ہوتی ہے تو اس پر نجاست کے چھیننے پڑ جانے کا خوف ہے اور بعض علماء کہتے ہیں بلکہ اس کا سبب ہے کہ یہ شیطان کا ٹھکانہ ہے پس وہاں نماز نہ پڑھی جائے گی۔ اور "سلخ" یعنی حمام میں کپڑے اتارنے کی جگہ کے بارے میں دو صورتیں ہیں جو ان دونوں پر مبنی ہیں تو اگر ہم پہلی وجہ کا قول کریں تو اس میں نماز پڑھنا برائے نہیں ہے اور اگر ہم دوسری وجہ کا قول کریں تو پھر کروہ ہے، اور اسی طرح لوگوں کا داخل ہونا بھی اسے عاقل کرے گا اور یہ وجہ زیادہ ظاہر ہے اور اگر جگہ کی پاکیزگی کا حکم ہو تو نماز "سلخ" وغیرہ میں صحیح ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔ بہر حال کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا تو اس کا حکم "استقبال قبلہ" کے باب میں گزر چکا ہے۔

بہر حال اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا تو امام شافعی رحمہ اللہ اس کی تفسیر ان جگہوں سے کی ہے کہ جن کی طرف پیاسے اونٹ بائیں ہوتے ہیں تو جب دو جمع ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول

سے مراد ہے "گھاٹ کے ابتدائی حصہ میں ان کے جمع ہونے کی جگہ۔"

اور اس میں ممانعت نجاستوں کی جگہ ہونے کی بنا پر نہیں ہے کیونکہ بکریوں کے پاڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان میں نجاست کا معاملہ مختلف نہیں۔ مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إنا انزلناكم الصلاة واتم في مواضع الغنم فصلوا فيها فاتها سكينه وبركة وإنا انزلناكم واتم في أعطان الإبل فأخرجوا منها وصلوا فاتها جن خلقت من جن ألا ترى إنا نفرت كيف تشتموا بانفها)) (ترجمہ: جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم بکریوں کے پاڑے میں ہو تو اس میں نماز پڑھو پس بے شک وہ اطمینان والی اور برکت والی جگہ ہے اور جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم اونٹوں کے پاڑے میں ہو تو تم وہاں سے نکل جاؤ اور نماز پڑھو پس بے شک وہ جن ہیں جو جنوں سے تخلیق کئے گئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے جب وہ بدکتے ہیں تو کیسے تکبر سے ناک چڑھاتے ہیں۔

اور ان دونوں میں فرق دو وجہوں سے ہے:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بے شک وہ جنات سے تخلیق کئے گئے ہیں اور جنوں اور شیاطین کے ٹھکانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أخرجوا من هذا الوادي فان فيه شيطانا)) (ترجمہ: اس وادی سے نکلو پس بے شک اس میں شیطان ہے۔)

(۲) اونٹ کے بدکنے کا خوف ہوگا اور یہ اس کے خشوع کو باطل کرے گا اور یہ بات بکریوں میں نہیں پائی جاتی اور بکریوں کا پاڑا وہ ان کے رات رہنے کی جگہ ہے اور کبھی بکریوں کے پاڑے میں وہ صورت سامنے آتی ہے جو اونٹوں کے پاڑے میں آتی ہے اور دونوں کا حکم ایک ہے۔

اور اونٹوں کے رات رہنے کی جگہ اس جگہ کی طرح ہے کہ جسے "عطن" سے تعبیر کیا گیا ہے اس بات کی طرف نظر کرنے ہوئے کہ یہ جنوں سے تخلیق کئے گئے ہیں اور اسی طرح گھاٹ کے شروع میں جو ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے وہاں ان کے آنے جانے کے رش کی بنا پر بدکنے کا خوف زیادہ ہے لہذا کراہیت اس میں زیادہ ہوگی اور پاڑہ اور اونٹ بائیں طرف ہونے کی جگہ میں سے ہر ایک اگر پیشاپ اور گوبر کی بنا پر نجس ہو تو وہاں نماز جائز نہیں ہے اور اگر دونوں جگہیں پاک ہوں تو دونوں میں کراہت کا حکم مختلف ہونے باوجود نماز صحیح ہے اور امام احمد فرماتے ہیں: پاڑے میں نماز کسی صورت صحیح نہیں ہے۔

بہر حال قبرستان میں ہر حالت میں نماز مکروہ ہے،

مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام)) (ترجمہ: قبرستان اور حمام کے علاوہ تمام کی تمام زمین مسجد ہے) پھر اگر قبرستان نیا ہے کہ جس میں قبروں کو نہ کھودا گیا ہو یا اس کی

کھدائی پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے، اس میں امام احمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے اور اگر وہ قبرستان میں نماز پڑھے اور جانتا ہو کہ نماز کی جگہ میں قبر کی کھدی ہوئی ہے تو نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ میں مردوں کی پیپ ٹلی ہوگی اور اگر اسے قبر کی کھدائی میں شک ہو تو اس مسئلہ کی نظائر پر غور کرتے ہوئے اس بارے میں دو قول ہیں: ان دونوں میں زیادہ ظاہر قول جواز ہے کیونکہ اصل طہارت ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور دوسرا قول منع کا ہے کیونکہ قبرستان میں قبروں کی کھدائی کا ہونا ہی غالب ہے اور ابواصلح رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ اور نماز میں قبروں کی جانب رخ کرنا مکروہ ہے کیونکہ مروی ہے: ((أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَهَىٰ أَنْ تَتَخَذَ الْقُبُورَ مَحَارِبَ")) (ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کو محراب بنانے سے منع فرمایا ہے)، یہ ان نجاسات کے متعلق مکمل کلام ہے کہ جن میں معافی اور عذر کی جائیں۔

(فتح المعری، کتاب الطہارۃ، ج 4، ص 36، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی دو حالتیں ہیں: یہ کہ وہ کھلی فضا کی جانب رخ کئے ہوئے ہو اس طرح کہ اس کے سامنے کوئی سترہ نہ ہو جس کی طرف وہ منہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ نمازی کے لیے بیت اللہ کے کسی حصہ کی جانب رخ کرنا ضروری ہے اور جس حالت پر وہ ہے اس صورت میں وہ کعبہ کے کسی حصہ کو رخ کئے ہوئے نہیں ہے۔ اور داؤد بن حسین بواسطہ نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے: "(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔"

اور دوسری حالت یہ ہے کہ نمازی کے آگے کوئی سترہ ہو جس کی جانب وہ رخ کئے ہوئے ہو تو پھر اس کی تین صورتوں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ سترہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ متصل بنایا گیا ہو تو اس کی نماز جائز ہے کیونکہ اس نے کعبہ کے کچھ حصہ کی جانب رخ کیا ہوا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نہ وہاں تعمیر کیا گیا ہو نہ کعبہ کی دیوار سے متصل ہو، (بلکہ) وہ صرف چند پتھروں کا مجموعہ ہو یا کوئی لکڑی ہو تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے اس چیز کی جانب رخ کیا ہے کہ جو بیت اللہ سے آگے بڑھی ہوئی ہے اور اس نے کعبہ کی عمارت کی جانب رخ نہیں کیا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ وہ سترہ گاڑا گیا ہو جیسا کہ لکڑی کو گاڑا جاتا ہے یا جیسا کہ نیزہ کو گاڑا جاتا ہے تو اس کی نماز کے بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ جائز ہے جیسا کہ تعمیر شدہ سترہ والے صورت میں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز باطل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نمازی نے اس چیز کی جانب رخ کیا ہے کہ جو بیت اللہ میں سے نہیں ہے اور نہ اس سے متصل ہے۔

(الحدادی الکبیر، ج 2، ص 207، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"اور وہ جگہیں کہ جن میں نماز ادا کی جاسکتی ہے پس بے شک علما میں سے بعض نے ہر اس جگہ میں نماز کی اجازت دی کہ جس میں نجاست نہ ہو اور بعض نے سات جگہوں کا استثنا کیا: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔" اور ان میں سے بعض نے صرف قبرستان کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض قبرستان اور حمام کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض نے ان ممنوعہ جگہوں میں نماز کو مکروہ قرار دیا ہے اور باطل قرار نہیں دیا اور یہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت ہے اور تحقیق ان سے جواز بھی مروی ہے اور یہ ابن القاسم کی روایت ہے۔ اور ان علماء کے اختلاف کا سبب احادیث کے ظاہر کا تعارض ہے اور یہ یوں ہے کہ اس مقام پر دو حدیثیں ہیں کہ جن پر اتفاق ہے اور دو احادیث بارے میں اختلاف ہے۔

پس وہ احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے تو وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: مجھے وہ پانچ چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہ کی گئیں اور ان میں یہ بھی ذکر فرمایا: ((وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا، وَطَهْرًا، فَأَيْنَمَا أَذْكَتُنِي الصَّلَاةُ صَلَّى)) (ترجمہ: اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا تو جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہو جاتا ہے میں نماز ادا کر لیتا ہوں) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اجْعَلُوا مِن صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَبْخُذُوا قُبُورًا)) (ترجمہ: اپنی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ) بہر حال وہ دو احادیث کہ جن پر اتفاق نہیں ہے تو ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو یوں مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔" امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ اور دوسری وہ ہے کہ جو یوں مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تَصَلُّوا فِي أُعْطَانِ الْبُهَيْلِ)) (ترجمہ: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو) تو علما ان احادیث کے حوالے سے تین مذاہب ہیں: ان میں ایک مذہب ترجیح دینا ہے۔ اور دوسرا مذہب بنا ہے یعنی خاص کی عام پر بنا کرنا۔ اور تیسرا مذہب جمع ہے۔

پس وہ جنہوں نے مذہب ترجیح دینا کو اختیار کیا ہے تو انہوں نے حدیث مشہور کو لیا ہے اور وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا)) (ترجمہ: میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے) اور ان

حضرات نے فرمایا کہ یہ حدیث دوسری احادیث کے لئے ناسخ ہے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ہیں اور فضائل کا نسخ جائز نہیں ہے۔ اور جنہوں نے خاص کی عام پر بنا کرنے کے مذہب کو اختیار کیا ہے تو وہ کہتے ہیں: حدیث اباحت عام ہے اور ممانعت کی حدیث خاص ہے تو واجب ہے کہ خاص کی عام پر بنا کی جائے تو ان میں سے بعض نے سات جگہوں کا استثنا کیا ہے اور بعض نے حمام اور قبرستان کا استثنا کیا ہے اور کہا کہ یہی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان دونوں جگہوں کی علیحدہ علیحدہ ممانعت مروی ہے۔ اور ان میں بعض نے سابقہ حدیث کی بنا پر صرف قبرستان کا استثنا کیا ہے۔ بہر حال جنہوں نے مذہب جمع کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے عام سے خاص کا استثنا نہیں کیا ہے پس انہوں نے کہا کہ احادیث نبوی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا اور پہلی احادیث جواز پر محمول ہیں۔

(بدایۃ المجتہد، الباب السادس الموضع اثنی عشر فیہا، ج 1، ص 125، 126، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر 254

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَعْطَانِ الْإِبِلِ
(بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھو۔

حدیث: ابو کریب نے بھی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی شکل روایت کی ہے۔

اور اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء، حضرت برة بن معبد الجعفی، حضرت عبد اللہ بن مفضل، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ہمارے اصحاب اسی پر عامل ہیں اور امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں اور ابو حصین کی بواسطہ ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث غریب ہے۔ اس حدیث پاک کو اسرائیل نے بواسطہ ابو حصین اور ابو صالح، ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو مرفوع روایت نہ کیا۔ اور ابو حصین کا نام "عثمان بن الاعم الاسدی" ہے۔

348- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عِيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ، عَنْ ابْنِ سَبْرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَلَا تَصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ

349- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عِيَّاشٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، أَوْ بِتَخْوِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبُدِ الْجَعْفَنِيِّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ، وَانْتِ عُمَرُو أَنَسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، وَ حَدِيثُ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَرَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعَهُ، "وَاسْمُ أَبِي حَصِينٍ: عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ

الأسديُّ

350- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بکریوں کے باڑے میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

يَخْيِي بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن

صحیح ہے۔ اور (سند میں موجود) ابو التیاح الضبی کا نام

الضُّبَيْعِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، قَالَ أَبُو

عيسى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو التَّيَّاحِ

الضُّبَيْعِيُّ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ

یزید بن حمید ہے۔

ترجمہ حدیث 348: (سنن ابن ماجہ، کتاب القلۃ والصلوۃ والسنۃ فیہا، باب الصلوۃ فی اعطان الابل، حدیث 768، ج 1، ص 252، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 349:

ترجمہ حدیث 350: (بالفاظ اردی فی صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی مزابض الغنم، حدیث 429، ج 1، ص 94، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب بناء المسجد

النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث 524، ج 1، ص 374، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی بناء المسجد، حدیث 453، ج 1، ص 123، المکتبۃ

العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

((بکریوں کے پاڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے پاڑے میں نماز نہ پڑھو)) اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ دونوں جگہوں میں طہارت اور نجاست کے اعتبار سے فرق ہے، کیونکہ اس بارے میں علما کے دو اقوال ہیں: نیا تو وہ تمام جانوروں کے پیشاپ کی نجاست کے قائل ہیں یا پھر جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے پیشاپ کی طہارت کے قائل ہیں۔ اور بکری اور اونٹ فریقین کے نزدیک دونوں اقوال کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اونٹوں کے پاڑے میں نماز کی ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ اونٹوں میں بدکنے کا معاملہ ہوتا ہے جس سے نمازی کے روندے جانے کا خوف ہے جبکہ وہ ان کی موجودگی میں نماز پڑھے یا پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اس بات کا بکریوں میں کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ ان میں سکون ہوتا ہے اور بدکنے کی کمی ہوتی ہے۔

(معالم السنن، سنن باب الوضوء من مس لم ائنی، ج 1، ص 87، المطبعہ العلمیہ، حلب)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((بکریوں کے پاڑے میں نماز پڑھو)) یعنی بوقت ضرورت جائے نماز پر اور یہ مزہب کی جمع ہے اور وہ بکریوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ((اور اونٹوں کے پاڑے میں نماز ادا نہ کرو)) اور ان دونوں میں فرق کرنے والی بات یہ ہے کہ بے شک اونٹ میں بدکننا زیادہ پایا جاتا ہے لہذا نمازی اونٹوں کے پاڑے میں بے خوف نہیں ہوگا یعنی اس بات سے کہ اونٹ بدکیں اور اس کی نماز کو توڑ دیں یا اس کے دل کو تشویش میں مبتلا کریں لہذا اونٹ نماز میں خشوع کے مانع ہوں گے جبکہ بکریوں کا معاملہ مختلف ہے۔

علامہ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اسی کی طرف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا: ((لَا تَعْلَمُوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِينِ)) (اونٹوں کے پاڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ وہ شیاطین سے تخلیق کئے گئے ہیں) اور ابن حبان نے اس حدیث پاک کی یہ تاویل کی کہ اونٹ شیاطین کے ساتھ تخلیق کئے گئے ہیں، ورنہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر وتر ادا نہ فرماتے تو صحیح علت ان کا بدکننا ہے جو نماز کے ٹوٹنے اور خشوع سے رکاوٹ کی طرف لے جانے والا ہے نہ کہ ان کا شیاطین سے تخلیق ہونا یعنی ان کے پانی سے تخلیق ہونا۔

اور اونٹوں کی قید سے بکریاں خارج ہو گئیں لہذا ان کے نزدیک نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ان کا بدکننا نماز کے خشوع کو خراب نہیں کرتا کیونکہ وہ اطمینان والی ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر وارد ہوا کہ ((مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَى الْفَتَمَةَ)) (ترجمہ: کوئی بھی

نہی ایسا نہیں کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں) اور امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا أَدْرَكْتُمُ الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ فِي مَرَاجِعِ الْغَنَمِ فَصَلُّوا فَإِنَّهَا سَيَحْتَمِلُ وَبَرَكَتُهُ وَإِذَا أَدْرَكْتُمُ الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ فِي أَعْطَانِ الْبُهْلِ فَأَعْرِجُوا مِنْهَا فَصَلُّوا فَإِنَّهَا جَنٌّ مِنْ جِنِّ حُلَيْقَتْ أَلَا تَرَوْنَ أَنَّهَا إِذَا نَفَرَتْ كَهَيْفَ تَشْتَمُّ بِأَنْفِهَا)) (ترجمہ: جب تم بکریوں کے باڑے میں نماز کا وقت پاؤ تو نماز پڑھ لو کیونکہ وہ الطمینان والی اور برکت والی ہیں اور جب تم نماز کے وقت کو اونٹوں کے باڑے میں پاؤ تو وہاں سے نکل کر نماز پڑھو کیونکہ وہ جن ہیں اور جنوں سے ہی تخلیق کئے گئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بدکتے ہیں تو وہ کیسے تکبر سے ناک چڑھاتے ہیں)

اور ساری شیطانی جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور انہیں میں سے وہ وادی بھی ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کی بنا پر نماز فجر نہ پڑھ پائے جیسا کہ وہ حدیث گزر چکی۔ اور انہیں جگہوں میں ہر وہ جگہ شامل ہے جہاں اللہ عزوجل کا غضب نازل ہوا ہو جیسا کہ ارض مشودہ، اور بابل اور قوم لوط کے گھر اور وادی محسر اس بنیاد پر کہ ان جگہوں پر اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوا ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں: اگر اس نے (ان جگہوں میں سے کسی جگہ) نماز پڑھی اور جگہ پاک ہو تو اکثر کے نزدیک نماز صحیح ہے اور بکریوں کے مالک ان کے باڑوں کو پاک رکھتے ہیں تو اس بنا پر ان میں نماز پڑھنا مباح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(مرآۃ المفاتیح، باب المساجد وما فیہا من الصلاۃ، ج 2، ص 218، دار الفکر، بیروت)

اونٹوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

جمہور علمائے اونٹوں کے باڑے میں نماز کی کراہت کو اختیار کیا ہے۔ اور احناف نے کراہت کے حوالے سے گایوں کو بھی اونٹوں کے ساتھ لائق کیا ہے۔ اور مالکیہ اور شوافع کہتے ہیں: بے شک گایوں کے باڑے میں نماز کے جواز کے حوالے سے وہ بکریوں کی طرح ہی ہیں۔ اور حنابلہ نے اونٹوں کے باڑے میں نماز کی عدم صحت کو اختیار کیا ہے اور ان کا باڑا وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ رہتے اور پناہ حاصل کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے چلنے میں جو ان کے رکنے کی جگہیں ہوتی ہیں تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(رد المحتار للحنبل، ج 1، ص 254، جامعۃ المدینۃ العلمیۃ، ج 1، ص 188، مفتی الرحمن اللعالمی، ج 1، ص 203، کتاب النوازل، ج 1، ص 294)

بکریوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

جمہور فقہاء (احناف، شوافع اور حنابلہ) بکریوں کے باڑے میں نماز کو مباح قرار دیتے ہیں جبکہ نجاست سے امن ہو، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ: (أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلِّي فِي مَرَابِضِ

الْقَتْمِ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ نَأْصَلِي فِي مَهْرِكِ الْإِدْبِلِ؟ قَالَ لَا)) (ترجمہ: بے شک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں) اور احناف کے نزدیک نماز بکریوں کے باڑے میں جائز ہے جبکہ حالتِ ضرورت میں کسی کپڑے کے اوپر ادا کی جائے یا جب بکریوں کے مالک ان کے باڑوں کو پاک رکھتے ہوں تو اس بنا پر ان میں نماز مباح ہے۔ اور فرماتے ہیں: بکریوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ نجاست سے دور ہو۔

اور شواہح کہتے ہیں: جب وہ اونٹوں یا بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرے اور ان کے پیشاب یا ان کی بیچنیوں وغیرہ نجاستوں میں کسی سے مس ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی پاک چیز بچھا کر اس پر نماز پڑھے یا وہاں کسی پاک جگہ میں نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن اونٹوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے اور بکریوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے اور کراہتِ نجاست کے سبب نہیں ہے پس وہ دونوں پیشاب اور بیچنی کی نجاست کے حوالے سے برابر ہیں، اونٹوں کے باڑے میں کراہت کے سبب صرف ان کے بدکنے کا خوف ہے جبکہ بکریوں کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ اطمینان والی ہوتی ہیں۔ اور مالک نے بکریوں اور گایوں کے باڑے میں بغیر کسی شے بچھائے ان کے گوبر کی طہارت کی بنا پر نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

(حاشیہ المطاوی علی المراقی للحدیث، ص 196، 197 ☆ روائع الصحیحہ، ج 1، ص 254 ☆ المجموع للفاضلہ، ج 2، ص 160، 161 ☆ روضۃ الطالبین للفاضلہ، ج 1، ص 278 ☆

المختصر للحدیث، ج 2، ص 67 ☆ الشرح الصغیر للمالکیہ، ج 1، ص 268)

باب نمبر 255

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الذَّائِبَةِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ
(جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرمایا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام بھیجا پس جب میں واپس آیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی جانب رخ کئے ہوئے نماز ادا فرما رہے تھے اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا) سجود، رکوع کی بہ نسبت پست تھا۔ اور اس باب میں حضرت انس، ابن عمر، ابو سعید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے۔ اور عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ہمیں اس بارے میں ان کا اختلاف معلوم نہیں۔ یہ حضرات اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص اپنی سواری پر نفل نماز سواری کے رخ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے خواہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف۔

351- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَجِئْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاجِلَيْهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالسُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ اخْتِلَافًا: لَا يَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ عَلَى رَاجِلَيْهِ تَطَوُّعًا حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرِهَا

ترجمہ حدیث 350: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلة حیث کان۔۔۔ حدیث 400، ج 1، ص 89، دار طوق النہار، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلة)

الراضة، حدیث 1227، ج 2، ص 9، المكتبة المصرية، بیروت)

سواری پر نفل نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سرقندی حنفی (متوفی 540ھ) فرماتے ہیں:

”سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے سوار مسافر ہو یا نہ ہو ہاں مگر شہر سے باہر ہو اگر چہ اترنے پر قادر ہو اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔“

(توضیح، فصل فی اصلاح اہل المرحلۃ، ج 1، ص 154، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر القرعانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

”جو شہر سے باہر ہو تو وہ اپنی سواری پر اشارے سے نفل پڑھے، خواہ اس کی سواری کسی بھی جانب متوجہ ہو حضرت سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((رأیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی حمار وهو

متوجہ الی محصور یومئذ یمان)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز گوش پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

خیبر کی جانب متوجہ ہو کر اشارہ سے نماز پڑھتے تھے۔) اور کیونکہ نوافل کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہوتے تو اگر ہم سواری سے

نیچے اترنا اور قبلہ کی جانب رخ کرنا لازمی قرار دیں تو اس کی نفل نماز منقطع ہو جائے گی یا اس سے قافلہ چھوٹ جائے گا۔ بہر حال

فرائض تو وہ ایک خاص وقت کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور سنن و رواجہ نوافل کے حکم میں ہیں۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے

مردی ہے کہ نمازی سنت فجر کے لئے سواری سے اترے گا کیونکہ وہ ساری سنتوں سے زیادہ مؤکد ہے اور شہر سے باہر ہونے کی

قید سفر کی شرط ہونے نفی کرتی ہے اور اسی طرح شہر میں نماز کے جواز کی نفی کرتی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مردی ہے کہ شہر

میں بھی جائز ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کی وجہ یہ ہے کہ نص شہر سے باہر کے حوالہ سے وارد ہوئی ہے اور شہر سے باہر سواری کی حاجت

بھی اغلب ہے۔“

(بدایہ، صلاۃ النفل علی الدلیلہ، ج 1، ص 70، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

(اور اسے سواری پر نفل پڑھنے کی اجازت ہے اس طریقہ پر جو ہم نے صلاۃ الخوف میں بیان کیا ہے) طویل سفر میں

سواری پر نفل نماز پڑھنے کے مباح ہونے میں اہل علم کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جمہور

اہل علم کا موقف ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: علما کا اس بات پر اجماع ہے ہر وہ شخص جو ایسا سفر کرے کہ جس میں نماز قصر

ہوتی ہو تو اسے اپنی سواری پر جہاں اس کی رخ ہو نماز پڑھنے کی اجازت ہے وہ رکوع و سجود کا اشارہ کرے، سجدہ کے اشارہ کو رکوع کی بہ نسبت پست کرے۔ بہر حال وہ چھوٹا سفر کہ جس میں قصر جائز نہیں تو اس میں ہمارے امام صاحب اور لیف اور حسن بن جی، اوزاعی، شافعی اور اصحاب رائے کے ہاں سواری پر نماز جائز ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں: یہ صرف طویل سفر میں جائز ہے کیونکہ یہ سفر کی رخصت ہے تو طویل سفر کے ساتھ شخص ہے جیسا کہ نماز کا قصر کرنا۔ اور ہماری دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلِيْلَهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَتَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور پورب و محکم (مشرق و مغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو اور وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)۔ (پارہ 1، سورہ بقرہ، آیت 115) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((لَوَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ فِي التَّطَوُّعِ خَاصَّةً حَيْثُ تُوَجَّهَ بِكَ بِعِيْرِكَ)) (ترجمہ: یہ آیت کریمہ خاص نفل نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس سمت حیراؤنٹ متوجہ ہو۔) اور یہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کی بنا پر محل اختلاف کو بھی شامل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاجِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ يُوْرِدُ بِرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْعَلُهُ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کی پیٹھ پر جس طرف اس کا رخ ہوتا اشارہ سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی یوں ہی کیا کرتے تھے) متفق علیہا۔ اور بخاری میں ہے کہ ((إِلَّا الْفَرَائِضَ)) (سوائے فرائض کے) اور مسلم و ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ((عُمَرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ)) (مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر فرض نماز ادا نہیں فرماتے تھے) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹے اور طویل سفر کے درمیان فرق نہیں فرمایا۔ اور اس لئے کہ سواری پر نماز پڑھنے کا مباح ہونا نفل میں تخفیف ہے تاکہ یہ اس کے انقطاع اور کمی کی جانب مودی نہ ہو اور اس میں چھوٹا اور بڑا سفر برابر ہے۔ اور قصر اور روزہ کی رخصت میں مشقت کی رعایت کی جاتی ہے اور یہ مشقت غالباً طویل سفر میں پائی جاتی ہے۔

(المصنف لابن قدامہ، التلوع علی الراس فی السفر، ج 1، ص 314، مکتبہ القاہرہ)

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"طویل اور چھوٹے سفر میں دو چیزیں جائز ہیں تیمم اور سواری پر نفل پڑھنا جدھر بھی اس کا رخ ہو۔"

(الماوردی الکبیر، مسئلہ ج 1، ص 266، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

بدونہ میں ہے:

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا: اپنی سواری پر نفل نماز نہ پڑھے مگر وہ شخص جو ایسا مسافر ہو کہ جس کے لئے نماز میں قصر کرنا جائز ہے تو جو ایک فرسخ یا دو فرسخ یا تین فرسخ کے فاصلہ کے لئے نکلا تو وہ اپنی سواری پر نفل نماز نہ پڑھے..... اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دن ہو یا رات نمازی حالت سفر میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے جدھر بھی سواری کا رخ ہو۔

(الردن، اصلاحی، ج 1، ص 174، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سواری پر فرض نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

"محیط میں ہے کہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ سواری پر بغیر عذر کے پڑھنا جائز ہے کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور سواری پر واجبات اور فرائض کی ادائیگی بلا عذر جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ وتر سنت ہے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر رات میں بلا عذر نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وتر کا وقت ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری سے اتر کر زمین پر وتر ادا فرماتے، اہ۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم کے نزدیک بالاتفاق بلا عذر وتر کی نماز بیٹھ کر اور سوار ہو کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔"

(المحررات، باب الوتر والنوافل، ج 2، ص 41، دارالکتب الاسلامیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جو جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سنت فجر و تمام واجبات جیسے وتر و نذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدہ تلاوت جب کہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کر سکتا اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو ان سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو قبلہ رکھ کر کے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔"

(بہار شریعت، ص 4، ج 4، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوافع کا موقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجونی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"فرائض سواری پر ادا نہیں کئے جائیں گے اگرچہ سواری کھڑی ہوئی ہو اور نمازی قبلہ کی جانب رخ کئے ہوئے ہو اور نماز کے تمام ارکان پر قادر ہو اور اگر وہ بندھے ہوئے اونٹ کی پیٹھ پر ہو تو بھی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ فرض پڑھنے والے کو اپنی نماز

(لہجہ اہلباب، باب احتیال القلہ، ج 2، ص 26، 74، مطبوعہ دارالمنہاج)

میں زمین پر ٹھہراؤ کا حکم ہے یا جو اس کے معنی میں ہو۔"

مالک کا موقف:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر القاسمی مالکی (متوفی 737) فرماتے ہیں:

"نمازی کے لئے سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس طرف سواری کا رخ ہو، اسی طرح وتر بھی ادا کر سکتا ہے اور پانچ فرض نمازوں کو زمین پر ہی ادا کرے یا کشتی میں کھڑے ہو کر ادا کرے، ہاں مگر یہ کہ سواری پر نماز پڑھنے کی کوئی ایسی ضرورت شرعیہ پیش آجائے جیسا کہ وہ جگہ خوفناک ہو یا وہ ایسا مریض ہو حتیٰ کہ اگر وہ زمین پر اترے تو وہ جب بھی اشارہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ سواری پر ہی نماز ادا کر لے اور نیچے نہ اترے لیکن وہ سجدہ کا اشارہ زمین کی جانب کرے نہ کہ سواری کے کجاوے کی طرف پس اگر وہ (کجاوے کی جانب) اشارہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ اور اسی طرح سواری پر غیر قبلہ کی جانب نماز فرض کی تحریمہ باندھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ مریض ہو حتیٰ کہ وہ قبلہ کی جانب منہ کرے اور اس کی سواری رکی رہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کھل کر لے اگر اس کے سفر کا راستہ غیر قبلہ کی جانب ہو۔"

(المدخل لابن الحاج، ملاء العلاء، علی الرامد فی السفر، ج 4، ص 51، 52، دارالتراتی، بیروت)

حتا بلہ کا موقف:

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی حنبلی (متوفی 772ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ خرقی رحمہ اللہ نے جو ذکر کیا اس کے مطابق فرض نماز میں قیام کرنا واجب و ضروری ہے لہذا بیٹھ کر اور سواری پر نماز پڑھنے والے کی نماز بلا عذر صحیح نہیں ہے۔"

(شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی، کیمیۃ الصلاۃ علی طبیعت، ج 2، ص 316، مطبوعہ دارالمنہاج)

چلتی رمل گاڑی اور بس پر نماز کا حکم

فرض، وتر، فجر کی سنتیں چلتی گاڑی پر نہیں پڑھ سکتے، اگر گاڑی نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے بعد میں جب اترے تو اعادہ کر لے۔

تنویر الابصار میں ہے: "ولو صلی علی دابة فی محمل وهو یقدر علی النزول لا تحوز الصلاة علیها۔۔۔ واما الصلاة علی العجلة ان كان طرف العجلة علی الدابة وهي تسیر او لا فهي صلاة علی الدابة" ترجمہ: اگر وہ سواری کے کجاوے پر نماز پڑھے اور اترنے پر قادر ہو تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اور بہر حال اگر وہ قبلہ کی طرف چلے گا تو اگر اس کی ایک طرف جانور ہو اور وہ چل رہا ہو یا نہ چل رہا ہو تو یہ بھی جانور پر نماز پڑھنا ہی کہلائے گا۔

امام اہلسنت مجددین وملت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتی ہے، پڑھ لے پھر بعد میں استقرا عاودہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرا بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے اتصال قرار ہو، ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، ولہذا ادابہ (جانور) پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دل بہ تابع زمین نہیں، ولہذا گاڑی پر جس کا کواہیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرا نہ ہو ایک حصہ تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترتا میٹر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند تحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ہو مگر پانی پر ہوزمین تک نہ پہنچی ہو اور کنارے پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی اس کا استقرا پانی پر ہے اور پانی زمین سے اتصال قرار نہیں جب استقرا کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرا زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو چھوڑنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرا ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول صحیح نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے گاڑی استقرا پانی پر ہو گا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر و وقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من حجۃ العباد ہو اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع عاودہ کرے۔"

دُر مختار میں ہے: الوصلی علی دابة فی شق محمل وهو یقدر علی النزول بنفسه لا تحوز الصلاة علیہ

اذا کانت واقفہ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحته خشبة واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وہی تسیرا ولا تسیر فہی صلاۃ علی الدابة فتحوز فی حالة العذر المذکور فی التبعہ لا فی غیرہا وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفہ لتعلیلہم بانہا کالسیریر هذا اکلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنة الفجر بشرط ایقافہا للقبلة ان امکنہ والا فبقدر الامکان لتلا یختلف بسیرہا لامکانہ اما فی السفل فتحوز علی المحمل والعجلة مطلقا۔ (اگر کسی نے کھڑے چار پائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی کی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ مال بردار گاڑی پر نماز کا تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اسکے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چار پائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر مال بردار گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہاء نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام لکھو

بذات خود و مفسد نماز ہے مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو، محض اتنا عذر کافی نہیں جو نزول سے مانع ہو بلکہ وہ طرز جو کھڑا کرنے سے مانع ہو، معتبر ہے، اب اگر تیل گاڑی کھلی طور پر زمین پر ہو اور جانور اسے رشتی کے ذریعے لے جا رہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چار پائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہذا اس صورت میں طرز کے بغیر نماز فاسد ہوگی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کر لیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت اس مفہوم کو قبول نہیں کرتی، اسے سمجھ لے اور اس پر قائم رہ۔)

نیز اسی میں فقہیت سے ہے: ہذا بناء علی ان اختلاف المكان مبطل مالم یکن لا صلاحا حھا۔ (یہاں بنا ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا نماز کو باطل کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو) اسی میں بحوالہ بحر الرائق فتاویٰ ظہیریہ سے ہے: ان جذبته الدابة حتى از الته عن موضع سجوده تفسداً اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔

اسی میں ہے: ظاہر مافی الهدایة وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولاً و صرح فی الايضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقھا بالدابة نہرو اختارہ فی المحيط والبدائع بحر وعزاه فی الامداد ایضاً الی مجمع الروایات عن المصنفی وحزم بہ فی نور الايضاح و علی ینبغی ان لا تحوز الصلاة فیھا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر و هذه المسألة الناس عنھا غافلون، شرح المنیة۔ ہدایہ وغیرہا سے ظاہر یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر مطلقاً نماز جائز ہے۔ یعنی خواہ وہ زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو۔ ایضاح میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی جبکہ اس سے اترنا ممکن ہو کہ اس کا حکم دابہ (جانور) کی طرح ہوگا، نہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور اہل اہل میں بھی ہے کہ اسے مجمع الروایات میں معنی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اور نور الايضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اسی بنا پر چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہئے جبکہ خشکی پر اترنا ممکن ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیة۔)

فتح القدیر میں ہے: فی الايضاح فان كانت موقوفة فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جائز لانھا اذا استقرت علی الارض فحکمھا حکم الارض فان كانت مربوطة و یمکنہ الخروج لم تحز الصلوة فیھا لانھا اذا لم تستقر فیھي کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانھا حیثئذ کالسریہ۔ ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے کھڑی ہو اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہو کر ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اس کا حکم زمین والا ہے اگر کشتی باندھی ہوئی ہو، اور اس سے نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ جب مستقل نہیں تو وہ چرپائے کی طرح ہے اسی بخلاف اس کے جب مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے۔

محیط امام سرخسی پھر تلاوی ہند یہ میں ہے: لوصلی فیہا فان کانت مشدودۃ علی الحد مستقرۃ علی الارض فصلی قائما اجزاء وان لم تکن مستقرۃ ویمکنہ الخروج عنہا لم تحز الصلاة فیہا اقول واطلاق التہدیب واجب الحمل علی هذه النصوص الصریحة المقیدة وکم له من نظیر کما صرح بہ الحکم الغفریہ واللہ اعلم (اگر کشتی مضبوط ہاندمی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو جائز ہوگی اور اگر مستقر نہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اہ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقیدہ نصوص پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ جم غفیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(نادی رضویہ، ج 6، ص 138-141، مکتبہ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب و سنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ جگہ یا میں ہو کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے لہذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہت العباد کوئی شرط یا رکوع مفقود ہو اُس کا یہی حکم ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 573، مکتبہ المدینہ، کراچی)

کشتی پر نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی فرماتے ہیں:

(چلتی کشتی میں فرض نماز بلا عذر پیشہ کر پڑھی تو صحیح ہے) غلبہ عجز کی بنا پر (اور برا کیا) اور صاحبین فرماتے ہیں: صحیح نہیں ہے مگر عذر کی صورت میں اور یہی زیادہ ظاہر ہے، برہان۔ (اور کنارے پر بندھی ہوئی کشتی وہ کنارے کی طرح ہے) صحیح قول کے مطابق (اور سمندر کے گہرے پانی میں بندھی ہوئی کشتی اگر ہوا سے شدید حرکت دیتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کی طرح ہے وگرنہ اگر کشتی کی طرح ہے اور نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنا لازم ہے اور کشتی جب جب گھومے تو قبلہ کی طرف ہونا جائے۔)

(در مختار، باب ملاقا الریض، ج 2، ص 101، دار الفکر، بیروت)

علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

"(اور شارح کا قول اور یہی زیادہ ظاہر ہے) اور "حلیہ" میں دلائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بے شک صاحبین کا قول زیادہ درست ہے تو یقینی طور پر جو حاوی قدسی میں ہے اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔"

(دلائل، باب صلاۃ الریض، ج 2، ص 25، ص 101، دار الفکر بیروت)

(کنارے پر بندھی ہوئی کشتی، کنارے کے حکم میں ہی ہے) تو بالاتفاق اس میں نماز جائز نہیں ہے اور ہدایہ وغیرہ کتب کے ظاہر سے مطلقاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے یعنی وہ کشتی زمین پر ٹھہری ہوئی ہو یا نہ ہو اور "ایضاح" میں دوسری صورت میں نماز کے ممنوع ہونے کی صراحت کی ہے جبکہ اس کے لئے نکلنا ممکن ہو اس کو جانور کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے۔ نہر۔ اور "محیط" اور "بدائع" میں اسی کو اختیار کیا۔ بحر۔ اور "امداد" میں اسے "مصنعی" کے حوالے سے "مجموع الروایات" کی طرف منسوب کیا اور اسی پر "نور الایضاح" میں جزم کیا۔ اور اسی بنا پر چلتی ہوئی کشتی میں خشکی میں نکلنے کے ممکن ہونے کے صورت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں، شرح المہدیہ۔ (رد المحتار، باب صلاۃ الریض، ج 2، ص 25، ص 101، دار الفکر بیروت)

شواہح کا موقوف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجونی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"کشتی میں نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ حرکت کرتی ہو جیسا کہ جانور اپنی سوار کے ساتھ حرکت کرتے ہیں تو زمین پر پانی زمین کی طرح ہی ہے اور کشتی زمین پر بچھائی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہیں۔ اور حیوان اگرچہ وہ بندھا ہوا ہو وہ زمین کے اجزاء میں سے شمار نہیں ہوتا۔ اور چلتی ہوئی کشتی میں نماز ادا کرنے کے حوالے سے رخصت کے ماخذ کو لیا جاتا ہے پس بے شک یہ حرکات کثیر افعال کے حکم میں ہیں لیکن جب سمندر میں سواری کرنا جائز ہے تو اس کے لئے نماز کے اوقات میں نماز سے عدول کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اکثر طور پر کشتی چلتی رہتی ہے اور اس کے باندھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا پس شریعت نے ان حرکات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔"

(نہایہ المطلب، باب استقبال القبۃ، ج 2، ص 74، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حنابلہ کا موقوف:

علامہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور قیام پر قادر شخص کے لئے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے) اور کشتی سے باہر نکلنے کی قدرت کے باوجود کشتی میں نماز ادا کرنے میں اختلاف ہے، اس میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے ٹھہراؤ کی حالت نہیں ہے جو سواری پر نماز پڑھنے کے مشابہ ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز صحیح ہے کیونکہ قیام وقوع اور رکوع وجود پر قدرت

حاصل ہوتی ہے تو یوں یہ زمین پر نماز پڑھنے کے مشابہ ہے اور اس معاملہ میں چلتی ہوئی کشتی اور رکی ہوئی کشتی اور مسافر اور محکم برابر ہیں اور یہی اصح ہے اور جب اسے نماز میں قیام پر قدرت حاصل ہو تو اس کا ترک جائز نہیں ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر، تو اگر قیام سے عاجز آجائے تو حدیث کی بنا پر نماز صحیح ہے۔

(الشرح الکبیر علی متن المصنوع، مسئلہ: فان لم یصلح، ج 2، ص 80، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ربیع مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

کتاب الصلاة میں علامہ ابن القاسم کے سماع سے ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ کشتی میں کھڑے ہو کر اور یا بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں امام مالک سے سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: بلکہ کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے گی تو اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر۔ اور عرض کیا گیا کہ کیا وہ بیٹھ کر مقتدیوں امامت کروائے گا؟ تو فرمایا کہ ہاں جبکہ انہیں کھڑے ہونے کی استطاعت نہ ہو۔ قاضی کہتے ہیں: اور جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہے کیونکہ نماز میں قیام کرنا نماز کے فرائض میں سے ہے لہذا جسے قیام کی استطاعت ہو تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ تو اگر انہیں قیام کی استطاعت نہیں ہے تو وہ مریضوں کی مانند ہیں تو امام کو بیٹھ کر ان کی امامت کروانے کی اجازت ہے، اہ۔

اور علامہ عبد الملک کے سماع سے ہے کہ ان سے میری موجودگی میں ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو قیام پر قدرت کے باوجود سواری پر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: وہ اس نماز کا وقت میں اور وقت کے بعد اعادہ کریں اور اگر وہ قدرت نہ رکھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کا امام ان کی امامت کروائے اس حال میں کہ وہ سب بیٹھے ہوں۔ قاضی کہتے ہیں: یہ صحیح ہے کیونکہ قیام کرنا فرض ہے تو جو شخص قدرت کے باوجود اسے ترک کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، اہ۔

اور ابن بشیر کہتے ہیں: اور کشتی میں موجود شخص کے لئے کنارے کی جانب نکلنا ممکن ہو تو وہ کنارے کی طرف نکل جائے اگرچہ وہ کشتی میں نماز کو کامل طریقہ پر ادا کر سکتا ہو کیونکہ کنارے پر نماز ادا کرنا خشوع کے زیادہ قریب اور کسی مفسد کے طاری ہونے سے امن میں ہوتا ہے پس اگر وہ کشتی میں نماز ادا کرے اور اسے مکمل کرے تو اس کی نماز اسے کفایت کرے گی اور اگر وہ نکلنے پر قدرت کے باوجود فرض میں خلل ڈالے (یعنی کامل طور پر ادا نہ کرے) تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر نکلنے پر قادر نہ ہو تو اس کی نماز صحیح ہوگی، اہ۔

اور "مدونہ" کی کتاب الصلاة الثانی میں فرمایا: اور جو شخص کشتی میں نماز ادا کرے اور وہ نکلنے پر قادر ہو تو اس کی نماز ہو

جائے گی اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ کشتی سے باہر نکل جائے اور اگر وہ قیام کرنے پر قادر ہو تو وہ کشتی میں بیٹھ کر نماز ادا نہ کرے۔ علامہ ابن ماجی کہتے ہیں: اس کا ملبوم یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر نہ ہو تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، اور مدونہ میں فرمایا: اور جب جب کشتی گھوٹے تو وہ لوگ بھی قبلہ کی جانب گھومیں پس اگر اس پر قدرت نہ رکھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی۔

(موابہ الخلیل، تہذیبات رکوب البحر علی ثلاثہ القسام، ج 2، ص 516، دار الفکر، بیروت)

ہوائی جہاز اور بحری جہاز پر نماز کا حکم

فرض، واجب و سنی فجر میں استقرار علی الارض (زمین پر ٹھہراؤ) شرط ہے لیکن ساحل سے دور بحری جہاز اور کشتی کی طرح اڑتے ہوئے جہاز میں نماز جائز ہے کہ اگر انہیں روکا بھی جائے تب بھی نماز کی کے لئے زمین پر استقرار ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت اسے استقرار علی الارض پر قدرت نہیں، عدم قدرت کی وجہ سے یہ عذر من جہت العباد نہیں بلکہ صاحب حق مولیٰ عزوجل کی جانب سے ہوا لہذا اس صورت میں پڑھی گئی نماز کے اعادے کا حکم نہیں ہوگا اور فرض، واجب و سنی فجر کھڑے ہو کر ہی پڑھے کیونکہ ان کے لئے قیام فرض ہے بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، ہاں کسی عذر مثلاً سر چکرانے وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں البتہ تو اقل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ رد المحتار میں ہے: "ان کلامن اتحاد المکان واستقبال القبلة شرط فی صلاة غیر النافلة عند الامکان لا یسقط الا بعذر" ترجمہ: سواری پر نماز پڑھتے ہوئے نفل نماز کے علاوہ (یعنی فرض، واجب، و سنی فجر میں) جتنا ممکن ہو اتحاد مکان واستقبال قبلہ شرط ہے، عذر کی وجہ سے ہی یہ ساقط ہوں گے۔

(رد المحتار، ج 1، ص 594، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اگر عذر اللہ جل و علا کی طرف سے ہو تو اس صورت میں پڑھی جانے والی نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ رد المحتار میں ہے "فقد جاء العذر من صاحب الحق فلا تلزمه الاعادة" ترجمہ: عذر صاحب حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہے تو اعادہ نماز لازم نہیں۔

(رد المحتار، ج 1، ص 319، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

در مختار میں ہے "منہا القیام)..... (فی فرض) ملحق بہ کنذرو سنة فجر فی الاصح (لقادر علیہ) " ترجمہ: فرائض نماز میں سے ایک قیام ہے، فرض اور اس سے ملحق (یعنی واجب) جیسے منٹ اور سنی فجر میں قادر شخص پر قیام فرض ہے۔

(رد المحتار، ج 2، ص 163، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے "لا یجوز له ترك القیام ان قدر علیہ" ترجمہ: اگر قیام پر قادر ہے تو ترک قیام جائز نہیں۔

(فتاویٰ قاضی خان، ج 1، ص 153، قدیمی کتب خانہ کراچی)

کشتی یا بحری جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا عذر بیان کرتے ہوئے علامہ حسن بن عمار بن علی بن شریک بن علی بن عبد اللہ نے فرمایا: "والعذر كدوران الرأس وعدم القدرة على الخروج" ترجمہ: اور عذر جیسا کہ سر چکرانا اور اس سے اترنے کی قدرت نہ ہونا۔

(نور الابصار، ج 1، ص 213، مکتبہ المدینہ، کراچی)

تعمیر الابصار میں ہے "وینتفل مع قدرته على القيام قاعدا" ترجمہ: قیام پر قدرت کے باوجود نفل نماز بیٹھ کے پڑھ سکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل با اتصال قرار ہو، ان نمازوں (فرض، واجب و سنت فجر) میں شرط صحت ہے مگر جعذر (یعنی عذر کی صورت میں یہ شرط نہیں)..... عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہوزمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ زمین پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل با اتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول حمیر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر و قوف برابر۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 137، مکتبہ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب و سنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہوگا۔ پر ہوا اور خشکی پر آ سکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے لہذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہت العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اُس کا یہی حکم ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"چلتی ہوئی کشتی یا جہاز میں بلا عذر بیٹھ کر نماز صحیح نہیں بشرطیکہ اتر کر خشکی میں پڑھ سکے اور زمین پر بیٹھ گئی ہو تو اترنے کی حاجت نہیں اور کنارے پر بندھی ہو اور اتر سکتا ہو تو اتر کر خشکی میں پڑھے ورنہ کشتی ہی میں کھڑے ہو کر اور بیچ دریا میں لنگر ڈالے ہوئے ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، اگر ہوا کے تیز جھونکے لگتے ہوں کہ کھڑے ہونے میں چکر کا غالب گمان ہو اور اگر ہوا سے زیادہ حرکت نہ ہو تو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے اور کشتی پر نماز پڑھنے میں بہرہ و ہونا لازم ہے اور جب کشتی گھوم جائے تو نمازیں بھی گھوم کر قبلہ کو

موندھ کر لے اور اگر اتنی تیز گروش ہو کہ قبلہ کو منہ کرنے سے عاجز ہے تو اس وقت ملتوی رکھے ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 723، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وقار الفتاویٰ میں ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے متعلق ہے:

ہوائی جہاز جب فضا میں اڑ رہا ہو تو اسے زمین سے اتصال حاصل نہیں ہے تو وہاں بھی استقرار شرط نہیں ہوگا اس میں بھی نماز ہو جائے گی..... جہاز میں کھڑا ہونا اگر ممکن نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھیں اور اعادے کی ضرورت نہیں۔"

(وقار الفتاویٰ، ج 2، ص 216، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر 256

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ

(سواری کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ یا

کجاوے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے کجاوے پر جہاں اس کا رخ ہوتا نماز پڑھا فرمایا کرتے تھے

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث

حسن صحیح ہے اور یہی بعض اہل علم کا قول ہے کہ وہ اونٹ کو

سترہ بنا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

352- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ

، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَيَّ بِعَيْرِهِ - أَوْ رَاحِلَتِهِ - وَكَانَ

يُضَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ، قَالَ

أَبُو عَيْسَى: بَدَأَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَأَوْ

هُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَرُونَ بِالصَّلَاةِ

إِلَى النِّعِيرِ بَأْسًا أَنْ يَسْتَتِرَ بِهِ"

تخریج حدیث 352: (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الامحاء علی الدابة، حدیث 1096، ج 2، ص 44، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب جواز صلوٰۃ الجماعۃ علی الرماحۃ

حدیث 700، ج 1، ص 486، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تطوع علی الرماحۃ، حدیث 1224، ج 2، ص 9، مشکوٰۃ

الاصحٰب، بیروت، سنن نسائی، کتاب القبۃ، باب الحال اتی بجزء علیہا استقبال فیہ، حدیث 743، ج 2، ص 61، کتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، ص ۶)

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمن بن احمد بن رجب (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

”اور حدیث پاک نے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کے جواز پر نص فرمادی، ابن المہذب کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یوں کیا اور امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اور ابوطالب کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے کسی شخص کے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا رفع صحیح ہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کا یہی طریقہ ہے۔ اور جن حضرات سے نماز میں اونٹ کے ذریعے سے سترہ کرنے کی روایت کیا گیا ہے ان میں حضرت سوید بن غفلہ، حضرت اسود بن یزید، حضرت عطاء، حضرت قاسم اور حضرت سالم ہیں۔“

اور امام حسن کہتے ہیں: کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: میں اس بارے میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا۔ اور یوحنا نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا: سواری کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہیں کی جائے گی۔ ان کے بعض متاخرین اصحاب کہتے ہیں: شاید امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور انہوں نے ہمیں حدیث کی اتباع کرنے کی وصیت کی ہے جبکہ صحیح ہو اور تحقیق یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا کوئی معارض بھی نہیں ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ کا باب باندھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے کہ اونٹوں کے رہنے کی جگہ اور ان کے پاؤں سے نماز ادا کرنا جائز ہے اور اس بات کی طرف بعض ان سے پہلے والوں نے بھی سبقت کی ہے۔ اور تحقیق لیث بن سعد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبداللہ بن نافع کو کچھ مسائل پوچھنے کے لئے ایک کتاب تحریر فرمایا، ان مسائل میں سے اونٹوں کے پاؤں سے نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی تھا تو انہوں نے لیث بن سعد کو جوابی کتاب تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کجاوے پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اپنی زمین کے بہترین لوگوں میں سے جسے ہم نے پایا ان میں کوئی اپنی اونٹنی کو اپنے اور دیوار قبلہ کی جانب کر لیتا تھا تو وہ اس کی جانب نماز پڑھتا تھا اور وہ بول و براز کرتی تھی۔“ (بخاری ابن رجب، باب الصلاة فی مواضع الاطراف، ج 3، ص 218، مکتبۃ المطابع العلمیۃ المدینۃ المنورہ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونٹوں والی جگہ میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اونٹ کی جانب نماز پڑھی ہے کہ اس کی جگہ میں۔ اور ایسا نہیں ہے کہ اونٹ جہاں ٹھہرایا جائے تو وہ اس کا ہاڑا بن جاتا ہے اور اونٹوں کے ہاڑے میں نماز پڑھنے کی ممانعت اس لیے معارض نہیں ہو لگے۔ حاکم بن حاتم نے نزدیک ان کے ٹھہرنے اور جائے اقامت کی جگہ کو کہتے ہیں۔"

(شرح اللمعات، ج 1، ص 110، بیروت، دار الفکر، 1413ھ، ص 2، ج 2، ص 413، مجمع الزوائد، ج 1، ص 110)

حدیث پاک سے مستنبط شدہ مسائل

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے مستنبط ہونے والے مسائل:

- (1) اس حدیث میں حیوان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے کے جواز کا بیان ہے، اور ابن التین نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ گھوڑوں اور گدھوں کے پیٹھوں کی جماعت کی بنا پر ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا نہیں کی جائے گی۔
- (2) اور اس حدیث میں اونٹ کے قرب میں نماز کے جواز کا بھی بیان ہے۔
- (3) اور اس بات کا بھی بیان ہے کہ نمازی کا کھاوے اور اونٹ کے ذریعے سترہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے حکایت کی کہ بے شک وہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ "انہوں نے نماز پڑھی اس حال میں کہ ان کے اور قبلہ کے درمیان اونٹ تھا جس کے اوپر اس کا کھاوہ تھا۔" اور اسی طرح سوید بن غفلہ، اسود بن یزید، عطاء بن رباح، قاسم اور سالم سے بھی نمازی کا اونٹ کے ذریعے سے سترہ کرنا مروی ہے۔ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ (نمازی کا) اونٹ کے ذریعے سترہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن عبد البر "الاستدکار" میں کہتے ہیں: مجھے سواری کے ذریعے سترہ کرنے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ جو شخص اونٹ کی جانب نماز ادا کرنے سے منع کرے تو وہ مہطل (باطل کلام کرنے والا) ہے۔"

(حدیث النبی، باب الصلاة فی سوا طبع الاہل، ج 4، ص 163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 257

مَا جَدَّ إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأَ، وَبِالْعِشَاءِ
(جب رات کا کھانا آجائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس پہلے کھانا کھالو)

حدیث: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب رات کا کھانا حاضر ہو جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس رات کے کھانے سے ابتدا کرو۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم، جہین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے۔ اور اسی حدیث پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا عمل ہے ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور امام احمد اور اسحاق بھی اسی بات کے قائل ہیں، وہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: پہلے رات کا کھانا کھائے اگرچہ باجماعت نماز فوت ہو جائے۔ میں نے چاروں کو سنا وہ کہتے ہیں، میں نے کعب کو سنا وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: رات کے کھانے سے ابتدا اس وقت کرے جب کھانے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور جس مسلک کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم وغیر ہم مائل ہوئے ہیں وہ زیادہ لائق اتباع ہے اور ان حضرات کا ارادہ یہ ہے کہ آدمی نماز کی جانب اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اس کا دل کسی شے کی وجہ سے مشغول ہو۔

353- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأَ، وَبِالْعِشَاءِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَأُمِّ سَلْمَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ يَقُولَانِ: يَبْدَأُ بِالْعِشَاءِ وَإِنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ "سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكَيْعًا يَقُولُ فِي بَدْءِ الْحَدِيثِ: يَبْدَأُ بِالْعِشَاءِ إِذَا كَانَ طَعَامًا يَخَافُ فَسَادَهُ، وَالَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ، أَشْبَهُهُ بِالِاتِّبَاعِ، وَإِنَّمَا أَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَلْبُهُ مَشْغُولٌ بِسَبَبِ شَيْءٍ، وَقَدْ رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا تَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَفِي

أَفْقِسْنَا شَيْءٌ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ہم نماز کے لئے اس حالت میں کھڑے نہیں ہوتے کہ ہمارے دل میں کوئی شے ہو۔

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس کھانے سے پہل کرو۔ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حال میں رات کا کھانا کھایا کہ آپ رضی اللہ عنہما امام کی قراءت سن رہے تھے۔ اس بات کو ہناد نے ہم سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدة نے بواسطہ عبید اللہ اور نافع، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا۔

354- وَرَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَإِنَّهُ يُرَابِعُ بِالْعَشَاءِ وَتَعَشَى ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ بَنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ

ترجیح حدیث 353: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الذي هو واقية... حدیث 672، ج 1، ص 135، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب کرعة الصلوة

حضرة الطعام، حدیث 557، ج 1، ص 392، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن نسائی، کتاب القبلة، باب العذر التي ترك الجماعة، حدیث 853، ج 2، ص 111، مکتب

العلوم والاسلام، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القعدة الصلوة والسنة فيها، باب حضرت الصلوة وشرح حدیث 933، ج 1، ص 301، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجیح حدیث 354: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقية الصلوة، حدیث 673، ج 1، ص 135، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب

اذا حضرت الصلوة والشاء، حدیث 3757، ج 3، ص 345، المکتبہ المصریة، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القعدة الصلوة والسنة فيها، باب حضرت الصلوة وشرح

الشاء، حدیث 934، ج 1، ص 301، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطلال (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"(نماز سے پہلے رات کا کھانا کھالو) تاکہ نماز کی نماز سے توجہ نہ بنے، اور اس میں نیت کے اخلاص سے غافل نہ

(شرح صحیح البخاری لابن بطلال، باب من جعل لامل العلم ایما معلومہ، ج 1، ص 154، مکتبہ الرشیدیہ)

ہو۔"

مزید فرماتے ہیں:

"(پس رات کے کھانے سے ابتدا کرو)..... اس وجہ سے کہ اس کا دل کھانے میں مشغول ہوگا پس اسے خشوع حاصل

نہ رہے گا اور کبھی کبھی نماز کی حدود میں بھی کمی واقع ہو جائے گی یا اس میں سہو ہو جائے گا۔ اور بے شک اس بات کو حضرت ابو درداء

رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے: ((من فقه المرء إقباله علی طعامه حتی یقبل علی صلاته وقلبه

فارغ)) (آدمی کی فقاہت سے یہ بات ہے کہ وہ (پہلے) کھانے کی طرف متوجہ ہوتی کہ جب وہ نماز کی طرف متوجہ ہو تو اس کا دل

(شرح صحیح البخاری لابن بطلال، باب اذا حضر الطعام واقیت الصلاة، ج 2، ص 294، مکتبہ الرشیدیہ)

فارغ ہو۔)"

علامہ ابن عبد البر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"جب رات کا کھانا آجائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھالو۔ اور یہ واللہ اعلم اس بنا پر ہے کہ جس کی یہ

حالت ہو تو کھانے کے ساتھ اس کی دل کی مشغولیت کا خوف ہوگا اور اس کی نماز میں اس پر سہو اور وہ چیز داخل ہوگی جو اسے خشوع

اور ذکر سے غافل کر دے گی۔ اور اس حدیث میں مغرب کے وقت کے وسیع ہونے پر بھی دلیل موجود ہے اگرچہ اس میں جلدی

(الاستاذ کار، باب الابد بالاکل قبل الصلاة، ج 8، ص 505، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کرنا مستحب ہے۔"

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"جب رات کا کھانا آجائے اور نماز قائم جائے تو رات کے کھانے سے ابتدا کرو اور یہ دو وجہوں کی بنا پر ہے: ان میں

سے ایک یہ ہے کہ اس کا دل نماز کے لئے فارغ ہو تو وہ کھانا سے نماز کے حوالے سے جلدی میں مبتلا نہ کرے اور نہ اس کی کھانے

کی طرف حاجت اسے نماز میں مشغول ہونے دے گی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے کچھ افراد ہوں گے جنہوں نے اس کے

لئے رات کا کھانا رکھا ہوگا تو وہ اپنی نماز پڑھنے کی بنا پر ان سے بھی غافل ہو جائے گا تو یہ بات ان کو ضرر دے گی اور کبھی کھانا ایسا

ہوتا ہے کہ اس کی خوشبو چلی جاتی ہے اور وہ متغیر ہو جاتا ہے جب وہ ٹھنڈا ہو جائے جیسا کہ ٹرید وغیرہ اور تحقیق امام مالک رحمہ اللہ نے

(اشعری شرح لکھنؤ، ص 76، ج 291، طبع 1335ھ)

بھی یہی بات کہی ہے۔"

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس میں حکمت یہ ہے نمازی کا دل کھانے میں مشغول نہ ہو پس وہ کھانا جو نماز کے خیالات سے ملا ہوا ہو وہ اس نماز سے بہتر ہے جو کھانے کے خیالات سے ملی ہوئی ہو اور یہ اس وقت ہے کہ جب وقت و سبج ہو اور توجہ کھانے کی جانب مشغول ہو۔"

(شرح - ندوی حنفی، ص 10، ج 1، ص 208، طبع 1335ھ)

مزید فرماتے ہیں:

"اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ بھوکا ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو اور وقت میں وسعت ہو اور وہ بات کئی خوبصورت ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میرا تمام کھانا نماز ہو جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میری تمام نماز کھانا ہو جائے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الخصال، ص 33، ج 3، طبع 1335ھ)

کھانے کی موجودگی میں نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ حسن بن عمار الشربلی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

"کھانے کی موجودگی میں نماز مکروہ ہے جبکہ نماز کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر: ((لا صلاة بحضرة طعام ولا هو يدافعه الاخبثان)) (ترجمہ: کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہے اور نہ اس صورت میں کہ جب بول و براز کی شدت ہو۔) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ اور جو سنن ابی داؤد میں حدیث موجود ہے: ((لا يؤخر الصلاة لطعام ولا لغيرة)) (ترجمہ: نماز کو کھانے وغیرہ کسی چیز کی بنا پر مؤخر نہیں کیا جائے گا۔) یہ حدیث پاک اس کے اپنے وقت سے مؤخر ہونے پر محمول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح فرمان کی بنا پر کہ ((بلا وضع عشاء أحدكم وأقيمت الصلاة فابدؤوا بالعشاء ولا يجعل حتى يفرغ منه)) (ترجمہ: جب تم میں سے کسی ایک کا کھانا رکھا جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو تم کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کرو حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔) اس حدیث پاک کو شیخین رحمہما اللہ نے روایت فرمایا۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا کھانے کو مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ارشاد فرمایا تاکہ کھانے کی فکر کی بنا پر اس کا شروع نہ چلا جائے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، فصل فی بکرات، ص 13، ج 1، طبع 1335ھ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

جب نماز کے وقت میں کھانا حاضر ہو جائے تو مستحب ہے کہ نماز سے پہلے کھانے کھالے تاکہ یہ اس کے دل کی فراغت اور اس کی توجہ کے حاضر ہونے کا سبب ہو اور نماز کو صبح یا شام کے کھانے پر جلدی دینا مستحب نہیں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا قَرَّبَ الْعِشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدَأْ وَابْدَأْ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا قریب کیا جائے اور نماز کا وقت بھی ہو جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھا لو اور اپنے کھانے پر نماز کو جلدی نہ دو۔)

اور سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بفرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (ترجمہ: کھانے کی موجودگی کے وقت کوئی نماز نہیں ہے اور نہ اس وقت کہ جب کہ دو غبیٹ چیزیں (بول و براز) اس سے مزاحمت کر رہی ہوں) ان دونوں احادیث کو امام مسلم وغیرہ نے ذکر فرمایا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ نماز کی جماعت وقت ہو اور اسے اس کے فوت ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ پس بے شک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض الفاظ میں یوں ہے: ((إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدَأْ وَابْدَأْ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا حاضر ہو اور نماز بھی کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھا لو) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إِذَا قَرَّبَ عِشَاءٌ أَحَدِكُمْ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدَأْ وَابْدَأْ)) (ترجمہ: جب تم میں کسی کا رات کا کھانا قریب کیا جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھا لو اور جلدی نہ کرو حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جاؤ) ان دونوں احادیث کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "اور نماز قائم کی جائے" اس سے مراد یہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امام کی قراءت سنتے ہوئے رات کا کھانا کھایا۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس وقت رات کے کھانے کو جماعت پر مقدم کیا جائے گا کہ جب نماز کی کافس کھانے کی جانب بہت زیادہ مائل ہو۔

(المنہج لابن قدامہ، 151 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ج 1، ص 450، مکتبہ القاہرا)

علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ ابن سراج (متوفی 884ھ) لکھتے ہیں:

"(اور پیشاب کو روکنے والے اور کھانے کی موجودگی کے وقت کھانے کی جانب میلان رکھنے والے کی نماز مکروہ ہے) اس عبارت کی ایک جماعت نے موافقت اختیار کی ہے اور ایک جماعت جن میں سے ابو الخطاب ہیں، اور ان کی اجماع صحیحہ و صحیحہ الدین خلاصہ میں کی ہے، کی عبارت یہ ہے: اور نماز میں اس حال میں داخل ہونا مکروہ ہے کہ وہ نماز کی دو غبیٹ چیزوں سے

مزاحمت کر رہا ہو یا جب اس کا نفس کھانے کے ساتھ جھگڑ رہا ہو۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ: "جب نماز قائم ہو جائے اور رات کا کھانا بھی حاضر ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔" اور اسی طرح یہ حدیث بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ: ((إِذَا أَقِيَمْتَ الصَّلَاةَ وَحَضَرَ الْعِشَاءَ فَابْدِءْ بِالْعِشَاءِ)) (ترجمہ: جب نماز قائم ہو جائے اور تم میں کسی کو بیت الخلاء جانے کی حاجت ہو تو پہلے وہ بیت الخلاء چلا جائے۔) یہ قید لگانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطلق ہونے کا تقاضی ہے: ((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يَدْفَعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (ترجمہ: کھانے کی موجودگی میں کوئی نماز نہیں ہے اور نہ اس وقت جب دو خبیث چیزیں اس سے مزاحمت کر رہی ہوں۔" (الکعب والغراند، ج 1 ص 77، مکتبۃ المعارف، ریاض)

شواہق کا موقف:

علامہ ابوالحسین یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) "جماعت چھوڑنے کے اعذار" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان میں ایک یہ ہے کہ کھانا حاضر ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو تو وہ کھانے سے ابتدا کرے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءَ وَالْعِشَاءُ وَأَقِيَمْتَ الصَّلَاةَ . فَابْدِءْ بِالْعِشَاءِ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا اور عشاء کی نماز دونوں موجود ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھا لو) اور اس وجہ سے بھی کہ یہ بات نماز میں خشوع سے مانع ہے۔ تو اگر نماز کے وقت سے پہلے ختم کرنا ممکن ہو تو پہلے اسے کھالے اور اگر وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے اتنا کھالے کہ اس کا گزارہ ہو جائے اس کے علاوہ نہیں۔"

(المہمان فی مذہب الامام شافعی، ما بعد ترک ملاقات الخلاء، ج 2 ص 389، دارالمنہاج، جدہ)

علامہ عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوی شافعی (متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

"مستحب ہے کہ اپنے نفس کو نماز کے لئے فارغ کرے پھر نماز پڑھے اگرچہ جماعت فوت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَصْلِحُنِ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يَدْفَعُ الْأَخْبَثَيْنِ)) (ترجمہ: تم میں کوئی اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ دو خبیث چیزوں سے مزاحمت کر رہا ہو)..... اور ان باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسے شدید بھوک لگی ہو یا شدید پیاس لگی ہو اور تحقیق کھانا اور پینا حاضر ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو تو کھانے، پینے سے ابتدا کرے، اس حدیث کی بنا پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ((إِذَا حَضَرَ الْعِشَاءَ وَأَقِيَمْتَ الصَّلَاةَ فَابْدِءْ بِالْعِشَاءِ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا حاضر ہو جائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھا لو۔) ائمہ کہتے ہیں: یہ مراد نہیں ہے کہ جتنی اسے

بھوک ہو اتنا کھانا کھالے لیکن وہ اتنے لقمے کھالے جو اس کی بھوک کی شدت کو توڑ دیں اور باقی کھانے کو موخر کر دے مگر یہ کہ کھانا ایسا ہو کہ جسے ایک ہی مرتبہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ستو، دودھ۔ علامہ محاطی وغیرہ نے اس کا استثنا کیا ہے۔

(شرح اسویر بشرح الوجیز، کتاب المہارۃ، ج 4، ص 311، 310، 309، مدار المنکر، ص 10)

بالکہ کا موقف:

علامہ ابوالقاسم محمد بن احمد ابن جزئی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

” (نماز کے مکروہات) اس حال میں نماز پڑھنا ہے کہ وہ دو خبیث چیزوں پیشاب اور پاخانہ سے مزاحمت کر رہا ہو۔ دنیاوی امور کی جانب متوجہ ہونے اور ان کے متعلق اپنے آپ سے باتیں کرنے کی حالت میں اور اگھیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے..... اور غصہ کی حالت میں یا بھوک کی حالت میں یا کھانے کی موجودگی کی صورت میں یا موزہ کی تنگی کی بنا پر یا ان کے مشابہ کوئی بھی ایسی چیز جو نماز سے غافل کرے۔

(التواہین العشر، الباب القاسم، ج 1، ص 39، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد زینی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

”عیاض کہتے ہیں: اس بات میں اختلاف ہے کہ جب نماز اور کھانا دونوں موجود ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ کھانے کو مقدم کرنے کی جانب مائل ہوئے ہیں اور ابن حبیب نے اسی کی مثل ذکر کیا۔ ابن المنذر نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے حکایت کیا کہ وہ پہلے نماز پڑھے مگر یہ کہ کھانا ہلکا ہو۔ (میں کہتا ہوں) زیادہ قریب یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کو موافقت کی جانب رو کیا جائے اور وہ پہلے نماز پڑھنا ہے جبکہ کھانے کی طرف میلان نہ ہو اور اگر کھانے کی طرف میلان ہو تو پہلے کھانا کھالے، لہذا یہ اختلاف حالت کے اختلاف کی وجہ سے ہے، اور اسی تفصیل پر ہمارے شیخ شیبلی فتویٰ دیا کرتے تھے۔“

(مواہب اللیل فی شرح مختصر ظہیر، باب الفیض بہ رمضان، ج 2، ص 400، مدار المنکر، ص 10)

باب نمبر 258

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ النَّعَاسِ

(نیند کی حالت میں نماز پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

355- حَدَّثَنَا بَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ

روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ

جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے ہیں نیند آئے تو اسے

الْكِلَابِيُّ، عَنْ بِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

چاہیے کہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند دور ہو جائے پس جب تم

عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

میں سے کوئی نیند کی حالت میں نماز پڑھے گا تو ہو سکتا ہے کہ

وَسَلَّمَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ

وہ جائے تو رب سے استغفار کرنے لیکن اپنے آپ کو گالیاں

حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى

دیتا ہو۔ اور اس باب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ

وَهُوَ يَنْعَسُ، فَلَعَلَّهُ يَذْهَبُ لِيَسْتَغْفِرَ فَيَسْبُ

رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی

نَفْسُهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو

فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

عَيْسَى: حَدِيثٌ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ حدیث 355: (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم، حدیث 212، ج 1، ص 53، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصر ما، باب امر من نعس فی

صلوٰۃ، حدیث 788، ج 1، ص 542، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب النعاس فی الصلوٰۃ، حدیث 1310، ج 2، ص 33، المکتبۃ

العربیہ بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب التہجد، باب ما جاء فی الصلوٰۃ والنوم فیہا، باب ما جاء فی الصلوٰۃ والنوم فیہا، حدیث 1370، ج 1، ص 438، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"(جب تم میں سے کسی نے اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھی تو وہ نہیں جانتا کہ شاید وہ استغفار کرنے جائے لیکن وہ اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو) (مراد یہ ہے کہ جب وہ نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اسے استغفار کرنے کا یقین نہیں ہوگا جبکہ وہ استغفار کا ارادہ رکھتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کے بدلے اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو اور یہ وہ بات ہے کہ جو نماز کے منافی ہے۔"

(المعنی شرح الوصیاء، ما جانی، ص 112، ج 1، ص 212، ص 212، ص 212)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"(وہ دعا کا ارادہ کرتا ہو لیکن وہ اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو) تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس کیفیت تک نہ پہنچے ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور اگر نیند آ رہی ہو یعنی اسے اونگھ آنا شروع ہو جائے اور وہ نوافل پڑھ رہا ہو تو جن رکعتوں میں ہوائی ہو کر شروع نہ کرے۔ اپنی حالت پر برقرار رہنا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تھوڑی سی نیند طہارت کے منافی نہیں ہے اور حدیث پاک میں اس کی صراحت نہیں ہے، بلکہ اس کا بھی احتمال ہے کہ جو رکعتیں پڑھ رہا ہے ان کو منقطع کر دے اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہیں مکمل کر کے مزید شروع نہ کرے اور پہلی بات زیادہ ظاہر ہے۔" (عمدة القاری، ج 3، ص 110، ص 110، ص 110، ص 110)

مقصد حدیث:

علامہ سحیحی بن زکریا النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کی ترغیب ہے کہ نماز کی جانب مکمل توجہ ہو، خشوع و خضوع، دل کی فراغت اور چستی کے ساتھ اور اس میں اونگھنے والے کو نیند یا اس کی مثل کسی ایسی بات کا حکم دینا بھی شامل ہے جس کے ذریعے سے نیند چلی جائے۔"

(شرح النووی علیٰ مسلم، باب امر من نسی فی صلاۃ، ج 6، ص 74، ص 74، ص 74، ص 74)

یہ حکم فرض اور نفل کو عام ہے:

علامہ سحیحی بن زکریا النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حکم عام ہے فرض نماز ہو یا نفل، دن کی نماز ہو یا رات کی اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے، لیکن فرض کے وقت کونہ نکالے۔ قاضی کہتے ہیں: اس کو امام مالک اور ایک جماعت نے رات کے نفل پر محمول کیا ہے کیونکہ وہ غالباً نیند کا مکمل ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب امر من نفس فی صلاۃ الخ، ج 6، ص 74، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بھیجی عبارت علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی کی "شرح ابی داؤد" میں بھی ہے۔

(شرح ابی داؤد للصحیح، باب قیام اللیل، ج 6، ص 216، مکتبۃ الرشید، رامپور)

اپنے آپ کو گالی دینے کی مثال:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014) فرماتے ہیں:

"ابن الملک کہتے ہیں: یعنی وہ یوں کہہ کر استغفار کرنے کا قصد کرے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي اے اللہ عزوجل! میری بخشش فرما دے۔" پس وہ اپنے نفس کو گالی دیتے ہوئے یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي اے اللہ عزوجل! مجھ پر مٹی ڈال دے" اور "عفر" مٹی کو کہتے ہیں تو یہ اپنے لئے ذلت اور رسوائی کی بددعا کرنا ہے۔"

(مر 176، ص 34، ج 3، ص 34، دار الفکر، بیروت)

حدیث مذکور سے مستند شدہ مسائل

اس حدیث پاک سے مستند شدہ مسائل درج ذیل ہیں:

- (1) پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نمازی پر نیند کے غلبہ کے وقت نماز کو توڑنے کا حکم ہے اور بے شک اس وقت (یعنی جب غافل کرنے والی نیند ہو) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔
- (2) دوسری بات یہ ہے کہ بے شک جب اونگھ اس سے کم ہو تو اس کی معافی ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ تھوڑی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس میں علامہ مزنی کا اختلاف ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ تھوڑی اور زیادہ نیند وضو کو توڑ دے گی۔ اور علامہ مہلب، علامہ ابن بطلال اور علامہ ابن التین وغیرہم فرماتے ہیں: بے شک مزنی نے خرق اجماع کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ ان حضرات کی جانب سے علامہ مزنی پر زیادتی ہے کیونکہ جو بات انہوں نے کہی ہے اس کو انہوں نے بعض صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے اور تحقیق اسے ہم عنقریب ذکر کریں گے، ان شاء اللہ عزوجل۔
- (3) تیسری بات یہ ہے کہ اس میں احتیاط کو اختیار کرنا ہے کیونکہ انہوں نے اس کی علت امر محتمل سے بیان کی ہے۔
- (4) چوتھی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دعاؤں میں سے نماز میں کسی دعا کو معین کئے بغیر مانگنا ہے۔
- (5) پانچویں بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز میں خشوع پر ابھارنے اور عبادت میں دل کو حاضر رکھنے کا ثبوت ہے اور اس لئے کہ اونگھنے والے کا دل حاضر نہیں ہوتا اور نماز میں خشوع حضور قلب سے ہی ہوتا ہے۔

(مر 176، ص 34، ج 3، ص 34، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 259

مَا جَاءَ فِيمَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُصَلُّ بِهِمْ
(جو کہیں مہمان جائے تو وہاں امامت نہ کروائے)

حدیث: حضرت ابو عیسیٰ فرماتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں آکر گفتگو کیا کرتے تھے تو ایک دن نماز کا وقت ہو گیا پس ہم نے ان سے کہا: آگے ہو جائیے، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آگے ہو جائے حتیٰ کہ میں تمہیں بیان کرتا ہوں کہ میں کیوں آگے نہیں ہو رہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی قوم سے ملنے جائے پس وہ ان کی امامت نہ کرے اور چاہے کہ ان ہی میں سے کوئی ان کی امامت کرے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، وہ فرماتے ہیں: گھر کا مالک مہمان کی یہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور بعض اہل علم فرماتے ہیں: جب گھر کا مالک اجازت دے تو پھر نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام اسحاق حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: "اور اس بارے میں سختی کی گئی ہے کہ مہمان، گھر کے مالک کی امامت نہ کرے اگرچہ گھر کا مالک اجازت دے۔" وہ فرماتے ہیں: "اور اسی طرح مسجد میں بھی یہی حکم ہے کہ جو ان سے ملنے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے۔" وہ فرماتے ہیں: "انہیں میں سے کوئی

356- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، وَهَيْثَادُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ أَبَانَ بْنِ يَزِيدَ الْعَطَّارِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ، رَجُلٍ مِنْهُمْ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا فِي مَآلِنَا يَتَحَدَّثُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَقُلْنَا لَهُ: تَقَدَّمْ، فَقَالَ: لِيَتَقَدَّمَ بَعْضُكُمْ حَتَّى أُحَدِّثَكُمْ لِمَ لَا أَتَقَدَّمُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُؤْمِنُهُمْ، وَلِيُؤْمِنَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنَ الزَّائِرِ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أُذِنَ لَهُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ، وَقَالَ إِسْحَاقُ بِحَدِيثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، وَشَدَّدَ فِي أَنْ لَا يُصَلِّيَ أَحَدٌ بِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ، وَإِنْ أُذِنَ لَهُ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ "قَالَ": وَكَذَلِكَ فِي الْمَسْجِدِ، لَا يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا

ذَازِئِمٌ، يَقُولُ: يُصَلِّي بِيَهُمْ زَجَلٌ بِنَهُمْ
 مردان کی امامت کرے۔"

ترجمہ صفحہ 356: (مشن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب المد والارزاق، صفحہ 598، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(اپنے میں سے کسی شخص کو آگے کر کے وہ تمہیں نماز پڑھائے اور میں ابھی تمہیں بیان کرتا ہوں کہ میں کیوں تمہیں نماز نہیں پڑھا رہا؟) یعنی اگرچہ میں تم لوگوں سے صحابی اور عالم ہونے کی بنا پر افضل ہوں۔ ((میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت کرے)) کیونکہ وہ مہمان سے زیادہ حق دار ہے اور گویا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اجازت کے باوجود حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے امامت سے رک گئے پھر اگر انہوں نے نماز کے بعد انہیں حدیث بیان کی تو "سین" استقبال کے لئے ہے وگرنہ محض تاکید کے لئے ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامت، ج 3، ص 864، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

"اور کوئی شخص کسی کے گھر امامت نہ کرے اس کا معنی یہ ہے کہ گھر کا مالک اپنے گھر میں امامت کا زیادہ حق دار ہے جبکہ وہ قراءت اور علم میں اتنا ہو کہ اسے نماز قائم کرنا ممکن ہو۔"

(معالم السنن، باب من اذن بالامت، ج 1، ص 168، المطبعة العظمیٰ، حلب)

رفع تعارض:

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اجازت دی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: تو اپنے گھر میں میرا کہاں نماز پڑھنا پسند کرتا ہے؟ تو میں نے اپنی پسندیدہ جگہ کی جانب اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا) یہ حدیث پاک اس حدیث پاک کے معارض ہے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے: ((من زلذ قومًا فلا یؤمہمزا)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے گیا تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔)، یہ حدیث پاک اس طرح ہے کہ ابو عطیہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہمارے اس مصلیٰ میں تشریف لائے تو نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کے لئے آگے ہو جائیے۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں، تمہیں میں سے کوئی آگے ہو جائے حتیٰ کہ میں تمہیں بیان کروں کہ میں کیوں آگے نہیں ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا: ((من زار قومًا فلا يؤمهم، ولؤمهم رجل منهم)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی ان کی امامت نہ کرے۔) اور یہ اسناد درست نہیں ہے کیونکہ ابو عطیہ مجہول ہے اور اسے مجہول سے روایت کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عقبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھنا اس حدیث کے مخالف ہے۔

اور دونوں حدیثوں کا جمع کرنا ممکن ہے اور وہ یوں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ ((من زار قومًا فلا يؤمهم)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔) جبکہ یہ صحیح ثابت ہو، اس بات محمول کیا جائے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے اس بات کا اطلاع دینا ہے کہ بے شک گھر والا اس میں امامت کروانے کے حوالے سے اس کے پاس آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے ہاں مگر اس صورت میں کہ جب گھر والا اپنے علاوہ اپنے سے افضل کو آگے کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے، حضرت عقبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگے کرنے سے دلیل لیتے ہوئے۔ اور دو حدیثوں کو ان دو فائدوں پر محمول کرنا ان کے تعارض پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور تحقیق ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ”گھر والے کے لئے مستحب ہے کہ جب اس کے پاس اس سے افضل شخص آئے تو اسے ہی امامت کے لئے آگے کرے۔“ اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور تحقیق حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی امامت کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی معاملہ اپنے غلام کے ساتھ کیا تو انہوں نے اپنے غلاموں کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور عطا کہتے ہیں: کہ گھر والا اپنے پاس آنے والے کی امامت کرے۔ اور یہی امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کا قول ہے اور میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا۔“ (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب اذا زار الاما، تموناً، ج 2، ص 308، 307، مکتبہ الرشیدیہ)

سلطان گھر والے پر مقدم ہوگا:

علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"جو کسی قوم کی ملاقات کو جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت نہ کرے۔" یہ اس پر محمول ہے جو سلطان کے علاوہ ہو۔ زین بن منیر کہتے ہیں: ان کی مراد یہ ہے کہ بے شک سلطان اور جو اس کے قائم مقام ہو جب وہ کسی کے مملوک مکان میں موجود ہو تو اس پر گھر کا یا اس کی منفعت کا مالک آگے ہو کر امامت نہ کروائے لیکن مالک کو چاہیے کہ وہ اسے اذن دے دے تاکہ وہ دو حقوں کو جمع کرنے والا ہو جائے، آگے کرنے میں امام کے حق کو اور گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر صحیح تصرف کے حق کو۔ اتنی ملخصاً۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث کی جانب

فرماتے ہوئے سنا: ((من زار قومًا فلا يؤمهم، وليؤمهم رجل منهم)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی ان کی امامت نہ کرے۔) اور یہ اسناد درست نہیں ہے کیونکہ ابو عطیہ مجہول ہے اور اسے مجہول سے روایت کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھنا اس حدیث کے مخالف ہے۔

اور دونوں حدیثوں کا جمع کرنا ممکن ہے اور وہ یوں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ ((من زار قومًا فلا يؤمهم)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔) جبکہ یہ صحیح ثابت ہو، اس بات محمول کیا جائے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے اس بات کا اطلاع دینا ہے کہ بے شک گھر والا اس میں امامت کروانے کے حوالے سے اس کے پاس آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے ہاں مگر اس صورت میں کہ جب گھر والا اپنے علاوہ اپنے سے افضل کو آگے کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے، حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگے کرنے سے دلیل لیتے ہوئے۔ اور دو حدیثوں کو ان دو فائدوں پر محمول کرنا ان کے تعارض پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور تحقیق ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ”گھر والے کے لئے مستحب ہے کہ جب اس کے پاس اس سے افضل شخص آئے تو اسے ہی امامت کے لئے آگے کرے۔“ اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور تحقیق حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی امامت کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی معاملہ اپنے غلام کے ساتھ کیا تو انہوں نے اپنے غلاموں کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور عطا کہتے ہیں: کہ گھر والا اپنے پاس آنے والے کی امامت کرے۔ اور یہی امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کا قول ہے اور میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا۔“ (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب اول از الامام قنفا، ج 2، ص 308، 307، مکتبۃ الرشید، ریاض)

سلطان گھر والے پر مقدم ہوگا:

علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

”جو کسی قوم کی ملاقات کو جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت نہ کرے۔“ یہ اس پر محمول ہے جو سلطان کے علاوہ ہو۔ زین بن مہیر کہتے ہیں: ان کی مراد یہ ہے کہ بے شک سلطان اور جو اس کے قائم مقام ہو جب وہ کسی کے مملوکہ مکان میں موجود ہو تو اس پر گھر کا یا اس کی منفعت کا مالک آگے ہو کر امامت نہ کروائے لیکن مالک کو چاہیے کہ وہ اسے اذن دے دے تاکہ وہ دو حقوں کو جمع کرنے والا ہو جائے، آگے کرنے میں امام کے حق کو اور گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر مع تصرف کے حق کو۔ انتہی ملخصاً۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث کی جانب

اشارہ ہو کہ آدمی بغیر اجازت کے کسی کی سلطنت میں امامت نہ کروائے اور نہ کسی کی نشست گاہ پر بیٹھے۔ پس بے شک کسی نے کے مالک کو اس پر سلطنت حاصل ہوتی ہے اور حاکم کو مالک پر سلطنت حاصل ہوتی ہے اور حدیث میں مسجد دفرمان "مگر اس کی اجازت سے" یہ دو باتوں کی جانب لوٹنے کا محتمل ہے امامت اور جلوس (کسی کی نشست گاہ پر بیٹھنا) اور امام احمد رضا سی بات پر جزم فرمایا جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان سے حکایت کیا تو ان کی ذریعے سے دونوں جانب کی رعایت حاصل ہوتی ہے۔

(شرح الہامی لابن حجر، باب الامام، المجلد 2، ص 25، 172، دار الفکر بیروت)

صاحب خانہ کے احق بالامت ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

(1) کسی کے مکان میں جماعت قائم ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط امامت پائے جائیں تو وہی امامت کے لیے اولیٰ ہے، اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو، ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت ظہم کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا، تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(نادی ہندی، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الامت، الفصل الثانی، ج 1، ص 83)

(2) کرایہ کا مکان ہے، اس میں مالک مکان اور کرایہ دار اور مہمان تینوں موجود ہیں تو کرایہ دار احق ہے، وہی اجازت دے گا اور اسی سے اجازت لی جائے گی، یہی حکم اس کا ہے کہ مکان میں بطور عاریت رہتا ہو کہ یہی احق ہے۔

(نادی ہندی، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الامت، الفصل الثانی، ج 1، ص 83)

(3) سلطان و امیر و قاضی کسی کے گھر مجتمع ہوئے تو احق سلطان ہے، پھر امیر، پھر قاضی، پھر صاحب خانہ اگرچہ کرایہ

(رد المحتار، باب الامت، ج 1، ص 559، دار الفکر بیروت)

دار ہو۔

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"(گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے سوائے اس صورت کے کہ ان میں کوئی سلطان ہو) اور اس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک جب کسی گھر میں جماعت قائم کی جائے تو کسی اور کی بجائے گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ اس میں اس سے بڑا قاری اور فقیہ موجود ہو جب کہ اس کا ان کی امامت کروانا ممکن ہو اور اس کے پیچھے ان کی نماز صحیح ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ذر اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے یوں ہی کیا اور تحقیق ان کی احادیث ہم ذکر کر چکے ہیں اور امام عطاء اور امام شافعی رحمہم اللہ کی

اسی بات کے قائل ہیں۔ اور ہم اس بارے میں کسی اختلاف سے واقف نہیں ہیں اور اس میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے: ((وَلَا يُؤْمِنُ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِيهِ وَلَا يُجْلِسُ عَلَيَّ تَحْكِيمِيَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ)) (ترجمہ: آدمی کو بغیر اجازت اس کے گھر اور سلطنت میں مقتدی نہ بنایا جائے اور نہ اس کی نشست گاہ پر بیٹھا جائے) اس حدیث کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ((مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَأْتِيهِمْ وَلَا يَوْمَهُمْ رَجُلًا مِنْهُمْ)) (ترجمہ: جو کسی قوم کی ملاقات کو گیا تو وہ ان کی امامت نہ کروائے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت نہ کروائے) اس حدیث پاک کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور اگر گھر میں سلطان ہو تو وہ گھر والے کی مقابلے میں زیادہ حق دار ہے کیونکہ اس کی ولایت گھر اور صاحب گھر وغیرہ سب پر ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مالک اور حضرت انس رضی اللہ عنہما دونوں کے گھروں میں ان کی امامت کروائی۔"

(الحنفی لابن قدامہ مسئلہ صاحب البیت احی بالامۃ، ج 2، ص 151، مکتبہ القاہرہ)

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن عینی بن ابی الخیر عینی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"جب کسی شخص کے گھر میں لوگوں کی جماعت حاضر ہو اور نماز کا وقت ہو جائے اور گھر والا اتنا قرآن اچھا پڑھتا جتنا ہو جو نماز کو کفایت کرے تو گھر والا دوسروں کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ دیگر حضرات اس سے زیادہ فقیہ اور قاری ہوں ہاں جبکہ سلطان موجود ہو تو پھر وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يُؤْمَرُ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلِسُ عَلَيَّ تَحْكِيمِيَهُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ)) (ترجمہ: کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے گھر اور اس کی سلطنت میں امامت نہ کروائی جائے اور نہ اس کی نشست گاہ پر بیٹھا جائے۔) اور کیونکہ گھر والے کے لئے اپنے گھر میں خاص ولایت حاصل ہے جس میں اس کا غیر شریک نہیں ہے۔"

(الہیان فی مذہب الامام الشافعی، ص 418، ج 2، ص 418، دارالمنہاج، مدینہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ہمیشہ یہی سنتا رہا کہ اپنے گھر میں گھر کے مالک کے لئے ہی امامت کرنا اولیٰ ہے اور تحقیق مجھے یہ بات پہنچی کہ اگر کچھ فقیہ اور اہل فضل کسی شخص کے گھر میں آئیں تو وہ سب اسی کو نماز میں امامت کے لئے مقدم

کریں گے کیونکہ وہ اس کا گھر ہے..... محمد بن رشد کہتے ہیں: صاحب خانہ کا اپنے گھر میں دوسرے کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی کے لئے دوسرے کے گھر میں نماز پڑھانے کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ صاحب خانہ جس جگہ نماز پڑھنی ہے وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((أین تحب ان اصلی فأشار له إلی مکان من البیت فصلی فیہ)) (ترجمہ: تو میرا کس جگہ نماز پڑھنا پسند کرتا ہے تو انہوں نے ایک جگہ کی جانب اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔) تو جب کسی کے لئے کسی کے گھر بغیر اس کی اجازت امامت کی جگہ کے لئے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ اس جگہ نماز پڑھنے میں دوسروں کے مقابلے میں اولیٰ ہے تو ثابت ہوا کہ وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے ہاں مگر اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ اگر قوم میں کوئی اس سے زیادہ امامت کا حق رکھتا ہو تو اسے آگے کر دے۔"

(الایمان والتحصیل، صاحب المنوال اولیٰ بالتقدم، ج 1، ص 343، 344، دور الثرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 260

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخُصَّ الْإِمَامُ نَفْسَهُ بِالذُّعَا،

(امام کا خاص اپنے لئے دعا کرنا مکروہ ہے)

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کو کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اسے اجازت مل جائے پس اگر اس نے نظر کر لی تو وہ داخل ہو ہی گیا اور کوئی شخص کسی قوم کی امامت یوں نہ کروائے کہ انہیں چھوڑ کر صرف اپنے دعا کرے پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی اور نماز کے لیے اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اسے پاخانہ، پیشاب کی شدید حاجت ہو۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ معاویہ بن صالح، سہر بن نسیر، یزید بن شریح، حضرت ابو امامہ بھی مروی ہے اور اسی طرح یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ یزید بن شریح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مروی ہے۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث بواسطہ یزید بن شریح، ابوجی مؤذن اس بارے میں اسناد کے اعتبار سے زیادہ عمدہ اور مشہور ہے۔

357- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ أَبِي حَسَى الْمُؤَذِّنِ الْجَمْعِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجُلُ لِأَمْرٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جُوفِ بَيْتِ أَمْرٍ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يَوْمَ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ ذُوْنَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَقْنٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أَمَامَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ثَوْبَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الشَّفْرِ بْنِ نَسِيرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ أَبِي أَمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَأَنَّ حَدِيثَ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِي حَسَى الْمُؤَذِّنِ، عَنْ ثَوْبَانَ فِي هَذَا أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَشْهُرُ

(ترجمہ حدیث 357: (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب یصل الرجل ورجلہ من حدیث 90، ج 1، ص 22، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

امام کا صرف اپنے لیے دعا کرنا مکروہ ہے:

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"ہذا الامام کا دعا میں اپنے آپ کو مخصوص کرنا مکروہ ہے تو مستحب ہے کہ وہ جمع کے الفاظ استعمال کرے جیسا کہ دعائے قنوت میں ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں: اور تشہد اور اس کی مثل دعاؤں میں بھی ایسا ہی ہے۔"

(فیض القدر، ج 1، ص 311، المکتبۃ الاسلامیہ، لکھنؤ، مصر)

امام کے صرف اپنے لیے دعا کرنے کو خیانت کہنے کی وجہ:

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"(تو تحقیق اس نے ان سے خیانت کی) کیونکہ مقتدی اس کی دعا پر بھروسہ کرتے ہیں اور تمام کے تمام آمین کہتے ہیں، جب امام لوگوں کے ساتھ مل کر دعا کر رہا ہے تو وہ کیسے اپنے آپ دعا کے ساتھ خاص کر سکتا ہے۔"

(معاذہ اللہ علیٰ من امن بوجہ ابیہ، باب لا یصلح الامام علیہ بالہ عام، ج 1، ص 297، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"(پس تحقیق اس نے ان سے خیانت کی) کیونکہ جس بھی بات کا شارع علیہ السلام حکم دیں تو وہ امانت ہے اور اس کا

(فیض القدر، ج 1، ص 311، المکتبۃ الاسلامیہ، لکھنؤ، مصر)

ترک خیانت ہے۔"

علامہ محمود بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"(تحقیق اس نے ان سے خیانت کی) کیونکہ اس نے ان کے حق کو ضائع کیا اور ہر وہ شخص جو لوگوں کے حقوق

ضائع کرے تو وہ خائن ہے اور خیانت منافقت کے اوصاف میں سے ہے تو جو اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ

(شرح الہی داؤد للعلینی، باب الرجل یصلیٰ وحوالہ، ج 1، ص 251، مکتبۃ الرشیدیہ، بیروت)

ایسا نہ کرے۔"

کسی کے گھر جھانکنا گویا داخل ہونا ہے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(اور کسی گھر کے اندر نہ جھانکے) گھر کے اندر سے مراد مکان کا وہ داخلی حصہ کہ جسے دوسروں سے چھپایا گیا ہو۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ فی الصلوات، ج 3 ص 540، دار الفکر، بیروت)

"گویا وہ داخل ہو گیا یعنی گویا کہ وہ بغیر اجازت کے داخل ہو گیا حتیٰ کہ وہ گنہگار ہو گا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ فی الصلوات، ج 3 ص 540، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"(اور وہ گھر کے اندر نظر نہ کرے گھر والوں کی اجازت سے پہلے)) پس کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر مطلع ہونا حرام ہے ((تو اگر وہ ایسا کرے)) یعنی ان کی اجازت کے بغیر مطلع ہو ((تو تحقیق وہ داخل ہو گیا)) یعنی تحقیق اس نے (کسی کے) گھر میں داخل ہونے کے گناہ کا ارتکاب کیا۔"

(فیض القدر، حرف الناء، ج 3 ص 311، المکتبۃ النجفیہ، البکری، مصر)

حاقن، حاقب اور حازق کے معانی:

"حاقن وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے پیشاب کو روکا ہو۔ اور حاقب وہ شخص ہے کہ جو پاخانہ کو روکنے والا ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ حازق وہ شخص ہے کہ جو اپنی ہوا کو روکنے والا ہو۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ فی الصلوات، ج 3 ص 540، دار الفکر، بیروت)

حدیث میں مذکور تین افعال کی ممانعت کی حکمتیں اور ان کے ذکر کی ترتیب میں حکمتیں:

علامہ طیبی اس قول "تحقیق اس نے خیانت کی" کے بارے میں کہتے ہیں: اولاً نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیانت کو امام کی طرف منسوب کیا کیونکہ جماعت کی مشروعیت اس لئے ہے کہ تاکہ امام اور مقتدی میں سے ہر ایک اپنے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قرب کی برکت کے ذریعے دوسرے کو خیر پہنچائے تو جس نے اپنے نفس کو خاص کیا تو اس نے اپنے ساتھی سے خیانت کی۔ میں کہتا ہوں: صرف امام کو خیانت سے خاص اس لئے کیا گیا کیونکہ وہی دعا مانگتا ہے وگرنہ خیانت کبھی مقتدی کی جانب سے بھی ہو جاتی ہے۔

فرمایا: اجازت چاہنے کی مشروعیت اس لئے ہے کہ کہیں کوئی قاصد اچانک گھر کی چھپانے کی جگہوں پر نہ آجائے لہذا گھر کے اندر نظر کرنا خیانت ہے۔ اور نماز مناجات کرنے، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے اور غیر سے بے پردائی اختیار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور حاقن (جس کو پیشاب کی شدت ہو) گویا کہ وہ اپنے حق میں خیانت کر رہا ہے اور شاید نماز کی دونوں حالتوں کے درمیان گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہنے کا ذکر کرنا یہ حق اللہ اور حق العباد کی رعایت کو جمع کرنے کے لئے ہے۔ اور حقوق العباد میں سے گھر میں داخلے کی اجازت چاہنے کو خاص کیا کیونکہ جو اس تھوڑے سے معاملہ کی رعایت کرے گا وہ اس سے اوپر کے معاملات کی بدرجہ اولیٰ رعایت کرے گا۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ فی الصلوات، ج 3 ص 540، دار الفکر، بیروت)

پیشاب کی شدت کے وقت نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

"(پیشاب، پاخانہ یا ریح کی شدت کے وقت نماز پڑھنا حدیث کی ممانعت کی بنا پر مکروہ ہے) نماز میں فرمایا: خود ایسا شروع کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو تو اگر یہ اسے غافل کرے تو وہ نماز کو توڑ دے اگر اسے وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر وہ نماز مکمل کر لیتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا اس حدیث کی بنا پر جسے ابو داؤد نے روایت کیا: ((لَا يَجِدُ لِأَخِي يُؤْمِنُ بِأَلْبَسِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَائِلٌ حَتَّى يَتَخَفَّ)) (ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کے لئے پیشاب کو روکنے کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہلکا پھلکا ہو جائے)

اور اسی کی مثل "حائب" ہے یعنی پاخانہ کو روکنے والا اور "حازق" یعنی ان دونوں کو روکنے والا اور ایک قول ہے کہ حازق کا معنی ہے ریح کو روکنے والا، اور جو انہوں نے گناہ کا ذکر کیا ہے "شرح المنیہ" کی اس کی صراحت کی ہے، اور انہوں نے کراہت تحریمیہ کے ساتھ اس کی ادائیگی کا قول کیا۔ باقی وہ صورت رہ گئی کہ جب جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور جماعت نہ ہو تو کیا وہ اس نماز کو توڑے گا؟ جیسا کہ جب وہ اپنے کپڑوں پر درہم کی مقدار نجاست کا اثر دیکھے تاکہ وہ اسے دھونے کے توڑے یا نہ توڑے؟، اور درست اولیٰ ہی ہے کیونکہ جماعت کی سنت کو ترک کرنا کراہت کا ارتکاب کرنے سے اولیٰ ہے جیسا کہ درہم کی مقدار نجاست دھونے کے لئے نماز کو توڑنا کہ وہ واجب ہے پس اس کا بجالانا سنت کے بجالانے سے اولیٰ ہے برخلاف درہم سے کم مقداراً رہونا کہ وہ مستحب ہے لہذا سنت مؤکدہ کو اس کی بنا پر ترک نہیں کیا جائے گا اسی طرح "شرح المنیہ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔"

(رواۃ علی الدر المنیر، کتاب صلاہ، ج 1، ص 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

(اور جب نماز کا وقت ہو جائے اور اسے بیت الخلاء کی حاجت ہو تو بیت الخلاء سے ابتدا کرے) یعنی جب وہ ماہانہ ہو تو اس کی نماز مکروہ ہے حتیٰ کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لے خواہ اسے جماعت کا خوف ہو یا نہ ہو، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر جسے ہم ذکر کر چکے۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اور شاذ فرمایا: ((لَا يَسْجُدُ لِأَمْرٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جَوْفِ بَيْتِ أَمْرٍ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ وَلَا يَقُومَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَائِلٌ)) (ترجمہ: کسی شخص کے لئے یہ

حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے گھر میں نظر کرے حتیٰ کہ اس سے اجازت حاصل کر لے اور نہ یہ حلال ہے کہ پیشاب روکنے کی حالت میں نماز کے لئے کھڑا ہو (امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ وہ نماز کی جانب اس حال میں کھڑا ہو کہ اس کے ساتھ کوئی ایسے چیز موجود ہو جو اسے نماز کے خشوع و خضوع اور اس میں دل کے حاضر ہونے سے قائل کرے تو اگر اس نے مخالفت کی اور نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اور ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں: اگر پیشاب، پاخانہ کی شدت ایسی ہو جو اس کی توجہ کو پھیرے اور نماز سے قائل کرے تو وہ مذکورہ مروی احادیث کے ظاہر کے خلاف نظر نماز کا اعادہ کرے۔

(المصنف لابن ترمذی، مسائل الاحقر، صلاۃ، ص 167، ج 1، ص 450، 451، مکتبہ المدینہ)

شوابع کا موقف:

علامہ احمد بن محمد ابن الحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

"نماز کے مکروہات کی پانچ صورتیں ہیں: (1) بھوکے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا (2) پیشاب (3) پاخانہ (4) ریح کو روکنے کی حالت میں نماز پڑھنا (5) یا پیاسا ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔"

(المصاب فی فقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 94، دارالبخاری، المدینہ المنورہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"علما کا پیشاب پاخانہ روکنے والے کی نماز ہارے میں اختلاف ہے پس اکثر علما اس حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((إِنَّا كَرَاهُ أَحَدَكُمْ الْغَائِطَ فَلْيَبْدَأْ بِقَبْلِ الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی پاخانہ کا ارادہ کرے تو وہ نماز سے پہلے اپنی حاجت سے فارغ ہو لے) اور اس حدیث کی بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَثْمَانَ)) (تم میں کوئی کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھے اور نہ اس صورت میں جب دو خوبیت چیزیں (یعنی پیشاب اور پاخانہ) اس سے مزاحمت کر رہی ہوں) اور اس بنا پر بھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس بارے میں نبی وارو ہے۔ اور علما کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ ایسے شخص کی نماز قاسد ہے اور بے شک وہ نماز کا اعادہ کرے۔ اور ابن القاسم نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے وہ بات روایت کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ پیشاب روکنے والے کی نماز قاسد ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ان سے مروی ہے

کہ انہوں نے وقت میں اور وقت کے بعد ایسی نماز کے اعادہ کا حکم دیا ہے۔

اور ان علما کے اختلاف کا سبب نہیں میں اختلاف کا ہونا ہے کہ کیا یہ منہی عنہ کے فساد پر دلالت کرتی ہے یا نہیں کرتی؟ یہ نہیں صرف اس فعل کرنے والے کے گناہ گار ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ وہ اصل فعل جس کے ساتھ نہیں متعلق ہے وہ واجب یا جائز ہو۔ اور جو حضرات اس شخص کی نماز کے فساد کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے شامیوں نے روایت کیا ہے۔ ان میں بعضوں نے اسے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بعضوں نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَجُزُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَائِقٌ جِدًّا)) (ترجمہ: کسی مؤمن کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ سخت پیشاب روکنے کی حالت میں نماز پڑھے۔) علامہ ابو عمر بن عبد البر کہتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔"

(بدلیہ المجدد ذہلیہ المختصر، الباب الاول فی الاعادة منسدات الصلاة، ج 1، ص 191، دارالحدیث، القاہرہ)

باب نمبر 261

مَا جَدَّ فَيَمْنُ أُمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَلْبُ صَوْنٍ

(مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امام بننا)

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لوگوں پر لعنت فرمائی: (1) ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کی امامت کروائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں (2) وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) وہ شخص جو "علی الفلاح" کی آواز سنے پھر اس کا جواب نہ دے۔ اور اس باب میں ابن عباس، طلحہ، عبد اللہ بن عمرو اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حسن مرسلہ مروی ہے۔ اور عمر بن قاسم کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کلام کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے اور وہ حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ اور تحقیق اہل علم کی ایک قوم نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی ایسی قوم کی امامت کروائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں پس اگر امام غیر ظالم ہو تو گناہ اسی پر ہوگا جو اس کی امامت کو مکروہ جانے۔ اور امام احمد اور امام اسحاق اس بارے میں فرماتے ہیں: جب ایک بددیا تین مقتدی اس کی امامت کو مکروہ جانیں تو ان کی امامت کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے حتیٰ کہ مقتدیوں کی اکثریت اس کی امامت کو مکروہ جانے۔

358- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ

الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْأَسَدِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ ذَلْهَمٍ، عَنِ الْعَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: "لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً: رَجُلٌ أُمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِبُونَ، وَأَمْرَأَةٌ بَاتَتْ وَرَأْسُهَا عَلَيْهَا سَاجِطٌ، وَرَجُلٌ سَمِعَ حَتَّى عَلِيَ الْفَلَاحَ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ"، وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَطَلْحَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي أَسَانَةَ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ لَا يَصِحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْعَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ تَكَلَّمَ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَضَعَفَهُ، وَلَيْسَ بِالْعَاقِلِ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ يُؤْمَ الرَّجُلُ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِبُونَ فَإِذَا كَانَ الْإِسْمُ غَيْرَ ظَالِمٍ فَإِنَّمَا الْإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَتْهُ" وَقَالَ أَحْمَدُ، وَاسْتَعَانَ فِي هَذَا: إِذَا كَرِهَ وَاجِدٌ أَوْ ثَنَانٌ أَوْ ثَلَاثَةٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ حَتَّى يَكْرِهَتْهُ أَكْثَرُ الْقَوْمِ"

حدیث: عمرو بن الحارث بن مصطلق سے روایت ہے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ دو قسم کے بندوں کو لوگوں میں سے سخت ترین عذاب ہوگا: (1) ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے (2) وہ امام جس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

جریر کہتے ہیں کہ منصور نے فرمایا: پس ہم نے امام کے بارے میں سوال کیا تو ہمیں بتایا گیا: اس سے مراد ظالم ائمہ ہیں بہر حال جو امام سنت کو قائم کرے تو گناہ اس پر ہوگا جو اسے ناپسند کرے گا۔

حدیث: حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین بندوں کی نماز ان کے کانوں سے اور نہیں جاتی (1) بھاگا ہوا غلام حتیٰ کہ لوٹ آئے (2) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) قوم کا وہ امام جس کے مقتدی اسے ناپسند کرتے ہوں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث پاک اس سند سے حسن غریب ہے۔ ابو غالب کا نام "حزور" ہے۔

359- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ،

عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ "أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا اثْنَانِ: امْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا، وَإِمَامٌ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِبُونَ"، قَالَ جَرِيرٌ: قَالَ مَنْصُورٌ: فَسَأَلْنَا عَنْ أَمْرِ الْإِمَامِ؟ فَقِيلَ لَنَا: إِنَّمَا عَنَى بِهَذَا الْأَيْمَةَ الظَّلْمَةَ، فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ السُّنَّةَ فَإِنَّمَا الْإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَتْهُ

360- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ أَذَانَهُمْ: الْعَبْدُ الْأَبْقَى حَتَّى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامٌ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِبُونَ"، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَأَبُو غَالِبٍ اسْمُهُ حَزْوَرٌ

ترجمہ حدیث 358:

ترجمہ حدیث 359: (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الامامہ، ص 4110، ج 1، ص 358، مکتبہ الرشیدیہ، ریاض)

ترجمہ حدیث 360: (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الامامہ، ص 4113، ج 1، ص 358، مکتبہ الرشیدیہ، ریاض)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

”((ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی))“ ”آذان“ یہ سانی عضو ”أذن“ (کان) کی جمع ہے، یعنی وہ نماز کامل قبول نہیں ہوتی یا وہ اللہ عزوجل کی جانب عمل صالح کے اٹھائے جانے کی طرح نہیں اٹھائی جاتی۔ علامہ تورمسی کہتے ہیں: بلکہ بالکل نہیں اٹھتی اور کانوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کیونکہ انہیں میں تلاوت اور دعا کا وقوع ہوتا ہے اور وہ نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قبولیت کے درجہ تک نہیں پہنچتی اور یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی مثل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین سے نکل جانے والوں حق میں فرمایا: ((يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُحَاوِرُونَ تَعَالَاهُمْ)) (وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔) تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم قبول کو کانوں سے تجاوز نہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھائی جائے گی کہ وہ ایسے نمازیوں کو سایہ دے جیسا کہ نیک عمل اپنے صاحب کو بروز محشر سایہ دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جن حقوق کی رعایت کرنا ان حضرات پر واجب ہے یعنی آقا، شوہر اور نماز کے حقوق، ان کے حق کو ادا کرنے کی وصیت کی گئی کہ توجب انہوں نے وصیت کروہ حقوق کی ادائیگی نہ کی تو ان کی فرمانبرداری نے ان کے کانوں سے تجاوز نہ کیا جیسا کہ کامل قاری وہ ہے کہ جو قرآن میں اپنے دل سے غور و فکر کرے اور اس پر عمل بھی کرے توجب اس نے ایسا نہ کیا تو قرآن اس کے سینے سے اس کے حلق تک تجاوز نہ ہوا۔“

(مرآۃ المفاتیح، باب ۱۱، ص ۱۳۵، ج ۱، ۱۳۵۵، مکتبہ المدینہ)

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

”تین لوگ ایسے ہیں کہ جن کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی (یعنی وہ نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قبولیت کے طور پر بلند نہیں ہوتی۔) بھانگا ہوا غلام (بھانگا ہوا اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھانگنے کے معاملہ کی شدت کو بیان کرنے کے لئے اپنی گفتگو کو اس سے شروع فرمایا۔) یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے (یعنی اپنے بھانگنے سے مگر یہ کہ اس کا بھانگنا آقا کے اس کو ضرور دینے کی بنا پر ہو) اور وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (کسی شرعی معاملہ کی بنا پر بخلاف اس صورت میں کہ جب شوہر اپنی عورت پر پھیلے مقام میں وطنی کرنے پر قدرت نہ دینے کی وجہ سے ناراض ہو۔“

(تفسیر شرح الجامع المسطور، ج ۱، ص ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، مکتبہ المدینہ)

امام مذکورہ وعید کا مصداق کب ہوگا

یہ وعید اس شخص کے بارے میں جو امامت کا اہل نہ ہو پس وہ امامت میں گھس جائے اور زبردستی اس پر تسلط حاصل کر لے حتیٰ کہ لوگ اس کی امامت کو مکروہ جانیں۔ پس اگر وہ امامت کا استحقاق رکھتا ہو تو ملامت اس پر ہے جو اسے مکروہ جانے نہ کہ امام پر۔ اور ایک شخص نے حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں شکایت کی اور وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بے شک تو نادان ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ بے شک تو اپنے اس کام کو بے راہروی سے کرنے والا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس پر زائد نہیں کیا۔

(مسلم السنن، من باب ما یصلیٰ بہ القوم وہم لہ کارعون، ج 1، ص 170، باب ما یصلیٰ بہ)

((اور قوم کا امام ہو)) یعنی امامت کبریٰ کا حامل یا نماز کی امامت کرنے والا ((اور وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں))

یعنی کسی ایسی وجہ سے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور بنا پر ناپسند کریں تو برائی لوگوں پر ہے اور کوئی کراہت نہیں ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں: یعنی وہ لوگ اس کی بدعت یا اس کے فسق یا اس کی جہالت کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ بہر حال جب اس کے اور ان کے درمیان کسی دنیاوی معاملہ کی بنا پر عداوت ہو تو پھر اس امام کا یہ حکم نہیں ہے۔ "شرح السنہ" میں ہے: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ظالم امام ہے، بہر حال جو امام سنت کو قائم کرے تو ملامت اس پر ہے جو اسے ناپسند کرے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کا وہ امام ہے جو اس کا اہل نہیں ہے پس وہ نماز کی امامت کے لئے مسلط ہو جائے تو اگر وہ امامت کا مستحق ہو تو ملامت اس پر ہے جو اسے ناپسند کرے۔ امام احمد کہتے ہیں: جب اسے ایک، دو یا تین شخص ناپسند کریں تو اسے لوگوں کی امامت کروانے کی اجازت ہے حتیٰ کہ اسے اکثریت ناپسند کرنے لگ جائے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامت، ج 3، ص 865، دار الفکر، بیروت)

((اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں)) یعنی کسی شرعی قباحت کی بنا پر بہر حال جب بعض لوگ اسے ناپسند کریں تو اعتبار

عالم کا ہوگا اگرچہ وہ اکیلا ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اکثر کا اعتبار ہوگا اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی۔ اور شاید اسے اکثر علماء پر محمول کیا جائے گا جب کہ وہ موجود ہوں وگرنہ جاہلوں کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: لیکن ان میں بہت سے جاہل ہیں۔ (پارہ 7، سورہ الانعام، آیت 37)

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامت، ج 3، ص 866، دار الفکر، بیروت)

((ناپسند کرتے ہوں)) ایسے معاملہ کی بنا پر جو شرعاً مذموم ہو جیسا کہ ظالم والی اور وہ شخص جو نماز کی امامت پر مسلط ہو

جائے اور اس کا مستحق نہ ہو یا وہ نجاست سے نہ پچنا ہو یا وہ نماز کی ہیئت میں کمی کرتا ہو یا اس کا زندگی گزارنے کا ذریعہ ناپسندیدہ ہو یا وہ فاسقوں اور اس کی مثل لوگوں کے ساتھ رہتا ہو خواہ اسے حاکم نے نصب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(لیئس القدر، حرف الامم، ج 3، ص 139، مکتبۃ المدینہ، کلمہ، مصر)

((اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں)) یعنی ان میں اکثر لوگ ناپسند کرتے ہوں اس بنا پر جو شرعاً مذموم ہو جیسا کہ فسق اور

بدعت اور خبیث چیزوں نہ پچنا اور نماز کی حالتوں میں سے کسی حالت میں خلل ڈالے اور مذموم پیشہ اور صحبت اختیار کرے جیسا کہ فاسقوں کی صحبت۔

(لیئس القدر، حرف الامم، ج 3، ص 224، مکتبۃ المدینہ، کلمہ، مصر)

((اور قوم کا وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں)) کسی ایسی وجہ سے جو شرعی طور پر ممنوع ہو کیونکہ امامت شفاعت ہے

اور کوئی بھی شفاعت کو اسی سے طلب کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔

(التبیر بشرح الجامع البیہر، ج 1، ص 477، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

زوجہ مذکورہ و عید کی مصداق کب ہوگی:

((اور اس کا شوہر اس پر ناراض ہو)) یہ اس وقت ہے جبکہ ناراضگی اس کی بد اخلاقی کی وجہ سے ہو یا اس کی بے ادبی کی

وجہ سے یا اس کی طاعت کی کمی کی وجہ سے ہو، بہر حال جب شوہر کی ناراضگی کسی جرم کے بغیر ہو تو عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ

بات ابن الملک نے کہی ہے۔ اور مظہر کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ناراضگی عورت کی بد اخلاقی کی بنا پر ہو مگر نہ معاملہ اس

کے برعکس ہے۔

(مرآۃ المفاتیح، باب الامانہ، ج 3، ص 885، دار الفکر، بیروت)

مقتدوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امام بننا، مذاہب ائمہ

اختلاف کا موقف:

علامہ ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:

"اور جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر کراہت اس میں کسی فساد کی بنا پر ہو یا وہ لوگ

اس سے زیادہ امامت کے حق دار ہوں تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر وہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے

کیونکہ فاسق اور جاہل (عمومی طور پر) عالم اور صالح کو ناپسند کرتے ہیں۔"

(المحیۃ البرہانی، الفصل السادس عشر فی النسخ والاطمان، ج 1، ص 407، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

در مختار میں ہے:

"اور اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کروائے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو امامت مکروہ ہے بشرطیکہ کراہت اس کی ذات میں کسی مساوی بنا پر ہو یا وہ لوگ اس سے زیادہ امامت کے حق دار ہوں، ابو داؤد شریف کی اس حدیث کی بنا پر کہ "اللہ عزوجل اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو امامت کے لئے کسی قوم کے آگے کھڑا ہو اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں" اور اگر وہ امامت کا زیادہ حق دار ہو تو کراہت نہیں ہے، اور اب کراہت لوگوں پر ہوگی۔

(رد المحتار، باب الامت، ج 1، ص 559، دار الفکر بیروت)

حنا بلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) لکھتے ہیں:

"وہ کسی قوم کی امامت کروائے کہ جن میں اکثر اسے کسی حق کی بنا پر ناپسند کرتے ہوں) جیسا کہ اس کے دین یا فضیلت میں خلل ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول کی بنا پر فرمایا: ((ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم العبد الا بقى حتى يرجع وامرأة بانت وزوجها عليها ساعط، وامام قوم و هم له كارهون)) (ترجمہ: تین لوگوں کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: (1) بھاگا ہوا غلام حتی کہ وہ لوٹ آئے (2) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) قوم کا وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ اس حدیث پاک کو ترمذی نے روایت کیا..... پس اگر وہ امام دین دار اور سنت کا پابند ہو اور لوگ اسی بنا پر اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کے حق میں کوئی کراہت نہیں ہے۔"

(الروض المربع، فصل فی احکام الامت، ج 1، ص 133، دار المعرفۃ بیروت)

شواہح کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"کسی شخص کا کسی قوم کی اس حالت میں امامت کروانا مکروہ ہے کہ ان میں اکثر اسے ناپسند کرتے ہوں اس حدیث کی بنا پر جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((ثلاثة لا يرفع الله صلاتهم فوق رؤوسهم فذكر فيهم رجلاً أم قوماً وهم له كارهون)) (ترجمہ: تین اشخاص کی نماز ان کے سروں سے بلند نہیں ہوتی تو ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جو قوم کی اس حال میں امامت کرے کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔) تو اگر اسے ناپسند کرنے والے کم ہوں تو پھر اس کا ان لوگوں کی امامت کروانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی ناپسند کرنے والا ہوتا ہے۔"

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صفة الامت، ج 1، ص 185، 186، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

for more books click on the link

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علامہ محمد بن عبداللہ خزرجی ماکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"کسی شخص کے لئے ایسی قوم کی امامت کروانا مکروہ ہے جو اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں اکثر اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں صاحبانِ فضل و شعور اسے ناپسند کرتے ہوں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔"

(شرح المعرفۃ للقرطبی، فصل سلاۃ الامراء، ص 27، 28، دار الفکر للطباعة و النشر)

اس کے تحت علامہ ابوالحسن علی بن احمد ماکی (متوفی 1189ھ) فرماتے ہیں:

"یہ مناسب نہیں ہے بلکہ کراہت محل وہ ہے جب کہ تھوڑے لوگ اسے ناپسند کریں اور یہ لوگ صاحبانِ فضل و شعور نہ ہوں، بہر حال اگر وہ سب اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں اکثر یا ان میں اہلِ فضل و شعور اسے ناپسند کرتے ہوں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں تو اس کا آگے ہونا حرام ہے بہر حال اگر امام کو ان کی پسند و عدم پسند میں شک ہو تو وہ اہلِ محلہ سے اجازت حاصل کرنے کہ مسافروں سے۔"

(ماویہ بعدی مع شرح المعرفۃ للقرطبی، فصل سلاۃ الامراء، ص 27، 28، دار الفکر للطباعة و النشر)

بیوی کا شوہر کی طاعت نہ کرنے سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک فتویٰ:

سوال: زید اپنی زوجہ کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے، دیور، بہنوئی وغیرہ سے پردہ جائز ہے یا نہیں؟ زید کی زوجہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے کنبہ میں ایسے قریب رشتہ کے پردہ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ رسم بزرگوں سے جاری ہے میں ہرگز پردہ نہ کروں گی، دیگر اشخاص کے گھر کی نسبت اور مثال دیتی ہے کہ یہ لوگ بھی اس طریقہ کے پابند نہیں ہیں میں کیونکر پابندی کروں۔ وہ لوگ جو کہ رشتہ میں دیور و بہنوئی وغیرہ پردہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ طعن کرتے ہیں کہ یہ خوب سچی رسم جاری ہے۔ زوجہ زوج سے اسی سبب سے کہتی ہے کہ تم مجھ کو طلاق دے دو ورنہ میں پردہ ہرگز نہ کروں گی ان لوگوں سے تو اس زوجہ کا کیا حکم ہے؟ بیوا تو حروا

جواب:

جینٹ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچا زاد، ماموں زاد چھٹی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی اور ان سے لحاظ ٹوٹتا ہوتا ہے۔ ولہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک صحابی انصاری نے عرض کی، یا رسول اللہ! جینٹ و دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ((الجموع الموت))؛ رواہ احمد والبیہقی عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ جینٹ و دیور تو موت ہیں۔

(امام احمد اور بخاری نے اسے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

خصوصاً جو وضع لباس و طریقہ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے اور اگر بفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پوری احتیاط رکھے کپڑے مونے سر سے پاؤں تک پہنچے رہے کہ منہ کی نکی اور ہتھیلیوں تکووں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی نہ ظاہر ہو تو اس صورت میں جبکہ شوہر ان لوگوں کے سامنے آنے کو منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہو گیا۔ عورت اگر نہ مانے گی اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوگی جب تک شوہر ناراض رہے گا عورت کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اللہ کے فرشتے عورت پر لعنت کریں گے اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی۔ جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلاثة لا تجاوز صلواتهم اذ انهم العبد الا بقى حتى يرجع و لعنة بائنت و زوجها عليها ساخط و امام قوم و هم له كارهون)) رواه الترمذی و حسنه عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی، آقا سے بھاگا ہوا غلام جب تک پلٹ کر نہ آئے۔ اور عورت کہ سوائے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کے عیب کے باعث اس کی امامت پر راضی نہ ہوں (امام ترمذی نے اس کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تحسین فرمائی۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلاثة لا ترفع صلواتهم فوق رؤسهم شبرا رجلا امر قوما و هم له كارهون و امرأة بائنت و زوجها عليها ساخط و اخوان متصارمان)) رواه ابن ماجه و ابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے باشت بھر اوپر بلند نہیں ہوتی۔ ایک وعی امام اور عورت کے سوائے اور شوہر ناراض ہے اور دو بھائی کہ آپس میں علاقہ محبت قطع کئے ہوں۔ (ابن ماجہ اور ابن حبان نے سید حسن سے اسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلاثة لا يعجل اللطهم صلوة ولا تصعد لهم الى السماء حسنة العبد الا بقى حتى يرجع الى مواليه فيضع يده في ايديهم والمرأة الساخط عليها حتى يرضى والسكران حتى يصحو)) رواه الطبرانی فی الاوسط و ابناء عزيمة و حبان فی صحيحهما عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی نیکی آسمان کو چڑھے، بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کی طرف پلٹ کر اپنے آپ کو ان کے قابو میں دے۔ اور عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے اور نشے والا جب تک

ہوش میں آئے۔ (طبرانی نے "الاوسط" میں ابن ترمذی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((اذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملكة حتى تصبح)) رواه البخاری ومسلم والنسائی عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب عورت اپنے شوہر کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کریں (اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ان المرأة اذا خرجت من بيتها وزوجها كاره لذلك لعنها كل ملك في السماء وكل شيء تمر عليه غير الجن والانس حتى ترجع)) رواه الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے شوہر کو ناگوار ہو جب تک پلٹ کر نہ آئے آسمان میں ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے اور جن و آدمی کے سوا جس جس چیز پر گزرے سب اس پر لعنت کریں (طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ایما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير بأس فحرام علیها رائحة الجنة)) رواه احمد و ابو داؤد و الترمذی و حسنه و ابن ماجه و ابن حبان و الحاكم و قال صحيح علی شرط البخاری ومسلم واقروه عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔ (امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی، ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا اور ان سب نے اسے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برقرار رکھا)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ان المختلعات هن المنافقات)) رواه الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عقبه بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ خاوندوں سے طلاق مول لینے والیاں وہی منافقہ ہیں۔ (امام طبرانی نے بحکم الکبیر میں بسند حسن اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((من حبيب علی امرء زوجته او مملوکه فلیس مننا)) رواه احمد و البزار و ابن حبان و الحاكم و قال صحيح واقروه عن بريدة و ابو داؤد و الحاكم بسند صحيح عن ابی هريرة و الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ جو کسی شخص پر اس کی زوجہ یا اس کی باندی غلام کو بگاڑے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور سب نے اسے حضرت بريدة سے روایت کیا۔ ابو داؤد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور

طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے روایت کیا۔
 رہا اس پر طعن کرنا اور نئی رسم بتانا یہ حکم خدا اور رسول پر طعن ہے۔ ان لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر چاہئے اور حکم شرع کے
 مطابق اپنی ناجائز رسم کی سند پکڑنی اور جاہل بزرگوں کا حوالہ دینا یہ کافروں کی خصلت تھی ان سب پر توبہ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ
 مسلمانوں کو نیک توہین بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (نہوی رضویہ ج ۱، ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳)

باب نمبر 262

مَا جَاءَ إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ فَلِهَذَا فَضَلُّوا قُعُودًا

(جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں)

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا وک الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ جاؤ۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت مروی ہیں۔ امام ابویسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ حدیث "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے" حسن صحیح حدیث ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ اسی حدیث پر عامل ہیں ان میں حضرت جابر بن عبد اللہ، اسید بن حنیس، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ شامل ہیں، اور امام احمد اور بعض

361- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ سَهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، فَجَجَشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْإِمَامُ - أَوْ إِنَّمَا يُجْعَلُ الْإِمَامُ - لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَثُرَ فَكَثُرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ " وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَمُعَاوِيَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجَجَشَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، " وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هَذَا الْحَدِيثِ مِنْهُمْ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَسِيدُ بْنُ حُنَيْزٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَغَيْرُهُمْ، وَهَذَا الْحَدِيثُ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ " وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا لَمْ يُصَلِّ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا

قِيَامًا فَإِنْ صَلُّوا فَلْيُؤَدِّا لَمْ تُجْزِبِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ
 سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَسَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ
 الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ "

 اہل علم فرماتے ہیں: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی اس
 کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے پس اگر وہ مقتدی بیٹھ کر
 نماز پڑھیں تو انہیں کفایت نہیں کرے گی اور یہی امام سفیان
 ثوری، امام مالک بن انس، امام عبد اللہ بن مبارک، اور امام
 شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

ترجیح حدیث 361: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب انما جعل الامام ليرتم به حدیث 689، ج 1، ص 139، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب اکتمام
 الطاسم، حدیث 411، ج 1، ص 308، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث 601، ج 1، ص 164، المکتبۃ
 المصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب القبۃ، باب الاستمام بالامام یصلی قاعدا، حدیث 832، ج 2، ص 98، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اکتمۃ الصلوٰۃ
 والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی انما جعل الامام لیرتم بہ، حدیث 1238، ج 1، ص 392، دار احیاء المکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 263

منہ

(سابق سے متعلق ایک باب)

حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
 فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات
 میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔
 امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی
 اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی
 بیٹھ کر نماز پڑھو۔ اور انہیں سے مروی ہے بے شک نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم اپنے مرض میں نکلے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی، لوگ حضرت
 ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور انہیں سے روایت
 ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے
 پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
 مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں

362- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَمْلَانَ قَالَ :
 حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ نَعِيمِ
 بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُورٍ، عَنْ
 عَائِشَةَ، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ
 قَاعِدًا، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثٌ عَائِشَةَ
 حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ
 عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:
 إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا وَرُوِيَ
 عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي
 مَرَضِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَصَلَّى إِلَيَّ
 جَنْبَ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّاسُ يَأْتُمُونَ بِأَبِي بَكْرٍ،
 وَأَبُو بَكْرٍ يَأْتُمُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِيَ
 عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ
 أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا وَرُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ
 وَهُوَ قَاعِدٌ

363- حَدَّثَنَا بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي

زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اسی طرح محمد بن یحییٰ بن ایوب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حمید، ثابت اس حدیث پاک کو روایت کیا اور تحقیق کئی حضرات نے بواسطہ حمید اس حدیث پاک کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ان حضرات نے اس میں ثابت کا ذکر نہیں کیا اور جس حدیث میں ”ثابت“ کا ذکر ہو وہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔

مُعْتَمِدٌ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَأَجِدَا فِي نَوْبٍ مُتَوَشَّحًا بِهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهَذَا رِوَاةٌ يَخْتَصِي بِنِ ابْنِ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ ثَابِتٍ، وَمَنْ ذَكَرَ فِيهِ عَنْ ثَابِتٍ فَهُوَ أَصْحَحُ

ترجمہ حدیث 362: (سنن نسائی، کتاب اللہ، باب الاستحباب، حدیث 797، ج 2، ص 83، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب اللہ، صلوٰۃ

والتہ فیہا، باب اللہ، حدیث 945، ج 1، ص 304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 363: (سنن نسائی، کتاب اللہ، باب صلوٰۃ اللہ، حدیث 785، ج 2، ص 79، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ عجمی بن شرف النووی شافعی (متوفی 678ھ) فرماتے ہیں:

((جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تمام مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں)) ملا کا اس بارے میں اختلاف ہے تو ایک گروہ اس حدیث کے ظاہر کا قائل ہے اور ان حضرات میں امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی شامل ہیں اور امام مالک ایک روایت میں فرماتے ہیں: بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے قیام پر قادر شخص کی نماز جائز نہیں ہے نہ بیٹھ کر نہ کھڑے ہو کر۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی اور جمہور بزرگوں کا موقف یہ ہے کہ قیام پر قادر شخص کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنا جائز ہے اور ان حضرات نے اس بات سے دلیل لی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض و وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اگرچہ بعض علمائے یہاں یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقتدی تھے لیکن درست یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام تھے۔

اور اس بات کو امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحتاً صراحت کی مانند ذکر فرمایا تو انہوں نے اپنی اس روایت میں امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، وہ فرماتی ہیں: ((فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِي بَكْرٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلِي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ)) (ترجمہ: "پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔")

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّهُ بِهِ)) (امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے) کا معنی امام شافعی اور ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ افعال ظاہرہ میں اس کی اقتدا کی جائے وگرنہ نقل والے کے پیچھے فرض پڑھنا جائز ہے اور اس کی عکس بھی جائز ہے اور عصر کی نماز والے کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ اور امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ جائز نہیں ہے اور ان حضرات نے یہ فرمایا کہ حدیث کا معنی

یہ ہے کہ افعال اور نیتوں میں بھی اس کی اقتدا کی جائے۔ اور امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن نخل میں اپنے اصحاب کو صلاۃ الخوف دو مرتبہ پڑھائی ہر گروہ کو ایک مرتبہ" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نماز نفل تھی اور مقتدیوں کی فرض تھی۔ اور اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا فرمائی پھر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں بھی نماز پڑھائی وہ آپ رضی اللہ عنہ کی نفل اور مقتدیوں کی فرض نماز تھی۔ اس بات پر کہ امام کی اقتداء صرف ظاہری افعال میں ہوتی ہے ان حضرات کی دلیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان مبارک بھی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے: ((اَتْتُمُوا بِأَنْتُمْ تَكْمُ إِنَّ صَلَّي قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّي قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا)) (اپنے اماموں کی اقتداء کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ واللہ اعلم۔ (شرح النووی علی مسلم، باب التحام المأموم بالامام، ج 4، ص 133، 134، دار احیاء التراث العربی، بیروت) علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو)) یہ فرمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ کریں اور یہ نہیں ہوتا مگر قصد سے اور باب کے شروع میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ قصد کی دو قسمیں ہیں: قولی اور فعلی۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صفت فعلیہ پر دلالت کرتی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث ان دونوں باتوں پر دلالت کرتی ہے اور دونوں باتیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سجدہ کی جانب قصد قول و فعل دونوں پر مشتمل تھا اور اس طور پر حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دونوں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز اور نماز کے معاملات کے بارے میں مروی ہے۔ تو اسے سمجھو۔

(عمدة القاری، باب سجدی بالتکبیر میں سجدہ، ج 6، ص 81، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کیسے پڑھے، مذاہب ائمہ

امام اگر قیام پر قادر نہ ہو اور بیٹھ کر نماز پڑھے، جبکہ مقتدی قیام پر قادر ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے گا یا بیٹھ کر!!! احناف اور شوافع کا موقف یہ ہے کہ مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا۔

(لام للعاشمی، صلاۃ الامام قاعدًا، ج 1، ص 198، 199، دار المعرفہ، بیروت) (مسئلہ صلاۃ اللہ عنہ، باب صلاۃ الریض، ج 1، ص 215، دار المعرفہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔

(السننی لابن قدامہ، مسئلہ 3، صلی امام الخی جہنا صلی من وراءہ، ج 2، ص 162، مکتبۃ القادریہ)

مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ امام اگر قیام پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی قیام پر قادر ہے تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی ہی نہیں۔

(رد المحتار، ج 1، ص 162، دارالحدیث، ممبئی)

حتابلیہ کی دلیل:

حتابلیہ کی دلیل باب نمبر 162 کی حدیث پاک ہے: ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجَحِشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدَهُ، فَصَلَّمْنَا مَعَهُ قَعُودَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَهُ فَقَالَ: إِنَّمَا الْإِمَامُ - أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ - لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَكَذَلِكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا أَجْمَعُونَ)) ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَكَذَلِكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا أَجْمَعُونَ) ترجمہ: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ جاؤ۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء من أسل الامام عند فصلوا قعوداً، ج 2، ص 194، مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر)

مالکیہ کی دلیل:

بیٹھے ہوئے کی نماز میں کمی ہے، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نماز کامل ہے، لہذا کامل ناقص کے پیچھے ادا نہیں ہوگی۔

یہ دلیل اس لیے کمزور ہے کہ بیٹھے ہوئے کے پیچھے نماز ادا کرنا احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہے۔

احناف اور شوافع کی دلیل:

ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ وسلم نے اپنے مرض و فاقہ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور باقی لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کو پہنچا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور باقی لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نماز کی خبر دینے کو حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو (السرورگی کی بنا پر قراءت وغیرہ) سنا نہ سکیں گے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو میں نے حضرت سیدنا حضرت رضی اللہ عنہما سے کہا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں کہ بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے، پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں

قَالَ: اَلَيْسَ لَانْتِنَ صَوَابُ يُوْسُفَ مَرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ حِقْفَةً فَقَامَ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرَجُلَاةٍ يَخْطَبَانِ فِي الْاَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ اَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَاَوْمَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِي اَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)) ترجمہ: تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم صواب یوسف ہو، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ نبی لوگوں کو نماز پڑھائیں تو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانا شروع ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں ہلکا پن پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مردوں کا سہارا لے کر اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ سنی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیچے بیٹنا شروع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب اشارہ فرمایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری، باب الریحل یا تمہا الامام ما تم الناس، ج 1، ص 144، دار طوق النہار)

حتیٰ بلکہ کی دلیل کے جوابات:

(۱) منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ ہماری پیش کردہ حدیث پاک (کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور باقی لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی) ہے کہ یہ

آخری نماز ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھائی، لہذا اس نے ما قبل کو منسوخ کر دیا۔ اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "اختلاف الحدیث" میں بیان کیا ہے۔

(اختلاف الحدیث، باب صلاة الامام بعد من طلع قیام، ج 8، ص 809، دار المعرفہ، بیروت)

شمس الائمہ بر حسی حنفی نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

(مبسوط للشمس، باب صلاة الریاض، ج 1، ص 215، دار المعرفہ، بیروت)

(2) یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ علامہ عینی پہ درجہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے کیونکہ اصل عدم تخصیص ہے جب تک تخصیص پر کوئی دلیل قائم نہ ہو (لہذا یہ تخصیص دلیل کی محتاج ہے)۔

(شرح ابی داؤد للنعیمی، باب الامام صلی من قعود، ج 3، ص 111، مکتبۃ الرشید، ریاض)

(3) "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو" کا معنی یہ ہے کہ جب امام حالتِ جلوس میں ہو تو تم بھی بیٹھ جاؤ، قیام کے ساتھ امام کی مخالفت نہ کرو، ایسے ہی "جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو" کا مطلب ہے کہ جب امام حالتِ قیام میں ہو تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ، بیٹھ کر امام کی مخالفت نہ کرو۔

(شرح ابی داؤد للنعیمی، باب الامام صلی من قعود، ج 3، ص 111، مکتبۃ الرشید، ریاض)

باب نمبر 162 کی حدیث پاک سے مستقط شدہ مسائل

حدیث مذکور سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

(1) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے" یہ افعال میں امام کی پیروی کرنے کے وجوب پر دلیل ہے حتیٰ کہ کھڑے ہونے کی جگہ اور نیت میں بھی۔ اور امام شافعی اور ایک گروہ علماء اس بات کا قائل ہے کہ نیت کا اختلاف ضرر نہیں دیتا اور انہوں نے حدیث کو افعالِ ظاہرہ کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ان دونوں کا اختلاف ضرر دیتا ہے اور ان دونوں حضرات نے نیتوں کا اختلاف حدیث میں موجود ہر صحت کے تحت داخل فرمایا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کھڑے ہونے کی جگہ میں آگے ہونے کی صورت میں یہ صحت نماز کا اختلاف ضرر نہیں دیتا اور اس کے سوا انہوں نے حدیث کو عام رکھا۔

(2) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک "تو تم بھی تکبیر کہو" سے اس بات

پر استدلال کیا ہے کہ مقتدی امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہے گا نہ امام سے آگے ہو گا نہ پیچھے کیونکہ (اس فرمان میں موجود) "قا" حال کے لئے ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: افضل یہ ہے کہ امام کے تکبیر کہنے کے بعد تکبیر کہے کیونکہ "قا" تعقیب کے لئے ہے اور اگر وہ امام کے ساتھ تکبیر کہے دے تو امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یہ اسے کفایت کرے گا اور تحقیق اس نے برا کیا

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی دو روایتوں میں سے اصح کے مطابق بھی یہی حکم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ لہجی صورت میں وہ نماز کا شروع کرنے والا نہیں کہلائے گا۔

پھر امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق امام و مقتدی کا تکبیر میں اس طرح ملنا ضروری ہے جس طرح انگوٹھی اور انگلی کا حرکت کرنے میں ملنا ہوتا ہے اور صاحبین کے قول میں بعدیت سے مراد یہ ہے کہ مقتدی اپنی ”تکبیر“ کا الف امام کے ”اکبر“ کی رائے کے ساتھ ملائے۔ اور شیخ الاسلام خواہر زادہ کہتے ہیں: امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ادق اور عمدہ ہے اور صاحبین کا قول آسان اور احوط ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول صاحبین کے قول کی مثل ہے۔ اور علامہ ماوردی امام کے تکبیر کہنے سے قارغ ہونے سے پہلے مقتدی کے تکبیر کہنے کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کی نماز منعقد نہیں ہوئی اور اگر وہ امام کے رکوع شروع کرنے کے بعد رکوع کرے پس اگر وہ امام کے ساتھ ملا کر یا اس سے سبقت کر کے رکوع کرے تو اس نے برا کیا اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی پس اگر امام کے سلام پھیرنے سے قبل سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی مگر یہ کہ وہ امام کی مفارقت کی نیت کر لے پس اس میں مشہور اختلاف ہے۔

(3) اس قول ﴿فسار کعوا﴾ اور اس قول ﴿فاسجدوا﴾ میں موجود ”قا“ تعقیب پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مقتدی کے لئے رکوع و سجود میں امام سے سبقت کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے ان دونوں میں امام سے سبقت کی اور امام اس سے نہ ملا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(4) بے شک خدشہ اور اس کی مثل باتوں کے حصول کے وقت عبادت کا بجالاتا مستحب ہے۔

(5) قیام سے عجز کے وقت بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری باب الصلاة فی السجود، ج 4، ص 107، مدارج المعتبرات، ص 107)

باب نمبر 264

مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ فَاسِينَا

(امام کا دو رکعتوں پر بھول کر کھڑے ہو جانا)

حدیث: حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس وہ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے پس مقتدیوں نے تسبیح کی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی تسبیح کی تو جب اپنی نماز مکمل کی تو سلام پھیرا پھر بیٹھے ہوئے ہی سجدہ ہوا کیا پھر انہیں بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کے ساتھ یونہی معاملہ کیا جیسا کہ انہوں نے کیا۔ اور اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر، حضرت سعد اور حضرت عبد اللہ بن محسین رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک بہت طرق سے آپ سے مروی ہے اور تحقیق بعض اہل علم نے ابن ابی لیلیٰ کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے دلیل نہیں لی جائے گی۔ اور محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ابن ابی لیلیٰ صحیح ہیں اور میں ان سے روایت نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنی حدیث کے صحیح اور کمزور میں فرق نہیں کر پاتے اور جو بھی اس طرح کا ہو تو میں اس سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا۔“ اور یہ حدیث پاک کئی طرق سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور سلیمان نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بواسطہ جابر، مغیرہ بن شہیل، قیس بن ابی حازم بھی اس حدیث کو روایت

364- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُثَيْبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ فَتَنَهَضَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ، فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتِي السُّهُوِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ حَدَّثْتُهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَسَعْدِ، وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ، حَدِيثُ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ قَبْلِ جَفْظِهِ، قَالَ أَحْمَدُ: لَا يُخْتَجُّ بِحَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: ابْنُ أَبِي لَيْلَى هُوَ صَدُوقٌ، وَلَا أَرَوِي عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي صَحِيحٌ حَدِيثُهُ مِنْ سَقِيمِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هَذَا فَلَا أَرَوِي عَنْهُ شَيْئًا، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، وَرَوَى شَفِيانٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُهَيْلٍ، عَنْ

کیا ہے۔ اور جابر جھٹی کی بعض اہل علم نے تضعیف کی ہے
 بھی بن سعید اور عبد الرحمن بن مہدی وغیرہ نے ان کو
 متروک رکھا۔ اور اہل علم کے ہاں اسی حدیث پر عمل ہے کہ
 بے شک مرد جب دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہو جائے تو وہ اپنی
 نماز کو جاری رکھے اور دو سجدے کرے، ان میں سے بعض
 علما نے سجدوں کو سلام سے پہلے رکھا اور بعض نے سلام کے
 بعد رکھا تو جنہوں نے ان کو سلام سے پہلے رکھا تو اس کی
 حدیث زہری اور بھی بن سعید الانصاری کی بواسطہ عبد الرحمن
 الاعرج اور عبد اللہ بن محسینہ روایت کردہ حدیث سے زیادہ
 صحیح ہے۔

قَيْسِ بْنِ أَبِي حَارِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ،
 وَجَابِرِ الْجَعْفِيِّ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ،
 تَرَكَهُ يَعْنِي بِنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
 مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُمَا، "وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ
 أَهْلِ الْعِلْمِ: عَلَيَّ أَنْ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ فِي
 الرَّكَعَتَيْنِ مَضَى فِي صَلَاتِهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ
 مِنْهُنَّ مَنْ رَأَى قَبْلَ التَّسْلِيمِ، وَمِنْهُنَّ مَنْ رَأَى
 بَعْدَ التَّسْلِيمِ، وَمَنْ رَأَى قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَحَدِيثُهُ
 أَصَحُّ لِمَا رَوَى الزُّهْرِيُّ، وَيَعْنِي بِنُ سَعِيدٍ
 الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ
 اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ "

حدیث: زیاد بن علاقہ سے مروی ہے فرمایا: ہمیں
 حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس جب دو
 رکعتیں ہو چکیں تو وہ کھڑے ہو گئے اور نہ بیٹھے تو پیچھے والوں
 نے تسبیح کی تو انہوں نے مقتدیوں کو کھڑے ہونے کا اشارہ
 کیا تو جب اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو سلام پھیرا اور سجدہ
 سہو کے دو سجدے کئے اور ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے بھی یونہی کیا تھا۔

365- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ:

أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ
 زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ
 فَلَمَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ، فَسَبَّحَ بِهِ
 مَنْ خَلْفَهُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ قُومُوا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ
 صَلَاتِهِ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السُّهُوِ وَسَلَّمْ،
 وَقَالَ: تَهَكَّدَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِّحَتْ،
 وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ
 الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام ابو یسعی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح
 ہے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ مغیرہ
 بن شعبہ کئی طرق سے مروی ہے۔

ترجیح حدیث 364، 365: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یصلی فی الصلوٰۃ ما صلح، حدیث 1037، 1038، 272، السنن الصغیرہ، ص 103)

شرح حدیث

مذکورہ حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن عبد البر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:
 اور یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ درمیانی جلسہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے اور یہ آثار ابن محسنہ کی حدیث
 کے من وچہ موافق ہیں اور من وچہ مخالف ہیں کیونکہ ان میں سلام کے بعد سجود کا ذکر ہے اور انہیں آثار سے وہ شخص استدلال کرتا
 ہے جو نماز میں زیادت اور نقصان کی صورت میں سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کا قائل ہے۔

(التعمیر، المحدث التاسع والاثنا عشر، ج 10، ص 201، وزارت علوم الاوقاف والاشغال الاسلامیہ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں:

اور حدیث میں ہے کہ پہلے جلسہ کو ترک کرنے والا جب وہ کھڑا ہو جائے تو پھر اس کی طرف نہ لوٹے تو اگر سیدھا کھڑا
 ہونے کے بعد لوٹے تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور انہیں میں امام مالک رحمہ اللہ ہیں کیونکہ اس نے اپنی
 سابقہ اصل کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور جو اپنی نماز میں بھول کر زیادتی کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی تو جو اس عمل کا قصد کرتا
 ہے جسے اس نے اپنے عمل سے میں ساقط کیا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس طرح
 نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اور اس میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ بے شک پہلا تشہد سنت
 ہے کیونکہ اگر وہ فرض ہوتا تو وہ ضرور لوٹتے حتیٰ کہ اسے بجالاتے جیسا اگر کوئی رکعت یا سجدہ ترک کیا کیونکہ فرض کے حوالے سے محمد
 اور سہو برابر ہیں ہاں مگر گناہ میں فرق ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب من قام بعد الاقامۃ اونی الرکنین، ج 1، ص 358، 359، مکتبۃ المدینہ، القاہرہ)

قعدہ اولیٰ اور تشہد اول کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) "نماز کے واجبات" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 "اور انہیں واجبات میں قعدہ اولیٰ بھی ہے دونوں سطحوں میں فصل کرنے کے لئے حتیٰ کہ اگر نمازی اسے جان بوجھ کر
 ترک کر دے تو وہ برا کرنے والا ہوگا اور اگر بھولے سے ترک کر دے تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنی تمام عمر اس پر مواظبت فرمائی اور یہ بات اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جبکہ عدم فرضیت کی دلیل قائم ہو اور بے شک
 یہاں یہ دلیل موجود ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کی جانب کھڑے ہوئے تو

تسبیح کی گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اگر فرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کھینچتے اور ہمارے اکثر مشائخ اسی پر سنت کا لفظ بھی استعمال فرماتے ہیں یا اس بنا پر کہ اس کا وجوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی سنت سے معلوم ہوا ہے یا اس لئے کہ سنیہ مؤکدہ واجب کے معنی میں ہی ہوتی ہے کیونکہ دو رکعتیں وہ کم از کم مقدار ہے کہ جس سے نماز جائز ہوتی ہے تو قعدہ ان دونوں اور جو ان دونوں رکعتوں کے ساتھ ملی ہوئی نماز ہے ان میں قاصلہ کے لئے واجب ہوا۔"

(درائع مصناح، فصل الواجبات الاصلیہ فی الصلاۃ، ج 1، ص 163، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

"دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا (واجب ہے)، یو ہیں جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 518، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا، ترک واجب ہوگا۔"

حنا بلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"جو شخص تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی اور تکبیر یا رکوع کی تسبیح یا سجدہ کی تسبیح یا "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" یا "رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ" یا

"رَبِّ اجْعَلْ لِي" یا پہلے تشہد کو یا آخری قعدہ میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو جان بوجھ کر ترک کرنے تو اس کی

نماز باطل ہو جائے گی اور جو ان میں کوئی بھی شے بھول کر ترک کرے تو وہ سجدہ ہو، بجائے یہ واجبات کی دوسری قسم ہے اور یہ آٹھ

ہیں اور اس کے وجوب میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ چیزیں واجب ہیں اور یہ اسلحہ کا قول ہے اور دوسری

روایت یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہیں اور وہی اکثر فقہاء کا قول ہے مگر یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس کو نماز کے ارکان میں شامل فرمایا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے

قول کے موافق بھی موجود ہے اور تحقیق ماقبل میں ہم ان کے وجوب کی دلیل کو ذکر کر چکے ہیں۔"

(المنی لابن قدامہ، مسئلہ ہوا سو، ج 2، ص 5، مکتبۃ القاہرہ)

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"پہلا تشہد سنت ہے، واجب نہیں ہے.... اور ہماری دلیل حضرت عبد اللہ بن بخشینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ بے

شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور تیسری کے لئے کھڑے ہو گئے اور تشہد پڑھنا بھولی

گئے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو فرمایا۔ پس اگر وہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عوض آخر میں سجدہ سہو نہ فرماتے۔ اور مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کی جانب کھڑے ہوئے تو تسبیح سے لقمہ دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لوٹے پس اگر وہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لوٹتے۔ اور کیونکہ ہر وہ فعل کہ جس کو بھول کر ترک کرنے کی صورت میں نماز صحیح ہے تو اس کو جان بوجہ کہ بجالانے کی صورت میں بھی نماز صحیح ہے جیسا کہ طردا (جب جب علت پائی جائے تو حکم بھی پایا جائے) مسنون چیزیں اور عکسا (جب جب علت نہ پائی جائے تو حکم بھی پایا جائے) فرض چیزیں اور اسی بنا پر پہلا تشہد ان کے قیاس کے مطابق دوسرے تشہد سے جدا ہو جاتا ہے کیونکہ نماز کا اسے سہو ترک کرنا نماز کی صحت کے مانع ہے لہذا یہ واجب ہے اور ان دونوں میں پہلے تشہد کو ترک کرنا نماز کی صحت کے مانع نہیں ہے لہذا وہ سنت ہوا۔"

(الغاری الکبیر، ج 2، ص 132، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ احمد بن محمد ابن الحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

"اور وہ باتیں کہ جن کی بنا پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے تیرہ 13 ہیں: پہلا تشہد ترک کیا جائے یا پہلے تشہد میں بیٹھنے کو ترک کیا جائے یا پہلے تشہد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے یا دعائے قنوت پڑھنے کو ترک کیا جائے..... الخ"

(المنہاج فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 152، دارالمنہاجی، مدینہ منورہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالقاسم محمد بن احمد ابن جزئی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

"اور دونوں تشہد سنت ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں: "جو شخص دونوں تشہد یا ان میں سے ایک کو بھول جائے اور اس نے تشہد کے لیے قعود کیا ہو تو مشہور

قول پر سلام سے پہلے سجدہ کرے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"جو شخص نماز کے درمیانی جلسہ کو بھول جائے تو وہ سلام سے قبل سجدہ سہو کرے پھر اگر اسے ہاتھوں کے زمین سے جدا

ہونے سے پہلے بیٹھنا یاد آئے تو اسے دوبارہ بیٹھنے کا حکم ہے پس اگر وہ لوٹ آئے تو اس پر مشہور قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں ہے

اس کے حکم کے ہلکا ہونے کی بنا پر۔ اور اگر نہ لوٹے تو سجدہ سہو کرے اور اگر ہاتھوں کے زمین سے جدا ہونے کے بعد اسے بیٹھنا یاد

آئے تو مشہور قول کے مطابق نہ لوٹے پس اگر لوٹ آئے تو پھر اختلاف ہے کہ کیا وہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں اور اگر نہ لوٹے تو سجدہ

سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو پھر نہ لوٹے اور سجدہ سہو کرے پس اگر وہ لوٹا تو برا کیا اور مشہور قول کے مطابق اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔"

(القوانين المعنوية، الباب العشرون في السهو، ج 1، ص 55 مطبوعہ بیروت)

قعدہ اولی بھول کر کھڑا ہو گیا تو کما کرے:

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

(قعدہ اولی بھول کر کھڑا ہوا) اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز (ابھی تک) سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح و ارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت برا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے، مگر مذہب اصح میں نماز یوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المختار (سہو عن القعود الاول من الفرض) ولو عمليا اما النفل

فیعود مالہ یقید بالسجدۃ (ثم تذکرہ عادالیہ) وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح (مالہ یستقیم قائما) فی ظاہر المنہب وهو الاصح فتح (تنویر الابصار، رد المحتار اور در مختار میں ہے کہ) (اگر فرض کا قعدہ اول بھول گیا) اگر چہ وہ فرض عملی ہو، رہا معاملہ نفل کا تو لوٹ آئے جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا (پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشہد پڑھے اور اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق، اور یہی اصح ہے، فتح، یعنی اذاعادہ قبل ان یستقیم قائما وکان الی القعود اقرب فانه لا سجدہ علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر، اما اذا عاد وهو الی القیام اقرب فعلیہ سجدہ السہو کما فی نور الايضاح و شرحہ بلا حکایۃ بخلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلك فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظهره بعد منحن فهو اقرب الی القیام وان لم یستوفه اقرب الی القعود (یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا، تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے، اور اگر لوٹا لیکن قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا جیسا کہ نور الايضاح اور شرح میں اسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کو فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف سیدھا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب، اور اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہوگا۔

وان استقام قائما لا يعود وسجدہ للسہو فلو عاد الى القعود لا تفسد لكنه يكون مسيئا (اور اگر کھڑا ہو گیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی واپس لوٹ آتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ای یائم کما فی الفتح فلو کان اماما لا يعود معه القوم تحقیقا للمخالفة ویلزمہ القيام للرجال شرح المنیة عن القنیة (البتہ گناہگار ہوگا جیسا کہ فتح میں ہے اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہو کر واپس لوٹے تو مقتدی اس کی موافقت میں واپس نہ لوٹیں تاکہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت قیام لازم ہے، شرح المنیة میں قنیہ سے ہے) ویسجد لتاخیر الواجب وهو الحق بحراه ملخصا۔ (اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے اور یہی حق ہے بحر اہ تلخیصا۔) واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 181 تا 182، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ کی وجہ سے واپس آتا تو کیا حکم ہوگا:

اگر امام (قعدہ اولی بھول کر) ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہوئے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی۔ اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کھڑے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی ہو گئی مگر مخالف حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لوٹنا جائز نہیں، نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام ذیلی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 213 تا 214، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ کے تفصیلی مسائل آگے آرہے ہیں۔

باب نمبر 265

مَا جَاءَ فِي مَقْدَارِ السُّجُودِ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ

(پہلی دو رکعتوں میں بیٹھنے کی مقدار)

366- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حضرت عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ هُوَ الطَّبَّالِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں

غَبِيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، يُحَدِّثُ عَنْ پر یوں بیٹھتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پتھر پر بیٹھے ہوئے

أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ہیں۔

جَلَسَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى

الرَّضْفِ، قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفْتَيْهِ

بِشَئٍ، فَأَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ؟، فَيَقُولُ: حَتَّى

يَقُومَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، إِلَّا أَنَّ

أَبَا غَبِيَّةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا

عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَخْتَارُونَ أَنْ لَا يُطِيلَ الرَّجُلُ

الْقُعُودَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَلَا يَزِيدُ عَلَى

التَّشْهُدِ شَيْئًا فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَقَالُوا:

إِنْ زَادَ عَلَى التَّشْهُدِ فَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السُّهُوِ،

هَكَذَا رَوَى عَنِ الشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِ "

تخریج حدیث 366: (سنن ابی داؤد کتاب اصول، باب فی تطییب القلوب، حدیث 995، ج 1، ص 281، المکتبہ اصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب تطییب القلوب فی

التعمیر الاول، حدیث 1176، ج 2، ص 243، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیثگرم پتھر پر بیٹھنے سے مراد

علامہ محمد بن عبدالبہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"گرم پتھر پر ہونا یہ تخفیف سے کہنا یہ ہے۔" (حاشیہ اسندی علی سنن انسائی، کتاب الاطعمہ، ج 2، ص 244، کتاب الطب، ص 1، باب 1)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ اس سے انہوں نے پہلے تشہد کی تخفیف اور تیسری اور چوتھی رکعت میں قیام کی طرف جلدی کرنے کو مراد لیا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں یعنی پہلے تشہد میں بہت زیادہ نہ ٹھہرے بلکہ اس میں تخفیف کرے اور جلدی کھڑا ہو جائے جیسا کہ وہ شخص جلدی کھڑا ہوتا ہے جو کسی گرم پتھر پر بیٹھا ہوا ہو پس وہ ہمارے مذہب کے مطابق درود اور دعا کی بجائے صرف تشہد پر اکتفاء کرے گا اور شوافع کے ہاں دعا کو چھوڑ کر تشہد اور درود پر اکتفاء کرے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب التعمد، ج 2، ص 737، دار الفکر، بیروت)

قعدہ اولیٰ میں تخفیف

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

"بے شک قعدہ اولیٰ میں سنت ائمہ اربعہ وغیرہ کے ہاں تخفیف ہے۔ اور سنن ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ((كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّ عَلِيَّ الرَّضِيفِ قَلْبَنَا حَتَّى يَقُومَ قَالَ حَتَّى يَقُومَ)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں ایسے ہوتے تھے گویا وہ گرم پتھر پر ہیں تو ہم نے عرض کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو انہوں نے فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے۔) اور اس حدیث کو امام حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا۔ اور ابن منذر نے شخصی سے حکایت کیا کہ جو قعدہ اولیٰ میں تشہد پر زیادہ کرے تو اس پر سب کے دو سجدے لازم ہیں۔"

(طرح الخیر، حدیث الاستاذۃ من مذاہب الأربعة، ج 3، ص 108، مطبعہ المدینۃ العلمیۃ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے مگر یہ کہ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے والد سے سماعت نہیں کی اور اسی پر اہل علم کے ہاں عمل ہے، یہ حضرات اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو طویل نہ کرے اور تشہد پر کچھ بھی نہ

بڑھائے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تشہد پر زیادتی کی تو اس پر سجدہ سہولاً لازم ہے۔ اور اسی طرح فصیحی وغیرہ سے مروی ہے
 میں (علامہ یعنی حنفی) کہتا ہوں: اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب بھی ہے، صاحب محیط کہتے ہیں: اور اس پر زائد نہ کرے یعنی
 قعدہ اولیٰ میں "التحیات" پر زیادتی نہ کرے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر یہ زائد کرے "اللہم صل علی محمد الخ" میں
 کہتا ہوں: حدیث پاک ان کے مذہب کے خلاف حجت ہے۔" (شرح الی باؤد للحنبل، باب فی تخفیف القعود، ج 4، ص 278، مکتبہ الرشد، بیاض)

مذکورہ حدیث کی سند

علامہ علی سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنے
 مجموعہ میں اس کا رد کیا پس آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا بلکہ یہ منقطع حدیث ہے۔ اور ابن دین
 العید نے بھی ان کی موافقت کی ہے تو انہوں نے فرمایا: بے شک یہ ضعیف ہے اور اسی بنا پر ہمارے متاخرین انتخاب کی ایک
 جماعت نے اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے، اہ۔ (علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں) اور
 شاید علامہ نووی رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے طرق حدیث میں سے کسی کا رد کیا ہے وگرنہ امام ترمذی رحمہ اللہ جیسی شخصیت پر
 حدیث کا انتظام کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اور ہماری اس بات پر ان کا یہ کہنا دلیل ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور وہ اس بات پر محمول
 ہے کہ ان کے ہاں حدیث پاک کی دو سندیں ہیں اور منقطع جسے انہوں نے حسن کہا ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حسن بغیرہ ہے اور
 وہ دوسری سند ہے کہ جو ان کے ہاں صحیح ہے پس غور کر لو۔ کیونکہ یہ پھسلنے کا مقام ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اپنے غیر کی بہ نسبت مرتبہ
 میں بڑے ہیں۔" (مرآۃ الفاج، باب التہجد، ج 2، ص 737، دار الفکر، بیروت)

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"قعدہ اولیٰ میں تشہد پر زیادتی کرنا جائز نہیں برخلاف نوافل کے کیونکہ وہ نص کی بنا پر غیر محصور ہیں لہذا ہم نے اس پر
 زیادتی کو جائز قرار دیا اور ہمارے نزدیک فرائض میں قعدہ اولیٰ میں تشہد پر زیادتی نہیں کرے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں
 : نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کی زیادتی کرے گا۔ اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا کہ
 بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((فی کل رکعتین تشهد وسلام علی المرسلین، ومن تبعہم من عباد

اللہ الصالحین)) (ہر دو رکعتوں پر تشہد اور مرسلین پر اور جو اللہ عزوجل کے نیک بندے ان کے تابع ہیں ان پر سلام بھیجنا ہے۔) اور ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک ہے: ((كأن لا يزيد على التشهد في القعدة الأولى)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولی میں تشہد پر زیادتی نہیں فرمایا کرتے تھے) اور مروی ہے: "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولی یوں بیٹھا کرتے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پتھر پر موجود ہیں۔" راوی اس بات کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلدی قیام کرنے کو حکایت کر رہے ہیں۔ تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد پر زیادتی نہیں فرماتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ وہ نوافل کے بارے میں ہے کیونکہ نفل کا ہر فتح علیحدہ نماز ہے یا وہاں تشہد کا سلام مراد ہے۔

(الموسم السنوی، کیفیۃ الدخول فی الصلاة، ج 1، ص 29، دار المعرفہ بیروت)

در مختار اور رد المحتار میں ہے:

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد اتنا پڑھا لکھتے ہیں صَلَّي عَلَى مُحَمَّدٍ تَوَسُّعًا وَاجِبًا ہے اس وجہ سے نہیں کہ درود شریف پڑھا بلکہ اس وجہ سے کہ تیسری کے قیام میں تاخیر ہوئی تو اگر اتنی دیر تک سکوت کیا جب بھی سجدہ ہو واجب ہے جیسے قعدہ در کوع و سجود میں قرآن پڑھنے سے سجدہ ہو واجب ہے، حالانکہ وہ کلام الہی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درود پڑھنے والے پر تم نے کیوں سجدہ واجب بتایا؟ "عرض کی، اس لیے کہ اس نے محمول کر پڑھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی۔ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب سجود السوا، ج 2، ص 657، مطبوعہ بیروت)

حنا بلہ کا موقف

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(ایک جماعت نے ذکر کیا کہ "وَحَدَّثَنَا شَرِيكَ لَه" کو زیادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کی بنا پر (اور اولیٰ اس کی تخفیف اور اس پر زیادتی نہ کرنا ہی ہے) یعنی تشہد پر، حضرت ابو عبیدہ کی حدیث کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور حضرت مسروق کے قول کی بنا پر کہ "جب ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قعدہ اولیٰ میں بیٹھا کرتے تھے تو گویا وہ گرم پتھر پر ہوتے تھے حتیٰ کہ وہ کھڑے ہو جاتے۔" اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور حنبلی کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو جب وہ دو رکعات کے بعد قعدہ میں بیٹھے تو بیٹھے کو خفیف رکھتے پھر وہ کھڑے ہو جاتے گویا کہ وہ گرم پتھر پر موجود ہیں۔" فرماتے ہیں کہ انہوں نے صرف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دو اصحاب کی اقتدا کا قصد کیا ہے۔"

(کتاب الصلاة، فصل ما صل الرکعة الثانیة والرکعة الاولى، ج 1، ص 358، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شواہخ کا موقف

علامہ ابو الحسن یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

اور کیا پہلے تشهد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا سنت ہے؟ تو اس بارے میں دو قول ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ مسنون نہیں ہے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ((ان العسی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا جلس فی العشاء الاول . . . کھاندا ینجلس علی الرضف)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پہلے تشهد میں بیٹھا کرتے تھے تو یوں بیٹھتے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم پتھر پر موجود ہیں) اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ تشهد اول میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا نہیں ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون ہے اور دعا مسنون نہیں ہے کیونکہ یہ تشهد ہے لہذا اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ آخری قعدہ میں۔۔۔ اور کیا اس تشهد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود و سلام پڑھنا مسنون ہے؟ ہمارے اکثر اصحاب کہتے ہیں: یہ مسنون نہیں ہے جیسا کہ اس میں دعا مسنون نہیں ہے۔ اور صاحب القروع کہتے ہیں: اگر ہم کہیں کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون نہیں ہے تو پھر اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر درود پڑھنا بھی مسنون نہیں ہے۔ اور اگر ہم کہیں کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر درود پڑھنا مسنون ہے تو کیا اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود پڑھنا مسنون ہے؟ تو اس میں دو اقوال ہیں۔

(الہیان فی مذہب الامام الشافعی، مسئلۃ الفاظ التمجید، ج 2، ص 237، 238، دارالمنہج، بیروت)

مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ زینبی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

پہلے تشهد میں دعا وغیرہ کی زیادتی نہ کرے پس اگر اس نے دعا کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پہلے تشهد میں بیٹھا کرتے تھے تو اس میں تخفیف فرماتے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم پتھر پر ہیں، انتہی۔

(مواعظ الجلیل فی شرح صحیح ترمذی، شرح اخلاص التمجید، ج 1، ص 543، دارالمنہج، بیروت)

باب نمبر 266

مَا جَاءَ فِي الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں اشارہ کرنا)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے سنا، آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو سلام کیا، تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے اشارے سے جواب دیا۔ اور نابل کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا طریقہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: کہ انکی سے اشارہ کیا۔ اور اس باب میں حضرت بلال، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام کا جواب کس طرح دیا کرتے تھے جب صحابہ کرام علیہم السلام انہیں سلام کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے کہ اسے ہم صرف لیث کی بکر سے روایت کردہ حدیث سے ہی جانتے ہیں۔ اور تحقیق زید بن اسلم نے بھی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے

367- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

بْنُ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ نَابِلِ صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صَهْبَيْبٍ، قَالَ: مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ إِلَيَّ إِشَارَةً، وَقَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: إِشَارَةً بِإِصْبَعِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ بِلَالٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنْسٍ، وَعَائِشَةَ

368- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَمَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: كَانَ يُبَسِّرُ بِيَدِهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ صَهْبَيْبٍ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ بُكَيْرٍ وَقَدْ رَوَى عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا

میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: وہ اشارہ سے جواب دیا کرتے تھے۔ امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں: اور دونوں حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں کیونکہ حضرت صہیب کے قصہ والی حدیث حضرت بلال کے قصہ کے علاوہ ہے اگرچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں حضرات سے روایت کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ان دونوں سے ہی سنا ہو۔

عَوْفٍ، قَالَ: كَانَ يُرَدُّ إِسَارَةً قَالَ أَبُو عِيْسَى: وَكَانَ الْخَدِيثَيْنِ عِنْدِي صَحِيحًا، لِأَنَّ قِصَّةَ حَدِيثِ صُهَيْبٍ غَيْرُ قِصَّةِ حَدِيثِ بِلَالٍ، وَإِنْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَوَى عَنْهُمَا فَاحْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا

تذکرہ حدیث 367: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب رد السلام فی الصلوٰۃ، حدیث 925، ج 1، ص 243، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن نسائی، کتاب السو، باب رد السلام بالإشارة فی الصلوٰۃ، حدیث 1186، ج 3، ص 5، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب الرد بین یدی الأصل، حدیث 945، ج 1، ص 304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تذکرہ حدیث 368: (مسند احمد بن حنبل، حدیث بلال، حدیث 23888، ج 39، ص 320، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمد بن عبدالبہادی سندی فرماتے ہیں:

"(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے) یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا نماز کو باطل

(ملاوۃ السنۃ علی سنن ابن ماجہ، باب المصلیٰ - مسلم علیہ کیف یرجہ، ج 1، ص 318، دارالجلیل، بیروت)

نہیں کرتا۔"

نماز میں سلام کا جواب دینے کے بارے میں مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں قولاً (زبان سے) سلام کا جواب دینے سے نماز قاسد ہو جائے گی۔

(شرح بخاری، ج 1، ص 183، السنن لابن قدامہ، ج 1، ص 815، درمکار، ج 1، ص 615، نہلیۃ الحج، ج 2، ص 44)

اور چاروں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اشارے سے جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹے گی، دلیل اس باب کی احادیث

مبارکہ ہیں۔

ہاں اشارے سے جواب دینے کے حکم کے درجہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(بخاری، ج 1، ص 183)

مالکیہ کے راجح قول کے مطابق اشارے سے جواب دینا واجب ہے۔

(نہلیۃ الحج، ج 2، ص 44)

شوافع مستحب کہتے ہیں۔

(السنن لابن قدامہ، ج 1، ص 815)

حنابلہ کہتے ہیں کہ نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دیا جائے گا۔

(درمکار، ج 1، ص 616)

احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔

یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز کے لیے ہے، لہذا آپ صلی اللہ

(درمکار، ج 1، ص 616)

تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل کراہت سے موصوف نہیں۔

احناف کے نزدیک مکروہ کیوں؟

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی (متوفی 321) فرماتے ہیں:

"ان احادیث طیبہ میں وہ چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک اشارہ کرنا نماز کو نہیں توڑتا اور تحقیق یہ

احادیث طیبہ متواتر طور پر وارد ہوئی ہیں سوائے اس حدیث کے جو ان احادیث کے مخالف آئی ہے تو وہ احادیث اس حدیث سے

اولیٰ ہیں۔ اور بجاگاہ دانائی اشارہ کو کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عضو کی حرکت ہے اور تحقیق ہم نے نماز میں ہاتھ کے

علاوہ دیگر اعضاء کے حرکت کرنے کو دیکھا کہ وہ نماز کو نہیں توڑتے تو اسی طرح ہاتھ کے حرکت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ تو اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ "اگر نماز میں اشارہ کرنا تمہارے ہاں ثابت ہے برخلاف کلام کرنے کے اور اشارہ کرنا نماز کو نہیں توڑتا جیسا کہ کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے اور اس بارے میں تم نے ان احادیث سے استدلال کیا جنہیں تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا تو پھر کیوں تم نے نمازی کا اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ قرار دیا حالانکہ جن احادیث کو تم نے روایت کیا ان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں کیا؟ (یعنی ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیا) اور اگر یہ احادیث اس بات پر تمہاری دلیل ہیں کہ اشارہ نماز کو نہیں توڑتا تو وہ اس معاملہ میں تمہارے خلاف بھی حجت ہیں کہ نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ان احادیث سے ہم نے جس بات پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ اشارہ کہنا نماز کو نہیں توڑتا تو تحقیق ان آثار سے جس بات پر ہم نے استدلال کیا تو وہ ثابت ہے اور بہر حال جس بات کا تم نے ذکر کیا کہ نماز میں سلام کا جواب دینے کے لئے اشارہ کرنا مباح ہے تو ان احادیث میں اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اور وہ یوں کہ وہ بات جو ان احادیث میں ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جانب اشارہ فرمایا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں ارشاد فرمادیتے کہ بے شک اس اشارہ کرنے سے میں نے اپنے اوپر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کا ارادہ فرمایا تھا تو پھر ثابت ہو جاتا کہ نمازی کو نماز میں اگر کوئی سلام کرے تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا تو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کرنا سلام کا جواب دینے کے لئے ہو جیسا کہ آپ لوگوں نے ذکر کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اشارہ کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز کی حالت میں سلام کرنے سے منع کرنے کے لئے ہو، تو جب ان احادیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ احادیث فریقین میں سے ہر ایک کی تاویل کا احتمال رکھتی ہیں تو پھر ایک فریق کی تاویل دوسرے سے اولیٰ نہیں ہوگی مگر ایسی حجت کی بنا پر کہ جسے وہ فریق مخالف پر قائم کرے وہ حجت کتاب اللہ سے ہو یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا اجماع سے ہو۔

تو اگر کوئی کہنے والے کہے کہ اس کی کراہت پر کیا دلیل ہے؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہم سے ابو بکر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے مؤمل نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عاصم نے ابو وائل کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ((كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِالْحَاجَةِ وَنَقُولُ السَّلَامُ عَلَى جِبْرِائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِمَّا كَانُوا يَصَلُّونَ عَلَيْهِ يُعَلِّمُ اسْمُهُ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَبَشَةِ وَهُوَ يُصَلِّي. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَأَخَذَنِي مَا قَدَّمَ وَمَا حَدَّثَكَ. فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْزَلَ فِي شَيْءٍ

﴿ قَالَ أَلَا وَكُنَّ اللَّهُ يُحَدِّثُ مِنْ أَمْرِ مَا يَشَاءُ ﴾ (ترجمہ: ہم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے اور ہم حاجت کا حکم دیا کرتے تھے اور ہم جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور ہر اس ایک بندے پر کہ جسے آسمان و زمین میں جانا جاتا ہے سلام بھیجا کرتے تھے۔ پس جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عنایت نہیں فرمایا، پس مجھے وہ چیز پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی تو جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ادا فرمائی، تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے بارے میں کوئی شے نازل ہوئی ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔ لیکن اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے بھیجتا ہے۔)

ہم سے علی بن شیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسرائیل نے انہوں نے عبد اللہ سے بواسطہ ابوالاسحاق، ابوالاحوص بیان کیا وہ فرماتے ہیں: ((عَرَجْتُ فِي حَاجَةٍ، وَكُنْتُ يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَسَلَّمْتُ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا)) (میں کسی کام سے نکلا اور ہم نماز میں ایک دوسرے پر سلام کرتے تھے پھر میں لوٹا تو پھر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عنایت نہ فرمایا اور (نماز کے بعد) ارشاد فرمایا: بے شک نماز میں ایک مشغولیت ہے۔)

ہم سے ابو بکرہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے مسعودی نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((قَدِمْتُ مِنَ الْحَبَشَةِ وَعَهْدِي بِهِمْ وَهُمْ يُسَلِّمُونَ فِي الصَّلَاةِ، وَيَلْتَضُونَ الْحَاجَةَ، فَكُنْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ. فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحَدِّثُ لِلنَّبِيِّ مِنْ أَمْرِ مَا يَشَاءُ، وَقَدْ أَحَدَثَ لَكُمْ أَنْ لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ، وَأَمَّا أَنْتَ أَيُّهَا الْمُسْلِمُ، فَالْسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ)) (ترجمہ: میں حبشہ سے آیا اور میرے ذہن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حوالہ سے یہ بات تھی کہ وہ نماز میں سلام کرتے ہیں اور حاجت کو پورا کرتے ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے میں سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عنایت نہ فرمایا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نبی کے لئے اپنے حکم سے جو چاہتا بھیجتا ہے اور تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم نماز میں گفتگو نہ کرو اور بہر حال اے مسلمان تجھ پر اللہ عزوجل کی طرف سے سلامتی اور رحمت ہو۔)

ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے حمانی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا وہ مطرف سے، وہ ابوالہب سے، وہ ابوالرضاض سے، وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ((كُنْتُ أَسَلُّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا كَانَ ذَاكَ يَوْمَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَجَدْتُ

فِي نَفْسِي، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحَدِّثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ)) ترجمہ: ”میں نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب عنایت فرمایا کرتے تھے تو ایک دن میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عطا نہ فرمایا تو میں نے اپنے جی میں اس بات کو محسوس کیا تو میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے بھیجتا ہے۔“

ابو جعفر کہتے ہیں: تو ابوبکرہ کی حدیث میں ہے، ابوداؤد سے روایت ہے: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَيَّ الَّذِي سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ فَرَائِغِهِ مِنْهَا)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص کو سلام کا جواب عنایت فرمایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا تھا۔) تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں سلام کا جواب عطا فرماتے تو یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام کا جواب دینے سے کفایت کرتا جیسا کہ وہ شخص کہتا ہے جو نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے کا قائل ہے اور یہ کہ بے شک نمازی جب اپنے اوپر سلام کرنے والے کے ساتھ یہ معاملہ کر لے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہوتا۔ اور مؤمل سے مروی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا تو مجھے وہ بات پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی۔“ تو اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ وغیرہ کسی چیز سے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے سلام کا جواب عطا فرماتے تو صحابی رضی اللہ عنہ یہ نہ کہتے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عطا نہ فرمایا“ اور ضرور یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ سے سلام کا جواب عطا فرمایا اور انہیں وہ چیز نہ پہنچتی جس کی انہوں نے اس طرح خبر دی کہ مجھے وہ چیز پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی۔

اور علی بن شیبہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”بے شک نماز میں ایک مشغولیت ہے۔“ تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک نمازی اس مشغولیت کی بنا پر اپنے اوپر سلام کرنے والے کا جواب دینے سے معذور ہے اور (اس پر بھی) کہ کسی اور شخص کا نمازی کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے۔

اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے وہ جسے فہد نے ہم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شریک نے اعمش کے حوالے سے انہوں نے ابراہیم کے حوالے سے انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خبر دی کہ ((أَنَّ كَثْرَةَ أَنْ يُسَلَّمَ عَلَيَّ الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ)) (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں کسی قوم پر سلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں اسی طرح کی بات روایت کرتے ہیں جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، (وہ روایت یہ ہے) ہم سے احمد بن داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے مسدد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسامعیل بن ابراہیم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن عبد اللہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو الزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَبَعَثَنِي فِي حَاجَةٍ، فَأَنْطَلَقْتُ إِلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ يَرْحَمُكَ وَيَسْجُدُ، فَلَمَّا سَلَّمَ، رَدَّ عَلَيَّ)) (ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی حاجت کے لئے بھیجا تو میں حاجت کی جانب چلا پھر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب لوٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب عنایت نہیں فرمایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع و سجود فرماتے دیکھا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو مجھے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔)

ہم سے ابو بکر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ہشام نے بیان کیا تو انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ اسی کی مثل ذکر کیا مگر انہوں نے یہ جملہ ذکر نہیں کیا "پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا" اور یہ بات ذکر کی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: ((أَمَّا إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُرَدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَيُّسُ كُنْتُ أَصْلِي)) (مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا) تو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ تو اس میں بھی وہی کلام ہے جو ہم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ما قبل مروی حدیث میں ذکر کیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی کہ انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا تو یہ اس بات کے منافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ وغیرہ کسی ذریعے سے سلام کا جواب عطا فرمایا تھا۔

اور تحقیق ہم سے ابن ابی داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو الولید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو الزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَجَاءَهُ وَهُوَ يَصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَكَتَ، ثُمَّ أَوْمَى بِيَدِهِ، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِ، فَسَكَتَ فَلَا تِلْكَ، فَلَمَّا فَرَغَ

قَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَمَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أَصْلِي)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کو اپنے کسی کام بھیجا تو وہ واپس آئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھ رہے تھے تو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تین مرتبہ یوں ہوا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔) تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خبر دی کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ سے اشارہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں ارشاد فرمایا: ”مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سلام کا جواب ارشاد نہیں فرمایا تھا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کرنا سلام کے جواب کے لئے نہ تھا وہ تو صرف منع کرنے کے لئے تھا اور یہ جائز ہے۔ پس تحقیق یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسا ہم نے ذکر کیا۔

اور تحقیق آپ سے وہ حدیث مروی ہے جس کو ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے اعمش نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھ سے ابوسفیان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ((مَا أَحَبُّ أَنْ أَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّي، وَكَلِمَةُ سَلَامٍ عَلَى لَرَدَّتْ عَلَيْهِ)) (مجھے کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے سلام کرنا پسند نہیں ہے اور اگر وہ مجھے سلام کرے تو میں ضرور اسے جواب دوں۔) ہم سے محمد بن خزیمہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے احمد بن اشکاب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے معاویہ نے اعمش کے حوالے سے بیان کیا تو انہوں نے اپنے اسناد کے ذریعے اسی کی مثل ذکر کیا۔ تو یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو نماز کو سلام کرنا پسند فرما رہے ہیں اور تحقیق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام عرض کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب اشارہ فرمایا تھا تو اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کا جواب دینے کے لئے اشارہ کیا ہوتا تو وہ اسے مکروہ نہ جانتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا لیکن انہوں نے اس بات کو مکروہ اس لئے جانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ فرمانا ان کے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام کرنے سے منع کرنے کے لئے تھا۔

تو اگر کوئی کہنے والا کہے: تحقیق جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری اس حدیث میں یہ فرمایا اور اگر وہ مجھ پر سلام کرتا تو میں اسے ضرور جواب دیتا۔ تو جواب اسے لہا جائے گا کہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں اسے نماز میں جواب دوں، ہو سکتا

ہے کہ انہوں نے اپنے اس فرمان سے کہ ”میں اسے ضرور جواب دیتا“ یہ ارادہ کیا ہو کہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد ضرور جواب دوں گا اور ان کے اس مذہب پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ جسے ہم سے علی بن زید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے عطاء سے سوال کیا: کیا آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو انہوں نے اس کے جواب میں یوں فرمایا: تو اس کے سلام کا جواب نہ دے حتیٰ کہ تو اپنی نماز کو مکمل کر لے۔ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث اول میں جابر رضی اللہ عنہ کا سلام کا جواب دینے سے مراد نماز سے فراغت کے بعد سلام کا جواب دینا ہے تو تحقیق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ بھی اس کے موافق ہے اور یہ اپنے معنی سے اس بات پر دلالت کرتی ہے جسے ہم نے ذکر کیا۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں اسی کی مثل مروی ہے۔

ہم سے عبداللہ بن محمد بن خشیش نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عارم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے جریر بن حازم نے قیس کے حوالے سے انہوں نے عطاء کے حوالے سے بیان کیا: ((اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَأَلَا عَلَيْهِ رَجُلًا وَهُوَ يُصَلِّي، فَلَمْ يَدْعُ عَلَيْهِ شَيْئًا، وَغَمَزَا بِيَدَيْهِ)) (بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک شخص نے نماز کی حالت میں سلام کیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے اس کا کچھ بھی جواب نہ دیا اور اسے ہاتھ سے اشارہ کیا) تو یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں کہ جنہوں نے اپنے اوپر نماز میں سلام کرنے والے کو کوئی جواب نہ دیا لیکن اپنی طرف سے اس کے فعل پر کراہت کا اظہار کرنے کے لئے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ تو جب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں حضرات نے نمازی پر سلام کرنے کو مکروہ جانا تو اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں حضرات نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جس اشارہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا وہ سلام کا جواب دینے کے لئے نہ تھا بلکہ منع کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ نماز موضع کلام نہیں ہے کیونکہ سلام کلام ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح ہے تو جب نماز موضع کلام نہیں ہے تو پھر سلام کے جواب کا بھی موضع نہیں۔

اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اعضائے بدن کو سکون و اطمینان سے رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، اس بات کو ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے محمد بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں شریک نے اعمش کے حوالے سے، انہوں نے مسیب بن رافع کے حوالے سے، انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ کے حوالے سے ہمیں خبر دی، وہ فرماتے ہیں: ((وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ وَقَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لِيَسْكُنُوا أَيْدِيَهُمْ))

تَرْفَعُونَ أَيْدِيَكُمْ كَمَا تَحْمِلُ الْآفَاقُ حَمِيلَ شَمْسٍ اسْتَغْنُوا فِي الصَّلَاةِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رفع یدین کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تمہیں یوں ہاتھوں کو بلند کئے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی ڈمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔) تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اشارہ سے سلام کا جواب دینا یا اس حکم کو چھوڑنا ہے کیونکہ اس میں ہاتھ کا ہلانا اور انگلیوں کا حرکت دینا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں سکون اختیار کرنے کے حکم میں یہ بات بھی شامل ہے اور یہ قول جسے ہم نے اس باب میں بیان کیا، امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار، باب الاشارة فی الصلاة، ج 1، ص 454، 458، عالم الکتاب بیروت)

باب نمبر 267

مَا جَدَّ أَنْ التَّصْبِيحَ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيحَ لِلنِّسَاءِ
(مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ مارنا ہے)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارنا ہے۔ اور اس باب میں علی، سہل بن سعد، جابر، ابو سعید اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کی۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔

369- حَدَّثَنَا بَرْنَاذٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

سَعَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التَّصْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ إِذَا اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي سَبَّحَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

ترجم حدیث 369: (صحیح البخاری، کتاب الحمد، باب تصفیح للنساء، حدیث 1203، ج 2، ص 83، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تسبیح للرجال و تصفیح للنساء، حدیث 422، ج 1، ص 318، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن نسائی، کتاب الصوم، باب تصفیح فی الصلوٰۃ، حدیث 1207، ج 3، ص 11، کتاب المطبوعات الاسلامیہ بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"تصفیق کا مطلب ہے "ہاتھ پر ہاتھ مارنا" عورتوں کو تسبیح کے بجائے تصفیق کا حکم اس لیے دیا کہ ان کی آواز بھی

(شرح منہاج صلیبہ، حدیث فتح الامام، ج 1، ص 188، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عورت (یعنی پوشیدہ رکھنے کی چیز) ہے۔"

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"مراد یہ ہے کہ جسے نماز میں کوئی معاملہ پیش آئے جیسا کہ اپنے پاس آنے کی اجازت مانگنے والے کو (اپنے نماز پڑھنے

کی) خبر دینا اور امام کو تنبیہ کرنا وغیرہ تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کرے یعنی سبحان اللہ کہے اگر مرد ہو اور اگر عورت ہو تو

تصفیق کرے یعنی اپنے دائیں ہاتھ کے باطن کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارے اور ایک ہاتھ کے باطن کو دوسرے ہاتھ کی پھلی پر کھیل

کود کے طور پر نہ مارے تو اگر عورت نے ایسا کھیل کود کے طور پر کیا تو اس عمل کے نماز کے منافی ہونے کی وجہ سے اس کی نماز باطل

ہو جائے گی۔ اور اسی بنا پر صاحب محیط نے فرمایا: جب نمازی سے کوئی غیر آنے کی اجازت چاہے تو وہ یہ بتانے کے لئے تسبیح

کرے کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی پھر فرمایا: اور عورت اطلاع دینے کے لئے تصفیق کرے۔"

(شرح ابی داؤد للعیلی، باب تصفیق فی الصلاة، ج 4، ص 203، مکتبۃ الرشیدیہ)

مزید فرماتے ہیں:

"اور اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جب مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔"

(عمدة القاری، باب ما یجز من تسبیح الخ، ج 7، ص 276، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"اور تحقیق اس بات پر اجماع ہے کہ مرد کو جب نماز میں کوئی معاملہ پہنچے تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کرے۔ اور

علما کا عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے تو ایک گروہ نے ان کے تصفیق کرنے کو اختیار کیا ہے اور یہی حدیث کا ظاہر ہے اور امام

اسلمی، شافعی اور ابو ثور اسی کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت امام مالک سے بھی ہے جسے ابن شعبان نے امام مالک رحمہ اللہ سے

روایت کیا ہے اور یہی امام حنفی اور اوزاعی کا مذہب ہے اور دوسرے گروہ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے کہ ان کے لئے سنت تسبیح

کرنا ہے اور یہی امام مالک کا ایک قول ہے۔ اور امام مالک کے اصحاب نے ان کے اس قول "عورتوں کے لئے تو صرف تصفیق

ہے" کی یہ تاویل کی ہے کہ نماز کے علاوہ بھی وہ اسی طرح کرتی ہیں تو یہ انہوں نے بطور مذمت کہا ہے لہذا نماز میں مرد و عورت کوئی

بھی تصفیق نہ کرنے۔ اور مالک کے اس قول کا رد وہ حدیث کرتی ہے کہ جس میں امر کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ ”مرد تصفیق کریں اور عورتیں تصفیق کریں“ اور عورتوں کے لئے تصفیق کو اس وجہ سے ناپسند کیا گیا ہے کہ ان کی آواز میں قنہ ہے اسی وجہ سے ان کو اذان، اہانت اور نماز میں جہری قراءت سے منع کیا گیا ہے۔“ (مجموع الفتاویٰ، باب تصفیق للنساء، ج 7، ص 278، دارالکتاب العربی، بیروت)

لقمہ کے مسائل، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابوالمعالی محمود بن احمد حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:
 ”اور اگر امام کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو اس (کو لقمہ دینے) کے لئے تصفیق کی گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح جب اس نے اپنے غیر کو اس بات کی اطلاع دینے کے لئے تصفیق کی کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔“
 (عیال برہانی، ج 1، ص 384، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ اکمل الدین بامرتی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:
 ”بہر حال عورتیں تصفیق کریں (یعنی) اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ظاہری حصے سے بائیں ہاتھ کی پھیلی پر مارے اس روایت کی بنا پر جو گزری کہ عورتوں کے لئے تصفیق ہے کیونکہ ان کی آواز میں قنہ ہے تو ان کے لئے تصفیق کرنا مستحب نہیں ہے۔“
 (العنایہ شرح الہدایہ، باب من علیہ الصلاة وما نکر فیہا، ج 1، ص 409، دارالکتاب العربی، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:
 ”اور جب امام کو سہو ہو اور وہ غیر موضع میں کسی فعل کو بجالائے تو مقتدیوں کو لازم ہے کہ اس کو متنبہ کریں پس اگر وہ مرد ہوں تو وہ تصفیق کریں اور اگر وہ عورتیں ہوں تو وہ اپنی پھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارنے ہوئے تصفیق کریں اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مردوں اور عورتوں (دونوں کے لئے) تصفیق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ((مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ)) جسے نماز میں کوئی معاملہ درپیش آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے، متفق علیہ).....“

ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ)) (مردوں کے لئے تصفیق ہے اور عورتوں کے لئے تصفیق ہے۔)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا نَأْتِيَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ فَمَنْ سَبَّحَ الرَّجَالَ وَكَتَمَ صَوْتَهُ الْقِسَامُ)) (جب تمہیں نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو مردوں کو تسبیح کرنی چاہیے اور عورتوں کو چاہیے کہ تصفیق کریں۔ متفق علیہا) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ نماز میں سلام کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح جواب ارشاد فرماتے تھے؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ سے جواب عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں کہ اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور تحقیق ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث تو وہ مردوں کے بارے میں ہے پس بے شک ہماری حدیث اس کی تفسیر بیان کرتی ہے کیونکہ اس میں تفصیل اور زیادتی بیان ہے تو اسی کو لینا متعین ہے۔

(المعنی لابن قدامہ، فصل سما الامام قاتی فعل فی غیر موضع، ج 2، ص 15، 16، مکتبہ المدینہ)

شواہغ کا موقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"جب کوئی شخص کسی امام کا مقتدی ہو اور اس امام کو کوئی معاملہ درپیش آئے تو اسے تسبیح کرنی چاہیے اور عورت تسبیح کرے کیونکہ یہ تسبیح کرنا اس عورت کو مشہور کرے گا بلکہ وہ تصفیق کرے۔" (نہایہ المطالب، باب مدۃ الصلاۃ، ج 2، ص 189، 190، دارالمنہج)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"نماز میں عورتوں کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ مردوں کی طرح تسبیح کی بجائے تصفیق کریں، وہ اقوال کی ہیئت اور ترکہ جہر میں مردوں کی مخالفت کریں گی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ "جسے نماز میں کوئی معاملہ پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہ تسبیح کرے۔ اور تسبیح صرف مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے ہے کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے اور کبھی ان کی آواز کو سننے والا فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی لڑکی عورت کی بات نہ سنے جس کا وہ مالک نہ ہو اگرچہ دیوار کے پیچھے سے ہو پس بے شک دل کا ٹیڑھا پن اعمال کو مٹانے والا ہے اور شاعر کہتا ہے: اگر وہ سنیں جیسا کہ میں نے اس عورت کی بات کو سنا..... تو وہ رکوع و سجود میں گر جائیں۔ تو اس نے کلام سننے"

عمر اور میلان کے 19

مزید فرماتے ہیں:

”امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور اگر عورت کو نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ تھفین کرے اور مردوں کے لئے تسبیح ہے اور تھفین عورتوں کے لئے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ ماوردی کہتے ہیں: اور یہ سبج ہے، ہم نے ذکر کیا ہے کہ بے شک مردوں کو نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو ان کے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کریں خواہ وہ امام ہو یا مقتدی اور عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تھفین کرے اور تسبیح نہ کرے۔“

(الموازی المکرم، ج 2، ص 183، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ جسے نماز میں سہو ہو تو سنت ہے کہ اس کے لیے تسبیح کی جائے، اور تسبیح کا حکم مرد کے لئے ہے اس حدیث کی بنا پر کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ لَوِ احْتَوَتْهُ مِنَ التَّصْفِيحِ؟ مَنْ نَكَهَ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَسْبِغْ فَاِنَّ سَمَاءَهُ انْقَضَتْ اِلَيْهِ وَكَيْفَا التَّصْفِيحِ لِلنِّسَاءِ)) (کیا ہے مجھے کہ تمہیں کثرت سے تھفین کرتے دیکھنا ہوں؟ تو جسے نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اسے تسبیح کرنی چاہیے کیونکہ جب وہ تسبیح کرے گا تو اس کی جانب توجہ کی جائے گی اور تھفین کرنا عورتوں کے لئے ہے) اور عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے پس امام مالک رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے تسبیح کرنا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تھفین کرنا ہے۔

اور ان حضرات کے اختلاف کا سبب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ”عورتوں کے لئے تھفین ہے“ کے مفہوم میں اختلاف ہے تو جو اس جانب گئے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ سہو کے حوالے سے عورتوں کے تھفین کرنے کا حکم ہے اور یہی ظاہر ہے۔ فرمایا کہ عورتیں تھفین کریں اور تسبیح نہ کریں۔ اور جس نے اس فرمان سے تھفین کی مذمت کو سمجھا ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ تسبیح کرنے میں مرد و عورت برابر ہے۔ اور اس میں ضعف ہے کیونکہ یہ بغیر دلیل کے حدیث پاک کے ظاہر سے خروج ہے مگر یہ ہے عورت کو اس معاملہ میں مرد پر قیاس کیا جائے اور حال یہ ہے کہ نماز میں بہت سے مقامات پر عورت کا حکم مرد کے مخالف ہوتا ہے اسی وجہ سے قیاس میں ضعف ہے۔

(رد المحتار، ج 1، ص 207، دارالحدیث بیروت)

نماز میں لقمہ کے تفصیلی احکام

لقمہ کے بارے میں احادیث و آثار

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ لَقِيَ رَأَيْتُمْكُمْ أَكْثَرْتُمْ التَّصْفِيقَ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلَيْسَ بِهِ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّ الْعِفَّتَ إِلَيْهِ وَأَكْمَأَ التَّصْفِيقَ لِلنِّسَاءِ)) ترجمہ: تمہیں کیا ہوا کہ میں تمہیں کثرت کے ساتھ تصفیق کرنے دیکھتا ہوں، جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو سبحان اللہ کہو، جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، تصفیق (ہاتھ پر ہاتھ مار کر متوجہ کرنا) صرف عورتوں کے لئے ہے۔

(بخاری، باب من دل لعن اللہ اس الخ، ج 1، ص 137، دار طوق النجاة، ص 271، صحیح مسلم، باب تقدیم الجملۃ من صلح، ج 1، ص 318، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((التَّصْفِيقُ لِلرِّجَالِ

وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)) ترجمہ: تصفیق مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے ہے۔

(صحیح بخاری، باب تصفیق النساء، ج 2، ص 63، دار طوق النجاة، ص 271، صحیح مسلم، باب تصفیق الرجال و تصفیق النساء، ج 1، ص 318، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَكَتَ آيَةً كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا أَذْكَرْتُمُوهَا)) ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں قرأت کی تو کچھ چھوڑ دیا، ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے یہ آیت چھوڑ دی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھے (لقمہ دے کر) یاد کیوں نہ کرائی۔

(سنن ابی داؤد، باب الخ علی الامام فی الصلاة، ج 1، ص 238، المكتبة المصریة بیروت)

(4) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا نَقْفَعُ عَلَيَّ الْأَيْمَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ)) ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لقمہ دیا کرتے تھے۔

(سنن دار قطنی، باب تعین الامام الخ، ج 2، ص 254، موسسہ دارالحدیث بیروت)

(5) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى

الْإِمَامِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام پر اس کی غلطی کو روکیں یعنی اسے لقمہ دیں۔

(مشترک للحاکم، المحدث محمد الرحمن بن مہدی، ج 1، ص 403، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(6) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَقَرَأَ سُورَةَ

فَأَسْفَطَ مِنْهَا آيَةً فَلَمَّا فَرَغَ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ آيَةٌ هَذَا وَهَذَا أُنِيسَتْ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَإِنَّكَ لَمْ تَرَ أَمَةً قَالَ: لَقَدْ نَبَّيْتُمَا؟)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سورت کی تلاوت کی، اس میں سے ایک آیت چھوڑ دی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: کیا فلاں آیت منسوخ ہوگئی، فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آپ نے اسے نہیں پڑھا، فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں لقمہ کیوں نہ دیا۔

(سنن دارقطنی، باب تھین الاموم لا امتارح، ج 2، ص 255، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

(7) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الصَّلَاةِ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ كَلِمَةً فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: أَلَمْ يَكُنْ لِيُحْكَمْ أُنِي؟ قَالَ بَلَى، قَالَ: هَلَّا فَتَحَتْ عَلَيَّ؟ قَالَ: ظَنَنْتُ أَنَّهَا نُسِخَتْ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ نُسِخَتْ لَأَعْلَمْتُمْهُمْ)) ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سورہ مؤمنون کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں ابی نہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! موجود ہوں، فرمایا: تم نے مجھے لقمہ کیوں نہ دیا؟ عرض کیا: میں سمجھا کہ یہ حصہ منسوخ ہو گیا ہے، ارشاد فرمایا: اگر منسوخ ہو جاتا تو میں تمہیں بتا دیتا۔ (بخاری، ج 1، ص 348، نور پور ضمیمہ نمبر)

(8) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ فَسَبَّ بِهِ فَعَادَ وَمَجِدَّ لِسَلْهُو)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانچویں کے لئے کھڑے ہوئے لقمہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، سلام پھیر کر سجدہ سہو فرمایا۔ (الاعتبار تطليل الآثار، باب جودا سو، ج 1، ص 73، مطبوعہ المصطفیٰ، القاہرہ، بلا امتارح، ج 1، ص 519، مدنی بیشر، کراچی)

(9) حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں: ((قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نِعْمَ السُّنَّةِ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ الْإِمَامَ إِذَا اسْتَطَعْتُمْ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔ (ابو عبد الرحمن سے پہلے والے راوی کہتے ہیں) میں نے ابو عبد الرحمن سے عرض کیا کہ امام کا مانگنا کیا ہے، فرمایا: جب پڑھتے پڑھتے چپ ہو جائے۔

(سنن الکبریٰ للبخاری، باب الامام لعن، ج 3، ص 302، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(10) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((إِذَا اسْتَطَعْتُمْ الْإِمَامَ فَاطْعُوهُ)) ترجمہ: جب امام تم سے لقمہ چاہے تو لقمہ دو۔

(سنن دارقطنی، باب تھین الاموم لا امتارح، ج 2، ص 256، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض)

(11) حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّى بِنَا اِبْنِ عُمَرَ قَدَالَ فَتَرَدَّدَ، قَالَ: فَتَفْتَحَتْ عَلَيْهِ فَأَخَذَ عَسِي)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی، بھول گئے تو میں نے انہیں لقمہ دیا، انہوں نے مجھ سے لقمہ

لے لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 418، مکتبہ الرشیدیہ)

(12) بدائع میں ہے: ((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَتَذَكَّرْ سُورَةَ

فَقَالَ نَافِعٌ: إِنَّا زَكَّرْتُمْ فَذَرُّوا)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز مغرب میں سورۃ فاتحہ پڑھی تو آگے سورت یاد نہ آئی، پس حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اذا زلزلت) کہہ کر لقمہ دیا تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی۔
(بدائع الصنائع، فصل فی بیان حکم الاستحباب، ج 1، ص 236، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(13) عبیدہ بن ربیعہ کہتے ہیں: ((أَتَيْتُ الْمَقَامَ فَإِنَّا رَجُلٌ حَسَنُ الْغِيَابِ طَيِّبُ الرَّيْحِ يُصَلِّي فَقَرَأَ وَدَجَلُ إِلَى

جَنِبِهِ يَفْتَعُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: عُمَانٌ)) ترجمہ: میں مقام پر آیا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور بہترین خوشبو لگائی ہوئی ہے نماز پڑھا رہا ہے، وہ قراءت کرتا ہے اور ایک آدمی اس کے پہلو میں کھڑا ہے، وہ اسے لقمہ دیتا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبہ الرشیدیہ)

(14) یونس کہتے ہیں: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيرِينَ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَرِيَانِ بَأْسًا بِتَلْعِينِ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت

حسن بصری اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام کو لقمہ دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبہ الرشیدیہ)

(15) ابن اور لیس کہتے ہیں: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيرِينَ قَالَا لَيْتِنِ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت حسن بصری اور امام

ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: امام کو لقمہ دو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبہ الرشیدیہ)

(16) مصنف ابن شیبہ میں ہے: ((أَنَّ ابْنَ مِقْفَلٍ أَمَرَ رَجُلًا يَلْقِيهِ إِذَا تَعَايَا)) ترجمہ: حضرت ابن مقفل رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ امام کو لقمہ دے جب امام نلٹی کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبہ الرشیدیہ)

(17) حضرت عطاء فرماتے ہیں: ((لَا بَأْسَ بِتَلْعِينِ الْإِمَامِ)) ترجمہ: امام کو لقمہ دینے میں حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 418، مکتبہ الرشیدیہ)

(18) یزید بن رومان کہتے ہیں: ((كُنْتُ أَصَلِّي إِلَى جَنِبِ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ فَوَقُوفِي فَأَقْبَعُ عَلَيْهِ وَهُوَ

يُصَلِّي)) ترجمہ: میں نے نافع بن جبیر بن مطعم کے پہلو میں نماز پڑھی، انہوں نے (بھولنے کی وجہ سے) مجھ سے لقمہ طلب کیا، تو میں نے انہیں لقمہ دیا اس حال میں کہ وہ نماز میں تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 418، مکتبہ الرشیدیہ)

(19) بلال بن ابی مرثد کہتے ہیں: ((كُنْتُ أَعْتَقُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَكِيمٍ إِذَا تَعَلَّمَا فِي الصَّلَاةِ فَكَانَ لِي يَوْمًا لَمَّا صَلَّيْتُ مَعَهُمَا قَالَ بَقَلْتُ: لَا يَكْفِيكَ تَعَدُّ الشَّعَوَاتِ ذَلِكَ تَوَدَّتْ الْمَلَائِكَةُ فَلَمْ أَجِدْ مِنْ يَفْتَهُ عَلَيَّ)) ترجمہ: میں عبد اللہ بن حکیم رضی اللہ عنہما کو لقمہ دیا کرتا تھا جب وہ نماز میں غلطی کرتے تھے تو ایک دن انہوں نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو میں عرض کیا: نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا بے شک مجھے اس بات کا (آپ سے) شکوہ ہے، گزشتہ رات مجھے (نماز میں) تردد ہوا پس میں خود کو لقمہ دینے والا کوئی نہ پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من خص فی فتح علی الامم، ج 1، ص 417، مکتبہ اہل تشیع، بیروت)

(20) صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لقمہ دیا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لقمہ لیا، اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ محیط برحالی میں ہے: ((وعن عمر رضي الله عنه أنه قرأ سورة الدعاء وسجد فلما عاد إلى القيام لرتبه عليه فلن انزلت قدرها ولم ينكر عليه)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی، اسی دوران آیت سجدہ پر سجدہ کر کے جب قیام کی طرف لوٹے تو آپ بھول گئے، کسی نے (اذا زلزلت الارض) کا لقمہ دیا، پس آپ نے اس کو پڑھا اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ (محیط برحالی، متصل الامم، ج 1، ص 389، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(21) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((كَانَ مَرُوكُنْ يَلْقُنُ فِي الصَّلَاةِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ)) ترجمہ: امام زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: (مدینہ منورہ میں) مروان کو نماز میں لقمہ دیا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انجمن مدینہ منورہ میں موجود تھے (یعنی اس بات پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من خص فی فتح علی الامم، ج 1، ص 417، مکتبہ اہل تشیع، بیروت)

(22) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْقُنُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّلَاةِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ایک دوسرے کو نماز میں لقمہ دیا کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی، ج 2، ص 255، مکتبہ اہل تشیع، بیروت)

لقمہ دینے کا شرعی حکم:

لقمہ دینا کبھی فرض ہوتا ہے، کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی جائز ہوتا ہے، کبھی مکروہ اور کبھی حرام۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ہو: امام جب ایسی غلطی کرے جو نماز کو فاسد کرنے والی ہو تو لقمہ دے کر اس کی اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے۔ امام ابلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو

اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی "وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كسان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ﴿وَلَا تَبْطُلُوا اَعْمَالَكُمْ﴾" وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی، نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔"

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری ہو اور امام کو وثوق حاصل ہو، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے۔"

(نکلی رضویہ، جلد 7، صفحہ 280، رضاناؤظ علیہ السلام)

واجب: اگر امام ایسی غلطی کرے کہ جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے۔ امام ابوسعید محمد و دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے۔"

(نکلی رضویہ، جلد 7، صفحہ 280، رضاناؤظ علیہ السلام)

جسائز: قرائت میں ایسی غلطی ہو جس سے فساد نماز یا ترک واجب لازم نہ آ رہا ہو تو لقمہ دینا جائز ہے۔ امام ابوسعید علیہ السلام فرماتے ہیں "اگر (قراوت کی) غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے۔"

(نکلی رضویہ، جلد 7، صفحہ 281، رضاناؤظ علیہ السلام)

مذکورہ صورت صرف جائز ہے (یعنی واجب نہیں ہے) مگر دو صورتوں میں مذکورہ صورت حال میں بھی لقمہ دینا واجب ہو جاتا ہے:

(1) یہ خطرہ ہو کہ امام تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپ ہو جائے گا تو لقمہ دینا واجب ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار سکوت کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔

(2) امام کی عادت معلوم ہے کہ جب بھولتا ہے تو اس کے منہ سے آوں آں جیسے الفاظ نکلنے لگ جاتے ہیں تو اس صورت میں بھی لقمہ دینا واجب ہے کہ اس طرح کے الفاظ نکلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اوپر والی عبارت سے متصل آگے فرماتے ہیں ”مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب (واجب کرنے والی چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے)، اقول (میں کہتا ہوں) مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہو اور یاد نہیں آتا، یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا۔ تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدرنا جائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراب ان سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں، کوئی اول اول کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تو جس کی یہ عادت معلوم ہو وہ جب رکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 281، رضانا ڈکٹیشن، لاہور)

مکروہ: امام اگر قراءت میں رکے تو اسے فوراً بتانا مکروہ (تجزیہ) ہے۔ شامی میں ہے ”یکرہ ان یفتح من ساعته“ ترجمہ: فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے۔

(رد المحتار، ج 1، ص 623، ایچ ایم سعید کتب، کراچی)

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔“

حرام: بے محل لقمہ دینا حرام ہے اور اس سے لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور امام لقمہ لے تو اس کی نماز بھی فاسد جاتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 286، رضانا ڈکٹیشن، لاہور)

لقمہ کے کچھ بنیادی قواعد

لقمہ دینے کا محل کیا ہے

لقمہ کے محل بنیادی طور پر دو ہیں:

(1) جس مقام پر لقمہ لینا دینا احادیث سے ثابت ہے، وہ لقمہ دینے کا محل ہے اگرچہ فساد نماز یا ترک واجب نہ ہو رہا ہو۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قراءت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 258، رضانا ڈکٹیشن، لاہور)

میں شارح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد۔“

(2) احادیث سے ثابت شدہ مواضع کے علاوہ وہاں اجازت ہے جہاں اصلاح نماز کی حاجت ہو، اور حاجت وہاں

ہوتی ہے جہاں فساد نماز یا ترک واجب ہو رہا ہو، لہذا جہاں اس سے کم معاملہ ہو وہاں لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اسی

طرح مقتدی صرف اپنے امام کو لقمہ دے سکتا ہے کہ اپنی نماز بچانے کے لئے اسے اس کی حاجت ہے۔

اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

نمازی کے اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینے سے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، جس کو لقمہ دیا ہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو، مقتدی ہو یا منفرد یا کسی اور کا امام، کیونکہ نمازی کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”(قولہ وفتحہ علی غیر امامہ) لانه تعلم وتعلیم“ ترجمہ: مفسدات صلوٰۃ میں سے اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دینا ہے کیونکہ یہ تعلیم و تعلم ہے۔ (نہاوی شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب مفسدات الصلوٰۃ، جلد 02، صفحہ 461، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:

مصلیٰ (نمازی) نے اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دیا نماز جاتی رہی، جس کو لقمہ دیا ہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو، مقتدی ہو یا منفرد یا کسی اور کا امام۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

اپنے مقتدی کے علاوہ کا لقمہ لینا مفسد نماز ہے:

اپنے مقتدی کے سوا دوسرے کا لقمہ لینا بھی مفسد نماز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

خود یاد آ گیا تو کیا حکم ہے:

اگر اپنے مقتدی کے علاوہ شخص کے بتاتے وقت اسے خود یاد آ گیا اس کے بتانے سے نہیں، یعنی اگر وہ نہ بتاتا جب بھی اسے یاد آ جاتا، اس کے بتانے کو کچھ دخل نہیں تو اس کا پڑھنا مفسد نہیں۔

(نہاوی شامی، ج 2، ص 461، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ، بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

مقتدی نے غیر مقتدی سے سن کر لقمہ دیا:

اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ (الدر المختار مع رد المحتار، ج 2، ص 461، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ، بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

بے محل لقمہ دینے سے نماز ٹوٹنے کی وجہ:

لقمہ دینا اگر چہ ذکر و قراءت سے ہو درحقیقت کلام ہے کہ اس سے مقصود تنبیہ کرنا ہے کہ تم غلطی کر رہے ہو، جب یہ کلام ہے تو اس سے ہر صورت میں نماز ٹوٹنی چاہئے مگر اصلاح نماز کی حاجت کے وقت یا جہاں لقمہ دینے کی اجازت خاص احادیث

میں آگئی وہاں خلاف قیاس اجازت دی گئی۔

امام اہلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر خلاصہ و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء و اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا، اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پُر ظاہر کہ اس سے یہی فرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم ہو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورتاً قرآن یا ذکر (ہو)۔۔۔ اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مفید نماز ہو کہ جب وہ ملحوظ معنی کلام ٹھہرے تو بہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلیٰ وجوہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 257، مرقاۃ المفاتیح، ص 109)

اور ان دو موضوع کے علاوہ معاملہ اصل قیاس پر جاری ہوگا اور لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ امام اہلسنت رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پس جو بتانا حاجت و نص کے موضوع سے جدا ہو وہ بے شک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں، اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بتانا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 260، مرقاۃ المفاتیح، ص 109)

نفل نماز میں بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے:

نفل نماز کی جماعت میں بھی اپنے امام کو ضرورتاً لقمہ دے سکتے ہیں۔ امام اہلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "امام جب نماز میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 288، مرقاۃ المفاتیح، ص 109)

نماز جمعہ میں بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے:

امام کو ضرورتاً لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو

(نوادری رضویہ ج 7، ص 289، رمضان 1417ھ طبع لاہور)

سب کی نماز جاتی رہے گی۔“

لقمہ دینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا:

لقمہ لینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔“

(نوادری رضویہ ج 7، ص 289، رمضان 1417ھ طبع لاہور)

”امام سے غلطی ہوئی اور کسی نے صحیح لقمہ دیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔“

(نوادری امجدیہ ج 1، ص 277، مکتبہ رضویہ، کراچی)

ایک سے زیادہ لوگوں کا لقمہ دینا جائز ہے:

ضرورتاً ایک سے زیادہ لوگوں کا لقمہ دینا جائز ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے۔“

(نوادری رضویہ، جلد 7، صفحہ 280، رمضان 1417ھ طبع لاہور)

سجھدار نابالغ لقمہ دے سکتا ہے:

لقمہ دینے کے لئے نابالغ ہونا شرط نہیں، مراہق (بلوغت کے قریب) بھی لقمہ دے سکتا ہے، بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور نماز میں ہو۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص 608، مکتبہ المدینہ، کراچی) * فتاویٰ امجدیہ ج 1، ص 99، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ * فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 284، رمضان 1417ھ طبع لاہور)

کھنکار کے ذریعہ لقمہ دینا:

اگر امام سے غلطی ہوئی تو لقمہ دینے کے بجائے کھنکار کرا سے تشبیہ کی تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام اہلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”کھانسا کھنکارنا جبکہ بعد یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو وہ سب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں۔“

(نوادری رضویہ ج 8، ص 274، رمضان 1417ھ طبع لاہور)

امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے:

(امام نے قراءت میں غلطی کی، مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے نہ لیا تو اس صورت میں) اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے

سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مقصد نہ تھی تو سب کی نماز ہوگی اگر چہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 330-331، دارالعلوم دیوبند)

بہرے امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے

بہرے امام کو لقمہ دیا گیا، اس نے نہ لیا، نماز کا کیا ہوگا، اسی طرح کے سوال کے جواب میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں ”غلطی جس پر لقمہ نہ لیا اگر مقصد نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 617، دارالعلوم دیوبند)

ایک ہی مرتبہ غلط لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

ایک ہی بار غلط لقمہ دینے سے دینے والی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، تکرار شرط نہیں، یہی اصح ہے۔

(فتاویٰ، ج 1، ص 1، مکتبہ شہید پورہ)

لقمہ دینے کے الفاظ

امام قراءت کے علاوہ جہاں بھولے تو افضل یہ ہے کہ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا جائے، اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر بھی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من نابه شىء فى صلواته فليصبح فانه اذا سبح التفت اليه)) ترجمہ: جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو سبحان اللہ کہو، جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم، ج 1، ص 225، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تاتارخانیہ میں ہے: نمازی جب اس نیت سے تکبیر کہے کہ غیر کو بتائے کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز قاسد نہیں ہوتی، افضل یہ ہے کہ تسبیح کہی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تہنیت (ہاتھ پر ہاتھ مارنا) عورتوں کے لئے۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ، ج 1، ص 575، دارالقرآن)

فتاویٰ احمدیہ میں ہے ”مقتدی ایسے موقع پر جبکہ امام کو متوجہ کرنا ہو سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے جس سے امام کو خیال ہو جائے اور نماز کو درست کرے۔“

(فتاویٰ احمدیہ، ج 1، ص 187، مکتبہ رضویہ کراچی)

اگر قراءت میں بھولے تو افضل یہ ہے کہ جس آیت پر امام بھولا ہے، لقمہ دینے والا پہلے اس سے کھپلی آیت پڑھے اور پھر وہ آیت پڑھے جس کو بھولا ہے، جو آیت بھولا ہے وہی پڑھ دے تب بھی جائز ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: فتاویٰ حجہ میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ جب مقتدی امام کو لقمہ دے تو ما قبل والی آیت پڑھے، پھر ساتھ والی آیت اس سے ملا دے تاکہ تعلیم و تعلم کا شبہ نہ ہو اور یہ حکم لازم نہیں ہے۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ، ج 1، ص 581، دارالقرآن)

اگر امام کوئی سورت پڑھتے پڑھتے بھول گیا تو کسی اور سورت کا لقمہ بھی دے سکتے ہیں۔ محیط برہانی میں ہے ((عن
 عمر رضی اللہ عنہ اذ قرأ سورة النجم وسجد فلما عاد الى القيام ارتج عليه فلقنه واحد ﴿اذا زلزلت الارض﴾ فقراً
 ما ولد يندمعه عليه)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے سورہ نجم کی تلاوت کی، اسی دوران آیت
 سجدہ پڑھ کر کے جب قیام کی طرف لوٹے تو آپ بھول گئے، کسی نے ﴿اذا زلزلت الارض﴾ کا لقمہ دیا، پس آپ نے اس
 کو پڑھا اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔
 (مید برہانی، ج 2، ص 20، 154، ادارہ القرآن، کراچی)

سورہ فاتحہ کے بعد امام کو کوئی سورت یاد نہیں آ رہی تو کسی بھی سورت یا آیت کا لقمہ دیا جاسکتا ہے۔ بدائع میں ہے ((عن
 ابن عمر رضی اللہ عنہما انه قرأ الفاتحة في صلاة المغرب فلما يتذكر سورة فقال نافع ﴿اذا زلزلت﴾ فقراً))
 ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز مغرب میں سورہ فاتحہ پڑھی تو آگے سورت یاد نہ آئی،
 پس حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿اذا زلزلت﴾ کہہ کر لقمہ دیا تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی۔

(بدائع الصنائع، ج 1، ص 238، امام سعید، کراچی)

"بیٹھ جاؤ" کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی:

امام نے بیٹھنا تھا، بھول کر کھڑا ہونے لگا تو مقتدی نے اسے کہا "بیٹھ جاؤ" تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ کلام
 ہے اور کلام ہر صورت میں نماز فاسد کر دیتا ہے۔ تلمذی ہندیہ میں ہے: "اذا تكلم في صلاته ناسياً او عامداً خاطئاً او قاصداً
 قلباً او كثيراً تكلم لا صلاح صلاته بان قام الامام في موضع القعود فقال له مقتدى اقعدا وقعد في موضع القيام
 فقال له قم" ترجمہ: نماز کے اندر کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے، چاہے کلام بھول کر ہو یا عمداً ہو، خطا سے ہو یا قصداً ہو، تھوڑا ہو یا
 زیادہ ہو، خواہ نماز کی اصلاح کے لئے ہو جیسا کہ امام بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہونے لگا تو اسے کہا کہ "بیٹھ جاؤ" یا قیام کی جگہ بیٹھنے لگا تو
 اسے کہا کہ "کھڑے ہو جاؤ۔"
 (تلمذی ہندیہ، ج 1، ص 98، مکتبہ شہید، کوئٹہ)

کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو لقمہ دینا کیسا:

کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس کے پیچھے نماز پڑھی اور اسے نماز میں لقمہ دیا، تو اس کی قسم نہیں
 ٹوٹے گی، کیونکہ لقمہ دینا (جبکہ اپنی شرائط کے ساتھ ہو) شرعاً مطلق طور پر کلام نہیں ہے۔ (البحرۃ الامیر، ج 1، ص 198، المطبعۃ الخیریہ)

سورہ فاتحہ میں لقمہ کے مسائل

ظہر یا عصر میں جہری قراءت شروع کر دی تو کب تک لقمہ دے سکتے ہیں:

امام نے (ظہر یا عصر میں) سری قراءت کرنا تھی، بھول کر بلند آواز سے شروع کر دی، کب تک لقمہ دے سکتے ہیں؟
اس کا جواب بھگنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

(۱) استحوز بہ الصلوۃ (یعنی اتنی مقدار جس سے نماز کا فرض ادا ہو جاتا ہے) سری کرنی تھی بھول کر جہری کر لی یا جہری کرنی تھی بھول کر سری کر لی تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، ج 1، ص 128، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا ”آیت استحوز بہ الصلوۃ کتنی مقدار ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا ”وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 344، رضاناظر ٹیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”چھوٹی آیت جس میں دو یا دو سے زائد کلمات ہوں پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائے گا۔“

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 512، مکتبہ المدینہ، کراچی)

(۲) جہری نماز میں سری یا سری نماز میں جہری پڑھنا شروع کی، سورۃ فاتحہ نصف سے کم پڑھی تھی کہ اصلاح کر لی اور شروع سے اس کا اعادہ کر لیا تو سجدہ سہو جو واجب ہوا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ”جد الملتار“ میں فرماتے ہیں: ”لو عافت ببعض الفاتحة يعيده جهرًا لان تكرار البعض لا يوجب السهو ولا الاعادة و الاخفاء بالبعض يوجب فبالاعادة جهرًا يزول الثاني و لا يلزم الاول.“ ترجمہ: اگر بعض فاتحہ آہستہ قرأت کی تو وہ جہراً اس کا اعادہ کرے کیونکہ بعض کا تکرار سجدہ سہو اور نماز کے اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور بعض کو آہستہ پڑھنا اس کو واجب کرتا ہے تو جہراً اعادہ کرنے سے دوسرا (نماز کے اعادہ کا وجوب) زائل ہو جاتا اور پہلا (سجدہ سہو کا وجوب) لازم نہیں ہوتا۔

(جد الملتار، کتاب الصلوۃ، فصل فی القراءۃ، ج 3، ص 237، مکتبہ المدینہ، کراچی)

اس جزئیہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً فرمایا ہے کہ جہری نماز میں اگر بعض سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھا تھا تو جہراً شروع سے سورہ فاتحہ پڑھے تاکہ اعادہ یا سجدہ سہو کا حکم مرتفع ہو جائے۔

(۳) اگر فاتحہ نصف سے زیادہ پڑھ چکا تھا تو شروع سے اعادہ نہیں کر سکتا کہ نصف فاتحہ کا تکرار خود ترک واجب ہے۔ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ”اور اگر پہلی رکعتوں میں الحمد کا زیادہ حصہ پڑھ لیا تھا۔ پھر اعادہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔“

(بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 711، مکتبہ المدینہ، کراچی)

مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی قنادی امجدیہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ”آہستہ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھنا رہا، پھر بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا، تو اگر سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا تھا پھر شروع سے پڑھنا شروع کیا تو بھی سجدہ سہو واجب کہ یہ اکثر سورہ فاتحہ کی تکرار ہوئی اور یہ موجب سجدہ سہو ہے اگر دونوں دفعہ بلا قصد سہوا ہو تو اور اگر بالقصد تکرار کی تو اعادہ واجب، اور اگر سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ نہیں پڑھا تھا تو نہ سجدہ سہو ہے نہ اعادہ۔“ (قادی امجدیہ کتاب صلوة، باب سجود، ص 16، ص 282 مکتبہ رضویہ کراچی) (۴) جس مقام پر ترک واجب ہو گیا ہو اور لقمہ دینے میں سجدہ سہو کے لزوم کا ارتقاع ہو سکے تو وہاں لقمہ دینا درست ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”ترک واجب و لزوم سجدہ سہو ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت تحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا ازالہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔“ (قادی رضویہ، ص 77، ص 264، درخشاں غلطیوں، ص 100)

اس جزئیہ کی ابتدائی و انتہائی عبارت سے پتا چلا کہ اگر لقمہ دینے سے ترک واجب و لزوم سجدہ سہو کا ارتقاع ہو سکے تو لقمہ دینا بر محل ہے۔

اس کی نظیر وہ صورت ہے جس میں امام قراءت میں کوئی ایسی غلطی کرے جو مفید نماز ہے اب بعد غلطی اس کو لقمہ دینا ضروری ہے تاکہ دفع فساد ہو۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفید معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم۔“ (قادی رضویہ، ص 77، ص 286، درخشاں غلطیوں، ص 100)

ان مقدمات کی روشنی میں سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ اگر ظہر و عصر میں امام نے سورہ فاتحہ جہر سے پڑھنا شروع کی تو جب تک نصف سورہ فاتحہ تک نہ پہنچا اسے لقمہ دے سکتے ہیں کہ اگرچہ سجدہ سہو واجب ہو چکا ہے مگر نصف سورہ فاتحہ سے پہلے دوبارہ آہستہ شروع سے پڑھنے سے اس سجدہ سہو کا ازالہ ممکن ہے لہذا یہ لقمہ کا محل ہے۔ ہاں اگر نصف تک سورہ فاتحہ جہری (بلند) آواز میں پڑھ چکا تو اسے لقمہ نہیں دے سکتے کہ سجدہ سہو کا ازالہ ممکن نہیں، لہذا اگر اس صورت میں لقمہ دیں گے تو دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام لے گا تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور اس کے پیچھے مقدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

قرأت شروع کرنے میں تاخیر کر دی تو لقمہ دینے کا حکم:

سوال: امام نے (مغرب، مغرب یا عشاء میں) جہری قرأت کرنا تھی، قرأت شروع کرنے میں زیادہ دیر لگادی، اس سے مقتدیوں نے اندازہ لگایا کہ امام نے بھول کر آہستہ آواز سے شروع کر دی ہے، کیا اس صورت میں امام کو لقمہ دے سکتے ہیں؟

جواب: اس صورت میں مقتدی کے لیے لقمہ دینا جائز نہیں، کیونکہ اگر اس نے ثناء وغیرہ کو اتنی ترتیل سے پڑھا کہ ابھی تک سورہ فاتحہ شروع ہی نہ کی ہو تو ابھی تک لقمہ کا محل نہ ہوا، اور اگر نصف سورت تک یا اس سے آگے تک پڑھ چکا ہو تو اب بھی محل نہ رہا کہ جو سجدہ سہو واجب ہونا تھا ہو چکا۔ اب سلام تک سجدہ سہو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا، ہاں اب اگر آخر میں ایک طرف سلام کے بعد اگر سجدہ سہو چھوڑ کر دوسری طرف سلام پھیرنے لگے تو سجدہ سہو کے لئے لقمہ دے سکتے ہیں کیونکہ اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعداد ہو جائے گی۔

بالفرض اگر مقتدی اتنا قریب ہے کہ اس نے سن لیا کہ امام نے فاتحہ آہستہ شروع کر دی ہے، اس نے نصف تک پہنچنے سے پہلے لقمہ دے دیا تو صحیح ہے۔

اس میں تفصیل یہ ہے کہ محض شبہ کی بنا پر لقمہ دینا جائز نہیں ہے لہذا جہری نماز میں امام آہستہ آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہے تو جب تک یقین نہ ہو جائے کہ امام نے سورہ فاتحہ آہستہ شروع کر دی ہے اور ابھی تک اکثر سورہ فاتحہ تلاوت نہیں کی، اس وقت تک لقمہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور یقین ہونے کی صورت یہ ہے کہ مقتدی قریب تھا کہ اسے آواز آرہی تھی یا کوئی ایک آدھ کلمہ امام سے بلند آواز کے ساتھ نکل گیا۔ اور اگر ان میں سے کوئی صورت نہیں تھی اور مقتدی نے بس یہ خیال کر کے کہ اتنی دیر ثناء میں نہیں لگتی لقمہ دے دیا تو اس کا اس طرح لقمہ دینا جائز نہیں تھا کیونکہ لقمہ حقیقت میں کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز ہاں بوجہ ضرورت روار کھا گیا ہے اور جس صورت میں ضرورت کے تحقق ہونے میں شک ہو تو ایسی صورت میں جواز کی صورت میں شک ہے اور حرام والی صورت موجود ہے لہذا اشک کی وجہ سے جواز ثابت نہیں ہوگا۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں..... حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقہ کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو میخ میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا احرام ہوا، جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔“

(نہاد رضویہ، ج 7، ص 287، درمناقاؤن علیہ السلام، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”اس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا یا اگر یہ آواز قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام ”اللہم صلی علی“ سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 212، صفحہ اول، طبع 1385ھ)

عشاء کی تیسری رکعت میں امام نے جہر کروایا:

امام صاحب نے بھول کر عشاء میں فرضوں کی تیسری رکعت میں جہر آقرأت شروع کر دی، اب مقتدی کے لقمہ دینے کے حوالہ سے کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عشاء کے فرضوں کی تیسری رکعت میں سری قراءت واجب ہے۔ بہار شریعت میں ہے ”مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری چوتھی یا ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔“

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 544، مکتبہ المدینہ، کراچی)

لہذا بھول کر ایک آیت کی مقدار جہر (بلند آواز سے قراءت) کرنے سے بچو، سہولاً لازم ہو گیا۔

یہاں بھی لقمہ دینے کے حوالہ سے وہی حکم ہے جو پہلی یا دوسری رکعت میں سری قراءت میں بلند آواز سے قراءت کی صورت میں ہے یعنی نصف تک سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو لقمہ دیا جاسکتا ہے کہ جو ترک واجب ہو اس کا ازالہ (شروع سے سورہ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھ کر) ہو سکتا ہے اور اگر نصف یا اس سے زیادہ پڑھ لی تو لقمہ نہیں دے سکتے کہ جو ترک واجب اور بچو ہو چکا اب اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا لہذا اگر دیں گے تو دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام لے گا تو امام اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

اس صورت میں لقمہ اس وقت دیں گے جب سلام پھیرنے لگے کہ اس وقت حاجت متحقق ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لقمہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”ترک واجب و لزوم بچو ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرفوع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فصل کیا جائے کہ عایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی ہو گا سو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرنا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد 07، صفحہ 264، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قراءت میں لقمہ کا بیانامام بقدر واجب قراءت کر چکنے کے بعد بھول گیا تو لقمہ دینے کا حکم:

امام بقدر واجب قراءت کر چکا ہو اور بھول جائے تو مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج 6، ص 371، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ دینے والا لقمہ کی نیت کرے گا:

امام قراءت میں بھولا قراءت سے لقمہ دیا گیا، تو لقمہ دینے والا قراءت کی نیت نہ کرے، بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے کہ مقتدی کو قراءت منع ہے بوقت حاجت لقمہ منع نہیں۔

(رد المحتار، جلد 02، صفحہ 461، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ)

قراءت میں بھولنے پر لقمہ دینے کا طریقہ:

امام قراءت میں بھولا تو مقتدی کو فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے، تھوڑا توقف چاہیے کہ شاید امام خود نکال لے، مگر جب کہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکنا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔

(عیلہ ربانی، الفصل السادس عشر، ج 1، ص 389، دارالکتب العلمیہ، بیروت، بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

امام قراءت میں بھولے تو اسے کیا کرنا چاہیے:

امام اگر قراءت میں بھولا تو اسے مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے، بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے، مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے، مگر وہ غلطی ایسی ہے جس میں فساد معنی تھا تو اصلاح نماز کے لیے اس کا اعادہ لازم تھا (یعنی اسے درست کر کے پڑھنا لازم تھا) اور یاد نہیں آتا تو مقتدی کو آپ ہی مجبور کرے گا اور وہ بھی نہ بتا سکے تو (نماز گئی۔“)

(عیلہ ربانی، الفصل السادس عشر، ج 1، ص 389، دارالکتب العلمیہ، بیروت، بہار شریعت، حصہ 3، ص 607، مکتبہ المدینہ، کراچی)

ایک آیت چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنا اور بقدر واجب قراءت:**سوال:** مذکورہ بالا مسئلہ سے دو سوال پیدا ہوئے:

(1) ایک آیت کو چھوڑ کر کسی دوسری آیت کو شروع کرنا کب مفید نماز ہے اور کب نہیں؟

(2) بقدر حاجت پڑھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ایک آیت کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) پہلی آیت پر وقف کیا پھر دوسری آیت کو پڑھا تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی چاہے ملا کر پڑھنے سے معنی فاسد

ہوں یا نہ ہوں۔

(ب) اگر وصل کیا اور معنی فاسد نہ ہوئے تو نماز ہو جائے گی۔

(ج) اگر وصل کیا اور معنی فاسد ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے ”ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھا، اگر پورا وقف کر چکا ہے تو نماز فاسد نہ ہوئی

جیسے ﴿وَالْعَصْرُ﴾ ان الاتسان کے پر وقف کر کے ﴿ان الابرار لفسی نعیم﴾ پڑھا، یا ﴿ان الذین امنوا و عملوا

الصلحت﴾ پر وقف کیا، پھر پڑھا ﴿اولئک ہم شر الہدیۃ﴾ نماز ہو گئی اور اگر وقف نہ کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں

نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے یہی مثال ورنہ نہیں، جیسے ﴿ان الذین امنوا و عملوا الصلحت کانت لہم جنۃ

القدوس﴾ کی جگہ ﴿فلہم جزا عوالمحسنی﴾ پڑھا نماز ہو گئی۔“

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 558، مکتبہ المدینہ، کراچی)

(2) بقدر حاجت سے مراد قرأت کی وہ کم از کم مقدار جو واجب ہے یعنی سورہ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیات یا ایک

بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورت۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ واجبات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”سورت

ملا نا ایک چھوٹی سورت جیسے ﴿انا اعطینک الکوثر﴾ یا تین چھوٹی آیتیں جیسے ﴿ثم نظر﴾ ﴿ثم عبس و بسو﴾

ادبر و استکبر﴾ یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔“

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 517، مکتبہ المدینہ، کراچی)

لقمہ لینے دینے میں اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار چب رہا تو کیا حکم ہے:

یاد نہیں آتا یا د کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کر لیتا تحریم آئے گی اور بھرا ہو

واجب ہوگا..... تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر بنا جا کر تک نہ پہنچے۔

(نوری رضویہ، ج 7، ص 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقتدی نے غلط لقمہ دیا تو کیا حکم ہے:

امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکہ ہوا، اس نے غلط بتایا، اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی، پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام

(ناری رضویہ، ج 8، ص 219، رمضان 1417ھ، لاہور)

تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی۔

سورۃ فاتحہ کے بعد امام رکوع میں چلا گیا تو لقمہ دینے کا حکم

سوال: امام فرضوں کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا تین چھوٹی آیات پڑھے بغیر رکوع میں چلا

گیا، کیا مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے؟ اور کیا امام اس کا لقمہ لے کر واپس آ سکتا ہے؟

جواب: اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

(1) فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورت ملانا

واجب ہے۔

(2) کوئی شخص سورۃ فاتحہ کے بعد ان کو پڑھے بغیر رکوع میں چلا جائے اسے یاد آ جائے تو حکم ہے کہ واپس آئے اور

مقدار واجب پڑھ کر پھر دوبارہ رکوع کرے کہ پہلا رکوع لوٹنے سے باطل ہو جائے گا، اور آخر میں سجدہ سہو کر لے، اگر اسے رکوع

میں یاد نہ آئے، سجدہ میں یاد آئے تو آخر میں سجدہ سہو کر لے، اس کی نماز ہو جائے گی۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں ”جو سورت ملانا بھول گیا اگر اسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے، پھر رکوع دوبارہ کرے، پھر نماز

تمام کر کے سجدہ سہو کرے اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف آخر میں سجدہ سہو کر لے، نماز ہو جائے گی اور پھیرنی نہ

ہوگی۔“

(ناری رضویہ، ج 8، ص 196، رمضان 1417ھ، لاہور)

(3) یہ لوٹنا فرض سے واجب کی طرف نہیں بلکہ فرض سے فرض کی طرف ہے کیونکہ قراءت کا وہ حصہ اگر چہ واجب ہے

مگر قراءت من حیث القراءۃ فرض ہے اور وہ قراءت کی طرف لوٹ رہا ہے۔ رد المحتار میں ہے: کیونکہ جب وہ قراءت کے لئے

رکوع سے قیام کی طرف لوٹا تو فرض قراءت واقع ہوئی، یہ اس کے منافی نہیں کہ اس میں تو ایک آیت فرض ہے اور اس سے زائد

واجب اور سنت ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ فرض کا اقل ایک آیت ہے، یہاں تک کہ اگر پورا قرآن بھی پڑھا تو سب فرض

واقع ہوگا۔

(رد المحتار، ج 2، ص 858، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ)

ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد صورت مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جب امام مقدار واجب کو چھوڑ کر رکوع میں چلا گیا

تو سجدہ سہو واجب ہو گیا، اب اگر اسے لقمہ نہ بھی دیا جائے تو سجدہ سہو کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا، لہذا مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت

نہیں دے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر امام لے گا تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔

قعدہ اولیٰ میں لقمہ کا بیان

امام قعدہ اولیٰ کو چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو لقمہ دینا کیسا؟

امام اگر چار رکعت میں سے دو پڑھ کر بغیر تشهد پڑھے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے لقمہ دینے کی اجازت نہیں کیونکہ امام سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے لوٹنا جائز نہیں، اگر کسی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، اور امام لے کر لوٹا تو اس کی اور اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی بھی ٹوٹ جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی۔“

(نہاد رضویہ، جلد 8، صفحہ 214، رضاناؤٹیشن لاہور)

امام قعدہ اولیٰ کو بھول کر کھڑا ہونے لگا، ابھی بیٹھنے کے قریب تھا تو لقمہ دینا کیسا؟

امام قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونے لگا، ابھی بیٹھنے کے قریب تھا، لقمہ دیا گیا، وہ لقمہ لے کر بیٹھ گیا، اس صورت میں لقمہ دینا لینا درست تھا اور سب کی نماز ہو گئی کیونکہ جب تک امام بیٹھنے کے قریب ہے اس وقت تک سجدہ سہو وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا۔ ردالمحتار میں ہے: اگر سیدھا کھڑا ہونے سے قبل لوٹا اور بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔

(رد المحتار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو، جلد 2، صفحہ 661، مکتبہ شریعہ، کوئٹہ)

اور خطرہ ہے کہ اسے لقمہ نہ دیا گیا تو یہ کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے گا اور بھول کر کھڑا ہونے کے قریب ہونے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لہذا اس سے بچانے کے لئے لقمہ دینے کی اجازت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی۔“

(نہاد رضویہ، جلد 8، صفحہ 214، رضاناؤٹیشن لاہور)

امام لقمہ ملنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا:

سوال: امام ابھی بیٹھنے کے قریب تھا کہ کسی نے لقمہ دیا، لقمہ کو سمجھتے سمجھتے امام سیدھا کھڑا ہو گیا، پھر واپس لوٹ آیا، اس لقمہ دینے کا اور امام کے سیدھا کھڑے ہو کر لوٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں مقتدی کے لقمہ دینے سے اس کی نماز تو فاسد نہ ہوئی لیکن امام کا کھڑا ہو کر لوٹنا جائز تھا جس کے سبب نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعداد ہوئی۔ سیدی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ”اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی

گئی۔ اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اسنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد لوہا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی ہو گئی مگر مخالف حکم کے سبب نہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لوہا جائز نہیں، نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب تو یہ نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے۔“

(لٹری رضویہ، جلد 08، صفحہ 14-213، رمضان 1417ھ، لاہور)

قعدہ اولیٰ میں زیادہ ور بیٹھنے پر لقمہ دینا:

سوال: چار رکعتوں والی نماز میں امام قعدہ اولیٰ میں بیٹھا اور کافی دیر ہو گئی تو مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے اس کا لقمہ لے کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں لقمہ دینے والے اور لینے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئلہ میں مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت نہیں، اگر لقمہ دے گا تو دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام لے گا تو امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر امام سلام پھیرنے لگے تو اس وقت لقمہ دے سکتا ہے۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ (امام) قعدہ اخیرہ سمجھا ہے، تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں:

(1) یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ تر تیل سے ادا کی، جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہو تو یقیناً کلام ظہر اور مسجد نماز ہوا۔

(2) یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب و لزوم سجدہ سہوہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرفوع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے غلطی کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں غلطی و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ غلط واقع کا ازالہ تھا نہ غلط آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔“

(لٹری رضویہ، جلد 7، صفحہ 284، رمضان 1417ھ، لاہور)

ہاں اگر لقمہ دینے والا اتنا قریب ہے کہ امام کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے، اگر ابام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اس وقت بتائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے، اگر ابام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اس وقت بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اس کے بتانے سے امام لے گا تو اس کی اور سب کی جائے گی۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 8، صفحہ 212، رمضان 1427ھ)

ظہر میں دوسری رکعت پر سلام:

ظہر کی نماز میں غلطی سے امام دو رکعت پر سلام پھیر دے، تو مقتدیوں کو لقمہ دینا چاہیے اور جب مقتدی نے لقمہ دے دیا تو امام کو نماز پوری کر لینا چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 2، ص 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

پہلی یا تیسری رکعت میں بھول کر بیٹھنا:

سوال: اگر امام بھول کر پہلی یا تیسری رکعت کے بعد بیٹھ گیا تو اسے کب تک لقمہ دے سکتے ہیں؟

جواب: امام کو بیٹھے اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہیں ہوئی تو اسے لقمہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس مقدار سے کم میں سجدہ سہو وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، لہذا یہ لقمہ کا محل ہے کہ کہیں امام تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہ بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو نہ واجب ہو جائے، لہذا اسے اس سے بچانے کے لئے لقمہ دینے کی اجازت ہے۔ حبیب الفتاویٰ میں بھول کر تیسری رکعت میں بیٹھنے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا ”اگر امام تین تسبیح کی مقدار بیٹھا رہا۔۔۔ تو قیام میں اتنی تاخیر کرنے سے سجدہ سہو لازم و واجب ہوگا۔“

(حبیب الفتاویٰ، ص 427، شمارہ 2، ص 427)

اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھ چکا تو اب اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائے گا، اب لقمہ نہیں دے سکتے کیونکہ جب سجدہ سہو واجب ہو گیا تو اب لقمہ دینے کا محل نہ رہا کیونکہ اب سلام تک سجدہ سہو سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا، ہاں اگر امام سلام پھیرنے لگے گا تو اسے لقمہ دینے کی اجازت ہے کہ اب امام نماز کو فاسد کر سکتا ہے۔

قعدہ اخیرہ میں لقمہ کا بیان

سوال: امام بھول کر پانچویں رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو گیا، اس کو کسی مقتدی نے لقمہ دیا وہ لقمہ لے کر واپس لوٹ آیا اور سجدہ سہو کر لیا تو کیا اس صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگی؟ کیا اس صورت میں امام کو لقمہ دیا جاسکتا ہے، علام قعدہ اخیرہ پڑھ کر کھڑا ہو یا چھوڑ کر دونوں صورتوں کا حکم بیان فرمادیں۔

جواب: جی ہاں امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگی کیونکہ صورت مسئولہ میں امام کو لقمہ دیا جاسکتا ہے چاہے وہ قعدہ اخیرہ پڑھ کر یا بغیر پڑھے کھڑا ہو۔ لورالایضاح میں ہے: ”ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخير ساهياً لا يجبه المؤمن وان قيدا سلم وحده وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياً انتظره“ اور اگر امام نے سجدہ زائد کیا یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کی اتباع نہیں کرے گا اور اگر اس نے رکعت کو سجدہ سے مقید کر دیا تو اکیلے سلام پھیر دے گا، اور اگر قعدہ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی انتظار کرے۔ (لورالایضاح مع المراقی والخطاوی، ص 310 ہندی کتب خانہ کراچی)

”وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياً انتظره“ کے تحت مراقی الفلاح میں ہے ”سبح لیتنبہ امامہ“ (امام قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی انتظار کرے گا اور) امام کو تنبیہ کرنے کے لئے لقمہ دے۔

(المراقی مع الخطاوی، ص 310 ہندی کتب خانہ کراچی)

”قام بعد القعود الاخير ساهياً لا يتبعه المؤمن“ کے تحت طحاوی میں ہے ”المناسب ان یزید ہنا ما ذکرہ بعد من قولہ وسبح لیتنبہ امامہ“ مناسب یہ تھا کہ (قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد بھول کر کھڑے ہونے والی صورت میں بھی) اپنا قول وسبح لیتنبہ امامہ ذکر کرتے جو بعد میں (قعدہ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑے ہونے کی صورت میں) ذکر کیا ہے۔

(طحاوی مع المراقی، ص 310 ہندی کتب خانہ کراچی)

امداد الفتح میں ہے ”وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياً انتظره وسبح لیتنبہ امامہ۔“ ترجمہ: اور اگر امام قعدہ اخیرہ کرنے سے پہلے بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی انتظار کرے اور اپنے امام کو تنبیہ کرے۔

(امداد الفتح، ص 350، مدنی پبلشرز، کراچی)

اسی میں اس کی دلیل دیتے ہوئے ایک حدیث پاک بیان کی ہے: ((لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَكَلِمَاتِهِ وَقَامَ إِلَى الْعَلَمَةِ فَسَبَّ بِهَا فَعَادَ وَسَجَدَ لِلسُّهُوِّ)) ترجمہ: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانچویں کے لئے کھڑے ہوئے، لقمہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، سلام پھیر کر سجدہ سہو فرمایا۔

(امداد الفتح، ص 518، مدنی پبلشرز، کراچی)

یہی حدیث پاک ”الافتیاری“ میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

(الافتیاری، ص 73، مدنی پبلشرز، کراچی)

تراویح میں لقمہ کے مسائل

سامع غیر مقتدی ہو تو اس کا لقمہ:

سوال: اگر رمضان میں سماعت کرنے والا حافظ کسی عذر کی وجہ سے نماز تراویح نہ پڑھ سکتا ہو، وہ پاس بیٹھ جائے اور امام جہاں بھولے اسے لقمہ دے، ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے نماز تراویح پر کچھ اثر پڑھے گا یا نہیں؟

جواب: اس طرح کرنا ہرگز جائز نہیں، اس حافظ کا لقمہ لینے سے امام کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام کی نماز ٹوٹنے کی وجہ سے سب مقتدیوں کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی کیونکہ امام اپنے مقتدی کے علاوہ کسی کا لقمہ نہیں لے سکتا۔ امام اہل سنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”کسی شخص کو پاس بیٹھا لینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 217، مضافاً و طبعین، لاہور)

سامع کا دیکھ کر لقمہ دینا:

سوال: سامع کا قرآن مجید وغیرہ سے دیکھ کر لقمہ دینا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے اندر دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، جب سامع کی ٹوٹ گئی اور اس کا لقمہ امام نے لیا تو غیر مقتدی کا لقمہ لینے کی وجہ سے اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور اس کی وجہ سے سب کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنے سے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج 1، ص 101، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

در مختار میں ہے: قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنا مطلقاً مفسدات نماز میں سے ہے۔

(در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 463، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ایک دو کلمات چھوڑنے پر لقمہ دینا:

سوال: تراویح میں ایک دو کلمات چھوڑ کر امام آگے بڑھ گیا، اور ان کلمات سے نماز میں کسی طرح کی خرابی بھی واقع

نہیں ہو رہی، تو اب پیچھے سے لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئلہ میں بھی لقمہ دینا چاہئے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جب تراویح

میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جب کہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اس غلطی سے نماز

میں کچھ غرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا۔“ (نلاوی رضویہ، ج 7، ص 288، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر تراویح بڑھنے کے دوران لقمہ نہ دے سکیں:

سوال: اگر نماز میں نہ بتا سکیں تو کیا کریں؟

جواب: سلام کے بعد بتادیں تاکہ امام دوسری تراویح میں اتنے الفاظ کریمہ کا اعادہ کر لے، مگر افضل یہی ہے کہ نماز میں ہی بتائے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کر دے، امام دوسری تراویح میں اتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کر لے، مگر اولیٰ ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان کلمہ قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔“ (نلاوی رضویہ، ج 7، ص 282، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تراویح میں لقمہ دینا صرف سامع کا حق نہیں:

سوال: تراویح کے لئے جو سامع مقرر ہے کیا لقمہ دینا صرف اسی کا حق ہے؟

جواب: لقمہ دینا صرف مقرر شدہ سامع کا حق نہیں، ہر مقتدی کا حق ہے، لہذا ہر مقتدی لقمہ دے سکتا ہے بشرطیکہ لقمہ کی حاجت ہو اور لقمہ صحیح ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث وفقہ سب مطلق ہیں..... قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیوں کر سلب ہو سکتا ہے۔“ (نلاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 283-284، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حافظ کو تنگ کرنے کے لئے لقمہ دینا:

سوال: بعض حفاظ کی عادت ہوتی ہے کہ تراویح پڑھانے والے کو پریشان کرنے کے لئے اور اپنا حفظ جتانے کے لئے بار بار لقمہ دیتے ہیں، حالانکہ بعض اوقات انہیں بھی غلطی کنفرم نہیں ہوتی اور وہ سامع بھی نہیں ہوتے، تو ان کا پریشان کرنے کے لئے اور صرف شبہ کی وجہ سے لقمہ دینا کیسا ہے؟

جواب: اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا:

(1) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے..... ہاں اگر غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسدہ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے، اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا

افساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو..... بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(2) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بشر واولاد تنفروا ووسروا وولاتھن واولادھن)) ترجمہ: لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ و نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو گئی پیدا نہ کرو۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 16، حدیث سنن کبریٰ)

بے شک (ایسا کرنا) آج کل بہت حفاظ کا شیوہ ہے، یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقہ یہود کے اس فعل میں داخل ہے ﴿لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیہ﴾ ترجمہ: اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔

(3) اپنا حفظ بتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پرورد کناریا ہے اور زیادہ حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(4) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض ذرا ذرا شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لی جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فیہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا۔ حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح (لقمہ دینا) حقیقہ کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی، جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو صحیح میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا۔ جب اسے شبہ ہے تو ممکن ہے کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے (یعنی لقمہ لے) گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی، تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

(5) غلطی کا مفسد معنی ہونا (کہ) بنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے اہل (آسان) جان لیا جائے، ہندوستان

میں جو علماء گئے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہو جائیں، ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقہ فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا، صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے گا ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء و تشویش چاہیں ان کو روکا جائے، نہ مانیں تو ان کو مسجد نہ آنے دیا جائے کہ موڈی ہیں اور موڈی کا دفع

(فتاویٰ رضویہ، ج 7، ص 288-287، رضالاطمین، لاہور)

واجب۔“

تراویح میں غلط لقمہ دیا تو نماز کا کیا حکم ہے:

سوال: تراویح میں سامع یا کسی اور نے غلط لقمہ دیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) اگر قصداً (جان بوجھ کر) غلط لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام نے لیا تو امام اور سارے مقتدیوں کی ٹوٹ جائے گی۔

(2) اگر سہواً (بھول کر) غلط لقمہ دیا تو حرج کی وجہ سے تراویح کے اندر معافی ہے۔ سیدنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”یتانا تعلیم وکلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت، تو (حکم) اصل پر رہنا چاہئے، تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر اس کے مغالطے کو لے گا امام ازیں امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا احتمال یا اس سے تعلم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی۔۔۔ اور اگر سہواً بتایا تو بظاہر حکم کتاب و قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے۔“

اقول (میں کہتا ہوں) مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجیدی تراویح میں اس باب میں تیسیر (آسانی) فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے احتمال (پیروی) کے لئے پھر عود کرتا (لوٹتا) ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرانیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں جگہ کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے) بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تحریر تام ہے۔“

(نوادری رضویہ، ج 7، ص 285، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقتدی نے ایک رکعت سمجھ کر لقمہ دیا:

سوال: امام دو رکعت پوری کر کے قعدے میں بیٹھا، مقتدی نے سمجھا کہ ابھی ایک رکعت ہوئی ہے، اس نے لقمہ دے

دیا، اس لقمہ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب امام دو رکعت صحیح بیٹھا تھا تو لقمہ دینے والوں نے بلا ضرورت لقمہ دیا لہذا ان کی نماز فاسد ہوگئی۔

(دقار الفتاویٰ، ج 2، ص 236، بزم وقار الدین، کراچی)

نماز عید میں لقمہ دینے کا مسئلہ

سوال: نماز عید کی دوسری رکعت میں امام بکبیر زوائد بھول کر رکوع میں چلا گیا، ایک مقتدی نے لقمہ دیا، تو امام نے

لوٹ کر بکبیر زوائد کہیں۔ نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ امام کے لئے حکم ہے کہ اگر زوائد بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ لوٹے نہ لہذا مقتدی کے غلط لقمہ دینے کی وجہ سے اس کی نماز ٹوٹ گئی اور امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی نماز فاسد ہو گئی اور اس سبب سے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی۔ بہار شریعت میں ہے: امام تکبیر کہنا بھول گیا، رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے۔

فتاویٰ فقہ ملت میں ہے:

امام کے لئے حکم ہے کہ اگر زوائد بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ لوٹے..... لہذا مقتدی غلط لقمہ دینے کے سبب نماز سے خارج ہو گیا..... امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی نماز گئی اور اس کے سبب تمام مقتدیوں کی بھی نماز چلی گئی۔

(فتاویٰ فقہ ملت، ج 1، ص 254، شبیر برادرز، لاہور)

باب نمبر 268

مَا جَدَّ فِي كَرَاهِيَةِ التَّنَاؤُبِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں جمہای لینا مکروہ ہے)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

370- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ

میں جمہای لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب تم میں سے

الرَّحْمَنِ، عَنِ أَبِيهِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ

کسی کو جمہای آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التَّنَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ

روکے۔ اور اس باب میں حضرت ابوسعید خدری اور عدی بن

الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَشَاءَ بَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظُمِ مَا

ثابت کے داد سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ

اسْتَطَاعَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ

ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن

، وَجَدَّ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:

صحیح ہے۔ اور تحقیق اہل علم کی ایک قوم نے نماز میں جمہای

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ

لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں: میں جمہای کو

كِرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ التَّنَاؤُبَ فِي الصَّلَاةِ،

کھنکارنے کے ذریعے دور کرتا ہوں۔

قَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنِّي لَأَرُدُّ التَّنَاؤُبَ بِالتَّنَخُّحِ

ترجمہ ص 370: صحیح بخاری، کتاب بدر الحقیق باب ملذذہ فیما یشرب ویتذوق، حدیث 3289، ج 4، ص 125، دار طوق النہاء، صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب تمہید

مسلسلہ ص 2894، ج 4، ص 2293، دراجیاء التراث العربی بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی التناؤب، حدیث 5028، ج 4، ص 306، کتاب

اصری بیروت

شرح حدیث

جماعی کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:
 "(جب تم میں کسی کو نماز میں جماعی آئے)) یعنی سستی، پیٹ کے بھرنے ہونے یا نیز کے غلبہ کے جب منہ کھلے اور یہ تمام کی تمام باتیں ناپسندیدہ ہیں کیونکہ یہ طاعت اور طاعت میں حضوری سے سستی کا سبب ہیں۔"
 (مرآۃ المفاتیح، باب الايجاز من العمل فی الصلاة، ج 2، ص 783، دار الفکر، بیروت)

جماعی کی نسبت شیطان کی طرف کرنے کی وجوہات:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:
 "علامہ ابن بطال کہتے ہیں: جماعی کی نسبت شیطان کی جانب کرنا اس کی رضا مندی اور ارادہ کی جانب اضافت کرنے معنی میں ہے یعنی شیطان انسان کو مست دیکھنا پسند کرنا ہے کیونکہ یہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ جس میں ۲۱۰ کھد متغیر ہو جاتی ہے تو وہ اس بات سے ہنستا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ جماعی شیطان لیتا ہے۔ علامہ ابن العربی کہتے ہیں: شریعت نے ہر فعل مکروہ کی نسبت شیطان کی جانب کی ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے اور ہر اچھے فعل کی نسبت فرشتہ کی جانب کی ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے۔ فرمایا: اور جماعی پیٹ کے بھرنے ہونے کی بنا پر ہے اور اس سے سستی پیدا ہوتی ہے اور یہ شیطان کے واسطہ سے ہے اور چھینک غذا کی کمی کی بنا پر ہے اور اس سے چستی پیدا ہوتی ہے اور یہ فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے۔"
 (فتح الباری لابن حجر، قولہ باب اذہم اب، ج 10، ص 612، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ سحی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"(جماعی شیطان کی جانب سے ہے)) یعنی اس کی جانب سے سستی اور اس کے اس بات کا سبب بننے کی وجہ سے اور کہا گیا کہ شیطان کی جانب اس بات کی اضافت کی گئی ہے کیونکہ وہ اس بات سے راضی ہوتا ہے اور بخاری میں ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَحِبُّ الْعَطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّعَاوِبَ)) (بے شک اللہ رحیم چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماعی کو ناپسند فرماتا ہے) علامہ فرماتے ہیں: کیونکہ چھینک چستی اور بدن کے ہلکا ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جماعی اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ اکثر طور پر بدن کے بھاری ہونے اور پیٹ کے بھرنے ہونے اور اس کے مست

ہونے اور سستی کی جانب میلان کی بنا پر ہوتی ہے اور اس کی اضافت شیطان کی جانب ہے کیونکہ شیطان ہی شہوات کی طرف بلا تا ہے اور مراد یہ ہے کہ اس سبب سے بھی ڈرایا جائے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے اور وہ کھانوں میں وسعت ہونا اور کھانے کی کثرت کرنا ہے۔" (شرح النووی علی مسلم باب تعین العاطس وکریۃ الغائب راجع 18، ص 122، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"عراقی کہتے ہیں: اور تحقیق روایت میں شیطان کے نمازیوں کے جماعی لینے کا سبب بننے کی صفت موجود ہے۔ تحقیق ابن ابی شیبہ مصنف میں سند صحیح کے ساتھ تابعین میں سے حضرت عبدالرحمن بن یزید سے روایت کی، فرماتے ہیں: "مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ شیطان کے پاس ایک شیشہ کا برتن ہے جسے وہ نماز میں لوگوں کو سونگھاتا ہے تاکہ وہ جماعی لیں۔" اور ایک روایت میں ہے فرمایا: "شیطان کے پاس ایک شیشہ کا برتن ہے جس میں سے بو آتی ہے تو جب وہ نماز کی جانب کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ان کو سونگھاتا ہے تو اسی بنا پر لوگوں کو ناک صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" اور اسی طرح حضرت یزید بن حاتم سے مروی ہے، فرمایا: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی نماز میں جماعی نہیں لی۔"

(فتوح البکری علی جامع الترمذی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 180، جامعہ اسلامیہ، مکتبہ المکرم)

جماعی روکنے میں حکمتیں:

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"جماعی روکنے کی اصل یہ ہے کہ جو نفس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اسے روکا جائے کیونکہ جماعی عادت سے زیادہ منہ کے کھلنے کو لازم ہے اور کبھی کبھی اس کے ساتھ ایک عجیب سی آواز بھی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ جماعی لینے والے کا "ہاہ، ہاہ" کی آواز نکالنا۔"

(کشف الخفا، کشف الخفا من معانی سعید بن مالک، ج 3، ص 171، دارالعلوم، بیروت)

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"علماء فرماتے ہیں: جماعی کو روکنے اور اسے رد کرنے اور منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے تاکہ شیطان جماعی والے کی صورت کے بگاڑنے اور اس کے منہ میں داخل ہونے اور اس سے نفس کراہی مراد تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔"

(کشف الخفا، کشف الخفا من معانی سعید بن مالک، ج 3، ص 123، دارالعلوم، بیروت)

جماعی کے وقت شیطان کے منہ میں داخل ہونے کا ذکر حدیث پاک میں بھی موجود ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا تَقَاءَبَ أَجْدُكُمْ فِى الصَّلَاةِ فَلَمْ تَكْطِبُوا مَا

اَسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے روکے کہ بے شک شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب تمہید العاشر وکرمہ الفاضل، ج 4، ص 2293، جامع ما تراث العربی، بیروت)

اس وقت شیطان کے ہنسنے کا ذکر بھی حدیث پاک میں موجود ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعُطَّاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللَّهَ كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَغَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرَدِّهِ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَغَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ)) ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے تو جب تم میں کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ عزوجل کی حمد بجالائے تو اسے سننے والے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ یوں کہے "يَرْحَمُكَ اللَّهُ" بہر حال جمائی تو وہ شیطان کی جانب سے ہے تو جب تم میں کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے روکے پس بے شک جب تم میں کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری، باب اذہاب اللہ عن یومئذ، ج 8، ص 50، مطبوعہ دار طوق النجاة)

شیطان کے منہ میں داخل ہونے سے کیا مراد ہے:

"مسلم کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "پس شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے" اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے حقیقتہً داخل ہونا مراد ہو اور وہ شیطان اگرچہ انسان میں خون کی جگہ پر دوڑتا ہے لیکن جب تک وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہتا ہے تو شیطان اس پر قدرت نہیں پاتا اور جمائی لینے والا اس حالت میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا نہیں ہوتا تو شیطان حقیقتہً اس کے منہ میں داخل ہونے پر قدرت پالیتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دخول کا ذکر فرما کر اس شخص پر قدرت پالیتا مراد لیا ہو کیونکہ کسی شے میں داخل ہونے والے کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اس پر قدرت پالیتا ہے۔"

(فتح الباری لابن حجر، ج 10، ص 612، دار المعرفہ، بیروت)

جمائی روکنے سے کیا مراد ہے:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں: ((پس اس کو حتی الامکان روکے)) یعنی جمائی کو روکنے کے اسباب کو اختیار کرے اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اس کے دفع کرنے کا مالک ہوتا ہے کیونکہ جو واقع ہو چکا وہ حقیقتہً رد نہیں ہو سکتا اور ایک قول یہ ہے کہ حدیث کے ان الفاظ "جب تم

میں کسی کو جماعی آئے " کا معنی یہ ہے کہ "جب تم میں کوئی جماعی کا ارادہ کرے۔"

(بخاری، باب من جمر فلو لب اذ انما ب، ج 10، ص 812، دارالسر لہ نور)

جماعی مطلقاً مکروہ ہے یا صرف نماز میں:

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"(نماز میں جماعی شیطان کی جانب سے ہے) عراقی کہتے ہیں: اس روایت میں اسے نماز سے مقید کیا گیا ہے اور صحیحین میں اسے مطلق رکھا گیا ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ شیطان نماز کے حوالے سے نمازی کو تشویش میں ڈالنے اور اسے نماز سے عاقل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ مطلق کو مقید پر محمول امر میں کیا جاتا ہے نہ کہ نہی میں، اسی۔ اور شے کا ذکر اس کی مذمت اور اس سے نفرت دلانے کی جگہ میں نہی پر محمول کیا جائے گا، اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ نماز کے علاوہ بھی جماعی لیرا مکروہ ہے کیونکہ وہ شیطان کی جانب سے ہے۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں: اور اسی طرح جماعی کو ہر حال میں روکے، اور نماز کو خاص کیا کیونکہ یہ تمام احوال میں سب سے اولیٰ ہے۔"

(توت السنکوی علی جامع الترمذی، باب الصلاة، ج 1، ص 179، جامعہ اسلامیہ، اسکندریہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"جماعی کا حکم مطلق ہے اور تحقیق مسلم کی روایت میں حضرت ابوسعید کی حدیث میں یہ حالت نماز کے ساتھ مقید ہے، کہ فرمایا: "جب تم میں کسی کو نماز میں جماعی آئے تو وہ حتی الامکان اسے روکے پس بے شک شیطان (اس کے منہ) داخل ہو جاتا ہے۔" میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ زین الدین کہتے ہیں: مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور نماز کو اس کی نماز کے حوالے سے تشویش میں مبتلا کرنے میں شیطان کی قوی غرض ہوتی ہے۔ اور کہا گیا کہ مطلق کو مقید پر محمول امر میں کیا جاتا ہے نہ کہ نہی میں۔ اور علامہ ابن العربی کہتے ہیں: ہر حال میں جماعی کو روکنا چاہیے اور نماز کو اس وجہ سے خاص کیا ہے کیونکہ جماعی کو دفع کرنے کے حوالے سے یہ احوال میں سب سے اولیٰ حالت ہے (اس کو روکنے کا حکم اس بنا پر ہے) کیونکہ جماعی میں معتدل بیت سے خروج اور خلقت کا شیرھا ہونا پایا جاتا ہے۔"

(عمدة القاری، باب الامتداد، طبع مجددہ علی لیر، ج 22، ص 228، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور یہ بات اس کے نماز میں اور نماز سے باہر (دونوں حالتوں میں) مکروہ ہونے کو لازم کرتی ہے اور اسی بنا پر علامہ

نوی وغیرہ نے فرمایا: نماز اور خارج نماز اذکار میں جمائی لینا مکروہ ہے، اہ۔ اور حدیث اور علما کے قول سے ظاہر ہے کہ بے شک جمائی شیطان کی جانب سے نماز اور غیر نماز میں تلاوت، ذکر اور دعا میں عبادت کی حالت میں ہوتی ہے نہ کہ مطلق تمام حالات میں واللہ تعالیٰ اعلم"

(مرآۃ المفاتیح، باب الامتداد من اصل فی الصلاۃ، ج 2، ص 787، دار الفکر، بیروت)

جمائی کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ حسن بن عمار شرمہالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں بالیقین جمائی لینا مکروہ تحریمی ہے اور خود آئے تو حرج نہیں، مگر روکنا مستحب ہے اور اگر روکے سے نہڑ کے تو ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہڑ کے تو داہنا یا بائیں ہاتھ منہ پر رکھ دے یا آستین سے منہ چھپالے، قیام میں دہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے موقع پر بائیں سے۔

(مرآۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، فصل فی مکروہات الصلاۃ، ص 130، مکتبۃ العصریہ، بیروت)

فائدہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس سے محفوظ ہیں، اس لیے کہ اس میں شیطانی مداخلت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 627، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو روکے۔" اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کیا۔

(صحیح بخاری، باب الامتداد للبیع یدہ علیٰ لہ، ج 8، ص 50، مطبوعہ دار طوق النہایت)

بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ "شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔"

(صحیح مسلم، باب تطہیر العاطس وکریۃ اللسان، ج 4، ص 2293، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بعض میں ہے، "شیطان دیکھ کر ہنستا ہے۔"

(صحیح بخاری، باب الامتداد للبیع یدہ علیٰ لہ، ج 8، ص 50، مطبوعہ دار طوق النہایت)

علامہ فرماتے ہیں: کہ "جو جمائی میں مونہ کھول دیتا ہے، شیطان اس کے مونہ میں تھوک دیتا ہے اور وہ جو قاہ قاہ کی آواز آتی ہے، وہ شیطان کا قبضہ ہے کہ اس کا منہ بگڑا دیکھ کر ٹھٹھا لگاتا ہے اور وہ جو رطوبت نکلتی ہے، وہ شیطان کا تھوک ہے۔" اس کے روکنے کی بہتر ترکیب یہ ہے کہ جب آتی معلوم ہو تو دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس سے محفوظ ہیں، فوراً رک جائے گی۔

(درالمنہج، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الصلاۃ، ج 2، ص 498)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"جب نماز میں کسی کو جماعی آئے تو حتی الامکان روکنا مستحب ہے تو اگر قادر نہ ہو تو مستحب ہے کہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ "جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماعی آئے تو وہ حتی الامکان اسے روکے پس بے شک شیطان (اس کے منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے جب تم میں کسی کو جماعی آئے تو وہ اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھے کیونکہ شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔ سعید نے اسے اپنی سنن میں روایت کیا۔ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

(اصنی لابن قدامہ، عمدة القاری فی المسائل، ج 2، ص 10، مکتبہ المدینہ)

شواہح کا موقف:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کہتے ہیں: پس نماز میں جماعی لینا مکروہ ہے اور اسی طرح نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے پس اگر اسے جماعی آئے تو وہ اسے حتی الامکان رد کرے اور اپنا ہاتھ منہ پر رکھنا مستحب ہے خواہ جماعی نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہو۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل تعلق بالکلام فی المسائل، ج 4، ص 100، دار الفکر، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن ادریس قرانی مالکی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ ابن القاسم نے "کتاب" میں کہا: میں نے امام مالک کو دیکھا جب انہیں جماعی آتی تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتے اور نماز کے علاوہ تھو تھو کرتے تھے اور میں نہیں جانتا کہ نماز میں وہ کیا کرتے تھے؟ اس حدیث کی بنا پر جو ابوداؤد شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ الْكَلِمَةَ يَحِبُّ الْعَطَاسُ وَيَكْرَهُ التَّشَاؤِبُ فَإِنَّا تَفَاءَلْنَا بِأَنَّكَ أَهْلُ فَلْيَهْرَثُوا مَا اسْتَعْتَابَ وَلَا يَقُلْ هَذَا فَبَلِّغْنَا ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضَعُكَ مِنْهُ)) (بے شک اللہ عزوجل چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماعی کو ناپسند فرماتا ہے تو جب تم میں کسی کو جماعی آئے تو وہ اسے حتی الامکان دور کرے اور "ہاہا" نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان اس سے ہنستا ہے۔) اور ایک روایت میں ہے کہ "اپنے منہ کو (کھلنے سے) روکے کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔" صاحب طراز کہتے ہیں: تھو کنا جماعی کے احکامات سے نہیں ہے بلکہ کبھی انسان کے منہ میں تھوک اکٹھا ہو جاتا ہے تو وہ اسے تھوک دیتا ہے اور اگر وہ اسے نکل لے تو یہ بھی جائز ہے اور اسے چاہیے کہ روزہ دار ہونے کی حالت میں تھوک دے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ واضح "فرماتے ہیں: نماز میں اپنے ہاتھ سے منہ بند کرے حتیٰ کہ اس کی جماعی منقطع ہو جائے۔ فرمایا

پس اگر وہ جماعی کی حالت میں قراءت کرے تو اگر تو اس کا کہا سمجھ میں آئے تو مکروہ ہے اور اسے کفایت کرے گا اور اگر سمجھ نہ آئے تو اپنے پڑھے کا اعادہ کرے تو اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو اگر وہ فاتحہ میں ہے تو اسے کفایت نہ کرے گا ورنہ کرے گا۔

(اللاخیر اللغزالی، فصل للرمال، ج 2، ص 147، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 269

مَا جَدَّ أَنْ صَلَاةً لِأَمْعَدِ غَدَى النُّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ

(بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت آدھا ثواب ہے)

حدیث: حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے اور جس نے سوئے ہوئے (لیٹ کر) نماز پڑھی تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ عمرو، حضرت انس اور حضرت سائب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث: ابراہیم بن طہمان اسی سند سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض کی نماز کے متعلق دریافت کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر تم استطاعت نہ رکھو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر استطاعت نہ ہو تو پہلو پر نماز پڑھو۔ اور ہناد نے بھی بواسطہ کعب اور ابراہیم بن طہمان، حسین اعظم سے اسی حدیث کو روایت کیا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: ہمیں ایسا کوئی راوی معلوم نہیں کہ جس نے ابراہیم بن

371- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ؟ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّاهَا قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّاهَا نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسِ، وَالسَّائِبِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

372- وَقَدْ رَوَى بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ

إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرِيضِ؟ فَقَالَ: صَلَّى قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو عَيْسَى: لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ

طہمان کی طرح حسین معلم سے روایت کیا ہو۔ اور تحقیق ابو اسامہ اور کئی محدثین نے حسین معلم سے عیسیٰ بن یونس کی روایت کی طرح روایت کیا اور بعض اہل علم کے ہاں اس کا معنی نفل نماز سے متعلق ہے۔

حدیث: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،

فرمایا: اگر آدمی چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور چاہے تو بیٹھ کر اور پہلو کے بل لیٹ کر پڑھے۔ اور مریض اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے تو اس کی نماز کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے تو بعض اہل علم نے کہا کہ وہ اپنے دائیں پہلو پر نماز پڑھے اور بعض نے کہا کہ وہ چپت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں قدم قبلہ کی طرف ہوں۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث پاک میں جو یہ ارشاد فرمایا "جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے۔" تو اس کے بارے میں سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تندرست اور اس کے لئے ہے جسے کوئی عذر نہیں ہے بہر حال جسے کوئی عذر ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی طرح اجر ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: اور تحقیق امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے قول کی مثل اس حدیث کی بعض مرویات میں موجود ہے۔

نَحْوِ رِوَايَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ . وَقَدْ رَوَى أَبُو اسَامَةَ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ عَيْسَى بْنِ يُونُسَ . وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ أَشْعَثِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ ، عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ : إِنْ شَاءَ الرَّجُلُ صَلَّى صَلَاةَ التَّطَوُّعِ قَائِمًا ، وَجَالِسًا ، وَمُضْطَجِعًا ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ الْمَرِيضِ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ جَالِسًا ، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ : إِنَّهُ يُصَلِّي عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : يُصَلِّي مُسْتَلْقِيًا عَلَى قَفَاهُ وَرِجْلَاهُ إِلَى الْقِبْلَةِ " وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ : فِي هَذَا الْحَدِيثِ : مَنْ صَلَّى جَالِسًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ قَالَ : هَذَا لِلصَّحِيحِ وَلِمَنْ لَيْسَ لَهُ عُذْرٌ ، فَأَمَّا مَنْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ مِنْ مَرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ فَصَلَّى جَالِسًا فَلَهُ بِمِثْلِ أَجْرِ الْقَائِمِ ، قَالَ أَبُو عَيْسَى : وَقَدْ رَوَى فِي بَعْضِ هَذَا الْحَدِيثِ بِمِثْلِ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ "

تراجم حدیث 371: (کج البخاری، کتاب الجہاد، باب صلوة القاعد، حدیث 1115) من 47، (الطریق النجاشی، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوة القاعد، حدیث 951) من 16، (الکتبہ المصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب قیام اللیل، بطور الحصار، باب فضل صلوة القاعد علی صلوة التام، حدیث 1660) من 33، (کتب المطبوعات

الاسلامیہ بیروت، مؤرخین ابن ماجہ، کتاب القنۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب صلوٰۃ الاصل علی الصفح، حدیث 1231، ج 1، ص 388، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)
 ترقیح حدیث 372: (سج البخاری، کتاب الجمعہ، باب الزالم یلقن کلمۃ، حدیث 1117، ج 2، ص 48، دار طوق النجاة، مؤرخین ابی حازم، کتاب الصلوٰۃ، باب فی صلوٰۃ
 القنۃ، حدیث 952، ج 1، ص 250، المکتبۃ المصریہ، بیروت، مؤرخین ابن ماجہ، کتاب القنۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی صلوٰۃ الریش، حدیث 1223، ج 1، ص 386، دار احیاء
 الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس بات پر علما متفق ہیں کہ جو قیام کی طاقت نہ رکھتا ہو فرض نماز بیٹھ کر پڑھے..... بہر حال حدیث عمران تو وہ نفل نماز کے بارے میں وارد ہے کیونکہ فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے والا دو حال سے خالی نہیں ہے کہ قیام کی طاقت رکھتا ہے یا اس سے عاجز ہے پس اگر وہ طاقت رکھتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اسے تمام علما کے ہاں اس کی نماز سے کفایت نہیں کرے گی اور اس پر اس کا اعادہ کرنا لازم ہے تو نمازی کے ثواب کا نصف اس کے لئے کیونکر ہوگا، پس اگر وہ قیام سے عاجز ہو تو اس سے قیام کا فرض ساقط ہو جائے گا اور اس پر بیٹھ کر نماز پڑھنا فرض ہوگا پس اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا۔"

بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان (جو اشارہ سے نماز پڑھے تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا نصف اجر ہوگا) تو اس حدیث پاک کا (ظاہری) معنی علما کے ہاں صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ قیام پر قادر شخص نفل نماز اشارے سے نہیں پڑھے گا ہاں اس حدیث کے نقل کرنے والے پر وہم ہو گیا تو اس نے نفل کے لفظ میں فرض کا معنی داخل کر دیا۔ کیا تو راوی کا یہ قول نہیں دیکھتا کہ (عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بوا سیر کے مرض میں مبتلا تھے) اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فرض کی ادائیگی سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور فرض نماز کا بیان ہے اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی شے پر قادر نہیں ہے اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حیرے لئے قادر شخص کے مقابلے میں نصف اجر ہے۔ بلکہ جو آثار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (ان سے یہ ثابت ہوتا ہے) کہ جسے اللہ عزوجل کسی مرض وغیرہ کے ذریعے عمل سے روک لے تو اس کے لئے اس کے عمل کا اجر لکھا جائے گا اور یہی صحیح ہے۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب صلاة القاعد، ج 3، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ ریاض)
 "اور تحقیق امام نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث کے حوالے سے غلطی کی اور اس کا ترجمہ الباب "باب صلاة القائم" رکھا پس انہوں نے گمان کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "جس نے اشارہ سے نماز پڑھی" وہ وہی ہے جس نے سوتے ہوئے نماز پڑھی۔ اور اس میں غلطی ظاہر ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ بے شک نمازی پر جب نیند کا غلبہ ہو تو اسے نماز توڑنے کی اجازت ہے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہے لیکن اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو" تو کیونکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے توڑنے کا حکم دیں حالانکہ وہ اس

پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اور قیام میں ادنیٰ مقدار یہ ہے کہ کم از کم سر جھکا ہو اور پیٹھ خم نہ ہو اور پورا قیام یہ ہے کہ بالکل سیدھا ہو۔ خاتم المحققین علامہ امین المعروف ہابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فی حاشیۃ القتال عن البرجدی ولو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یحاذی جہتہ قدام رکبئہ لیحصل الرکوع، قلت: ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طأطأ الرأس ای مع انحناء الظهر۔ تأمل“ ترجمہ: حاشیہ القتال میں برجدی کے حوالہ سے ہے کہ اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ رکوع میں اس کی پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ شاید یہ رکوع تام پر محمول ہے ورنہ اصل رکوع کا حصول تو فقط پیٹھ کو قدرے خم دے کر سر جھکانے سے حاصل ہو جائے گا۔ (رد المحتار، مطلب قد یطلق الفرض الخ، ج 1، ص 447، مدارک بیروت)

امام اہلسنت مجددین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے، اس قدر کے لیے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدرے اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہو جائے گا“ (نہادی رضویہ ج 6 ص 157، رتاناؤٹیشن لاہور)

در مختار کی عبارت ”منہا القیام“ کے تحت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں قیام کی حد بیان کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”یشمل التام منہ وهو الانتصاب مع الاعتدال وغیر التام وهو الانحناء القلیل بحیث لاتنال بداء رکبئہ“ ترجمہ: (فرائض میں سے قیام بھی ہے) یہ قیام تام کو بھی شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ سیدھا کھڑے ہونا ہے اور یہ قیام غیر تام کو بھی شامل ہے اور وہ اتنا تھوڑا جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔

(رد المحتار، مطلب قد یطلق الفرض الخ، ج 1، ص 444، مدارک بیروت)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

ہمارے زمانے میں کرسی پر نماز پڑھنے کا بہت رواج ہو گیا ہے، ہم اسے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی سعی کرتے ہیں تاکہ معذور افراد کے لئے حکم واضح ہو جائے اور غیر معذور اپنی نمازوں کی حفاظت کے لئے درست حکم شرعی پر عمل کریں۔

کرسی پر نماز پڑھنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

(1) ایک وہ جو قیام پر قادر نہیں (2) دوسرے وہ جو بچے پر قادر نہیں۔

قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں کرسی پر نماز پڑھنا:

فرض، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا نہ ہوں گی۔ قیام کب ساقط ہوگا کب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی، اس کے بالترتیب یہ مسائل ذہن نشین کر لیں:

اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا، کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے، اگر عضا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے، اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگر چہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔

یہ بات یاد رہے کہ قیام پر قادر نہ ہونے سے سجدہ ساقط نہیں ہوتا، لہذا کھڑا ہونے پر قادر نہیں اس وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو ضروری ہے سجدہ باقاعدہ طور پر زمین پر کرے، لہذا بہتر ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے تاکہ آسانی سے زمین پر سجدہ کر سکے، بہر حال اگر کرسی پر بھی بیٹھا تب بھی سجدہ زمین پر کرنا پڑے گا ورنہ نماز نہ ہوگی۔

قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں زمین پر بیٹھنے کا اس لیے کہا ہے کہ اس صورت میں اگر بیٹھنے والا زمین پر بیٹھے تو رکوع اور سجدے کرنے میں اسے کوئی وقت نہ ہوگی لیکن اگر کرسی پر بیٹھا ہو تو سجدہ کرنے کے لئے اسے کرسی پر سے اترنا پڑے گا اور سجدہ زمین پر درست طریقے سے کرنے کے بعد دوبارہ کرسی پر بیٹھنا ہوگا، اس میں چونکہ وقت بھی ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اس طرح کرے تو بڑا عجیب و غریب منظر دکھائی دیتا ہے، سجدہ بھی اسے صف سے آگے نکل کر کرنا پڑتا ہے، یوں صف کی درنگی میں بھی خلل آجاتا ہے۔

مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کتب احادیث میں ہے: ((عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي بُوَايَسَةَ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعِلَاقَةِ فَقَالَ: صَلَّى قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ)) ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے بوایسہ کی بیماری تھی تو میں نے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (اس مرض میں) نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو۔ (صحیح البخاری، باب الاہل یلقن کما علیہم، ج 2، ص 48، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، باب فی صلاة اللہ، ج 1، ص 250،

المکتبہ اصریہ بیروت، جامع ترمذی، باب اجارہ ان صلاۃ اللہ علی الصلوات، ج 2، ص 208، مصطفیٰ الہابی، مصر، سن 1411ھ، باب اجارہ فی صلاۃ الریح، ج 1، ص 388، دار احیاء التراث العربی، بیروت

در مختار میں ہے:

"فرض، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گانہ ہوں گی۔"

(مدر النظار، "در المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الریح، ج 2، ص 163)

"اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہو کر

پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔"

(مدر النظار، "در المختار"، کتاب الصلاۃ، ج 2، ص 165)

غنیۃ المستملیٰ میں ہے:

"کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا

کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوہیں کھڑا ہو تو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی، تو بیٹھ کر پڑھے۔"

(غنیۃ المستملیٰ، "مدر النظار"، کتاب الصلاۃ، ج 2، ص 281)

"اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔"

(غنیۃ المستملیٰ، "مدر النظار"، کتاب الصلاۃ، ج 2، ص 281)

"اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگر چہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ

(غنیۃ المستملیٰ، "مدر النظار"، کتاب الصلاۃ، ج 2، ص 282)

جائے۔"

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی

لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان

مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا

مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔"

(بہار شریعہ، حصہ 3، ص 511، مکتبہ المدینہ، کراچی)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”آج کل بہت جہال ذرا سی بے طاقتی مرض یا کثیر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ

تو ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہونہ گر پڑنے کی حالت ہونہ دوران سر (سر چکرانے) وغیرہ کوئی سخت ألم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحتہ نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہی لوگ جنہوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے: ان لحفہ نوع مشقة لم یحز ترکہ القیام اگر ادنی مشقت لاحق ہو تو ترکہ قیام جائز نہ ہوگا۔

شانینا: مانا کہ انہیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طیب مسلمان حافظ عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بلکہ غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفید ہوا۔

ثالثا: ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکلیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکلیہ کے ذریعے سے کر سکے بجالاتے ہل توکل یا بعض تو بعض در نہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد مر من الدر ولو متکنا علی عصا او حائط (ذکر کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے۔)

ثمین العقائق میں ہے: لو قدر علی القیام متکنا (قال الحلوانی) الصحیح انه یصلی قائما متکنا ولا یحزیہ غیر ذلک و كذلك لو قدر ان یعتمد علی عصا او علی خادم له فانه یقوم ویسکی (اگر سہارے سے قیام کر سکتا ہو (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کرے گی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے۔)

یہ سب مسائل خوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اہم کہ آجکل ناواقفوں سے جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحتہ مرتکب

(لاویہ نمبر 85، ص 160، 161 - مطابقت مع متن لاویہ)

گناہ و تارک اصلوگہ ہوتے ہیں۔

سجدے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کرسی پر نماز پڑھنا:

قیام کے ساقط ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگرچہ قیام پر قادر ہو مگر رکوع اور سجدے یا صرف سجدے پر قادر نہ ہو یعنی سجدہ زمین پر یا زمین پر اچھی اونچی رکھی ہوئی چیز پر کہ جس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ نہ ہو کرنے سے عاجز ہو تو اس سجدہ حقیقی سے عاجز ہونے کی صورت میں اصلاً قیام ساقط ہو جاتا ہے۔

لہذا اس صورت میں مریض بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے بلکہ اس کے لئے افضل بیٹھ کر پڑھنا ہے۔

اور ایسا مریض اگر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کی بھی گنجائش ہے کہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے رکوع و سجود بھی اشارہ سے آسانی کئے جاسکتے ہیں، یوں پوری نماز بیٹھے بیٹھے ادا ہو جائے گی۔

مگر چونکہ حتی الامکان دوزانو بیٹھنا چاہئے کہ مستحب ہے اس لئے کرسی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہئے، اگر آسانی ہو تو زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کی جائے، دوزانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بیٹھنا مستحب ہے ورنہ جس میں آسانی ہو چار زانوں یا اکتروں یا ایک پاؤں کھڑا کر کے ایک بچھا کر اسی طرح بیٹھ جائے۔

ہاں اگر زمین پر بیٹھا ہی نہ جائے تو کرسی یا اسٹول یا تخت وغیرہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ سکتے ہیں، مگر بلاوجہ ٹیک لگانے سے بچر بھی احتراز کیا جائے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی جنہیں اجازت ہوتی ہے حتی الامکان انہیں ٹیک لگانے سے احتراز کرنا چاہئے اور ادب و تعظیم اور سنت کے مطابق افعال بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

خاتم الحنفیین علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى وَضْعِ شَيْءٍ عَلَى الْأَرْضِ مِمَّا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَلْزَمُهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ قَادِرٌ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَقِيقَةً، وَلَا يَصِحُّ الْإِيمَاءُ بِهِنَّا مَعَ الْقُسْرَةِ عَلَيْهِمَا بَلْ شَرْطُهُ تَعَدُّرُهُمَا" ترجمہ: اگر مریض زمین پر کوئی ایسی چیز جس پر سجدہ کرنا درست ہو وہ رکھ کر اس پر سجدہ کرنے پر قادر ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرے اس لئے کہ یہ آدمی حقیقتاً رکوع و سجدہ کرنے پر قادر ہے لہذا اس کو اشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ اشارے سے سجدہ اور رکوع کرنے کی اجازت اس وقت ہے جبکہ وہ حقیقتاً سجدہ اور رکوع کرنے سے قاصر ہو۔

(رد المحتار، باب ملاء الارض، ص 22، ص 88، رد المحتار، ص 88)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا مثلاً طس وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بچے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے اور اس صورت میں یہ بھی کر سکتا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع کے لیے اشارہ کرے یا رکوع پر قادر ہو تو رکوع کرے پھر بیٹھ کر سجدہ کے لیے اشارہ کرے۔ (بہار شریعت حصہ 4 ص 721 مکتبہ المدینہ، کراچی)

۳ اگر کوئی اونچی چیز زمین پر رکھی ہوئی ہے اس پر سجدہ کیا اور رکوع کے لئے صرف اشارہ نہ ہوا بلکہ پیٹھ بھی جھکائی تو صحیح ہے بشرطیکہ سجدہ کے شرائط پائے جائیں مثلاً اس چیز کا سخت ہونا جس پر سجدہ کیا کہ اس قدر پیشانی دب گئی ہو کہ پھر دبانے سے نہ دے اور اس کی اونچائی بارہ (12) انگل سے زیادہ نہ ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد حقیقتاً رکوع و سجود پائے گئے اشارہ سے پڑھنے والا اسے نہ کہیں گے.....

جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مگر شرائط مذکور کے ساتھ کوئی چیز زمین پر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے اس پر فرض ہے کہ اسی طرح سجدہ کرے اشارہ جائز نہیں۔“

(بہار شریعت حصہ 4 ص 722 مکتبہ المدینہ، کراچی)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

”وَقِي الدَّخِيْرَةَ نَزَجُلٌ يَحْلِقُهُ خُرَاجٌ اِنْ سَحَدَ سَالَ وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى الرَّكُوْعِ وَالْقِيَامِ وَالْقِرَاءَةِ يُصَلِّي قَاعِنًا يَوْمًا وَلَوْ صَلَّى قَائِمًا يَرْكُوعًا وَقَعَدَ وَأَوْمًا بِالسُّجُودِ اَجْزَاءَهُ، وَالْأَوَّلُ اَفْضَلُ لِأَنَّ الْقِيَامَ وَالرَّكُوْعَ لَمْ يُشْرَعَا قِرْبَةً يَنْفَسِيهِنَّ بَلْ لِيَكُونَا وَسِيْلَتَيْنِ اِلَى السُّجُودِ. اهـ. قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَلَمْ اَرْ مَا اِذَا تَعَلَّرَ الرَّكُوْعُ دُونَ السُّجُودِ غَيْرُ وَاقِعٍ لَمْ اَبْ اَبِيْ لِأَنَّهُ مَتَى عَحَزَ عَنِ الرَّكُوْعِ عَحَزَ عَنِ السُّجُودِ نَهْرٌ“ ترجمہ: ذخیرہ میں ہے: ایسا شخص جس کے طس میں بھنسی ہو کہ اگر وہ سجدہ کرے گا تو وہ بچے گا تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا حالانکہ وہ قیام و رکوع و قراءت پر قادر ہے، اور اگر کھڑے ہو کر رکوع کے ساتھ نماز پڑھی اور سجود کا اشارہ کیا تو اسے کافی ہے اور پہلا طریقہ یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ قیام اور رکوع بغير شروع نہیں بلکہ یہ دونوں سجود کے لیے وسیلہ ہیں، اور اگر میں فرمایا: رکوع محذور ہو سجود کے علاوہ غیر واقع ہے، اور مطلب یہ کہ جب رکوع سے عاجز ہوگا تو سجود سے بھی عاجز ہوگا، نہر۔

(رد المحتار، باب صلاة الرضی، ج 2 ص 97، دار الفکر، بیروت)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”قَلُّوْ قَدْرٌ عَلَيْهِ دُونَ السُّجُودِ فِدْبَ اِيْمَانُهُ قَاعِنًا“ یعنی اگر نمازی قیام پر قادر ہے مگر سجدے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کے لئے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

(رد المحتار، باب صلاة الرضی، ج 1 ص 445، دار الفکر، بیروت)

رد المحتار میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ رحمۃ اللہ اتقوی فرماتے ہیں: ”اِنَّ الْقِيَامَ وَسِيْلَةً اِلَى السُّجُودِ لِلضَّرُوْرِ، وَالسُّجُودُ اَصْلٌ لِأَنَّهُ شُرْعٌ عِبَادَةٌ بِلَا قِيَامٍ كَسُجُودِ التَّلَاوَةِ وَالْقِيَامُ لَمْ يُشْرَعْ عِبَادَةً وَحْدَهُ،...وَإِذَا عَحَزَ عَنِ الْأَصْلِ سَقَطَتْ الْوَسِيْلَةُ“ ترجمہ: قیام وسیلہ ہے سجدے میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر

رکھنے کا، اور نماز میں اصل سجدہ ہے، کیونکہ یہ بغیر قیام کے بھی عبادت کے طور پر مشروع ہے، جیسا کہ سجدہ تلاوت، اور قیام رکوع عبادت کے طور پر مشروع نہیں.... تو جب کوئی اصل یعنی سجدے سے عاجز آجائے تو اس سے وسیلہ یعنی قیام ہی ساقط ہو گیا۔
(سنتا، ص 16، 17، 445، 446، 447)

علامہ شامی لکھتے ہیں: "الْحَقُّ التَّفْصِيلُ وَهُوَ أَنَّهُ إِنْ كَانَ رُكُوعُهُ بِمُخَرَّدِ إِيْمَاءِ الرَّأْسِ مِنْ غَيْرِ الْإِنْجَاءِ وَتَمِيلُ الظُّهْرُ فَهَذَا إِيْمَاءٌ لَا رُكُوعٌ فَلَا يُعْتَبَرُ السُّجُودُ بَعْدَ الْإِيْمَاءِ مُطْلَقًا وَإِنْ كَانَ مَعَ الْإِنْجَاءِ كَانَ رُكُوعًا مُعْتَبَرًا.... فَجَبَلِيذٌ يُنْظَرُ إِنْ كَانَ الْمَوْضُوعُ مِمَّا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ كَحَجَرٍ مَثَلًا وَلَمْ يَزِدْ ارْتِفَاعَهُ عَلَى قَلْبِهِ لِيَبْدَأَ لِيَسْتَيْسِرَ فَهُوَ سُجُودٌ حَقِيقِيٌّ فَيَكُونُ رَاكِعًا سَاجِدًا لَا مُؤِمِفًا حَتَّىٰ إِنَّهُ يَصِحُّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِهِ.... وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَوْضُوعُ كَذَلِكَ يَكُونُ مُؤِمِفًا فَلَا يَصِحُّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِهِ" ترجمہ: یعنی حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر رکوع صرف سر کے اشارہ سے کیا اور جھکا نہیں اور نہ ہی کمر کو جھکایا تو یہ اشارہ ہے نہ کہ رکوع اور اس کے بعد کئے گئے سجود کا بھی اعتبار نہ ہوگا اور اگر جھکا اور کمر بھی جھکائی تو یہ رکوع ہے اب دیکھا جائے گا کہ جس چیز پر سجدہ کر رہا ہے اگر وہ ایسی ہے جس پر سجدہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ایسا پتھر جس کی بلندی ایک اینٹ یا دو اینٹوں کی مقدار ہے تو یہ سجود حقیقی کہلائیں گے اور یہ شخص رکوع و سجود کرنے والا ہوگا، اشارے سے نماز پڑھنے والا نہ ہو یہاں تک کہ کھڑے ہونے والے شخص کا اس کی اقتدا کرنا درست ہوگا..... اور اگر وہ رکھی ہوئی چیز ایسی نہیں ہے تو یہ پھر یہ شخص اشارہ کرنے والا کہلائے گا لہذا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدا نہیں کر سکتا۔
(روا، باب 10، ص 28، 29، 98، 99، 100، 101)

بہار شریعت میں سنتوں کے بیان میں ہے:

"(۱) دوسری رکعت کے سجودوں سے فارغ ہونے کے بعد بائیں پاؤں بچھا کر، (۲) دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا، (۳) اور داہنا قدم کھڑا رکھنا، (۴) اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے، (۵) اور عورت دونوں پاؤں دونی جانب نکال دے، (۶) اور بائیں سرین پر بیٹھے۔"
(بہار شریعت، حصہ 3، ص 530، طبعہ طبعہ، کراچی)

بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کے لیے ایک اہم مسئلہ:

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع و سجود کا اشارہ کرنا ہوگا اور (چاہے کرسی پر بیٹھ کر پڑھے چاہے زمین پر) سجدے کے اشارہ میں رکوع سے زیادہ سرجھکانا ضروری ہے، اس بات کا بھی خیال رکھا جائے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَادَ مَرَّةً فَرَأَاهُ يُصَلِّي عَلَى

وَسَادِكُمْ فَأَخَذَهَا فَرَمَى بِهَا فَأَخَذَ عَوْدًا لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ فَرَمَى بِهِ وَكَانَ نَصَلٌ عَلَى الْأَرْضِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ وَإِلَّا فَأَوْمَرِ
لِيَمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَحْفَظَ مِنْ رُكُوعِكَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مریض کی حیات کو تشریف لے گئے،
دیکھا کہ تکبیر پر نماز پڑھتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اسے پھینک دیا، اس نے ایک لکڑی لی کہ اس پر نماز پڑھے، اسے بھی لے کر پھینک
دیا اور فرمایا: زمین پر نماز پڑھے اگر استطاعت ہو، ورنہ اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع سے پست کرے۔

(سرمد السنن الآثار، ملاء الریض، ج 3، ص 224، تہذیب، ص 107)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمہ اللہ علیہ (متوفی 710) فرماتے ہیں:

تَعَلَّرَ عَلَيْهِ الْقِيَامُ أَوْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ أَوْ مَوْمِنًا إِنْ تَعَلَّرَ وَجَعَلَ سُجُودَهُ
أَحْفَظَ مِنْ رُكُوعِهِ وَلَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ فَإِنْ فَعَلَ وَهُوَ يَخْفِضُ رَأْسَهُ صَحَّ وَإِلَّا لَا، یعنی (مریض)
پراگر قیام کرنا سخت ہو یا اسے قیام کرنے کی صورت میں مرض بڑھ جانے کا خوف ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کرے،
اور اگر حقیقتاً رکوع و سجود بھی سخت رہوں تو اشارے سے نماز پڑھے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کی بنسبت پست کرے، اور کوئی چیز پیشانی
کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ کر لیتا ہے تو اگر سجدہ میں بنسبت رکوع کے
زیادہ سر جھکا یا تو نماز ہو گئی ورنہ نہیں ہوگی۔

(کنز الدقائق، باب ملاء الریض، ج 1، ص 184، دار المعارف الاسلامیہ، ماہ سراج)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اشارہ کی صورت میں سجدہ کا اشارہ رکوع سے پست ہونا ضروری ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ سر کو بالکل زمین سے قریب کر
دے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 721، مکتبہ المدینہ، کراچی)

کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت صف کے مسائل

کرسی پر بیٹھ کر جماعت سے نماز پڑھنے والا اگر سجدے پر قادر نہیں تو اسے چاہیے کہ مکمل نماز کرسی پر بیٹھ کر ہی پڑھے کہ
ویسے بھی اس صورت میں بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ کھڑا ہو کر پڑھے گا تو صف میں خلل آئے گا
کیونکہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر قیام کرنے تو اس کی دو صورتیں بنیں گی:

(۱) صف کی سیدھ میں کرسی ہونے کی وجہ سے وہ خود صف سے آگے جدا ہو کر کھڑا ہوگا جیسا کہ عام طور پر لوگ کھڑے

ہوتے ہیں۔

(۲) یا پھر کرسی صف سے پیچھے کر کے خود صف کی سیدھ میں کھڑا ہوگا تو بیٹھنے کی صورت میں صف سے جدا ہوگا اور اس کی

کرسی کی وجہ سے کھلی صف بھی خراب ہوگی۔

کھلی صورت میں صف کا تسویہ (سیدھا ہونا) فوت ہو رہا ہے اور دوسری صورت میں کھلی صف خراب ہوگی، اس کا واجب تراش (کندھے سے کندھے طے ہوئے ہونا) فوت ہوگا اور بیٹھنے کی صورت میں اس صف کا تسویہ بھی فوت ہوگا۔
 لہذا دونوں صورتوں میں صف بندی میں خلل کی نگرانی ضرورت کار کتاب لازم آئے گا جبکہ صف کی درستگی کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے کہ صف برابر ہو، مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں، سب کی گردنیں، کندھے، ٹخنے آپس میں محاذی یعنی ایک سیدھ میں ہوں۔

اور جو سجدہ پڑھتا ہے پورے قیام پر قادر نہیں بعض پر قادر ہے اس کے لئے چونکہ ضروری ہے کہ جتنے پر قادر ہے اتنا قیام کرے یہاں تک کے تکبیر تحریر کہہ سکتا ہو تو وہی کھڑے ہو کر کہے ورنہ اس کی نماز نہ ہوگی۔
 ایسے حضرات صف میں زمین پر نماز پڑھیں، جتنا قیام کر سکتے ہوں صف میں کھڑے ہوں، باقی بیٹھ جائیں اور رکوع و سجود حقیقتاً کر کے اپنی نماز مکمل کریں، بہر حال ایسے حضرات اگر کرسی پر بھی بیٹھے تب بھی سجدہ زمین پر کرنا پڑے گا ورنہ نماز نہ ہوگی۔

ہوسکتا ہے کہ بہت سے اس قسم کے لوگ محض کرسی کے چکر میں رکوع و سجود پر قادر ہونے کے باوجود اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یوں ان کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔
 مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((عِبَادَ اللَّهِ لَتَسُوْنَ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ)) ترجمہ: اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کر دو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

(صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف، ج 1، ص 324، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ مِّنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ)) ترجمہ: اپنی صفوں کو سیدھا کرو بے شک صف کو سیدھا کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔
 (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف، ج 1، ص 324، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، برحمتہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رَأَوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَقَارِبُوا بَيْنَهُمْ، وَخَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنِّي لَأَدْرِي الشَّيْطَانِ تَدْخُلُ مِنْ حَلْلِ الصَّفِّ كَمَا لَهَا الْخَذْفُ)) ترجمہ: اپنی صفیں خوب گھسی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخصتہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔

(سنن نسائی، حدیث الامام علی بن ابی طالب، القاری، ج 2، ص 28، مکتب مطبوعات اسلامیہ، طبع)

امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دربارہ صفوں شرعاً تین باتیں بتا کیدر اکیدر امور یہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کلمتہ رک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول: تسویہ کہ صف برابر ہو، نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے شانے آہیں میں معاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو.....

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا.....

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿صَفَا كَاتِبَهُمُ بُنِينَ مُؤْصُصًا﴾ ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ (پ، سورۃ آتہ)

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخصتہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سجدہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے..... اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں.....

(چہ۔ سوم) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول حاصل نہ

(نہادی رضویہ، ج 7، ص 219-223، مکتب مطبوعات اسلامیہ، طبع)

چھوئے۔

کرسی کے آگے لگی ہوئی تختی پر سر رکھ کر سجدہ کرنے کا حکم:

کرسی کے آگے سجدے کیلئے جو ٹیبل نما تختی لگی ہوتی ہے کرسی پر بیٹھنے والے اس پر سر جما کر سجدہ کر لیتے ہیں ان کا یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ یہ حقیقتاً سجدہ نہیں بلکہ سجدے کا اشارہ ہے۔ اور اشارہ سر سے کرنا ہوتا ہے اس کے ساتھ کہ جھکا نا ضروری نہیں، رکوع کے اشارے میں سر کو جھکائیں اور سجدے کے اشارے میں اس سے زیادہ جھکائیں، تو کرسی کے ساتھ لگی تختی پر سر رکھنا بالکل غیر ضروری ہے اور عام طور پر وہ لوگ ایسا کرتے ہیں جو مریض کی نماز پڑھنے کے ضروری مسائل سے واقف نہیں

ہوتے انہیں نرمی کے ساتھ سمجھا دیا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔

اور حقیقتاً سجدہ جن پر کرنا ضروری ہوتا ہے ان کا اس تختی پر سر رکھنے کو کافی سمجھنا بالکل غلط ہے، ان کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، کرسی کی تختی پر سر رکھنے سے حقیقتاً سجدہ ادا نہیں ہوتا، جب سجدہ ادا نہیں ہوتا تو نماز بھی نہیں ہوتی، سجدہ زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی کسی ایسی چیز پر جس کی بلندی بارہ انگل سے زیادہ نہ ہو کیا جائے تو حقیقتی سجدہ ادا ہوتا ہے، اس پر قادنہ ہو تو قیام بھی اصلاً ساقط ہو جاتا ہے، رکوع و سجود کے اشارے کرنے ہوتے ہیں جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

لہذا سجدہ کا اشارہ کرنے والوں کا کرسی کی تختی پر سر رکھنا لغو و بے جا ہے مگر چونکہ اشارہ پایا گیا اس لئے ان کی نماز ہو جاتی ہے جبکہ حقیقی سجدہ پر قادر حضرات کا ایسا کرنا واضح طور پر ناجائز ہے، ان کی نمازیں اس سے برباد ہوتی ہیں۔

یاد رہے کہ جو مسئلہ حدیث شریف اور فقہی جوئیات میں مذکور ہے کہ نمازی کا کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کرنا یا دوسرے کا اس کے لئے اٹھانا مکروہ تحریمی ہے اس کا کرسی کی تختی سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ خود اس کے ہاتھ میں یا کسی اور کے ہاتھ میں اس کے لئے بلند نہیں ہوتی بلکہ زمین پر رکھی کرسی کے ساتھ ہی لگی ہوتی ہے، اگر کوئی کرسی کی تختی پر سر رکھے گا تو اس بناء پر اسے مکروہ تحریمی قرار دینا درست نہیں ہے۔

اس کے جزئیات درج ذیل ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَادَ مَرِيضًا، فَرَأَاهُ يُصَلِّيَ عَلَى وَسَادَةٍ فَأَخَذَهَا فَرَمَى بِهَا فَأَخَذَ عَوْدًا لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ فَرَمَى بِهِ وَقَالَ: صَلَّى عَلَى الْأَرْضِ إِنْ اسْتَطَعْتَ وَإِلَّا فَأَوْدِ أَيْمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوعِكَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے، دیکھا کہ تکبیر پر نماز پڑھتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اسے پھینک دیا، اس نے ایک لکڑی لی کہ اس پر نماز پڑھے، اسے بھی لے کر پھینک دیا اور فرمایا: زمین پر نماز پڑھے اگر استطاعت ہو، ورنہ اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع سے پست کرے۔

(معریہ اسنن الآثار للہیثمی، ملاح المریض، ج 3، ص 224، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابراہیم بن محمد طبری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 956ھ) فرماتے ہیں: "وَلَا يَرْفَعُ إِلَيَّ وَجْهَهُ شَيْعًا لِلسُّجُودِ" ترجمہ: معذور شخص سجدہ کرنے کیلئے اپنے چہرے کی طرف کسی چیز کو بلند نہیں کرے گا۔

(مجلس الامام، باب ملاح المریض، ج 1، ص 228، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ عبدالرحمن بن محمد کلیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1078ھ) نے مذکورہ بالا روایت نقل کی: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيضًا فَرَأَاهُ يُصَلِّيَ عَلَى وَسَادَةٍ فَأَخَذَهَا فَرَمَى بِهَا وَقَالَ: صَلَّى عَلَى الْأَرْضِ إِنْ اسْتَطَعْتَ وَإِلَّا فَأَوْدِ أَيْمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوعِكَ" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے، دیکھا کہ تکبیر پر نماز پڑھتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اسے پھینک دیا، اس نے ایک لکڑی لی کہ اس پر نماز پڑھے، اسے بھی لے کر پھینک دیا اور فرمایا: زمین پر نماز پڑھے اگر استطاعت ہو، ورنہ اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع سے پست کرے۔

فرمیں، وقال صل على الارض إن استطعت و إلا فإوم و اجعل سجودك اخفض من ركوعك یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بیمار شخص کی عبادت کے لئے گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا کہ وہ سامنے تکیہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تکیہ لے کر پھینک دیا۔ اس نے ایک لکڑی لے لی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس لکڑی کو بھی لے کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا کہ سجدہ زمین پر کرو اگر استطاعت ہے ورنہ اشارے سے پڑھو اور سجدہ کرنے میں رکوع سے زیادہ جھکو۔

مزید اسی صفحہ پر فرماتے ہیں: "وفى القهستانی لو سجد على شىء مرفوع موضوع على الأرض لم يكره" ترجمہ: قیستانی میں ہے: اگر کسی ایسی بلند چیز پر سجدہ کیا جو زمین پر رکھی ہوئی ہے تو مکروہ نہیں۔

(مجمع الانهر، باب صلاة المريض، ج 1، ص 154، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 970ھ) بحر الرائق میں نقل فرماتے ہیں: "رَوَى أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ دَخَلَ عَلَى أَخِيهِ يَعُوذُ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عُرْدٌ فَيَسْجُدُ عَلَيْهِ فَتَرَاعَ ذَلِكَ مِنْ يَدٍ مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ وَقَالَ هَذَا شَيْءٌ عَرَضَ لَكُمْ الشَّيْطَانُ أَوْ مَسْجُودِكُمْ وَرَوَى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَأَى ذَلِكَ مِنْ مَرِيضٍ فَقَالَ أَتَسْجُدُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةَ أُمَّهُ. وَاسْتَدَلَّ لِلْكَرَاهَةِ فِي الْمَجِيطِ بِنَهْيِهِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - عَنْهُ وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اپنے بھائی کی عبادت کرنے کے لئے گئے تو ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ کوئی شخص ان کی طرف لکڑی بڑھاتا ہے اور وہ اس پر سجدہ کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ سے لکڑی پکڑ لی اور فرمایا یہ چیز تمہیں شیطان نے پیش کی ہے بس تم اشارے سے ہی سجدہ کرو۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا تم اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو خدا ٹھہراتے ہو۔ اور محیط میں اس کراہت پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منع فرمانے سے استدلال کیا گیا ہے اور آپ کا وہ فرمان کراہت تحریمی پر دلالت کرتا ہے۔

(بحر الرائق، تخریج المرضی القعود فی الصلاة، ج 2، ص 123، دار الکتاب الاسلامی بیروت)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَاسْتَدَلَّ لِلْكَرَاهَةِ فِي الْمَجِيطِ بِنَهْيِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ عَنْهُ، وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ أَمْ وَتَبِعَهُ فِي النَّهْرِ. أَقُولُ: هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ يَحْمِلُ إِلَيْهِ وَجْهَهُ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ، بِإِخْلَافِ مَا إِذَا كَانَ مَوْضِعًا عَلَى الْأَرْضِ يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا فِي الدَّجْوَةِ حَيْثُ نَقَلَ عَنِ الْأَصْلِ الْكَرَاهَةِ فِي الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ فَإِنْ سَكَتَ الرَّسُولُ مَوْضِعًا عَلَى الْأَرْضِ وَكَانَ يَسْجُدُ عَلَيْهَا حَازَتْ صَلَاتُهُ، فَقَدْ صَحَّ أَنْ أُمَّ سَلَمَةَ كَانَتْ تَسْجُدُ عَلَى مِرْقَةِ مَوْضِعَةٍ بَيْنَ يَدَيْهَا لِعَلَّةَ كَانَتْ بِهَا وَلَمْ يَمْنَعَهَا

رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ ذَلِكَ إِذْ مُفَادَ هَذِهِ الْمُقَابَلَةِ وَالْإِسْتِدْلَالَ عَدَمَ الْكِرَاهَةِ فِي الْمَوْضُوعِ عَلَى الْأَرْضِ الْمُرْتَفِعِ ثُمَّ رَأَيْتُ الْفُهَيْسْتَلِي صَرَّحَ بِذَلِكَ . " یعنی بحر میں فرمایا کہ محیط میں اس کراہت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کیا بناؤ پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ بھی کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور شہر الفائق میں بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ علامہ شامی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کراہت اس صورت پر محمول ہے کہ جب سجدہ کے لئے کوئی چیز پیشانی کی طرف اٹھائی جائے، برخلاف اس صورت کے کہ جب وہ چیز زمین پر رکھی ہو (اس صورت میں یہ کراہت نہیں ہے) ذخیرہ کی عبارت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے چنانچہ انہوں نے پہلی صورت کے متعلق اصل سے کراہت کا قول اسی پہلی صورت کے بارے میں نقل کیا اور پھر فرمایا: تو اگر تکیہ زمین پر رکھا ہوا ہو اور مریض اس پر سجدہ کرے تو نماز درست ہو جائے گی کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ائمہ سلمہ رضی اللہ عنہم بیماری کی وجہ سے سامنے زمین پر رکھے ہوئے تکیہ پر سجدہ فرماتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا۔ (یہ نقل کرنے کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں) تو صاحب ذخیرہ کا اس صورت کو صورت اول کے مقابل ذکر کرنا پھر حدیث ائمہ سلمہ سے استدلال کرنے کا مفاد یہ ہے کہ زمین پر رکھی ہوئی کسی بلند چیز پر سجدہ کرنا مکروہ نہیں ہے، پھر اسی بات کی تصریح میں نے قہستانی میں بھی ملاحظہ کی۔ (رد المحتار، باب صلاة المريض، ج 2، ص 98، دار الفکر، بیروت)

مسجد میں کرسیاں کہاں رکھنی چاہئیں:

کرسیاں آخری صفوں میں سے کسی صف کے کناروں پر رکھی جائیں، پہلی صفوں میں اور صف کے درمیان رکھنے کی وجہ سے بلا وجہ نمازیوں کو وحشت ہوگی، صف درست کرنے میں بعض اوقات درمیان میں رکھی ہوئی کرسی کی وجہ سے خلل آتا ہے، بعض مساجد میں پہلی ہی صف میں دائیں بائیں کنارے پر لائن سے چار پانچ کرسیاں سجائی ہوتی ہیں بعض کرسی پر بیٹھنے والے تکبیر اولیٰ کے بعد آتے ہیں، اس طرح بعض کرسیاں خالی ہوتی ہیں عین نماز شروع ہوتے وقت خالی کرسیوں کو اٹھانے میں کافی دقت ہوتی ہے، بعض لا پرواہی سے ایسے ہی نیت باندھ لیتے ہیں صف پوری نہیں کرتے، اس جانب بھی توجہ دینی چاہئے، پہلے سے کرسیاں نہ سجائی جائیں، کوئی معذور مریض ہوگا تو پہلی دوسری تیسری جس صف میں اسے جگہ ملے گی اسی کے کنارے اپنی کرسی رکھ لے گا۔

جمعة المبارک کے دن کا اہم مسئلہ:

ایک اور مسئلہ جو عام طور پر جمعہ کی نماز میں دیکھا جاتا ہے کہ کرسیاں چونکہ اگلی صفوں میں کناروں پر رکھی ہوتی ہیں اور بعض معذور و مجبور حضرات دیر میں آتے ہیں اور دورانِ خطبہ اپنی کرسی تک پہنچنے کے لئے گردنوں کو پھلانگتے ہوئے جاتے ہیں، یہ

بھی جائز نہیں کہ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَغَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جَسْرًا إِلَىٰ جَهَنَّمَ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلائیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء في كراهية الغشي يوم الجمعة، ج 2، ص 388، مطبوعہ المہاجر، مصر)

ایک اور حدیث شریف میں ہے: ((جَاءَ رَجُلٌ يَدْعُو رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَاهِلِسْ فَقَدْ أَقْبَتَ)) ترجمہ: ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلاکتے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا: بیٹھ جا اوتے لے لینے اونچائی۔

(سنن ابی داؤد، باب غشي رقاب الناس يوم الجمعة، ج 1، ص 282، المكتبة المصرية، بيروت)

باب نمبر 270

بَابُ فِيمَنْ يَتَلَوُّعُ جَالِسًا

(بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا)

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت

سیدتنا خفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: میں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ

وفات سے ایک سال قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر

پڑھا کرتے تھے اور سورت کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے

تھے یہاں تک کہ اپنے سے طویل سورت سے زیادہ طویل

ہو جاتی۔ اور اس باب میں حضرت ام سلمہ اور حضرت انس بن

مالک رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ

ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدتنا خفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی

ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے

373- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا

مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ ابْنِ

سَهَابٍ، عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ الْمُطَلِّبِ

بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا،

حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَقَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَامَ،

فَإِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، وَيَقْرَأُ

بِالسُّورَةِ وَيُرْتَلِّمُهَا، حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ

مِنْهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ حَفْصَةَ حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ جَالِسًا، فَإِذَا

بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ

فَقَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكَعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ

ذَلِكَ وَرَوَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ

وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ

قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَ أَحْمَدُ، وَ

إِسْحَاقُ: وَالْعَمَلُ عَلَى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ كَانَهُمَا

یہ حدیثوں پر ہے۔ گویا کہ یہ دونوں حضرات ان دونوں احادیث کو ہی صحیح اور قابل عمل سمجھا کرتے تھے۔ حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے اور قراءت بھی بیٹھ کر ہی فرمایا کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے تمیں یا چالیس آیات کی مقدار رہ جاتی تو قیام فرما کر اسی حالت میں (بقیہ) قراءت فرماتے پھر رکوع اور سجدہ فرماتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی کی مثل کرتے۔ امام ابویحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سیدتنا عائشہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا کافی حصہ حالت قیام میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور کافی حصہ حالت قعود میں نماز ادا فرماتے پس جب حالت قیام میں قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع و سجود بھی کرتے اور اگر بیٹھ کر قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع و سجود کرتے۔ امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رَأَيَا كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَوِحِحًا مَعْمُولًا بِهِمَا
374- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا
مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ
أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ،
فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَةِ قَدْرٍ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ
أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ،
ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ أَبُو
عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

375- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ وَهُوَ الْحَدَّاءُ، عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: سَأَلْتُهَا
عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
تَطْوِيعِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا،
وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ
وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ
وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تراجم حدیث 373: (صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین و قصر حاجاہا، ج ۱، باب جواز الصلاة قائما و قاعدا، حدیث 733، ج 1، ص 507، دار احیاء التراث العربی، بیروت، مشن سنائی، کتاب

قیام اللیل و تطویع النحر، باب صلوة القاعد فی الصلاة، حدیث 1658، ج 3، ص 223، مکتبہ العظیمہ مات الاسلامیہ، بیروت)

تراجم حدیث 374: (صحیح البخاری، کتاب الجمہ، باب الاصلی قاعدا، ج 1، ص 48، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین و قصر حاجاہا،

ج ۱، باب جواز الصلاة قائما و قاعدا، حدیث 731، ج 1، ص 505، دار احیاء التراث العربی، بیروت، مشن ابی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی صلوة القاعد، حدیث 954، ج 1، ص 250، المکتبہ

اخصر یہ بیروت میں سنہ ۱۲۸۱ھ میں کتاب تمام المثل و تلویح النصار، باب صلوة القادر فی الصلاة، عدد صفحہ 1648، ج 3، ص 220، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت۔
 ۲۳۵۵ عدد صفحہ (۲۳۵۵) کتب مسلم، کتاب صلوة السائرین و قصر حجاب، ج ۱۰، عدد صفحہ 730، ج 1، ص 505، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ۲۳۵۶ سنن ابی داؤد، کتاب
 الصلوٰۃ، باب فی صلوة القادر، عدد صفحہ 655، ج 1، ص 251، المکتبۃ اخصر، بیروت۔ ۲۳۵۷ سنن نسائی، کتاب الاکلان، باب لرض عجیرۃ الاولیاء، عدد صفحہ 884، ج 2، ص 124، مکتب
 المطبوعات الاسلامیہ، بیروت۔ ۲۳۵۸ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ و السنن فیہا، باب التام الصلوٰۃ، عدد صفحہ 1060، ج 1، ص 336، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

باب نمبر 271

مَا جَدَّ أَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فِي الصَّلَاةِ، فَأُخَفِّفُ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کرنا

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

376- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ

ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مزہل کی قسم! میں نماز میں بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں قندہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

بْنُ مُعَاوِيَةَ الْغَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأُخَفِّفُ، مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَنَّ أُمُّهُ، وَفِي الْبَابِ عَنِ أَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ

اور اس باب میں حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو سعید اور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یوسف ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ حدیث 376: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوة عند بكاء الصبي، حدیث 708، ج 1، ص 143، دار طوق النجاة)

شرح حدیث

علامہ سبھی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"(نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں لمبی نماز پڑھنے کے ارادے سے نماز میں داخل ہوتا ہوں تو میں بچے کے رونے کو سنتا ہوں پس میں ماں کی بچے کی وجہ سے شدت غم کی بنا پر نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں) کلفظ "وَجِدَ" کا غم پر اطلاق ہوتا ہے اور اسی طرح محبت پر بھی اور اس مقام پر دونوں جائز ہیں اور غم والا معنی لیٹنا زیادہ ظاہر ہے یعنی ماں کے غم اور اس کے دل کے بچے کے ساتھ مشغولیت کی بنا پر میں نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں اور اس حدیث میں مقتدیوں اور اپنے اتباع پر زنی کرنے اور ان کے مصالح کی رعایت کرنے پر دلیل ہے اور یہ کہ بلا ضرورت کے ان پر مشقت داخل نہ ہو اگرچہ وہ تھوڑی ہو۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب اعتدال ارکان الصلاة، ج 4، ص 187، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں لمبی نماز پڑھنے کے ارادے سے نماز میں داخل ہوتا ہوں تو میں بچے کے رونے کی آواز کو سنتا ہوں تو میں اپنی نماز کو اس خوف سے مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ علما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز احوال کے مختلف ہونے کی بنا پر لمبی اور مختصر ہونے کے حوالے سے مختلف ہوتی تھی تو جب مقتدی طوالت کو ترجیح دیتے تھے اور اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نمازیوں کو کوئی مشغولیت نہ ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو طول دیتے تھے اور جب ایسا نہ ہوتا تو نماز میں تخفیف کرتے تھے۔

اور بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کو لمبا کرنے کا ارادہ رکھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز میں) وہ معاملہ پیش آتا جو نماز کے مختصر کرنے کا مقتضی ہوتا جیسا کہ بچے کا رونا وغیرہ اور اسی کے ساتھ یہ بات بھی شامل ہوگی کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے دوران میں نماز میں داخل ہوا کرتے تھے تو پھر (وقت کی قلت کی بنا پر اسے) مختصر کر دیتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات نماز کو طول دیتے تھے اور یہ کم ہوتا تھا اور اکثر اوقات نماز میں تخفیف کرتے تھے تو طول دینا بیانِ جواز کے لئے ہوتا تھا اور تخفیف اس لئے کہ وہ افضل ہے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تخفیف کا حکم ارشاد فرمایا ہے: ارشاد فرمایا: ((إِنَّ مِنْكُمْ مَنْفَعِينَ فَأَيُّكُمْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّعِيمَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ)) (بے شک تم میں کچھ لوگ تنفر کرنے والے ہیں تو تم میں جو کوئی

لوگوں کو نماز پڑھانے تو وہ تخفیف کرے پس بے شک ان میں بیمار و کمزور اور حاجت والے ہوتے ہیں) اور ایک قول یہ ہے کہ کبھی طوالت فرماتے تھے اور کبھی تخفیف فرماتے تھے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ فاتحہ سے زائد قراءت شرط ہونے کے اعتبار سے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ قلیل و کثیر قراءت جائز ہے اور شرط صرف فاتحہ پڑھنا ہے اور اسی بنا پر روایات اس (فاتحہ) پر متفق ہیں اور اس سے زائد کے حوالے سے مختلف ہیں اور مجموعی طور پر سنت نماز میں تخفیف کرنا ہے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان کر کے اس کا حکم ارشاد فرمایا اور علت کے منٹھی ہونے کی بنا پر صرف بعض اوقات نماز میں طول دیا تو اگر کوئی علت کے انتفاء کی تحقیق کر لے تو نماز کو طویل کر لے۔ (شرح النووی علی مسلم، باب القراءۃ فی الطہر، اصح، ج 4، ص 174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "پس میں مختصر کر دیتا ہوں" اس سے مراد قراءت میں کمی کرنا ہے جیسا کہ اس بات کو ابن سابط وغیرہ نے ذکر کیا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں موجود ہے "پس وہ خفیف سورت کی تلاوت کرے۔" اور اس سے بعض شوافع نے امام کے انتظار کرنے پر استدلال کیا ہے جب وہ رکوع میں ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو محسوس کرے جو نماز میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس کا انتظار کرے تاکہ وہ اس کے ساتھ جماعت میں رکعت کی فضیلت کو پالے اور یہ اس لئے کہ امور دنیا میں بعض انسانی حاجات کی بنا پر جب اسے نماز میں تخفیف کرنے کی اجازت ہے تو اسی بنا پر اسے نماز میں اللہ عزوجل کی عبادت کی غرض سے زیادہ کرنے کی بھی اجازت ہے بلکہ یہ احق و اولیٰ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اس میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ یہ نماز میں ایک عمل کی زیادتی ہے بخلاف کمی کرنے کے۔ اور ابن بلال کہتے ہیں: اور جن لوگوں نے اس بات کی اجازت دی ان میں امام شعبی، حسن اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ شامل ہیں۔ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں: وہ انتظار کرے جب تک اس کے ساتھیوں پر یہ شاق نہ ہو اور یہی امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا قول ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں: وہ انتظار نہ کرے کیونکہ یہ اس کے پیچھے والوں کو ضرر دے گا اور یہی امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ اور شافعی کا قول ہے۔ اور سفاقی، جھون کے حوالے سے کہتے ہیں: ان کی نماز باطل ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ روایت ہمارے بعض اصحاب سے بھی مروی ہے حتیٰ کہ ان کے بعض نے فرمایا کہ اس پر کفر کا خدشہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب امام داخل ہونے والے جانتا ہو تو مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر داخل ہونے والا غنی ہو تو مکروہ ہے اور اگر فقیر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔" (شرح ابی داؤد، المعنی باب تخفیف الصلاۃ، ج 3، ص 453، 454، مکتبہ الرشد، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچہ کے رونے کی آواز سنتے تھے تو نماز میں تخفیف کر دیتے تھے) یعنی اس کو لمبا کرنے کے ارادے کے بعد اپنی نماز کو مختصر کر دیتے تھے جیسا کہ عنقریب صراحت کے ساتھ آئے گا (اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں غصہ

میں نہ پڑ جائے) یہ لفظ قنہ سے یا افتتان سے ماخوذ ہے یعنی اس خوف سے کہ کہیں تشویش اور غم میں مبتلا نہ ہو اور ایک قول یہ ہے اس کا دل تشویش میں مبتلا ہوگا اور نماز میں اس کی حضوری اور اس کا ذوق ختم ہو جائے، یہ ”فتن الرجل“ سے ماخوذ ہے یعنی اسے قنہ پہنچا اور بید نہیں ہے کہ یہ ماں اور بچہ دونوں پر رحمت بھی ہو۔ خطابی کہتے ہیں: اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک امام جب کسی ایسے شخص کو محسوس کرے جو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور امام رکوع میں ہو تو امام کو حلیہ رکوع میں اس کا انتظار کرنا جائز ہے تاکہ وہ رکعت کو پالے۔ کیونکہ جب اس کا دنیاوی معاملہ میں کسی حاجت انسانی کے لئے نماز میں کمی کرنا جائز ہے تو اخروی معاملہ کے پیش نظر نماز میں زیادتی کرنا بھی جائز ہے اور بعض نے اسے مکروہ قرار دیا اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس پر شرک کا خوف ہے اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اتنی۔

اور اس استدلال میں نظر ہے کیونکہ انہوں نے طاعت کی تخفیف اور کسی غرض کی بنا پر طاعت میں ترک اطاعت اور کسی شخص کی وجہ سے عبادت کو طویل کرنے کے درمیان فرق کیا کیونکہ یہ متعارف ریا کاری میں شامل ہے۔ اور فضیل اس میں مبالغہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: غیر اللہ کے لئے عبادت کرنا شرک ہے اور غیر اللہ کے لئے عبادت کا ترک کرنا ریا کاری ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں ان دونوں باتوں سے نجات دے۔

اسی طرح امام کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم اور اس میں طوالت سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح ترک تخفیف ایسا ضرر ہے کہ جس کا تدارک ممکن نہیں برخلاف نماز میں طوالت مذکورہ کو ترک کرنا کیونکہ اس سے اصلاً کوئی شے بھی فوت نہیں ہوتی ہاں اگر اس مسئلہ کو قعدہ اخیرہ میں بیان کیا جائے تو اس کے لئے کوئی اچھی وجہ ہو سکتی ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اسے ذکر کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ بے شک امام اگر آنے والے کے لئے رکوع کو طویل کرے اور رکوع کے ذریعے اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر ایک بڑے معاملہ کا خوف ہے لیکن اس سبب سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس بات سے اس نے غیر اللہ کی عبادت کی نیت نہیں کی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو نہ جانتا ہو تو رکوع کو طویل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے وگرنہ صحیح یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے بہر حال اگر وہ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لئے رکوع کو لمبا کرے بغیر اس کے کہ اس کے دل میں تقرب کے علاوہ کسی اور شے کا غلبان پیدا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حالت نہایت نادر ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ ریا کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے پس اس میں احتیاط اور احتراز اولیٰ ہے اسی طرح ”شرح منیہ“ میں ہے۔ بہر حال جو ابو داؤد نے روایت کیا کہ ”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو توں کی آواز سننے تک نماز میں انتظار فرمایا کرتے تھے۔“ تو یہ ضعیف ہے۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ السلام نماز کو قائم کرنے میں توقف فرماتے تھے یا کراہت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جب وہ آنے والے کو جانتا ہو۔ اور اس بات پر وہ صحیح روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت کو طول دیا کرتے تھے تاکہ مقتدی اس رکعت کو پالیں لیکن اس میں یہ ہے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ کا گمان ہو سکتا ہے۔ اور اللہ عزوجل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ مبارک کو بہتر جاننے والا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب ما علی الامام، ص 36، ج 3، 879، دار الفکر، بیروت)

تخفیف نماز سے متعلق ایک فتویٰ

امام اہل سنت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نماز حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اول فجر و ظہر میں طویل مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طویل، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار

دوم فجر و ظہر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیت سے سو تک۔ اور عصر و عشاء کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیال رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طویل قرأت سے ادھر بچہ پھڑکے گا ادھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول بہ ہے وانا اقول لا اختلاف بینہما واما الثالثة فقید الاولیٰ کما لا یحییٰ (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کر رہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔) تو حاصل مذہب معتد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری و ضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طویل و اوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا

ضرورت مند ہونا اور کار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھلا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اسکے بچے کے خیال سے نماز فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک حدت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا: ((افتنان انت یا معاذ افتنان انت یا معاذ افتنان انت یا معاذ کما فی الصحاح وغیرھا)) (کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے۔ ت کو فی الہدایۃ مرفوعاً لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ((من امر قوما فلم یصل بہم صلوۃ اضعفہم فان فیہم المریض والکبیر و ذالْحاجۃ)) ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انہیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحب حاجت بھی ہوں گے۔ ت)

اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ والشمس یا والضحیٰ یا اول میں "انحسب الذین کفروا" دوسری میں "ان للمؤمنین" یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصر مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت بر محل ہے اور امام پر ضرور لازم ہے۔ ہاں "الحکم المکاثر" ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں "القارعة" یا دوسری میں "والحصر" پڑھنا مطابق سنت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حال میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا نانا تو اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے۔ فی فتح القلید قد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عنہ و کانت قراءۃ ہی المسنونۃ فلا بد من کون مانہی عنہ غیر ما کان دابہ الالضرورۃ و باقی ما ذکرنا من المسائل معرفۃ فی الدرالمختار و ردالمحتار وغیرہما من الکتب المتداولۃ فلا حاجۃ بایراد العبارات بو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (فتح القدر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قراءت میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قراءت مسنونہ پر ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قراءت قرآن مسنونہ ہی تھی لہذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہوئی مگر ضرورت کے وقت اہل اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، رد المحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔ ت)

(نہادی رضویہ، ج 6، ص 324، 325، رضانا ڈاٹ کام، لاہور)

باب نمبر 272

مَا جَاءَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ
(حائضہ) (بالغہ) کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے)

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: حائضہ (بالغہ) عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے۔ اور اس باب میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔

امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ بے شک عورت جب بالغ ہو جائے پھر اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے بالوں میں سے کچھ کھلا ہوا رہ جائے تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں: عورت کی نماز اس طرح جائز نہیں ہے کہ اس کے بدن سے کچھ کھلا ہوا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور تحقیق کہا گیا ہے: "کہ اگر عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ کھلا ہوا ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔"

377- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ،
عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ ابْنِ
سَبْرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا
تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ، وَفِي الْبَابِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو
عِيْسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ
وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا
أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا
مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا "وَهُوَ قَوْلُ
الشَّافِعِيِّ قَالَ: لَا تَجُوزُ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ وَشَيْءٌ
مِنْ جَسَدِهَا مَكْشُوفٌ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: "وَقَدْ
قِيلَ: إِنْ كَانَ ظَهَرَ قَدَمَيْهَا مَكْشُوفًا فَصَلَاتُهَا
جَائِزَةٌ"

ترجمہ حدیث 377: (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب الرأۃ تصلی بغیر خمار حدیث 841، ج 1، ص 173، المکتبۃ المصریۃ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب التہجد، صلوٰۃ النساء

لیہا، باب اذا حائضت الجاریۃ تصلی الا خمار، حدیث 855، ج 1، ص 215، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

شرح حدیث

حدیث مذکور میں حائضہ سے مراد

یہاں حائض سے مراد وہ عورت ہے جو حیض آنے کی مدت کو پہنچ چکی ہو یعنی بالغ ہو چکی ہو۔ وہ عورت مراد نہیں جس کے ایام حیض چل رہے ہوں کیونکہ جس کے ایام حیض چل رہے ہوں وہ تو کسی صورت نماز نہیں پڑھے گی۔

(معالم السنن، باب تھلی المرأة بغير غار، ج 1، ص 180، مطبوعہ المطبعہ المطبوعہ)

نماز میں ستر کے وجوب پر استدلال

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور معنی یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ قبولیت کی نفی میں صحت کی نفی ہے مگر دلیل کی بنا پر اور تحقیق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اپنی زینت کو جب مسجد میں جاؤ۔ (الاعراف، 31) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد کپڑے ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آيَاتًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ (الاعراف، 28) حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد کفار کا برہنہ ہو طواف کرنا ہے۔ اور نماز میں ستر عورت کے وجوب پر اجماع ہے۔"

(مرآة العائق، باب ستر، ج 2، ص 634، دار الفکر، بیروت)

سزا اور اس کے بال بالا جماع ستر کے اندر شامل ہیں، لہذا اگر سر یا لنگے ہوئے بالوں کا چوتھائی حصہ نماز میں کھلا رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

قبول اور صحت میں فرق کی تحقیق

علامہ ابن دینق العید فرماتے ہیں:

"محققین کی ایک جماعت نے عدم قبول سے عدم صحت پر استدلال کیا ہے جیسا کہ علما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل حائضہ یعنی وہ عورت جو حیض والی عمر کو پہنچ چکی ہو کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔ اور اس حدیث سے مقصود نماز کے صحیح ہونے کے لئے حدث سے طہارت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا ہے اور یہ

استدلال تام نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ جب نفی قبولیت ہی صحت پر دلیل ہو اور تحقیق متاخرین نے اس بارے میں بحث تحریر کی ہے کیونکہ صحت کے باوجود قبولیت کی نفی متعدد جگہوں پر وارد ہوئی ہے جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی اور جیسا کہ کاہن کے پاس آنے والے کے بارے میں اور شراب پینے والے کے بارے میں بھی وارد ہوا تو جب قبولیت کی نفی سے صحت کی نفی پر دلیل کی تقریر کا ارادہ ہو تو پھر قبول کے معنی کی تفسیر کرنی ضروری ہے۔

اور تحقیق کسی شے کی غرض مطلوب کی دوسری شے پر ترتیب سے بھی اس کی تفسیر کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ "فلاں نے فلاں کا عذر قبول کر لیا" جب وہ اس کے عذر پر اس سے غرض مطلوب کو مرتب کرے اور وہ جنایت اور گناہ کا مٹانا ہے تو جب یہ ثابت ہو گیا تو اس مقام پر بھی یہ کہا جائے گا کہ نماز سے غرض اس کا حکم کے مطابق کفایت کرنے والی واقع ہونا ہے تو جب یہ غرض حاصل ہو گئی تو مذکورہ تفسیر کے مطابق قبول ثابت ہو گیا اور جب اس تفسیر کے مطابق قبول ثابت ہو گیا تو صحت بھی ثابت ہو گئی اور جب اس تفسیر کے مطابق قبولیت کا انتفاء ہو گیا تو صحت کا بھی انتفاء ہو گیا۔ اور بعض متاخرین کی جانب سے بعض مقامات پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی عبادت کا قبول اس کا اس طرح ہونا ہے کہ اس پر ثواب اور درجات مرتب ہوں۔ اور "اجزا" اس کا حکم کے مطابق ہونا ہے اور دو معنی جب ایک دوسرے کے مفاہیر ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے انحصار ہو تو انحصار کی نفی سے اعم کی نفی لازم نہیں آتی اور "قبول" اس تفسیر پر "صحت" سے انحصار ہے پس بے شک ہر مقبول صحیح ہے اور ہر صحیح مقبول نہیں ہے۔

اور جن احادیث میں بقاء صحت کے ساتھ قبول کی نفی کی گئی تو یہ بات نفی قبول سے نفی صحت کے استدلال میں ضرور دے گی، جیسا کہ ہم نے مقدمین سے حکایت کیا۔ اے اللہ! مگر یہ کہا جائے کہ دلیل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قبولیت، صحت کے لوازمات سے ہے تو جب قبول منشی ہو صحت بھی منشی ہو گئی لہذا اس وقت نفی قبول سے نفی صحت پر استدلال کرنا صحیح ہے۔ اور جن احادیث میں صحت کی باوجود قبولیت کی نفی کی گئی ہے ان میں تاویل یا تخریج جواب کی جانب محتاجی ہوگی اس بنا پر کہ بے شک یہ اس کو رد کرتا ہے جس نے عبادت کی قبولیت کی تفسیر اس پر ثواب ملنے یا اس کے پسندیدہ ہونے سے کی ہے جب اس کا مقصود یہ ہو کہ نفی قبول سے نفی صحت ہونا لازم نہیں آتا یوں کہا جائے گا کہ قواعد شرعیہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بے شک عبادت کو جب حکم کے مطابق لایا جائے تو وہ ثواب و درجات اور کفایت کا سبب ہے اور ظواہر اس بارے میں بے شمار ہیں۔"

(احکام الاحکام شرح نمبر ۱۱۲ احکام حدیث لا یصل اللہ ملائکہ کم اذا احدثت حج ۱، ص ۸۴، ۸۳ مطبوعہ المدینہ المنورہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور یہاں قبول سے مراد وہ ہے کہ جو صحت کے مرادف ہے اور وہ کفایت کرنا ہے اور حقیقت قبول یہ ہے کہ طاعت کفایت کرنے والی اور جو ذمہ پر واجب ہے اس کی رافع ہو اور جب طاعت کو اس کی شرائط کے ساتھ بجالاتا میں اس کے کفایت

کرنے کا مظہر موجود ہے وہ جو کہ قبولیت ہے تو اسے مجازاً "قبول" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہر حال جس قبولیت کی نفی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کی مثل احادیث میں کی گئی ہے (فرمایا): ((من أتى عداً لم تعدل له صلاة)) یعنی (جو کسی کا ہن کے پاس آیا تو اس کی نماز قبول نہیں ہے۔) تو یہ قبول حقیقی ہے کیونکہ عمل کبھی صحیح ہوتا ہے لیکن قبولیت کسی مانع کی بنا پر حاصل نہیں ہوتی اور اسی بنا پر بعض سلف صالحین کہتے ہیں: میری ایک نماز کا قبول ہونا مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہاں تحقیق یہ ہے کہ شرعاً قبول سے حصول ثواب مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ صحت کے ساتھ نہیں پایا جاتا ہے اس دلیل کی بنا پر کہ بھاگے ہوئے غلام اور خرپینے والے کی نماز صحیح ہے اور صحیح قول کے مطابق منصوبہ گھر میں نماز پڑھنا بھی صحیح ہے شوافع کے نزدیک بھی۔

بہر حال قبولیت کا صحت کو لازم ہونا تو وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے: ((لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار)) (اللہ عزوجل حائضہ عورت کی نماز کو بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا) اور حائض سے مراد وہ ہے جو حیض کی عمر کو پہنچ کر بالغ ہوئی ہو پس بے شک اس کی نماز بغیر ستر کے قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی صحیح ہوتی ہے اور قبول کی تفسیر کسی شے کی غرض مطلوب کے دوسری شے پر مرتب ہونے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ((لا يقبل الله صلاة من أحدث حتى يتوضأ)) (اللہ عزوجل محدث شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ وضو کر لے) یہ حدیث عدم قبول کے حوالے سے تمام محدثین کو نماز کی تمام انواع میں عام ہے اور قبول سے مراد حکم کے مطابق نماز کا کفایت کرنے والا تو اس بنا پر قبول سے نماز کا ظاہر ادا بطناً صحیح ہونا لازم آتا ہے اور اسی طرح اس کا عکس ہے۔ اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ عبادت پر درجات اور ثواب کے مرتب ہونے کو صحت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کفایت کرنا یہ امر کی مطابقت کو کہا جاتا ہے تو یہ دونوں متغایر ہیں ان میں ایک دوسرے سے انحصار ہے اور انحصار کی نفی سے اعم کی نفی لازم نہیں آتی تو اس تفسیر پر قبول صحت سے انحصار ہے تو ہر مقبول صحیح ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔"

(عمدة الساری شرح صحیح بخاری، باب الاكمل للصلاة بغیر طہور، ج 2، ص 244، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں عورت کا ستر، مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک آزاد بالغہ عورت کا تمام بدن نماز کے اعتبار سے ستر ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ حنابلہ کے فقہاء میں چہرے اور ہتھیلیوں کے ستر ہونے میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک بھی صحیح مذہب پر چہرہ ستر نہیں، اور ہتھیلیاں ایک روایت میں ستر نہیں اور ایک روایت میں ستر ہیں۔

احناف کا ہاتھوں کی پشت کے ستر ہونے میں اختلاف ہے، ظاہر الروایہ میں یہ ستر ہیں اور شرح معنی میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں ستر نہیں اور اسی پر علامہ شرنبلالی نے اعتماد کیا ہے۔ امام احمد رضا خان حنفی نے بھی عدم ستر کی روایت کو من حیث

الدلیل قوی قرار دیا ہے۔

دونوں قدم مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ستر ہیں، اور یہی حنابلہ کے نزدیک رانج مذہب ہے اور یہی بعض احناف کی رائے ہے اور احناف کے نزدیک معتمد مذہب یہ ہے کہ دونوں قدم ستر نہیں اور یہی شوافع میں سے علامہ معرنی کا مذہب ہے۔

(درج بالا مضمون مذہب اربیع کی درج ذیل کتب میں موجود ہے: الزلمی، ج 1، ص 96، درالکھار، ج 1، ص 271، الاختیار، ج 1، ص 46، الدرستی، ج 1، ص 213، مفتی الحج، ج 1، ص 185، نہاد، الحج، ج 1، ص 185، المہذب، ج 1، ص 71، مفتی، ج 1، ص 601، 603، الاضال، ج 1، ص 449، حشی الارادات، ج 1، ص

(142)

احناف کے نزدیک پاؤں کے تلوے ستر میں شامل ہیں یا نہیں، اس حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔

عورت تمام کی تمام محل ستر ہے فقہاء نے اس پر بطور دلیل کے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(1) ایک تو اسی باب کی حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِغَمَّانٍ)) ترجمہ: حائضہ (بالغہ) عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء لا تقبل صلاة الحائض الا بخمار، ج 2، ص 215، مفتی الہابی، ص 1)

(2) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ)) ترجمہ: عورت تمام کی تمام محل ستر ہے۔

(جامع ترمذی، ج 3، ص 488، مفتی الہابی، ص 1)

عورت کے اعضائے ستر کی تفصیل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زن آزاد (آزاد عورت) کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت (چھپانے کی چیز) ہے مگر منہ کی ٹنگی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالا جماع (ستر نہیں) اور عبارت خلاصہ سے مستفاد کہ ناخن پا (پاؤں کے ناخنوں) سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کف دست (ہاتھ کی پشت) میں اختلاف صحیح ہے، اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنیٰ ہوئے، منہ کی ٹنگی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشت پا (قدموں کی پشت)۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے۔

اور وہ تیس (30) عضووں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

اعضاء عورتیہ مرو کی نسبت لکھا۔

وہ تیس عضو یہ ہیں:

(1) سر یعنی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک چھٹی ہیکہ

پر عادتاً بال جتے ہیں۔

(2) بال یعنی سر سے نیچے جو لگے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(3,4) دونوں کان۔

(5) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(6,7) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑے شروع بازو کے جوڑے تک۔

(8,9) دونوں بازو یعنی اُس جوڑے سے کہنیوں سمیت کلائی کے جوڑے تک۔

(10,11) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑے سے گلوں کے نیچے تک۔

(12,13) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(14) سینہ یعنی گلے کے جوڑے سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(15,16) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف نوحاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر

سینہ سے جدا عضو کی صورت نہ بنی ہوں تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب ابھاری

اُس حد پر آ جائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ، اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے

بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(17) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں (نیچے والے کنارے) تک، ناف پیٹ ہی میں شامل

ہے۔

(18) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کر تک چھٹی جگہ ہے۔

(19) اُس کے اوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہراً

جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سینہ کی زیریں حد تک دونوں کرٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پھلا

اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کر تک جو دونوں پہلو ہیں ان کا اگلا حصہ پیٹ اور پھلا پیٹھ میں داخل ہوگا۔

(20,21) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑے سے رانوں کے جوڑے تک۔

(22) فرج۔

(23) ڈبر۔

(24,25) دونوں رائیں یعنی اپنے بالائی جوڑے زالوؤں کے نیچے تک دونوں زانوبھی رانوں میں شامل ہیں۔
 (26) زیر ناف کی نرم جگہ اور اس سے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارہ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ
 کمر پر کھینچنے اس دائرے کے اوپر اور پر تو سیدہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سرین اور
 دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور ڈبر فرج بالائی (اوپر والے) کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال
 جتنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(27,28) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔

(29,30) دونوں تلوے۔

تنبیہ اول: ملاحظہ حلیہ وغنیہ وحرورد الحنا وغیرہا سے ظاہر کہ قدم حرہ (آزاد عورت کے قدم) میں ہمارے علامتی
 اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف صحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام قطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خان
 نے اپنے فتاویٰ میں اس کی صحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی، امام اسماعیلی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔
 بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں، امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی
 نے کافی میں اسی کی صحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور در مختار میں معتد اور مراقی الفلاح میں اصح الرواۃ میں (دورواہتوں میں
 سے زیادہ صحیح) کہا، کتوز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوٰۃ میں اسی طرف ناظر ہیں۔

بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو ان کا دیکھنا حرام مگر نماز میں مکمل جانا مفید نہیں،
 اختیار شرح مختار میں اسی کی صحیح فرمائی۔

پھر کلام خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں، مگر کلام علامہ
 قاسم وحلیہ وغنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما
 بظہر بمراجعة الحلیہ وغیرہا (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جائے گا)۔

تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن پانک سارے پاؤں کو عورت
 سمجھا جائے، یوں بھی شمار اعضا میں (30) ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضاء
 اٹھائیں ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہ دوم نہشت دست (ہاتھ کی پشت) اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل (دلیل کے اعتبار سے) یہی روایت قوی ہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔
تو روایت قوی پر دوپشت دست نکال کر اٹھائیں ہی عضو عورت رہے، اور اگر بظہر آسانی اُس قول صحیح پر عمل کر کے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس (26) ہی ہیں اور اصل مذہب پرتیس (30)۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 39 تا 46، رضاناظر طبع لاہور)

نماز میں ایک عضو کی چہارم یا کم کھلنے کے احکام

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جداجدا اعضاء بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ ان میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں، مثلاً:

(1) اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔

(2) اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔

(3) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپالے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں۔

(4) اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسمیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔

(5) ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ دسوائے ادب (بے ادبی) بیشک ہے۔

(6) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو جفا صلیل مذکورہ نہ ہوگی۔

(7) متعدد عضوں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو سب جسم مکشوف (ظاہر ہونے والا جسم) ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ تفصیل سابق باطل مثلاً ران و زین ناف سے کچھ کچھ

کثیر الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیر ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگر چہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ریح تک پہنچنا چاہیے اگر چہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر (چھوٹا عضو) ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی ان میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگر چہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو۔" (لادوی رضویہ ج 6، ص 30، رمضان 1367ھ، ص 10)

مرد کے اعضائے ستر کی تفصیل

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے، ناف خارج، گھٹنے داخل، مگر جدا جدا اعضاء بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ ان میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں (پھر اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا احکام ارشاد فرمائے، پھر فرمایا:)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقویٰ ارجح (زیادہ راجح) و احوط (زیادہ محتاط) قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے۔ بالجملة ان احکام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچانا ضروری ہے۔

اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی و حشیان در مختار رحمۃ اللہ علیہم نے مرد میں آٹھ گئے:

(1) ذکر ریح اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا قلفہ حشفہ کا نصف کھانا منسہ نماز نہیں، اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلتی منسہ نماز ہے۔

(2) اٹھین یعنی پھنے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ ان میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلتی بھی منسہ نہیں.... پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول (ارد گرد) سے کچھ ضم (ملا یا) نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تہا عضو مستقل ہیں۔

(3) ذبر یعنی پاخانہ کی جگہ، اُس سے بھی صرف اس کا حلقہ مراد، یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(4, 5) اٹھین یعنی دونوں پوتڑ (سرین)، ہر پوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلتی باعث فساد

ہے۔

(6, 7) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں ركب و فرغ و مغین اور فارسی میں بیخولہ ران

اور اردو میں چڑھا کہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کھلے ہوں تو صبح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ریح کو نہیں پہنچتے، ہاں خلاف ادب و کراہت ہونا جدا بات ہے۔

(8) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کر کولہوں کا جو کھرا باقی رہتا ہے وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔

اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اول: آیا عورت ہشتم (آٹھویں عضو ستر) میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلی مضید نماز نہ ہو اگر چہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ سمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتھوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے۔ یہاں تک کہ افساد نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ریح کفایت نہ کرے۔

جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں ان میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بغیر ظاہر کلماتِ علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشد امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر، ان کا آغاز تو معلوم ہی ہے ان سے اوپر اوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جسم باقی رہا اس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے۔

اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام مذکور ناظر کہ انہوں نے عانہ عضو جداگانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقریر اول پر اس قدر کھرا اس میں داخل نہ تھا اور اس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نو اعضاء شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ مذکورہ "الطيرة في ستر العورة" میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسم واحد ہے ھیر و حساً و حکماً سب طرح متصل، تو اسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔

مقام دوم: وہ بدن جو ذر و انجین کے درمیان ہے اس کنتی میں نہ آیا، نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ حج میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر و انجین فاضل ہیں..... نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے ذر و انجین میں شامل مانے کہ

مذہب صحیح پر تنہا انجبین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ ذہر عضو مستقل ہے کہ ان کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔ جب ثابت ہو لیا کہ یہ جسم یعنی مابین الدبر والا انجبین (دبر اور انجبین کے درمیان موجود حصہ) ان آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے، مرد میں عدد و اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اس کا عدم ذکر عدم نہیں کہ آخر ان میں نہ استیعاب (احاطہ کرنے) کی طرف ایماہ (اشارہ) نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استیصال و انفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا۔

(66، ص 29، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

باب نمبر 273

مَا جَاءَ فِي كَوَاهِيَةِ السُّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں سدل مکروہ ہے)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بواسطہ عطاء حدیث کو ہم مرفوع نہیں جانتے مگر عسل بن سفیان کی روایت سے۔ اور تحقیق اہل علم نے نماز میں سدل کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے پس بعض نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا ہے اور علما فرماتے ہیں: یہود اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا: نماز میں سدل کرنا اس وقت مکروہ ہے کہ جب نمازی کے بدن پر ایک ہی کپڑا ہو بہر حال جب اس نے قمیص کو سدل کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

378- حَدَّثَنَا يَهْيَاذُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ،

عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ سَفْيَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السُّدْلِ فِي الصَّلَاةِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ سَفْيَانَ وَقَدْ اختلف أهل العلم في السُّدْلِ فِي الصَّلَاةِ، فَكِرَةٌ بَعْضُهُمُ السُّدْلُ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالُوا: تَهَكُّدًا تَصْنَعُ الْيَهُودُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كَرِهَ السُّدْلُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَأَمَّا إِذَا سَدَلَ عَلَى الْقَمِيصِ فَلَا بَأْسَ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ السُّدْلَ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ حدیث 378: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی السدل فی الصلوٰۃ، حدیث 843، ج 1، ص 174، المکتبۃ المصریۃ، بیروت)

شرح حدیثسدل کی تعریف:

علامہ محمود ہدرا الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور سدل لٹکانا ہے..... اور ہمارے اصحاب جن میں صاحب ہدایہ ہیں نے اس کی یہ تفسیر کی ہے: اور سدل یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو اپنے سر اور اپنے دونوں کندھوں پر ڈال دے پھر اس کی اطراف کو جو انب سے لٹکا دے۔"

(شرح اہل باؤد للعتیق، باب سدل فی الصلاة، ج 3، ص 180، مکتبہ الرشیدیہ)

ممانعت سدل کی وجہ و حکمت:

علامہ عینی فرماتے ہیں:

"سدل سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے۔"

(شرح اہل باؤد للعتیق، باب سدل فی الصلاة، ج 3، ص 181، مکتبہ الرشیدیہ)

اس وجہ کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

حضرت سعید بن وہب فرماتے ہیں: ((أَنَّ عَلِيًّا رَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ وَقَدْ سَدَلُوا فَقَالَ: كَأَنَّهُمُ الْيَهُودُ خَرَجُوا مِنْ يَهُودِهِمْ)) ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو سدل کرنے کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا گویا کہ یہ یہود ہیں جو اپنی عید گاہ سے باہر آ رہے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کہ سدل فی الصلاة، ج 2، ص 62، مکتبہ الرشیدیہ)

حضرت نافع فرماتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ السَّدَلَ فِي الصَّلَاةِ مُخَالَفَةً لِلْيَهُودِ وَقَالَ: إِنَّهُمْ يَسُدُّونَ)) ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا: وہ سدل کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کہ سدل فی الصلاة، ج 2، ص 63، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"اس کی حکمت واللہ اعلم دل کا اس کی مخالفت اور روٹگی میں مشغول ہونا ہے اور اسی وجہ سے اگر اس کی دو طرفوں میں سے ایک طرف دوسری طرف میں داخل ہو یا بندھی ہوئی ہو اس طرح کہ اس کے گرنے کا خوف نہ ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے۔"

(مرآۃ المفاتیح، باب السدل، ج 2، ص 635، دار الفکر بیروت)

سدل کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

قنّاوی ہمدیہ میں ہے:

”اور اپنے کپڑے کو سدل کرنا مکروہ ہے اسی طرح ٹنڈیہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو اپنے سر یا دونوں کندھوں پر رکھ کر اس کی جوانب کو لٹکا دے اور یہ بھی سدل ہے کہ قبّاء کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل نہ کرے اسی طرح تیمین میں ہے خواہ اس کے نیچے قمیص ہو یا نہ ہو اسی طرح ”نہایہ“ میں ہے..... اور نماز سے باہر سدل کے مکروہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے جیسا کہ درایہ میں ہے اور قنّیہ کے باب الکرہیۃ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اسی طرح بحر الرائق میں ہے۔“

(تلاویہ ص ۱۵۱ فصل ما فی ذلک منیٰ فی الصلاة ص ۱۰۸ ج ۱ ص ۱۰۸ حدیث صحیحہ)

نماز میں سدل مکروہ تحریمی ہے، اس بارے میں خبری وارد ہونے کی وجہ سے۔

(درعہ مکروہات ص ۱۰۸ ج ۱ ص ۱۰۸ حدیث صحیحہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

” (اور نماز میں سدل مکروہ ہے) اور وہ یہ ہے کہ کپڑے کو اپنے کندھے پر ڈالے اور اس کی ایک طرف کو دوسرے کندھے پر نہ ڈالے اور یہ حضرت ابن مسعود، امام ثوری اور امام شافعی کا قول ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ”بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں: دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق وہ نماز کا اعادہ کرے اس کے بارے میں خبری کی وجہ سے بہر حال اگر اس نے دونوں طرفوں میں سے ایک کو دوسرے کندھے پر رکھا دیا یا دو اطراف کو اپنے ہاتھوں سے ملایا تو پھر زوال سدل کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔“

(الشرح المکبیر، مسئلہ تکمینی فی الصلاة، سدل، ص ۱۰۸ ج ۱ ص ۴۰۰، کتاب طریقی العزائم، ص ۱۰۸)

شوافع کا موقف:

علامہ حنبلی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

” (اور نماز اور غیر نماز میں سدل کرنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چادر کی دونوں طرفوں کو دونوں جانہوں سے لٹکا دے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو نماز میں سدل کے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ یہود ہیں جو اپنی عید گاہوں سے لگے ہیں)..... بہر حال حکیم مسئلہ کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ سدل کرنا نماز اور غیر نماز میں برابر ہے تو اگر وہ تکبیر کی بنا پر سدل کرے تو یہ حرام ہے اور اگر تکبیر کے بغیر ہو تو وہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یوشلی میں فرمایا: سدل نماز اور غیر نماز میں تکبیر کی بنا پر جائز نہیں ہے تو بہر حال نماز میں تکبیر نہ کرتے ہوئے سدل کرنا تو اس کا حکم ہلکا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانے کی بنا پر جبکہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ میرا ازار ایک جانب سے سرک جاتا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم تکبیر کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔“

(المجموع شرح المہذب باب ستر العبدۃ، ص 36، ص 176، 177 جلد اول، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

” اور نماز میں سدل کرنے کے بارے میں سوال ہوا اور اس پر قیص نہ ہو مگر یہ کہ وہ چادر کو لٹکا دے اور اس کا پیٹ کھلا ہوا ہو تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس بدن پر اس کے علاوہ کچھ ہو۔ محمد بن رشد کہتے ہیں: سدل کی تعریف یہ ہے کہ اپنی چادر کی دونوں طرفوں کو اپنے سامنے لٹکا لے اور اس کا پیٹ اور سینا کھلا ہوا ہو، لہذا جب اس پر اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا ہو تو اس کی اجازت ہے، مراد یہ ہے واللہ اعلم اگر اس کے بدن پر ازار کے ساتھ کوئی اور ایسا کپڑا ہو جو اس کے تمام بدن کو چھپالے۔ اور انہوں نے اس بات کی مدونہ میں اجازت دی ہے اگرچہ اس کے جسم پر صرف ازار یا شلوار ہو جو اس کی شرم گاہ کو چھپائے ہوئے ہو اور انہوں نے حکایت کیا کہ انہوں نے عبداللہ بن حسن وغیرہ کو اس طرح کرتے دیکھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان پر گرمی کا غلبہ تھا کیونکہ آدی کو بغیر عذر کے پیٹ اور سینا کھولے ہوئے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ بعض اہل علم نے آدی کے نماز میں سدل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اگرچہ اس پر ازار کے ساتھ قیص ہو اور انہوں نے فرمایا یہ یہود کا فعل ہے۔ اور اللہ مزدہل ہی زیادہ جاننے والا ہے اور توفیق اسی کی جانب سے ہے۔“

(الایمان، التعلیل، سدل فی الصلاة، ج 1، ص 250، دار القرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 274

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَسْحِ الْخَصْيِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں کنکریوں کو چھونا مکروہ ہے)

حدیث: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکری نہ چھوئے پس بے شک رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

اور اس باب میں حضرت معقیب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت حذیفہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کنکریاں ہٹانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا: ”اگر تجھے ایسا کرنا لازمی ہو تو ایک مرتبہ کر لے۔“ گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کرنے کی رخصت مروی ہے اور اسی پر اہل علم کے ہاں عمل ہے۔

حدیث: حضرت معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکریاں ہٹانے کے حوالے سے سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تجھے کرنا ضروری ہو تو ایک مرتبہ کر لے۔

379- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسَحُ الْخَصْيَ، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تَوَاجِهُهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعْتَقِيبٍ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَحَذِيفَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَرِهَ الْمَسْحَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ: إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَاحِدَةً كَأَنَّهُ رُوِيَ عَنْهُ رُخْصَةٌ فِي الْمَرَّةِ الْوَاحِدَةِ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

380- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُعْتَقِيبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْحِ الْخَصْيِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ

لَا يُدْفَعُ إِلَّا فَمَرَّةً وَاجِدَةً .

قال ابو عيسى: بهذا حديث حسن صحيح امام ابو عيسى ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ترجیح حدیث 379: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 945، ج 1، ص 249، المکتبۃ العصریہ بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 1027، ج 1، ص 328، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

ترجیح حدیث 380: (صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 1207، ج 2، ص 84، دار طوق النہار، صحیح مسلم، کتاب المساجد والصلوات، باب کبرۃ سجۃ الحسن، حدیث 548، ج 1، ص 387، دار احیاء التراث العربیہ بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 946، ج 1، ص 349، المکتبۃ العصریہ بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 1192، ج 3، ص 7، المکتبۃ العصریہ بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجۃ الحسن فی الصلوٰۃ، حدیث 1028، ج 1، ص 327، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

شرح حدیث

نماز میں کنکریوں کو چھونے کی ممانعت کی وجوہات:

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

اور یہ اس بنا پر کہ کنکریوں کو چھونے سے آواز ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ گفتگو کرنے والے سے آواز ظاہر ہوتی ہے۔

(کنف المکل، کنف المکل من صدابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 3، ص 556، مدار المؤمنین، ص 17)

علامہ سحیحی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اگر تجھے ضروری کرنا ہو تو ایک مرتبہ کرو اس کا معنی ہے کہ ایسا نہ کرو اور اگر تمہیں کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کرو اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کراہت پر علما کا اتفاق ہے کیونکہ یہ عاجزی کے منافی ہے اور کیونکہ یہ نمازی کو مشغول کر دیتا ہے۔“

(شرح النووی علی مسلم، باب کرہۃ مسح النسی، ج 5، ص 37، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

”اسی سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ بے شک نمازی کنکریوں کو الٹ پلٹ نہ کرے کیونکہ یہ فضول کام ہے اور اس کے ممنوع ہونے کی علت کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا کہ ”پس بے شک رحمت باری اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے“ تو کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنا اور ان کو چھونا اس سے غفلت ہے۔“

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب مسح النسی فی الصلاۃ، ج 4، ص 212، مکتبۃ المدینہ، بیروت)

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

”جب تم میں کوئی نماز کی جانب کھڑا ہو یعنی جب نماز شروع کرے تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ یہ اسے غافل کرتا ہے بہر حال بگیر تحریر کہنے سے پہلے نبی میں داخل نہیں۔“

(فتاویٰ مقدسی، ابواب الصلاۃ، ج 1، ص 184، جامع امام الحرمین، بیروت)

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

اور لیث بن ابوسلم کہتے ہیں: میں نے علما کو فرماتے ہوئے سنا کہ نماز میں کنکریوں کو حرکت دینا اور ان کو چھونا یہ دونوں فرشتوں کے لئے باعثِ اذیت ہے۔ اور اس کی کراہت کے سبب کے حوالے سے یہ بھی مروی ہے کہ بے شک رحمت نمازی کی

جانب متوجہ ہوتی ہے تو جب اس نے اپنے سامنے موجود مٹی اور کنکریوں کو زائل کر دیا تو اس نے اس میں موجود رحمت و برکت کو زائل کر دیا جس زہری نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابوالاحوص، حضرت ابو ذر روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((إِنَّمَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسُكُ الْحَصَى؛ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تَوَاجِهَهُ)) (جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت ہاری اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے) اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا۔

اور جان لو کہ بے شک نماز میں کنکریوں کا چھونا دو صورتوں پر ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہ بغیر کسی وجہ کے محض فضول ہو تو یہ مکروہ ہے جیسا کہ یہ خطبہ سننے کے وقت مکروہ ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے: ((وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَفَأَ)) (جس نے کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔) تو اس معاملہ میں اگر ایک مرتبہ رخصت ہے تو مناسب ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اس ایک مرتبہ کی رخصت ہے جو سہو اور غفلت سے ہو اور اسے دوبارہ کرنا یہ عمد اور قصد ہوگا جیسا کہ اچانک نظر پڑنے کے بارے میں فرمایا: ((إِنَّ لَكَ الْأُولَى، وَ لِمَسَّتْ لَكَ الْأُخْرَى)) (بے شک تمہیں پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں ہے) اور اس کی شاہد وہ حدیث پاک ہے جسے امام احمد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ شریحیل بن سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِن يَمْسُكُ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَنِ الْحَصَى خَيْرَ لَهُ مِنْ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلَّهَا سَوْدُ الْعِدَّةِ فَإِنَّ غَلَبَ أَحَدُكُمْ الشَّيْطَانَ فَلْيَمْسُ مَسْحَةَ وَاحِدَةً)) (تم میں کسی کا اپنے ہاتھ کو کنکریوں سے روکنا سو 100 گول سیاہ آنکھوں والی اونٹنیوں سے بہتر ہے تو اگر تم پر شیطان غالب آجائے تو ایک مرتبہ چھو لے۔) اور شریحیل کے معاملہ میں اختلاف ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء سے بھی خشوع ظاہر ہوتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کی کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ کنکریاں شدید گرم ہوں تو یہ ان کو پلٹے تاکہ سجدہ میں اس پر پیشانی رکھنا ممکن ہو یا ان میں کوئی ایسا معاملہ ہو کہ ان پر سجدہ کرنا ایذا کا باعث ہو اور وہ اسے درست و زائل کرے تو اپنے سے اذیت دور کرنے کی مقدار اسے زائل کرنے کی رخصت ہے اور یہ ایک مرتبہ میں پوری ہو جاتی ہے۔

امام احمد کہتے ہیں: اگر ان پر سجدہ کئے بغیر چارہ نہ ہو تو کنکریوں کو سیدھا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اثرم نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ”انہوں نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا تو کنکریوں کو سیدھا کیا پھر اسے اپنے ہاتھ سے جمع کیا۔“ زبرقان بن عبداللہ بن عمرو بن واسیہ نے ابوسلمہ سے روایت کیا، انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیہ سے

انہوں نے اپنے والد سے کہ انہوں نے کہا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنکریاں برابر کرتے ہوئے دیکھا۔" اور یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ اور اس سے قریب وہ حدیث ہے جسے امام احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (صحیح اصحابی مع الدعی منک اللہ علیہ وسلم (الظہر) ما أخذ قبضۃ من الحصى؛ لتبرء فی حقی لضعفہا لجرہتی لسجد علیہا لشدة الحر)) ترجمہ: میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے مٹی بھر کنکریاں لیں تاکہ میرے ہاتھ ٹھنڈے ہوں، انہیں میں اپنی پیشانی کے لئے رکھوں اور ان پر گرمی کی شدت کی بنا پر سجدہ کروں۔ (فتح الباری لابن رجب، باب صح اصحابی فی الصلاة، ج 9، ص 323 تا 326، دار الفکر بیروت)

نماز میں کنکریاں چھونے کے بارے میں مذہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزلیعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"کنکریوں کا پلٹنا مکروہ ہے مگر اس وقت جب سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ انہیں ایک مرتبہ سیدھا کر لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر "اے ابو ذر ایک مرتبہ کر لے یا پھر چھوڑ دے۔" اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو جائے سجدہ کی مٹی کو درست کر رہا تھا کہ اگر تجھے کرنا ہے تو ایک مرتبہ۔" اس کا معنی یہ ہے کہ نہ چھوؤ اور اگر تو چھوئے تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کر۔" (تعمین الفتاویٰ، باب ما یصلیٰ بہ الصلاة، ما یکرم فیہا، ج 1، ص 162، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ القاہرہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس السہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

مکروہ ہے کنکریوں کا پلٹنا اور ان کا چھونا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی بنا پر (فرمایا) "جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ (کشاف الصحاح، فصل ما یکرمہ وما یجوز فی الصلاة، ج 1، ص 372، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرحمن بن عبداللہ الجعلی الخلوئی حنبلی (متوفی 1192ھ) فرماتے ہیں:

"کنکریوں کا چھونا اور ان کا برابر کرنا بلا عذر مکروہ ہے۔" (کشف المحجرات، ج 1، ص 140، دار المعارف الاسلامیہ بیروت)

شواہح کا موقف:

علامہ صحیحی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں کنکریوں کا چھونا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت معقیب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَمْسَحُ الْحَصَى وَأَنْتَ تَصَلِّي فَاَنْ كُنْتَ لَا بَدَ فَاَعْلَا فَوَاحِدَةً تَسْوِيَةً الْحَصَى)) (نماز پڑھتے ہوئے کنکریوں کو مس نہ کرو پس اگر تمہارے لیے کرنا لازمی کرنا ہو تو ایک مرتبہ کنکریاں درست کر لو) یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اپنے الفاظ سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جو بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کے ہم معنی حدیث کو روایت کیا اور ان کے الفاظ بھی معقیب رضی اللہ عنہ سے یہ ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا جو اپنی جائے سجدہ کی مٹی کو درست کر رہا تھا، فرمایا: اگر تمہیں کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ کرو۔" پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کنکریوں کو مس نہ کرو اور اگر تمہیں چھونا پڑ ہی جائے تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کرو اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر محمول ہے۔ علمائے اس حدیث کی بنا پر اس کے مکروہ ہونے پر اتفاق کیا ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو اور ابوزریں رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کا نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اس حدیث کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کی اسناد جید ہے لیکن اس سند میں ایک شخص ہے کہ جس کی حالت کو علمائے بیان نہیں کیا لیکن ابوداؤد نے اس کی تضعیف بھی نہیں کی اور بے شک ما قبل میں گزر چکا ہے کہ جس کی وہ تضعیف نہ کریں تو وہ حدیث پاک حسن ہوتی ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں (کراہت اس وجہ سے ہے کہ) یہ تو واضح اور خشوع کے منافی ہے۔" (المجموع شرح المہذب، مسائل صلح بالکلام فی الصلاة، ج 4، ص 99، دار الفکر بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن عربی مالکی (متوفی 543ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ رحمت پر توجہ رکھے اور کنکریوں سے مشغول نہ ہو، چاہے حاجت کی وجہ سے کیوں نہ ہو جیسا کہ سجدے کی جگہ کی تبدیل کے لیے یا مضر چیز کو دور کرنے کے لیے، امام مالک اسے کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ائمہ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

"(امام مالک نے مسلم بن ابو مریم سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا اور

میں نماز میں صبا سے کھیل رہا تھا) یعنی چھوٹی کنگریوں سے (تو جب میں نماز سے پھرا تو انہوں نے مجھے منع کیا) اس کے مکروہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ہر شے کے ساتھ کھیلنا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں اعادہ کا حکم نہیں دیا کیونکہ یہ تھوڑا سا فعل تھا جو نماز سے عاقل نہیں کرتا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ "اور کنگریوں کا چھوٹا ایک مرتبہ ہے اور اس کا ترک کرنا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" ابو عمر اس بات کے قائل ہیں۔ اور ابن عیینہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ مسلم روایت میں ہے تو جب وہ پھرے اور ایک مرتبہ فرمایا: وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کنگریوں کو نہ پلٹو پس بے شک کنگریوں کا پلٹنا شیطان کی جانب سے ہے۔"

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب العمل فی الجلس فی الصلاة، ج 1، ص 333، 334، مکتبۃ الشیخ الاسلام، القاہرہ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے نماز میں کنگریاں چھونے کے بارے میں امام مالک کا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "اور امام مالک کنگریاں چھونے کے حوالے سے خفیف حرکت کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب مسح الخصى فی الصلاة، ج 9، ص 323، دار الحرمین، القاہرہ)

باب نمبر 275

مَا جَاءَ فِي تَوَاهِيَةِ النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں پھونکنا مکروہ ہے)

حدیث: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

بروی ہے، فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے ایک لڑکے ارفح کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو وہ پھونک مارتا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ارفح! اپنے چہرے کو خاک آلود کرو۔ احمد بن منیع کہتے ہیں: عباد نے نماز میں پھونکنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا: اگر وہ پھونکے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ احمد بن منیع کہتے ہیں: اور ہم اسی مسلک کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض نے ابو حمزہ سے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا: ہمارے غلام کو ”رباح“ کہا جاتا تھا۔

حدیث: حماد بن زید نے میمون بن ابو حمزہ سے

اسی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی اور اس میں فرمایا: ہمارے غلام کو ”رباح“ کہا جاتا تھا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی سند ایسی نہیں ہے اور میمون ابو حمزہ کی بعض اہل علم نے تضعیف کی ہے۔ اور اہل علم نے نماز میں پھونکنے کے حوالہ سے اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا: اگر نماز میں پھونکے تو نماز دوبارہ پڑھے اور یہی سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے اور بعض نے کہا: نماز میں پھونکنا مکروہ ہے اور اگر وہ

381- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

عَبَادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَيْمُونُ أَبُو حَمَزَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، مَوْلَى طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا يُقَالُ لَهُ أَرْفَحُ إِذَا سَجَدَ نَفَخَ، فَقَالَ: يَا أَرْفَحُ، تَرَبُّبٌ وَجِبْهَكَ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: وَكَرِهَ عَبَادُ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ: إِنْ نَفَخَ لَمْ يَقْطَعْ صَلَاتَهُ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: وَيَبِئْسَ نَأْخُذُ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ، عَنْ أَبِي حَمَزَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: مَوْلَى لَنَا يُقَالُ لَهُ رَبِيحٌ

382- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدَةَ الضُّعْفِيُّ

قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مَيْمُونِ أَبِي حَمَزَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: غُلَامٌ لَنَا يُقَالُ لَهُ رَبِيحٌ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَلِكَ، وَمَيْمُونُ أَبُو حَمَزَةَ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ نَفَخَ فِي الصَّلَاةِ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُكْرَهُ النَّفْخُ فِي

الصَّلَاةَ وَإِنْ فَخَّ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ، نماز میں چوکے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہی احمد و
 وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ " اسحاق کا قول ہے۔

ترجمہ حدیث 381: (مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الخ فی الصلوٰۃ، حدیث 6549، ج 2، ص 67، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 380:

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"(ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے غلام ارجح کو دیکھا جب وہ سجدہ کرتا) یعنی جب وہ سجدہ کا ارادہ کرتا ((تو پھونک مارتا)) یعنی زمین میں تاکہ اس سے مٹی دور ہو جائے تو وہ سجدہ کر لے ((تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ارجح اپنے چہرے کو خاک آلود کر)) یعنی اسے مٹی کے ساتھ ملا کیونکہ یہ عاجزی کے زیادہ قریب ہے اور ثواب میں عظیم ہے اور یہ نہ پھونکنے سے کنایہ ہے کیونکہ یہ مٹی کے چہرے کے ساتھ چٹنے کو مستلزم ہے یعنی چہرے کے افضل حصہ کے ساتھ اور وہ پیشانی ہے اور یہ عاجزی کی انتہا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الما بجز من اصل فی اصلاح، ج 2، ص 792، دار الفکر بیروت)

نماز میں پھونک مارنے کی وجہ ممانعت:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور ابن ابی شیبہ نے ابو صالح کے حوالے سے ذکر کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی قریبی نے نماز پر دھمی تو پھونکا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے غلام اسود کو فرمایا: "اے رباح! اپنے چہرے کو خاک آلود کرو" ابن بریدہ کہتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ یہ بات بھی جفا ہے کہ آدمی اپنی نماز میں پھونکے۔ تو یہ اس بات پر دال ہے کہ جس نے اسے مکروہ جانا اس نے اسے جفا اور بے ادبی قرار دیا نہ یہ کہ اس کے ہاں یہ کلام کے قائم مقام ہے، کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قریبی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا جب اس نے اپنی نماز میں پھونکا اور اگر یہ ان کے ہاں کلام کے قائم مقام ہوتا تو وہ اس کے بیان کرنے کو ترک نہ کرتیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب ما بجز من اصل فی اصلاح، ج 3، ص 205، مکتبۃ الرشید بیروت)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت:

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

"ترمذی نے ابو حمزہ میمون کی حضرت ام سلمہ سے بواسطہ ابو صالح روایت کردہ حدیث کی مخزنج کی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا جسے ارجح کہا جاتا ہے کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونکتا ہے"

تو اسے فرمایا: (اے اٹح اپنے چہرے کو خاک آلود کرو) اور فرمایا: اس کی سند ایسی نہیں ہے اور میمون ابو حمزہ ہیں، اہل علم نے ان کی تضعیف کی ہے اور امام احمد نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور میمون ابو حمزہ ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں: متروک ہے لیکن اس کی متابعت کی گئی ہے پس امام احمد نے سعید ابو عثمان الوراق کے طریق سے ابو صالح سے روایت کردہ حدیث کی تخریج کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا اور اس میں ہے (اپنے چہرے اللہ عزوجل کے لئے خاک آلود کرو)۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو عدی بن عبدالرحمن کے طریق سے روایت کیا انہوں نے داؤد بن ابو ہند اور انہوں نے ابو صالح جو آل طلحہ بن عبید اللہ کے غلام ہیں ان سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر تھا پھر انہوں نے مکمل حدیث کو ذکر کیا اسی طرح روایت میں ہے (ابو صالح جو آل طلحہ کے غلام ہیں) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بے شک وہ ام سلمہ کے غلام ہیں: ابو زرعد مشقی نے اپنی تاریخ میں کہا: ابو صالح جو ام سلمہ کے غلام ہیں ان سے سجدہ میں مٹی میں پھونک مارنے کے حوالے سے حدیث بیان کی جاتی ہے ان کا نام زاذان ہے۔ انتھی۔ اور وہ اس کے ساتھ غیر مشہور ہیں۔ اور ان الفاظ کے ساتھ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پھونکنا کلام نہیں ہے صرف موضع سجود سے مٹی کا پھونکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سجدہ میں پیشانی کے خاک آلود کرنے کے مانع ہے اور سجدہ کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے کو اللہ عزوجل کے لئے خاک آلود کرے اور اسی بنا پر اس کا مٹی پر سجدہ کرنا اس کے اور مٹی کے درمیان حائل چیز پر سجدہ کرنے سے افضل ہے اور نماز میں پھونکنے کے مکروہ ہونے کے حوالے سے دوسری مرفوع احادیث موجود ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری لابن رجب، باب ما یجوز من البصاق واللعن فی الصلاة، ج 9، ص 347، 348، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینہ المنورہ)

نماز میں پھونک مارنے کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سمرقندی حنفی (متوفی 540ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں پھونکنا مکروہ ہے جبکہ وہ مسوم نہ ہو کیونکہ وہ نماز کے اعمال سے نہیں ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عرفاً کلام نہیں ہے اور نہ عمل کثیر ہے بہر حال جب وہ مسوم ہو تو طرفین کہتے ہیں: اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس سے وہ اُف کہنے کا ارادہ کرے یا نہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اولاً فرمایا کرتے تھے اگر وہ "اف" کہنے کا ارادہ کرے یعنی کسی نے مکروہ جانتے ہوئے یا ہلکا سمجھ کر اسے دور کرتے ہوئے اف یا تف کہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ اس سے

”افی“ کہنے کا ارادہ نہ کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی پھر انہوں نے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ لوگوں کے عرف میں یہ کلام نہیں ہے بلکہ یہ کھانسنے اور کھٹکھارنے کے قائم مقام ہے اور صحیح طرفین کا قول ہے کیونکہ عرف میں کلام ایسے منطوق حروف کو کہا جاتا ہے جو سنے جاسکتے ہوں اور کم از کم مقدار جس سے حروف منطوق ہو جاتے ہیں وہ دو حرف ہیں اور تحقیق وہ پائے گئے ہیں۔“

(توضیح المعانی، باب المستحب فی الصلاة، ج 1، ص 145، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد شربنی شافعی (متوفی 977ھ) فرماتے ہیں:

”اور نماز میں پھونکنے کا مکروہ ہے کیونکہ یہ فضول ہے۔“

(مغنی المحتاج، فصل فصل الصلاة، المعلق بحرفین، ج 1، ص 422، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

”نماز میں پھونکنے کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اس سے دو حرف نکلیں اور وہ ایسا اس کی حرمت کو جان کر عمداً

کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی وگرنہ نہیں۔“

(المجموع شرح المہذب، مسائل متعلق بالکلام فی الصلاة، ج 4، ص 89، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشنی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

”مشہور قول کے مطابق جان بوجہ کر منہ سے پھونکنے کی صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی، نہ کہ ناک سے

پھونکنے کی صورت میں۔ سنہوری کہتے ہیں پھونکنے کی صورت میں نماز کے ابطال میں حرف کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ

ہمارے بعض علماء اور مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں، واہ۔ گویا کہ ان کی مراد بعض علماء سے ابن قدامہ ہیں کیونکہ انہوں نے ان سے

نقل کیا ہے کہ پھونکنا کلام کی مانند ہے جس میں الف اور فاء کے ذریعے سے نطق کیا جاتا ہے۔

(شرح مختصر طیل للخرشی، فصل عم السجود، المعلق بہ، ج 1، ص 330، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ احمد بن خانم العفراوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

”اور (نماز میں پھونکنا) منہ سے (وہ کلام کرنے کی طرح ہے) تو اگر وہ سہواً واقع ہو اور کثیر نہ ہو تو سلام کے بعد سجدہ

کرے۔ (اور اسے عمداً کرنے والا) اور اس کے حکم سے جاہل بھی (اپنی نماز کو فاسد کرنے والا ہے) اگر چہ وہ تھوڑا ہو اور اس میں

کوئی فرق نہیں ہے کہ اس سے کوئی حرف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ بہر حال ناک سے پھونکنے والا تو اس کا عمداً یوں کرنا بھی نماز کو باطل نہیں

(الغواکہ الدروانی علی رسالۃ ابن ابی زید، مطبوعہ 1302ھ، ج 1، ص 228، دار الفکر بیروت)

کرے گا اور سجدہ سہو بھی نہیں ہے۔"

حنا بلہ کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان المرادوی حنبلی (متوفی 885ھ) فرماتے ہیں:

"(یا وہ پھونکے اور دو حرف ظاہر ہوں تو وہ کلام کرنے کی طرح ہے) اور یہ مذہب ہے اور اسی پر اصحاب ہیں اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ بے شک پھونکنا کلام کرنے کی طرح نہیں ہے اگرچہ دو یا اس سے زیادہ حرف ظاہر ہوں اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور یہ امام احمد ایک روایت ہے۔ تنبیہ: متن کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس سے دو حرف ظاہر نہ ہوں تو اس کی نماز صحیح ہے اور وہی مذہب ہے اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں اور انہوں نے اسی کی تائید کی ہے اور اسے صاحب فروع نے اسے فروع میں مقدم رکھا اور انہیں سے مروی ہے کہ دو حرفوں سے کم بھی دو حرفوں کی طرح ہے اور ان دونوں کو صاحب الفائق اور ابن تمیم نے مطلق رکھا۔ مصنف کا قول (یا وہ روئے تو دو حرف ظاہر ہوں) تو وہ کلام کرنے کی طرح ہے مگر وہ جو اللہ عزوجل کے خوف سے ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ بے شک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اسی پر جمہور اصحاب ہیں اور ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب، مستوعب، خلاصہ، محرر، مجدد نے اپنی شرح میں اور مجمع البحرین، حاوی کبیر اور ادراک الغایہ اور وجیز اور منور وغیرہ کتب میں اسی بات پر جزم کیا اور اسی کو فروع، رعایتین اور حاوی صغیر میں مقدم رکھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر اس پر غلبہ پالے تو باطل نہیں ہوگی وگرنہ باطل ہو جائے گی۔ مصنف کہتے ہیں: اور یہ امام احمد کے اصول کے زیادہ موافق ہے اور فائق میں اور ابن تمیم نے دونوں کو مطلق رکھا ہے۔"

(الانصاف فی معرفۃ الراع من الخلاف، باب جمود السہو، ج 2، ص 138، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 276

مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا ممنوع ہے)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس باب میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابویسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق بعض اہل علم نے نماز میں

کمر پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور "اختصار" یہ ہے کہ

بندہ نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنی کمر پر رکھے۔ اور بعض علما نے کمر

پر ہاتھ رکھے ہوئے چلنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے اور مروی ہے

کہ "جب ابلیس چلتا ہے تو کمر پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے۔"

383- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا،

وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُو

عِيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْاِخْتِصَارَ فِي

الصَّلَاةِ، وَالْاِخْتِصَارُ: هُوَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ

عَلَى خَاصِرَتَيْهِ فِي الصَّلَاةِ، وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ أَنْ

يَمْسِسَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا، وَيُرْوَى أَنَّ إِبْلِيسَ

إِذَا مَشَى مَسَى مُخْتَصِرًا"

تراجم حدیث 383: (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الطھر فی الصلوة، حدیث 1220، ج 2، ص 67، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الساجد وروضتها، باب کرہۃ الاختصار فی

الصلوة، حدیث 545، ج 1، ص 387، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوة، باب الرجل یصلی مختصراً، حدیث 947، ج 1، ص 249، مشکوٰۃ

الاصحیح، بیروت، سنن نسائی، کتاب الاطعمان، باب یمنی من الطھر، حدیث 890، ج 2، ص 127، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہات:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

(1) مہلب کہتے ہیں: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ وہ تکبر کرنے والوں کے مشابہ ہے اور مضر ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں پہلوؤں پر رکھے۔ اور اس میں تکبر کا معنی موجود ہے پس اس میں سے قلیل بھی حلال نہیں ہے تو نماز میں کیونکر حلال ہو سکتا ہے جو خشوع کے لئے وضع کی گئی ہے اور عجب اور تکبر خشوع کے منافی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا اور یہی امام مالک، اوزاعی اور کوفیوں کا قول ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو نماز میں اپنے پہلوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ نماز میں بہت سخت بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(2) اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ یہود کا فعل ہے۔

(3) اور ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اہل نار آگ میں اسی طرح ہوں گے۔

(4) اور مجاہد کہتے ہیں: پہلو پر ہاتھ رکھنا یہ جنہیوں کی راحت ہے۔ اور خطابی کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ یہود اپنی نماز میں اسی طرح کرتے ہیں اور وہ جنہی ہیں نہ یہ کہ جنہیوں کے لئے راحت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿لَا يَفْتَرُ عَلَيْهِمْ﴾ وہم فیہ مہلسون ﴿ترجمہ کنز الایمان: وہ کبھی ان پر سے ہلکانہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے۔

(بارہ 25، سورہ زورن، آیہ 25)

(5) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیطان پہلو پر اسی طرح ہاتھ رکھتا ہے۔

(6) حمید بن ہلال کہتے ہیں: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ بے شک اہلیس کمر پر ہاتھ رکھے

ہوئے اتر اتھا۔"

(شرح صحیح البخاری ماہب النضر فی اصلاہ، ج 3، ص 208، 209، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

پہلو پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت میں حکمت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(1) اس کی ممانعت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اہلیس جنت سے پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے ہی اتر اتھا۔ اس بات کو ابن ابی شیبہ

نے حمید بن ہلال کے طریق سے موثقا روایت کیا۔

(2) اور ایک قول یہ ہے کہ یہود بکثرت یہ فعل کرتے ہیں لہذا ان سے مشابہت کے مکروہ ہونے کی بنا پر اس سے منع فرمایا۔ اس بات کو بخاری نے بنی اسرائیل کے ذکر میں ابوالفتح کی سیدتھا نکشہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ مسروق روایت میں یوں ذکر فرمایا کہ ”سیدتھا نکشہ رضی اللہ عنہا اپنے پہلو پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ سمجھتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے ہیں۔“ ابن ابی شیبہ نے اپنی ایک روایت میں ”نماز میں“ ہونے کے الفاظ کا بھی ذکر فرمایا اور ایک دوسری روایت میں ہے: ((ألا تشبهوا باليهود)) (یہود سے مشابہت نہ کرو)

(3) ابن ابی شیبہ نے خالد بن معدان نے سیدتھا نکشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ((أنها رأيت رجلا واضعا يده على عاصرتيه فقالت هكذا أهل النار في النار)) (بے شک انہوں نے ایک شخص کو اپنے پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا جہنمی جہنم میں اسی طرح ہوں گے) اور یہ حدیث منقطع ہے۔ اور یہ بات حدیث مرفوع میں بھی آئی ہے جسے بیہقی نے عیسیٰ بن یونس سے انہوں نے ہشام بن حسان سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الإختصاص في الصلاة راحة أهل النار)) (نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔) اور اس اسناد کا ظاہر صحت ہے مگر طبرانی نے اس کو اوسط میں روایت کیا تو عیسیٰ بن یونس اور ہشام کے درمیان عبد اللہ بن الاذرورد کو داخل کیا ہے اور فرمایا کہ ہشام سے اس حدیث کو عبد اللہ بن الاذرورد نے ہی روایت کیا ہے عیسیٰ بن یونس اس میں تنہا ہی ہیں اور عبد اللہ بن الاذرورد کی ازدی نے تضعیف کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(4) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عجب کرنے والوں اور تکبر کرنے والوں کا فعل ہے، مہلب بن ابو صفرة اس بات کے قائل

ہیں۔

(5) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مصیبت زدہ لوگوں کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں پر رکھتے ہیں جب وہ گناہوں میں مست ہوں، اس بات کے قائل خطابی ہیں۔

(عمدة القاری، باب النحر فی الصلاة، ج 7، ص 297، وارجع إلی تراجم العربی، ص 107)

علامہ عیسیٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

(1) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے منع اس لئے فرمایا ہے کہ یہ یہود کا فعل ہے۔

(2) اور یہ بھی قول ہے کہ یہ شیطان کا فعل ہے

(3) اور ایک قول یہ ہے کہ ایلیس جنت سے یونہی اترتا

(4) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منکبہین کا فعل ہے۔

(شرح الوردی علی مسلم باب کریمۃ الاختصاصی اصلا: ج 5، ص 38، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں کمر ہاتھ رکھنا، ہذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن صالح حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

(نماز میں مختصر مکروہ ہے) مختصر کا معنی ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی کمر (کوکھ) پر رکھنا، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کمر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔ اور یہ اس وجہ سے منع ہے کہ یہ خضوع و خشوع سے مانع ہے۔

(البدع فی شرح المنہج، مکروہات اصلا: ج 1، ص 427، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن حنفی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی: ((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے) ابوداؤد کہتے ہیں: اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کو نماز میں اپنے پہلو پر رکھے۔ کہا گیا کہ یہ جہنیوں کی راحت ہے۔"

(الایمان فی مذہب الامام الشافعی، مکروہات اصلا: ج 2، ص 319، دارالمنہج، بیروت)

احناف کا موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

"مختصر" ہاتھ کے پہلو پر رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ وہ جگہ ہے جو کمر اور پہلوؤں کے پیٹ کی جانب کنارے کے اوپر ہوا کی طرح "مغرب" میں ہے۔ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس سے منع فرمانا ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے اور یہی تفسیر صحیح ہے اور اہل لغت، فقہاء اور محدثین میں سے جمہور اسی بات کے قائل ہیں اور اسی طرح مفسر طور پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ سنن میں ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ بے شک نماز میں ایسا کرنا یہ جہنیوں

کی راحت ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی کج میں روایت کیا ہے، ابن حبان کہتے ہیں: یعنی یہود و نصاریٰ اسے اپنی نماز میں کرتے ہیں اور وہ چہنچی ہیں نہ یہ کہ ان کے لئے آگ میں راحت ہے یا یہ منکبرین کا فعل ہے اور یہ نماز کے لائق نہیں ہے یا یہ شیطان کا فعل ہے حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ بے شک ابلیس کو جنت سے زمین پر اسی حالت پر اتارا گیا تو اسی بنا پر بمسوط اور تھنی میں فرمایا کہ نماز سے باہر بھی پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ نمی کی بنا پر نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور اس کے علاوہ بھی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے ان میں ایک یہ ہے نماز میں عصا پر ٹیک لگائے۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ سورت کو مختصر کرے تو اس کے اول سے ایک یا دو آیات پڑھ لے۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ سورت کو مختصر کرے پس اس کے آخر میں سے قراءت کرے۔ اور ان میں یہ ہے کہ آیت سجدہ کو حذف کر دے۔ اور ان میں یہ بھی ہے کہ اپنی نماز کو مختصر کر دے اور اس کی حدود کو پورا نہ کرے اور فرض میں بلا ضرورت ٹیک لگانے کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ علمائے اس بات کی تصریح کی ہے نہ کہ نفل میں اصح قول کے مطابق جیسا کہ تھنی میں ہے۔ بہر حال قراءت میں اختصار کرنا تو اگر وہ کسی واجب میں خلل انداز ہو یاں طور کہ وہ سورہ فاتحہ کے ساتھ تین چھوٹی آیات سے کم ہو تو ایسا کرنا بعض واجب کے ترک کی بنا پر مکروہ تحریمی ہے اور اگر یوں نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ اور تحقیق اصحاب فتاویٰ نے تصریح کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سورت کے آخر سے قراءت کرنا مکروہ نہیں ہے اور تحقیق علمائے اس بات کے مکروہ ہونے کی صراحت کی ہے کہ سورت کی قراءت کی جائے اور آیت سجدہ کو اس کی جگہ پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال نماز کو مختصر کرنا اس طرح کہ اس کی حدود کو مکمل نہ کیا جائے تو اگر اس سے ترک واجب لازم آئے تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی سنت میں خلل ڈالے تو مکروہ تنزیہی ہے، یہ وہ بات ہے کہ قواعد جس کا تقاضا کرتے ہیں۔ واللہ سبحانہ الموفق للصواب۔

(المرامق بالتحقیق فی المسائل، ج 2، ص 22، دارالکتب الاسلامی، بیروت)

در مختار میں ہے:

"نماز میں مختصر مکروہ ہے (مختصر کا معنی ہے ہاتھ کمر (کوکھ) پر رکھنا، نماز سے باہر کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔"

(رد المحتار، مکروہات، ج 1، ص 162، دارالکتب الاسلامی، بیروت)

مالکہ کا موقف:

علامہ محمد بن یوسف غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

"نماز کے مکروہات میں سے "اختصار" بھی ہے اور وہ قیام میں ہاتھ کا پہلو پر رکھنا ہے اور وہ یہود کا فعل ہے۔"

(الراجح والاکلیل للتحقیق فی فرائض المسائل، ج 2، ص 282، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 277

مَا جَاءَ فِي غَرَاهِيَةِ كَفِّ الشُّغْرِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں بالوں کا لپیٹنا مکروہ ہے)

حدیث: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اور تحقیق انہوں نے اپنی گدی پر بالوں کا ٹکڑا بنایا ہوا تھا پس ابورافع نے اسے کھول دیا تو امام حسن رضی اللہ عنہما حالت غضب میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ابورافع رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نماز ادا کریں اور غصہ نہ کریں پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔“

اور اس باب میں حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے اور انہوں نے ہال باندھ کر آدمی کے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا۔ اور عمران بن موسیٰ وہ قرشی تھے ہیں اور ایوب بن موسیٰ کے ہمائی ہیں۔

384- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّهُ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ يُصَلِّي، وَقَدْ عَقَصَ ضَفْرَتَهُ فِي قَفَاهُ، فَحَلَّهَا، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغْضِبًا، فَقَالَ: أَقْبِلْ عَلَيَّ صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَمِيْسٍ: حَدِيثُ أَبِي رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَسِرُّهُوَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُسْفُوفٌ شَفْرَةً، وَعِمْرَانُ بْنُ مُوسَى هُوَ الْقُرَيْشِيُّ الْمَكِّيُّ وَهُوَ أَخُو أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى

(ترمذی حدیث 384، سنن ابی یوسف کتاب الصلوٰۃ، باب الریح علی ما فیہ من المکر، ص 174، کتابہ مصریہ، بیروت)

شرح حدیث

جوڑے کی ممانعت اور بال کھلے رکھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"جوڑے کی ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتوں کے لیے یہ ممانعت نہیں، کیونکہ عورتوں کے بال بھی عورت ہیں، ان کو نماز میں چھپانا واجب ہے، اگر عورت بال کھلے چھوڑے گی تو کبھی وہ لکھے ہوں گے تو ان کو چھپانا صحیح ہوگا۔"

(توت السنہ، ابواب الصلاة، ج 1، ص 186، جامع الترمذی، ص 186)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

"جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف ((نہی الرجل)) ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ بجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: هو مستخص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ ت) والہ تعالیٰ اعلم"

(نہدی رضویہ، ج 7، ص 298، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مرد کے لیے جوڑے کی ممانعت کی وجہ:

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

"اور مرد کو بالوں کے لٹکانے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تاکہ وہ زمین کے اس حصہ پر گریں جس پر نمازی نماز پڑھتا ہے تو وہ بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں اور تحقیق مروی ہے کہ مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ میں بال اور کپڑے نہ سہیوں۔"

(معالم السنن، باب الرجل یصلی ما تھا شعر، ج 1، ص 181، المطبعہ المطبوعہ، حلب)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی "علامہ خطابی" کے حوالہ سے مذکورہ بالا علت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اور ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں: اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے۔"

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب الرجل یصلی ما تھا شعر، ج 3، ص 185، مطبعہ الرشیدیہ، دمشق)

حدیث الباب کے طرق مختلفہ اور الفاظ متنوعہ

علامہ عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

” صحیح مسلم میں حضرت کریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے تو وہ انہیں کھولنا شروع ہو گئے تھے اور دوسروں نے اسے برقرار رکھا تو جب وہ نماز سے پھرے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہوئے تو کہا کہ آپ کو میرے سر کے بارے میں کیا معاملہ درپیش ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ((إِنَّمَا مِثْلُ هَذَا مِثْلُ الَّذِي يَصِلِي وَهُوَ مَكْتُوفٌ)) (اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔)

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی چوٹی ان کی گدی کی جانب بندھی ہوئی تھی تو حضرت ابورافع نے اسے کھول دیا تو امام حسن رضی اللہ عنہما حالت غضب میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز ادا کریں اور غصہ نہ کریں پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ((فَلَا يَكْفُلُ الشَّيْطَانُ)) (یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔) امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے ایک اور سند سے ابورافع سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے بال بندھے ہوئے تھے تو ابورافع نے اسے کھول دیا یا اس سے منع فرمایا اور فرمایا: ((لَيْسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلِي الرَّجُلَ وَهُوَ عَاقِصُ شَعْرَةٍ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو بال باندھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔)

اور اس باب میں دوسری احادیث بھی ہیں اور جنہوں نے بال باندھے ہوئے نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے ان میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ بے شک بال اپنے صاحب کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کو زائد کیا کہ اس کے لئے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ وہ بال خاک آلود نہ ہو جائیں تو انہوں نے فرمایا: ان کا خاک آلود ہونا یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ”اس کی مثال جو بال باندھے ہوئے نماز پڑھتا ہے اس کی طرح ہے جو“

اس طرح نماز پڑھے کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں۔" اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کو چوٹی باندھے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے بالوں کو کاٹ دیا۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب لا یکتف شعر ارجح 7 ص 268، 267، مکتبۃ المدینہ لاہور)

نماز میں مرد کے لیے جوڑے کا حکم، مذاہب ائمہ

احتاف کا موقف

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اپنے بالوں کا جوڑا بنانا مکروہ ہے) یعنی نماز میں سر کے بالوں کا جوڑا بنانا اس معنی میں کہ وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے یوں کرے پھر نماز میں اسی طرح داخل ہو، اس حدیث کی بنا پر جو اصحاب کتب ستہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، ارشاد فرمایا: ((أَمَرْتُ أَنْ أُسْجِدَ عَلَى سَبْعَةِ وَأَنْ لَا أُكْفَّ شَعْرًا وَلَا تُؤْتَبًا)) (مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور یہ کہ میں بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔) اور جوڑا باندھنے میں بالوں کا سیٹھا پایا جاتا ہے۔ اور جو امام مسلم نے حضرت کریم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأَسُهُ مَعْقُوضٌ مِنْ وَدَائِهِ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَالِكٌ وَكَرَأْسِي قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَقْلٌ هَذَا مَقْلُ الْبُذِيِّ يُصَلِّي وَهُوَ مَعْقُوضٌ)) (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں کھولنا شروع ہو گئے تھے تو جب وہ نماز سے پھرے تو انہوں نے کہا کہ آپ کو میرے سر کے حوالے سے کیا معاملہ ہے تو انہوں نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کی مثال اس کی طرح ہے جو یوں نماز پڑھے کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں)

اور علمائے اس سے ممانعت کی حکمت کو بیان فرمایا کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہی ہے کہ بلا کسی صارف کے مذکورہ نمبر کی بنا پر یہ کراہت تحریمی ہے اور نماز کے لئے جان بوجھ کر یوں کرنے یا نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

(البحر الرائق، بعض شعر الرأس فی الصلاة، ج 2، ص 25، دار الکتب الاسلامی، بیروت)

علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی (متوفی 1231ھ) فرماتے ہیں:

"پھر کراہت اس وقت ہے جب وہ ایسا نماز سے پہلے کرے اور اسی ہیئت پر نماز ادا کرے خواہ ایسا نماز کے لئے عدا کرے یا نہ کرے۔ بہر حال اگر نماز میں ایسا کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بالاجماع عمل کثیر ہے جیسا کہ حلی

(ماہیہ المطاوعی علی المراقی، فصل فی اللکر وہات، ج 1، ص 350، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں ہے۔"

حنا بلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس السہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"اسی طرح نمازی کے لئے مکروہ ہے (بالوں کا جوڑا بنانا اور کفِ ثوب کرنا) اور آستین کا چڑھانا اگرچہ نماز سے پہلے کسی کام کی وجہ سے ہو اس حدیث کی بنا پر "اور نہ میں اپنے کپڑے سینوں اور نہ بال" اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے سے بندھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر انہیں کھولنا شروع ہو گئے تو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہوئے کر کہا کہ آپ کو میرے سر کے حوالے سے کیا معاملہ درپیش ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اس طرح نماز پڑھے کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں۔"

(شرح ملخص الارادات، فصل ما کبرہ فی الصلاۃ، ج 1، ص 209، مطبوعہ عالم الکتب)

مالک کا موقف:

بدونہ میں ہے:

"اور میں نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی کمر کسے ہوئے یا اپنے بالوں کو کسی شے سے جھج کسے ہوئے یا اپنی آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھے؟ تو فرمایا: اگر نماز سے پہلے ہی اس کا لباس یا اس کی بیعت یوں ہو یا وہ کوئی ایسا کام کرتا ہو کہ جس کی بنا پر وہ اپنی آستین چڑھا لیتا ہو اور یونہی وہ اپنی نماز میں داخل ہو تو پھر اس حالت میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ ایسا صرف اپنے بالوں یا کپڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے کرے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اس طرح نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے بال بندھے ہوئے ہوں۔" اور اس بات کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکروہ قرار دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کے بالوں کو سختی سے کھولا جس کے بال نماز میں بندھے ہوئے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا: بے شک تیرے بال حیرے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور تیرے لئے ہر بال کے بدلے اجر ہے۔ اور ابان بن عثمان کہتے ہیں: اس شخص کی مثال جو اپنے بالوں کو باندھے ہوئے نماز پڑھتا ہے اس کی طرح ہے کہ جس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں۔"

(المدونہ، الصلاۃ فی السراویل، ج 1، ص 186، 187، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"اور ایسے لمبے بالوں والے شخص کے متعلق سوال ہوا جو اپنے بالوں پر عمامہ باندھتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بالوں کو باندھے تو پھر مکروہ ہے اور اگر گرمی کی وجہ سے ایسا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مؤلف کہتے ہیں: نماز میں اپنے بالوں کو پلینا اس حدیث کی بنا پر مکروہ ہے جو مروی ہے کہ ((لھی أن یصلی الرجل وشعره مقطوع)) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا اس طرح نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے بال بندھے ہوئے ہوں) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنا پر کہ بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کے لئے ہر بال کے بدلے میں اجر ہے۔ اور یہ بات ان کی اپنی رائے سے نہیں ہے اور یہ اس کی مثل ہے جو "مدونہ" میں ہے۔ اور توفیق اللہ عزوجل کی جانب سے بھی ہے۔"

شواہح کا موقف:

علامہ سبھی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس کا سر پر جوڑا بندھا ہوا ہو یا اس کے بال اس کے عمامہ کے نیچے بندھے ہوں یا اس کی مثل کچھ ہو تو یہ تمام کا تمام باتفاق علما ممنوع ہے اور یہ مکروہ تنزیہی ہے تو اگر وہ اسی طرح نماز پڑھے تو تحقیق اس نے برا کیا اور اس کی نماز صحیح ہے۔ اور ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے اس بارے میں علما کے اجماع سے استدلال کیا ہے اور ابن المنذر نے اس بارے میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اعادہ کرنا حکایت کیا ہے، پھر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یوں نماز پڑھنے والے کے لئے ممانعت مطلق ہے خواہ نماز کے لئے اس نے عمارت کیا ہو یا نماز سے پہلے ہی اس نے یوں کسی اور بنا پر کیا ہو نہ کہ نماز کے لئے۔"

اور داودی کہتے ہیں: ممانعت اس شخص کے ساتھ مختص ہے کہ جس نے نماز کے لئے ایسا کیا ہو اور مختار اور صحیح وہ پہلا قول ہی ہے اور وہی صحابہ وغیرہ سے منقول اقوال کا ظاہر ہے اور اسی پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ فعل دلالت کرتا ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ اور اس سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ بال بھی نماز کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اسی بنا پر ایسے شخص کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں مصنف کا قول (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک انہوں نے ابن الحارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر پر جوڑا بندھا ہوا تھا تو وہ کھڑے ہو کر اسے کھولنے لگے) اس میں نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہے اور بے شک اسے مؤخر نہیں کیا جائے گا جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز سے فراغت تک اسے مؤخر نہیں کیا اور بے شک مکروہ بھی بری بات ہے جس

طرح کہ حرام بری بات ہے اور بے شک جو کوئی بری بات دیکھے اور اس کے لئے اس کو ہاتھ سے بدلنا ممکن ہو تو وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی بنا پر اسے ہاتھ سے بدل دے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ خمیر واحد مقبول ہے۔ واللہ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم، باب اغشاء السجود والی من کف الشعر والنوب، ج 4، ص 208، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سر کے بال رکھنے میں سنت کیا ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک کبھی نصف کان تک ہوتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ)) ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک آدھے کانوں تک تھے۔

(سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی الشعر، ج 4، ص 81، المكتبة العصریہ، بیروت)

کبھی بال مبارک کان کی لو تک ہوتے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا، يَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ، رَأَيْتُهُ فِي حَلَاةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرِ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درمیانہ قد تھا آپ کے دو شانوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا آپ کے بال لمبے تھے جو کانوں کی لو تک آتے تھے آپ نے دوسرے چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے تھے میں نے آپ سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 4، ص 188، مطبوعہ دار طوق النہاة)

اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْكِبَيْهِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک کندھوں کو چھوتے۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الجسد، ج 7، ص 161، مطبوعہ دار طوق النہاة)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک، کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔"

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 586، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مطلب یہ کہ مذکورہ تینوں طریقوں سے بال رکھنا سنت سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زلفوں کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوة" میں یوں تحقیق فرماتے ہیں:

"آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک دوسری روایت میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت کے بموجب کانوں کی لو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں ان سب روایتوں

میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر بال ترشوانے سے پہلے اور بعد ان میں اختصار، طول ہوتا رہتا تھا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق ”مجم الحمار“ میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کے ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے موٹے داتے نہ تھے۔

(مدارج النبوة، جلد نمبر 1، ص 27، مطبوعہ فی القرآن علی کتبستان کتب خانہ)

مرد کے لیے کندھوں سے نیچے بال رکھنے کا حکم

مرد کے لیے کندھوں سے نیچے تک بال بڑھانا حرام ہے۔ حضرت ابن الجوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بِعَمَّ الرَّجُلُ خُرْمَهُ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُولُ جُمَّتَيْهِ وَسَبَالُ إِزَارِهِ مَقْبَلَةٌ ذَلِكَ عُرْمًا فَصَجِلَ فَأَخَذَ شَفْرًا فَتَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ مَدْرَفَةً إِزَارَةً إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ)) ترجمہ: خرم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا۔ جب یہ خرم خرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچھی تو جلدی سے چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لیے اور تہبند کو آدمی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔

(سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی اسباب الازار، ج 4، ص 57، المطبوعہ مصریہ بیروت)

اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: ((لَعْنَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی، ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، ج 7، ص 159، مطبوعہ دار طوق النجاة)

امام السنن محمد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بال نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے خواہ فقراء ہوں خواہ دنیا دار، احکام شرع سب پر یکساں ہیں، زیادہ میں عورتوں سے تشبیہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگرچہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات میں ہو۔ جو لوگ چوٹی کندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً قاسق معطن ہیں اور قاسق معطن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی پھیرنا واجب ہے اگرچہ پڑھے ہوئے دس برس گذر گئے ہوں اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہیے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے

(قادی رضویہ، ج 22، ص 605، رضالاعمال، لاہور)

حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر آپ ٹھیک ہو جاتا۔"

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح ہال بڑھائے، بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی بڑھالیتے ہیں جو ان کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں یا جوڑے بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام اور خلاف شرع ہیں۔ تصوف بالوں کے بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 18، ص 587، مکتبہ المدینہ، کراچی)

باب نمبر 278

مَا جَاءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں خشوع اختیار کرنا)

حدیث: حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز دو دو رکعتیں ہیں، ہر دو رکعتوں پر تشہد ہے اور (نماز) خشوع اور خضوع اور سکون ہے اور تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، راوی کہتے ہیں (یعنی) تو اپنے ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے کہ ہاتھوں کے اندرونی حصہ کو اپنے چہرہ کی طرف کئے ہوئے ہو اور تو کہے: اے میرے رب، اے میرے رب اور جو اس طرح نہ کرے تو وہ یوں یوں ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر علما نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ”جو یوں نہ کرے تو اس کی نماز ناقص ہے۔“ میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری) کو فرماتے ہوئے سنا: شعبہ نے اس حدیث کو عبد ربیع بن سعید سے روایت کیا تو چند جگہوں پر خطا کی تو یوں کہا: انس بن ابوانس سے روایت ہے جبکہ وہ عمران بن انس ہیں۔ اور انہوں نے کہا عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے جبکہ وہ عبد اللہ بن نافع بن عمیاء ہیں جنہوں نے ربیعہ بن الحارث سے روایت کیا۔ شعبہ کہتے ہیں: عبد اللہ بن الحارث نے مطلب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب

385- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعِ بْنِ الْعَمِيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ مَشْنِي مَشْنِي، تَشْهَدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَتَخْشَعُ، وَتَضَعُ، وَتَمْسُكُنْ، وَتَقْبِضُ يَدَيْكَ، يَقُولُ: تَرْفَعُهُمَا إِلَى رَبِّكَ، مُسْتَقْبِلًا بَطُونَهُمَا وَجْهَكَ، وَقُولُ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهُوَ كَذَّاءٌ وَكَذَّاءٌ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَقَالَ عِمْرَانُ بْنُ الْمُبَارَكِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهِيَ خِدَاجٌ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: رَوَى شُعْبَةُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ فَأَخْطَأَ فِي مَوَاضِعَ، فَقَالَ: عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، وَهُوَ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ، وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، وَإِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعِ بْنِ الْعَمِيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَقَالَ

ہیں جو فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ محمد کہتے ہیں: لیث بن سعد کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمُطَّلِبِ،
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ رَبِيعَةَ
بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ
عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، قَالَ
مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَصَحُّ مِنْ
حَدِيثِ شُعْبَةَ

ترجمہ: 385 (مسلم بن حنبل، مسند فضل بن عباس، حدیث 1799، ج 3، ص 315، مؤسسة الرسالة، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (1014ھ) فرماتے ہیں:

((نماز دو دور رکعت ہے ہر دور رکعت پر تشہد ہے)) ابن الملک کہتے ہیں: یعنی نماز دو دور رکعتیں ہیں اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں نوافل کے بارے میں ہے کیونکہ دن ہو یا رات ہو ان کے ہاں افضل یہ ہے کہ ہر دور رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ اور صاحبین رحمہم اللہ دن میں نوافل پڑھنے کے حوالے سے امام اعظم رحمہم اللہ کے ساتھ ہیں جبکہ رات کے نوافل کے حوالے سے امام شافعی رحمہم اللہ کے ساتھ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ بے شک حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، تو یہ حدیث پاک پیغمبر (ایک رکعت) کی ممانعت کا فائدہ دے رہی ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے اور ان دونوں کے بعد تشہد واجب ہے اور ان دونوں رکعتوں کے بعد زیادتی کرنے پر کوئی منع وارد نہیں اور نہ دور رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر کوئی دلالت ہے تا کہ یہ مذکورہ جائے اختلاف کی صلاحیت رکھے اور جنس کو اس کی اصل پر باقی رکھنا یہ اسے نفل کے ساتھ مقید کرنے سے اولیٰ ہے، نفل کے ساتھ مقید کرنے سے یہ ہم ہوگا کہ بعد والے اوصاف صرف نفل کے ساتھ خاص ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔

((تَوَشَّعٌ)) تَشَّعٌ سکون اور عاجزی کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ کہ یہ خضوع کے قریب المعنی ہے مگر یہ کہ خضوع بدن میں ہوتا ہے اور خضوع آنکھوں، بدن اور آواز میں ہوتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ خضوع ظاہر میں ہوتا ہے اور خضوع باطن میں ہوتا ہے اور زیادہ ظاہر بھی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر، ارشاد فرمایا: ((لَوْ عَشَفَ قَلْبُكَ لَشَعَّتْ جَوَارِحُكَ)) (اگر اس کا دل میں خضوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خضوع ہوتا) ابن الملک کہتے ہیں: اور خضوع ظاہر و باطن میں آدمی کے اطمینان کو کہتے ہیں، اس طرح کہ نہ وہ حرکت کرے نہ دائیں بائیں متوجہ ہو۔

اور خضوع نماز کے کمال سے ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ((قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ)) ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (سورہ مؤمنون، پارہ 18، آیت 1، 2) اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان "تَشَّعٌ" میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگر اسے خضوع حاصل نہ ہو تو وہ تکلف کر کے اپنے اندر خضوع پیدا کرے اور خضوع کرنے والوں سے مشابہت اختیار کرے۔

((اور گریہ زاری ہے)) یعنی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں، "مختصر النہایہ" میں ہے: تضرع، عاجزی کرنے اور سوال میں

مبالغہ کرنے کو کہتے ہیں۔ ((اور تمسکین ہے)) تمسکین کہتے ہیں کسی شخص کا اپنے آپ میں مسکینی کا اظہار کرنا، اس بات کے انہی الملک قائل ہیں۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ، اس کے امر، اس کے حکم، اس کے فیصلے اور اس کی تقدیر کی ساتھ سکون چاہنا یا اللہ عزوجل کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنا۔ مظہر کہتے ہیں: حدیث کا فرمان: ”تمسکین“ یہ مسکین سے ماخوذ ہے جو مفعیل کے وزن پر ہے اور اس کی اصل سکون ہے کیونکہ وہ (مسکین) لوگوں کی جانب سکون پاتا ہے اور فعل میں ”میم“ کی زیادتی شاذ ہے اور سیبویہ نے اسے صرف اس میں اور لفظ ”تدرع“ میں روایت کیا ہے، طیبی نے اسے نقل کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ”تمسکین“ سیکنہ سے ماخوذ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی وقار اور سکون اور میم ان دونوں میں زائد ہے۔

((پھر تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے)) یہ اقاغ الیدین سے ماخوذ ہے یعنی ان دونوں کا دعا میں اٹھانا اور اسی سے اللہ عزوجل کا قول ہے ﴿مَنْ قَبِي رُءُوسِهِمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اپنے سر اٹھائے ہوئے۔ (سورہ ابراہیم، پارہ 13، آیت 43) یعنی تو نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھائے تو اس کا عطف محذوف پر ہے یعنی جب تو نماز سے فارغ ہو تو سلام پھیر پھر اپنی حاجت کا سوال کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے تو خبر کو طلب کے قائم مقام کر دیا گیا ہے (وہ کہتے ہیں) یعنی راوی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ((تو ان دونوں کو اٹھا ہاتھوں کے پیٹ کو اپنے چہرے کی جانب کئے ہوئے اور تو کہے یا رب یا رب ا!) ظاہر یہی ہے کہ یہاں تکرار سے مراد کثرت ہے ((اور جو یوں نہ کرے)) یعنی نماز کے حوالے سے جو چیزیں مذکور ہوئیں انہیں بجا نہ لائے ((تو وہ یوں یوں ہے)) طیبی کہتے ہیں: یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس کی نماز ناقص غیر تام ہے، اس بات کو دوسری روایت نے بیان کیا میری مراد نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے: ((فَهُوَ عِدَا جِر)) (تو وہ ناقص ہے۔)

(مرقاۃ المفاتیح، باب مفاتح الصلاة، ج 2، ص 667، 668، دار الفکر، بیروت)

دعا میں ”یا رب یا رب“ کہنے کی فضیلت

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

”بزار نے سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا کہ ((إِذَا قَالَ الْعَبْدُ يَا رَبِّ أَرْغَمَهُ قَالَ اللَّهُ تَلْبِيتُكَ عَبْدِي سَلَّ تَعَطُّهُ)) (جب بندہ چار مرتبہ یا رب کہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے بندے میں موجود ہوں، سوال کرو تم عطا کئے جاؤ گے۔) اور طبرانی وغیرہ نے حضرت سعد بن خارجہ کی حدیث کو روایت کیا کہ ((أَنَّ قَوْمًا شَخَّوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَحَوطِ الْمَطَرِ، فَقَالَ اجْتُوا عَلَيَّ الرَّكْبِ وَكُولُوا يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَرَفَعَ السَّبَابِكَةَ إِلَى السَّمَاءِ فَسُقُوا حَتَّى أَحْبَبُوا أَنْ يُكْشَفَ عَنْهُمْ)) (بے شک ایک قوم نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سے بارش کے قطر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رسول نے ارشاد فرمایا: "گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور یوں کہو: یارب، یارب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیت شہادت کو آسمان کی جانب اٹھایا تو وہ اتنا سیراب کئے گئے حتیٰ کہ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ یہ ان سے دور کر دی جائے۔" اور "مسند" وغیرہ میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: "نماز دو دو رکعات ہیں اور ہر دو رکعت پر تشہد پڑھنا ہے اور گریہ وزاری اور خشوع اور سکون ہے اور تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے۔ راوی کہتے ہیں: تو ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے کی جانب کئے ہوئے اپنے رب کی جانب اٹھائے۔ اور تو کہے: یارب، یارب اتو جو ایسا نہ کرے تو وہ ناقص ہے۔" اور یزید رقاشی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: کوئی بھی شخص یوں کہے کہ یارب، یارب، یارب! مگر اس کا رب اسے جواب عطا فرماتا ہے: لیلیک، لیلیک۔"

(جامع العلوم والحکم، الحدیث العاشر، ج 1، ص 273، مؤسسۃ الرسال، بیروت)

علامہ ابن رجب مزید فرماتے ہیں:

"پھر حضرت ابوالدرداء اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک وہ دونوں فرماتے تھے: اللہ عزوجل کا اسم اعظم یہ ہے: "اے میرے رب، اے میرے رب" اور حضرت عطا سے روایت ہے فرمایا: جو بندہ بھی یارب یارب تین مرتبہ کہے تو اللہ عزوجل اس کی جانب نظر فرماتا ہے۔ اس بات کو امام حسن کے لیے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ کیا آپ لوگوں نے قرآن نہیں پڑھا پھر اللہ عزوجل کا یہ فرمان تلاوت کیا ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ - رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ - رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا نَخْرُجُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ - فَمَا سْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے رب ہمارے بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اُسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوائی نہ کرے بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا، تو ان کی دعائیں لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت۔)

(الخران 191-195)

اور جو شخص قرآن میں موجود دعاؤں میں غور و فکر کرے تو وہ اکثر وہی دعائیں پائے گا جو رب کے نام سے شروع ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ سے بچا۔) (سورہ بقرہ، پارہ 2، آیت 201) ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہمیں نہ بھڑا کر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے انگوں پر رکھا تھا، اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہارہ نہ ہو۔) (سورہ البقرہ، پارہ 3، آیت 286) اور اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل میڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی) (سورہ آل عمران، پارہ 3، آیت 8) اور اس کی مثل قرآن پاک میں کثیر ہے۔ اور امام مالک اور سفیان ثوری رحمہما اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دعائیں یوں کہے: "یا سیدی" تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: وہ "یارب" کہے تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس بات کو زائد کیا "جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعاؤں میں یوں کہا۔"

(جامع العلوم والحکم، المحدث العاشر، ج 1، ص 274، مؤسسة الرسالة، بیروت)

رات اور دن میں ایک سلام کے ساتھ نوافل، ائمہ اربعہ

احناف کا موقف:

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

"اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رات کی نماز اگر تو چاہے تو دو رکعت پڑھ اور اگر تو چاہے تو چار رکعت پڑھ اور اگر چاہے تو چھ رکعات پڑھ اور اگر چاہے تو آٹھ رکعات پڑھ ایک سلام کے ساتھ، ان کے درمیان قاصلہ نہ کر، اور دن میں لیس چار رکعات پر کچھ زیادہ کرنے کو وہ مکروہ قرار دیتے ہیں کہ جن میں سلام کے ذریعے سے قاصلہ نہ کیا جائے۔"

(الموطأ، باب صلاة العشاء، ج 1، ص 272، عالم کتب، بیروت)

علامہ محمد بن احمد مرحسی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"(اور رات میں نفل دو دو رکعات ہیں یا چار چار یا چھ چھ یا آٹھ آٹھ اس میں جو تو چاہے) اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ ((کان یصلی بغالب لیل خمس رکعات سبع رکعات تسع رکعات إحدى عشرة رکعة ثلاث عشرة رکعة)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے) وہ جس نے پانچ

رکعات کہا تو اس سے مراد دو رکعتیں صلاۃ اللیل اور تین وتر اور وہ جس نے نور رکعات کہا تو چھ رکعات صلاۃ اللیل اور تین وتر اور وہ جس نے تیرہ رکعات کہا تو آٹھ رکعات صلاۃ اللیل اور تین وتر اور دو رکعات سنت فجر ہیں اور ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام نماز پڑھا کرتے تھے پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی اسی طرح حماد بن سلمہ نے ذکر کیا اور آٹھ رکعات پر ایک سلام کے ساتھ زیادتی کرنے کی کراہت کو ذکر نہیں کیا گیا اور صبح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت کے ساتھ وصل ہے اور یہ افضل ہے۔

پھر فرمایا (اور چار رکعات پڑھنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے) اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے بہر حال صاحبین اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں افضل دو رکعات پڑھنا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صلاة اللیل مثنی مثنی ففی کل رکعتین فسلو)) ("رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پس ہر دو رکعتوں پر سلام کرو۔") اور تراویح سے استدلال کرتے ہوئے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ان میں سے ہر دو رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ تو یہ اس کے افضل ہونے پر دلالت ہے۔

اور ہماری دلیل وہ ہے جو سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رمضان کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ((کان قیامہ فی رمضان وغیرہ سوا کان یصلی بعد العشاء أربع رکعات لا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم أربعاً لا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم کان یوتر بثلاث)) (یعنی "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان اور غیر رمضان میں برابر ہوا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے تو ان کے حسن و طوالت کے بارے میں نہ پوچھ پھر چار ادا فرمایا کرتے تھے تو ان کے حسن و طوالت کے بارے میں نہ پوچھ پھر تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے تھے)

اور اس وجہ سے بھی کہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ادا کرنے میں وصل کا معنی موجود ہے اور عبادت میں نتائج ہے اور یہ افضل ہے اور نقل بھی فرائض کی نظیر ہوتے ہیں اور رات کی نماز میں عشاء کے فرض ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ہیں تو اسی طرح نقل کا معاملہ ہے بہر حال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرو تو اس کا معنی ہے کہ تشہد پڑھو اور تشہد کو بھی سلام کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں سلام موجود ہے اور نماز تراویح کی دو رکعات ایک سلام کے ساتھ اس وجہ سے ہیں تاکہ یہ بدن کے لئے زیادہ راحت کا باعث ہوں اور جس عبادت میں عام لوگ شریک ہوں ان کی بنا آسانی پر رکھی جاتی ہے لیکن افضل وہ عمل ہے جو بدن پر زیادہ شاق ہو (بہر حال دن کے نفل تو افضل ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ہیں) ہمارے نزدیک دن کی نماز کے فرائض پر قیاس کرتے ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پر مواظبت فرمایا کرتے تھے۔"

(المسند للبخاری، باب مواظبت بالصلاۃ، ج 1، ص 159، دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال وہ معاملہ جو رکعات کی مقدار کی طرف راجع ہے تو دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات پر زیادتی کرنا مکروہ ہے اور رات میں مکروہ نہیں ہے اور اسے چھ آٹھ رکعتیں پڑھنے کی اجازت ہے اس بات کو "اصل" میں ذکر فرمایا اور جامع صغیر میں رات کی نماز کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایک تکبیر کے ساتھ دو رکعات پڑھو اور اگر چاہو تو چار رکعت پڑھو اور اس پر زیادتی نہ ہو اور اصل اس بارے میں یہ ہے کہ نوافل فرائض کے تابع ہوتے ہوئے مشروع ہیں اور تابع اصل کے مخالف نہیں ہوتا تو اگر دن میں چار پر زیادتی کی جائے تو یہ فرائض کی مخالفت ہوگی اور یہی قیاس رات کے بارے میں بھی ہے مگر یہ رات میں چار پر آٹھ یا چھ تک زیادتی کو ہم نے نص کے ذریعے سے جانا اور وہ مروی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں پانچ سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے اور ان اعداد میں سے ہر ایک میں تین رکعات وتر کی ہیں اور تیرہ رکعات میں سے دو رکعتیں سنت فجر کی ہیں تو دو، چار، چھ اور آٹھ رکعات باقی رہ جاتی ہیں تو اس مقدار تک ایک سلام کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔"

اور ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات پر زیادتی کرنے کے حوالے سے علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں: مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر زیادتی کرنا مروی نہیں اور بعض کہتے ہیں مکروہ نہیں ہے اور یہی شیخ امام زاہد سرخسی رحمہ اللہ کا مسلک ہے انہوں نے فرمایا: کیونکہ اس میں عبادت کو عبادت کے ساتھ ملانا ہے لہذا مکروہ نہیں ہے اور یہی بات دن میں چار رکعات پر زیادتی کرنے پر اشکال وارد کرتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اس وجہ سے جسے ہم نے ذکر کیا اور اسی مسلک پر عام مشائخ ہیں۔"

(بدائع الصنائع لمصل بیان ما مکروہ الخ، ج 1، ص 295، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حتابہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس السہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(اور رات اور دن کی نماز دو دو رکعات ہیں) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کی بنا پر کہ "رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔" اس حدیث کو پانچ محدثین نے روایت کیا اور بخاری نے اسے صحیح قرار دیا اور "شنی" کو "اشیین اشیین" سے معدول کیا گیا اور اس کا معنی وہ ہے کہ جو کمر لفظ کا معنی ہوتا ہے اور اس کا تکرار الفاظ کی تاکید کے لئے ہے نہ کہ معنی کی تاکید کے لئے..... (اور اگر وہ دن میں چار رکعات پڑھے) دو تشہد کے ساتھ (جیسا کہ ظہر کی نماز تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) اس حدیث کی بنا پر خواہ واؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے

تھے ان میں سلام کے ساتھ فاصلہ نہیں کرتے تھے اور اگر وہ صرف آخر میں پہنچے تو اس نے ترک اولیٰ کیا اور ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت کی تلاوت کرے اور اگر رات میں دو پر یا دن میں چار پر زیادتی کرے اور اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات سے تجاوز کر جائے تو صحیح ہے۔" (الروض المرین، فصل فی صلاۃ اللیل، ۱۵، ص ۱۱۸، مؤسسہ اہل سنت، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"دن اور رات کے نوافل میں افضل دو دور رکعات ہیں ہر دو رکعات پر سلام کے ذریعے فاصلہ کرے پھر ان کے مابعد کو تحریمہ سے شروع کرے اور چھٹی رکعتیں بھی ایک سلام سے پڑھے گا تو وہ اسے کفایت کرے گا اور مکروہ نہیں ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دن اور رات کی نماز میں چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ظہر سے قبل چار رکعات کہ جن کو ایک سلام سے ادا کیا جائے تو ان کی برکت سے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور اس حدیث کی بنا پر جو سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ((كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهَا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعات پڑھتے تھے کہ جن کے آخر میں سلام کرتے تھے)

اور ہماری دلیل وہ ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَعْنَى مَعْنَى فَإِنْ خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصَّبْحَ فَلْيُتْرَبْ بِوَاحِدَةٍ قَبْلَهَا)) (رات کی نماز دو دور رکعتیں ہیں پس اگر تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت کے ساتھ ما قبل کو وتر بنالے) اور شعبہ نے یحییٰ بن عطا سے وہ حضرت علی الازدی سے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات اور دن کی نماز کی دو دور رکعتیں ہیں۔“ پس اگر کہا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”دو دو“ سے مراد یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر تشہد پڑھے، تو کہا گیا کہ حدیث میں موجود لفظ ”شہی“ کا اطلاق نہیں ہوتا مگر سلام کے ساتھ، کیونکہ اس سے مراد نماز کا جمع کرنا ہے اور نماز وہ ہے جو سلام اور احرام پر مشتمل ہو۔ اور سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكَعَتَيْنِ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعات پڑھا کرتے تھے ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے تھے) اور جب جماعت سے پڑھے جانے والے نوافل مسنونہ میں زیادہ تاکید ہے اور وہ دو دور رکعات ہیں تو یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ جن نوافل میں جماعت مسنونہ نہیں ہے ان میں افضل بھی دو

رکعتیں ہی ہوں اس کی جنس کی اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اور اس لئے تاکہ غالب فرائض اور ان کے درمیان فرق واقع ہو۔"

(ظہری، کبیر، تحول فی کلمۃ، تمام النسخ، ص 25، ص 289، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیر کا موقف:

مدون میں ہے:

"امام مالکیر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے نوافل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ دو دور کھات ہیں۔"

(المدون، ص 148، ص 169، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 279

مَا جَاءَ فِي كُزَاهِيَةِ التَّشْبِيكِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں انگلیوں کے درمیان تشبیک کا مکروہ ہونا)

حدیث: حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھا وضو کرے پھر مسجد کے قصد سے نکلے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے پس بے شک وہ نماز میں ہے۔

امام ابو یحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیٹ کی

حدیث کی طرح کعب بن عجرہ کی حدیث کو بواسطہ ابن عجلان متعدد لوگوں نے روایت کیا۔ اور شریک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل بواسطہ شریک، ابن عجلان، ان کے والد عجلان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا۔ اور شریک کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

386- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ وَجَلٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَابِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَرَوَى شَرِيكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَحَدِيثُ شَرِيكِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ

ترجمہ حدیث 386: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اجابتی الصلوٰۃ فی الشی ال الصلوٰۃ، حدیث 562، ج 1، ص 154، المکتبۃ العصریہ بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(اور جب تم میں کوئی وضو کرے تو اچھا وضو کرے) سنن وضو، حضور قلب اور صحیح نیت کی رعایت کرتے ہوئے ((پھر وہ نکلے)) یعنی اپنے گھر سے ((مسجد کی طرف قصد کرتے ہوئے)) مسجد کی جانب اس کا قصد فاسد نہ ہو اور یہ قیود بیان کمال اور حسن حال کے لئے ہیں ((تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز ہے)) یعنی حکماً..... اور ذی الیدین کی حدیث میں ثابت ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں اپنی انگلیوں میں تشبیک فرمائی اور یہ بات عدم تحریم کا قاعدہ دیتی ہے اور کراہت کے مانع نہیں ہے یعنی ان کے علاوہ کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے نادر ہونے کی وجہ سے یعنی بیان جواز کے لئے یا کسی (اور) معنی کی وجہ سے جیسا کہ حدیث اخبار میں موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ممانعت سے پہلے ہونے پر محمول کیا جائے پس بے شک ذوالیدین کی حدیث نسخ کلام سے پہلے کی ہے مزید یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشبیک کرنا اس گمان کی بنا پر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "پس بے شک وہ نماز میں ہے" یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز میں تشبیک جائز نہیں ہے بلکہ وہ بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے پس اس میں کراہت شدید ہے۔ سنن ابن ماجہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی انگلیوں میں تشبیک کرتے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا۔"

(مرآة العجاج، باب الما بجزا، ج 2، ص 788، دار الفکر، بیروت)

تشبیک کے معنی، نماز میں اور نماز کی طرف جاتے ہوئے اس کی ممانعت کی وجوہات

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"تشبیک کا مطلب ہے بعض انگلیوں کو بعض میں داخل کرنا اور تحقیق بعض لوگ اسے کھیل کود کے طور پر کرتے ہیں اور بعض اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ انگڑائی لینے کے وقت اپنی انگلیوں کو چٹخائیں اور کبھی کبھی انسان اپنی انگلیوں میں تشبیک کر کے اپنے ہاتھوں سے احتیاء کی صورت میں بیٹھ جاتا ہے اس طرح سے وہ استراحت کر لیتا ہے اور کبھی اس کا سبب نیند ہوتی ہے پھر وہ اس کے وضو کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے تو جو طہارت حاصل کر کے نماز کی جانب متوجہ ہوتا ہے اسے کہا گیا کہ کہ "تم اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرو۔" کیونکہ اپنی کیفیت کے اختلاف کے باوجود مذکورہ تمام وجوہ میں سے کوئی بھی نماز کے مناسب نہیں ہے اور نہ

نمازی کے حال کے موافق ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ”پس بے شک وہ نماز میں ہے“ یعنی نماز کے حکم میں ہے کیونکہ جو کسی شے کے قریب ہوتا ہے وہ اسی شے کے حکم میں ہوتا ہے۔“ (شرح ابی داؤد للشیخ، باب الہدای فی النہی، ص 38، ج 46، مکتبہ الرشیدیہ، بیروت)

علامہ عینی "عمدة القاری" میں فرماتے ہیں:

"تشبیہ سے ممانعت کا حکم کس بنا پر ہے؟ اس کے چند جوابات ہیں:

(1) پہلا یہ ہے کہ اس کے شیطان کی جانب سے ہونے کی وجہ سے۔

(2) دوسرا یہ ہے کہ یہ نیند کا سبب ہے اور وہ حدیث کا سبب ہے۔

(3) تیسرا یہ ہے کہ تشبیہ کی صورت اختلاف کی صورت کے مشابہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں

اس پر تنبیہ موجود ہے پس اسے مکروہ قرار دیا اس شخص کے لئے جو نماز کے حکم ہے تاکہ وہ اس میں واقع نہ ہو جس سے منع کیا گیا جیسا نمازیوں کو حدیث پاک میں فرمایا: ((وَلَا تَخْتَلَفُوا فَتَخْتَلَفَ قُلُوبُهُمْ)) (اور صفوں میں اختلاف نہ کرو کہ کہیں تمہارے دل

مختلف نہ ہو جائیں)" (عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب تشبیہ الاصل، ج 4، ص 262، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں تشبیہ کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

در مختار میں ہے:

"(اور انگلیوں کا چٹخنا مکروہ ہے) اور ان میں تشبیہ کرنا اگرچہ نماز کا انتظار کرتے ہوئے ہو یا اس کی طرف جاتے ہوئے ہو نبی کی وجہ سے اور نماز سے باہر حاجت کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔" (در مختار، مکروہات الصلوة، ج 1، ص 641، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"اور "معراج" میں نماز میں انگلیوں کے چٹخانے اور تشبیہ کرنے کی کراہت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اور مذکورہ نبی کی بنا پر یہ مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ حلیہ، بحر۔ (ماتن کا قول کسی حاجت کی بنا پر نماز سے باہر یوں کرنے میں کراہت نہیں ہے) نماز کے خارج سے مراد وہ ہے جو نماز کے توابع سے نہیں ہے کیونکہ نماز کی جانب سعی کرنا اور نماز کی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا بھی نماز کے حکم میں ہی ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں گزرا کہ "تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔" اور حاجت سے مراد جیسا کہ انگلیوں کو راحت دینے کے لئے ایسا کرنا پس اگر بغیر حاجت کے کھیل کود کے طور پر ہو تو مکروہ تزیینی ہے اور نماز سے باہر بھی انگلیاں چٹخانے کی کراہت پر نص وارد ہے۔ بہر حال تشبیہ کرنا تو "حلیہ" میں فرمایا: میں اس

بارے میں اپنے مشائخ کی کسی رائے سے واقف نہیں ہوا اور ظاہر یہی ہے کہ اگر یہ کھیل کود کے لئے نہ ہو بلکہ کسی غرض صحیح کے لئے ہو اگرچہ انگلیوں کو راحت دینے کے لئے ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے پس تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مؤمن ایک عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو مضبوط کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں تھبیک کی۔" کیونکہ یہ معنی تمثیل کے افادہ کے لئے ہے اور وہ صورت حسیہ کے ذریعے ان کے ایک دوسرے کو مضبوط کرنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کو بیان کرنا ہے۔"

(رد المحتار، مکروہات، الصلاۃ، ج 1، ص 325، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(اور نماز کے لئے نکلتے ہوئے انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا مکروہ ہے) اپنے گھر سے مسجد کا قصد کرتے ہوئے حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث کی بنا پر (اور وہ یعنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا مسجد میں زیادہ مکروہ ہے) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کی بنا پر کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يُشْبِكَنَّ فِئَتَ التَّشْبِيكِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ)) (جب تم میں کوئی مسجد میں ہو تو وہ ہرگز تشبیک نہ کرے پس بے شک تشبیک شیطان کی جانب سے ہے اور بے شک تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں ہوتی کہ وہ اس سے نکل جائے۔) اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔

بعض علماء نے احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ نماز کا انتظار کر رہا ہو پس بے شک وارد ہوا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے منتقل ہوئے جس کے مکمل ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کی (اور) انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا (نماز میں زیادہ شدید ہے) یعنی کراہت کے اعتبار سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی انگلیوں میں تشبیک کرتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا۔" اس حدیث پاک کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو نماز پڑھتے ہوئے تشبیک کرتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے کہ جن پر اللہ مزہل کا غضب ہے۔"

(کشاف القناع عن مشن الاقناع، باب آداب العشی الی الصلاۃ، ج 1، ص 325، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ احمد سلامۃ قلیونی شافعی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

"ابن حجر کہتے ہیں: مسجد میں نماز کا اظہار کرنے والے کے لئے تھبیک کرنا مکروہ ہے جیسا کہ نماز کے اعداء مکروہ ہے نہ کہ اس کے علاوہ اگرچہ نماز کے بعد یوں کرے اور اسی پر ذی الیدین کی خبر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کی جانے والی تھبیک کو محمول کیا گیا ہے۔"

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشنی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"(اور انگلیوں میں تھبیک کرنا اور ان کو چٹھانا) یعنی نماز میں خاص طور پر انگلیوں میں تھبیک کرنا مکروہ ہے اگرچہ غیر مسجد میں ہو اور نماز کے علاوہ میں یوں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔"

(شرح مختصر ظلیل للخرشی، فصل فی فرائض الصلاۃ، ج 1، ص 292، مدارائے الفکر للطہاۃ، بیروت)

باب نمبر 280

مَا جَاءَ فِي طُولِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں قیام کا طویل ہونا)

387- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقُنُوتِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبَيْشٍ، وَأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، کونسی نماز افضل ہے؟ تو فرمایا: طویل قنوت (قیام) والی۔ اور اس باب میں عبد اللہ بن حبشی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ متعدد طرق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخریج حدیث 387: (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعها، باب أفضل الصلوة طول القنوت، حدیث 756، ج 1، ص 520، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب

اقتداء بصلوة والثناء فیہا، باب ما جاء فی طول القیام، حدیث 1421، ج 1، ص 456، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

قنوت کے معنی اور طول القنوت والی نماز کے افضل ہونے کی وجہ

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں قنوت طویل ہو)) قنوت سے یہاں مراد قیام ہے (ایک دوسرے مقام پر علامہ نووی نے یہاں قنوت سے قیام مراد ہونے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ہاشم) طویل قیام والی نماز اس لیے افضل ہے کہ قیام کا ذکر قراءت ہے اور سجود کا ذکر تسبیح ہے اور قراءت تسبیح سے افضل ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طویل قیام زیادہ فرماتے بہ نسبت سجود کے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب ما یجوز فی الركوع والسجود، ج 4، ص 200، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ طویل قیام والی نماز کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواعظ، باب فضل صلاة القائم علی صلاة القاعد، ج 1، ص 485، مکتبۃ الشیخ الاسلام، القاہرہ)

علامہ منصور بن یونس السہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"اور کثرت رکوع و سجود، قیام کو طویل کرنے سے افضل ہے اس نماز میں کہ جس میں اس نے قیام کو طویل کرنے کا ارادہ

(الروض المربع، فصل فی صلاة اللیل، ج 1، ص 118، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

نہ کیا ہو۔"

مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"نماز میں قیام طویل ہونا کثرت رکعات سے افضل ہے یعنی جب کہ کسی وقت معین تک نماز پڑھنا چاہے مثلاً دو رکعت

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 667، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

میں اتنا وقت صرف کر دینا چار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔"

باب نمبر 281

مَا جَاءَ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

(رکوع و سجود کی کثرت ہونا)

حدیث: حضرت معدان بن طلحہ البحری سے روایت ہے، فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے عرض کی: میری ایسے عمل پر رہنمائی فرمائیے جس کے ذریعے اللہ عزوجل مجھے نفع دے اور داخل جنت فرمائے؟ تو آپ رضی اللہ عنہم توڑی دیر خاموش رہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا: اپنے اوپر سجدوں کو لازم کر لو پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ”جو بندہ بھی اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس سجدے کی بدولت اسے درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔“

حدیث: معدان کہتے ہیں: پس میں ابو الذر واد رضی

اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے اس سوال کے بارے میں پوچھا جو میں نے حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا؟ تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا: اپنے اوپر سجدوں کو لازم کر لو، پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”جو بندہ بھی اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ایک درجہ بڑھاتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹاتا ہے۔“ اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو قاطرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابویسعی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے

388- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامِ الْمُعِيطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْبَحْرِيُّ، قَالَ: لَقِيتُ ثُوبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهِ وَيُدْخِلُنِي اللَّهُ الْجَنَّةَ؟ فَسَكَتَ عَنِّي مَلِيًّا، ثُمَّ التَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ

389- قَالَ مَعْدَانُ: فَلَقِيتُ أَبَا الذَّرْدَاءِ

، فَسَأَلْتُهُ عَمَّا سَأَلْتُ عَنْهُ ثُوبَانَ؟ فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي فَاطِمَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ثُوبَانَ، وَأَبِي الذَّرْدَاءِ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَدِيثٌ حَسَنٌ

ہیں: حضرت ثوبان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کی کثرت رکوع و سجود والی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے تو بعض نے کہا: نماز میں قیام کا طویل ہونا رکوع و سجود کی کثرت سے افضل ہے۔ اور بعض نے کہا: رکوع و سجود کی کثرت طول قیام سے افضل ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دو حدیثیں مروی ہیں اور اس بارے میں انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ اور اسحاق کہتے ہیں: بہر حال دن کے وقت کثرت رکوع و سجود افضل ہے اور رات کے وقت طول قیام افضل ہے مگر یہ کہ کسی شخص نے رات کے کسی جز کو قیام کے لئے مقرر رکھا تو اس کے لئے میرے نزدیک کثرت رکوع و سجود افضل ہے کیونکہ اپنے مقررہ وقت میں تلاوت کرتا ہے اور کثرت رکوع و سجود سے نفع حاصل کرتا ہے اور اسحاق نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز اور قیام کے طویل ہونے کا طریقہ یونہی بیان کیا گیا ہے بہر حال دن کے اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا وہ وصف بیان نہیں کیا گیا جو رات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

صَجِيحٌ وَقَدْ اَخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا، قَالَ بَعْضُهُمْ: طَوْلُ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ اَفْضَلُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَثْرَةُ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ اَفْضَلُ مِنْ طَوْلِ الْقِيَامِ " وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا حَدِيثَانِ وَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ وَقَالَ اسْحَاقُ: اَمَّا بِالنَّهَارِ فَكَثْرَةُ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَامَّا بِاللَّيْلِ فَطَوْلُ الْقِيَامِ، اِلَّا اَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَهٗ جُزْءٌ بِاللَّيْلِ يَأْتِي عَلَيْهِ، فَكَثْرَةُ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ فِي هَذَا اَحَبُّ اِلَيَّْ، لِاَنَّهُ يَأْتِي عَلَيَّ جُزْئِهِ وَقَدْ رِبِحَ كَثْرَةُ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ: وَانَّمَا قَالَ اسْحَاقُ هَذَا لِاَنَّهُ كَذَّاءٌ وَصِفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، وَوُصِفَ طَوْلُ الْقِيَامِ، وَامَّا بِالنَّهَارِ فَلَمْ يُوصَفْ مِنْ صَلَاتِهِ مِنْ طَوْلِ الْقِيَامِ مَا وَصِفَ بِاللَّيْلِ

ترجمہ حدیث 388: (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل اہم روح طیبہ، حدیث 488، ج 1، ص 353، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن نسائی، کتاب الطہق، باب ثوبان بن جبرئیل، حدیث 1139، ج 2، ص 228، کتاب الطہق، باب ثوبان بن جبرئیل، حدیث 1423، ج 1، ص 457، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ حدیث 389:

شرح حدیث

علامہ عبدالرزاق بن تاج العارفین منادی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((کوئی بھی بندہ اللہ مزدمل کے لئے سجدہ کرتا ہے)) یعنی نماز میں تو اس سے سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر خارج ہو گئے کیونکہ ان کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ان پر ابھارا گیا ہے کیونکہ یہ کسی عارضہ کی وجہ سے شروع ہیں جیسا کہ گزرا ((اللہ مزدمل اس کا ایک درجہ بلند فرماتا اور ایک گناہ مٹاتا ہے)) حضرت عبادہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ زائد ہے: "اور اللہ مزدمل اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔" زین عراقی کہتے ہیں: اور اس کی اسناد صحیح ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ درجہ کے بلند کرنے اور نیکی کے لکھنے میں کیا فرق ہے کیونکہ درجہ کی بلندی تو نیکی لکھنے کے سبب ہوگی؟ ہم کہتے ہیں درجہ کی بلندی اگرچہ نیکی کے حصول کے ذریعے سے ہی ہوگی لیکن سبب، مسبب کا غیر ہوتا ہے تو وہ دونوں مختلف چیزیں ہیں اور اسی طرح درجہ کی بلندی کبھی اس کے نیکی کے حصول پر مرتب نہیں ہوتی پس کبھی نیکی کے لکھنے کی وجہ سے دوسرے گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں نے بھی استدلال کیا ہے جو قیام کے طویل کرنے پر سجدہ کے طویل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(فيض القدير، ج 5، ص 486، المکتبۃ النجفیہ، البکری، مصر)

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی (متوفی 321ھ) فرماتے ہیں:

"((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص ایک رکوع کرتا ہے اور ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ مزدمل اس کے ذریعے سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے)) ابو جعفر کہتے ہیں: تو علما کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ نفل نماز میں رکوع و سجود کی کثرت قیام و قراءت کی طوالت سے بہتر ہے اور انہوں نے اس بات پر اس حدیث سے استدلال کیا اور دوسرے علما نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے پس انہوں نے کہا: اس میں طول قیام افضل ہے اور ان کی دلیل اس بارے میں وہ حدیث ہے جسے ہم نے سابق میں اپنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طویل قنوت والی اور بعض روایات میں طول قیام کے الفاظ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں رکوع و سجود کی کثرت پر طول قیام کو فضیلت عطا فرمائی۔

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ہمارے نزدیک اس کا خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ نماز پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان "جو اللہ مزدمل کے لئے رکوع کرے اور اللہ مزدمل کے لئے سجدہ کرے" سے مراد یہ ہے کہ اس سے

قبل طویل قیام ہو۔ اور یہ تاویل بھی جائز ہے کہ جو اللہ عزوجل کے لئے ایک رکوع کرے اور ایک سجدہ کرے تو اللہ عزوجل اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اگر اس میں طویل قیام سے زیادتی کرے تو یہ افضل ہے اور اس پر اللہ عزوجل کا عطا کردہ ثواب بھی زیادہ ہے، تو حدیث کو اس معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے تاکہ یہ ہماری مذکورہ احادیث کے مخالف نہ ہوں۔"

(شرح معانی الآثار، الاصل فی صلاۃ التلوین، ص 173، مطبوعہ عالم کتب)

طویل قیام افضل ہے ماکثرت رکوع و سجود، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزبیلی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"(طویل قیام، کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ((افضل الصلاة طول القنوت)) (افضل نماز، طویل قنوت والی نماز ہے یعنی طویل قیام والی) اور اس وجہ سے بھی کہ طویل قیام کے ذریعے قراءت زیادہ ہوتی ہے اور رکوع و سجود کی کثرت کی بنا پر تسبیح زیادہ ہوتی ہے اور قراءت تسبیح سے افضل ہے اور اس وجہ سے کہ قراءت رکن ہے تو اس کے اجزاء کا اجتماع رکن اور سنت کے اجتماع سے اولیٰ و افضل ہے۔"

(تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل، ج 1، ص 173، المطبعة الكبرى الاميرية، القاهرة)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ان میں مشکل ہو یعنی بدن پر زیادہ مشقت والا ہو اور طویل قیام زیادہ مشقت والا کام ہے اور اس میں دو فرضوں قیام اور قراءت کا جمع کرنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کام فرض ہے۔"

(مبسوط السرخسی، باب مواجبات الصلاة، ج 1، ص 158، دار المعرف، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ سحیح بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"قیام کو طویل کرنا رکوع اور سجود کی طوالت سے افضل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طویل قنوت والی۔" اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اور قنوت سے مراد قیام ہے اور سجود کو طویل کرنا باقی ارکان کی طوالت سے افضل ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل معلق بالقیام، ج 3، ص 267، دار الفکر، بیروت)

بالکبہ کا موقوف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز میں کثرت رکوع وسجود افضل ہے یا طول قیام؟ تو ان اہل علم میں سے بعض اس جانب ہیں کہ کثرت رکوع وسجود افضل ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من رکع رکعة وسجد سجدة رفعه الله بها درجة وحط بها عنه خطيئة)) (جس نے ایک رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا اللہ عزوجل اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کا ایک گناہ مٹائے گا) اور ان میں بعض اس جانب مائل ہیں کہ طول قیام افضل ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ ((ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل أي الصلوات افضل؟ قال: طول القنوت ووفى بعض الأئمة: طول القيام)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طول قنوت والی اور بعض روایات میں "طول قیام" کا لفظ وارد ہے۔) اور یہ قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ پہلی حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس حدیث کے معارض ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ رکوع وسجود پر فضیلت کا ملنا جو پہلی حدیث میں مذکور ہے اللہ عزوجل طول قیام پر اس سے زیادہ فضیلت عطا فرمائے۔ اور اسی طرح وہ حدیث جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے کہ ((أن العبد إذا قام فصلى أتى بذنوبه فجعلت على رأسه وعاتقه فكلما ركع أو سجد تساقطت عنه)) (بے شک بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے تمام گناہوں کو اپنے سر اور کندھوں پر رکھے ہوئے آتا ہے تو جب وہ رکوع کرتا یا سجدہ کرتا ہے تو وہ گناہ اس سے جھڑ جاتے ہیں) اس حدیث میں بھی اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ کثرت رکوع وسجود، طول قیام سے افضل ہے۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ عزوجل طول قیام پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ ان تمام سے زیادہ ہو۔" (الایمان والتعمیر، مسئلہ: صلاة الليل، اعلیٰ ثلاث عشر رکعة، ج 1، ص 379، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

حنابلہ کا موقوف:

"مسائل الامام احمد" میں ہے:

"میں نے عرض کیا طول قنوت آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے یا رکوع وسجود کی کثرت؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ پھر میں نے ان سے سوال کیا میں نے کہا: طول قنوت آپ کے نزدیک محبوب ہے یا کثرت رکوع وسجود؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک محبوب یہ ہے کہ کوئی شخص دن اور رات میں معلوم رکعات ادا کرتا ہو اگر چاہے تو ان میں طول دے اور اگر چاہے تو ان میں کمی کرے۔"

(مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ بطول الطعنات، ج 2، ص 669، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

”اور جن رکعتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف یا تطویل وارد ہے تو اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا افضل ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم افضل کو ہی بجالاتے ہیں اور تحقیق ہم نے بعض وہ چیزیں ذکر کیں کہ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف و تطویل دونوں ہائیں بجالاتے تھے۔ اور اس کے علاوہ میں روایات و اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ کثرت رکوع و سجود افضل ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر کہ بے شک میں ان افضل سورتوں کو جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں جن میں سے دو سورتوں کو ملایا کرتے تھے، وہ مفصل میں سے بیس سورتیں ہیں۔ اس بات کو مسلم نے روایت کیا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”جو بھی بندہ سجدہ کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کے ذریعے اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے۔“ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تطویل افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”افضل نماز وہ ہے کہ جو طول قنوت والی ہے۔“ اس حدیث پاک کو امام مسلم نے روایت کیا۔ اور اس وجہ سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سجدہ پڑھا کرتے تھے اور اسے طویل کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افضل پر ہی دوام اختیار فرماتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس بارے احادیث کے تعارض کی بنا پر وہ دونوں برابر ہیں۔ واللہ اعلم۔“

(المعنی لابن قدامہ، فصل ما ورد من النبی محمد ﷺ و تطویل فلا یصل اجابہ فیہ، ج 2، ص 103، 104، مکتبہ القاہرہ)

باب نمبر 282

مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْأَسْوَدِيِّ فِي الصَّلَاةِ
(نماز میں دو سیاہ چیزوں (یعنی سانپ اور بچھو) کو قتل کرنا)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں
(سانپ اور بچھو) کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور اس باب حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت
ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے
اور احمد و اسحاق بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور بعض اہل علم
نے نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے
۔ اور ابراہیم کہتے ہیں: بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت
ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

390- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُنَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ،
عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ
جَبْرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْأَسْوَدِيِّ فِي الصَّلَاةِ
الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَفِي النَّبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ،
وَأَبِي رَافِعٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ
حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا
عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ
وَإِسْحَاقُ وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَتْلَ الْحَيَّةِ
وَالْعَقْرَبِ فِي الصَّلَاةِ "قَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنْ فِي
الصَّلَاةِ لَتُسْغَلَا، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ

ترجمہ حدیث 390: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اہل فی الصلوٰۃ، حدیث 821، ج 1، ص 242، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب

فیہا، باب اہل فی الصلوٰۃ، حدیث 1245، ج 1، ص 394، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"(دوسیاہ چیزیں))، اسود کہتے ہیں سانپوں میں سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ بڑے سانپ کو۔ اور یہ اس کی صفتِ غالبہ سے ہے حتیٰ کہ پھر اسے اسماء کی جگہ استعمال کر لیا گیا..... اور پچھو پر "اسود" کا اطلاق کرنا بھی غلبہ دینے کے قبیل سے ہے جیسا کہ عمرین اور قمرین اور اس کی مثل الفاظ۔ اور اسی سے ہمارے علمائے اس بات کو اخذ کیا کہ نمازی جب سانپ اور پچھو کو قتل کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک سببِ غفلت کا ازالہ ہے تو یہ مال کو دور ہٹانے کے مشابہ ہو گیا..... اور خطابیہ کہتے ہیں: اور ہر وہ جانور جو ضرر دینے والا ہو وہ بھی سانپ اور پچھو کے معنی میں ہی ہے جیسا کہ بھڑ اور عثمان اور اس کی مثل۔ میں کہتا ہوں: عثمان، شبث کی جمع ہے اور یہ چھوٹا سے کیڑا جو حشرات الارض میں سے ہے، کثیر ٹانگوں والا ہوتا ہے، ریت میں رہتا ہے..... اور فرمایا: سوائے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے عام اہل علم نے نماز میں دونوں سیاہ چیزوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابو بکر بن شیبہ نے روایت کی اور فرمایا: ہم سے ہشیم نے مغیرہ کے حوالے سے بیان کیا وہ ابراہیم نخعی سے کہ ان سے نماز میں پچھو کے قتل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی ہو اسی بنا پر انہوں نے منع فرما دیا ہو۔

(شرح الی داؤد اللصی، باب العمل فی الصلاة، ج 4، ص 153، 154، مکتبہ المرشد بریض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

علامہ ابن الملک کہتے ہیں: ایک ضرب یا دو ضربوں کے ذریعے اس کا قتل کرنا جائز ہے نہ کہ زیادہ کے ساتھ کیونکہ عمل کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے، اہ۔ اور شرح المنیہ میں ہے: بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے کہ جب اسے بہت زیادہ چلنے کی محتاجی نہ ہو جیسا کہ پے در پے تین قدم چلنا اور نہ کثیر عمل کی جانب حاجت ہو جیسا کہ تین پے در پے ضربیں لگانا بہر حال جب اسے محتاجی ہو تو وہ چلے یا عمل کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اگر وہ اپنی نماز میں لڑائی کرے (تو بھی یہی حکم ہے) کیونکہ یہ عمل کثیر ہے اس بات کو "سروچی" نے "مہسوط" سے ذکر کیا۔ پھر فرمایا: اور اظہر یہ ہے کہ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے کیونکہ یہ رخصت ہے جیسا کہ حدیث لاحق ہونے کی صورت میں چلنے کی اجازت ہے اور حدیث کا اطلاق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اصح فساد کا ہونا ہی ہے مگر یہ ان دونوں کے قتل کے لئے نماز کا فاسد کرنا مباح ہے جیسا کہ مظلوم کی مدد کرنے کے لئے یا

کسی کو ہلاکت سے نجات دینے کے لئے جیسے چھت سے گرنے والے کو یا جلنے والے کو یا غرق ہونے والے کو اور اسی طرح جب ایک درہم کی مقدار قیمتی شے کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس کے علاوہ اور وجوہات کی بنا پر نماز توڑنے کی اجازت ہے۔

(مرآۃ المفاتیح باب الامام من اصل فی الصلاۃ ج 2 ص 283، 792، 793، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نماز میں سانپ یا بچھو کو مارنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"سانپ اور بچھو کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔"

(الکافی فی فقہ الامام ج 4 ص 16، ج 1 ص 286، دارالکتب العلمیہ بیروت)

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں سانپ اور بچھو کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دل کو مشغول کرتا ہے اور یہ بات اس کے قتل سے بڑی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اتقلوا الأسودین ولو حکمتھ فی الصلاۃ)) (دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو اگرچہ تم نماز میں ہو) اور وہ دونوں سانپ اور بچھو ہیں اور یہ رخصت و اباحت ہے اگرچہ اس کا صیغہ، صیغہ امر ہے کیونکہ ان دونوں کا قتل کرنا نماز کے اعمال سے نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وہ ان کے قتل میں عمل کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔"

(ہدایۃ المفاتیح فصل بان یسحب فی الصلاۃ ما مکروہ ج 1 ص 218، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابوالحسنین عجمی بن ابی الخیر شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا جائز ہے، مکروہ نہیں اور امام نفعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

(الایمان فی مذہب الامام الشافعی، فرع قتل الاسودین، ج 2 ص 316)

علامہ عجمی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اور اگر وہ کوئی ایسا عمل کرے جو نماز کی جنس سے نہیں ہے پس اگر وہ قلیل ہو مثلاً اگر وہ اپنے آگے سے گزرنے والے کو

دور کرے یا سانپ کو مارے یا بچھو کو یا اپنے جوتوں کو اتار دے یا اپنی چادر کو درست کرے یا وہ کوئی چیز اٹھائے یا اسے کوئی شخص سلام کرے تو وہ اسے اشارہ سے جواب دے اور جو اس کے مشابہ ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اپنے جوتوں کو اتارنا ہے اور نماز میں امامہ بن بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو بھی اٹھایا ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو انہیں رکھ دیتے پس جب کھڑے ہوتے تو انہیں اٹھالیتے

اور انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور اس وجہ سے بھی نمازی نماز میں عمل قلیل سے خالی نہیں ہوتا پس اس بنا پر اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر وہ عمل کثیر کرے بایں طور کہ وہ پے در پے چند قدم چلے یا پے در پے چند ضربیں لگائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اکثر اس جانب حاجت متقاضی نہیں ہوتی اور اگر وہ دو قدم چلے یا دو ضربیں لگائے تو اس میں دو احوال ہیں: ایک یہ کہ نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں جوتوں کو اتارا اور ان دونوں کو ایک جانب رکھ دیا اور یہ پے در پے دو فعل ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ مکرر عمل ہے تو وہ کسی کام کو بھی تین مرتبہ کرنے کی طرح ہی ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل حلق بالکلام فی الصلاۃ، ج 4، ص 92، دار الفکر، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں کو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی سانپ اور بچھو۔ اور یہ اسناد کی حجت سے حدیث حسن ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ دونوں اس کا ارادہ کریں۔ اور اسی طرح انہوں نے عبد الملک کے اول سماع میں فرمایا، اس کے بعد، کہ وہ ان دونوں سیاہ چیزوں کو قتل نہ کرے مگر جب وہ اس کا ارادہ کریں تو جب وہ اس کا ارادہ کریں تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ان دونوں کو قتل کرے اور نماز جاری رکھے مگر یہ کہ ایسا معاملہ طویل ہو جائے اور اس میں مشغولیت زیادہ ہو جائے تو پھر وہ اپنی نماز دوبارہ شروع کر لے۔ بہر حال جب وہ اس کا ارادہ نہ کریں تو امام مالک کے نزدیک ان کو قتل کرنا مناسب نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو برا کیا اور نماز جاری رکھے، ہاں اگر عمل طویل ہو جائے تو نئے سرے سے نماز شروع کرے۔"

(الایمان والتحصیل، مسئلہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 113، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 283

مَا جَاءَ فِي سَجْدَتِي السُّهُو قَبْلَ السَّلَامِ

(سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا)

حدیث: حضرت عبد اللہ بن یحییٰ بن محمد بن الاسدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں کھڑے ہوئے حالانکہ ان پر بیٹھنا لازم تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو سجدہ سہو کیا (یوں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے ہر سجدہ پر تکبیر فرماتے اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا یہ سجدہ اس جلوس کے بدلہ میں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھول گئے تھے۔ اور اس باب میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔ حدیث: محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور سائب القاری رضی اللہ عنہما سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا کرتے تھے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن یحییٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کہ آپ کی رائے سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے کی ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دیگر احادیث کی ناسخ ہے اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل مبارک بھی اٹھا تھا۔ اور امام احمد اور اسحاق فرماتے ہیں: جب کوئی شخص دو رکعتوں پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے تو بے شک

391- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ يَحْيَى بْنِ حَلِيفَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ ، قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ، وَسَجَدَ بَيْنَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، وَأَبُو دَاوُدَ ، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشَّامٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، وَالسَّائِبَ الْقَارِيَّ ، كَانَا يَسْجُدَانِ سَجْدَتِي السُّهُو قَبْلَ التَّسْلِيمِ ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ يَحْيَى حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ يَحْيَى حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ يَرَى سَجْدَتِي السُّهُو كُلَّهُ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ، وَيَقُولُ هَذَا النَّاسِخُ

حضرت ابنِ تحسینہ کی حدیث کی بنا پر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔ اور عبد اللہ بن تحسینہ وہ عبد اللہ بن مالک بن تحسینہ ہیں، مالک ان کے والد اور تحسینہ مالک کی والدہ ہیں۔ اس طرح اہل بن منصور نے علی بن مدینی کے حوالہ سے مجھے خبر دی۔ اور اہل علم نے سجدہ سہو کے حوالے سے اختلاف کیا ہے کہ آدمی انہیں سلام سے پہلے کرے یا بعد میں۔ تو بعض نے کہا سلام کے بعد سجدہ کرے اور یہ امام سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ اور بعض نے کہا: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اکثر فقہائے مدینہ کا قول ہے جیسا کہ حکیمی بن سعید اور ربیعہ وغیرہما۔ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور بعض نے کہا: جب نماز میں کوئی زیادتی کرے تو پھر بعد سلام کرے اور نماز میں کوئی کمی کرے تو سلام سے پہلے کرے۔ اور یہ مالک بن انس کا قول ہے اور امام احمد فرماتے ہیں: سجدہ سہو کے بارے میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس کو اسی جہت پر استعمال کیا جائے، ان کی رائے یہ ہے کہ ابنِ تحسینہ کی حدیث کی بنا پر جب نمازی دو رکعتیں پڑھ کر (بغیر بیٹھے) کھڑا ہو جائے تو وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے اور جب ظہر میں پانچویں پر کھڑا ہو جائے تو وہ سلام کے بعد سجدہ کرے اور جب ظہر اور عصر میں دوسری رکعت پر سلام پھیر دے تو وہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے، اور ہر روایت کو اس کی جہت پر استعمال کیا جائے گا اور ہر وہ سہو جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی

یغیرہ من الأحادیث، وَبِذَلِكَ أَيْزُفَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى هَذَا " وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ سَجْدَتِي السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ، عَلَى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ مَالِكِ أَبُوهُ، وَبُحَيْنَةَ أُمُّهُ، " هَكَذَا أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ، " وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ مَتَى يَسْجُدُ بِهَا الرَّجُلُ قَبْلَ السَّلَامِ أَوْ بَعْدَهُ؟ فَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَسْجُدُ بِهَا بَعْدَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَسْجُدُ بِهَا قَبْلَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، مِثْلُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَرَبِيعَةَ، وَغَيْرِهِمَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ "، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَتْ زِيَاةً فِي الصَّلَاةِ فَبَعْدَ السَّلَامِ، وَإِذَا كَانَ نَقْصَانًا فَقَبْلَ السَّلَامِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَقَالَ أَحْمَدُ: مَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ فَيُسْتَعْمَلُ كُلُّ عَلَى جِهَتِهِ، يَرَى إِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ بِهَا قَبْلَ السَّلَامِ، وَإِذَا صَلَّى الظُّهْرَ

روایت موجود نہیں ہے تو اس میں سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا۔ اور ان تمام مسائل میں امام اسحاق بھی امام احمد کی طرح ہی فرماتے ہیں ہاں مگر یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ سہو جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت مروی نہیں تو اگر اس میں نماز میں کوئی زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر کوئی کمی کرے تو سلام سے پہلے سجدہ کرے۔

خَمْسًا فَإِنَّهُ يَسْجُدُ هُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَإِذَا سَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ هُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَكُلُّ يَسْتَعْمَلُ عَلَى جِهَتَيْهِ، وَكُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَإِنَّ سَجْدَتِي السَّهْوِ فِيهِ قَبْلَ السَّلَامِ، "وَقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هَذَا كَلْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: كُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَإِنْ كَانَتْ زِيَادَةٌ فِي الصَّلَاةِ يَسْجُدُ هُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَإِنْ كَانَ تَقْصَانًا يَسْجُدُ هُمَا قَبْلَ السَّلَامِ"

تخریج حدیث 391: (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب اذا صلی خمساً حدیث 1226، ج 2، ص 68، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد واماکن، باب السجود، حدیث 572، ج 1، ص 401، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا صلی خمساً حدیث 1019، ج 1، ص 288، سنن احمد، بیروت، سنن نسائی، کتاب السہو، باب ما یفعل من صلی خمساً حدیث 1254، ج 3، ص 31، کتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اللہ، الصلوٰۃ، باب فیما، باب من صلی خمساً حدیث 1205، ج 1، ص 380، دار احیاء کتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 284

مَا جَاءَ فِي سَجْدَتِي السُّهُوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ

(سلام اور کلام کے بعد سجدہ سہو کرنا)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: کیا نماز میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے یا بھول ہو گئی ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے فرمائے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث

حسن صحیح ہے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرنے کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔"

اور اس باب میں حضرت معاویہ، عبد اللہ بن جعفر

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔ اور تحقیق ایوب اور متعدد راویوں نے امام ابن سیرین

سے اس حدیث کو روایت کیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن

392- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ :

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدُ فِي الصَّلَاةِ أَمْ نَسِيتَ؟ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

393- حَدَّثَنَا يَهْيَاؤُ، وَمَحْمُودُ بْنُ غِيْلَانَ،

قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيْ السُّهُوِ بَعْدَ الْكَلَامِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ

394- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

هَشِيمٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ هُمَا بَعْدَ السَّلَامِ قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ

مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم سے
ہاں اسی پر عمل ہے، وہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص ظہر کی پانچ
رکعتیں ادا کر لے تو اس کی نماز جائز ہے اور وہ عجزہ ہو کر لے
اگرچہ چوتھی پر نہ بیٹھا ہو اور یہی امام شافعی، امام احمد اور امام
اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں: جب اس نے
ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھ لیں اور چوتھی پر تشهد کی مقدار
نہ بیٹھا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور یہی سفیان ثوری اور بعض
اہل کوفہ کا قول ہے۔

أَيُّوبُ، وَعَئِيزُ وَاحِدٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ أَبُو
عَيْسَى: وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ
الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ الظُّهْرَ خَمْسًا
فَصَلَاتُهُ جَائِزَةٌ، وَسَجَدَ سَجْدَتِي السُّهُوِّ، وَإِنْ
لَمْ يَجْلِسْ فِي الرَّابِعَةِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ،
وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا صَلَّى
الظُّهْرَ خَمْسًا وَلَمْ يَقْعُدْ فِي الرَّابِعَةِ بِقَدَارِ
التَّشْهِدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ
الثَّوْرِيِّ، وَبَعْضِ أَهْلِ الكُوفَةِ

تخریج حدیث 392: (صحیح البخاری، کتاب الحجۃ، باب اذا صلی نماز حدیث 1226، ج 2، ص 68، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوات، باب اذا صلی نماز حدیث 1019، ج 1، ص 268، تصحیح ابن حجر، بیروت، سنن نسائی، کتاب الصوم، باب ما یفعل من صلی نماز حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الحجۃ والصلوات، باب فیما یاب من صلی نماز حدیث 1205، ج 1، ص 380، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 393: (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوات، باب اذا صلی نماز حدیث 1019، ج 1، ص 268، تصحیح ابن حجر، بیروت، سنن نسائی، کتاب الصوم، باب ما یفعل من صلی نماز حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الحجۃ والصلوات، باب فیما یاب من صلی نماز حدیث 1205، ج 1، ص 380، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 394: (صحیح البخاری، کتاب الحجۃ، باب اذا صلی نماز حدیث 1226، ج 2، ص 68، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوات، باب اذا صلی نماز حدیث 1019، ج 1، ص 268، تصحیح ابن حجر، بیروت، سنن نسائی، کتاب الصوم، باب ما یفعل من صلی نماز حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الحجۃ والصلوات، باب فیما یاب من صلی نماز حدیث 1205، ج 1، ص 380، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

باب نمبر 283 اور باب نمبر 284 میں موجود احادیث مبارکہ میں درج ذیل مسائل موجود ہیں:

(1) سجدہ سہو کا عمل کیا ہے، سلام کے بعد یا سلام سے پہلے، اس پر مذاہب ائمہ کی روشنی میں تفصیلی کلام آ رہا ہے۔

(2) چار کے بجائے پانچ رکعتیں پڑھ لیں (جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے) تو کیا

حکم ہے، اس بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ پانچویں کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک چھٹی کا سجدہ نہ کیا ہو وہاں آ جائے

اور سجدہ سہو کر لے اس کی نماز ہو جائے گی، اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو اب دو صورتیں ہیں اگر چوتھی پر بقدر تشہد قعدہ کیا تھا تو

اس صورت میں ایک رکعت اور ملا لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے تو چار فرض ہو جائیں گے اور دو نفل، یہ ایک رکعت اور ملانا

مستحب اور بہتر ہے، اگر اس کے خلاف کیا تب بھی نماز ہو جائے گی (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا عمل یہی

ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوتھی پر قعدہ فرمایا تھا اور پانچویں رکعت مکمل کر لی پھر معلوم ہونے پر سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لی

(اور اگر چوتھی پر قعدہ نہ کیا تھا اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض باطل ہو گئے، اور تمام نماز نفل ہو گئی، ایک رکعت اور ملا کر سلام پھیر

دے اور فرض دوبارہ پڑھے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ

چوتھی پر قعدہ نہ کیا ہو، ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہے۔

علامہ محمود بدر الدین یعنی حنفی مذکورہ بالا مسئلہ میں مذاہب اربعہ نقل کرنے کے بعد ائمہ ثلاثہ کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی پر نہیں بیٹھے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی پر بیٹھے

تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک کو صواب پر محمول کرنا یہ غیر صواب پر محمول کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہی آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے حال کے لائق ہے، اس بنا پر جو دوسری روایت میں مروی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں ادا

فرمائیں۔“ اور ظہر اس کے تمام ارکان کا نام ہے۔ اور ان کا قول کہ ”بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں رکعت سے

رجوع نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ چھٹی کو ملایا۔“ یہ ہمیں ضرر نہیں دیتا کیونکہ ہم بطریق وجوب چھٹی رکعت کے ساتھ ملانے کو لازم

قرار نہیں دیتے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اور اگر وہ نہ ملائے تو اس پر کچھ نہیں کیونکہ وہ ظن پر مشتمل ہے۔ اور صاحب

البدائع کہتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ اس میں ایک رکعت اور ملائی جائے تاکہ وہ دو رکعات نفل ہو جائیں..... ہمارے اصحاب کہتے

ہیں: اس میں ایک رکعت اور ملنا مستحب ہے تاکہ وہ ایک شفعہ ہو جائے کیونکہ ایک رکعت نفل پڑھنے کے بارے میں نبی دارین ہے اور وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے، ارشاد فرمایا: ((والله ما أجزت رخصة)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قسم میں ایک رکعت کو جائز قرار نہیں دیتا۔
(شرح الیوم للعلی، باب اولیٰ منہ، ص 48، ص 320، مکتبہ المدینہ)

(3) کلام کے بعد سجدہ سہو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کلام کے بعد سجدہ سہو نہیں ہو سکتا، یہ جو حدیث پاک میں مذکور ہے وہ نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کی بات ہے، بعد میں نماز میں کلام کو منسوخ کر دیا گیا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ((عن زید بن أرقم قال: كنا نتكلم في الصلاة يكلم الرجل صاحبه وهو إلى جنبه في الصلاة حتى نزلت ﴿وقوموا لله قانتين﴾ (البقرہ: 238) فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام)) ترجمہ: حضرت زید بن أرقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی نماز میں اپنے ساتھی سے گفتگو کرتا تھا اور وہ اس کے پہلو میں ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وقوموا لله قانتين﴾ ترجمہ: اور کھڑے ہو اللہ عزوجل کے حضور ادب سے۔ (پارہ 2، سورہ البقرہ، آیت 238) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہمیں گفتگو سے منع کر دیا گیا۔
(صحیح مسلم، باب تحريم الكلام في الصلاة، ج 1، ص 383، دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب وہ بھول کر دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور اپنی جگہ پر ہو، اس نے اپنے چہرہ کو قبلہ سے نہ پھیرا ہو اور نہ کلام کیا ہو تو جو اس پر لازم تھا اس کی قضا کی جانب عود کر لے اور اگر کوئی شخص اس کی اقتدا کر لے تو اس کی اقتدا صحیح ہے۔ بہر حال جب وہ اپنے چہرے کو قبلہ سے پھیرے تو اگر وہ مسجد میں ہو اور کلام نہ کرے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسجد تمام کی تمام ایک مکان کے حکم میں ہے کیونکہ وہ تمام نماز کی جگہ ہے اور اگر وہ مسجد سے نکل گیا تھا پھر اسے یاد آیا تو نہ لوٹے اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی..... اور علمائے حدیث کا یہ جواب دیا کہ حدیث منسوخ ہے اور یہ اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس عمل کا خلاف کیا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ذال الیومین" والے دن کیا تھا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں موجود تھے جو "ذی الیومین" والے دن حاضر ہوئے تھے پس اگر آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس عمل کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا خلاف عمل نہ کرتے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں کیا اور کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے انکار نہ کیا تو یہ ان کی جانب سے اجماع ہو گیا۔ امام طحاوی نے اسے ابن مرزوق سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے ابو عامر نے بیان کیا وہ عثمان بن اسود سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: میں نے حضرت عطا کو فرماتے ہوئے سنا: ((صلی عمر بن الخطاب بأصحابه فسلم في ركعتين ثم انصرف فقبل له في ذلك فقال: إنني جهزت عمرا من العراق بأعمالها وأتيناها حتى

لذات المدینة قال: فصلی بہم أربع رکعات)) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی پس آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا پھر آپ پھر گئے تو ان سے اس بارے میں عرض کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "میں نے عراق سے کچھ گدھے ان کے پالان اور ساز و سامان کے ساتھ منگوائے، یہاں تک کہ مدینہ آ گیا۔ حضرت عطا کہتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چار رکعات پڑھائیں۔)"

(عمدة القاری شرح معجم البخاری، باب تحنیک الاسنان فی المسحاة، ج 4، ص 287، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سہو کے سجدوں کے محل کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام کے تمام سجدوں امام احمد رحمہ اللہ کے ہاں سلام سے پہلے ہیں مگر دو جگہوں میں کہ جن میں سلام کے بعد سجدہ کرنے کے حوالے سے نص وارد ہوئی ہے اور وہ دونوں جگہیں یہ ہیں کہ جب نمازی نماز میں کسی نقص کی بنا پر سلام پھیرے یا امام تحریر کرے پس وہ اپنے ظن غالب پر بنا کرے اور جو ان دونوں کے علاوہ مقامات ہیں تو ان میں سلام سے پہلے سجدہ کرے۔ ائرم کی روایت میں اس پر نص موجود ہے، فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی سجدہ منقول ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ کیا ہے، (اس میں نمازی سلام کے بعد سجدہ سہو کرے گا) اور اس کے علاوہ تمام سجدوں میں سلام سے قبل سجدہ کرے گا یہی بات معنی کے اعتبار سے اصح ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ یہ نماز کے معاملہ سے ہے تو وہ اسے سلام سے پہلے ادا کرے۔"

پھر فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مواضع میں سلام کے بعد سجدہ فرمایا اور ان کے علاوہ میں سلام سے پہلے۔ میں کہتا ہوں: ان تین مواضع کی وضاحت کیجیے کہ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا، یہ معاملہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات پر سلام پھیرا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور موضع تحریر کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔ قاضی کہتے ہیں: ان جگہوں کے حوالے سے امام احمد رحمہ اللہ کے قول میں اختلاف نہیں ہے کہ نمازی ان دونوں میں سلام کے بعد سجدہ کرے۔ اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ جس نے بھول

کر پانچ رکعات پڑھ لیں کیا وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے یا بعد میں؟ اس میں دو روایتیں ہیں اور ان جگہوں کے علاوہ وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے یہ ایک ہی روایت ہے۔"

(المغنی لابن قدام، مجموعہ مسائل السلام، ج 2، ص 18، مکتبہ المدینہ)

شواہخ کا موقف:

علامہ عینی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اور محل سجدہ کے حوالے سے تین اقوال ہیں: ان میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سلام سے پہلے ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بھول کر نماز میں کوئی زیادتی کرے تو وہ سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر بھول کر کوئی کمی کر دی تو سلام سے پہلے سجدہ کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسے اختیار ہے چاہے تو سلام سے پہلے سجدہ کرے اور اگر چاہے تو سلام کے بعد سجدہ کرے۔ اور اولیٰ قول جدید ہے اور آخری دو قدیم قول ہیں۔ پھر صحیح مذہب پر یہ اختلاف کفایت کرنے کے حوالے سے ہے اور ایک قول ہے کہ نفل ہونے کے حوالے سے ہے۔"

(روضة الطالبین، فصل فی کیفیۃ سجودہما، ج 1، ص 316، 315، مکتبہ الاسلامیہ، بیروت)

شواہخ کے اظہر قول کی دلیل حدیث ابن تحسین ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی للشمس ازی، باب سجودہما، ج 1، ص 173، دار المکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی باب نمبر 283 کی درج ذیل حدیث پاک ان کی دلیل ہے:

((عن عبد الله ابن بحينة الأسدی حلیف بنی عبد المطلب أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فی صلاة

الظهر وعلیہ جلوسہ فلما أتم صلاتہ سجد سجدتین، یکبر فی کل سجدة وهو جالس، قبل أن یسلم، وسجدہما

الناس معہ مظان ما نسی من الجلوس)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بحینہ الاسدی (بنی عبد المطلب کے حلیف) رضی اللہ

سے روایت ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی نماز میں کھڑے ہوئے حالانکہ ان پر بیٹھنا لازم تھا جس جب آپ صلا

علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو سجدہ سہو کیا (یوں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے ہر سجدہ پر کمر

فرماتے اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا یہ سجدہ اس جلوس کے بدلہ میں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھول

گئے تھے۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی سجود فی السجود، ج 2، ص 238، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"ہر نقصان کے لئے وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور جب سہو کوئی زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور جس

نے سہو زیادتی اور نقصان دونوں کو جمع کیا تو وہ دونوں کے لئے سلام سے قبل سجدہ کرے۔“

(الکافی فی الرجال ص ۱۰۲ باب اسما فی الصلاة ص ۱۰۱ ج ۱ ص ۲۲۹ مکتبۃ المدینہ طبع ۱۳۸۷ھ)

احناف کا موقف اور اس پر دلائل:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

ہمارے ہاں سجدہ سہو کا مستون محل بعد سلام ہے خواہ سہو نماز میں زیادتی کو داخل کرنے کے سبب ہو یا کمی کرنے کے سبب ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں دونوں صورتوں میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی نقصان کی بنا پر سجدہ کرے تو اس کا محل سلام سے پہلے ہے اور اگر کسی زیادتی کی بنا پر سجدہ کرے تو سلام کے بعد کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت عبداللہ بن محسینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا اور جو مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا تو وہ تشہد پر محمول ہے جیسا کہ آپ حضرات نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں سلام کو تشہد پر محمول کیا کہ ((وفی کل رکعتین فلسلم) لا یردو رکعت پر سلام پھیر یعنی تشہد پر سہو) اور جس حدیث کو ہم نے روایت کیا تو اس کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ دو وجہوں سے اس کی تائید ہوتی ہے: ان میں ایک یہ ہے کہ سجدہ سہو اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے ادا کیا جاتا ہے جو نماز میں ہوتا ہے اور جابر (نقصان پورا کرنے والی شے یعنی سجدہ سہو) کی تحصیل موضع نقص میں واجب ہوتی ہے نہ کہ اس کے غیر میں اور سلام کے بعد سجدہ سہو کو ادا کرنا یہ محل نقصان کے علاوہ میں جابر کی تحصیل ہے اور سلام سے قبل اسے ادا کرنا یہ محل نقصان میں جابر کی تحصیل ہے لہذا یہ اولیٰ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نقصان کی تلافی یہ اصل کے قیام کے ہوتے ہوئے ہی متحقق ہوتی ہے اور سلام جو نماز کی تحریر کو قطع کرنے والا ہے اس سے اصل فوت ہو جاتی ہے لہذا اس کے بعد سجدہ کے ذریعے سے نقصان کو پورا کرنا متصور نہیں ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دو رکعات ادا فرمائیں تو سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا اور یہ سہو نقصان کے حوالے سے تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پانچ رکعات ادا فرمائیں تو سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔ اور یہ سہو زیادتی کے حوالے سے تھا اور بے شک سہو جب نقصان کے حوالے سے ہو تو جابر کو محل نقصان میں ادا کرنے کی حاجت ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں بہر حال نقصان جب زیادتی کے حوالے سے ہو تو سلام سے قبل سجدہ ادا کرنا یہ نماز میں دوسری زیادتی کو لازم کرتا ہے اور یہ کسی شے کے رفع کرنے کو لازم نہیں ہے پس اسے سلام کے بعد تک

مؤخر کیا جائے گا۔

احناف کے دلائل:

اور ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَسَجْدٌ مَسْهُودٌ مَسْجِدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ)) ترجمہ: "یعنی ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں"۔ اسے بغیر زیادتی و نقصان میں فرق بیان کیے فرمایا۔

(2) حضرت عمران بن حصین اور مغیرہ بن شعبہ اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ((ان النہی صلی اللہ علیہ وسلم سجد للسهو بعد السلام)) ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سہو کے لئے سجدہ فرمایا۔

(3) اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود، سیدتنا عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(4) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَتَحَرَّ ذَلِكَ إِلَى الصَّوَابِ وَلِهَذَا سَجَدَ مَسْجِدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ)) ترجمہ: جسے اپنی نماز میں شک ہو پس اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھیں یا چار، پس وہ اس کی تخری کرے جو درستگی کے زیادہ قریب ہو اور اس پر بنا کرے اور سلام کے بعد دو سجدے کرے۔

(5) اور اس وجہ سے کہ سجدہ سہو کو محفل نقصان سے بالا جماع مؤخر کیا جائے گا اور یہ ایک معنی کی وجہ سے ہے اور وہ معنی اس کے سلام سے مؤخر ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ (اگر سجدہ سہو سلام سے پہلے ہو یعنی نماز کے اندر تو) وہ سجدہ سہو ادا کرے پھر دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ سہو ہو جائے تو اسے ہر ایک میں سجدہ سہو کی ادائیگی کی جانب محتاجی ہوگی اور ایک نماز میں سجدہ سہو کا تکرار غیر مشروع ہے لہذا تکرار سے بچنے کے لئے اسے سلام تک مؤخر کیا گیا ہے لہذا اسے سلام سے پہلے کرنا چاہیے حتیٰ اگر وہ سجدہ سہو میں بھول گیا تو اسے دوسرا سجدہ لازم نہیں ہوگا۔ پس سلام سے پہلے ہونا سجدہ سہو کے تکرار کی جانب لے جائے گا۔

(6) اور اس وجہ سے بھی کہ نماز میں کسی زیادتی کا داخل کرنا یہ بھی اس میں نقصان کا موجب ہے پس اگر وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرتا ہے تو اس بات کی جانب مؤدی ہے کہ نقصان کو پورا کرنے والی شے زیادتی نقص کی موجب بن جائے اور یہ بات درست نہیں ہے۔

شواہخ اور مالکیہ کے پیش کردہ دلائل کے جوابات:

مخالفین کے استدلالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

- (1) لعل روایات متعارض ہیں پس ہمارے لئے بغیر تعارض کے قولی روایت باقی رہ گئی۔
 - (2) یا جسے ہم نے ذکر کیا اسے ترجیح دی جائے گی کیونکہ ہم نے جو وجہ ذکر کی ہے وہ اس کی مؤید ہے۔
 - (3) یا موافقت پیدا کی جائے گی پس جو ہم نے روایت کیا اسے محمول کیا جائے گا اس بات پر کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام اول کے بعد سجدہ فرمایا اور اس کے علاوہ کوئی اور محمول نہیں ہے پس یہی محکم ہے اور جو انہوں نے روایت کی وہ محتمل ہے کہ اس میں اس بات کا احتمال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام اول سے قبل سجدہ فرمایا ہو اور اس بات کا بھی کہ سلام ثانی سے قبل سجدہ فرمایا ہو پس یہ متشابہ ہوا تو اسے محکم کی موافقت کی جانب پھیرا جائے گا اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام اخیر سے پہلے سجدہ فرمایا ہو نہ کہ سلام اول سے قبل محتمل کو محکم کی جانب پھیرنے کے لئے۔
 - (4) اور جو امام مالک رحمہ اللہ نے زیادت و نقصان میں فرق کے حوالے سے ذکر فرمایا وہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ برابر ہے خواہ نماز میں نقص ہو یا زیادتی یہ تمام کا تمام نقصان ہی ہے۔
 - (5) اور اس بنا پر کہ اگر وہ دو مرتبہ بھولتا ہے ایک مرتبہ زیادتی کے ذریعے اور دوسری مرتبہ نقصان کے ذریعے تو وہ کیا کرے گا اور سجدہ ہوگا نکرار غیر مشروع ہے۔ مروی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیفہ کے سامنے امام مالک رحمہ اللہ کو اس فرق کے حوالے سے الزام لگاتے ہوئے فرمایا کہ آپ اس بارے میں بتائیں کہ اگر کوئی نماز میں (سہواً) زیادتی اور نقص دونوں کرے تو وہ کیا کرے گا؟ تو امام مالک رحمہ اللہ متعجب ہو گئے۔
 - (6) اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک دلیل کہ "جابر محل جبر (محل نقصان) میں حاصل ہوگا" کا جواب ہو گیا اس وجہ کی بنا پر جو گزری کہ اسے محل جبر میں بالا جماع نہیں بجلائے گا بلکہ اس سے مؤخر کیا جائے گا اس وجہ سے جو اسے سلام سے مؤخر کرنے کی مقتضی ہے۔
 - (7) بہر حال ان کا یہ قول کہ بے شک جبر اصل نماز کی حالت میں ہی متحقق ہوگا تو ہاں ایسا ہی ہے لیکن آپ حضرات نے یہ کیونکر کہا کہ جس پر سہو ہوا اس کا سلام نماز کی تحریر کا قاطع ہے؟ اور تحقیق ہمارے مشائخ کا اس بارے میں اختلاف ہے پس امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے ہاں یہ اصلاً تحریر کا قاطع نہیں ہے پس جبر کے معنی متحقق ہوں گے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے ہاں سہو کی جانب لوٹنے کی صورت میں یہ تحریر کا قاطع نہیں ہے یا اسے قطع کرنے کا پھر سجدہ کی جانب مود کرنے سے تحریر مود کر آئے گی پس پھر بھی جبر کے معنی متحقق ہوں گے۔ (بدائع الصنائع، فصل ماں مل امہ ولسو، ج 1، ص 172، 173، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
- علامہ کمال الدین ابن ہمام (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

(مصنف کا قول کہ مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے قبل سجدہ سہو فرمایا) کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ((عن عبد الله بن يحيى عن أبي العباس صلي الله عليه وسلم صلي الظهر فقام في الركعتين الأوليين ولم يجلس فقام الناس معه حتى إذا قضى الصلاة وانعظرت الناس تسليماً عليه هبوا وجلسوا فسجدوا سجدةً قبل أن يسلموا)) (حضرت عبد اللہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی تو پہلی دو رکعتوں کو شروع فرمایا اور ان میں نہ بیٹھے تو لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی اور لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہوئے پھیر فرمائی پس سلام سے قبل دو سجدے فرمائے۔) اور اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلام کے بعد سجدہ سہو فرمانا بھی کتب ستہ میں مروی ہے، حضرت ذوالعیدین کی حدیث میں ہے: ((أنا صلي اثنتين آخرتين ثم سلم ثم سجد ثم سجد)) (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی، پھر سجدہ فرمایا۔) اور مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی تو تین رکعات پر سلام پھیر دیا، یہ حال کہ کہ راوی نے کہا: ((فصلی ركعة ثم سلم ثم سجد سجدةً ثم سلم)) (پس آپ نے ایک رکعت ادا فرمائی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے ادا فرمائے، پھر سلام پھیرا۔)

بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان: ((لكل سهو سجدةً بعد السلام)) (ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں) (پس اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسامیل بن عیاش کے واسطے سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لكل سهو سجدةً بعد السلام)) (ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں) امام بخاری نے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اسامیل بن عیاش منفرد ہیں اور وہ قوی نہیں ہیں۔ ہم اس بات کو مطلقاً منع کرتے ہیں بلکہ عیاش کے بارے میں حق یہی ہے کہ مطلقاً ان کی توثیق کی جائے جیسا کہ رجال کے حوالے سے گفتگو کرنے میں سب سے زیادہ شدید امام بخاری بن معین سے مروی ہے۔ عباس، امام بخاری بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں اور ابواصلح فرازی سے روایت ان کی تو ہیں قبول نہیں کی جائے گی اور تھے ابوزرعہ کا یہ قول ہی کافی ہے کہ انہوں نے فرمایا: شام میں اوزاعی اور سعید بن عبد الرحمن کے بعد اسامیل بن عیاش سے زیادہ بڑا حافظ نہیں ہے۔ اور امام ابن معین سے جو نقل کیا گیا اس کی عایت یہ ہے کہ شامیوں سے اور مدنیوں کے ایک گروہ سے ان کی حدیث صحیح ہے اور ابن حبان اور کثیر لوگوں کی رائے اسی تفصیل پر مستقر ہے۔

اور اس حدیث میں ان کی روایت شامیوں سے ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو عبید اللہ بن عبید الکلائی سے روایت کیا اور وہ شامی، دمشق، ثقہ ہیں۔ اور امام ابن معین کہتے ہیں: اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ زہیر بن سالم العنسی سے مروی ہے اور وہ

ابو جارق شامی ہیں، اس بات کو ابن حبان نے ”ثقات“ میں عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر المحضری البوسیدی کے حوالے سے ذکر کیا اور انہیں ابو حیرا غمسی کہا جاتا ہے، امام ابو ذر عد اور امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور اس بات کو امام ابن حبان نے ”ثقات“ میں ذکر کیا، اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، اور بعض لوگ ان کی حدیث کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور بے شک اس بات کی جانب التفات نہیں کیا گیا پس تحقیق امام بخاری نے ”الادب“ میں ان سے روایت کی اور وہ حضرت ثوبان سے روایت کرتے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں ”باب التوجه نحو القبلة“ میں ہے جہاں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ انہوں نے زائد کیا یا کمی کی، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز میں کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا معاملہ ہوا؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں نماز ادا فرمائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ٹانگوں کو لپیٹا اور قبلہ کی جانب متوجہ ہوئے اور دو سجدے کئے اور سلام پھیرا پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ((فَلَمَّا نَسِيتُ فَنَذَرْتَنِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيَتَمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَسْلَمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ)) (پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرادیا کرو اور جب تم میں کوئی شخص نماز میں بھول جائے تو درنگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے) تو یہ اس شخص کے لئے سلام کے بعد تحری یا شک کے سہو کی بنا پر عام قوی تشریح ہے اور اس کے اور زیادتی اور نقص کے تحقق کے درمیان فرق کا کوئی قائل نہیں ہے پس اس کی حجیت کے حق میں حدیث کا معاملہ تام ہو گیا۔

(بخاری، باب سجود، ج 1، ص 498، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

باب نمبر 285

مَا جَاءَ فِي التَّشَهُدِ فِي سَجْدَتِي السُّهُوِ

(سجدہ سہو میں تشہد پڑھنا)

حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے ادا فرمائے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیر دیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن

غریب ہے، اور ابن سیرین نے ابو قلابہ کے چچا ابو الہلب سے اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا، اور محمد نے اس حدیث کو ابو الہلب سے بواسطہ خالد الخذاء اور ابو قلابہ روایت کیا، اور ابو الہلب کا نام عبدالرحمن بن عمرو ہے اور انہیں معاویہ بن عمرو بھی کہا جاتا ہے۔ اور عبدالوہاب الثقفی اور شمیم اور بہت سے راویوں نے اس حدیث کو بواسطہ خالد الخذاء اور ابو قلابہ اپنی طوالت کے ساتھ روایت کیا اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی تین رکعات پر سلام پھیر دیا تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جسے ”خزباق“ کہا جاتا تھا۔ اور اہل علم نے سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کے حوالے سے اختلاف کیا تو بعض نے کہا: ان میں تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اور بعض نے کہا: ان میں تشہد اور سلام نہیں ہے

395- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ خَالِدِ الْخَدَّاءِ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَرَوَى ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، وَهُوَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَرَوَى مُحَمَّدٌ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ خَالِدِ الْخَدَّاءِ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، أَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ أَيْضًا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّهْبَابِ الثَّقَفِيُّ، وَهَشِيمٌ، وَغَيْرٌ وَاحِدٌ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدِ الْخَدَّاءِ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ بِطَوِيلٍ وَهُوَ حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ، فَقَامَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: الْخَزْبَاقُ "وَ اِخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّشَهُدِ فِي سَجْدَتِي السُّهُوِ، فَقَالَ

بَعْضُهُمْ: يَتَشَهَّدُ فِيهِمَا وَيُسَلِّمُ " وَقَالَ
بَعْضُهُمْ: لَيْسَ فِيهِمَا تَشَهُدٌ وَتَسْلِيمٌ وَإِذَا
سَجَدْتُمَا قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ يَتَشَهَّدْ وَهُوَ قَوْلُ
أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ قَالَا: إِذَا سَجَدَ سَجَدَتِي
السُّهُو قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ يَتَشَهَّدْ "

ترجمہ: 395: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب بعدل السو، حدیث 1039، ج 1، ص 273، کتاب اصحاب بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر الخوف علی بنی

عمر، حدیث 1236، ج 3، ص 26، کتاب الطہرات، کتاب الصلوٰۃ، حدیث 1236، ج 3، ص 26، کتاب الطہرات، کتاب الصلوٰۃ، حدیث 1236، ج 3، ص 26)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ سجدہ سہو کے دو سجدوں کے بعد تشہد اور سلام پھیرنا ہے اور اس حدیث پاک کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے تو بعض نے کہا: ان دونوں کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اور بعض نے کہا: اور اس میں تشہد اور سلام پھیرنا نہیں ہے، جب وہ ان دونوں سجدوں کو سلام سے پہلے ادا کرے تو تشہد نہ پڑھے اور یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے کہ ان دونوں نے فرمایا: جب سجدہ سہو سلام سے پہلے ادا کرے تو تشہد نہ پڑھے۔ اور ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں، ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں ابن جریر نے عطاء کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: "سجدہ سہو میں تشہد اور سلام نہیں ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد ہے اور اسی طرح انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے تشہد اور ہلام روایت کیا۔ اور اسی طرح حکم اور حماد سے بھی روایت کیا ہے کہ سجدہ سہو میں تشہد اور سلام ہے۔"

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب سجدتی السوئہ بما تشہد الخ، ج 4، ص 346، مکتبہ المدینہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے)) یعنی سلام پھیرنے کے بعد جیسا کہ آگے آنے والی حدیث اس کی شاہد ہے (پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیرا)) اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کیا اور انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ علامہ ابن حجر شافعی کہتے ہیں: تشہد کی زیادتی میں اس حدیث کے رواۃ متفرد ہیں، مزید یہ کہ اس روایت کے راوی بقیہ رواۃ کے مخالف ہیں اور براں یہ کہ جن راویوں نے تشہد کو روایت نہیں کیا وہ کثیر بھی ہیں، حفظ و اتقان والے بھی ہیں اور اس روایت کے راوی ان کے مرتب تک نہیں پہنچتے، اہ۔ میں (علامہ علی قاری حنفی) کہتا ہوں: مقررہ قواعد میں سے یہ بات بھی ہے کہ ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے اور اس کے علاوہ روایات میں تشہد کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ اور وہ جس میں اثبات ہوتا ہے وہ نافی پر مقدم ہوتا ہے، اور جس نے یاد رکھا وہ حجت ہے اس پر کہ جس نے یاد نہیں رکھا۔"

اور اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف غیر مضرب ہے کیونکہ اس کی مثل موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی

ہے اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ بے شک متاخرین شافعیہ کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ بات اخذ کی ہے کہ بے شک صبح یہ ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشهد پڑھنا مستحب ہے بلکہ اصحاب شافعی میں سے شیخ ابو حامد امام نے اس بات پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔ شوافع نے کہا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا اس حدیث کے غریب ہونے دعویٰ غیر مؤثر ہے کیونکہ اس کی غایت یہ ہے کہ یہ ضعیف کی طرح ہے اور یہ بالاتفاق فضائل اعمال میں قابل عمل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ حدیث کا غریب ہونا اس کی صحیح اور حسن ہونے کے منافی نہیں ہے اور اسی بنا پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن، غریب ہے پس اس پر ضعف کا اطلاق صحیح نہیں۔ اور تحقیق اس بات سے ابن حجر رحمہ اللہ غافل رہ گئے پس انہوں نے اپنے اصحاب کے کلام کو رد کیا کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کا عمل اس وقت ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کے معارض نہ ہو، اور اس بارے میں کوئی حدیث ضعیف بھی اس کے معارض نہیں ہے چہ جائیکہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اور اسی بنا پر شوافع کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ تشهد کا قول کرنا یہ قول قدیم پر مبنی ہے کہ سجود کا عمل سلام کے بعد ہے۔

(مرآۃ المفاتیح، باب السہو، ج 2، ص 806، دار الفکر، بیروت)

سجدہ سہو کے بعد تشهد پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزلیعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"ان افعال کے بیان میں جو سجدہ سہو کے بعد کئے جائیں گے تو کتاب میں فرمایا: تشهد اور سلام کے ساتھ یعنی ان دونوں کو سجود کے بعد ادا کیا جائے گا، اس حدیث کی بنا جو ابوداؤد نے روایت کی کہ ((انه عليه الصلاة والسلام سجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم)) یعنی بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشهد پڑھا پھر سلام پھیرا۔"

(تہذیب المفاتیح، باب سجود السہو، ج 1، ص 192، المطبعة الکبریٰ الامریہ، القاہرہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین عبداللہ ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"جو سلام سے پہلے سجدہ کرے تو تشهد سے فارغ ہونے کی بعد کرے، حضرت ابن محسین رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر: پس وہ سجود کے لئے اور اس سے اٹھنے کے بکسیر کہے اور دو سجدے کرے پھر ایک نماز کے دو سجدوں کے لئے ہوتا ہے اور ان کے بعد سلام پھیرے اور اگر سلام کے بعد سجدہ کرے تو سجدہ کرنے اور اس سے اٹھنے کے لئے بکسیر کہے، حضرت ذوالعیدین کی حدیث

کی بنا پر، اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ((ان السبسی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ وَسَلَّمَ)) (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام عظیم الرضوان کو نماز پڑھائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا) اور یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس وجہ سے کہ ان سجدوں کے لئے سلام پھیرا جاتا ہے پس اس کے ساتھ تشہد کا پڑھنا ہے جیسا کہ نماز کے سجدوں کا معاملہ ہے۔"

(الکافی فی فہم الامام احمد، باب الحمد والثناء، ج 1، ص 282، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شواہد کا موقف:

علامہ عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی شافعی (متوفی 502ھ) فرماتے ہیں:

"ہر وہ جگہ جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ سلام کی ادائیگی کے بعد سجدہ سہو کرے۔ تو وہ سجدہ کرے گا اور اس کے بعد تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے۔ اس بات کو مزنی نے لفظاً نقل کیا۔ اور "قدیم" میں اس پر نص فرمائی اور یہی مزنی کے بعض نسخوں میں اس کے بعد مذکور ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب سلام کے بعد سجدہ سہو ہو تو اس کے بعد تشہد پڑھا جائے اور اگر سلام سے پہلے ہو تو پہلا تشہد ہی کافی ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں ہم نے کہا کہ وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے تو اس میں نظر ہے پس اگر سلام سے قبل سجدہ کرے تو اس کے فوری بعد سلام پھیر دے اور تشہد نہ پڑھے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا کہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اس بات کو قاضی طبری نے حکایت کیا اور وہ ضعیف ہے اور اگر اس نے اسے سلام کے بعد بھول کر مؤخر کر دیا تو اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے تو صاحب "تلخیص" نے فرمایا کہ وہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اور بظاہر مزنی کا امام شافعی رحمہ اللہ کا نقل کردہ کلام سماع سے متعلق ہے۔"

اور "حاوی" میں فرمایا اور یہ امام شافعی اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی جماعت کا مذہب ہے کیونکہ سجدہ سہو کے حکم میں تشہد پڑھنا اور سلام پھیرنا بھی ہے پس جب وہ سلام کے بعد سجدہ کرے گا تو اسے اس کا وصل لازم ہوگا۔ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ((ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سجد سجدتين، ثم تشهد بعد ذلك وسلم)) (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر اس کے بعد تشہد پڑھا اور سلام پھیرا) اور ابو اسحق اور صاحب "الانصاح" کہتے ہیں: وہ دو سجدے کرے اور سلام پھیرے اور تشہد نہ پڑھے۔ اور یہی مذہب صحیح ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اگر سلام پھیرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی سجدہ سہو یا آجائے تو ان دونوں کا اعادہ کرے اور انہوں نے تشہد کو ذکر نہ کیا۔

(بزمہ ہدایہ، روایاتی، ج 2، ص 161، 162، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مالکہ کا موقف:

علامہ ابو محمد عبدالوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ) فرماتے ہیں:

"فصل (سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کے بارے میں ہے) تو جب نمازی سلام کے بعد سجدہ سہو کرے تو اس کے بعد تشهد پڑھے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا ہے اور اس بنا پر کہ سلام کا مقام تشهد کے بعد ہے کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک نماز سے نکلنے کا سلام تشهد کے بعد ہی ہوتا ہے یا یہ نہیں دیکھتے کہ جب وہ تشهد سے فارغ ہو پھر کھڑا ہو اور سلام بھول جائے پس اگر وہ جلد لوٹے تو وہ تشهد کا اعادہ کرے پھر سلام پھیرے اور اس کے سلام سے مؤخر ہونے کی بنا پر پہلا تشهد کفایت نہیں کرے گا۔"

فصل (کیا وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کے دونوں سجدے کرنے کی بنا پر تشهد پڑھے گا؟) بہر حال سلام سے قبل دو سجدے تو ان میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ ان کے بعد تشهد پڑھے اور دوسری یہ ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد تشهد نہ پڑھے تو ان کے اس قول کی وجہ کہ ان دونوں سجدوں کے بعد تشهد پڑھا جائے گا وہ حدیث ہے جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سہی فسجد سجدتین ثم تشهد وسلم)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشهد پڑھا اور سلام پھیر دیا) اور اس بنا پر کہ یہ سہو کا سجدہ ہے پس یہ سلام کے بعد سجدہ سہو کے مشابہ ہو گیا اور اس بنا پر کہ سلام اس بات کا تقاضا کرتا کہ وہ تشهد کے بعد ہو اس نماز کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جس میں کوئی سہو نہیں ہوتا اور اس تشهد کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جسے ادا کیا جاتا ہے اور اس کے درمیان سجدہ سہو حائل ہو جاتا ہے پس واجب ہے کہ اس کے غیر کو دوبارہ شروع کیا جائے تاکہ سلام اس کے بعد واقع ہو۔ اور اس قول کی وجہ کہ اس کے بعد تشهد نہیں پڑھا جائے گا یہ ہے کہ پہلا تشهد ہی اسے کفایت کرے گا کیونکہ اس کے اور سجدہ سہو کے درمیان سلام کے ذریعے سے قاصلہ نہیں کیا گیا اور اس بنا پر کہ ایک رکعت میں دو تشهد نہیں پڑھے جاتے۔"

(المعنی علی مذہب عالم المدینہ، اب اسہو فی الصلاة، ج 1، ص 235، 236، جامع الفری سنیۃ المکرمة)

باب نمبر 286

فِيمَنْ يَشْكُ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ

نماز میں زیادتی و کمی کے حوالے سے شک ہو جانا

حدیث: حضرت عیاض بن ہلال سے روایت ہے فرمایا میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ہم میں کوئی ایک نماز پڑھتا ہے پس وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی ایک نماز پڑھتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے پس اسے چاہیے کہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔

اور اس باب میں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور تحقیق یہ حدیث پاک حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو نماز میں ایک یا دو رکعتوں کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ اسے ایک ہی شمار کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔“ اور ہمارے اصحاب کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں: جب کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے نہ پہنچے چلے کہ اس نے کتنی پڑھی ہیں تو وہ دوبارہ پڑھ لے۔

396- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشَّامُ الدُّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ: أَحَدُنَا يُصَلِّي فَلَا يَدْرِي كَيْفَ صَلَّى؟ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ كَيْفَ صَلَّى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الْوَاحِدَةِ وَالثَّنَتَيْنِ فَلْيَجْعَلْهُمَا وَاحِدَةً، وَإِذَا شَكَّ فِي الْإِثْنَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ فَلْيَجْعَلْهُمَا اثْنَتَيْنِ، وَلْيَسْجُدْ فِي ذَلِكَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ وَالْعَمَلُ عَلَيَّ هَذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى فَلْيُجِدْ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس نماز میں آتا ہے تو اسے شک میں مبتلا کرتا ہے حتیٰ کہ اسے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، پس جب تم میں سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ ہو تو اسے چاہیے بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں سہو ہو تو اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک رکعت پڑھا کرے، پس اگر اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں یا تین تو وہ دو پڑھا کرے، اگر اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے تین پڑھی یا چار تو اسے چاہیے کہ وہ تین پڑھا کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق یہ حدیث حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔ اسے امام زہری نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابن عباس اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

397- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ سَهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَلْبِسُ عَلَيْهِ، حَتَّى لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدَكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

398- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ عَثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَسْكُورٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلَّى أَوْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَنْ عَلِيٍّ وَاحِدَةً، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلَّى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَنْ عَلِيٍّ ثِنْتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَنْ عَلِيٍّ ثَلَاثًا، وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَنُوفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تخریج حدیث 396: (سنن ابن ماجہ، کتاب القنۃ، الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب اسہو فی الصلوٰۃ، حدیث 1204، ج 1، ص 380، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)
 تخریج حدیث 397: (صحیح البخاری، کتاب الجہد، باب اسہو فی الفرض والطلوع، حدیث 1232، ج 2، ص 69، دار طوق النجاة، بیروت، کتاب الساجد وما خصها، باب اسہو فی
 الصلوٰۃ، حدیث 389، ج 1، ص 398، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یتیم علی اکبر ظن، حدیث 1030، ج 1، ص 279، بیروت
 اصحیہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب اسہو، باب القری، حدیث 1252، ج 3، ص 30، کتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القنۃ، الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب
 ما جاء فی سہر فی اسہو، حدیث 1216، ج 1، ص 384، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)
 تخریج حدیث 398:

شرح حدیث

شیطان کو ذلیل کرنے سے مراد:

مذکورہ حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ شک کی صورت میں اگر رکعت ملانے کی صورت میں چار مکمل ہوئیں تو سجدہ ہو کے دو سجدے شیطان کو ذلیل کرنے والے ہوں گے، اس کی شرح کرتے ہوئے محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

"(اور اگر چار رکعتیں ہو گئیں تو دو سجدے شیطان ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے) اسے غیظ دلانے کے لئے اور اسے ذلیل کرنے کے لئے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک شیطان اس پر اس کی نماز میں شبہ ڈالتا ہے اور وہ اس شبہ کا تدارک کرتا ہے پس شیطان ذلیل ہو جاتا ہے اور وہ رُسا اور اپنی مراد میں دھتکارا ہوا ہو جاتا ہے اور امین آدم کی نماز کامل ہو جاتی ہے اور اس نے اللہ عزوجل کے اس حکم کی پیروی کی جس میں ابلیس نے نافرمانی کی تھی یعنی سجدے سے رک جانا۔"

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب اتمام المسلم ما ذکرنا من الخ، ج 1، ص 356، مکتبۃ اشاعت المدینۃ المنورہ)

کم پر بنا کرنے کی احتیاف کے نزدیک شرائط:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"اور اسی طرح فقہا کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جسے اپنی نماز میں شک ہوا پس وہ نہ جانے کہ کیا اس نے ایک رکعت پڑھی یا دو یا وہ نہ جانے کہ دو رکعتیں پڑھی یا تین یا وہ نہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھیں یا چار؟ پس امام مالک اور شافعی جہا اللہ فرماتے ہیں: وہ یقین پر بنا کرے گا اور تحریر کرنا اسے کفایت نہیں کرے گا..... اور اس بارے میں ابن کی حجت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس باب میں مذکور ہے..... اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ اس کا پہلا شک ہو تو وہ دو بارہ نماز پڑھے اور تحریر نہ کرے اور اگر ایسا متعدد مرتبہ ہو تو وہ تحریر کرے۔"

(الاستاذ کا رہا باب اتمام المسلم ما ذکرنا من الخ، ج 1، ص 518، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ صحیحی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور امام مالک، شافعی اور احمد اور جہور رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب اسے اپنی نماز میں شک ہو کہ کیا اس نے مثلاً تین پڑھیں یا چار تو اسے یقین پر بنا کرنا لازم ہوگا پس واجب ہے کہ چوتھی رکعت کو ادا کرے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس

حدیث پر عمل کرتے ہوئے سجدہ سہو کرے، کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا شَكَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِكْهُمُ صَلَّى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشُّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَسْلُمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعَنَ لَهُ صَلَاتُهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتْهُمَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ)) (جب تم میں کسی کو نماز میں شک ہو جائے پس وہ نہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھیں یا چار پس وہ شک کو دور کرے اور یقینی بات پر بنا کرے پھر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے پس اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں تو یہ سجدے اس کی نماز کو جہت کر دیں گے اور اگر اس نے چار رکعات کو پورا کر لیا ہو تو یہ دو سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے) یہ علماء فرماتے ہیں: یہ حدیث یقین پر بنا کرنے کے حوالے سے صریح ہے اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مفسر ہے، لہذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا اور یہ متعین ہے پس اسی کی جانب رجوع کرنا واجب ہے مزید یہ کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مقننہ کی میراث اور حدیث میں شک ہونے کی صورت میں قواعد شرع کی موافقت بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم باب السہو فی الصلاۃ و الحمد، ج 5، ص 58، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ جب اسے اپنی نماز میں شک ہو پس وہ نہ جانے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں یا تین؟ یا تین پڑھیں یا چار؟ پس وہ شک کو ترک کرے اور یقین پر بنا کرے اور اسی بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے لیا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اسے پہلی مرتبہ شک ہو تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اس حدیث کی بنا پر جو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ "آپ رضی اللہ عنہما نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ جو یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے تین پڑھیں یا چار؟ فرمایا: ((رُعِيْدٌ حَتَّى يَسْتَحْفِظَ)) (وہ اعادہ کرے جب تک اسے (کنفرم) کیا نہ آجائے)..... اور اس کی مثل انہوں نے سعید بن جبیر اور ابن الحنفیہ اور شریح سے روایت کی اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب ایسا بار بار ہو اور کسی بات پر اس کا ذہن نہ جمتا ہو۔"

(شرح علی داؤد للحلی، الاذکار فی الصلوات، ج 4، ص 323، مکتبۃ المدینہ)

نماز میں رکعتوں کی تعداد میں شک کی صورت میں مذاہب ائمہ

جس کو شمار رکعت میں شک ہو، مثلاً تین ہوئیں یا چار تو

احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ بلوغت کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل متبانی نماز کر کے توڑ دے یا

غالب گمان کے ہو جب پڑھ لے مگر بہر صورت اس نماز کو سرے سے پڑھے محض توڑنے کی نیت کافی نہیں اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ بیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر غالب گمان کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ کم کی جانب کو اختیار کرے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے، دو اور تین میں شک ہو تو دو، وعلیٰ حد القیاس اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کرے کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں مگر جبکہ سوچنے میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔

(ہدایہ کتاب اصلاح، باب سجدہ سہو، ج 1، ص 78)

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اقل پر بنا کرے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

(الدسوقی، ج 1، ص 275 ☆ لہایہ الحجاج، ج 1، ص 79 ☆ الغزیری، ج 1، ص 51)

حنا بلہ کے مشہور قول میں امام اور منفرد میں فرق ہے، اگر امام کو شک ہو تو تحری کرے اور غالب ظن پر عمل کرے، جبکہ منفرد اقل پر بنا کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ منفرد بھی امام کی طرح غالب ظن پر عمل کرے۔ (امنی، ج 2، ص 17، 18)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

ہر صورت میں اقل پر بنا کرنے کے قائلین کی دلیل اس باب کی حدیث پاک ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا شك أحدكم في الواحدة والثنتين فليجعلهما واحدة وإذا شك في الاثنتين والثلاث فليجعلهما اثنتين، وليسجد في ذلك سجدة من قبل أن يسلم)) ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں ایک یا دو رکعتوں کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ اسے ایک ہی شمار کرے اور جب دو اور تین کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ انہیں دو شمار کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔

(جامع الترمذی، باب فیمن شك فی الزیادۃ والنقصان، ج 2، ص 243، مطبوعہ مصلحی البانی، مصر)

احناف کے دلائل:

احناف کے نزدیک اقل پر بنا اسی صورت میں کرے گا جب یہ شک پہلی بار نہ ہو اور کسی طرف غالب گمان نہ ہو۔ شک کی صورت میں غالب ظن پر عمل کرنے کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وإذا شك أحدكم في صلاته فليتحرر الضوابط فليتم عليه ثم ليسلم، ثم يسجد سجدة من)) ترجمہ: اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو وہ درستگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔

(صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلة حیث کان، ج 1، ص 89، مطبوعہ دار طوق النجاة)

اور پہلی مرتبہ ہونے کی صورت میں دوبارہ نماز پڑھنے کی دلیل یہ حدیث پاک ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((

عن ابن عمرو فی الذی لا یدری ثلاثا صلی أو أربعاً قال: یعید حتی یحفظ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس شخص کے بارے میں جو نہیں جانتا کہ اس نے تین پڑھیں یا چار؟ تو آپ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: وہ اعادہ کرے حتیٰ کہ اسے یاد آجائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من قال اذ تکلم لم یدر کم صلی اعاد، ج 1، ص 385، مکتبۃ الرشیدیہ، بیروت)

احناف کے نزدیک اس باب کی حدیث پاک یعنی حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک اسی صورت پر محمول ہے جبکہ یہ بلوغت کے بعد پہلی مرتبہ کا واقعہ نہ ہو اور کسی طرف غالب گمان نہ ہو۔

(شرح ابی داؤد للصلی، اذ تکلم فی الخیمین والکلمات الخ، ج 4، ص 323، مکتبۃ الرشیدیہ، بیروت)

باب نمبر 287

مَا جَدَّ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

(ظہر اور عصر کی دو رکعتوں پر سلام پھیر دینا)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر پھرے تو ان سے ذوالیدین نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمی کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر فرمائی تو اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے زیادہ طویل سجدہ فرمایا۔ پھر تکبیر کہی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ فرمایا۔ اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عمر اور حضرت ذوالیدین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا تو بعض اہل کوفہ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں بھول کر یا غلطی سے یا کسی بھی صورت میں کلام کرے تو وہ نماز کا اعادہ کرے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ یہ حکم نماز میں گفتگو کے حرام ہونے سے پہلے کا تھا۔ بہر حال امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا تو انہوں

399- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ وَهُوَ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقْصَرْتَ الصَّلَاةَ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ بِمِثْلِ مُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَزَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ بِمِثْلِ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَابْنِ عُثْمَرَ، وَذِي الْيَدَيْنِ. قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَاخْتَلَفَتْ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ: إِذَا تَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَوْ مَا كَانَ فَإِنَّهُ يُعِيدُ الصَّلَاةَ، وَاغْتَلَوْا بِأَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ كَانَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ، وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ

نے اسی کے مطابق رائے دی اور انہوں نے ارشاد فرمایا یہ حدیث اُس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بارے میں مروی ہے جب بھول کر کھالے تو قضاء نہ کرے اور وہ رزق ہے جو اللہ عزوجل نے اسے عطا فرمایا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر روزہ دار کے جان بوجھ کر اور بھول کر کھانے میں فرق کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر امام نماز کے کسی جز میں کلام کرے اور اس کا خیال ہے کہ اس نے نماز کو مکمل کر لیا ہے پھر اسے معلوم ہوا کہ اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا ہے تو وہ اپنی نماز کو مکمل کر لے اور جس نے امام کے پیچھے کلام کیا اور اسے معلوم ہے کہ ابھی اس کی بقیہ نماز رہتی ہے تو اس پر دوبارہ نماز پڑھنا لازم ہے اور انہوں نے اس بات سے استدلال کیا کہ نماز کے فرائض نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں کم اور زیادہ ہوا کرتے تھے تو حضرت ذوالیقرین نے اس وقت کلام کیا کہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بے شک نماز مکمل ہو گئی ہے اور نبی زمانہ ایسا معاملہ نہیں ہے ہم میں کوئی شخص اس طور پر کلام نہیں کرتا جس طور پر حضرت ذوالیقرین نے کلام کیا تھا کیونکہ ہمارے فرائض میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی مثل کلام کیا ہے اور امام اسحاق نے اس باب میں امام احمد کی مثل فرمایا ہے۔

فَرَأَىٰ هَذَا حَدِيثًا صَحِيحًا قَالَهُ، وَقَالَ: هَذَا أَصْحَحُ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ نَاسِيًا فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي وَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ، قَالَ الشَّافِعِيُّ وَفَرَّقَ هُوَ لَاءَ بَيْنَ الْعَمْدِ وَالنُّسْيَانِ فِي أَكْلِ الصَّائِمِ، لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: إِنْ تَكَلَّمَ الْإِمَامُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ يَرَىٰ أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَهَا ثُمَّ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُكْمِلْهَا يَتِمُّ صَلَاتُهُ وَمَنْ تَكَلَّمَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِنَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْتَقْبِلَهَا، وَاحْتَجَّ بِأَنَّ الْفَرَائِضَ كَانَتْ تَرَادُ وَتَنْقُصُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّمَا تَكَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ، وَهُوَ عَلَىٰ يَقِينٍ مِنْ صَلَاتِهِ أَنَّهُ تَمَّتْ وَلَيْسَ بِهَذَا الْيَوْمَ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ عَلَىٰ مَعْنَى مَا تَكَرَّرَ ذُو الْيَدَيْنِ لِأَنَّ الْفَرَائِضَ الْيَوْمَ لَا يَزَادُ فِيهَا وَلَا يُنْقُصُ، قَالَ أَحْمَدُ نَحْوًا مِنْ هَذَا الْكَلَامِ، وَقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هَذَا الْبَابِ

تذکرہ حدیث 399: (کتاب التاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التعمیر الاصلیٰ فی السہر، حدیث 482، ج 1، ص 103، دار طوق النہار، مجمع مسلم، کتاب المساجد ومواضعها، باب السہر
 فی الصلوٰۃ، وایضاً لہ --- حدیث 673، ج 1، ص 404، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب السہر فی
 السہرین، حدیث 1008، ج 1، ص 264، المکتبۃ المصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب السہر، باب ما یحلل من سلم رکعتین ثانیاً، حدیث 1225، ج 3، ص 22، مکتب المطبوعات
 الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

حضرت ذوالیدین کا نام اور ذوالیدین کی وجہ تسمیہ:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

((حضرت ذوالیدین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا)) ان کا نام خرباق بن عمرو السلمی ہے۔ پس صحیح مسلم میں ابوسلمہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: "ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، اسے خرباق کہا جاتا تھا اور ان کے ہاتھ طویل تھے۔" (اس حدیث سے ان کے نام پر استدلال اس وجہ سے کیا کیونکہ) حضرت عمران اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں۔ اور حافظ نے اسے ترجیح دی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالیدین خرباق کے علاوہ کوئی اور صحابی تھے اور دونوں ہاتھوں کا طول حقیقت پر ہی محمول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ محنت اور عطا و بخشش سے کنایہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: ابن قتیبہ نے اس بات پر جزم کیا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے (یکساں) کام کیا کرتے تھے اور بعضوں نے گمان کیا کہ وہ چھوٹے ہاتھوں والے تھے اور گویا کہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ خمیدہ طویل تھے پس وہ وہی ہیں کہ جن میں اختلاف ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ذوالیدین دیہات میں ہوتے تھے پس وہ آتے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ (شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما یغفل عن سلم بن رکتین، ص 1، ج 1، ص 347، مکتبۃ المدینہ، القاہرہ)

سوال کرنے کی وجہ:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

"((کیا نماز میں کمی کر دی گئی ہے)) مطلب یہ کہ اللہ عزوجل نے اسے کم کر دیا ہے یعنی وہ کم ہو گئی ہے ((یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) پس انہوں نے یہ سمجھا کیونکہ وہ زمانہ فتح کا زمانہ تھا اور اس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے درسا پر دلالت ہے کیونکہ انہوں نے کسی شے پر بغیر علم کے جزم نہیں کیا ہے۔"

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما یغفل عن سلم بن رکتین، ص 1، ج 1، ص 347، مکتبۃ المدینہ، القاہرہ)

سجدہ سہو کے محل کے بارے میں پانچ احادیث اور ائمہ کا ان سے استدلال:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"شیخ محی الدین نووی نے فرمایا کہ امام ابو عبد اللہ مازری فرماتے ہیں: اس باب کی پانچ احادیث ہیں:

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس شخص کے بارے میں کہ جسے شک ہو پس وہ نہ جانے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں اور اس میں یہ ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے کئے“ اور سجدہ سہو کی جگہ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا۔
- (2) اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس شخص کے بارے میں ہے کہ جسے شک ہو اور اس میں یہ ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو سجدے فرمائے“
- (3) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس میں پانچویں رکعت کی جانب قیام کا ذکر ہے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔
- (4) اور حضرت ذوالبیدین والی حدیث ہے اور اس میں دو رکعات پر سلام کا تذکرہ ہے اور چلنا اور کلام کرنا موجود ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔
- (5) اور حضرت ابن عسینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس میں دو رکعات کے بعد (قعود کی بجائے) قیام کرنے اور سلام سے قبل سجدہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

اور علما کا ان احادیث سے دلیل اخذ کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے تو داؤد نے کہا: ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں ان مواضع پر استعمال کیا جائے گا کہ جن میں وارد ہوئی ہیں۔ اور امام احمد بھی ان خاص نمازوں میں داؤد کی طرح ہی کہتے ہیں اور ان کے علاوہ نمازوں میں ان کی مخالفت کی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا: اور ان کے علاوہ وہ ہر سہو کے لئے سلام سے قبل سجدہ سہو کرنے گا۔ بہر حال جو قیاس کے قائلین ہیں انہوں نے بھی اختلاف کیا پس ان میں بعض نے کہا: اسے ہر سہو میں اختیار ہے نقص و زیادتی دونوں صورتوں اگر چاہے تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور اگر چاہے تو سلام سے قبل سجدہ سہو کرے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصل سلام کے بعد سجدہ کرنا ہے اور انہوں نے باقی احادیث کو اسی کی طرف پھیرا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر سہو زیادتی کی صورت میں ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر نقص کی صورت میں ہو تو سلام سے قبل بہر حال امام شافعی رحمہ اللہ پس وہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں: پس اگر نماز کی پانچویں رکعت ہو جائے تو ایک اور ملالے اور انہوں نے سلام سے قبل سجدہ کرنے پر نص فرمائی زیادتی کی صورت میں..... اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کی پانچویں رکعت کی جانب کھڑے ہونے اور سلام کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سہو کا علم سلام کے بعد ہی ہوا اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام سے قبل علم ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام سے قبل سجدہ فرماتے۔ اور حضرت ذوالبیدین کی حدیث کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی نماز پر بنا رکھی جس میں سجدہ سہو ہوا تھا پس سلام سے پہلے جو منع ہو گئے تو اس کا تذکرہ سلام کے بعد کیا۔ قاضی کہتے ہیں: اختلاف کرنے والے علما وغیرہ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے سلام کے قبل یا بعد زیادتی یا

نقص کی بنا پر کوئی سجدہ کیا تو وہ اسے کفایت کرے گا اور اس کی نماز قاسد نہیں ہوگی اور ان کا اختلاف صرف افضل بات کے بارے میں ہے۔

اور حازمی اپنی کتاب "ناسخ و منسوخ" میں کہتے ہیں: لوگوں کا اس مسئلہ میں چار طرح کے اقوال پر اختلاف ہے:

(1) پس ایک گروہ کی رائے حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے سلام کے بعد سجدہ سبک کرنے کی ہے اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس بات کے قائل ہیں: (ان میں سے) حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے حضرت حسن، ابراہیم نخعی، عبدالرحمن بن ابولیبی، ثوری، حسن بن طالح اور اہل کوفہ جہدہ اس بات کے قائل ہیں۔

(2) اور ایک گروہ حضرت ابن محیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس جانب ہے کہ سجدہ سبک سلام سے قبل ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث پاک منسوخ ہے اور حضرت ابن محیینہ کی حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے جسے مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے۔

(3) تیسرا مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے یہ ہے کہ سبک یا دوئی کے حوالے سے ہو تو سجدہ سبک سلام کے بعد ہو اور حدیث محیینہ سے استدلال کرتے ہوئے سبک یا دوئی کے حوالے سے ہو تو سجدہ سبک سلام سے قبل ہوگا۔

(4) اور چوتھا مذہب داؤد کے قول کی مثل ہے اور اسے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

میں (علامہ عینی حنفی) کہتا ہوں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تمام مذاہب میں سب سے قوی ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((فإنما شك أحدكم في صلاته فليتم الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم يسجد سجدة)) (تو جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو وہ درنگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز کو پورا کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے) اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور بخاری کی جانب منسوب کیا ہے، یہ عام ہے جو زیادتی و نقص دونوں کو شامل ہے اور عموم لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا جیسا کہ اہل اصول کے ہاں مشہور ہے، اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے پس وہ ضعیف اختلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (شرح ابی داؤد الصلی، باب فی الصلوٰۃ، ج 4، ص 313، 314، مکتبہ المدینہ)

باب نمبر 288

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي النَّفَالِ

جو تا پہنچے ہوئے نماز پڑھنا

حضرت سیدنا سعید بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرمایا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت

عبد اللہ بن ابی حنیبلہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عمرو بن حریث، حضرت شداد بن اوس، حضرت اوس ثقفی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بنی شیبہ کے ایک شخص سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابویسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس

رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل

ہے۔

400- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَمْرٍو بْنِ حُرَيْسٍ، وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، وَأَوْسِ الثَّقَفِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَطَاءٍ، وَرَجُلٍ مِنْ بَنِي شَيْبَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَنْسِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

ترمذی حدیث 400: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی النعال، حدیث 386، ج 1، ص 86، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب جزاء الصلوٰۃ فی

العلمین، حدیث 555، ج 1، ص 391، دار احیاء التراث العربی، بیروت، المستدرک للنسائی، کتاب الصلاة، باب الصلوٰۃ فی العلمین، حدیث 775، ج 2، ص 74، کتاب الطہور والصلوات

(الاسلام، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطلال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449) فرماتے ہیں:

"((نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عظیم مبارک میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے)) مؤلف کہتے ہیں: علما کے ہاں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب جوتوں میں کوئی نجاست نہ ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ان میں نجاست ہو تو اسے صاف کرے اور ان میں نماز ادا کر لے۔ اور تحقیق یہ بات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، حماد بن سلمہ نے روایت کی انہوں نے فرمایا ہم سے ابو نعیم السعدی نے، انہوں نے ابو نضرہ سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((بینما رسول اللہ یصلی إذ خلع نعلیه فوضعهما علی یساره فلما رأى الناس ذلك ألقوا نعالهم، فلما قضی رسول اللہ صلاته قال: (ما حملکم علی إلقاءکم نعالکم؟) قالوا: رأیناک ألقىت نعلیک فألقینہ قال: (إن جبریل أخبرنی أن فیہما أذی، أو قدرہ فألقىتہما فإذا جاء أحدکم الی المسجد فلینظر، فإن کان فیہما أذی أو قدرًا فلیمسحه ویصل فیہما)) (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عظیم مبارک کو اتار کر انہیں اپنے بائیں جانب رکھ لیا تو جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار لئے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو ارشاد فرمایا: تمہیں کسی بات نے اپنے جوتے اتارنے پر ابھارا؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبریل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ ان میں نجاست یا گندگی موجود ہے پس میں نے ان کو اتار دیا تو جب تم میں کوئی مسجد کی جانب آئے تو وہ انہیں دیکھے پس اگر ان میں کوئی نجاست یا گندگی ہو تو اسے صاف کر لے اور ان میں نماز ادا کرے۔"

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ خطابی کہتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نماز میں جوتے اتار دینا ادب ہے اور حدیث پاک موجود اجازت اور امام شافعی کی ممانعت کے درمیان یوں تطبیق ہوگی کہ حدیث پاک میں موجود اجازت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جب ان جوتوں کی طہارت کا یقین ہو اور ان کے ساتھ مکمل سجدہ ادا کرنے پر قدرت ہو بایں طور کہ وہ اپنی دونوں پاؤں کی تمام انگلیوں پر سجدہ کر سکے اور اگر جوتے ایسے نہ ہو تو امام شافعی کے قول کے مطابق منع کیا جائے گا۔"

اور یہ خطا ظاہر ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جب طہارت کا یقین نہ ہو اور اس کے ساتھ سجود کی تکلیف ممکن نہ ہو تو پھر بھی جوتے اتارنا ادب کہلائے حالانکہ اس وقت جوتے اتارنا واجب ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ ادب وہ ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری معاملہ رہا وہ یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوتے اتار ڈالے یا ادب ہمارے زمانے میں (دارالاسلام) یہود و نصاریٰ کے نہ ہونے کی بنا پر ہے یا یہود و نصاریٰ کے جوتوں کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے۔ پھر میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ بے شک حدیث کا معنی یہ ہے کہ موزوں اور جوتوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو جائز کہہ کر یہود کی مخالفت کرو پس بے شک وہ ان میں نماز نہیں پڑھتے یعنی وہ ان میں نماز کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس سے فعل کرنا لازم نہیں آتا اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے صرف مخالفت کی تاکید اور جواز کی تاکید کے لئے کیا جیسا کہ آنے والی حدیث میں موجود ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح باب السجود ص 221 من مجموعہ رسائل احمدیہ)

فی زمانہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر جو تباہا کل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور نچو اتا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ پھنسنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، اور یہی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنت ہے کہ دو جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اور اگر نچو اتا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ پھنسنے دے گا تو نماز نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ ص 221 من مجموعہ رسائل احمدیہ)

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"تعمیر و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تو" ہے اور یہاں باپ کو "تو" کہہ پیشک بے ادب گستاخ اور اس ایہ کریمہ کا مخالف ہے: ﴿لَا تَقُلْ لَهُمْ آفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمْ﴾ اور قل لہما ولا تکرہما (ماں باپ کو ہوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزت کی بات کہہ)۔

صد ہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں اور وہیں نے اس کے سبب ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملئذین صاحب ہدایہ کی کتاب التعمیر و التوہین اور محقق حوزین ابن نجیم کی عزائم اور فتاویٰ سراجیہ اور عالمگیریہ جلد پنجم کتاب التعمیر باب خاص میں ہے: ﴿دخول المسجد متعملاً مکروہ﴾ (مسجد میں جوتے پہن کر)

کرداغل ہونا مکروہ ہے۔)

آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے جائے تو بے ادب ٹھہرے، نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انہیں نفرت دلانا قرآن عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمال جو تیاں پہنے ہوئے مسجد جانا بے ادبی و مکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں: تقلبیل دخول المسجد متعلا من سوء الادب (مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔)

رد المحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے: دخول المسجد متعلا من سوء الادب (مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔)

فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: دخول المسجد متعلا مکروہ (مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔)

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و وجوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے۔ (بحر الرائق) ذکرہ ایضاً فی البحر عن التجنیس و اذا الامر دار علی العرف فالحکم الحظر الان مع ثبوتہ عن سید المتادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذلك کثرک الکلاب تلور فی المسجد و وضع السریر و ادخال البعیر و ضرب الخیمۃ للمرضی و غیرہم فیہ و لنا رسالۃ فی الباب سمیناھا "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال" و اخری "نفیسة حافلة فیما تصان عنہ المساجد"۔ (اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید الحدادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال" اور دوسرا "نفیسة حافلة فیما تصان عنہ المساجد" لکھا ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ ج 7، ص 316 تا 317، صفحہ 5 و 6، طبع 1405ھ)

ایک مقام پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سخت اور تنگ پنچے کا جوتا جو جودہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہوا یا

جو تاہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اساءت در کنار مذہب مشہورہ و مفتی بہ کی رو سے راساً مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر احماد نہ ہو اجدہ نہ ہو اور جب اجدہ نہ ہو نماز نہ ہوئی، امام ابو بکر صاص و امام کرمی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط و خلاصہ و بزاز و کافی و فتح القدیر و سراج و کفایہ و مجلسی و شرح الجمع للمصنف و معیہ و غنیہ شرح معیہ و فیض المولیٰ الکریم و جوہرہ نیرہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح و در منہجی و در مختار و حاکم و فتح المصنوع علامہ ابوالسود ازہری و حاشی علامہ نوح آفندی وغیرہما کتب معتدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الرولیتہ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے، جامع الرموز میں فقہیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، رد المحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے۔۔۔۔۔

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنو کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے گوان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراکت کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث: ((ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بتعل فردا)) (ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات) ہے: والفرد ہی التی تحصف ولم تطارق وانما ہی طارق واحد والعرب یمدح بركة النعال و یجعلها من لباس الملوك (فردا نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ بلوک کا لباس ہے۔)

تو وہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض و واجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے ان نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ در مختار میں ہے: صلاتہ فیہما افضل (ان میں نماز افضل ہے۔)

مگر عندا تحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک املوک رب العرش عز جلالہ ہے ہکا جان کر استعمالی جوتا پہننے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نرمی کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہننے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہننے، شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بجز اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجود تطویل ہوگی

لہذا چند کلمات نافع و سود مند باذن اللہ تعالیٰ سے القا کرے کہ بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور ادہام کا ازالہ کریں۔

فاقول و بالله استعین (پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادہ اول متون و شروح و فتاویٰ تمام مذہب میں بلا خلاف تصریف صاف ہے کہ ثیاب بذلت و مہجرت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے.....

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہانہ۔ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو.....

سبحان اللہ! کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے ان سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاست سے بچائے نہیں جاتے ان سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بدابہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے.....

افادہ دوم: متون و شروح و فتاویٰ تمام مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست کامل احتیاط دشوار ہے.....

محل انصاف ہے کہ نمازی پر ہیز گار نا بیجا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونی یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادہ سوم: علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرماتی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے ا

اقول اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلق نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا: یصلی فی النعلین لایؤخذ منه لغيره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لایلحق بہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کر سکتا۔)

افسادہ چھارم: بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر گزردینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح کتب معتدہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر گڑیں کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے، اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتویٰ کے بھی خلاف ہے۔۔۔۔ اور خشک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم"

(نہادی رضویہ ملتان، ج 7، ص 363 تا 363، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے رد المحتار میں ہے: دخول المسجد متنعلًا سوء الادب (مسجد میں

جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔)

اب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے آٹھ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یونہی خطاب ہوتا تھا، سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی اے میرے باپ! تو کر جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو ٹوٹو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے۔ رد المحتار میں ہے: نعالہم المتنحسہ (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔)

پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں اگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ سو ہو تعالیٰ اعلم۔"

(نہادی رضویہ، ج 7، ص 362 تا 363، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 289

مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ

فجر میں دعائے قنوت پڑھنا

حدیث: حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت علی، حضرت انس،

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت خفاف بن

ایماء بن رحمہ الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یوسف ترمذی فرماتے ہیں: حضرت براء رضی

اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا نماز فجر میں

دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے بعض اہل علم کی

راے یہ ہے کہ قنوت فجر کی نماز میں ہے اور یہی امام شافعی

رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اور احمد اور اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: فجر

میں دعائے قنوت نہ پڑھے مگر اس وقت جب مسلمانوں پر

کوئی مصیبت نازل ہو پس جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت

نازل ہو تو امام گروہ مسلمین کے لئے دعا کرے۔

401- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ

الْمُثَنَّى، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ

شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى،

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ،

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَنْسِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي

عَبَّاسٍ، وَخُفَّاءِ بْنِ إِيمَاءَ بْنِ رَحْضَةَ

الْغِفَارِيِّ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ الْبَرَاءِ

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ

فِي الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ

الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَتَرِيهِمْ: الْقُنُوتَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَهُوَ قَوْلُ

الشَّافِعِيِّ "وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: لَا يَقْنُتُ فِي

الْفَجْرِ إِلَّا عِنْدَ نَازِلَةٍ تَنْزِلُ بِالْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا

نَزَلَتْ نَازِلَةٌ فَلِلْإِمَامِ أَنْ يَدْعُوَ لِجُيُوشِ

الْمُسْلِمِينَ"

تخریج حدیث 401: (صحیح مسلم، کتاب المساجد وادعواتها، باب اختتام القنوت فی صبح الصلوة، حدیث 678، ج 1، ص 470، دار احیاء التراث العربی، بیروت) و نیز سنن نسائی، کتاب

الطہق، باب القنوت فی المغرب، حدیث 1076، ج 2، ص 202، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

باب نمبر 290

فی ترک السنوت

ترک قنوت

حدیث: حضرت ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں

نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور یہاں کو فہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے پیچھے تقریباً پانچ سال نماز پڑھی ہیں، کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا: اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے یہاں اس پر عمل ہے۔ امام سفیان ثوری نے فرمایا: اگر فجر میں قنوت پڑھے تو اچھا ہے اور اگر قنوت نہ پڑھے تو (بھی) اچھا ہے۔ اور انہوں نے قنوت نہ پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ اور امام عبد اللہ بن مبارک فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے قائل نہیں۔ اور ابو مالک اشجعی کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

حدیث: ہم سے صالح بن عبد اللہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، وہ ابو مالک اشجعی سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح اسی کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔

402- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَتِي، إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُخَدِّتٌ؟ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: إِنْ قَنَنْتَ فِي الْفَجْرِ فَحَسَنٌ، وَإِنْ لَمْ يَقْنُتْ فَحَسَنٌ، وَاخْتَارَ أَنْ لَا يَقْنُتَ وَلَمْ يَرَأْنِ الْمُبَارَكِ الْقُنُوتَ فِي الْفَجْرِ، وَأَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشِيمٍ

403- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

ترجمہ حدیث 402: (سنن ابن ماجہ، کتاب اللہ، اصول دار السنۃ، باب ما ہادی السنۃ فی صلوات الخیر، حدیث 1241، ج 1، ص 393، دار احیاء کتب العربیہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 403:

فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف اور حنابلہ کے نزدیک فجر میں قنوت غیر مشروع ہے، اور یہی حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

(بدائع الصنائع، ج 1، ص 273، السنن لابن قدام، ج 2، ص 585)

(مواہب الجلیل، ج 1، ص 539)

مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فجر میں قنوت مستحب ہے۔

شوافع کے نزدیک نماز فجر میں قنوت سنت ہے اور علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی

(الادکار، ص 88، مکتبہ دارالہیان)

صراحت کی ہے۔

مالکیہ اور شوافع کے دلائل:

(1) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي الدُّجْرِ حَتَّى

فَارَقَ الدُّنْيَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے پردہ فرمایا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 20، ص 20، مؤسسۃ الرسال، بیروت)

(2) حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ

الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، باب استحباب القنوت، ج 1، ص 470، دار احیاء التراث العربی، بیروت، جامع الترمذی، باب ماجاء فی القنوت فی صلاۃ الفجر، ج 2، ص 251، مصنفی الہامی، مصر)

احناف اور حنابلہ کے دلائل:

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنَتْ

شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَحِبَائِهِ مِنَ أَحِبَائِهِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُمْ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی

جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب کے بعض قبائل کے لئے دعائے ضرر فرماتے تھے پھر اسے چھوڑ دیا۔

(صحیح مسلم، باب استحباب القنوت، ج 1، ص 469، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترک کرنا صحیح کی دلیل ہے لہذا فجر وغیرہ میں قنوت منسوخ ہے۔

(2) جامع ترمذی میں ہے: ((عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي بَرَاءٍ أَنَّهُ إِذْ كَانَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا بِالْحَوْفَةِ نَحْوًا مِنْ عَشْرِ سَبْعِينَ، أَكَلُوا

يَقْتُونُ؟ قَالَ لَيْ بَنِي مُعَدَّةٍ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَرِيحٌ وَالْمَعْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ)) ترجمہ: حضرت ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، عین کے پیچھے یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ سال نماز پڑھی ہے، کیا یہ حضرات قوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا: اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے یہاں اس پر عمل ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی ترک الصلوات، ج 2، ص 252، مطبعہ مصلیٰ الہابی، بیروت)

(3) (عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمَّا يَقْدُمُ فِي الْفَجْرِ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا حَارَبَ حَيًّا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَتَتَّ يَدْعُو عَلَيْهِمْ، لَمْ يَوْفَقْتُمَا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر میں صرف ایک مہینہ قوت پڑھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایک قبیلہ سے مقاتلہ فرمایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے دعائے ضرر فرماتے، اس سے قبل و بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

(الآثار لابن يوسف، فی الاثني عشر، ج 1، ص 70، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(4) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ: أَنَّهُمَا قَالَا: صَلَّى بِنَا عُمَرَ زَمَانًا لَمْ يَقْدُمُ)) ترجمہ: حضرت علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: ہمیں ایک زمانہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے قوت نہ پڑھی۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلوات، ج 3، ص 105، المکتب الاسلامی، بیروت)

(5) امام زہری فرماتے ہیں: ((قَبِيضُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمْ لَا يَقْدُمُونَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ وہ قوت نہ پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلوات، ج 3، ص 105، المکتب الاسلامی، بیروت)

(6) مصنف عبدالرزاق میں ہے: ((عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، وَعُمَرُ بْنُ مَيْمُونِ الْأَوْدِيِّ، قَالَا: صَلَّيْنَا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْدُمُ)) ترجمہ: اسود بن یزید اور عمرو بن میمون اودی دونوں حضرات فرماتے ہیں: ہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی پس آپ رضی اللہ عنہ نے قوت نہ پڑھی۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلوات، ج 3، ص 105، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں: ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَقْدُمُ إِذَا حَارَبَهُ وَيَدْفَعُ الْقُتُوتَ إِذَا لَمْ يُحَارَبْ)) ترجمہ: بے شک عمر رضی اللہ عنہ جب مقاتلہ فرماتے تو قوت پڑھا کرتے اور جب مقاتلہ نہ فرماتے تو قوت چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(الآثار لابن يوسف، فی الاثني عشر، ج 1، ص 71، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(7) حضرت مالک بن انس کہتے ہیں: ((اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ لِي صَلَاةَ النَّبِيِّ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف: مدار الزاویٰ، باب الصلوات، ج 3، ص 106، المکتب الاسلامی، بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یصلی فی النجور، ج 2، ص 101، مکتبہ الرشیدیہ (اسی طرح حضرت عرفہ فرماتے ہیں: ((اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي النَّجْرِ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یصلی فی النجور، ج 2، ص 101، مکتبہ الرشیدیہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قنوت نہ کرنے کے بارے میں اسی طرح حضرت ابراہیم نخعی کا فرمان بھی ہے۔

(8) الآثار لابن یوسف میں ہے: ((عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا لَا يَقْنُتُونَ فِي النَّجْرِ)) ترجمہ: ابو حنیفہ سے مروی ہے وہ حماد و ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (آثار لابن یوسف، فی الاشیء، ج 1، ص 74، دار الکتب العلمیہ، بیروت) یہ روایت "آثار محمد بن الحسن" میں بھی ہے۔ (آثار محمد بن الحسن، باب القنوت فی الصلاۃ، ج 1، ص 589، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(9) حضرت نافع کہتے ہیں: ((اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي النَّجْرِ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف: مدار الزاویٰ، باب الصلوات، ج 3، ص 106، المکتب الاسلامی، بیروت)

موطا مالک بروایت محمد بن الحسن العیسانی میں ہے: ((أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِذَا نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ)) ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی وہ نافع سے روایت کرتے ہیں فرمایا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (موطا مالک بروایت محمد بن الحسن العیسانی، باب القنوت فی النجور، ج 1، ص 91، مکتبہ الرشیدیہ، بیروت)

(10) حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ النَّجْرِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِيهَا)) ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر پڑھی پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یصلی فی النجور، ج 2، ص 101، مکتبہ الرشیدیہ) (11) حضرت سعید بن عبد الرحمن کہتے ہیں: ((اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلَّى الْغَدَاةَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فجر کی نماز پڑھی پس آپ رضی اللہ عنہما نے قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف: مدار الزاویٰ، باب الصلوات، ج 3، ص 106، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت عمران بن حارث فرماتے ہیں: ((صَلَّيْتُ مَعَ ثَمِينِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْرٍ فِي تَكْرِيبِ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمْ يَنْتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَلَا بَعْدَهُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے گھر میں صبح کی نماز پڑھی پس انہوں نے رکوع سے قبل و بعد قنوت نہ پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، کنان الصحاح فی الجہاد، 23، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ)

(12) حضرت علقمہ اور حضرت اسود فرماتے ہیں: ((مَا قَنَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا لَنَا حَارِبَ فَإِنَّهُ كَانَ يَنْتُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا وَلَا قَنَّتْ أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ حَتَّى مَاتُوا حَتَّى لَا قَنَّتْ عَلِيٌّ حَتَّى حَارِبَ أَمَلُ الشَّامِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں سے کسی نماز میں قنوت نہ پڑھتے مگر یہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقابلہ فرماتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے قنوت نہ پڑھی حتیٰ کہ یہ حضرات وفات پا گئے حتیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قنوت نہ پڑھی، حتیٰ کہ اہل شام سے آپ نے جنگ کی۔
(مصنف عبدالرزاق، باب قنوت، 36، ص 107، مکتبہ اسلامیہ بیروت)

(13) حضرت ابوالخشاء کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقَنُوتِ فِي الْفَجْرِ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَنْعَلُهُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی نے ایسا کیا ہو۔
(مصنف عبدالرزاق، باب قنوت، 36، ص 107، مکتبہ اسلامیہ بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوالخشاء کی روایت اس طرح ہے، آپ فرماتے ہیں: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقَنُوتِ فِي الْفَجْرِ، فَقَالَ نَفَايُ شَيْءٍ الْقَنُوتُ؟ قُلْتُ يَقُومُ الرَّجُلُ سَاعَةً بَعْدَ الْقِرَاءَةِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا شَعَرْتُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: قنوت کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: آدمی قراءت کے بعد ایک ساعت کے لئے قیام کرتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، کنان الصحاح فی الجہاد، 23، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ)

(14) مصنف عبدالرزاق میں ہے: ((عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ يَقُولُ ابْنُ أَبِي أَخَذَ النَّاسُ الْقَنُوتَ؟ وَتَعَجَّبَهُ وَيَقُولُ لِمَا قَنَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا تَرَكْتُمْ تَرَكْتُمْ فَلِك)) ترجمہ: زہری سے مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے لوگوں نے قنوت کو کہاں سے لیا ہے؟ اور وہ تعجب فرماتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن قنوت پڑھی پھر اسے ترک فرمادیا۔
(مصنف عبدالرزاق، باب قنوت، 36، ص 105، مکتبہ اسلامیہ بیروت)

(15) حضرت ابن ابی نوح کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ سَلِيمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَمَلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْتُ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ لَا إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ أَحَدُهُ النَّاسُ بَعْدَ)) ترجمہ: میں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، یہ ایک ایسی شے ہے کہ جسے بعد میں لوگوں نے ایجاد کر لیا ہے۔
(مصنف عبدالرزاق، باب الصوم، ج 3، ص 107، المکتب الاسلامی، بیروت)

(16) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: ((لَمْ يَكُنْ عُمَرُ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھا کرتے۔
(مصنف عبدالرزاق، باب الصوم، ج 3، ص 108، المکتب الاسلامی، بیروت)

(17) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَقْنُتَانِ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ بے شک یہ حضرات فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ)

(18) حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں: ((أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی پس آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت نہ پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ)

(19) حضرت طلحہ فرماتے ہیں: ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 102، مکتبہ الرشیدیہ)

(20) حضرت ابو بکر کہتے ہیں: ((عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ)) ترجمہ: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 103، مکتبہ الرشیدیہ)

(21) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّمَانًا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند دن قنوت پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 103، مکتبہ الرشیدیہ)

(22) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((قَدْ عَلِمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ قَنَتَ شَهْرًا)) ترجمہ: تحقیق صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ معلوم ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 103، مکتبہ الرشیدیہ)

(23) حضرت شیخ کہتے ہیں: ((أَنَّ صَلَّى خَلْفَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت نہ پڑھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یحیی فی الفجر، ج 2، ص 103، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"فرض نمازوں میں قنوت پڑھنے کے بارے میں جو بھی روایات مروی ہیں وہ منسوخ ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے ابن ابی داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے مقدی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے ابو معشر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو حمزہ نے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: ((قَنَّتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيَّ عَصِيَّةً وَذَكَوَانَ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ عصبیہ اور ذکوان کے خلاف دعا فرماتے تھے)، امام طحاوی مزید نقل فرماتے ہیں: ((فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقَنُوتَ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَهَذَا ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْبِرُ أَنَّ قَنُوتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَانَ إِذَا كَانَ مِنْ أَجْلِ مَنْ كَانَ يَدْعُو عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَرَكَ ذَلِكَ فَصَارَ الْقَنُوتُ مَنْسُوخًا فَلَمْ يَكُنْ هُوَ مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ)) اور جب ان پر فتح ہوگئی تو قنوت کو ترک فرمادیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا: پس یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خبر دے رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قنوت پڑھنا ان کے خلاف دعا کرنے کی بنا پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا تھا پس قنوت منسوخ ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد قنوت نہ پڑھی۔

امام طحاوی مزید فرماتے ہیں: اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو روایت کیا ان میں ایک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں پھر انہوں نے خبر دی کہ بے شک اللہ عزوجل نے اس بات کو منسوخ فرمادیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل ہوا ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلْيُنْهَمْ ظَالِمُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ (پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 128) پس یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں منسوخ ہے پس آپ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قنوت نہ پڑھا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ قنوت پڑھنے والے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت کے بارے میں روایت کیا (امام طحاوی کی عبارت ختم ہوئی)۔

ان میں ایک حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی ہیں پس انہوں نے اپنی حدیث میں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف دعا فرماتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعا کرتا تھا اور بے شک اللہ عزوجل اس کو اپنے اس فرمان سے منسوخ فرمادیا ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلْيُنْهَمْ ظَالِمُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ (پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 128) پس اس میں بھی

نجر میں قنوت ترک کرنے کے وجوب کا بیان ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے تو کس طرح یہ آیت پاک قنوت کی ناسخ قرار پائے گی اور اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ اس کا انکار کرتے ہیں، انہوں نے ”کتاب المعرفہ“ میں اس پر تفصیلی کلام فرمایا پس ارشاد فرمایا: اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں ایمان لائے اور یہ وقت کثیر آیات کے نازل ہونے کے بعد کا تھا کیونکہ یہ آیت کریمہ احد میں نازل ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے؟ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا انہیں علم نہ ہو پس وہ اسی پر عمل کرتے ہوں جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قنوت پڑھنا معلوم تھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی کیونکہ حجت ان کے ہاں ثابت نہ ہوئی برخلاف باقیوں کے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم جب ان دونوں حضرات کو اس آیت کے نزول کا علم ہوا اور ان دونوں حضرات نے اس آیت کا ناسخ ہونا جانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے قنوت کو ترک فرما دیا تھا۔“

(شرح الہیاد اذ اللعنی، باب القنوت فی الصلوات، ج 5، ص 352، 353، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ یعنی ایک مقام پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”امام شافعی، مالک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے: صبح کی نماز میں قنوت پڑھی جائے اور اس کا محل رکوع کے بعد ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ قنوت صرف وتر میں رکوع سے پہلے ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ فرائض میں قنوت پڑھنے کی احادیث منسوخ ہیں۔ اور امام شافعی اور ان کے ہم مذہب حضرات کی مستدل احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے حافظ عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں روایت کیا ہے کہ ہمیں خبر دی ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس کے حوالے سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ((ما زال رسول اللہ علیہ السلام یقنوت فی الفجر حتی فارق الدنیا)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے).....

اور صاحب ”التقیح علی التتحیق“ فرماتے ہیں: یہ حدیث مخالفین کی اس معاملہ میں پیش کردہ احادیث میں سب سے زیادہ جمید ہے اور علما کی ایک جماعت نے ابو جعفر رازی کی توثیق کو ذکر کیا۔ اور ابوسوی مدینی کی ”کتاب القنوت“ میں اس حدیث کے اور بھی طرق موجود ہیں۔

پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اور اگر وہ صحیح ہو تو یہ اس بات پر محمول ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصائب میں ہمیشہ

قنوت پڑھا کرتے تھے یا اس پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں طول دیتے تھے پس بے شک قنوت کا لفظ طاعت، قیام، خشوع اور سکوت وغیرہ کے درمیان مشترک ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ خَبِيفًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا۔ (پارہ 14، سورہ اہل، آیت 120) اور فرمایا ﴿الْقَنُ هُوَ قَانِتٌ آتِسَاءَ اللَّيْلِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں بخود میں اور قیام میں۔ (پارہ 23، سورہ زمر، آیت 5) فرمایا: ﴿وَمَنْ يَقْنُتْ مَنْكُنْ لِلَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو تم میں فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کی۔ (پارہ 22، سورہ احزاب، آیت 31) اور فرمایا: ﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِقَوْلَيْ رَبِّكَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو۔ (پارہ 3، سورہ آل عمران، آیت 43) اور فرمایا: ﴿وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِعِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (پارہ 2، سورہ بقرہ، آیت 238) اور فرمایا: ﴿كُلُّ لِقَانِئُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: سب اس کے زیر حکم ہے۔ (پارہ 21، سورہ روم، آیت 26) اور حدیث میں ہے کہ ”افضل نماز طویل قنوت والی ہے۔“ انتہی۔

اور ”کتاب التتبع“ اور ”العلل المستحیہ“ میں اس کی تصحیف کی پس انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ ابو جعفر رازی (اس حدیث کے راوی) کا نام عیسیٰ بن ماہان ہے، ابن المدینی کہتے ہیں کہ وہ خلط کر دیتا تھا۔ اور سبھی کہتے ہیں کہ وہ خطا کرتا تھا اور امام احمد کہتے ہیں: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ اور ابو زرہ کہتے ہیں: وہ بہت زیادہ وہم کرتا تھا۔ اور ابن حبان کہتے ہیں: وہ مشاہیر سے منکر احادیث ذکر کرنے میں منفرد ہے۔ انتہی۔

اور امام طحاوی نے اسے ”شرح الآثار“ میں ذکر فرمایا اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے مخالف ہے کہ: ((أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ إِذَا قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلِيَّ أَسْمَاءَ مِنَ الْعَرَبِ لَمْ تَرَ كَ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبیلوں کے خلاف دعا فرماتے تھے پھر اسے ترک فرمادیا۔) انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس حدیث کے معارض ہے کہ جسے امام طبرانی نے اپنی ”معجم“ میں ذکر فرمایا: ہم سے عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے غالب بن فرقد الطحان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو مہینے رہا پس آپ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھی۔ انتہی۔ امام محمد بن حسن نے ”کتاب الآثار“ میں روایت کیا: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی، انہوں نے حماد بن ابوسلیمان سے، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ((لَمْ يَدْعُ النَّبِيُّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - حَتَّى تَقْتَأَى فِي الْجَعْدِ حَتَّى فَارِقَ السَّلَامَةَ)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے نہ دیکھا گیا کہ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے

کئے۔ انہاں انگریزی "انگریزی" میں کہتے ہیں کہ شرافت کی ادا دینے پر اراقتام ہے ہیں: ان میں وہ ہے جو مطلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت پر مبنی اور اس بات میں کوئی نواز نہیں ہے کیونکہ طاہریت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت پر مبنی اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو اس بات سے متہید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کی نواز میں قوت پر مبنی ہیں ہمارے دلائل کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ایک ماہ پر مبنی ہے جو مول کیا جائے گا۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جو برابر ہیں طاہریت سے مروی ہے کہ بے شک نماز پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرب کی نواز میں قوت پر مبنی ہے۔ اس حدیث کو مسلم ابو داؤد و ترمذی بخاری اور احمد نے روایت کیا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں: اس حدیث کے علاوہ کسی میں مشرب میں قوت پر مبنی مروی نہیں ہے۔ اور چوتھی قسم وہ ہے جو ان کی حجیت ہونے میں عرض ہے جیسا کہ وہ حدیث کرتے عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا اور تحقیق ہم اسے ابھی آ کر کر چکے اور اس کا جواب دے چکے۔"

(ترمذی ابوالحسن، الطباعت، 356: 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

شیر علی علیہ السلام

علامہ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

”((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے کلام کرنے والا کون ہے جو کسی نے جواب نہ دیا)) اس کلام کی بناء پر کئی لوگوں نے غیر مناسب کام کیا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا تاہیند یہی کی بناء پر ہے ((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جو پوچھنا ضروری نہیں کسی نے جواب نہ دیا)) سابقہ جوہ کی بناء پر یا اس لئے کہ جواب کا حق عظیم کے لئے ہوتا ہے ((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی وہ عرض گزار ہوئے تاکہ اپنے کہنے کے بارے میں اللہ عزوجل کا حکم جان لیں)) ((واقف نے)) اس میں تجزیہ ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ میں نے کہا ((میں ہوں)) کلام کرنے والا ((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے بغیر قدرت میں میری جان ہے)) اس جان کا تختہ کھین کرنا اور اس میں زیادتی کرنا جس کی قدرت اور ارادے سے ہے ((حقیق اس کی جانب ہدلی کی)) یعنی اس کی طرف سبقت کی ((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے)) اگلات کے حوالہ پیشکش میں تمہیں کے علاوہ ((کہ ان میں کون اسے لے کر چلتا ہے)) یعنی بعض نے بعض پر اس بات پر سبقت کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسے لے کر چلتا ہے تاکہ اس بات کے قائل ہیں... اہی الملک کہتے ہیں بعد یہ نماز میں سمجھنے والے کے جو کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے یعنی صحیح معنوں میں اس بات کے مطابق بخلاف بطلان کی روایت کے یہ کہ وہ روایت شاہ ہے مگر ان اولیہ ہے کہ اپنے دل میں جو کرے یا سکت کرے اختلاف سے شروع کے لئے جیسا کہ مشرعیان میں ہے اور ممکن ہے کہ وہ حدیث کو نماز میں کلام کرنے کی مشنویت سے پہلے ہوتے پر محمول کیا جائے۔

(رد المحتار مع شرح ابوالعزیز حسن البصر ص 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

علامہ ابن ابی شیبہ نے بیان فرمایا: ((موتی 474ھ)) فرماتے ہیں:

”((میں نے کچھ زیادہ فرماتے)) یعنی ”تین سے لے کر دس کے درمیان تک کے حد ذکر کہتے ہیں ((وہ ہادی کرتے ہیں کلام میں کون اسے پہلے لکھتا ہے)) یہ ان کلمات کے جواب کے عظیم ہونے اور انہیں پڑھنے والے کے درجہ کی بلند کی پر دلیل ہے اور یہ کہ اسے پہلے لکھنے والے کے لئے فضیلت ہے اگرچہ وہ سب اسے لکھیں گے۔“

(الطبی شرح صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم ص 16، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 23، 24، 25، 26، 27، 28، 29، 30، 31، 32، 33، 34، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100)

پھینک کے وقت کیا کہئے:

فلاسا اور عمر بن ابی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

"ابن بطلان نے طبرستانی کے حوالے سے نقل کیا کہ پھینکنے والے کو اختیار ہے کہ وہ "المکذوب" کہے یا "رب العلیین" یا "علی کل حال" کا اذکار کرے اور وہ جو فلاسک سے بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں سے ہر ایک جملہ کا کلمہ بت کرنا ہے والا ہے لیکن جس میں شائبہ زیادہ ہو سکی اور "فصل" ہے، اس شرط کے ساتھ کہ دائرہ ہوں اور فلاسک مذکورہ "اذکار" میں غمراہت میں نہ آتا اس بات پر اتفاق ہے کہ پھینکنے والے کے پھینک کے بعد "المکذوب" کہنا مستحب ہے اور "المکذوب" کہنا مستحب نہیں ہے تو زیادہ اچھا ہے، اگر وہ "المکذوب" علی کل حال" کہے تو یہ "فصل" ہے، اسی طرح انہوں نے فرمایا اور جو اذکار بت میں نہ ذکر کی ہیں وہ صحیح کی معنی میں صحیح اور بڑے کی جیسا کہ گزارشہ "الو اللہ اعلم"

فرائض حدیث

علامہ محمود برہنہ نے فرماتے ہیں:

اس حدیث سے مستفاد ہونے والے مسائل درج ذیل ہیں:

- (1) اس میں اللہ عزوجل کی حمد اور اس کا ذکر کرنے کا ثواب ہے۔
- (2) اس حدیث میں ہادواز بلند کر کے نہ پڑھیں اور جو ہے بیکہ سنا تھا والے کو تو پیش میں نہ ہوں۔
- (3) اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں صحیحے والا بخیر کرنا بہت ہے "المکذوب" کہہ سکتا ہے کیونکہ اس کا جواب منہ حجاز نہیں ہے لیکن اگر یہ دوسرے کو "بے شک اللہ" کہہ دے تو اس کی نماز قاصد ہو جائے گی کیونکہ یہ بات لوگوں کے خاطر ہے (خطاب کے طریقوں) میں سے ہے تو یہ ان کے کلام سے ہی خارج ہوگا۔ بعض نے حدیث کو نقل نماز کے ساتھ خاص کیا اور صحیح نہیں ہے اس بنا پر جو ہم نے بیان کیا کہ وہ مشرب کی نماز تھی اور امام عظیم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ صحیحے والا ہے دل میں اللہ عزوجل کی حمد جالائے اور اپنی زبان کو حرکت دے تو اس کی نماز قاصد ہو جائے گی اسی طرح صحیح میں ہے، اور صحیح اس کا خلاف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔
- (4) اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جو شخص نماز میں ہوتا وہ کسی شخص کے صحیحے کیے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ اس کی صحیحے کا جواب دے تو اس کی نماز قاصد ہو جائے گی۔

نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"دوسری قسم وہ ہے کہ جو کسی آدمی کے صبیہ کرنے سے متعلق نہیں ہے مگر یہ کہ وہ نماز کے علاوہ کسی اور سبب کی بنا پر، مثلاً کسی کو نماز میں چھینک آئی تو اس نے اللہ عزوجل کی حمد کی یا اس کو بچھونے ڈس لیا تو اس نے "بسم اللہ" کہا یا اس نے ایسی بات سنی یا دیکھی جو اسے غمگین کرے تو وہ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** کہے یا وہ تعجب والی چیز دیکھے اور "سبحان اللہ" کہے تو یہ نماز میں مستحب نہیں ہے اور یہ نماز کو باطل نہیں کرے گا، ایک جماعت کی روایت میں امام احمد رحمہ اللہ اس پر کی نص موجود ہے کہ جسے چھینک آئی پس اس نے اللہ عزوجل کی حمد کی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔" (المعنى لابن قدامه، فصل اذا رجع على الامام في الخطأ، ج 2، ص 43، مکتبہ المدینہ)

شوافع کا موقف:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"کسی نے نماز میں چھینکا تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ "الحمد للہ" کہے اور اپنے آپ کو سنائے۔"

(المجموع شرح المہذب، بحیث الباطس، ج 4، ص 630، دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ زکریا شافعی (متوفی 794ھ) فرماتے ہیں:

"جب کسی کو نماز میں چھینک آئے تو یہ اپنی زبان سے اللہ عزوجل کی حمد کرے اور اپنے آپ کو سنائے، اس بات کو روخہ میں کتاب السیر کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ لیکن امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء العلوم" میں تصریح کی ہے کہ وہ اپنے دل میں حمد کرے اور اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔"

(عجاایا الزیادۃ، مقدمۃ المؤلف، ج 1، ص 93، 94، روزانہ لاہور، لاہور، مکتبہ المدینہ)

مالکیہ کا موقف:

المدونہ میں ہے:

"اور امام مالک رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جسے نماز میں چھینک آئی، وہ اللہ عزوجل کی حمد نہ کرے۔ فرمایا: اگر وہ ایسا کرے تو اپنے دل میں کرے۔ فرمایا: اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اس کے ترک کرنے کو بہتر سمجھتے تھے۔"

(المدونہ، الفتنک، والحاس فی المسجد، ج 1، ص 190، دار الفکر بیروت)

علامہ ابولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"جب کسی شخص کو نماز میں چھینک آئے تو وہ اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور اسے اپنی نفس میں غفلت رکھے اور امام مالک رحمہ

اللہ کے نزدیک نماز میں ان کا ترک کرنا زیادہ محبوب ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔"

(الہبان والتحصیل، علی بقرہ ہرہان، ج 2، ص 120، دارالترغیب الاسلامی، بیروت)

احناف کا موقف:

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"نماز میں چھینک آئے، تو سکوت کرے اور الحمد للہ کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع، الفصل الاول، ج 1، ص 98)

کرے۔"

باب نمبر 292

فی نسخ الكلام فی الصلاة

(نماز میں گفتگو کا منسوخ ہونا)

حدیث: حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھ والے سے گفتگو کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَقَوْمُوا لِبَلَدِهِ قَائِمِينَ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔) تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت معاویہ بن حکم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے۔ اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جب بندہ نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے۔ اور یہی امام سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں: جب نماز میں جان بوجھ کر کلام کرے تو اعادہ کرے اور اگر بھول کر یا غلطی سے کلام کرے تو اسے کفایت کرے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

405- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُثَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ، قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مَنَّا صَاحِبَهُ إِلَى جَنْبِهِ، حَتَّى تَزَلَّتْ: (وَقَوْمُوا لِبَلَدِهِ قَائِمِينَ)، فَأَمَرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنَهَيْنَا عَنِ الْكَلَامِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا تَكَلَّمَ الرَّجُلُ غَايِدًا فِي الصَّلَاةِ أَوْ نَاسِيًا أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا تَكَلَّمَ غَايِدًا فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَجْزَأُهُ وَيَبِي يَقُولُ الشَّافِعِيُّ

ترجیح حدیث 405: (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما یصح من من الاقام فی الصلوۃ، حدیث 1200، ج 2، ص 62، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب المساجد واماکن، باب حریم الکلام فی الصلوۃ، حدیث 539، ج 1، ص 383، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب العی من الکلام فی الصلوۃ، حدیث 849، ج 1، ص 249، المکتبۃ العصریہ، بیروت، سنن نسائی، کتاب السجود، باب الکلام فی الصلوۃ، حدیث 1219، ج 3، ص 18، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن ذیقین العید فرماتے ہیں:

"((ہم نماز میں گنگو کیا کرتے تھے، کوئی شخص اپنے ساتھی سے گنگو کر لینا تھا)) اس پر چند وجوہ سے کلام کیا ہے:

(1) یہ ان الفاظ میں سے ایک ہے کہ جن کے ذریعے سے ناسخ و منسوخ پر استدلال کیا جاتا ہے اور وہ راوی کا دو حکموں میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ اس کے قول کی طرح نہیں ہے کہ جو تاریخ کا بیان کئے بغیر کہے کہ یہ منسوخ ہے پس بے شک علمائے اس بارے میں ذکر کیا کہ یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ نسخ کا حکم کہنے والے کے اپنے اجتہاد سے ہو۔

(2) "قوت" چند معانی میں استعمال ہوتا ہے: طاعت، عبودیت کا اقرار، خضوع، دعا، طول قیام اور سکوت۔ اور بعض کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ مشترک معنی کے لئے موضوع ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ اس کی اصل کسی شے پر دوام اختیار کرنا ہے تو جب یہ اس کی اصل ہے تو طاعت پر دوام اختیار کرنے والا قانت کہلائے گا اور اسی طرح نماز میں قیام کرنے والا اور دعا کرنے والا اور اس میں مخلص اور اس میں سکوت اختیار کرنے والے تمام کے تمام لوگ قانتین کہلائیں گے اور اس جانب اشارہ ہے جسے ہم نے ذکر کیا کہ یہ معنی مشترک میں مستعمل ہے اور یہ اہل زمانہ کے متاخرین اور جوان کے قریب کے ہیں ان کا طریقہ ہے۔

(3) راوی کے الفاظ اس بات کا شعور دیتے ہیں کہ آیت میں قوت سے مراد "سکوت" ہے کیونکہ اس پر لفظ حتی دلالت کر رہا ہے جو کہ قایت کے لئے آتا ہے اور "قا" وہ جو کہ ماقبل کے مابعد کے لئے علت ہونے کو بتاتا ہے اور تحقیق یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے شک آیت میں قوت، طاعت کے معنی میں ہے۔ اور ان کے بعض کے کلام سے یہ سمجھا آتا ہے کہ اسے معروف دعا پر محمول کیا جائے حتیٰ کہ اس بات پر دلیل بنایا جائے کہ "صلاة وسطیٰ" سے مراد صبح کی نماز ہے اس کے قوت سے ملے ہونے کی وجہ سے۔ اور اس تمام میں زیادہ راجح اس بات پر محمول کرنا ہے کہ راوی کا کلام جس کی خبر دیتا ہے کیونکہ وحی اور قرآن کے نزول کے مشاہدین نزول اور اسے گھیرے ہوئے قرائن کی بنا پر وہ بات جانتے ہیں جو ان کی حتمات کی تعیین اور جملات کے بیان کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو وہ ان تمام باتوں میں ان الفاظ کے ناقلین کی مانند ہیں جو الفاظ تغلیل اور تسویب پر دلالت کرتے ہیں۔

(4) علمائے کہا کہ بے شک کسی آیت کے بارے میں صحابی کا یہ کہنا کہ "یہ اس بارے میں نازل ہوئی ہے" یہ "مسند

”کے قائم مقام ہوتا ہے۔“

(5) ”ان کا قول ”تو ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا اور ہمیں کلام سے منع کر دیا گیا۔“ یہ قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جس کو کلام کہا جاسکتا ہے تو وہ ممنوع ہے اور جسے کلام نہیں کہا جاسکتا تو حدیث پاک کی دلالت اس سے ممانعت کے معاملہ میں قاصر ہے۔ اور فقہاء کا چند چیزوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے نماز باطل ہوگی نہیں؟ جیسا کہ پھونکنا، اور کسی وجہ سے اور بیماری کے بغیر کھانا اور رونا۔ اور قیاس جس بات کا متقاضی ہے وہ یہ ہے کہ جسے کلام کہا جائے تو وہ الفاظ حدیث کے تحت داخل ہے اور جسے کلام نہیں کہا جاسکتا تو جو اس کو اس کے ساتھ لاحق کرنے کا ارادہ کرے تو یہ بطریق قیاس ہوگا تو فرع کی اس کی اصل سے مساوات یا اس کی اصل پر زیادتی کے حوالے سے شرط کی رعایت رکھے اور اصحاب شافعی رحمہم اللہ نے دو حرفوں کے ظہور کا اعتبار کیا ہے اگرچہ وہ مطمئن نہ ہوں کیونکہ اقل کلام دو حرفوں پر مشتمل ہوتا ہے۔“

(احکام الاحکام، المراد بالعموم، ج 1، ص 291، 292 مطبوعہ المدینہ المنورہ)

علامہ محمود بدرالدین یعنی فرماتے ہیں:

”اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں کلام کرنا اول اسلام میں مباح تھا پھر منسوخ ہو گیا کیونکہ نمازی اپنے رب کو ندا کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی مناجات کو مخلوق سے کلام کرنے کے ذریعے قطع نہ کرے اور اپنے رب کی جانب توجہ رکھے اور خشوع کا التزام کرے اور اس کے ماسوا سے اعراض کرے اور ہم نے قریب ہی ذکر کیا ہے کہ جب یہ حرام ہوا اور حرمت اس فرمان کی بنا پر ہے ﴿وَقَوْمُوا لِلّٰہِ قَانِئِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔“ یعنی خاموشی کے ساتھ اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا اور انہوں نے اپنے اس قول ”پس ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا“ سے ارادہ فرمایا یعنی انسانوں کے کلام کی جمیع انواع سے۔“

اور علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں جان بوجھ کر بغیر مصلحت کلام کرنا اس کی حرمت کو جانتے ہوئے کسی مصلحت کے بغیر یا کسی ہلاک ہونے والے کو بچانے کے عذر کے بغیر یا شہمہ کے بغیر کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور بہر حال مصلحت کی بنا پر کلام کرنا تو امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اوزاعی اور بعض اصحاب مالک اور ایک قلیل گروہ نے مصلحت کے لیے کلام کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور شافعیہ نے دو حرفوں کے ظہور کا اعتبار کیا ہے اگرچہ وہ مطمئن نہ ہوں۔ بہر حال جو بھول کر کلام کرے تو امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک قلیل کلام سے اس کی نماز قاسد نہیں ہوگی اور امام احمد، مالک اور جمہور اسی بات کے قائل ہیں اور ہمارے اصحاب کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی۔ اور علامہ نووی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل حضرت ذی الیومین کی حدیث پاک ہے پس اگر بھول کر کلام کرنے والا زیادہ

کلام کر لے تو اس میں ہمارے اصحاب سے دو مشہور اقوال ہیں، ان دونوں میں سے اسح یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ وہ نادر ہے۔ بہر حال جاہل کا کلام کرنا تو اگر اسے اسلام قبول کے تھوڑے عرصے ہی ہوا، تو وہ بھولنے والے کے کلام کرنے کی طرح ہے لہذا تھوڑے کلام سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور ہمارے اصحاب نے یہ جواب دیا کہ حضرت ذی المریدین کے قصہ والی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر منسوخ ہے کیونکہ ذوالیدین بدر والے دن شہید ہو گئے اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے اور بے شک ان کا نماز کا قصہ بدر سے پہلے کا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسے روایت کرنا اس سے مانع نہیں ہے حالانکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے بعد اسلام قبول کیا ہے کیونکہ صحابی رضی اللہ عنہ کبھی وہ بات روایت کرتے ہیں کہ جس میں وہ خود حاضر نہیں ہوتے بایں طور کہ انہوں نے اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو۔"

(عمدۃ القاری، باب انعمی من الکتاب فی الصلاة، ج 7، ص 271، بیروت، دار الفکر، بیروت)

نماز میں کلام کی منسوختیت مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"اور تیسری حدیث میں ہے: ((كُنَّا نَسْمَعُ عَلِيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ قَلَمًا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلْمَنَا عَلَيْهِ قَلَمٌ يَرُدُّ عَلَيْنَا وَقَالَ ابْنُ فِي الصَّلَاةِ شَغْلًا)) ترجمہ: "ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں سلام کا جواب ارشاد فرماتے تھے پس جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کا جواب ارشاد نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: "بے شک نماز میں یہ ایک مشغولیت ہے۔" یہ صحیح کے الفاظ ہیں۔ اور تحقیق امام احمد نے اس حدیث پاک کو اپنی سند میں روایت کیا تو اس میں ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يَحْدُثُ فِي أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَإِنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ أَنْ لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ)) ترجمہ: "بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم کے حوالے سے جو چاہتا ہے معرض وجود میں لاتا ہے اور بے شک اس نے اس حکم کا اظہار فرمایا کہ نماز میں کلام نہ کرو۔" نماز میں کلام کرنا مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا اور علما میں اختلاف ہے کہ کلام کرنا کب حرام ہوا۔ تو ایک قوم یہ کہتی ہے کہ کلام کرنا اس وقت حرام ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ انہوں نے کہا: اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس سے مکہ کی جانب لوٹے تھے۔

اور دوسرے حضرات کہتے ہیں: نماز میں کلام کرنا مدینہ منورہ میں حرام ہوا، اس دلیل کی بنا پر جو صحیحین میں حضرت زید

بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا: ((كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ بِكَلِمِ الرَّجُلِ صَاحِبِهِ وَهُوَ ابْنِي جَلْبِئَةَ

فِي الصَّلَاةِ حَتَّى تَزُولَ (وَكُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) (المُتَّقِينَ 238) فَأَمْرًا بِالسُّكُوتِ)) ترجمہ: "ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی اپنے پہلو میں موجود ساتھی سے کلام کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آہٹ کر ہمہ نازل ہوئی ﴿وَقُولُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ پس ہمیں نماز سکوت کا حکم دے دیا گیا۔" اور حضرت انصار میں سے تھے اور یہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے، اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے مکہ واپس آئے، دوسری ہجرت میں پھر نجاشی کی طرف تشریف لے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ منورہ اس وقت حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری میں تھے، علامہ خطابی نے کہا کہ ہجرت کی تھوڑی مدت کے بعد کلام منسوخ ہوا۔ پہلے گروہ نے یہ جواب دیا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حال کا تجدد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی غیبت میں ہوا، کیونکہ انہوں نے فرمایا: جب ہم نجاشی سے واپس آئے، انہوں نے دوسری مرتبہ کے الفاظ نہ کہے، اور پہلے گروہ نے حضرت زید کی حدیث کو حنفیہ صحابہ کے خبر دینے پر محمول کیا ہے، جیسا کہ کہنے والے نے کہا: ہم نے تمہیں قتل کیا اور تمہیں شکست دی، یہاں مراد اباہ و اجداد لیے ہیں اور علامہ خطابی کا قول تاریخ کا محتاج ہے اور تاریخ بعید ہے۔

اور میں نے ابو حاتم بن حبان الحافظ کو دیکھا کہ انہوں نے اس بارے میں اچھی گفتگو کی پس بے شک انہوں نے فرمایا: تحقیق اسے وہم ہوا جسے علم کے فن میں پختگی نہ ہوئی اس بارے میں کہ نماز میں گفتگو کرنے کا نسخ مدینہ پاک میں ہوا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنا اول اسلام میں مباح تھا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو انہوں نے کلام کی اباحت کو منسوخ پایا اور مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو قراءت سناتے تھے اور انہیں دین کی سمجھ دیتے تھے اور اس وقت مدینہ میں (بھی نماز کی حالت میں) کلام کرنا مباح تھا جیسا کہ مکہ میں مباح تھا، پس جب مکہ مکرمہ میں منسوخ ہوا تو لوگوں نے مدینہ منورہ میں بھی ترک کر دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو حکایت کیا نہ کہ کلام کا نسخ مدینہ منورہ میں ہوا۔"

(کشف المشكل من حدیث الصحیحین، کشف المشكل من مسند عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 1، ص 267، 269، دارالوطن، ریاض)

نماز میں کلام کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

تیسری قسم یہ ہے کہ نماز کے درمیان میں کلام کرے تو اگر یہ عمدہ ہو تو یہ اجماعاً نماز کو باطل کر دے گا اس حدیث کی بنا پر جو

ہم نے روایت کی اور اس بنا پر جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی انہوں نے فرمایا: ((عَلَمًا تَعْلَمُ فِي الصَّلَاةِ بِعَلْمِ الرَّجُلِ صَاحِبِهِ حَتَّى نَزَلَتْ ﴿وَكُونُوا لِلَّهِ قَائِمِينَ﴾ (البقرة: 238) فَأَمْرًا بِالسَّكُوتِ وَتَهْمًا عَنِ الصَّلَاةِ)) (ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی اپنے ساتھی سے کلام کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَكُونُوا لِلَّهِ قَائِمِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔ متفق علیہ)

اور اگر وہ بھول کر کلام کرے یا اس کی حرمت سے جہالت کی بنا پر کلام کرے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک روایت ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے اور اس وجہ سے کہ یہ نماز کی جنس کے علاوہ ہے پس یہ عمل کثیر کے مشابہ ہو گیا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ نماز کو فاسد نہیں کرے گا اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ((بَيْنَمَا أَنَا أَصْلِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَلَّتْ نِيرِحْمَاكَ اللَّهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَائْتَكُلْ أُمَيَّاهُ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟! أَفَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَيَّ أَنْفَافَهُمْ لَكِي أَسْكُتَ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْبِئِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مَعْلَمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللَّهِ مَا كَهْرْنِي، وَلَا ضَرْبْنِي، وَلَا شَتْمْنِي، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلِحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ)) (ترجمہ: ایک مرتبہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: "یرحمک اللہ" تو بقیہ قوم مجھے گھورنے لگی تو میں نے کہا: میری ماں مجھے گم کرے! کیا بات ہے کہ تم مجھے گھور رہے ہو تو وہ حضرات اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے تاکہ میں خاموش جاؤں تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو میرے نال باپ اُن پر قربان ہوں، میں نے تعلیم دینے میں کوئی معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ آپ سے پہلے کوئی دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، تو اللہ عزوجل کی قسم! نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھورا نہ مجھے مارا اور نہ بڑا بھلا کہا پھر ارشاد فرمایا: بے شک اس نماز میں لوگوں کے کلام سے کچھ بھی کرنے صلاحیت نہیں ہے یہ صرف تکبیر، تسبیح اور قراءت قرآن کا نام ہے) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعادہ کا حکم نہیں دیا کیونکہ انہوں نے معلوم نہ تھا اور بھولنے والا بھی اسی معنی میں ہے۔ (الکافی لقا امام احمد، باب اللہ والہو، ج 1، ص 276، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شواہخ کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوروی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جو بھول کر سلام یا کلام کرے یا نماز میں سے کسی شے کو بھول جائے تو وہ اسی پر بنا کرے جب تک یہ تیرے لئے زیادہ طویل نہ ہو جائے اور اگر طویل ہو جائے تو وہ نماز دوبارہ شروع کرے۔ ماوردی کہتے ہیں: اور یہ صحیح ہے اور نماز میں کلام کرنے کی دو قسمیں ہیں: لسان، پس نماز میں بھول کر کلام کرنے والے کی نماز جائز ہے جب تک اس کا کلام کرنا طویل نہ ہو اور ان میں سے ایک قول میں اس پر سجدہ سہو ہوگا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنس کلام عمدہ ہو یا سہو ہو یہ نماز کو باطل کر دے گا مگر یہ کہ وہ بھول کر سلام پھیرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

عبید اللہ بن حسن العسمری کہتے ہیں: نماز تمام قسم کے کلام اور غیر موضع میں سلام سے باطل ہو جاتی ہے اور انہوں نے استدلال کیا اس حدیث پاک سے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ((كُنَّا نَكَلِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نُهَاجِرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمْنَا مِنَ الْحَبَشَةِ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَأَخَذَنِي مَا قَرَّبَ وَمَا بَعُدَ فَلَمَّا فَرَغَ قُلْتُ لَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحَدِّثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَقَدْ أُحْدِثُ أَنْ لَا تَكَلِّمُوا فِي الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کرنے سے پہلے ہم (نماز میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا کرتے تھے تو جب ہم حبشہ سے آئے تو میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عطا نہ فرمایا: تو (ایسا لگا کہ) مجھے قریب و بعید ہر چیز نے پکڑ لیا ہو تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں عنایت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے اور تحقیق اللہ عزوجل نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ تم نماز میں گفتگو نہ کرو۔)

تو یہ عمدہ اور سہو کلام کے حوالے سے اپنے عموم پر ہے۔ اور حضرت معاویہ بن حکم السلسلی سے مروی ہے کہ فرمایا: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: بَرِحَ جَمْعُكَ اللَّهُ فَعَضَّ النَّاسُ عَلَيَّ بِفِكَهْمِهِمْ، وَغَمَزُونِي بِأَبْصَارِهِمْ، فَلَمَّا صَلَّيْتُ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا ضَرَبَنِي وَلَا كَهَرَنِي بَأْسِي هُوَ وَكَلِمِي مِنْ مَعْلَمٍ وَقَالَ: إِنَّ صَلَاتَنَا هَلِيَّةٌ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْآدَمِيِّينَ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَالْقِرَاءَةُ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی تو مقتدیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے ”برحکم اللہ“ کہا تو لوگ اپنے ہونٹوں کو چبانے لگے اور اپنی آنکھوں سے مجھے اشارہ کرنے لگے تو جب میں نماز پڑھ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے مارا نہ ڈانٹا میرے ماں باپ ایسے عظیم معلم پر قربان ہوں ارشاد فرمایا: بے شک ہماری یہ نماز آدمیوں کے کلام کی کچھ بھی صلاحیت نہیں رکھتی یہ صرف تسبیح، تکبیر اور قراءت کا نام ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْكَلَامُ يَبْطِلُ الصَّلَاةَ وَلَا يَبْطِلُ الْوُضُوءَ)) (کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور وضو کو باطل نہیں کرتا) علمائے فرمایا: اور اس وجہ سے کہ یہ ایک ایسی جنس ہے کہ جس کا عہد کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے پس واجب ہے کہ اس کا سہوا کرنا بھی نماز کو باطل کر دے جیسا کہ ”حدیث“ علمائے فرمایا: اور اس بنا پر کہ کلام کا کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے تو واجب ہے کہ اس کا تلیل نماز کو باطل کر دے جیسا کہ اس کا عہد کرنا۔ اور ہماری دلیل اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَرَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (پارہ 3، سورۃ البقرہ آیت 286) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری امت سے خطا اور نسیان مرفوع ہیں اور جس بات پر وہ مجبور کئے جائیں۔“ پس اگر کہا جائے کہ اس سے مراد گناہ کا اٹھانا ہے، تو کہا گیا کہ خطا کا اٹھانا یہ اس کے حکم گناہ وغیرہ کے اٹھانے کا مقتضی ہے۔

اور امام شافعی، امام مالک سے وہ داؤد بن حصین سے وہ ابو سفیان سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پس دو رکعات پر سلام پھیر دیا تو ذوالیہدین نے عرض کیا کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ذوالیہدین نے سچ کہا؟ تو صحابہ کرام علیہم السلام نے عرض کیا: جی ہاں تو اسی پر ماضی نماز کو مکمل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد بیٹھے ہوئے سجدہ سہو فرمایا۔“

(الحدادی الکبیر، ج 2، ص 177، 178، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

”بہر حال وہ چیزیں کہ جن کے ترک کرنے کو نماز میں شرط رکھا گیا ہے پس مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں کچھ توئی ہیں اور کچھ فعلی ہیں، بہر حال جو ترک کرنے والے افعال ہیں تو وہ تمام مباح افعال ہیں کہ جو نماز کے افعال سے نہیں ہیں مگر پکھو اور سانپ کا نماز میں قتل کرنا پس اس حوالے سے علما میں اختلاف ہے کیونکہ اس بارے میں اثر قیاس کے معارض ہے۔ اور فعل خلیف کے جواز پر میرے گمان کے مطابق اتفاق ہے۔ بہر حال جو ترک کرنے والے اقوال ہیں تو اس سے مراد بھی وہ تمام اقوال ہیں جو نماز میں نہیں بولے جاتے اور ان میں بھی اختلاف علما نہیں ہے کہ ان کا عہد کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان کی بنا پر ﴿وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَائِلِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔“ اور اس فرمان کی بنا پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ ((إِنَّ اللَّهَ يُحَدِّثُ فِیْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَمِمَّا أَحَدَّثَ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِیْ

(بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے اور جو اس نے ظاہر فرمایا ان میں یہ ہے کہ تم نماز میں کلام نہ کرو)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ابنی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے فرمایا: ((كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى نَزَلَتْ: (وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) (البقرة 238) فَكَلِمَاتُنَا بِالسُّكُوتِ وَنَهَيْتَنَا عَنِ الْكَلَامِ)) (ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) ترجمہ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے" پس ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔" اور حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا کہ ((إِنَّ صَلَاتِنَا لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ بِمَآ هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّحْمِيدُ)) (بے شک ہماری نماز لوگوں کے کلام سے کسی بات کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ صرف تسبیح، تہلیل، تحمید اور قرأت قرآن کا نام ہے) ہاں مگر فقہاء نے اس حوالے سے دو جگہوں پر کلام کیا ہے: ان میں ایک یہ ہے جب وہ بھول کر کلام کرے اور دوسری وہ کہ جب وہ نماز کی اصلاح کے لئے جان بوجھ کر کلام کرے..... اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نماز کی اصلاح کی غرض سے جان بوجھ کر نماز میں کلام کرنا نماز کو قاسد نہیں کرے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلام کرنا کسی طرح بھی ہو وہ نماز کو باطل کر دے گا مگر بھول کر کیا تو نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کلام جس طرح بھی ہو نماز کو قاسد کر دیتا ہے۔"

(برایہ الجہد باب السابغ فی معرفۃ التروک، ج 1، ص 126، 127، سورۃ الحدیث، القاہرہ)

احتیاط کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزبیلی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

(کلام کرنا نماز کو قاسد کر دے گا) اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بھولنے والے کا اور خطا سے بولنے والے کا کلام نماز کو باطل نہیں کرتا مگر جبکہ وہ کلام طویل ہو جائے اور کلام کی طوالت کو عرف سے جانا جائے گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ((رفع عن امتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه)) (میری امت سے خطا، نسیان اور جس پر وہ مجبور کئے جائیں اٹھالیا گیا) اور اس حدیث کی بنا پر جو زید بن الیدین کی حدیث میں مروی ہے کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر سلام پھیرا اور اپنی نماز کا اعادہ نہ فرمایا" اگر بھول کر کلام کرنا مقصد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اعادہ فرماتے اور اس وجہ سے کہ عمل قلیل کو معاف رکھا گیا ہے تو اسی طرح کلام قلیل کا معاملہ ہے اور ہمارے نزدیک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے

کہ انہوں نے فرمایا: ہم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے آدمی اپنے پہلو میں موجود شخص سے نماز میں گفتگو کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَلَوْ سَمِعُوا لَلَّه قَانَعِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" پس ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إن هله الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس)) (بے شک اس نماز میں کلام الناس میں سے کچھ بھی درست نہیں ہے۔)

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا: ((إن الله تعالى يحدث من أمره ما يشاء وأنه قد أحدث من أمره أن لا تتكلم في الصلاة)) (ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے اور بے شک اس نے اپنے حکم سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ہم نماز میں کلام نہ کریں) اور اس بنا پر کہ جو شے نماز میں درست نہیں ہے اس کا نماز میں کرنا یہ مفسد نماز ہے عدا ہو یا بھول کر، تھوڑا ہو یا زیادہ جیسا کہ کھانا اور پینا۔ اور عمل قلیل کی معافی اس بنا پر ہے کہ اس کی اصل سے احتراز ممکن نہیں ہے کیونکہ زندہ وجود میں ایسی حرکات ہوتی ہیں جو طبعاً نماز سے تو نہیں ہوتیں تو ان کی معافی ہے جب تک کثرت سے نہ ہوں اور ممکن الاحتراز کی حد میں داخل نہ ہو اور اسی بنا پر اس میں عدا اور نسیان برابر ہیں اور کلام کرنا ایسا نہیں ہے کیونکہ طبعاً اس سے کلام کرنا صادر نہیں ہوتا لہذا اس کی معافی نہیں ہے اور اس کو روزے پر قیاس کرنا جائز نہیں کیونکہ نماز کی حالت یا دولانے والی ہے اس کے تھوڑی دیر کے لئے ایسی مخصوص ہیئت پر ہونے کی وجہ سے جو عادت کے مخالف ہے لہذا اس میں نسیان کثیر نہیں ہوگا بخلاف روزے کے۔

اور حدیث اول سے مراد حکم کا اٹھانا ہے کیونکہ خطا اور اس کی ساتھ کی دو باتوں کی ذاتیں مرفوع نہیں ہیں اور اس کا حکم دو قسموں پر ہے ایک جواز اور دنیا میں فساد۔ اور ان دونوں کی بنیاد سبب کے پائے جانے پر ہے اور دوسری ثواب اور عقاب کے حوالے سے ہے اور اس کی بنیاد عزیمت کے وجود پر ہے پس یہ مشترک ہوگی اور اس کی عمومیت نہیں ہے اور تحقیق آخرت کا حکم ہی مراد ہے پس دوسرا حکم منعمی ہو گیا یا ہم کہیں گے کہ بے شک حکم مقتضی ہے کیونکہ حدیث میں اس میں ذکر نہیں ہے اور اس کے لئے بھی کوئی عموم نہیں ہے اور ذی الیدین کی حدیث منسوخ ہے اس آیت کریمہ کی بنا پر کہ جسے ہم نے تلاوت کیا اور ان روایات کی بنا پر جنہیں ہم نے روایت کیا، کیا تم یہ نہیں دیکھتے انہوں نے عدا کثیر کلام کیا پس حضرت ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہ مجھے بھول ہوئی ہے نہ نماز میں کی تو انہوں نے عرض کیا لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی جانب متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا تو ان حضرات نے اشارہ سے اثبات کیا۔ "اور ان کے نزدیک کلام کثیر مفسد نماز ہے اگرچہ بھول کر ہو اور اسی طرح عامد کا کلام بھی مفسد ہے اگرچہ تھوڑا ہو تو کیونکہ اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔"

اور سلام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ من وجہ دعا ہے تو اس کا اہتبار کرتے ہوئے نماز باطل نہیں ہوگی جبکہ بھول کر سلام پھیرا ہو، اور من وجہ کلام ہے تو اس کا اہتبار کرتے ہوئے نماز باطل ہو جائے گی جب کہ وہ عمدۃً سلام پھیرے دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ خطابی کہتے ہیں کہ اس میں نسخ کا دعویٰ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ نماز میں کلام کرنے کی حرمت مکہ میں ہوئی تھی اور حدیث کے راوی حضرت ذوالبیدین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما متاخر الاسلام ہیں اور تحقیق انہوں نے اس میں کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو نسخ کا دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نسخ آیت کریمہ مدنیہ ہے کیونکہ یہ سورۃ البقرۃ میں ہے اور وہ اجماعاً مدنی ہے پس خطابی کے لئے کون سے دلیل ہے کہ نماز میں کلام کرنے کی حرمت مکہ میں تھی اور ان کے اسلام کے مؤخر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت پہلے کی ہو کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ آیت ان کے اسلام کے بعد نازل ہوئی ہو

اور اگر آیت کریمہ کا ان کے اسلام پر مقدم ہونا صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ حدیث آیت سے متاخر ہو کیونکہ احتمال ہے کہ انہوں نے اسے غیر سے نقل کیا ہو اور اپنی اس بات کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی“ سے مراد یہ ہو کہ ہمارے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو انہوں نے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو مضاف کے قائم مقام قرار دے دیا اور اس کی مؤید وہ بات ہے کہ جسے زہری نے نقل کیا کہ ذوالبیدین بدر میں شہید ہوئے اور یہ خیبر سے بہت زمانہ پہلے کی بات ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا خیبر کے سال تھا اور وہ متاخر الاسلام ہیں اور انہوں نے صرف چار سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی پس علامہ خطابی کا دعویٰ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ ہر فصل کے حوالے سے صراحۃً بلا احتمال وضاحت ہو جائے مزید یہ کہ ہم نے مدنی آیت کے ذریعے سے نماز میں کلام کرنے کی منسوختیت کو درست قرار دیا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مکہ میں نہیں پائی اور ان کو صحبت صرف مدینہ میں حاصل ہوئی ہے اور انہوں نے ہی نسخ کو روایت کیا ہے۔ (تبيين الحقائق شرح كوز الدقائق، باب بلعند اصلا ودا بخره فيها، ج 1، ص 154، 155، المطبعة الكبرى الاميرية بالقاهرة)

باب نمبر 293

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ التَّوْبَةِ

(نماز توبہ کا بیان)

حدیث: حضرت سیدنا اسماء بن حکم القرظری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: میں وہ شخص ہوں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کو سنتا تو اللہ عزوجل مجھے اس کے ذریعے جتنا نفع دینا چاہتا عطا فرماتا۔ اور جب میں کسی صحابی سے کوئی حدیث سنتا ہوں تو میں ان سے حلف لیتا ہوں تو جب وہ حلف اٹھاتا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بے شک مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بھی شخص گناہ کرتا ہے پھر وہ کھڑا ہوتا ہے پھر طہارت حاصل کر کے نماز پڑھتا ہے پھر اللہ عزوجل سے استغفار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ (پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 135) اور اس باب میں عبد اللہ بن مسعود، ابو الدرداء، انس، ابو معاویہ، معاذ، واخلمہ اور ابو ہریرہ جن کا نام کعب بن عمرو ہے سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام

406- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنِ الْحَكَمِ الْقَزَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللَّهُ بِئِنَّهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَإِذَا حَلَفَ لِي صِدْقَتُهُ، وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدِّقُ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ بِهَذِهِ الْآيَةِ: (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ)، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَنْسِ، وَأَبِي أَمَامَةَ، وَمُعَاذٍ، وَوَائِلَةَ، وَأَبِي الْيَسْرِ، وَأَسْمَةَ كَعْبِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو عَمِيرَةَ: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ

السُّؤْمَرِيَّةُ ، وَرَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ ،
 فَرَقُّوهُ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ ، وَرَوَاهُ
 سَفْيَانُ الثُّورِيُّ ، وَبُسَيْرٌ ، فَأَوْقَفَاهُ ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ
 إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَدْ رَوَى
 عَنْهُ بُسَيْرٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ مَرْفُوعًا أَيْضًا

ابو یحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث
 حسن صحیح ہے ہم اس حدیث کو عثمان بن عفیرہ کی اسی سند سے
 جانتے ہیں۔ اور ان سے شعبہ اور بہت لوگوں نے روایت کی پس
 انہوں نے ابو عوانہ کی حدیث کی مثل اسے مرفوع بیان کیا اور اس
 حدیث کو سفیان ثوری اور مسعر نے بھی روایت کیا لیکن ان
 حضرات نے اسے موقوفاً روایت کیا اور مرفوعاً روایت نہیں کیا
 اور تحقیق مسعر سے اس حدیث کو مرفوع بھی روایت کیا گیا ہے۔

ترجیح حدیث 408: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الاستقار، حدیث 1521، ج 2، ص 88، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ والنویہ، باب

ما جاء فی ان الصلوٰۃ کبارۃ، حدیث 1395، ج 1، ص 446، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"(حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: مجھ سے حضرت ابو بکر نے بیان کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا) یہ ہم عصر لوگوں کی روایت کی قبیل سے ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنا اور اس کا عکس، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت کرنا۔ ان کی یہ بات کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا" علامہ ابن حجر اس بارے میں کہتے ہیں: یہ جملہ معترضہ ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالت شان اور ان کے صدق میں مبالغہ کے پیش نظر بیان فرمایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

میں کہتا ہوں: اور اس میں ایک دوسری وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بات کا التزام کرتے تھے کہ اسی حدیث کو روایت کریں جو الفاظ کے ساتھ یاد ہونہ کہ روایت بالحقنی برخلاف دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے۔ اسی بنا پر ان کی روایات کم ہیں جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس خصوصیت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تابع ہیں۔ تو یہ اس کہنے کی وجہ ہے۔ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بھی شخص جو گناہ کرتا ہے ((یعنی کوئی سا بھی گناہ)) (پھر وہ کھڑا ہوتا ہے پس وہ طہارت حاصل کرتا ہے)) یعنی وضو کرتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ اور غسل کرنا افضل ہے اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ زیادہ کال ہے اسی طرح کہا گیا ہے اور شاید اس کا ماخذ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالْقَلْبِ وَالْبُرْدِ)) (اے اللہ عزوجل! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال) اور اس میں قلب کو نفس امارہ کی حرارت سے ٹھنڈا کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

((پھر وہ نماز پڑھے)) اور ابن اسنی کی روایت میں ہے کہ دو رکعتیں پڑھے یعنی سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کے ساتھ یا آنے والی آیت ہمار کہ کے ساتھ اور اس آیت کے ساتھ ((وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجْعِدِ اللَّهُ غُفُورًا رَحِيمًا)) ترجمہ کنز الایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عزوجل سے بخشش چاہے تو اللہ عزوجل کو بخشے والا مہربان پائے گا۔ (سورہ النساء، پارہ 5، آیت 110) ((پھر وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے)) یعنی اس گناہ سے جیسا کہ ابن اسنی کی روایت میں ہے اور استغفار سے مراد توبہ پر دوام اور گناہ چھوڑنا اور دوبارہ کبھی بھی اسے نہ کرنے کا عزم ہے اور اگر حقوق ہوں تو ان کا بھی تدارک کرے۔ ((مگر یہ کہ اللہ عزوجل اس کی بخشش فرمادے گا)) اور حسن میں ہے کہ مگر یہ کہ اللہ عزوجل

اس کی بخشش فرمادے گا یعنی اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا جیسا کہ سورہ فرقان کی آیت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کا بہت زیادہ ہونا اس کا شاہد ہے ((پھر آپ نے قرأت فرمائی)) یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پر استشہاد کرتے اور اسے مضبوط کرتے ہوئے یا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے تصدیق و توثیق چاہتے ہوئے تلاوت فرمایا۔ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِلذَّنْبِ وَكَانَ تَرْجَمَهُمْ كَنْزُ الْإِيمَانِ: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب التوب، ج 3، ص 988، دار الفکر بیروت)

توبہ کے آداب:

اسی حدیث پاک کی شرح میں ملا علی قاری مزید فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تُو توبہ کا ارادہ کرے تو غسل کر اور اپنے کپڑوں کو دھو لے اور نماز پڑھ جو اللہ عزوجل نے تیرے مقدر میں لکھی ہے پھر ایسی جگہ جہاں اللہ عزوجل کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اپنے چہرے کو زمین پر رکھ دے، پھر اپنے سر پر مٹی ڈال اور اپنے اعضاء میں سے سب سے بہترین عضو چہرے کو بہتے ہوئے آسمانوں اور غمگین قلب اور بلند آواز کے ساتھ مٹی میں لوٹ پوٹ کرے اور حتی الامکان اپنے گناہوں کو ایک ایک کر کے ذکر کرے اور ان گناہوں پر اپنے گناہگار نفس کو ملامت کرے اور اسے زجر و توبیح کرے اور یوں کہہ کہ اے نفس کیا تجھے حیا نہیں آتی؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تُو توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رجوع کرے؟ کیا تجھ میں اللہ عزوجل کا عذاب سہنے کی طاقت ہے؟ کیا تیرے پاس اللہ عزوجل کی ناراضگی کو روکنے والی کوئی شے ہے؟ اور روتے ہوئے اس بات کو کثرت سے ذکر کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو رب رحیم کی بارگاہ میں بلند کرے اور یوں کہہ کہ یا الہی تیرے بھاگا ہوا غلام تیرے دروازے پر حاضر ہے، تیرا گناہگار صلح کی جانب لوٹ آیا ہے، تیرا گناہگار تیرے پاس معذرت لے کر حاضر ہے تو اپنے جو دو کرم کے طفیل مجھے معاف فرمادے اور اپنے فضل سے مجھے قبول فرمالے اور اپنی رحمت کے ساتھ میرے جانب نظر فرما اور اے اللہ عزوجل میرے سابقہ گناہوں کی بخشش فرما اور بقیہ زندگی مجھے گناہوں سے محفوظ فرما، پس بے شک خیر تمام کی تمام تیرے دست قدرت میں ہے اور تو ہم پر مہربانی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب التوب، ج 3، ص 990، دار الفکر بیروت)

اسماء بنت حکم الفزازی سے ایک ہی حدیث مروی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"(اسماء بنت عمیس القزازی سے مروی ہے) عراقی کہتے ہیں: ان سے کتب میں صرف یہی حدیث ہے اور میں علی بن ربیعہ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جس نے ان سے روایت کیا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان سے صرف یہی حدیث مروی ہے اور کوئی دوسری حدیث اس کی متابع نہیں ہے۔" (توت السنن، باب الصلاة، ج 1، ص 192، مطبوعہ مکتبہ المدینہ)

نماز توبہ کے بارے میں مذاہب اربعہ

احناف اور مالکیہ کے نزدیک نماز توبہ مندوب (ستحب) ہے۔

(فتاویٰ شامی، باب الوتر والنوافل، ج 2، ص 28، دار الفکر، بیروت، جامعہ المدینہ، شرح الکبیر، ج 1، ص 314، دار الفکر، بیروت)

شوافع اور حنابلہ کے ہاں صلاۃ التوبہ سنت ہے۔

(اسنی الطالب، فرع وقت الوتر والتراتج، ج 1، ص 205، دارالکتاب الاسلامی، کشف القناع، صلاۃ التوبہ، ج 1، ص 443، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

صلاۃ التوبہ کے ثبوت پر سب ہی نے اس باب کی حدیث پاک بیان کی ہے۔

باب نمبر 294

مَا جَاءَ مَنْ يُوَمِّرُ الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ

(بچے کو کب نماز کا حکم دیا جائے)

حدیث: حضرت سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ

تہما سے بھی روایت مروی ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سبرہ

بن معبد الجھنی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسی پر

بعض اہل علم کے ہاں عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحاق بھی

اس کے قائل ہیں یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: دس سال

کے بعد لڑکا جو نماز چھوڑے تو اس کا اعادہ کرے۔ اور سبرہ

بن معبد الجھنی کو ابن عباس بھی کہا جاتا ہے۔

407- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

حَرْمَلَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ

الْجُهَنِيِّ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ

سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ

سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ، وَفِي الْبَابِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ

سَبْرَةَ بْنِ مَعْبِدِ الْجُهَنِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ، "وَعَلَيْهِ

الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ،

وَأِسْحَاقُ، وَقَالَا: مَا تَرَكَ الْغُلَامُ بَعْدَ الْعَشْرِ مِنَ

الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُعِيدُ"، "وَسَبْرَةَ هُوَ ابْنُ مَعْبِدِ

الْجُهَنِيِّ، وَيُقَالُ: هُوَ ابْنُ عَوْسَجَةَ"

(ترجمہ حدیث 407: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من یومر بالصلوٰۃ، حدیث 494، ج 1، ص 133، المکتبۃ المصریۃ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمد بن اسماعیل عزالدین (متوفی 1182ھ) فرماتے ہیں:

”((سکھاؤ)) یہ اولیاء سے خطاب ہے ((بچے کو)) اور بچی کو ((نماز سات سال کی عمر میں)) جب وہ عمر کے ساتویں سال میں پہنچ جائے اور اس میں اس کا رد ہے کہ جس نے یہ زعم کیا کہ صبی (بچے) کا اطلاق صرف دودھ پینے والے پر ہی ہوتا ہے پھر سات سال تک غلام (لڑکے) کا لفظ استعمال کیا جائے گا..... ((اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر اسے مارو)) مارنے کے حکم سے بعض علمائے نے یہ اخذ کیا ہے کہ اتنی عمر کے بچے پر نماز واجب ہے کیونکہ سزا ترک واجب پر ہی ہوتی ہے اور امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ اور جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ نماز بالغ ہونے پر ہی واجب ہوتی ہے اور انہوں نے فرمایا: مارنے کا حکم استحباً ہے۔“

(العبر شرح الجامع الصغیر، حرف الصین، ج 7، ص 264، مکتبہ دارالسلام، ریاض)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

”((بچوں کو نماز سکھاؤ جبکہ وہ سات سال کے ہوں)) کیونکہ اس عمر میں بچہ تمہیز کر لیتا ہے جیسا کہ غالب ہے اور یہ اس بنا پر کہ جب وہ بالغ ہو تو وہ نماز سے مانوس ہو جائے۔“

(انبیاء شرح الجامع الصغیر، حرف الصین، ج 2، ص 136، مکتبہ الامام الشافعی، ریاض)

علامہ محمد علی بن محمد الہریری (متوفی 1057ھ) فرماتے ہیں:

”((بچوں کو سکھاؤ)) اس سے مراد وہ معنی ہے کہ جو بچی کو بھی شامل ہے کیونکہ یہ فعل بمعنی فاعل ہے اور فعل جب اس طرح ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں ((نماز سات سال کی عمر میں اور اس بات پر مارو جب وہ دس سال کے ہوں)) اور ولی پر واجب ہے کہ جب بچہ تمہیز کرنا شروع کر دے تو بچہ کو وہ باتیں سکھائے کہ جن کا اعتقاد اللہ تعالیٰ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام رسولوں کے لیے رکھنا واجب ہے، یا چاہے یا محال ہے۔ اور یہ بات بتائے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شریعت سے منسوخ ہو گئی ہیں، اور ہماری شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور بے شک محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی، رسول، مہربانی ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور بچے کو شریعت کے احکامات سکھائے تاکہ یہ اس میں راسخ ہو جائیں کیونکہ چھوٹی عمر میں حاصل کیا گیا علم پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے۔“

(ذیل اللامین طرق ریاض الصالحین، باب وجوب امر اہل، ج 3، ص 133، 134، دار المعرفۃ للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

”اور حکم رہنمائی اور ادب سکھانے کے لئے ہے اور وجوب کے لئے نہیں ہے کیونکہ بچہ مرفوع القلم ہے لہذا وہ اوامر و نواہی کا مکلف نہیں ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر کو متعین اس لئے فرمایا کیونکہ یہ تمیز کی عمر ہے، کیا یہ نہیں معلوم کہ پرورش کا حکم بچہ کے سات سال کی عمر میں پہنچنے کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے؟ اور اس وجہ سے کہ عدد مرکب کے عقود کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ دس کا ہے اور سات اس کا اکثر ہے اور دس سال کی عمر میں مارنے کا حکم اس بنا پر دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت وہ قریب البلوغ ہو جاتا ہے کیونکہ بلوغ کی کم از کم عمر بچہ کے حق میں بارہ سال ہے اور یہ امر تادیب و ارشاد کے لئے ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے اخلاق سے حزمین ہو اور عبادات قائم کرنے کا عادی بنے۔“

اور علامہ خطابی کہتے ہیں: اور یہ حدیث اس کے لئے سخت سزا ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ وہ نماز کو بلوغت کے بعد جان بوجہ کر چھوڑے۔ اور بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ اس سے اس شخص کے قتل کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں جو بلوغت کے بعد جان بوجہ کر نماز کو ترک کرے اور وہ کہتے ہیں جب بچہ غیر بالغ ہونے کی صورت میں مار کا مستحق ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ بلوغت کے بعد ایسی سزا کا مستحق ہو جو مارنے سے زیادہ سخت ہو اور علما کے قول کے مطابق مارنے کے بعد قتل سے زیادہ سخت کوئی شے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ بلوغت سے پہلے اس پر مارنا واجب تھا حتیٰ کہ وہ مارنے سے زیادہ عقوبت کا مستحق قرار پائے اور وہ بلوغت کے بعد قتل کرنا ہے اور ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ قتل کرنا گناہ کی وجہ سے واجب ہو حدیث مشہور کی وجہ سے: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کروں حتیٰ کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہیں۔“ اور اسی طرح مارنا بھی متفاوت ہے پس بلوغت کے بعد اسے ایسی ضرب شدید ماری جائے حتیٰ کہ اس سے خون نکل آئے اور اسے قید رکھا جائے جیسا کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے تو یہ محض مارنے سے زیادہ شدید ہے۔

تو یہ قائل کیونکر کہہ سکتا ہے کہ ”اور مارنے سے بعد قتل سے زیادہ شدید کچھ نہیں ہے“؟ اور اسی طرح بلوغت سے پہلے مارنا ادب سکھانے کے طور پر ہے اور اس کے بعد زجر و تعزیر کے طور پر ہے تو یہ ضرب اول سے زیادہ شدید ہے، کاش میں اس بات کو سمجھ سکوں کہ وہ شخص جو اس کمزور دلیل سے استدلال کرتا ہے تو وہ اس حدیث کے پوش نظر چھوٹے بچے کے اسلام کو کس طرح صحیح قرار نہیں دے گا کیونکہ جب اسے سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جاتا ہے اور دس سال عمر میں مارا جاتا ہے تو اس کا اسلام کیونکر صحیح نہیں ہو گا وہ جو کہ تمام عبادات کی اصل ہے اور نماز وغیرہ اس کے بغیر قبول نہیں ہوتی مزید یہ کہ بچے کو بہت سے امور (مثلاً) استنجاء، طہارت، وقت کی معرفت اور اس کے علاوہ نماز کی شرائط اور ارکان کی جانب حاجت ہوتی ہے بخلاف اسلام کے کہ وہ محض قول کا نام ہے۔ تو اسے سمجھو۔“

(شرح اہل اہل اہل الصنی باب تہی و عمر اسلام، ج 2، ص 414، 415، مکتبہ ارشد، پٹنہ)

نماز کا حکم کرنے اور نہ پڑھنے پر سزا دینے کی عمر، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی فرماتے ہیں:

"(اگر چہ ولی پر واجب کہ وہ دس سال کی عمر میں بچے کو نماز نہ پڑھنے پر ہاتھ سے مارے نہ کہ ڈٹے کے ساتھ) اس حدیث کی بنا پر، ارشاد فرمایا: ((مروا اولادکم بالصلاة وهم أبناء سبع، واضربوهم علیہا وهم أبناء عشر)) (اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ)۔" (رد المحتار، کتاب الصلاة، ج 1، ص 352، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"(اگر چہ ولی پر واجب ہے) یہ مبالغہ ہے اس قول "ہر مکلف" کے مفہوم پر گویا کہ انہوں نے فرمایا کہ غیر مکلف پر نماز فرض نہیں ہے اگر چہ ولی پر واجب ہے کہ وہ دس سال کی عمر میں بچے کو مارے اور یہ اس وجہ سے تا کہ وہ فعل نماز اس کے اخلاق کا حصہ بنے اور اسے اس کی عادت ہونے کے فرض ہونے کی بنا پر۔ اور حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینا واجب ہے جیسا کہ دس برس کی عمر میں مارنا واجب ہے، اور اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہے نہ کہ بمعنی فرض کیونکہ حدیث پاک ظنی ہے پس اسے سمجھو۔ (ماتن کا قول کہ ہاتھ کے ساتھ) اور تین ضربوں سے تجاوز نہ کرے، اسی طرح معلم کے لئے تین سے زیادہ ضربوں کی اجازت نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک معلم بڑا اس سے فرمایا: ((ایک أن تضرب فوق الثلاث فبأنک إذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منك)) (تین سے زیادہ ضرب لگانے سے بچو، پس بے شک جب تو تین سے اوپر ضربیں لگائے گا تو اللہ عزوجل تجھ سے بدلہ لے گا) اس روایت کو اسماعیل نے استروٹینی کی احکام الصغار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی عصا سے نہیں مارا جائے گا۔"

(رد المحتار، کتاب الصلاة، ج 1، ص 352، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"(اور لڑکے کی عمر جب دس سال ہو جائے تو اسے نماز و طہارت کے حوالے سے تادیب کی جائے گی) تادیب کا معنی مارنا، دھمکانا، عتاب کرنا ہے۔ قاضی کہتے ہیں: بچے کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اسے طہارت، نماز سکھائے جب وہ سات سال کو پہنچ جائے اور اسے نماز کا حکم دے اور اس پر لازم ہے کہ وہ دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز پر تادیب کرے۔ اور اس بارے

میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((عَلِمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ وَأَضْرِبُوا عَلَيْهِمَا ابْنَ عَشْرِ)) (بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال پر مار کر نماز پڑھاؤ) اس حدیث پاک کو اثرم، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے اور یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں اور ان کے علاوہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَأَضْرِبُوا عَلَيْهِمَا لِعَشْرِ، وَفَرَّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) (بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور انہیں دس سال کی عمر میں مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔)

اور یہ حکم اور تادیب بچے کے حق میں اس کو نماز کا عادی بنانے کے لئے مشروع ہیں تاکہ اسے نماز سے الفت پیدا ہو اور اس کی عادت ہو، تاکہ بالغ ہو کر اسے ترک نہ کرے اور نماز ظاہر مذہب میں اس پر واجب نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا: اس پر اس حدیث کی بنا پر نماز واجب ہے کیونکہ عقوبت مشروع نہیں مگر ترک واجب کی بنا پر کیونکہ واجب کی تعریف یہ ہے کہ جس کے ترک پر سزا دی جائے اور اس بنا پر کہ امام احمد رحمہ اللہ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے حوالے سے مروی ہے کہ جب وہ نماز کو ترک کرے تو وہ قضا کرے۔

اور ہو سکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس بات کا احتیاطاً حکم دیا ہو کیونکہ بے شک حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے: ((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ الصَّبِيِّ حَتَّى يَبْلُغَ)) (تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے بچے سے حتیٰ کہ بالغ ہو جائے) اور اس وجہ سے کہ وہ بھی (بچہ) ہے تو اس پر نماز واجب نہیں ہے جیسا کہ صغیر (چھوٹے بچے) پر واجب نہیں اور اس کی پختگی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بچہ اس عمر میں اپنی فطرت اور عقل کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ اور اس کے لئے ایک ایسے ضابطہ کا ہونا ضروری ہے کہ جو اس حد کو مقرر کرے کہ جس میں اس کی عقل اور فطرت کامل ہو جاتی ہے پس بے شک اس میں تھوڑا تھوڑا بہتر ترقی اضافہ ہو جاتا ہے تو وہ خود سے اس بات کو نہیں جانتا لہذا بلوغ اس کے لئے ضابطہ ہے اور اسی بنا پر حدود واجب ہوتی ہیں اور ذمی سے جزیہ اس وقت لیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو جائے اور اکثر احکام تکلیف بلوغت سے ہی متعلق ہیں تو اسی طرح نماز کا معاملہ ہے اور اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو اس کے بالغ ہونے کے خوف کی وجہ سے احتیاط پر محمول کیا جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چودہ سال کی قید لگائی اور اگر ان کی مراد وہ ہوتی جو دیگر حضرات کہتے ہیں تو وہ اس حکم کو چودہ سال سے مختص نہ کرتے اور اس مقام پر تادیب اسے نماز کی مشق کروانے اور عادت ڈالنے کے لئے ہے جیسا کہ خط، قرآن، پیشہ اور اس کی مثل چیزوں کے سیکھنے پر مارا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز عاقل بچے سے درست ہوتی ہے اور ہماری ذکر کردہ گفتگو میں مذکور مؤلف کا فرق نہیں ہے۔"

(المعنى لابن قدامه في ذم القلام على الصغار والاصلا في اجتهاد مشرئين، ج 1، ص 441، 440، مكتبة القاهرة)

شواہح کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور سوائے بچہ کے جس پر نماز واجب نہیں اسے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا، بس بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جاتا ہے اور ترک نماز پر دس سال کی عمر میں مارا جائے گا اس حدیث کی بنا پر جو سمرہ جینی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔"

(المند بنی قریظ: ۱۳، ۱۰۰ ج ۱ کتاب عمر: ۳۰۷)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو عبد اللہ زینی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

"(اور بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کی عمر میں مارا جائے گا) یعنی بچہ کو نماز کا حکم دیا جائے گا جب وہ سات سال کو پہنچ جائے اور اس کے ترک پر مارا جائے گا جب وہ دس سال کو پہنچ جائے اور اس بارے میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاصِرُ بِهِمْ وَعَلَيْهَا وَهُمْ أُمَّتَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) (سات سال کی عمر میں اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ اور ان کے بستر علیحدہ کر دو) اس حدیث پاک کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ "بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ۔"

(سواہب: ۱۱۱، ۱۱۲ ج ۱، ۴۱۲ ج ۱، ۴۱۲ ج ۱، ۴۱۲ ج ۱)

باب نمبر 295

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحَدِّثُ فِي التَّشْهُدِ

(تشهد میں حدیث کا لاحق ہونا)

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا: جب کسی شخص کو نماز میں سلام سے پہلے حدیث ہو تو اس کی نماز جائز ہوگی۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند

قوی نہیں ہے اور تحقیق محدثین نے اس حدیث میں اضطراب کا ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور بعض اہل علم اسی بات کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں: جب وہ تشهد کی مقدار بیٹھے اور سلام سے پہلے اسے حدیث ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ اور بعض اہل علم فرماتے ہیں: جب تشهد سے اور سلام سے پہلے حدیث ہو جائے تو نماز کا اعادہ کرے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اس نے تشهد نہ پڑھا اور سلام پھیر دیا تو اسے کفایت کرے گا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر "اور نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔" اور تشهد کا درجہ کم ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کو جاری رکھا اور تشهد نہ پڑھا۔ اور اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: "جب وہ تشهد پڑھ لے اور سلام نہ پھیرے تو اسے کفایت کرے گا۔" اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن

408- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيَْادِ بْنِ أَنْعَمٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ رَافِعٍ، وَبَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ، أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَحَدٌ -يَعْنِي الرَّجُلَ- وَقَدَ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ فَقَدْ جَاثَ صَلَاتُهُ. قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِي، وَقَدْ اضْطَرُّوا فِي إِسْنَادِهِ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا قَالُوا: إِذَا جَلَسَ مَقْدَارَ التَّشْهُدِ وَأَحَدٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ "وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَحَدٌ قَبْلَ أَنْ يَتَشَهَّدَ وَقَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ" ، وَقَالَ أَحْمَدُ: إِذَا لَمْ يَتَشَهَّدَ وَسَلَّمْ أَجْزَاءُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْلِيلِهَا التَّسْلِيمُ وَالتَّشْهُدُ أَهْوَنُ، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اثْنَتَيْنِ فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ، وَلَمْ يَتَشَهَّدْ، وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: إِذَا تَشَهَّدَ وَلَمْ يُسَلِّمْ أَجْزَاءً، وَاجْتَجَّ

مسعود بنی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا تو ارشاد فرمایا: ”جب تو اس سے فارغ ہو جائے تو تحقیق کرنے اس کو مکمل کر لیا جو تجھ پر لازم تھا۔“ اور عبد الرحمن بن زیاد وہ افریقی ہیں اور تحقیق بعض اہل علم نے ان کی تضعیف کی، ان میں یحییٰ بن سعید القطان اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

بِحَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ جَمِينٍ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُدَ، فَقَالَ: إِذَا فَرَغْتَ مِنْ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، هُوَ الْإِفْرِيقِيُّ، وَقَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانِ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

ترجمہ حدیث 408:

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(جب تم میں کسی کو حدیث ہو) یعنی جان بوجہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور مطلقاً صاحبین کے نزدیک اس پر بنا کرتے ہوئے کہ خرون؟ صعدہ (اپنے کسی فعل کے ذریعے نماز سے نکلنا) امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے برخلاف صاحبین کے۔ (اور وہ نماز کے آخر میں بیٹھ چکا ہو) (تہجد کی مقدار) (سلام پھیرنے سے پہلے تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی) امام اعظم اور آپ کے اصحاب کے نزدیک برخلاف امام شافعی کے کیونکہ سلام پھیرنا ان کے ہاں فرض ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔"

(مرآة البعاج، باب الايجاز من العمل في الصلاة، ج 2، ص 795، ماہنامہ مکتبہ مدینہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اسی حدیث پاک سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا کہ تہجد کی مقدار بیٹھنے کے بعد جب نمازی کو حدیث لاحق ہو جائے تو یہ اس کی نماز میں ضرر نہیں دے گا پس وہ کھڑا ہو اور وضو کرے اور سلام پھیر دے کیونکہ اس پر صرف سلام کرنا ہی باقی ہے پس وہ اسے بجالائے اور اگر وہ جان بوجہ کہ اس حالت میں حدیث لاحق کرے یا گفتگو کرے یا نماز کے متانی کوئی عمل کرے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی کیونکہ نماز کے ارکان میں سے اس پر کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اور تیمم کرنے والا پانی کو دیکھے یا مسح کرنے والے کی مدت مکمل ہوگئی ہو یا اس نے اپنے دونوں موزوں کو عمل پیر سے اتار دیا ہو یا وہ ان پڑھ ہو تو اس نے کوئی سورت سیکھ لی ہو یا برہنہ نماز پڑھنے والا کپڑے کو پائے یا اشارہ کرنے والا رکوع و سجود پر قادر ہو جائے یا اسے اس سے پہلے فوت شدہ نماز یاد آجائے یا قاری اس حالت میں ان پڑھ کو خلیفہ بنا دے یا فجر میں سورج طلوع ہو جائے یا جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہو جائے یا اس نے پٹی پر مسح کیا تھا تو وہ صحت حاصل ہونے سے گر گئی یا وہ صاحبِ عذر تھا اور اس کا عذر ختم ہو گیا جیسا کہ مستحاضہ اور جو اس کی طرح ہو تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان تمام صورتوں میں نماز باطل ہو جائے گی اور یہ اس وجہ سے کہ اپنے کسی فعل کے ذریعے نماز سے نکلنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے اور ان تمام صورتوں میں وہ نہ پایا گیا۔ اور انہوں نے اس بات کی تفسیر بیان کی بایں طور کہ وہ اپنی نماز پر بنا کرے چاہے فرض ہو یا نفل ہو، یا وہ قہقہہ لگا کر ہنسی یا وہ عمدہ آحدث کرے یا کلام کرے یا وہ چلا جائے یا وہ سلام کرے اور یہاں ایک بڑی بحث ہے اور اس کا محل کتب فروع ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب الامام محدث بعد الخ، ج 3، ص 137، 138، مکتبہ الرشیدیہ)

حدیث الہاب کی تضعیف کا جواب:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

۳۳ حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور وہ اس کی سند میں اضطراب ہیں اور وہ قطعی اور پھر ترمذی نے اپنی اپنی سنن میں اسے روایت کیا۔ دارقطنی کہتے ہیں: عبدالرحمن بن زیاد ضعیف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور ترمذی کہتے ہیں: اور اس حدیث کو عبدالرحمن بن زیاد الافریقی کے ذریعے سے پہچانا جاتا ہے اور عیسیٰ بن معین اور عیسیٰ بن سعید القطن اور احمد بن حنبل اور عبدالرحمن بن مہدی رحمہم اللہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ فرمایا: اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ سلام کے فرض ہونے سے پہلے کی ہے۔ اور خطابی کہتے ہیں: حدیث ضعیف ہے اور بے شک لوگوں نے اس کے بعض ناقلین میں کلام کیا ہے اور اس کے معارض وہ احادیث ہیں کہ جن میں تشہد اور سلام کا ایجاب موجود ہے اور میں کسی ایسے فقیہ کو نہیں جانتا جس نے اس کے ظاہر کا قول کیا ہو کیونکہ اصحابِ رائے نفسِ قعود سے نماز کے تمام ہونے کی رائے نہیں رکھتے حتیٰ کہ وہ تشہد کی مقدار ہو جیسا کہ اس بات کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور پھر انہوں نے اس بارے میں اپنے قول کی رعایت نہیں کی کیونکہ انہوں نے کہا: جب سورج طلوع ہو جائے یا تجیم والا پانی کو دیکھ لے اور وہ سلام سے پہلے تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا تو تحقیق اس کی نماز باطل ہوگئی اور ان حضرات نے اس شخص کے بارے میں کہا کہ جس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد قبضہ لگایا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا مگر یہ کہ وہ نماز میں ہو اور ان اقوال کے اختلاف اور ان کی حدیث کے مخالفت کرنے کا معاملہ واضح ہے، علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان پر حجت ہے تو اسی بنا پر وہ اس کے لئے تضعیف کی زیادتی کو ثابت کرتے ہیں مگر چہ عبدالرحمن بن زیاد کی بعض نے تضعیف کی ہے تو دوسرے حضرات نے ان کو سچا بھی جانا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے احمد بن صالح سے کہا کہ کیا افریقی کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے کہا: کیا وہ صحیح الکلب ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اور احمد بن محمد بن حجاج بن رشد نے احمد بن صالح سے نقل کیا، فرمایا: جو ابن انعام کے متعلق گفتگو کرے تو وہ مقبول نہیں ہے، ابن انعام ثقات میں سے ہے۔ اور عباس بن محمد کہتے ہیں: میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ ”ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“ اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: میں نے عیسیٰ بن سعید القطن کو فرماتے ہوئے سنا: وہ ثقہ ہیں۔ اور امام بخاری کہتے ہیں: اس سے ڈری نے روایت کیا۔ اور ابو عبدالرحمن نے کہا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اور احمد کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل کو دیکھا کہ وہ ان کے معاملہ کو تقویت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: یہ مقارب

الحدیث ہیں....

(۱) اور اس حدیث کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمن بن رافع اور بکر بن سوادہ نے خبر دی وہ دونوں حضرات کہتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً سنا ہے انہوں نے اسے ذکر کیا۔

(۲) اور اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ نے بسند سنن اسے روایت کیا اور ان کے لفظ یہ ہیں فرمایا: جب امام نماز پڑھے اور وہ قعدہ کرے تو اسے حدیث لاحق ہو یا ان میں سے کوئی ایک کہ جنہوں نے امام کے ساتھ نماز کھل کی امام کے سلام سے پھیرنے سے پہلے تو تحقیق اس کی نماز کھل ہو گئی پس وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔

(۳) اور اس کی مؤید وہ حدیث ہے کہ جسے ابو نعیم نے اپنی کتاب ”حلیہ“ میں عمر بن ابو ذر کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن مظفر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے صالح بن احمد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے یحییٰ بن قلندر عسکری نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن الحسن ابو مسعود الزجاج نے عمر بن ذر سے، انہوں نے عطا سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد سے فارغ ہوئے تو ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ((مَنْ أَحَدَثَ بَعْدَ مَا فَرَغَ مِنَ التَّشْهَادِ فَقَدْ تَمَتَّ صَلَاتُهُ)) (ترجمہ: جسے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد حدیث لاحق ہو تو اس کی نماز ہو گئی)

(۴) اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ ہم سے ابو معاویہ نے حجاج سے انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے حارث سے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ((إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ فِي الرَّابِعَةِ ثُمَّ أَحَدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ فَلْيَقْعِدْ حَيْثُ شَاءَ)) (ترجمہ: جب امام چوتھی رکعت میں بیٹھے پھر اسے حدیث لاحق ہو تو تحقیق اس کی نماز ہو گئی پس وہ جہاں چاہے کھڑا ہو)

(۵) اور بیہقی نے ابو اسحاق سے وہ عاصم بن ضمرہ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی پس انہوں نے اس حدیث پاک کو ذکر کیا، اس میں تشہد کی مقدار کے الفاظ وارد ہیں۔

(۶) اور اسی طرح ابن ابی شیبہ نے حسن سے، وہ ابن مسیب سے، وہ عطا سے اور ابراہیم نخعی سے اس کی مثل روایت

کی۔

اور بیہقی کا قول کہ اگر وہ صحیح ہو بھی تو یہ حکم سلام کی فرضیت سے پہلے کا ہے، تو یہ غیر مسلم ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سلام پھیرنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر فرض ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

فرمان سے اس کی فرضیت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ”اور نماز سے نکلنا سلام پھیرنے کے ذریعے سے ہے۔“ کیونکہ اس میں سلام کے علاوہ نماز سے نکلنے کی نفی نہیں ہے مگر سلام کے واجب ہونے کی بنا پر اسے خاص کیا اور اسی تقریر کے ذریعے خطاب کی اس قول کا بھی رد کیا جاسکتا ہے ”اور احادیث اس کے معارض ہیں“ الیٰ اخرہ۔

اور خطاب کا یہ قول کہ ”میں فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ جنہوں اس حدیث کے ظاہر کا قول کیا ہو“ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمارے علماء خصوصاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس بات کے قائل ہیں۔ اور حدیث میں ”قعد“ سے نفس قعود مراد نہیں ہے بلکہ تشہد کی مقدار بیٹھنا مراد ہے جیسا کہ عمر بن ذر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اور ان کا قول بھی درست نہیں کہ ”ان حضرات کا فرمان ہے جب سورج طلوع ہو جائے الیٰ اخرہ“ یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں نماز کا بطلان امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ نمازی کا اپنے فعل سے نماز سے نکلنا فرض ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حدیث مذکور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تو یہ حضرات اس حدیث کی بنا پر ان صورتوں میں نماز کے بطلان کا قول نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے اس بات کو مفصلاً ذکر کیا اور خطاب کا کلام کیونکر درست ہو سکتا ہے یا وہ کیونکر اس حدیث کی تضعیف کے لئے حجت ہو سکتا ہے۔ (شرح الیٰ داؤد للنعیمی، باب الامام محدث بعد الخ، ج 3، ص 138، 140، مکتبہ الرشیدیہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

”حدیث میں صراحتاً یہ بات ہے کہ ”جب تم میں کسی کو حدیث ہو اور سلام سے پہلے وہ اپنی نماز کے آخر میں بیٹھا ہو تو تحقیق اس کی نماز جائز ہے“ اور ایک دوسری حدیث میں ہے: ”جب وہ تشہد کی مقدار بیٹھے پھر اسے حدیث ہو پس تحقیق اس کی نماز مکمل ہوگئی۔“ اور اس کے دیگر طرق بھی ہیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا، وہ حسن کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس کی اصل کی قوت پر مجتہد کا اس کے ساتھ تعلق ہونا بھی دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد ضعف طاری کا ہونا ضرر نہیں دیتا پس ابن حجر کا قول کہ ”وہ دونوں احادیث باتفاق حافظ ضعیف ہیں“ یہ ان کا محض دعویٰ بلا دلیل کے ہے۔“

(مرآۃ المفاتیح، باب الدعاء فی التشہد، ج 2، ص 754، مدارک، ج 1، ص 2)

ایک اور مقام پر اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

”((اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس کی سند مضطرب ہے)) ابن الصلاح کہتے ہیں: مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف متفاوت صورتوں پر روایت کی جاتی ہے اور اضطراب کبھی سند میں ہوتا ہے، کبھی متن میں، کبھی ایک راوی میں، کبھی راویوں میں۔“

اور مضطرب حدیث ضعیف ہے کیونکہ یہ اس بات کا شعور دیتی ہے کہ اس میں ضبط نہیں ہے، اس بات کو علامہ طیبی نے

ذکر کیا۔ میں (علامہ علی قاری) کہتا ہوں: اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جسے امام طحاوی نے ذکر کیا اور حدیث کے طرق کا تعدد اسے حسن کے درجے تک پہنچاتا ہے۔

اور ابن امام کہتے ہیں: اور جو حدیث کے متعلق یہ کہتا ہے کہ صحیح نہیں ہے اس کا کہنا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حجت ہونا دلیل کی صحت پر موقوف نہیں ہے بلکہ حسن کافی ہے، پس مجتہد حدیث کی صحت کے اختلاف جانتا ہے اور اس کی رائے پر اس کا صحیح ہونا غالب ہے تو وہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے کیونکہ اس میں محض اختلاف کا ہونا یہ اس کی ترجیح اور ثبوت صحت کے مانع نہیں ہے، اور پس اسے یاد رکھو تو یہ تمہیں کثیر نفع دے گا۔

(مرآة المفاتیح، باب الاموال، ج 2، ص 785، دار الفکر بیروت)

باب نمبر 296

مَا جَاءَ إِذَا كَانَ الْمَطَرُ فَالصَّلَاةُ فِي الرَّخَالِ

بارش کے وقت خیموں میں نماز پڑھنا

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس ہم پر بارش برسا شروع ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چاہے وہ اپنے خیمہ میں نماز پڑھے۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سمرہ

البلخی کی اپنے والد سے اور حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر

رضی اللہ عنہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق بعض اہل علم نے بارش اور نمٹی ہونے کی صورت میں جمعہ اور جماعت چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔

امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابو زرعد کو

فرماتے ہوئے سنا: عفان بن مسلم نے عمرو بن علی سے حدیث روایت کی اور ابو زرعد فرماتے ہیں: ہم نے بصرہ میں ان تین حضرات 1۔ علی بن مدینی 2۔ ابن شاذکونی 3۔ عمرو بن علی سے زیادہ کسی کو قوت حافظہ والا نہیں دیکھا۔ اور ابوالخلیج کا نام عامر ہے اور ان کو زید بن اسامہ بن عمیر الحدلی کہا جاتا ہے۔

409- حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ذَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مَعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَصَابَنَا مَطَرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيُصَلِّ فِي رَحْلِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو، وَسَمُرَةَ، وَأَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَخَّصَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُعُودِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَالْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ وَالطَّيْنِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ، يَقُولُ: رَوَى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيثًا، وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ: "لَمْ نَرِ بِالْبَصْرَةِ أَحْفَظَ مِنْهُؤَلَاءِ الثَّلَاثَةِ: عَلِيٌّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، وَابْنُ الشَّاذِكُونِيِّ، وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، وَأَبُو الْمَلِيحِ اسْمُهُ غَابِرٌ، وَيُقَالُ: زَيْدٌ بْنُ أَسَامَةَ بْنِ

عَمْرِئِ الْهَدَلِيِّ"

ترمذی حدیث 409: (صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وروزہما باب الصلوٰۃ فی الرخال فی السفر، حدیث 698، ج 1، ص 484، دار احیاء التراث العربی بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب صلوٰۃ باب الخوف من الماء، حدیث 1065، ج 1، ص 279، مکتبۃ العصریہ بیروت)

شرح حدیث

علامہ سحیح بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:
 "یہ حدیث بارش وغیرہ اعذار کی صورت میں جماعت کے حکم میں تخفیف پر دلیل ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب الصلاة فی الرحال فی السفر، ج 5، ص 207، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابن رطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ شدید بارش، اندھیرا، آندھی اور اس کی مثل اعذار کے پائے جانے کی صورت میں جماعت سے پیچھے رہ جانا ان احادیث کی بنا پر مباح ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عقبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں کہ جسے وہ جائے نماز بنا لیں جب بارش اور سیلاب ہوا کرے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمادیا۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب الرخصة فی السفر، ج 2، ص 291، مکتبہ الرشیدیہ، بیروت)

جماعت چھوڑنے کے اعذار

عند الاحناف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

- (1) مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ (2) اپناج۔ (3) جس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔ (4) جس پر قلع لگا ہو۔ (5) اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے۔ (6) اندھا اگرچہ اندھے کے لیے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے۔ (7) سخت بارش اور (8) شدید کچھڑ کا حائل ہونا۔ (9) سخت سردی۔ (10) سخت تاریکی۔ (11) آندھی۔ (12) نال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ۔ (13) قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے۔ (14) کلام کا خوف۔ (15) پانخانہ۔ (16) پیشاب۔ (17) ریاح کی حاجت شدید ہے۔ (18) کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو۔ (19) ارادہ بصر ہو، جماعت نماز کھڑی ہوگی ہو اور قافلہ (یا گاڑی وغیرہ کے) چلے جانے کا اندیشہ ہے، جبکہ نفس سفر عذر نہیں جیسا کہ فقہ میں ہے۔ (20) مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا، یہ سب ترک جماعت کے لیے عذر

(درعی رورالکھنر ملخصاً، کتاب اصلا، باب الامت، ج 1، ص 555، 556، دار الفکر بیروت)

ہیں۔

عند المحتالین:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اور مریض جماعت اور جرحہ سے معذور ہے اور وہ جسے دو خبیث چیزوں (بول و براز) میں سے ایک کی شدت ہو یا کھانا حاضر ہو اور اسے کھانے کی جانب محتاجی ہو یا جسے اپنے مال کے ضائع ہونے یا اس کے فوت ہونے یا اس میں ضرر کا اندیشہ ہو یا اپنے کسی قریبی کی موت کا خوف ہو یا اپنے آپ پر ضرر یا سلطان کا خوف ہو یا قرض خواہ کے مطالبہ کا خوف ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو یا اپنے ساتھیوں کے جدا ہونے کا خوف ہو یا نیند کا غلبہ ہو یا بارش یا کچھڑ ہو یا ٹھنڈی اور اندھیری رات میں سخت آندھی ہو۔"

(المعجم مع المبدع، الاعذار فی اختلاف من الحجۃ والجماعۃ، ج 2، ص 103، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عند الشوارع:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"اور اعذار کی بنا پر جماعت کا ترک کرنا جائز ہے اور اعذار کی دو قسمیں ہیں: عامہ اور خاصہ۔ پس عام اعذار جیسا کہ بارش اور اس کے ہم معنی دوسرے اعذار کا ہونا اور بعض مصنفین نے کچھڑ کے بارے میں خلاف ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں استعداد باقی رہتی ہے اور اظہر یہی ہے کہ یہ بھی عذر ہے کیونکہ کچھڑ میں چلنے میں واضح تکلیف موجود ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب بہت زیادہ نہ ہو اور سخت آندھی بھی رات کے وقت عذر ہے۔ اور خاص اعذار جیسا کہ مرض کا ہونا اور کسی ایسے مریض کی تیمارداری کرنا جسے کسی انسان کی ضرورت ہو اور اس کے ترک میں اس کو ضرر پہنچانا ہو۔ اور انہیں اعذار میں سے انسان کا کسی مال پر قیام ہے کہ اگر اسے چھوڑا جائے تو وہ ضائع ہو جائے گا یا اسے چھوڑنے میں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ اور بعض ائمہ نے اعذار میں سے اس بات کو بھی ذکر کیا کہ وہ تگدست مقرض ہو اور ان اس کی تصدیق نہیں کرے گا پس وہ اسے قید کر وادے گا تو اسے جماعت سے پیچھے رہنے کی اجازت ہے اور انہیں اعذار میں سے یہ ہے کہ اس پر قصاص لازم ہو چکا ہو اور اگر اس کا سختی اس پر کا ہو پالینا ہے تو وہ اسے قتل کر دے گا اور اگر وہ روپوش رہے تو اس کا غم ختم ہونے کی صورت میں اس کی جانب سے معافی کی امید ہے پس تحقیق امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔"

(نہایہ المطالب فی درایۃ المذہب، باب فضل الجماعۃ والعذر بہر کہا، ج 2، ص 367، 368، مطبوعہ دار المعراج)

عند الماکہ:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشنی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"جمہ اور جماعت کے ترک کا عذر کچھڑ کا ہونا، بارش کا ہونا، جذام کا ہونا، مرض کا ہونا، تیمارداری کرنا، کسی قریبی کا قریب الموت ہونا وغیرہ) اور مطلب یہ ہے کہ جمہ اور پانچوں نمازوں میں جماعت کے ترک کو جائز کرنے والے اعذار میں سے شدید کچھڑ کا ہونا اور وہ گینگی مٹی کو کہتے ہیں اور بالفاظ دیگر وہ کہ جو لوگوں کو جوئے اتارنے پر ابھارے۔ اور انہیں اعذار میں سے شدید بارش کا ہونا ہے اور اس سے مراد وہ ہے کہ جو لوگوں کو اپنے سروں کو ڈھانپنے پر ابھارے۔ اور انہیں اعذار میں سے شدید جذام کا ہونا یوں کہ اس کی بدبو لوگوں کو ضرور دے تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو..... اور جذام کی مثل برص جس کی بدبو ضرور دیتی ہے۔

اور انہی اعذار میں سے ایسے شدید مرض کا ہونا کہ اس کی وجہ سے جماعت سے ادائیگی باعث مشقت ہو اور اسی کی مثل عمر کا زیادہ ہونا اور انہیں اعذار میں سے تیمارداری کرنا اس کے لئے کہ جس پر موت کا خوف ہو اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو لیکن خاص قریبی کی عیادت کرنا اگرچہ اس پر موت کا خوف نہ ہو اور نہ اس کی تیمارداری ترک کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہو اور بہر حال قریب غیر خاص تو ابن حجاج کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اسی طرح ہے اور ابن عربی کا کلام اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ بے شک اس کی تیمارداری کرنا اجنبی کی تیمارداری کرنے کی طرح ہے اور "شامل" کے کلام کا ظاہر ہے کہ بے شک وہ تیمارداری جو جماعت کو ساقط کرنے والی ہے وہ ہے کہ جس کے ذریعے سے مریض کی ہلاکت کا حصول ہو اگرچہ وہ خاص قریبی ہو اور یہ ابن عرفہ اور ابن حجاج کے کلام کے افادہ کے خلاف ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ اور کسی قریبی وغیرہ کا مثلاً دوست اور شیخ اور زوجہ اور مملوک کا قریب الموت ہونا اگرچہ مریض کو اس کی محتاجی نہ ہو کیونکہ اس کا پیچھے رہ جانا اس کی تیمارداری کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس بنا پر جو معلوم ہے کہ شدت مصیبت قرابت داروں کو غمگین کر دیتی ہے۔ ابن القاسم مالک سے روایت کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں میں سے کسی کی میت کے معاملہ میں نظر کرنے کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے ان باتوں میں کہ جو میت کے معاملات سے ہیں۔ ابن رشد سے مروی ہے اگر اس کے ضائع ہونے یا اس کے تغیر ہونے کا خوف ہو اور اسی سے ظاہر ہوا کہ ان کا قول "کسی قریبی کا قریب الموت ہونا" یہ ان کے اس قول "کسی مریض کی تیمارداری کرنا" کے علاوہ ہے۔

(اور مال پر خوف ہونا یا قید ہونے یا مار کا خوف ہونا) یعنی جمہ اور جماعت سے پیچھے رہنے کے مباح ہونے کے اعذار میں سے ظالم یا غاصب کا خوف یا اپنے یا پرانے مال پر آگ کا اس شرط کے ساتھ کہ اس مال کی پروا کی جائے یا اس طور کہ اس کے تلف ہونے کی صورت میں مالک مشقت میں پڑ جائے اور اسی طرح عزت یا دین پر خوف ہو جیسا کہ کسی شخص کے قتل یا اسے

مارنے یا ظالم کی بیعت پر قسم کھانے کا الزام ہو یا قید ہونے یا مار کا خوف ہو..... (یا تنگدست کے قید ہونے کا خوف ہو) یعنی ان جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے تنگدست مقروض کا اس بات سے ڈرنا ہے کہ اس کے قرض خواہ اسے قید کروادیں گے کیونکہ وہ اپنی باطنی حالت کو جانتا ہے جب تک وہ متعلق نہ ہو تو اس پر قید واجب نہیں ہے تو وہ باطنی مظلوم ہے کہ جس پر ظاہری حق کی وجہ سے ستم لگایا گیا ہے جیسا کہ ابن رشد اس بات کے قائل ہیں.....

(معا ہونا) یعنی جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے کسی ایسی چیز کا نہ پانا بھی ہے کہ جس سے وہ اپنی شرم گاہ چھپا سکے وہ کہ جس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے (قصاص کی معافی کی امید ہونا) اس سے مراد یہ ہے کہ جب اسے ظاہر ہونے کی صورت میں اپنے نفس پر ہلاک ہونے کا خوف ہو اپنے اوپر خون بہانے کی الزام کی وجہ سے اور اسے جمعہ یا جماعت سے پیچھے رہ جانے کی صورت میں معافی کی امید ہو تو اس کے لئے جمعہ اور جماعت سے پیچھے رہ جانے کی اجازت ہے، پھر قصاص نفس وغیر نفس کو شامل ہے اور اسی طرح حدود کی وہ تمام اقسام بھی شامل ہیں کہ جن میں معافی فائدہ دیتی ہے جیسا کہ حد قذف اسی تفصیل پر بخلاف اس صورت کے کہ جس میں معافی فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ چوری وغیرہ کی حد۔ (اور لہسن کا کھانا) یعنی جمعہ اور جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے اس چیز کا کھالینا ہے کہ جس کی بوازیت دیتی ہو جیسا کہ آگ پر پکنے سے پہلے لہسن کا کھانا اور مولیٰ کا کھانا اس کے ڈکار سے ایذا ہونے کی بنا پر اور ان دونوں کی مثل وہ چیزیں کہ جن کی بو گندی ہوتی ہے اور مذکورہ اشیاء کا مسجد میں کھانا حرام ہے۔ بہر حال جب ان اشیاء کو مسجد سے باہر کھایا جائے تو کیا ان کو کھانے والے کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے یا مکروہ ہے، ان بارے میں دو قول ہیں، پھر ان اشیاء کا جمعہ والے دن نماز سے قبل کھانا حرام ہے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی شے نہ ہو جس کے ذریعے اس کی بوزائل کی جاسکے (اور اگر ہو تو) پھر حرام نہیں ہے اور مسواک اور پودینہ کا چبانا ان اشیاء میں سے ہے کہ جو لہسن وغیرہ کی بدبو کو زائل کر دیتی ہیں۔ (رات کے وقت تیز ہوا کا چلنا) یہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والے اعذار میں سے ہے، جمعہ کے اعذار میں سے نہیں ہے کیونکہ جمعہ رات میں نہیں ہوتا۔

(شرح مختصر عمیل للقرنی، فصل فی بیان شروط الجمع، ج 2، ص 90، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

ترک جماعت کے اعذار اجماعی کی روشنی میں:

(1) مرض کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَانًا، فَكَلِمَتِ الصَّلَاةَ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَعْجَابِ فَرَقَعَهُ... فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِيهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَلَوْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يَقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ)) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن تک باہر تشریف نہ لائے پھر اقامت کہی گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ کے اشارے سے آگے بڑھ کر نماز پڑھانے کا حکم دیا اور پھر آپ نے پردہ گرا دیا پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم والعلماء، ج 12، ص 137، مطبوعہ دار الفکر)

(2) نماز کے وقت کھانا آجائے تو جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا وَضِعَ الْعِشَاءُ وَأُيُمِّتِ الصَّلَاةُ فَأَيَّدُوا بِالْحَفَايَا)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھا لو۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر العلماء واقامت الصلاة، ج 12، ص 135، مطبوعہ دار الفکر)

(3) جب کوئی نماز کو وقت پر پڑھنا بھول جائے تو جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِعَ قَقْلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ، سَرَّ لَيْلَهُ حَتَّى إِذَا لَمَسَهُ الْبُكْرَى عَدَسٌ وَقَالَ لِبِلَالٍ نَاعِلًا لَنَا اللَّيْلَ، فَصَلَّى بِلَالٌ مَا قَدَّرَ لَهُ وَكَرَّمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَدَّ بِلَالٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ مُوَجِّهًا الْفَجْرَ، فَكَلِمَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضُرِبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَاهُمْ اسْتَيْقَظَهُ فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّ بِلَالٍ فَقَالَ بِلَالٌ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ سَهَيْتُكَ قَالَ: اقْتَدُوا، فَاقْتَدُوا رَوَّاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيَصَلِّهَا إِذَا فَكَّرَهَا، فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: ﴿إِذَا نَسِيَ الصَّلَاةَ لِيَذْكُرْهَا﴾ (طہ 14) قَالَ يُونُسُ نَوَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَتَقَرَّفُهَا لِيَذْكُرْهَا)) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے لوٹے تو رات بھر چلے رہے جب آپ کو نیند آنے لگی تو آخر رات میں اترے اور بلال سے فرمایا کہ رات میں ہماری حفاظت کرو حضرت بلال سے جس قدر ہو سکا نماز پڑھتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سو گئے پھر جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال نے مشرق کی طرف مت کر کے اپنی سواری سے ایک لگائی سواری سے ایک لگائے ان کی آنکھ لگ گئی پھر نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال نہ کوئی صحابی حتیٰ کہ انہیں دھوب گئی ان سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وہم گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال تب حضرت بلال بولے کہ میرے نفس کو وہ ہی لے گیا جو آپ کے نفس مبارک کو لے گیا آپ نے فرمایا ہاں جو صاحب نے اپنی سولہ یاں کچھ ہانکیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی پھر ان سب کو فجر پڑھائی جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد پر نماز قائم کرو۔

(4) بھاری جسم کی وجہ سے جماعت ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((أَنَّسَ بْنَ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامَهُ فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَعَهُ لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ)) ترجمہ: حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک بھاری جسم والے شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی تو آپ نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

(5) قضائے حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

سنن نسائی میں ہے: ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَرْقَمَ كَانَ يَوْمَ أَصْحَابِهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ الْغَائِطَ فَلْيَبْدَأْ بِهِ قَبْلَ الصَّلَاةِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے ایک دن وہ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے پھر لوٹے تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔

(8) مسجد کے راستے میں اگر جان و مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا۔

سنن نسائی میں ہے: ((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ أَنَّ عِثْمَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَوْمَ قَوْمِهِ وَهُوَ أَعْمَى، وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالْمَطَرُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِي بَعْضَ مَكَانٍ أَتَعِدُّهُ مَعَكَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيُّنَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ لَكَ؟ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ النَّبْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) حضرت محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ تانبہ تھے اور اپنی قوم کی امامت فرماتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کبھی اندھیرا بارش اور کچھڑ ہوتا ہے

اور میری بیٹائی کمزور ہے تو آپ میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلیٰ بنا لوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تو کہاں پسند کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھ دوں تو انہوں نے گھر کے ایک حصے کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔ (سنن نسائی، کتاب الامت، ج 2، ص 80، کتاب الطہارۃ، باب ما حلالا علیہ من سبب)

(7, 8, 9) بارش، سخت سردی اور سخت آندھی کے عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، إِذْ كَانَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ، ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا صَلَّوْا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَدَّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتَ بَرْدٍ وَمَطَرٍ، يَقُولُ: أَلَا صَلَّوْا فِي الرِّحَالِ)) حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی اور ہوا والی رات اذان دی، پھر فرمایا کہ خیر دار اپنے گھروں میں نماز پڑھو، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو سردی اور بارش کی رات حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الرخصة في المطر، ج 1، ص 134، دار طوق النجاة)

(10) کچا پسن اور پیاز کھانے کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: زَعَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا)) ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو پسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے یا یہ فرمایا کہ وہ ہماری مسجدوں سے دور رہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ما يطمع من الثوم، ج 7، ص 81، دار طوق النجاة)

باب نمبر 297

مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ مِنْ أَدْوَابِ الصَّلَاةِ

نماز کے بعد تسبیح کرنا

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: فقراہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک انبیاء لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں اور ان کے پاس پیسے ہیں وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔ نبی پا ک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس جب تم نماز پڑھ لو تو تینتیس مرتبہ ”سبحان اللہ“ اور تینتیس مرتبہ ”الحمد للہ“ اور چونتیس مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہو اور دس مرتبہ ”لا الہ الا اللہ“ کہو پس بے شک اس کے ذریعے سے تم انہیں پا لو گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں اور تمہارے بعد والے تم سے آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ اور اس باب میں حضرت کعب بن عجرہ، حضرت انس، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو الدرداء، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کو مرد مسلم شمار نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ داخل جنت ہو جاتا ہے: وہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ”سبحان اللہ“ اور دس مرتبہ

10 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الرَّسَيْدِ، وَعُمَرُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَثَابُ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مُجَاهِدٍ، وَعَبْدِ مَنَّانَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: جَاءَ الْمُشَقَّرَاءُ بِالْحَبَشِيِّ وَالرُّومِ مَدِينَةَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْأَعْرَابِيَّةَ يُصَلُّونَ كَمَا تُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ أَمْوَالٌ يُعْتَقُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ، قَالَ: "فَبِذَا صَلَّيْتُمْ، فَقُولُوا سُبْحَانَ اللَّهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً، وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَشْرَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكُمْ تَدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَلَا يَسْبِقُكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ" وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَأَنْسِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَبِي عَمْرٍو، وَأَبِي ذَرٍّ، قَالَ أَبُو عَرَسَى: نَوَحْدِيكَ أَبِي عُبَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قَالَ: "نَخْصَلْتَانِ لَا يَخْصِمُهُمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِذَا فَخَلَ الْعَجَنَةَ، يُسَبِّحُ اللَّهُ فِي فَمِهِ كُلَّ صَلَاةٍ

عَشْرًا، وَيَحْمَدُهُ عَشْرًا، وَيُكَبِّرُهُ عَشْرًا، وَيُسَبِّحُ اللَّهَ عِنْدَ مَنْابِهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيَحْمَدُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُكَبِّرُهُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ،
 ”الحمد لله“ اور دس مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہتا ہے اور سوتے ہوئے بھی
 تینتیس مرتبہ ”سبحان اللہ“ اور تینتیس مرتبہ ”الحمد لله“ اور
 چونتیس مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہتا ہے۔

ترجمہ صفحہ 410 (شہنائی، کتاب السو باب نوع اثر، حدیث 1353، 36، ص 78، کتب المطبوعات الاسلامیہ، برکت)

شرح حدیثفقراء کتنے اور کون سے تھے:

علامہ محمود بدر الدین یعنی حنفی فرماتے ہیں:

"(فقراء آئے) فقراء فقیر کی جمع ہے اور یہاں ان کی تعداد معلوم نہیں ہے اور ابو داؤد کی روایت میں محمد بن ابی عائشہ

سے ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ان میں سے تھے۔"

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 128، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تسبیح، تحمید اور تکبیر میں ترتیب کی حکمتیں:

((تم تسبیح و تحمید و تکبیر کو)) اور اسی طرح اکثر احادیث میں تسبیح کو تحمید پر مقدم کرنا اور تکبیر کو مؤخر کرنا واقع ہوا ہے اور

ابن عجمان کی روایت میں تکبیر کو تحمید سے مقدم کیا گیا ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں تحمید، تسبیح پر مقدم ہے۔ تو یہ اختلاف اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے وہ جس میں الباقیات الصالحات ہے

: ((لَا يَضُرُّكَ بَأْيُهُنَّ بَدَأْتَ)) (ان میں کسی سے بھی شروع کرنا تجھے ضرر نہیں دے گا) لیکن ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ تسبیح سے

شروع کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ اللہ عزوجل سے نقائص کی نفی کو مضمّن ہے پھر تحمید کو پڑھا جائے کیونکہ یہ اللہ عزوجل کے لئے کمال کے

اثبات کو مضمّن ہے کیونکہ جمیع محامد اللہ عزوجل کے لئے ہیں، پھر تکبیر پڑھی جائے کیونکہ یہ تعظیم ہے اور جو نقائص سے منزہ ہے اور

جمیع محامد کا مستحق ہے تو اس کی تعظیم واجب ہے اور یہ تکبیر کے ذریعے سے ہوتی ہے پھر اس تمام کو تہلیل پر ختم کرے جو اللہ عزوجل کی

وحدانیت اور انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 129، 130، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فرض نماز کے بعد نفل کے بعد:

"((نماز کے بعد)) یہ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے، لیکن اکثر علما نے اسے فرض پر محمول کیا ہے کیونکہ امام مسلم کی

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرض نماز کی تنقید موجود ہے، گویا علما نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے۔"

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 130، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تعمین عدد میں حکمت:

بعض روایات میں ایک مرتبہ کرنے کا ذکر ہے، بعض میں چھ مرتبہ تسبیحات کرنے کا ذکر ہے، بعض میں دس مرتبہ بعض میں گیارہ مرتبہ، بعض میں پچیس مرتبہ، بعض میں تینتیس مرتبہ کا ذکر ہے، ان اعداد کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں:

"پھر اس عدد کی تعیین کے حوالے سے جواب یہ ہے کہ ہم پر اس بارے میں اولاً فرمانبرداری کرنا لازم ہے اگرچہ ہم پر اس کی وجہ مخفی رہ جائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حکمتوں سے خالی نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ہم اس سے فیض لیتے ہوئے کہتے ہیں جو ہم معاملات میں اللہ عزوجل نے ہمارے دلوں پر اپنے انوار نازل فرمائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان اعداد میں اختلاف احوال، زمانے اور اشخاص کے اختلاف کی بنا پر ہے تو ممکن ہے کہ ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ذکر کی کم از کم مقدار ہے کیونکہ اس کے نیچے کوئی شے نہیں ہے۔

اور چھ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن میں چھ پہر ہیں تو جو چھ مرتبہ ذکر کر لے تو گویا اس نے ہر پہر میں ایک مرتبہ ذکر کر لیا پس اس کے تمام پہر ذکر کی برکت میں مستغرق رہیں گے۔ اور دس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک نکل نفس کی بنا پر دس کے برابر ہوتی ہے اور گیارہ میں بھی اسی طرح ہے لیکن دس پر ایک کی زیادتی دس کے تحقق پر جزم کرنے کے لئے ہے۔ اور پچیس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن رات کی ساتتیس چوبیس ہیں تو جس نے پچیس مرتبہ ذکر کر لیا تو گویا اس نے دن رات کی ہر ساعت میں ذکر کر لیا اور ایک کا زائد کرنا ان کے تحقق پر جزم کے لئے ہے۔

اور تینتیس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ تینتیس کو تین سے ضرب دی جائے تو یہ ننانوے بن جاتا ہے، تو جس نے تینتیس مرتبہ ذکر کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ ستر کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس نے اتنے عدد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو کے لیے سات سو کا ثواب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک دس کے برابر ہوگا، اس کی صراحت حدیث زمیل جہنی میں ہے۔ اور سو کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس سے کثیر میں مبالغہ کا قصد کیا گیا ہے کیونکہ یہ اعداد کا درجہ ثالثہ ہے۔" (عمد القاری شرح معجم الناری، باب الذکر بعد الصلاة، ج 8، ص 131، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

معین عدد سے کم یا زیادہ پڑھنا کیسا:

"اگر تو کہے کہ جب کوئی اس عدد معین سے کم کر دے یا زیادہ کر دے تو کیا اسے وہ ثواب ملے گا کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے؟ میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ زین الدین "شرح ترمذی" میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں: بے شک یہ تعداد جو نماز وغیرہ کے بعد صبح و شام وغیرہ کے اذکار کے بارے میں وارد ہے جب یہ عدد مخصوص اور ثواب مخصوص کے ساتھ وارد ہو تو اس کو

بجالانے والا جان بوجھ کر اس میں زیادتی کرے تو اسے یہ ثواب حاصل نہیں ہوگا جو اس سے کم تعداد پر وارد ہوا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس تعداد میں کوئی حکمت اور کوئی خصوصیت ہو جو اس عدد سے تجاوز کرنے پر فوت ہو جاتی ہے اور اسی بنا پر دعائیں حد سے بڑھنے کو منع فرمایا گیا ہے۔ انتہی۔ شیخ کہتے ہیں: ان کی بات میں نظر ہے کیونکہ اس نے اتنی مقدار کو ادا کر لیا ہے کہ جس کو بجالانے پر ثواب مرتب کیا گیا ہے تو اس مخصوص عدد کے حصول کے بعد اس پر زیادتی کرنا اس کے ثواب کو زائل کرنے والا نہیں ہوگا۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں: درست وہ ہے کہ جو شیخ نے فرمایا کیونکہ یہ ان حدود میں سے نہیں ہے کہ جن سے تجاوز کرنے کو منع فرمایا ہے۔"

(عمدة القاری شرح معجم البخاری باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 131، دار احیاء التراث العربی بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

احادیث میں کسی دُعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل ان اذکار کے لیے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی نفل (تالا) کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر کنجی میں دندانے کم یا زائد کر دیں تو اس سے نہ کھلے گا، البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کر سکتا ہے اور یہ زیادت نہیں بلکہ اتمام ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک اشکال کا جواب:

"اور علامہ کرمانی کہتے ہیں: یہ کلمات کیونکر جہاد اور اس کی مثل کاموں کے مساوی ہو سکتے ہیں حالانکہ ان میں سہولت اور عدم مشقت ہے اور وہ دوسرے امور جہاد وغیرہ شاق اور مشکل ہیں اور عبادات میں افضل وہ ہے کہ جو زیادہ مشقت والا ہو؟ میں کہتا ہوں: ان کلمات کا حق یہ ہے کہ ان کو اخلاص سے ادا کیا جائے، خاص طور حالت فقر میں حمد کرنا یہ اعمال میں سے افضل اور زیادہ مشقت والا ہے، پھر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ثواب، مشقت کی مقدار ہو، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں وہ ثواب ہے جو بہت سی مشکل عبادات میں نہیں ہے اور اسی طرح اُس کلمہ کا معاملہ بھی ہے کہ جو کسی عام خیر والے قاعدہ وغیرہ کی تمہید کو مختصن ہو۔ ظاہر فرماتے ہیں: بے شک ایک لمحہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ ایسی خیر و فضیلت ہے کہ جس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اور کوئی شے اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ پھر اگر ان کی نیت یہ ہو کہ اگر وہ غنی ہوتے تو وہ ضرور ان کی مثل اور کچھ زیادہ عمل کرتے۔ (اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) تو ان کے لئے اس نیت اور ان اذکار (دونوں) کا ثواب ہے۔"

(عمدة القاری شرح معجم البخاری باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 129، دار احیاء التراث العربی بیروت)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

ان باتوں کا ذکر جو اس حدیث سے مستفاد ہیں:

(۱) اسی حدیث سے غنی شاکر اور فقیر صابر کے درمیان فضیلت کا مسئلہ بھی متعلق ہے تو جمہور صوفیہ فقیر صابر کی ترجیح کی جانب مائل ہیں کیونکہ طریقت کا دار و مدار نفس کی تہذیب و ریاضت پر ہے اور یہ چیز غنی کی بہ نسبت فقر میں زیادہ ہے تو یہ افضل بہمتی زیادہ شرف والا ہے۔ اور قرطبی نے ذکر کیا: اس مسئلہ میں پانچ اقوال ہیں: (۱) بعض غنی کی فضیلت کے قائل ہیں (۲) اور بعض فقیر کی فضیلت کے قائل ہیں (۳) اور بعض اس کی فضیلت کے قائل ہیں کہ جس کا گزارہ اس کی حاجت کے مطابق ہو (۴) اور بعض لوگوں کے احوال کی جانب اسے رد کرنے کے قائل ہیں (۵) اور بعض اس میں توقف کے قائل ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں مقام غور ہے اور اس بارے میں متعارض احادیث ہیں۔

فرمایا: اور جو مجھے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ افضل وہ ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے منتخب فرمایا اور یہ وہ فقر ہے کہ جس میں محتاجی نہ ہو اور تمہیں یہی بات کافی ہے کہ بے شک مسلمین فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ اور مال والے جنت و دوزخ کے درمیان پل پر روکے جائیں گے، جن سے ان کے ذائد اموال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور ابن بطلال، مہلب کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: غنی کی فضیلت نصاباً ہے نہ کہ تاویلاً جبکہ فقیر اور غنی کے اعمال اللہ عزوجل کے عائد کئے گئے فرائض میں برابر ہوں تو اس وقت غنی کو صدقہ وغیرہ نیک اعمال کی وجہ سے فقیر پر فضیلت حاصل ہوگی جس جانب فقیر کو استطاعت نہیں ہے۔

فرمایا: اور میں نے بعض متکلمین کو دیکھا کہ وہ اس جانب گئے ہیں کہ ذکر کرنے پر جو فضیلت مرتب ہے وہ فقراء کے ساتھ خاص ہے نہ کہ دوسروں کے ساتھ، فرمایا: اور وہ اس قول سے عاقل رہ گئے ((مگر جو اس کی مثل عمل کرے)) تو فضیلت اس کے قائل کے ساتھ مخصوص ہے وہ کوئی بھی ہو۔ اور ابن دقیق العید کہتے ہیں: حدیث کا ظاہر اس بات پر نص کے قریب ہے کہ یہ غنی کی فضیلت ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کی عجیب تاویل کی ہے، انہوں نے کہا: نظر و فکر کا جو مقتضی ہے وہ یہ ہے کہ غنی، افضل ہو جبکہ وہ دونوں برابر ہوں اور عبادت مالہ زائد ہو جائے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے اور نظر اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں برابر ہوں اور ان میں سے ہر ایک اپنی مصلحت کی بنا پر منفرد ہو تو ان میں سے افضل کون ہے؟ اگر فضیلت کی تفسیر زیادتی ثواب سے کی جائے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے وہ مصالح جو متحدی ہوں وہ مصالح قاصرہ سے افضل ہوں تو یوں غنی کو ترجیح دی جائے گی اور اگر نفس کی صفات کی جانب نسبت کرتے ہوئے تفسیر کی جائے تو جو اسے فقر کے اعتبار سے تظہیر حاصل ہے تو وہ زیادہ شرف کی بات ہے تو اس اعتبار سے فقر کی ترجیح حاصل ہوگی اور اسی بنا پر جمہور صوفیہ نے صابر فقیر کی ترجیح کو اختیار کیا ہے۔

(2) اور حدیث مذکور کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ عالم سے جب کسی ایسے مسئلہ کے حوالے سے سوال کیا جائے کہ جس میں اختلاف ہو تو وہ ایسا جواب دے جو مفضل کو قاضی کے درجہ تک پہنچادے اور صرف قاضی کی ذات کے حوالے سے جواب نہ دے تاکہ اختلاف واقع نہ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں جواب دیا: (کیا میں تمہاری ایسے کام پر رہنمائی نہ کروں کہ جو تمہیں اس معاملہ میں ان کے برابر کر دے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول سے عدول فرمایا کہ ہاں ”وہ اس معاملہ میں تم سے افضل ہیں۔“

(3) اور انہیں فوائد میں سے یہ ہے کہ ایسے اعمال جو درجات عالیہ تک پہنچادیں ان میں مسابقت و مقابلہ کا جواز ہے، کہ اختیاء نے اس عمل کی جانب جلدی کیا جو انہیں اس درجہ تک پہنچادے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔

(4) اس سے یہ بھی مستحکم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (مگر اس کی مثل عمل کرے) یہ فقراء اور اختیاء کو عام ہے اور اس کے علاوہ کی جانے والی تاویل مردود ہے۔

(5) اور انہیں فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ کبھی قاصر عمل بھی متعدی کے مساوی ہو جاتا ہے برخلاف اس شخص کے کہ جو یہ کہتا ہے کہ متعدی عمل مطلقاً افضل ہے۔ میں کہتا ہوں: اور ان باتوں میں سے جو اس کی تائید کرتی ہیں یہ کہ اللہ عزوجل کے عطا کردہ ثواب کا انسان اذکار اور اسواہل کے دیے جانے سے مستحق نہیں ہوتا، وہ تو اللہ عزوجل کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو صحیحین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((بے شک فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے)) الحدیث اور اس میں ہے ((ابوصالح کہتے ہیں: فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے صاحبان مال بھائیوں کے بارے میں سنا کہ جو ہم کرتے ہیں وہ بھی وہی کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے کہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔))

(6) اور انہیں فوائد میں سے ہے کہ اس حدیث پاک سے مفہوم ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے آدمی کے نیک اعمال پر رشک کرے اور اس کی یہ تمنا ہو کہ کاش وہ بھی اس کی مثل عمل کرے اور اس نیک عمل کی تحصیل کے اسباب اکٹھے کرے یا جو نیک اعمال میں سے اس کے قائم مقام ہوں۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں فرمایا: ((حسد صرف دو کے بارے میں ہے)) اور اس مقام پر حسد کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد رشک ہے کیونکہ حقیقتاً حسد تو مذموم ہے اور محسود کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ ابلیس کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حسد کرنا اللہ عزوجل کے ان کو اس (لعین) پر فضیلت دینے کی بنا پر۔

بہر حال اللہ عزوجل کا یہ فرمان ﴿وَلَا تَسْتَمْتُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو

جس سے اللہ عزوجل نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔ (پارہ 4، سورہ النساء، آیت 32) تو اس سے مراد اس چیز کی تمہنی کرنا ہے کہ جس کا حصول ممکن نہیں ہے کہ جس سے اللہ عزوجل نے اس کے غیر کو خاص کیا ہے جیسا کہ عورتوں کا ان باتوں کی تمہنی کرنا جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں یعنی امامت و اذان اور طلاق کا اختیار اپنے لیے ہونے کی تمہنی کرنا اور جیسے اس امت میں سے کسی کا نبی ہونے کی تمہنی کرنا حالانکہ اللہ عزوجل نے اس بات کی خبر دے دی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

(مردہ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاة، ج 6، ص 132، 131، ما اجابہ لثلاث العربیہ و ت)

باب نمبر 298

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الذَّائِبَةِ فِي الْحَلِينِ وَالْمَطَرِ

(بارش اور کچھڑ کی صورت میں سواری پر نماز پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدنا یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ بے شک ایک سفر میں صحابہ کرام میں ازبہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو وہ ایک تنگ جگہ پر ٹھہرے تو نماز کا وقت ہو گیا تو ان پر آسمان سے بارش برسا شروع ہو گئی اور ان کے نیچے کچھڑ ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی اقامت کہنے کی اجازت عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سواری پر ہی کچھ آگے ہو گئے اور اشاروں سے سب کی امامت کروائی، سجدہ کے اشارے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی یہ نسبت پست رکھا۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب

ہے۔ عمر بن رماح اس میں مفرد ہیں یہ حدیث صرف انہیں سے معروف ہے اور تحقیق بہت سے اہل علم نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور کچھڑ کی صورت میں اپنی سواری پر نماز ادا فرمائی۔“ اور اہل علم کے ہاں اسی حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔

411- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ:

حَدَّثَنَا سَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ بِحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْلِجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَنْتَهَوْا إِلَى مَضِيحٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَمَطَرُوا، السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِهِمْ، وَالْبَلَّةُ مِنْ أَسْفَلِ مِنْهُمْ، "فَأَذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَوَّأَ عَلَيَّ رَاجِلَتِي، وَأَقَامَ، فَتَقَدَّمَ عَلَيَّ رَاجِلَتِي، فَصَلَّى بِهِمْ بَوْمًا إِيْمَاءً: يَجْعَلُ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرَّكُوعِ" قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، تَفَرَّدَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ الْبَلْخِيُّ لَا يُعْرَفُ إِلَّا بِبَنِي حَبِيبِيَّةَ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرٌ وَاجِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكَذَلِكَ رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ صَلَّى فِي مَاءٍ وَطِينٍ عَلَى ذَائِبَةٍ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

ترجمہ حدیث 411:

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر اذان دی)) اس سے علامہ نووی وغیرہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اذان دی ہے اور اذان اور اقامت کو جمع کرنے پر استدلال کیا ہے۔ اس بات کو ”شرح مہذب“ میں تفصیلاً اور ”روضہ“ میں مختصراً ذکر فرمایا۔ اور سنن سعید بن منصور میں اس بارے میں صراحۃً روایت وارد ہے۔ اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اس عبادت کو ادا نہیں فرمایا اور اس بارے میں یوں کہہ کر پہیلی بنائی کہ وہ کون سی سنت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا حکم دیا اور خود عمل نہیں کیا۔؟ تو تحقیق وہ اس سے غافل رہ گیا اور میں نے اس مسئلہ کو شرح مؤطا اور روضہ کے حواشی میں تفصیل سے ذکر کیا۔

(توت المستدی، ابواب اصلا، ج 1، ص 104، ج 2، ص 104، ج 3، ص 104، ج 4، ص 104)

علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی (متوفی 1182) فرماتے ہیں:

”ترمذی کہتے ہیں: حدیث غریب ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے اور عبدالحق نے اس کی صحیحی اور ثوری نے اس کی تحسین کی ہے اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا اور بعض اس جانب ہیں کہ فرض نماز سواری پر صحیح ہے جب وہ ہودج میں قبلہ کو منہ کئے ہوئے ہو اگرچہ وہ چل رہی ہو جیسا کہ کشتی کیونکہ اس میں اجماعاً نماز پڑھنا صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں: ان دونوں میں فرق کیا جائے گا کیونکہ سمندر میں زمین کا پانا سمندر ہے لہذا اس کی معافی ہے جب کہ ہودج کے سوار کا معاملہ یوں نہیں ہے۔ بہر حال جب سواری کھڑی ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض نماز صحیح ہے جیسا کہ ان کے ہاں اس جھولے میں نماز صحیح ہے جو رسیوں سے باندھا گیا ہو اور اس پلنگ پر کہ جسے مردوں نے اٹھایا ہو جب کہ وہ کھڑے ہوں۔“

(سبل السلام، ص 202، 203، ج 1، ص 104، ج 2، ص 104، ج 3، ص 104، ج 4، ص 104)

باب نمبر 299

مَا جَاءَ فِي الْأَجْتِهَادِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں مشقت اٹھانا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سوجھ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت فرمادی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابویسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

412 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَيْتَ كُنُفَ هَذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 412: (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب قیام النبی اللیل، حدیث 1130، ج 2، ص 50، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب صدقہ القلیل، باب اکثر الاعمال والاحتیاج، حدیث 2819، ج 4، ص 2171، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن نسائی، کتاب السنن، باب الاختلاف علی ما کتب فی احیاء اللیل، حدیث 1644، ج 3، ص 219، کتاب الطہورات للاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اکملہ الصلوٰۃ والسنن فیہا، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوٰت، حدیث 1419، ج 1، ص 458، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ صحیحی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

((حقی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سوچے گئے تو عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا تکلف فرماتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت فرمادی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ ہوں)) اور ایک روایت میں ”حقی تظفرت رجلاہ“ کے الفاظ ہیں اور ”تظفرت“ کا معنی پھٹنا ہے، علامہ نے فرمایا: اسی سے یہ جملہ بھی ہے ”فطر الصائم و افطر الصائم“ کیونکہ اس کا روزہ پھٹ جاتا ہے اور شق ہو جاتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں: محسن کے احسان کی معرفت اور اسے بیان کرنے کو شکر کہتے ہیں اور اچھے کام کا بدلہ دینے کو بھی شکر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اس کی تعریف و ثناء کو متضمن ہے تو بندے کا اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس پر اس کی شاکرے اور اس کی طاعت پر مکمل مواعظت اختیار کرے اور اللہ عزوجل کا اپنے بندوں کے افعال کا شکر کرنا یہ ہے کہ ان پر ان کو جزا عطا فرمائے اور ان کا ثواب بڑھائے اور ان پر اپنے کئے ہوئے انعامات کو بیان فرمائے تو اللہ عزوجل مصلی اور شفی ہے اور شکور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء میں سے اسی معنی پر ہے۔ واللہ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم، باب انکار الافعال والا جتہاد فی العبادۃ، ج 17، ص 162، 163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

”ابن بطال نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: انسان کو عبادت کے معاملہ میں اپنے نفس پر شدت کرنی چاہیے اگرچہ وہ اس کے بدن کو ضرر دے کیونکہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان و عظمت کے بارے میں علم ہونے کے باوجود عبادت میں مشقت اٹھائی ہے تو اس کا کیا معاملہ ہے جو اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا چہ جائیکہ وہ شخص جو اپنے بارے میں مستحق نار ہونے بھی سے امن میں نہ ہو۔ انتہی۔ اور اس کا محل یہ ہے کہ جب یہ طلال کی جانب نہ لے جائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تمام حالتوں میں سب سے کامل تھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عبادت سے تنگ دل نہ ہوتے تھے اگرچہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو ضرر دیتا ہو بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ((وجعلت قرۃ عینہ فی الصلۃ)) (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے) جیسا کہ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو اگر اپنے پر تنگ دلی کا خوف ہو تو اسے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو مجبور کرے اور

اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو محمول کیا جائے گا کہ فرمایا: ((عذوا من الأعمال ما تطيعون فبن الله لا يمل حتى تعلموا)) (ان اعمال کو بجالاؤ جن کی تم طاقت رکھتے ہو پس بے شک اللہ عزوجل حطافر مانتا ہے حتیٰ کہ تم تکمل ہو جاؤ) اور اس سے شکر کے لئے نماز کی مشروعیت بھی ثابت ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح شکر زبان سے ہوتا ہے اسی طرح عمل سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿اعملوا آل داود شكرا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے داؤد والو! شکر کرو۔ (پارہ 22، سورہ سبأ، آیت 13) اور اس حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت میں کوشش کرنا اور اپنے رب سے ڈرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے جانوں پر شدتِ خوف کو اس لئے لازم کیا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی اپنے اوپر عظیم نعمتوں کو جانتے تھے۔

(فتح الباری لابن حجر باب قیام اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص 33، ج 15، حدیث المعروفہ ص 15)

عصمت انبیاء اور مغفرت ذنب کا بیان

اس باب کی حدیث پاک میں یہ آیت مبارکہ موجود ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورہ حج، آیت 2) اس آیت مبارکہ میں ذنب کی نسبت اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو اس کا لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے: تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ماقبل اور مابعد ذنب بخش دے۔ اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، لہذا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اس انداز سے کی ہے کہ عقیدہ عصمت انبیاء پر کوئی حرف نہ آئے، اس آیت پاک کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو اس کا معنی ہرگز گناہ نہیں اور اگر اس کا معنی گناہ لیا جائے تو پھر یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذنب مراد نہیں۔

ہم اس مقام پر چند عنوانات کے تحت کلام کریں گے:

- (1) عصمت کا معنی و مفہوم
- (2) انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں علما کی آراء
- (3) عصمت انبیاء پر دلائل
- (4) آیت ذنب میں ذنب کے مطالب
- (5) اعلیٰ حضرت کا ترجمہ

عصمت کا معنی و مفہوم

عصمت کا لغوی معنی "منع" (یعنی روکنا) ہے اور اصطلاح شرع میں عصمت کہتے ہیں گناہ پر قدرت و اختیار کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔

عصمت کے معنی و مفہوم میں علماء کی تعبیرات مختلف ہیں جن کا مال ایک ہی ہے، ذیل میں کچھ عبارت نقل کرتے ہیں: علامہ ابن منظور انصاری افریقی (متوفی 711) فرماتے ہیں:

"العِصْمَةُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: الْمَنْعُ. وَعِصْمَةُ اللَّهِ عَبْدَهُ: أَنْ يُعْصِمَهُ مِمَّا يُؤْبِقُهُ" ترجمہ: کلام عرب میں عصمت کا معنی "منع" یعنی روکنا ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو عصمت دینا یہ ہے کہ اسے ہلاک کرنے والے کاموں سے بچا لیتا ہے۔ (لسان العرب، المصنوع، ج 12، ص 403، دار صادر، بیروت)

علامہ مرتضیٰ زبیدی (متوفی 1205) فرماتے ہیں:

"(وَالْعِصْمَةُ بِالْكَسْرِ: الْمَنْعُ) هَذَا أَصْلُ مَعْنَى اللَّغَةِ، وَيُقَالُ: أَصْلُ الْعِصْمَةِ الرَّبْطُ، ثُمَّ صَارَتْ بِمَعْنَى الْمَنْعِ" ترجمہ: عصمت کسرہ کے ساتھ، اس کا معنی "منع" ہے یہی لغت میں اس کا اصل معنی ہے، اور کہا گیا ہے کہ عصمت کا اصل معنی "ربط" ہے، پھر یہ منع کے معنی میں ہو گیا۔ (تاج العروس، ج 33، ص 100، مطبوعہ دارالہدایہ)

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 816ھ) عصمت کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "العِصْمَةُ مَلَكَ اجْتِنَابِ الْمَعَاصِي مَعَ التَّمَكُّنِ مِنْهَا" ترجمہ: گناہ کر سکنے کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔ (المعرفات، باب المصنوع، ج 1، ص 150، دارالکتب المطبوعہ، بیروت)

شرح عقائد میں ہے: "حقیقۃ العِصْمَةُ ان لا یخلق اللہ فی العبد الذنب مع بقاء قدرتہ و اختیارہ و ہذا معنی قولہم ہی لطف من اللہ تعالیٰ بحملہ علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار" ترجمہ: عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے میں قدرت اور اختیار کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ اس میں گناہ کو پیدا نہ فرمائے، اور علماء نے جو بیان کیا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ لطف ہے جو بندے میں گناہ کی قدرت ہونے کے باوجود اسے خیر پر ابھارتا اور شر سے روکتا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ (شرح عقائد، ج 1، ص 90، مکتبہ دارالہدایہ)

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ عصمت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہی لطف من اللہ تعالیٰ بحملہ علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقاً للابتلاء" ترجمہ: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندے کو اچھائی پر ابھارتا اور شر سے بچاتا ہے باوجود اس کے کہ گناہ اس کے اختیار میں ہوتا ہے تاکہ ابتلاء کا تحقق ہو سکے۔

مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ اتقوی ارشاد فرماتے ہیں:

"معصیت انبیاء کے یہ مفتی ہیں کہ ان کے لیے خطیہ الہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے۔"

(بہار شریعت، ج 1، ص 38، مکتبہ طلعت کراچی)

علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ عصمت کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

"عصمت ایک لطف خداوندی ہے جو نبی کے شامل حال رہتا ہے ایک ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ذات

میں پیدا کر دیتا ہے جو نبی کی ذات مقدرہ میں عدم خلق معصیت کا سبب بن جاتا ہے جس کے باعث باوجود قدرت و اختیار کے

نبی سے گناہ مرتد نہیں ہو سکتا۔"

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں علماء کی آراء

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر اور اس کی شرح "منح الاروض" میں ہے:

"(والانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون) ای معصومون (عن الصغائر والكبائر) ای من جميع

المعاصي (والكفر والقبائح) ثم هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح (وقد كانت منهم) ای

من بعض الانبياء (زلات وخطايا) ای عشرات بالنسبة الى مالهم من على المقامات وسنى الحالات "ترجمہ: تمام

انبیاء علیہم السلام صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہیں، (بالخصوص) کفر اور فحش امور سے معصوم ہیں، پھر یہ عصمت اصح مذہب پر

نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں حالتوں میں ثابت ہیں۔ البتہ بعض انبیاء علیہم السلام سے کچھ لغزشوں کا صدور ہوا یعنی ان

کے بلند مقامات کے لحاظ سے لغزش قرار پائے۔ (یعنی عام صالحین اور ابرار کے اعتبار سے لغزش نہیں)۔

(فقہ اکبر، بقول فی عصمة الانبياء، ج 1، ص 37، مکتبہ الفرقان، عرب، شرح الاروض الاخری، شرح الفقہ اکبر، لائل قاری، ص 171، 172، دارالافتاء الاسلامیہ، بیروت)

نمبر اس میں ہے:

"جمہور علماء کی جماعت کا موقف یہ ہے کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور بعد گناہ صغیرہ و کبیرہ سے معصوم ہیں اور یہی حکم

(انہر اس شرح شرح عقائد ص 284، مکتبہ حیاتین، ملتان)

ہے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ اتقوی امام سنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے اس باب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام صغائر (غیر زلیلہ) سے بھی پاک اور صاف ہیں ان کا

صدور آپ سے نہ ہوا اور آپ کے قول کے متعلق یہ خیال کیسے کیا جاسکتا ہے کہ اس میں کوئی غیر مناسب بات ہو سکتی ہے جبکہ

خدائے قدوس قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی بات آپ اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ محض وحی ہے جو ان کے رب کی طرف سے انہیں کی جاتی ہے، اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل میں بھی کوئی نازیبا بات نہیں ہو سکتی کیونکہ اجماع صحابہ سے بطور یقین یہ بات معلوم ہے کہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی اقتدا و پیروی کرتے تھے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا تھوڑا ہو یا زیادہ، اور اس میں صحابہ کرام کو کوئی توقف نہیں تھا، نہ وہ کسی تحقیق و جستجو کے پیچھے پڑتے تھے (کہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے) یہاں تک کہ وہ لوگ خلوت اور راز کی باتوں کے جاننے کے لئے انتہائی مشتاق تھے، اور اس کی پیروی کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے خواہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتدا و پیروی کا ظم ہو یا نہ ہو۔"

(مارج النبوة، باب سوم، بیان فضل و شرف، ص 79)

شرح مواقف میں ہے:

"اجمع اهل الملل والشرايع كلها على وجوب عصمتهم عن تعمد الكذب فيما دل المعجز القاطع على صدقهم فيه..... واما سائر الذنوب يعني به ما سوى الكذب في التبليغ فهي اما كفر او غيره من المعاصي واما الكفر فاجمعت الامة على عصمتهم منه قبل النبوة وبعدها ولا خلاف لاحد منهم في ذلك..... واما غير الكفر فاما كبائر او صغائر..... اما الكبائر اى صدور ما عنهم عمدا فمنعه الجمهور من المحققين والامة ولم يخالف فيه الا الحشوية..... فامتناع الكبائر عنهم عمدا مستفاد من السمع واجماع الامة قبل ظهور المعالفين في ذلك" ترجمہ: تمام اصحاب ملت و شرايع کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام کی جن باتوں کی تصدیق معجزہ سے ثابت ہو ان میں جھوٹ سے آپ حضرات کا معصوم ہونا ضروری ہے، اور گناہ دو طرح کے ہیں کفر اور غیر کفر، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کفر سے معصوم ہیں، اور اس بات میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور جو گناہ غیر کفر ہوں تو وہ دو طرح کے ہیں کبیرہ اور صغیرہ، آپ حضرات سے قصداً گناہ کبیرہ کا صدور، جمهور آئمہ و محققین کے نزدیک ناممکن ہے، اور اس میں حشویہ فرقہ کے علاوہ کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر کا امتناع دلیل صحتی (کتاب و سنت) اور اجماع امت سے مستفاد ہے اس میں مخالفین کے ظہور سے پہلے۔

(شرح المواقف، العهد الخامس فی عصمة الانبياء، ص 88، 288، نور یہ ضویہ پبلیشنگ کمپنی، لاہور)

شفاء اور شرح الشفاء میں ہے:

"(وعصمته) أى ومن عصمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (عن الكذب) فى القول مطلقا (وخلف القول) فى الاخبار (منذ نبأه الله تعالى) أى من ابتداء ما أظهر نبوته خصوصا (وأرسله) إلى أمته (قصدا أو غير

قصد) ای لا عن عمد ولا عن خطأ (واستحالة ذلك) ای ومن استحالة ما ذكر من الكذب والخلف (عليه شرعا) ای سمعا (وإجماعا و نظرا) ای عقلا (و برهانا و تنزيهه عنه) ای عن الكذب (قبل النبوة قطعا) فلا تقع الأمة في الشبهة بعدها أصلا (و تنزيهه عنه الكبار إجماعا و عن الصغار تحقيفا) لحملها على خلاف الأولى تدقيقا “ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہور نبوت کے وقت سے جان بوجھ کر یا بھول چوک سے خلاف واقعہ خبر دینے سے اور جھوٹ بولنے سے تو مطلقاً معصوم ہیں، اور یہ کذب و خلف کتاب و سنت کے نصوص، اجماع امت اور عقل و برہان کے محکم دلائل کی بنیاد پر آپ سے محال ہے، ظہور نبوت سے پہلے بھی جھوٹ سے آپ کا معصوم ہونا قطعی و یقینی ہے، تاکہ بعد نبوت کسی بھی طرح سے امت شیبہ میں نہ پڑے، اور آپ کبیرہ گناہوں سے بالاجماع معصوم ہیں، اور پرہیزگاری سے تحقیق صغیرہ گناہوں سے بھی منزہ ہیں کیونکہ وقت نظر سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جن امور کو صغائر سمجھا گیا ہے وہ خلاف اولیٰ سے زیادہ نہیں۔

(شفاء و شرح الشفاء، الباب الاول، ج 2، ص 213، دار الکتب احمدیہ، بیروت)

شفاء اور شرح الشفاء میں ایک مقام پر ہے:

”و ذهب طائفة أخرى من المحققين من الفقهاء والمتكلمين إلى عصمتهم من الصغائر كعصمتهم من الكبائر أي المتفق على عدم صدورها عنهم“ ترجمہ: محققین فقہاء اور متکلمین کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ انبیائے کرام صغائر سے بھی معصوم ہیں، جیسا کہ کبار سے بالاتفاق معصوم ہیں۔ (شفاء و شرح الشفاء، الباب الاول، ج 2، ص 258، دار الکتب احمدیہ، بیروت)

اسی شفاء اور اس کی شرح میں ہے:

”و أما ما يكون بغير قصد و نعد كالسهو والنسيان في الوظائف الشرعية مما تقرر الشرع بعدم تعلق الخطاب به و ترك المؤاخظة عليه) كالسهو في الصلاة والكلام والنسيان في الصيام (فأحوال الأنبياء في ترك المؤاخظة به و كونه ليس بمعصية لهم مع أمهم سواء) كما يشير إليه قوله تعالى ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا و حديث رفع عن أمي الخطأ والنسيان و أما استكرهوا عليه كما رواه الطبراني عن ثوبان مرفوعا بسند صحيح“ ترجمہ: انبیائے کرام سے بغیر قصد و ارادے کے بھول چوک ہو جاتی ہے یا کوئی ایسا کام کہ جس سے شریعت کے مطابق خطاب الہی متعلق ہی نہیں اور اس پر کوئی مواخذہ بھی نہیں، جیسے نماز میں سہو اور روزے میں بھول جانا، تو جیسے یہ امت کے لئے گناہ نہیں اسی طرح انبیاء کے لئے بھی قابل مؤاخذہ نہیں، جیسا کہ مذکورہ آیت و حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے، آیت یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہماری بھول یا خطا پر ہم سے مؤاخذہ نہ فرما، اور حدیث یہ ہے کہ میری امت سے خطا، نسیان اور اکراہ کو اٹھایا گیا

ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سند صحیح کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(فتاویٰ شرح فتاویٰ الباب الاول، ج 2، ص 268، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے کذب و خیانت و جمل وغیرہ باصفااتِ ذمیرہ سے، نیز ایسے افعال سے جو جاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعہدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت معصوم ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 39، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ایک مقلد کار دکر تے ہوئے فرماتے ہیں:

"ملاحظہ ہو کہ فقہ اکبر شریف کی عبارت خود نقل کی جس میں امام الاممہ سراج الاممہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف ارشاد فرمایا کہ "تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جملہ گناہان کبیرہ و صغیرہ سب سے پاک و منزہ ہیں" پھر حضور زور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بالخصوص فرمایا "کہ وہ اللہ کے حبیب و بندہ و نبی و رسول و برگزیدہ ہیں جنہوں نے کبھی کوئی گناہ صغیرہ بھی نہ کیا" پھر (وہ غیر مقلد) اس عبارت کو اس افترا کی سند بناتا ہے کہ حقیقہ کے یہاں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ہرگز قدر نہیں"

(رسالہ: انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہیں، ص 15، ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

مزید فرماتے ہیں:

"انبیائے کرام مطلقاً معاصی سے پاک و منزہ ہیں خود انہی علمائے کرام نے جا بجا اس کی تصریح فرمائی ہے۔"

(رسالہ: انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہیں، ص 21، ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

عصمت انبیاء پر دلائل

امام فخر دین رازی رحمۃ اللہ علیہ "عصمت انبیاء" پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) السحۃ الاولى: لو صدر الذنب عنہم لکان حالہم فی استحقاق الذم عاجلا و العقاب آجلا اشد من حال عصاة الامم، و هذا باطل ف صدور الذنب ایضا باطل بیان الملازمة، ان اعظم نعم اللہ علی العباد ہی نعمۃ الرسالۃ و النبوة، و کل من کانت نعم اللہ تعالیٰ علیہ اکثر کان صدور الذنب عنہ افحش و صریح العقل بدل علیہ، ثم یؤکدہ من لنقل ثلاثة و جوه (الوجه الاول) قوله تعالیٰ ﴿يَلْبَسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاٰحِدٍ مِّنَ النَّسَاءِ﴾ و قال تعالیٰ: ﴿يَلْبَسَاءَ النَّبِيِّ مِّنْ يَّاتٍ مِّنْكَنْ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾، (الوجه الثاني) ان المبحصن

یرجم وغیره یجلد (الوجه الثالث) ان العبد یحد نصف حد الحر ، فثبت بما ذکرنا انه لو صدر الذنب عنهم لکان حالهم فی استحقاق الذم العاجل والعقاب الآجل فوق حال جمیع عصاة الامة ، وهذا یدل علی عدم صدور الذنب عنهم

اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو یہ امت کے گناہگاروں کے مقابلے میں زیادہ مذمت اور عقاب کے مستحق ہوں گے اور یہ باطل ہے تو ان سے گناہوں کا صدور بھی باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت نبوت اور رسالت ہے، تو جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی اس سے گناہوں کا صدور بھی زیادہ سخت ہوگا، اور عقل صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے، اور اس بات کی تین وجوہ سے تاکید ہوتی ہے: پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو) (سورۃ الاحزاب، آیت 32)، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿يُنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ (اے نبی کی بیویو! تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرات کرے اس پر اوروں سے دو تا عذاب ہوگا) (سورۃ الاحزاب، آیت 30)، دوسری وجہ یہ کہ کھن کور جم کیا جاتا ہے اور اس کے غیر کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ غلام کو آزاد کے مقابلے میں آدمی حد لگائی جاتی ہے۔ پس جو ہم نے ذکر کیا وہ ثابت ہو گیا کہ اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو یہ گناہگار امتیوں کے مقابلے میں زیادہ مذمت اور عقاب کے مستحق ہوں گے، اور یہ بات ان سے گناہ کے صادر نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(2) الحجة الثانية: لو صدر الذنب عنهم لما كانوا مقبولی الشهادة نقوله تعالیٰ: ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاصِقُ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا﴾، امر بالشیت والتوقف فی قبول شهادة الفاسق ، الا ان هذا باطل فان من لم تقبل شهادته فی حال الدنيا فكيف تقبل شهادته فی الاديان الباقية الی يوم القيامة ، وايضا فانه تعالیٰ شهد بان محمداً عليه الصلاة والسلام شهيد على الكل يوم القيامة ، قال ، ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾، ومن كان شهيدا لجميع الرسل يوم القيامة كيف يكون بحال لا تقبل شهادته فی الحنة

اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو ان کی شہادت مقبول نہیں رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاصِقُ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ ("اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔") (سورۃ البرات، آیت 6) یہاں فاسق کی شہادت کے بارے میں توقف اور تنہ کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو یہ مقبول الشہادۃ نہ رہیں گے اور یہ بات باطل ہے کیونکہ اگر ان کی بات دنیاوی معاملات میں قبول نہ ہو تو قیامت تک باقی ادیان میں ان

کی شہادت کے قبول ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز قیامت ہر ایک کے گواہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (ترجمہ: "اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے تمہاں گواہ") (سورۃ البقرہ، آیت 143) اور جو قیامت میں تمام رسولوں کے گواہ ہوں گے تو کیسے ان کی گواہی جنت میں قبول نہ ہوگی۔

(3) الحجة الثالثة: لو صدر الذنب عنهم لوجب زجرهم، لان الدلائل دالة على وجوب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لكن زجر الانبياء عليهم الصلاة والسلام غير جائز، لقوله تعالى ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ فكان صدور الذنب عنهم ممتنعاً

اگر ان سے گناہ کا صدور مان لیا جائے تو ان پر زجر و توبیح واجب ہوگی، کیونکہ دلائل امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی زجر و توبیح جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ ("بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔") (سورۃ الاحزاب، آیت 57) پس ثابت ہوا کہ ان سے گناہوں کا صدور ممتنع ہے۔

(4) الحجة الرابعة: لو صدر الفسق عن محمد عليه الصلاة والسلام لكننا اما ان نكون مأمورين بالاعتداء به وهذا لا يجوز، ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾، ولما كان صدور الفسق يفضي الى هذين القسمين الباطلين كان صدور الفسق عنه محالاً

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فسق کا صدور ہو اور ہمیں ان کی اقتداء کا حکم ہے، تو اس میں بھی ہم پر ان کی اقتداء لازم ہو جائے گی، اور ایسا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (سورۃ آل عمران، آیت 31)، اگر ان سے فسق کا صدور ہو تو اب حرام اور وجوب دونوں کا جمع ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فسق کا صدور محال ہے۔

(5) الحجة الخامسة: لو صدرت المعصية عن الانبياء عليهم الصلاة والسلام لوجب ان يكونوا موعودين بعذاب الله بعذاب جهنم، لقوله تعالى: ﴿وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ ولكانوا ملعونين، لقوله تعالى: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾، وباجتماع الامة هذا باطل فكان

صُدُورِ الْمَعْصِيَةِ عَنْهُمْ بِاطْلَا

اگر انبیاء سے گناہوں کا صدور ہو تو یہ عذاب الہی، عذاب جہنم کی وعید کے مستحق ہوں گے کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے) (سورۃ النساء، آیت 14) اور اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہو تو ان کا ملعون ہونا لازم آئے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے) (سورۃ صود، آیت 18) اور انبیاء کا ملعون ہونا امت کے اجماع سے باطل ہے، تو ثابت یہ ہوا کہ ان سے گناہوں کا صدور ہونا باطل ہے۔

(6) الْحِجَّةُ السَّادِسَةُ: انهم كانوا يأمرون بالطاعات وترك المعاصي ولو تركوا الطاعة وفعلوا المعصية لدخلوا تحت قوله تعالى، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ و تحت قوله تعالى: ﴿اتَّامِرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ و معلوم ان هذا في غاية القبح

انبیاء طاعت کا حکم دیتے اور گناہوں سے بچنے کا فرماتے ہیں، اگر وہ خود ہی طاعت کو ترک کریں اور معصیت کا ارتکاب کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آئیں گے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے) (سورۃ القف، آیت 2) اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت بھی آئیں گے: ﴿اتَّامِرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ (کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو) (سورۃ البقرہ، آیت 44) اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ قباحت کی انتہا ہے۔

(7) الْحِجَّةُ السَّابِعَةُ: قال الله تعالى في صفة ابراهيم واسحاق ويعقوب، ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي

الْخَيْرَاتِ﴾ والالف واللام في صيغة الجمع تفيد العموم فدخِل تحت لفظ (الخيرات) فعل كل ما ينبغى ترك كل ما لا ينبغى، وذلك يدل على انهم كانوا فاعلين لكل الطاعات وتاركين لكل المعاصي

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾ (بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے) (سورۃ الانبیاء، آیت 90) جمع کے صیغہ میں الف لام عموم کا فائدہ دیتا ہے تو لفظ خیرات کے تحت ہر اس فعل کا کرنا داخل ہے جس کا کرنا مناسب ہے اور ہر اس فعل کا ترک کرنا داخل جس کا کرنا مناسب ہے، اس سے واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام طاعات کو کرتے ہیں اور تمام معاصی ترک کرتے ہیں۔

(8) الْحِجَّةُ الثَّامِنَةُ: قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ وهو ان اللفظين اعنى قوله

تعالیٰ (المصطفین) و قوله (الایخیار) یتناولان جملة الافعال والتروك ، بدلیل جواز الاستثناء ، یقال فلان من المصطفین الاخیار الا فی كذا ، فدللت هذه الایة علی انهم كانوا من المصطفین الاخیار فی كل الامور ، وهذا ینافی صدور الذنب عنهم ، ونظیره قوله تعالیٰ ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ و قوله تعالیٰ ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ وقال فی حق ابراهیم ﴿وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا﴾ وقال فی حق موسیٰ علیه الصلاة والسلام ﴿إِنِّي اصْطَفَيْتَكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلِمِي﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفِينَ الْآخِيَارِ﴾ (اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں) (سورہ ص، آیت 47) اس میں دو لفظ "المصطفین" اور "الایخیار" تمام افعال اور تروک کو شامل ہیں، کیونکہ یہاں استثناء کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے: "فلان من المصطفین الاخیار الامن كذا" تو ثابت ہو گیا وہ تمام امور میں افضل ہیں اور یہ بات ان سے گناہ کے منافی ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ جن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے) (سورہ ابراہیم، آیت 75) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (بے شک اللہ نے جن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے) (آل عمران، آیت 33) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا﴾ (اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا) (سورہ البقرہ، آیت 130) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنِّي اصْطَفَيْتَكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلِمِي﴾ (میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے) (سورہ ابراہیم، آیت 144)

(9) الحجۃ التاسعة: قوله تعالیٰ حکایة عن ابلیس ﴿لَبِعْزَّتِكَ لَا غُورِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِينَ﴾ استثنیٰ المخلصین من اغواءه و اضلاله ، ثم انه تعالیٰ شهد علی ابراهیم واسحاق ويعقوب علیہم الصلاة والسلام انهم من المخلصین ، حیث قال ﴿إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾ و قال فی حق یوسف علیہ الصلاة والسلام ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلِصِينَ﴾ فلما اقر ابلیس انه لا یغوی المخلصین ، وشهد الله بان هولاء من المخلصین ثبت ان اغواء ابلیس و وسوسته ما وصلت الیہم ، وذلك یوجب القطع بعدم صدور المعصية عنهم اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا یہ قول نقل کیا: ﴿لَبِعْزَّتِكَ لَا غُورِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِينَ﴾ تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں) (سورہ ص، آیت 82، 83) تو اس

نے انکا اشدہ سے مخلصین کو مستثنیٰ کر دیا، پھر اللہ عزوجل نے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام چنے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾ (بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے) (سورہ ہود، آیت 48)، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ (بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے) (سورہ یوسف، آیت 24) جب ابلیس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ وہ چنے ہوئے لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کے چنے ہوئے ہونے کی گواہی دے دی، تو ثابت ہو گیا کہ ابلیس کے بہکاوے اور سو سے ان تک نہیں پہنچیں گے، اور یہ بات ان سے قطعی طور پر گناہوں کے عدم صدور کو واجب کرتی ہے۔

(10) الحجة العاشرة: قال الله تعالى ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ففهلوا الذين لم يتبعوا ابليس اما ان يقال ، انهم الانبياء او غيرهم ، فان كانوا غيرهم لزم ان يكونوا افضل منهم ، لقوله تعالى: ﴿وَإِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقِيكُمْ﴾ وتفضيل غير النبي على النبي باطل بالاجماع ، فوجب القطع بان اولئك الذين لم يتبعوا ابليس هم الانبياء عليهم الصلاة والسلام ، و كل من اذنب فقد اتبع ابليس فدل هذا على ان الانبياء صلوات الله عليهم ما اذنبوا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہوئے مگر ایک گروہ کہ وہ مسلمان تھا) (سورہ ہود، آیت 20) یہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی، وہ انبیاء ہیں یا ان کے علاوہ، اگر ان کے علاوہ ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ وہ ان سے افضل ہو گئے کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقِيكُمْ﴾ (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جہنم میں زیادہ پرہیزگار ہے) (سورہ الحجرات، آیت 13) اور غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا بالاجماع باطل ہے، تو ثابت ہو گیا کہ جنہوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی وہ انبیاء علیہم السلام ہی ہیں، اور ہر وہ شخص کہ جس نے گناہ کیا اس نے ابلیس کی اتباع کی، تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہ نہیں کر سکتے۔

(11) الحجة الحادية عشرة: انه تعالى قسم المكلفين الى قسمين حزب الشيطان كما قال تعالى ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ وحزب الله كما قال تعالى ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ولا شك ان حزب الشيطان هو الذي يفعل ما يريد الشيطان وبإسره به ، فلو صدرت الذنوب عن الانبياء لصدق عليهم انهم من حزب الشيطان ، ولصدق عليهم قوله تعالى (الا ان حزب الله

هم المفلحون) وحينئذ يلزم ان يكون واحد من احاد الامة افضل كثير من الانبياء ، ولا شك في بطلانه
 اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی دو قسمیں بنائی ہیں ایک شیطان کا گروہ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ
 الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَسِرُونَ﴾ (وہ شیطان کے گروہ ہیں سنا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہاں میں ہے)
 (سورۃ البقرہ، آیت 19) اور دوسری جماعت حزب اللہ ہے جن کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ
 اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (یہ اللہ کی جماعت ہے سنو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے) (سورۃ البقرہ، آیت 22) بلاشبہ حزب اللہ شیطان
 وہی ہے گا جو شیطان کے حکم اور ارادے پر چلے گا، اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہو تو ان پر یہ صادق آئے گا کہ وہ شیطان کے گروہ
 سے ہیں اور ان پر اللہ کا یہ فرمان بھی صادق آئے گا کہ شیطان کا گروہ خسارے میں ہے، اور امت کے چند زاہد لوگوں پر یہ اللہ کا یہ
 فرمان صادق آئے گا کہ اللہ کا گروہ فلاح والا ہے، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ امت میں سے چند افراد انبیاء سے افضل ہیں، اور
 اس بات کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(12) الحجّة الثانية عشرة: ان اصحابنا رحمهم الله تعالى بينوا ان الانبياء افضل من الملائكة وثابت
 بالدلالة ان الملائكة ما اقدموا على شيء من الذنوب ، فلو صدرت الذنوب عن الانبياء لامتنع ان يكونوا زاندين
 في الفضل على الملائكة لقوله تعالى: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ
 نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں تو یہ بات دلالت ثابت ہوگئی کہ جب فرشتوں
 سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا تو اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہوگا تو فرشتے ان سے افضل ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
 : ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾ ترجمہ: کیا
 ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پر ہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے
 برابر ٹھہرا دیں۔
 (سورۃ ص، آیت 28)

(13) الحجّة الثالثة عشرة: قال الله تعالى في حق ابراهيم عليه الصلاة والسلام ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
 إِمَامًا﴾ والامام هو الذي يقتدى به وانه باطل

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا
 پیشوا بنانے والا ہوں) (سورۃ البقرہ، آیت 124) اور امام وہ ہوتا ہے جس کی پیروی کی جائے اور اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو یہ بات
 باطل ہو جائے گی۔

(14) الحجة الرابعة عشرة: قوله تعالى: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ فكل من اقدم على الذنب كان ظالماً لنفسه اذا عرفت هذا فنقول: ذلك العهد الذي حكم الله تعالى بانه لا يصل الى الظالمين اما ان يكون هو عهد النبوة او عهد الامامة فان كان الاول فهو المقصود، وان كان الثاني فالمقصود اظهر، لان عهد الامامة اقل درجة من عهد النبوة فاذا لم يصل عهد الامامة الى المذنب العاصي، فبان لا يصل عهد النبوة اليه اولي الله تعالى كما فرما ان ہے: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا) (سورۃ البقرہ، آیت 124) ہر وہ شخص جس سے گناہ کا صدور ہو وہ ظالم ہوگا، جب یہ بات معلوم ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ عہد جس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ظالموں کو نہیں پہنچتا، یہاں عہد سے مراد عہد نبوت ہے یا عہد امامت، اگر مراد عہد نبوت ہے تو یہی ہمارا مقصود ہے اور اگر عہد امامت مراد ہے تو یہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ عہد امامت کا درجہ عہد نبوت سے کم ہے اور اگر گناہوں کی وجہ سے عہد امامت نہیں مل سکتا تو عہد نبوت بدرجہ اولیٰ نہیں مل سکتا۔

(15) الحجة الخامسة عشرة: روى ان خزيمه بن ثابت الانصاري رضى الله عنه شهد على وفق دعوى النبي صلى الله عليه وسلم، مع انه ما كان عالماً بتلك الواقعة فقال خزيمه (انى اصدقك فيما تخبر عنه من احوال السماء، افلا اصدقك فى هذا القدر؟ فلما ذكر ذلك صدقه النبي صلى الله عليه وسلم فيه ولقبه بذى الشهادتين، ولو كان الذنب جائزاً على الانبياء لكانت شهادة خزيمه غير جائزة مروى ہے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی، حالانکہ وہ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے، حضرت خزیمہ نے عرض کیا: (اے صدق! میں نے تو اس قدر سے احوال السماء، افلا اصدقك فى هذا القدر؟ فلما ذكر ذلك صدقه النبي صلى الله عليه وسلم فيه ولقبه بذى الشهادتين) (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ کی اس میں تصدیق کرتا ہوں جو آپ آسمانوں کے احوال کے بارے میں خبر دیتے ہیں، تو اس قدر میں کیسے آپ کی تصدیق نہ کروں۔ جب انہوں نے یہ بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور انہیں ذوالشہادتین قرار دیا) اگر انبیاء علیہم السلام کے لئے معصیت جائز ہوتی تو حضرت خزیمہ کی شہادت جائز نہ ہوتی۔

(المصنف: الامام ابوہریرہ، 47441، مکتبۃ القادریہ، القاہرہ)

آیت ذنب میں ذنب کے مطالب:

اس آیت مبارکہ ﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ میں ذنب کی نسبت اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو مفسرین نے عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے پیش نظر جو معافی بیان کیے ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(۱) پہلا معنی: ذنب سے مراد خلاف اولیٰ ہے۔ امام رازی علیہ رحمۃ الہی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ”والطاعون

فی عصمة الأنبياء عليهم السلام يتمسكون به ونحن نحمله على التوبة عن ترك الأولى والأفضل“ ترجمہ: انبیاء کرام علیہ السلام کی عصمت پر طعن کرنے والے اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں اور ہم اس کو ترک اولیٰ یا ترک افضل پر محمول کرتے ہیں۔ (التفسیر الکبیر، ج 27، ص 525، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر نسفی میں ہے: ”وفی شرح التاویلات جاز ان یکون له ذنب فامرہ بالاستغفار له ولکن لا نعلمه غیر

ان ذنب الأنبياء ترك الأفضل دون مباشرة القبيح وذنوبنا مباشر القبائح من الصغائر والكبائر“ ترجمہ: شرح التاویلات میں ہے کہ یہ جائز ہے کہ نبی سے ذنب صادر ہو اور اس پر آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہو، لیکن ہمیں انبیاء کے ذنب کا یہی علم ہے کہ اس سے مراد ترک افضل ہے نہ کہ قبیح کا ارتکاب کرنا، اور ہمارے ذنب گناہ صغیرہ و کبیرہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

(تفسیر نسفی، ج 3، ص 327، دار الفکر، بیروت)

تفسیر ابی السعود میں ہے ”واستغفر لذنبك وهو الذي ربما يصدر عنه عليه الصلاة والسلام من ترك الأولى

عبر عنه بالذنب نظرا إلى منصبه الحليل كيف لا وحسنات الأبرار سيئات المقربين“ ترجمہ: اللہ کا فرمان کہ اپنے ذنب کے لئے استغفار کرو، یہ اس لئے ہے کہ کبھی آپ علیہ السلام سے ترک اولیٰ سرزد ہو جاتا تھا تو آپ کے بلند مرتبہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس ترک اولیٰ کو ذنب سے تعبیر کیا گیا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔

(تفسیر ابی السعود، ج 8، ص 97، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر آلوسی میں ہے ”والذنب بالنسبة إليه صلى الله عليه وسلم من باب خلاف الأولى نظرا إلى مقامه

الحليل“ ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام کے بلند مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ کے خلاف اولیٰ کی نسبت ذنب سے کی گئی ہے۔

(تفسیر آلوسی، ج 6، ص 38، دار الفکر، بیروت)

یعنی کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے بظاہر افضل کے خلاف فرمایا، اگرچہ یہ بظاہر اولیٰ کے خلاف ہے

مگر درحقیقت وہ اولیٰ سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ فعل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو امت کو حکم شرعی کیسے معلوم

ہوتا، اور بیان حکم منصب نبوت کا تقاضا ہے، یعنی اگر کوئی کام اصل حکم کے اعتبار سے اولیٰ کے خلاف ہو لیکن اگر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم صادر ہو تو اس پر ترک اولیٰ کا اطلاق صرف آپ کے مرتبہ کے لحاظ سے ہوگا، نہ یہ کہ وہ واقع میں خلاف اولیٰ ہے اور اسی کو

یہاں ذنب سے تعبیر کیا گیا۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

”جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ..... ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جہار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر پار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔ حسنات الابوار سیئات المقربین۔ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 29، ص 394 تا 401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) دوسرا معنی: ذنب سے مراد شکر میں کمی ہونا ہے۔

تنویر المقیاس لابن عباس میں ہے ”واستغفر لذنبك لتقصير شكر ما أنعم الله عليك وعلى أصحابك“ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو انعام کیا ہے اس کے شکر میں کمی کی وجہ سے اپنے رب سے استغفار کرو۔

تفسیر خازن میں ہے ”وحكى الشيخ محيى الدين النووى عن القاضى عياض، أن المراد به الفترات والغفلات من الذكر الذى كان شأنه صلى الله عليه وسلم الدوام عليه فإذا فتر وغفل عد ذلك ذنبا واستغفر منه“ ترجمہ: شیخ محی الدین نووی نے قاضی عیاض سے حکایت کیا ہے کہ اللہ کے ذکر پر دوام اختیار کرنا ہی آپ کی شان ہے اس عبادت سے کمی کو ذنب شمار کیا گیا اور آپ نے اس سے استغفار کیا۔

اہل حضرت اس معنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تفسیر اور اس تفسیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 29، ص 394 تا 401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) تیسرا معنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہر وقت بڑھ رہا ہے اور کم مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے اسے ذنب سے تعبیر کیا گیا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے ”وقد ذكروا ان لنبينا صلى الله عليه وسلم في كل لحظة عرجوا الى مقام اعلى مما كان فيه فيكون ما عرج منه في نظره الشريف ذنبا بالنسبة الى ما عرج اليه فيستغفر منه، وحملوا على ذلك“ ترجمہ: علماء نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کا مقام ہر لمحہ بڑھ رہا ہے اور جس مقام سے بڑھا ہے اس کم مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ استغفار کرتے تھے اور علماء نے اس استغفار کو اسی پر محمول کیا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، ج 13، ص 211، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

روح البیان میں ہے ”واستغفر اى اطلب الغفران من الله لذنبك وهو كل مقام عال ازفع عليه السلام عنه الى اعلى“ ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اپنے ذنب پر استغفار کرو یعنی غفران طلب کرو، ذنب ہر وہ مقام اعلیٰ ہے جس سے آپ اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

(روح البیان، ج 8، ص 511، دارالمنار، بیروت)

(4) چوتھا معنی: ذنب کا ایک معنی الزام بھی ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذُنُوبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ﴾ ترجمہ: ان لوگوں کا مجھ پر ایک الزام ہے جس سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

(القرآن، السورۃ اشعرہ، آیت 14)

مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگائے جیسا کہ معاذ اللہ آپ کو بھون، شاعر، کافران، ساحر وغیرہ کہا۔ لہذا اس آیت میں ان الزامات کو ذنب اور ان الزامات کو مٹانے کو غفران سے تعبیر کیا، اس صورت میں اس آیت کے معنی ہوں گے: تاکہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے (کفار سے طرف سے لگائے گئے بے بنیاد) الزامات تجھ سے مٹا دے۔

(5) پانچواں معنی: قرآن میں ذنب اور معصیت کا لفظ بھول، نسیان اور لغزش کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ﴾ ترجمہ: آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی۔

(پ 16، السورۃ طہ، آیت 121)

دوسرے مقام پر اسی لغزش کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿فَنَسِيَ﴾ ترجمہ: تو وہ بھول گیا اور ہم

نے اس کا قصد نہ پایا۔

(پارہ 18، السورۃ طہ، آیت 115)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ﴾ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے: ﴿فَنَسِيًّا وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن یہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَثَلًا لِّذُنُبِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ كَانُوا فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ﴾ (نور، ص 298، ج 400، صفحہ 107)۔ (نور، ص 298، ج 400، صفحہ 107)۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ:

(6) اس آیت مبارکہ ﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ علیہ نے امام المفسرین امام اجل حضرت عطاء خراسانی تابعی رحمہ اللہ علیہ، دیگر اکابر مفسرین، محدثین اور متکلمین کی اتباع میں یوں کیا: تاکہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے انگوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ اس کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

تفسیر بغوی میں ہے: "وقال عطاء الخراساني: ما تقدم من ذنبك: یعنی ذنب أبويك آدم وحواء بتركك وما تأخر ذنوب أمتك بدعوتك" ترجمہ: حضرت عطاء خراسانی علیہ رحمۃ اللہ اکافی (جو کہ تابعی ہیں) نے فرمایا کہ ما تقدم من ذنبك سے آپ کے والدین حضرت آدم وحواء علیہم السلام کے ذنب مراد ہیں کہ آپ کی برکت سے (ان کی مغفرت فرمادی) اور وما تأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں کہ آپ کی دعا سے ان کی مغفرت فرمادی۔

(تفسیر بغوی، ج 4، ص 223، دار احیاء التراث العربی بیروت)

یاد رہے کہ اس قول میں حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب سے مراد لغزش و زلت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہمہ حنفیہ و علمائے اہل سنت کے نزدیک زلت انبیاء علیہم السلام کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل کو اختیار فرمایا اسے اصلاً گناہ ہے کچھ علاقہ نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ ان کی عظمت شان و جلالت قدر کے باعث کبھی ترک افضل پر ان کا مولیٰ کمال لطف و رحمت کے ساتھ عتاب و محبت فرمائے کہ حسنات الابرار سیات المقربین..... اہل سنت و جماعت کی دو عظیم جماعتیں ہیں اشعریہ تابعان امام اجل ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر شافعیہ اسی مسلک پر ہیں اور ماتریدیہ پیر والی امام علم الہدی ابوالمعتز ماتریدی قدسی سرہ اور حنفیہ اسی مشرب پر ہیں، ان دونوں امام ہمام نے تصریح فرمائی کہ زلت انبیاء کا حاصل صرف ترک افضل و اختیار فاضل (ہے)..... اور اس افضل سے بھی مراد وہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت

شان کے لائق، اُن کے لیے افضل تھا ورنہ ان کا مغفول کام بھی صدیقین کے افضل از افضل فعل سے اہل ہے، تاہم بگراں چہ رسد (وہاں تک کوئی دوسرا کیا پہنچے گا)" (رسالہ: الہام اکرام گناہوں سے پاک ہیں، ص 18، 20، ادارہ مکتبۃ کمال صفت، پاکستان)

تفسیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: "سئل الشافعی عن قول اللہ عزوجل (إنا فتحنا لک فتحاً مبیناً) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر (الآیتان) قال: معناه، (ما تقدم) من ذنب ابيک آدم (وما تأخر) من ذنوب امتک، ادخلهم الجنة بشفاعتک" ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان ﴿إنا فتحنا لک فتحاً مبیناً﴾ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ ما تقدم سے حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش اور ما تأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت سے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

(تفسیر الامام الشافعی، ج 3، ص 1282، ادارہ مریہ، المکتبۃ امریہ)

امام المتکلمین امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وجائز ان یکون قوله ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ ای ما تقدم من ذنب امتک تاخر من ذنبهم علی ما قال بعض اهل التاویل" ترجمہ: یہ بات جائز ہے کہ ما تقدم اور ما تاخر سے مراد امت کے ذنب ہوں جیسا کہ بعض اہل تاویل نے کہا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم السنی تاویلات اللہ، ج 4، ص 519، مؤسسۃ الرسال، بیروت)

تفسیر سمرقندی میں ہے: "یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک یعنی: ذنب آدم وما تأخر یعنی: ذنب امتک" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرمادی، یعنی آدم علیہ السلام کے ذنب کی، اور آپ کی امت کے گناہوں کی مغفرت فرمادی۔

(تفسیر سمرقندی، ج 3، ص 308، مطبوعہ بیروت)

امام الکاشفین علامہ ابو بکر ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "قال آخرون ما تقدم من ذنبک ای من ذنب ابيک آدم علیہ السلام وما تاخر من ذنوب امتک" ترجمہ: دوسرے مفسرین نے یہ لکھا کہ "ما تقدم من ذنبک" سے آپ کے اب حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب مراد ہیں اور "وما تاخر" سے آپ کی امت کے ذنوب مراد ہیں۔

(تفسیر النسخ والنوع، ص 202، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر لفظ ذنب کے متعلق تفسیر صاوی میں ہے: "أجیب ایضاً بان الکلام علی حذف مضاف، والتقدير استغفر لذنوب امتک، والما اضیف الذنب له لانه شفیع وامرهم متعلق به" ترجمہ: یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ یہ کلام مضاف کو حذف کرنے کے طریقے پر ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اپنی امت کے گناہوں کی بخشش چاہو، ذنب کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ آپ کی امت کی شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کا معاملہ آپ کے متعلق ہے۔

(التیسرے صاوی، ج 5، ص 1828، مکتبہ مانیہ لاہور)

الوجیز للواحدی میں ہے: ”وقیل: ما تقدم من ذنبك یعنی: ذنب ابویك آدم وحواء بہر كلك وما تأخر من ذنوب أمتك بدعوتك“ ترجمہ: کہا گیا ہے کہ ”ما تقدم من ذنبك“ سے آپ کے والدین حضرت آدم وحواء علیہ السلام کے ذنب مراد ہیں کہ آپ کی برکت سے (ان کی مغفرت فرمادی) اور ”وما تأخر“ سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں کہ آپ کی دعا سے ان کی مغفرت فرمادی۔

(الوجیز للواحدی، ج 1، ص 1007، دارالکتاب بیروت)

یہ قول ”اللباب فی علوم الکتاب“، ”تفسیر ثعلبی“، ”تفسیر خازن“ اور ”تفسیر قرطبی“ وغیرہا کتب تفسیر میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کے تحت مواقف شریف میں لکھا ہے: ”فالمعنی لیغفر لاجلك ما تقدم من ذنب أمتك وما تأخر منه“ ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادے۔

(المواقف، المقصد الخامس فی معرۃ الانبیاء، ج 3، ص 446، دارالکتاب، لبنان)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”قال بعضهم فی آية الفتح لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك أي من ذنب أبیک آدم وما تأخر أي من ذنوب أمتك“ ترجمہ: سورۃ فتح کی آیت ﴿لِیَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكُمْ﴾ کے متعلق بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ما تقدم سے آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب مراد ہیں، اور وما تأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔

(فتح الباری، ج 11، ص 198، دارالعرف، بیروت)

یہی قول مواہب اللدنیہ، اور سبل الہدی والرشاد میں بھی موجود ہے۔

اس آیت کے تحت عمدۃ القاری میں ہے: ”وبقال: المراد منه ذنب أمتہ“ ترجمہ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس ذنب سے

مراد آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔ (عمدۃ القاری، باب من کرہ ان یذوب فی کلک، ج 1، ص 167، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت)

شفاء شریف میں ہے: ”وقیل: ما تقدم لأبیک آدم وما تأخر من ذنوب أمتك“ ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ما تقدم

سے مراد آپ کے والد آدم علیہ السلام کی لغزش اور وما تأخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔

(الشفاء، ص 367، دارالکتاب، بیروت)

مطالع السمرات میں ہے: ”وقیل المراد ما تقدم من ذنوب أمتك وما تأخر منها لانه سبب المغفرة واما

هو فی نفسه فلا ذنب له“ ترجمہ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ما تقدم اور وما تأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، کیونکہ آپ

مغفرت کا سبب ہیں، اور بہر حال آپ خود گناہ سے پاک ہیں۔ (مطالع السمرات، ص 85)

مغفرت کا سبب ہیں، اور بہر حال آپ خود گناہ سے پاک ہیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"المعمراد بما تقدم لا يبيك آدم عليه السلام والمراد بما تاخر من ذنوب امتك" ترجمہ: "ما تقدم" سے مراد آپ کے اب حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب ہیں اور "ما تاخر" سے مراد آپ کی امت کے ذنوب ہیں۔

(نیم اریض، ج 4، ص 175، دار الفکر بیروت)

بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایسے غیر معین افراد کو خطاب کیا جاتا ہے جن کا مخاطب بننا ممکن ہو۔

دروس البلاغہ میں ہے: "وقد يعاطب غير المعين اذا قصد تعميم الخطاب لكل من يمكن خطابه نحو اللعوم من اذا احسنت اليه اساءت اليك" ترجمہ: کبھی غیر معین کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جب خطاب ہر اس شخص کو عام کرنا مقصود ہو جس کے لئے بھی خطاب ممکن ہو جیسے کمینہ ہے وہ شخص جس کے ساتھ تم بھلائی کرو اور وہ تمہارے ساتھ برائی کرے۔

(دروس البلاغہ، الباب الرابع فی تعریف والتعميم، ص 55، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اس مثال میں بھلائی کرنے والا کوئی خاص فرد نہیں ہے بلکہ وہ فرد مراد ہے جو اس کا اہل ہو اور یہ قاعدہ بلاغت قرآن میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ جیسے ایک جگہ پر کفار کی ذلت کا منظر بیان کیا گیا ہے: ﴿وَلَوْ تَسَوَّاهُ إِذِ الْمُنْجِرِ مُؤَنَّا كِسُوَارُءٌ وَصِيحْمٌ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ ترجمہ: اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے۔ (پارہ 21، السورۃ البقرہ، آیت 12)

اس آیت میں تری سے کوئی خاص فرد مراد نہیں بلکہ تمام اہل محشر مراد ہیں۔

اسی اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا کلام ملاحظہ فرمائیں آپ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" ترجمہ: جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے، سورہ مومن سورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، سورہ مومن میں تو اتنا ہے ﴿و استغفر لذنبک﴾ اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہا کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، ﴿القوموا الصلوٰۃ﴾ نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی، اسی قرآن عظیم میں ہے: ﴿لانسلو کم بہ ومن بلغ﴾ (تا کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے ہاں اسدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند بنائے) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں، خود

قرآن عظیم میں فرمایا: ﴿ارأیت الذی یمنہی، عبدا اذا صلی، ارأیت ان کان علی الہدی، او امر بالتقوی﴾ (ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے، یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور عاصب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: ﴿فما یکنذبک بعد باللین﴾ (ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہندوسے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ بلکہ آیت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں توصیف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے: ﴿فَاعلِم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لکنبک وللمؤمنین والمؤمنات﴾ (جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہا)۔ تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں ہے، باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تم آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ: ﴿واللہ یعلم متقلبکم ومثوکم﴾ (اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔) اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی مغاند کا استدلال زائل۔

(نفاوی رضویہ، ج 29، ص 398، رضاناؤ و طبعی، لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

”ہر ادنی طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنی ملا بہت بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے، مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کراہے دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلا نے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ﴿وللمؤمنین وللمؤمنات﴾ تعین بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہلیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے..... تعین بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے: ﴿ورب اغفر لسی ولوالدی ولمن دخل بہی

مومنا وللمؤمنین ﴿ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ اسی وجہ پر آیت کریمہ سورہ فتح میں لام تک تغلیل کا ہے اور ﴿ما تقدم من ذنبك﴾ تمہارے ان گلوں کے گناہ اعمیٰ سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منعہائے نسب کریم تک تمام آہائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و غلیل و اسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور مآثر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلیت و امت مرحومہ تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب ان گلوں پچھلوں کے گناہ۔

(تادی رضویہ ج 29، ص 401، برہانہ ۱۵۴، طبع لاہور)

باب نمبر 300

مَا جَدَّ أَنْ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ

(قیامت میں سب سے بندے سے نماز کا حساب ہوگا)

حدیث: حضرت حریث بن تمیمہ سے روایت ہے، فرمایا: میں مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے دعا کی: اے اللہ عزوجل مجھے کوئی نیک ہم نشین عطا فرمادے، فرماتے ہیں پس میں حضرت ہیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پاس بیٹھ گیا تو میں نے کہا کہ بے شک میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا تھا کہ مجھے نیک ہم نشین عطا فرمادے پس آپ مجھے وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو شاید کہ اللہ عزوجل مجھے اس کے ذریعے سے نفع دے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک قیامت والے دن اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس اگر وہ درست ہوئی تو اس نے فلاح و کامرانی پائی اور اگر خراب ہوئی تو خائب و خاسر ہوا تو اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہیں پس اس کے ذریعے سے اس کی فرض کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا پھر تمام اعمال اسی طرح پر ہوں گے۔ اور اس باب میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور تحقیق اس سند کے سادہ بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

413- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَضْرٍ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ نَسِّرْ لِي جَلِيئًا صَالِحًا، قَالَ فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يَرزُقَنِي جَلِيئًا صَالِحًا، فَحَدَّثَنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنْظِرُوا هَذَا لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيَكْمَلْ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرَ عَمَلِهِ عَلَيَّ ذَلِكَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ بِهَذَا

اور حسن کے بعض اصحاب نے قبیصہ بن حریث سے بواسطہ حسن اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا اور مشہور وہ قبیصہ بن حریث ہیں۔ اور انس بن حکیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی مثل کو روایت کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور تحقیق اس سند کے علاوہ بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حسن کے بعض اصحاب نے قبیصہ بن حریث سے بواسطہ حسن اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا اور مشہور وہ قبیصہ بن حریث ہیں۔ اور انس بن حکیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی مثل کو روایت کیا۔

الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ رَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَسَنِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ وَالْمَشْهُورُ هُوَ قَبِيصَةُ بْنُ حُرَيْثٍ، وَرَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا

ترجمہ حدیث 413:

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

"(قیامت والے دن سب سے پہلے بندے سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا)) کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کے اہتمام اور اس کی محافظت کا حکم دیا ہے اور اس بات کو بیان کیا ہے کہ بے شک نماز دیگر اعمال پر مقدم ہے اور یہ ایمان کی علامت اور دین کا ستون ہے ((تو اگر اس نے اسے مکمل کیا تو یہ اس کے لئے مکمل لکھی جائے گی)) یعنی حساب کتاب کے صحیفوں میں ((اور اگر اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا تو اللہ عزوجل فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم دیکھو کیا میرے بندے کے نامہ اعمال میں کوئی نفل پاتے ہو)) "من" کو تاکید کے لئے زیادہ کیا ہے ((تو تم اس کے ذریعے سے اس کے فرض مکمل کرو پھر زکاۃ کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا، پھر تمام اعمال اسی طرح پر ہوں گے)) عراقی کہتے ہیں: مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ سنتوں اور پیمت مسنونہ میں جو کمی رہ گئی ہے اسے مکمل کرنا اور یہ کہ اسے فرض کا ثواب حاصل ہوگا اگرچہ وہ اسے بجا نہ لایا ہو یا نماز کی شرائط و ارکان میں کمی رہ گئی ہو اسے مکمل کرنا یا جو فرض سرے سے ہی متروک ہوں انہیں مکمل کرنا۔" (التیسیر ج ۱، ص 393، 394، مکتبہ الامام الشافعی مدینہ)

نوافل کے ذریعہ فرض کی تکمیل کی صورت:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال نوافل کے ذریعہ فرض کو مکمل کرنا تو یہ واللہ اعلم اس صورت میں ہوگا کہ جب کوئی شخص فرض کو بھول گیا تو اسے بجا نہ لایا یا اس نے نماز کے رکوع کو اچھے طریقہ سے ادا نہ کیا اور وہ اس کی قدر کو نہ پہچانا۔ بہر حال جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا یا بھول گیا پھر اسے یاد آیا پس وہ جان بوجھ کر اسے بجا نہ لایا اور فرض سے غافل ہو کر نفل میں مشغول ہو گیا اور اسے فرض یاد بھی ہے تو اس کے فرض ان نفلوں سے مکمل نہیں کئے جائیں گے۔ واللہ اعلم"

(اتحیاء الحدیث الخامس والستون، ج 24، ص 81، دوزرہ عموم الآداب والعلوم الاسلامیہ)

قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ کس کا ہوگا:

علامہ عینی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا، یہ احادیث آپس میں متعارض نہیں کیونکہ پہلی حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ

بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو معاملات ہیں یعنی حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور دوسری حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے آپس کے معاملات یعنی حقوق العباد میں سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا۔

(شرح انہوی علی مسلم، باب البزازۃ بالصلوات، ص 11، ج 167، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس تطبیق کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةُ وَأَوَّلُ مَا يَقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدُّعَاءِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ خونوں کا کیا جائے گا۔

(سنن نسائی، تعظیم الدم، ج 7، ص 83، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، طاب)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی علامہ نووی کی درج بالا تطبیق نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اظہر یہ ہے کہ یوں کہا جائے: خونوں کے فیصلہ والی حدیث پاک منہیات (منوعہ چیزوں) کے بارے میں ہے اور نماز والی مامورات (جن کے کرنے کا حکم ہے ان) کے بارے میں یا یوں کہا جائے کہ نماز والی میں محاسبہ (حساب کرنے) کے بارے میں ہے اور خونوں کے فیصلہ والی حدیث پاک فیصلہ کرنے کے بارے میں ہے۔

(مرآة الفاج، کتاب القصاص، ج 6، ص 2259، دار الفکر، بیروت)

علامہ علی قاری اس کے بعد سنن نسائی والی مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ حقیقی اول نماز ہے کہ محاسبہ حکم سے پہلے ہوتا ہے۔

(مرآة الفاج، کتاب القصاص، ج 6، ص 2259، دار الفکر، بیروت)

فرائض سے پہلے اور بعد سنن و نوافل کی مشروعیت میں حکمت:

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

"علماء فرماتے ہیں: فرائض سے قبل اور بعد سنن و نوافل کی مشروعیت میں حکمت ان کے ذریعے سے فرائض کی تکمیل کرنا ہے اگر ان میں کوئی کمی واقع ہو جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "بے شک قیامت والے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس اگر وہ درست ہوئی تو تحقیق وہ کامیاب و کامران ہو اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ خائب و خاسر ہو تو اگر بندے کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو کہ کیا میرے بندے کے نامہ اعمال میں کوئی نفل موجود ہیں؟ تو پھر ان نوافل کے ذریعے اس

کے فرائض کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا پھر تمام اعمال کا معاملہ اسی طرح پر ہوگا۔"

اور فرائض سے پہلے نوافل پڑھنے کے حوالے سے ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نفس کی ریاضت اور اس چیز سے تصفیہ کرنا جو دنیاوی مشاغل سے مستغنی کر دے تاکہ اس کا دل کامل طور پر فرض کے لئے فارغ ہو جائے اور اسے نشاط حاصل ہو جائے۔ اور شرح عمدہ میں شیخ تقی الدین کا کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی وجہ ان نوافل کے ساتھ خاص ہے کہ جو فرائض کے بعد ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: بہر حال بعد والی سنتیں تو تحقیق وارد ہوا کہ بے شک نوافل فرائض کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہیں تو جب فرائض ادا ہو چکے تو مناسب ہے کہ اس کے بعد وہ چیز ہو کہ جو فرائض کے خلل کو دور کرے جبکہ فرائض میں خلل ہو۔ انتہی۔ اور ایسا نہیں ہے پس وہ جسے ان کے علاوہ نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ پہلے اور بعد، دونوں نوافل کے ذریعے سے فرائض کی کمی کو پورا کرنے کا حصول ہوتا ہے اور پہلی حدیث تمام نوافل کو شامل ہے اگرچہ وہ فرائض سے پہلے ہوں۔ واللہ اعلم"

(مرح المصنف، فائدہ الحکمۃ فی شرویح الرد المحتجب، ج 3، ص 34، 35، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 301

مَا جَاءَ فِيمَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثَلَاثِي عَشْرًا زَكَاةً مِنَ السَّنَةِ، مَا لَهُ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ
(دن رات میں بارہ رکعت سنت کی فضیلت)

414- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَائِعٍ قَالَ :
حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا
السُّعَيْبِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ
قَامَ عَلَيَّ ثَلَاثِي عَشْرَةَ رُكْعَةً مِنَ السَّنَةِ بَنَى اللَّهُ
لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ : أَرْبَعُ رُكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ،
وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ،
وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ
"، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي بُرَيْرَةَ، وَأَبِي
مُوسَى، وَأَبِي عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى : حَدِيثُ
عَائِشَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ بَنَدِ الْوَجْهِ، وَمُعْتَبَرٌ
بِزَيْدٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قَبْلِ
جَفْظِهِ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو بارہ رکعت سنتوں پر پابندی کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات بعد میں اور دو رکعات مغرب کے بعد، اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

اور اس باب میں حضرت سیدتنا ام حبیبہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اور سفیر بن زیاد کے حافظہ کے متعلق بعض اہل علم نے کلام کیا ہے۔

415- حَدَّثَنَا سَخْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ
قَالَ : حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ،
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْمُسَيْبِ بْنِ زَائِعٍ، عَنْ
عَنْبَسَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ صَلَّى
فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثَلَاثِي عَشْرَةَ رُكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا

حدیث: حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو دن رات میں بارہ رکعات پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ چار ظہر سے پہلے اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعات فجر سے پہلے صبح کی نماز میں۔

فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا،
 وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
 ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ
 "قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ عَنِّي عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ
 فِي بَدَأِ الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ
 رَوَى عَنْ عَنِّي بِنْتُ غَيْرِ وَجْهِ

ترجیح حدیث 414: (سنن نسائی، حدیث 1784، ج 3، ص 280، کتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، حدیث 1140، ج 1، ص 361، دار احیاء الکتب
 العربیہ، بیروت)

ترجیح حدیث 415: (صحیح مسلم، حدیث 728، ج 1، ص 502، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن ابی داؤد، حدیث 1250، ج 2، ص 18، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن
 نسائی، حدیث 1801، ج 3، ص 262، کتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، حدیث 1141، ج 1، ص 361، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

”اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث پاک سے احتجاج کیا ہے کہ پانچوں نمازوں میں سنن مؤکدہ بارہ ہیں: دو رکعات فجر سے پہلے، چار ظہر سے قبل اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب و عشاء کے بعد دو رکعتیں۔ اور علامہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کے اکثر اصحاب کی رائے یہ ہے کہ سنن رواتب دس ہیں اور وہ دو رکعات فجر سے پہلے اور دو رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد۔ فرمایا: ان میں سے بعض نے ظہر سے قبل مزید دو رکعتوں کو زیادہ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر: ((من شأبه على اثنتي عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا في الجنة)) ترجمہ: ”جس بارہ رکعت سنت پر مواظبت اختیار کی اللہ عز و جل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔“

(عمدة القدی شرح صحیح البخاری، باب التعلو بعد المكتوبة، ج 7، ص 233، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

دن رات میں سنن مؤکدہ کتنی رکعتیں ہیں، مذاہب اربعہعند الاحناف:

احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(1) دو رکعت نماز فجر سے پہلے (2) چار ظہر کے پہلے، دو بعد (3) دو مغرب کے بعد (4) دو عشاء کے بعد اور (5) چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔

(الدرالمنثور، کتاب الصلاة، باب الوتر والواصل، ج 2، ص 545)

علامہ محمود بن عبد اللہ موصلی حنفی (متوفی 683ھ) فرماتے ہیں:

حضرت ام حبیبہ، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((من شأبه على اثنتي عشرة ركعة في اليوم والليلة بنى الله له بيتا في الجنة: ركعتين قبل الفجر، وأربعاً قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء)) (جس نے دن اور رات میں بارہ رکعتوں پر مواظبت اختیار کی اللہ عز و جل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا: دو رکعات فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد) تو یہ مؤکدات ہیں ان

کا ترک درست نہیں ہے۔ پس تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعات کے بارے میں فرمایا: ((صلوہما ولو
أدركتكم الغمیل)) (ان دونوں رکعتوں کو پڑھو اگر چہ دشمن کے گھوڑے تمہیں پالیں) اور فرمایا: ((ہما بعد من الدنیا وما
فیہا)) (یہ دونوں رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں) اسے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں
بغیر عذر کے پیٹھ کر پڑھنے کو ناپسند فرمایا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من ترک أربعاً قبل الظهر لم تدلہ
شفاعتی)) (جس نے ظہر سے پہلے کی چار رکعات ترک کیں تو اسے میرے شفاعت نہ پہنچے گی۔)

(الاعتبار بتعلیل الخیار، باب النوازل، ج 1، ص 65، مطبوعہ مجلس المدینۃ العلمیۃ، قطر)

عند الاحتیاج الیہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اور ان میں مؤکد دس رکعات ہیں جنہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا اور فرمایا: ((حفظت من النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عشر رکعات: رکعتین قبل الظهر، و رکعتین بعدہا، و رکعتین بعد المغرب فی بیتہ و رکعتین بعد
العشاء فی بیتہ و رکعتین قبل الصبح، کانت ساعۃ لا یدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا أحد حدیثی
حفصۃ أنه کان إذا أذن المؤذن، وطلع الفجر، صلی رکعتین)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد کی
ہیں: دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو رکعات اس کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے
گھر میں اور دو رکعات صبح سے قبل، وہ ایسی ساعت تھی کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی حاضر نہیں ہوتا تھا تو مجھے
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ بے شک جب مؤذن نے اذان دی اور فجر طلوع ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات
ادا فرمائیں۔ متفق علیہ) اور ان میں سب سے زیادہ مؤکد فجر کی سنتیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((إن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یکن علی شیء من النوازل أشد معاہداً منہ علی رکعتی الفجر)) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت
سنت فجر کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے۔) اور ارشاد فرمایا: ((رکعتا الفجر أحب الی من الدنیا وما
فیہا)) (فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہیں) اور فرمایا: ((صلوہما ولو طردتکم الغمیل)) (فجر کی سنتیں نہ
چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔"

(الکافی فی الفرائض، باب صلاة التطوع، ج 1، ص 264، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

عند الشوائب:

علامہ ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی (متوفی 505ھ) فرماتے ہیں:

"سنن رواتب جو فرائض کے تابع ہیں اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں، دو رکعتیں صبح سے پہلے ہیں اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور وتر ایک رکعت۔ اور دوسرے حضرات نے ظہر سے قبل دو اور رکعات کا اضافہ کیا اور دوسرے بعض نے عصر سے قبل چار رکعات کا اضافہ کیا تو یوں فرائض کی تعداد کے موافق سترہ تعداد ہو جائے گی۔ اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے کی دو رکعات پر مواظبت فرمائی اس طرح عصر سے قبل کی سنتوں پر مواظبت نہیں فرمائی۔"

(الوسیع فی الحدیث، الاوّل فی السنن الرواتب، ج 28، ص 208، دار السلام، القاہرہ)

علامہ ابو الحسین یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال وہ سنتیں جن کا تعلق وقت کے ساتھ ہے تو ان میں سے فرائض کے ساتھ کی سبب مؤکدہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے تو ان میں بعض نے فرمایا: وہ وتر کے علاوہ دس رکعات ہیں۔ شیخ ابوالفتح کہتے ہیں: اور یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے اور وہ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے ہیں اور دو اس کے بعد ہیں اور دو رکعتیں مغرب کے بعد ہیں اور دو عشاء کے بعد ہیں اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ((صَلِّتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرَبِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَيْنِ وَوَحْدَتَيْنِ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ظہر سے قبل دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اور مجھے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر دو خفیف رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔)

اور بعض نے کہا کہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعات ہیں اور وہی "البویطی" میں منصوص ہے تو جو انہوں نے پہلے فرمایا اس سے عشاء کی سنتوں کو کم کر دیا اور یہ ہمارے اصحاب میں سے خضریٰ کا اختیار کردہ ہے کہ عشاء کی کوئی سنتیں نہیں ہیں۔ اور ان میں بعض نے کہا: یہ وتر کے علاوہ بارہ رکعات ہیں اور انہوں نے پہلے والوں کے قول پر ظہر سے پہلے دو رکعات کا اضافہ کیا اور یہی شیخ ابو حامد کا اختیار کردہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ شَهِدَ عَلَيَّ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً . . . بَعَثَ اللَّهُ لَهُ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرَبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ)) (جس نے بارہ رکعتوں پر مواظبت اختیار کی، اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا: چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو رکعتیں

جر سے پہلے۔) اور ان میں بعض نے کہا کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں ہیں اور یہ "الصالح" میں ابویٰ کا قول ہے۔

(الہمام فی تہذیب الامام الغاملی، باب صلاۃ وتر، ج 2، ص 263، 262، دارالمنہج، 1407ھ)

عنہما لکچہ:

علامہ درودیر ماکی فرماتے ہیں:

"ظہر کی نماز سے قبل اور اس کے بعد اور عصر کی نماز سے پہلے اور مغرب اور عشاء کے بعد نفل پڑھنے کی تاکید ہے تمام میں بغیر کسی مقدار کی حد کے، مستحب کی تحصیل میں دو رکعتیں کافی ہیں اگرچہ اولی چار رکعتیں ہیں مگر مغرب میں چھ رکعتیں اولی ہیں۔"

(الشرح الصغیر ج 1، ص 402، مطبوعہ دارالحدیث)

باب نمبر 302

مَا جَاءَ فِي زَكَّاتِ الْفَجْرِ مِنَ الْفَضْلِ
(فجر کی دو رکعات کی فضیلت)

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعات دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

اور اس باب میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق امام احمد بن حنبل نے صالح بن عبداللہ الترمذی سے اس حدیث کو روایت کیا۔

416 حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

الْتَّرْمِذِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْقَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ بِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَكَّاتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّرْمِذِيِّ حَدِيثًا

تخریج حدیث: 416: (صحیح مسلم، حدیث 725، ج 1، ص 501، دار احیاء التراث العربی، بیروت) بخاری، حدیث 1759، ج 3، ص 252، کتاب الطہارات

(الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطلال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:
 "یہ حدیث فجر کی دو رکعتوں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور اس پر کہ یہ نوافل میں سب سے اعلیٰ ہیں کیونکہ نبی پاک
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مواظبت و ملازمت اختیار فرمائی۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطلال، باب المدادۃ علی رکعتی الفجر، ج 3، ص 149، مکتبہ المرشدین رض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:
 "(فجر کی دو رکعت دنیاء و ما فیہا سے بہتر ہیں) یعنی دنیاوی مال و جاہ اور اس سے کہ جس کا تعلق دنیا سے ہے نہ کہ
 بندوں سے صادر ہونے والے اعمال صالحہ سے۔ اور علامہ طیبی کہتے ہیں: اگر دنیا کو اس کے ساز و سامان اور خوبصورتی پر محمول
 کیا جائے تو خیر اس کے ذم کے مطابق ہوگی کہ جو اس دنیا میں خیر دیکھتا ہے یا یہ اس باب سے ہے کہ "أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ
 مَنْقَمًا" (کون سے گروہ کا مقام بہتر ہے۔) اور اگر اس کو انفاق فی سبیل اللہ پر محمول کیا جائے تو یہ دونوں رکعتیں ان سے ثواب
 میں زیادہ ہوں گی۔"

(مرآة المفاتیح، باب السنن وفضائلها، ج 3، ص 882، دار الفکر بیروت)

فجر کی سنتوں کے بارے میں احادیث و آثار

(1) صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) ترجمہ: فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی الفجر، ج 1، ص 501، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی میں انھیں سے روایت ہے، کہتی ہیں: ((لَهُدْ يَكُونُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ
 شَوْءًا مِنَ النَّوَائِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَيَّ رَكْعَتِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر کی جتنی محافظت فرماتے
 کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے۔

(بخاری، تعداد رکعتی الفجر، ج 2، ص 57، مطبوعہ دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی الفجر، ج 1، ص 501، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ
 يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهِ قَالَ عَلَيْكَ بِرَكْعَتِي الْفَجْرِ فَإِنَّ فِيهَا فَضِيلَةً)) ایک صاحب نے عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وہم) کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دے؟ فرمایا: فجر کی دونوں رکعتوں کو لازم کرو، ان میں بڑی نسیات ہے۔

(الترغیب والترہیب للہذری، کتاب النوازل، ج 1، ص 223، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَدْعَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبُ)) ترجمہ: نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہرگز ترک نہ کرو کہ بے شک اس میں رغبتیں ہیں۔

(المجم الاوسط للطبرانی، باب من اسماہ امام، ج 3، ص 216، دارالمعرفین، القاہرہ)

(5) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِيلٌ ثَلَاثُ الْقُرْآنِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِيلٌ رُبْعَ الْقُرْآنِ، وَكَانَ يَقْرَأُ بِهِمَا فِي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ يَوْمَ قَالَ نَهَانِ الرَّكْعَتَيْنِ فِيهِمَا رَغَبُ الدَّهْرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کُلُّهُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ جو تہائی قرآن کے برابر اور ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے اور یہ فرماتے کہ ان میں زمانہ کی رغبتیں ہیں۔

(6) امام ابو داؤد و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَدْعُوهُمَا وَإِنْ طَرَدْتُمُ الْخَيْلَ)) ترجمہ: فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔

(سنن ابی داؤد، باب تخطبہا، ج 2، ص 20، المكتبة الحصرية، بیروت)

(7) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لِهَاتَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فجر کے وقت پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(مسلم، اب احباب رکعتیہ، ج 1، ص 502، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(8) امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: ((هُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)) ترجمہ: یہ دونوں رکعتیں مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، باب ما ہادی رکن الخیر من الفضل، ج 3، ص 57، مکتب الاسلامی، بیروت)

(9) مہاجر بن طلحہ کہتے ہیں: ((فَأَنْتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ فَأَعْقِبْ رَكْعَةً)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی فجر کی دو سنتیں چھوٹ گئیں تو انہوں نے ایک غلام آزاد کیا۔

(مصنف عبدالرزاق، باب ما ہادی رکن الخیر من الفضل، ج 3، ص 57، مکتب الاسلامی، بیروت)

(10) حضرت عمرو بن رویم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ وَصَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كُتِبَتْ صَلَاتُهُ))

بَدُّ مَسَلِّ لِي صَلَاةَ الْاَوَّلَيْنِ وَهُوَ بَدُّ مَسَلِّ لِي وَفِي الْمَسْجِدِ) ترجمہ: جس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھی اور صبح کی نماز اس نے باجماعت پڑھی تو اس دن اس کی نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رجوع کرنے والوں کی نماز میں لکھی جائے گی اور اس دن اسے مستحقین کے وفد میں لکھا جائے گا۔

سب سے قوی تر سنت فجر ہیں

سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروریت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر ہیبت یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے اور اگر دانستہ بلاشبہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی ولہذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ ان کے بعد پھر مغرب کی سنتیں پھر ظہر کے بعد کی پھر عشا کے بعد کی پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں اور صبح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا: کہ "جو انھیں ترک کریگا، اُسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔"

(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج 2، ص 548-550)

اگر کوئی عالم مرجع فتویٰ ہو کہ فتویٰ دینے میں اسے سنت پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تو فجر کے علاوہ باقی سنتیں ترک کر سکتا ہے کہ اس وقت اگر موقع نہیں ہے تو موقوف رکھے، اگر وقت کے اندر موقع ملے پڑھ لے ورنہ معاف ہیں اور فجر کی سنتیں اس حالت میں بھی ترک نہیں کر سکتا۔

(الدر المختار، رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج 2، ص 549)

باب نمبر 303

مَا جَاءَ فِي تَخْفِيفِ زَكَاةِ النَّجْرِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهَا
(نجر کی دو رکعات اور ان کی قراوت میں تخفیف کرنا)

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے فرمایا: میں نے ایک مہینہ تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعات میں ”قل یا کفرا کفرون“ اور ”قل هو اللہ احد“ پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود

حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ اور اس کو ہم صرف ثوری کی بواسطہ اسحاق کی حدیث سے نہیں جانتے مگر ابو احمد کی حدیث سے۔ اور مشہور لوگوں کے ہاں اسرائیل کی حدیث بواسطہ اسحاق روایت کردہ حدیث ہے اور تحقیق ابو احمد سے بواسطہ اسرائیل یہ حدیث مروی ہے۔ اور ابو احمد زبیری ثقہ حافظ ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: میں نے بندار کو کہتے ہوئے سنا: میں نے حافظ میں ابو احمد الزبیری سے زیادہ کسی کو بہتر نہ پایا اور ان کا نام محمد بن عبداللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی ہے۔

417 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، وَأَبُو

عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: زَمَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنْسِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَفْصَةَ، وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَحْمَدَ وَالْمَعْرُوفِ عِنْدَ النَّاسِ حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا، وَأَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: سَمِعْتُ بُنْدَارًا يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ حِفْظًا مِنْ أَبِي أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيِّ، وَاسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ الْكُوفِيُّ

ترجمہ حدیث 417

سنت فجر میں قراءت

عند الاحتاف:

فقہ حنفی کی معتبر کتب جیسے، بحر اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے:

سنت فجر کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ کافرون اور دوسری میں قلن هو اللہ پڑھنا سنت ہے۔

(نور المصباح، فصل فی العوائل، شروع لوزک، 399، بحر الرائق، الصلاة السنویہ، ج 2، ص 52، دارالکتب الاسلامی، بیروت)

عند الحسابہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"فجر کی سنتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھنا مستحب ہے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) و﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دونوں رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی قراءت فرمائی۔ اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((رَمَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) و﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾)) ترجمہ: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ بغور دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دونوں رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے۔" (المصنف لابن قدامہ، فصل الرکعتین قبل الفجر، ج 2، ص 93، 94، مکتبۃ التاجرو)

عند الشواہع:

علامہ عجمی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اور صبح کی دو رکعت سنت میں تخفیف مستحب ہے، یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین میں ثابت ہے، صحیح مسلم میں ہے: "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور دوسری میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ پڑھا کرتے تھے۔" اور مسلم کی روایت میں ہے: "ان دونوں رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی قراءت فرمائی۔" اور امام شافعی رحمہ اللہ نے "بوسطی" میں ان دونوں رکعتوں میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرنے کے مستحب ہونے پر نصوص فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

فرمایا: "میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیسیوں مرتبہ مشرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ نَبَا أُنَبِّئُكُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔" اس کو نسائی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہاں مگر اس میں ایک غصص ہے کہ جس کی توثیق و جرح کے متعلق اختلاف ہے اور تحقیق مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم"

(المجموع شرح المہذب مسائل حصہ سوم، ج 38، ص 385، دار الفکر بیروت)

مالک کی کا مؤقف:

"المدونہ" میں ہے:

"ہم نے امام مالک رحمہ اللہ سے فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا کہ ان میں کیا پڑھا جائے گا؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: میں تو ام القرآن (سورہ فاتحہ) پر کچھ زیادہ نہیں کرتا، کیا سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے قول کی جانب نہیں دیکھتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں اتنی تخفیف فرماتے تھے کہ میں کہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ام القرآن بھی پڑھتے ہیں یا نہیں؟"

(المدونہ، رکتی الفجر، ج 1، ص 211، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"ان دونوں رکعات میں امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب قراءت یہ ہے کہ ان میں فقط ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ

(بدایہ الحجۃ، الباب الثانی فی رکتی الفجر، ج 1، ص 214، دار الفکر، بیروت)

پڑھی جائے۔"

باب نمبر 304

مَا جَاءَ فِي الْكَلَامِ بَعْدَ رُكُوعِ الْفَجْرِ
(فجر کی دو رکعتوں کے بعد کلام کرنا)

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتے تو اگر انہیں کوئی حاجت ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرماتے ورنہ نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔

امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے بعض اہل علم نے طلوع فجر کے بعد کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا یہاں تک کہ نماز فجر ادا کر لی جائے، البتہ ذکر اللہ یا کوئی ضروری بات ہو تو اس کی اجازت ہے اور یہ امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

418 حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَيْسَى قَالَ :
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ : سَمِعْتُ
مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي
سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رُكْعَتِي الْفَجْرِ فَإِنْ كَانَتْ
لَهُ إِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِي، وَإِلَّا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ
، قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَ
قَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْكَلَامَ بَعْدَ طُلُوعِ
الْفَجْرِ حَتَّى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الْفَجْرِ، إِلَّا مَا كَانَ
مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَوْ مِمَّا لَا يُدْبِنُهُ، وَهُوَ قَوْلُ
أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ "

ترجمہ صفحہ 418

فوائد حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے مستفاد مسائل درج ذیل ہیں:

(1) اس میں اس کے لئے دلیل موجود ہے کہ جس نے فجر کی سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کے وجوب کی نفی کی ہے اور اسی سے بعض نے کروٹ پر لیٹنے کے عدم استحباب پر استدلال کیا ہے اور اس کا رد یوں کیا گیا ہے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے جانتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے ترک کرنے سے اس کا عدم استحباب لازم نہیں آتا، اس مقام پر اس کا ترک فرمانا یہ صرف اس کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ ابو داؤد کی روایت میں امام مالک رحمہ اللہ کے طریق سے ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کلام صلاۃ اللیل سے فراغت کے بعد اور فجر کی دو رکعتوں سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں: فجر کی رکعتوں سے قبل اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے کلام کرنے کے مانع کوئی نہیں ہے اور بے شک امام مالک رحمہ اللہ کے بعض راویوں نے اسی پر اکتفا کیا ہے اور بعض نے دوسرے پر اکتفا کیا ہے۔

(2) اور اس میں یہ بھی ہے کہ فجر کی رکعتوں کے بعد اپنے اہل وغیرہ سے مباح کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے اور تحقیق دارقطنی نے "غرائب مالک" میں ولید بن مسلم کی اسناد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم طلوع فجر اور فجر کی دو رکعتوں کے بعد گفتگو کر رہے تھے۔" اور وہ اس پر فتویٰ دیتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابو بکر بن عربی کہتے ہیں: اور اس وقت میں سکوت کرنے کے حوالے سے کوئی ماثر فضیلت نہیں ہے، یہ صرف صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک ہے۔

اور توضیح میں ہے کہ سلف میں فجر کی دو رکعتوں کے بعد کلام کرنے کے بارے میں اختلاف ہے تو حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی کبھی ان کے بعد کلام فرمایا کرتے تھے۔ اور امام حسن اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ کوفیوں نے نماز فجر سے قبل کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا مگر بھلائی پر مشتمل کلام کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد علمی گفتگو کیا کرتے تھے تو جب صبح کی نماز کا سلام پھر جاتا تو پھر کسی سے کلام نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ اور مجاہد کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد کلام کرتے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: چاہے تو اللہ عزوجل کا ذکر کرے اور چاہے تو خاموش رہ۔ اور حضرت سعید بن جبیر

سے اس کی مثل روایت ہے۔ اور ابراہیم کہتے ہیں: علامہ کے بعد کلام کرنے کو مکروہ جانتے ہیں اور یہی عطاء کا قول ہے۔ اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز فجر اور اس کے پہلے کی دو رکعتوں کے درمیان کلام سے تفریق کی جائے گی؟ فرمایا: نہیں مگر یہ کہ وہ حاجت کی وجہ سے کلام کرے مگر چاہے۔ ان آثار کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا۔

اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ حدیث پاک سے اس کی شہادت ثابت ہے اور حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قابل قبول نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے ذکر کیا کہ فجر کی سنتوں کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدتنا عائشہ وغیرہا ازواج کے ساتھ کلام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ فرض اور نفل نماز کے درمیان کلام یا کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے سے فصل واقع ہو جائے اور اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کہ جس نے صبح کی نماز اور سنتوں میں وصل کیا، اپنے اس فرمان سے منع فرمایا: ((کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟)) اور جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا: ((جب تم میں کوئی جمعہ کی نماز پڑھ لے تو وہ کوئی نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ وہ کلام کرے یا وہاں سے نکل جائے)) اور اسی طرح رمضان سے قبل روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اسی طرح یوم عید کے روزے کی تحریم کے ساتھ رمضان کے بعد لگاتار روزے رکھنا منع کیا گیا تا کہ فرض اور نفل روزوں میں امتیاز ہو جائے۔ پس اگر تم کہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج کے حجروں سے مسجد کی جانب خروج سے ہی فصل ہو جاتا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی سنتوں میں فصل کے حوالے سے مسجد سے نکلنا ہی کافی ہے تو گھر سے مسجد کی جانب نکلنا ہی فصل میں کافی ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں: جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرے مسجد میں ہی کھلتے ہیں شروع ہوتے ہیں تو ان سے نکلنے کو خروج شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ کروٹ پر لیٹنے یا کلام کرنے یا ان دونوں کے ذریعے سے فصل کیا جائے گا۔

(عمدة القاری، باب من تحدث بعد رکعتین، ج 7، ص 220، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 305

مَا جَاءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكَعَتَيْنِ
طلوع فجر کے بعد دو رکعات کے علاوہ کوئی نماز نہیں

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
فجر (کا وقت شروع ہونے) کے بعد دو سجدوں کے علاوہ کوئی
نماز نہیں ہے۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت

حفصہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف قدامت بن

موسیٰ کی حدیث سے جانتے ہیں۔ اور ان سے کئی لوگوں نے

روایت کی اور جس بات پر اہل علم مجتمع ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں

نے فجر کے بعد سوائے فجر کی دو رکعات کے نماز پڑھنے کو مکروہ

قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ فجر کی نماز (کا

وقت شروع ہونے) کے بعد صرف فجر کی دو رکعات ہی ہیں۔

419- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الضَّمِّيِّ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ قَدَامَةَ

بْنِ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي

عَلْقَمَةَ، عَنْ يَسَارِ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنْ ابْنِ

عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا

صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ، وَفِي الْبَابِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَحَفْصَةَ، قَالَ أَبُو

عِيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا

نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ قَدَامَةَ بْنِ مُوسَى،

وَرَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَهُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ

أَهْلُ الْعِلْمِ: كَرِبُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ

طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ، وَمَعْنَى هَذَا

الْحَدِيثِ: إِنَّمَا يَقُولُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ

الْفَجْرِ، إِلَّا رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ

ترجمہ حدیث 419: (سنن ابی داؤد، حدیث 1278، ج 2، ص 25، التلخیص الصحیح، ص 107)

شرح حدیث

علامہ ابو الفضل میاض بن موسیٰ (متوفی 544ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث پاک طلوع فجر کے بعد فجر کی سنتوں کے بعد نفل کے ممنوع ہونے کے بارے میں حجت ہے اور یہی امام

(کمال المسلمین) امام ابو مسلم ہاشمی نے الفجر میں 3 رکعتیں اور الفجر میں 66 رکعتیں اور الفجر میں 66 رکعتیں (مترجم)

مالک اور جمہور کا قول ہے۔"

فجر کے وقت میں نوافل کی ممانعت بر مذاہب اربعہ

احناف کا موقف:

فخر الدین علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"طلوع فجر کے بعد فرض سے قبل سب فجر سے زائد نفل پڑھنا مکروہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر

کہ ((لینبأ شاهدکم غائبکم ألا لا صلاة بعد العصب إلا رکعتین)) (تاکہ تم میں سے حاضر، غائب کو پہنچا دے کہ صبح

کے بعد دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں) اس حدیث پاک کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ((إنا طلع الفجر لا صلاة إلا رکعتین)) (جب فجر طلوع ہو جائے تو دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں) اس

حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا۔ اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((إنا طلع الفجر لا یصلی إلا رکعتین

عقبتین)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر صرف دو خفیف رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے) اس حدیث کو امام مسلم نے

روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إنا طلع الفجر فلا تصلوا إلا رکعتی

الفجر)) (جب فجر طلوع ہو جائے تو نماز نہ پڑھو مگر فجر کی دو رکعتیں)"

(تیسری الحقائق ملاقات اتنی مکہ فیہ اصلاح، ج 1، ص 87، مطبعہ المکرمیہ الامیریہ، القاہرہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اکمل کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفل کی فضیلت کو پانے کی شدید چاہت کے باوجود اسے ترک کرنا یہ دلیل کراہت

ہے اور ہم نے سابق میں مسلم کی حدیث کو ذکر کیا جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا حصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا

فرماتی ہیں: ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا طلع الفجر لا یصلی إلا رکعتین عقبتین)) (جب فجر طلوع ہوتی

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خفیف رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے) اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل کی فضیلت کو

پانے کی شدید چاہت کے باوجود فجر کی دو رکعتوں پر زائد نہیں کرتے تھے۔"

(الہدیۃ شرح الہدایۃ، الاوقات الخیر فیہا الصلاۃ، ج 2، ص 71، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(مطلقاً نوافل پڑھنا تمام اوقات میں مستحب ہے) دن یا رات میں (مگر ممنوعہ اوقات میں) پس ان میں حرام ہے

بسیا کہ عنقریب آئے گا۔"

(کشاف القناع، فصل فی ذکر الاوقات الخیر فیہا الصلاۃ، ج 1، ص 435، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"(اوقات ممنوعہ پانچ ہیں..... فجر ثانی کے طلوع کے بعد سے لے کر طلوع شمس تک اور طلوع شمس سے لے کر حتیٰ کہ

ہ بلند ہو جائے نیزے کی مقدار)..... اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ

یہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ)) (فجر کے

بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے) متفق علیہ۔ اور اس

سے پتہ چلا کہ ممانعت فجر ثانی کے طلوع ہونے سے خاص ہے جس پر نص فرمائی اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کی کہ ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا رُكْعَتَيْنِ)) (صبح کی نماز کے بعد سوائے دو رکعتوں کے کوئی نماز

نہیں) اسے امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ وہ ہے کہ جس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں

"فجر کی نماز کے بعد سوائے فجر کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے۔" اور ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرسل روایت

ہے۔"

(کشاف القناع، فصل فی ذکر الاوقات الخیر فیہا الصلاۃ، ج 1، ص 450، 451، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وافح کا موقف:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عصر کے بعد وقت کراہت محض عصر کا وقت داخل ہونے پر نہیں ہوتا بلکہ عصر کی نماز

سننے کے بعد داخل ہوتا ہے۔ بہر حال صبح کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ صبح وہ جس پر جمہور ہیں کہ وقت کراہت طلوع فجر

سے داخل نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تک داخل ہوتا ہے جب صبح کی نماز ادا کر لیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کی سنتیں ادا کرنے پر داخل

جاتا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ طلوع فجر سے ہی داخل ہو جاتا ہے اور امام مالک اور ابوحنیفہ، احمد اور اکثر علما اسی بات کے قائل

ہیں۔ اور اس بات پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حضرت حصہ رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ فرماتی ہیں: "جب فجر طلوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف فجر کی دو خفیف رکعتیں ہی ادا فرماتے۔" اس حدیث کو بخاری مسلم نے روایت کیا اور قول صحیح کی جانب سے اس کا یوں جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں دیگر سے ممانعت نہیں ہے۔

(المجموع شرح المہذب، الساعات الخیومی من اصلااحیہا، ج 4، ص 187، مدائن بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"اور صبح کی نماز کے بعد کوئی شخص نفل نہ پڑھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ نماز عصر کے بعد نفل پڑھے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور رات میں کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور فجر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے مگر صرف فجر کی دو رکعتیں۔"

(الکافی فی فضائل المدینہ، باب الاوقات الخیومی، ج 1، ص 195، مکتبۃ اریضیہ، بیروت)

باب نمبر 306

مَا جَاءَ فِي الْأَضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ
(فجر کی دو رکعت سنتوں کے بعد لیٹنا)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے، فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعات (سنت) پڑھ لے تو وہ دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔

اور اس باب میں حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے

بھی روایت مروی ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح اور اس سند سے غریب ہے۔ اور تحقیق

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات اپنے گھر میں ادا کرتے تو دائیں

کروٹ پر لیٹ جاتے۔ اور بعض اہل علم نے ایسا کرنے کو

مستحب قرار دیا ہے۔

320- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ

عَلَى يَمِينِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ أَبُو

عِيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ فِي بَيْتِهِ اضْطَجَعَ

عَلَى يَمِينِهِ، وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ

يُفْعَلَ هَذَا اسْتِحْبَابًا

خریج حدیث 420: (سنن ابی داؤد، حدیث 1281، ج 2، ص 21، المکتبۃ العصریہ، بیروت) سنن نسائی، حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

"(جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھے) یعنی سنت فجر جیسا کہ فصل اول میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی گواہ ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ایسا فرمایا ((تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے)) یعنی تاکہ وہ قیام لیل کی تحکاوٹ کی بنا پر آرام کر لے پھر وہ چستی کے ساتھ فرض ادا کرے ہمارے بعض علماء اسی بات کے قائل ہیں۔ ابن الملک کہتے ہیں: یہ رات کو تہجد پڑھنے والے کے حق میں امر مستحب ہیں۔ انتہی۔ مناسب یہ ہے کہ اسے مخفی رکھے اور اسے گھر میں کرنے، نہ کہ مسجد میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اور اس بات سے بھی حفاظت کرے کہ نیند اسے آ لے تو وہ بغیر طہارت کے فرض ادا کر لے، سید زکریا نے یوں ہی کہا جو کہ علم حدیث میں ہمارے شیخ ہیں۔ (ترمذی اور ابوداؤد نے اسے روایت کیا) اور میرک کہتے ہیں: دونوں نے ابوصالح کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ اس وجہ سے حسن صحیح ہے اور تحقیق اس حدیث کو معلل کہا گیا ہے کیونکہ ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب صلاة اللیل، ج 3، ص 312، دار الفکر بیروت)

دائیں کروٹ لیٹنے کی حکمتیں:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور دائیں طرف پر سونے کے بارے میں علماء کہتے ہیں: اور اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ نیند میں مستغرق نہ ہوگا کیونکہ دل بائیں پہلو کی جانب ہوتا ہے پس وہ اس وقت معلق ہو جاتا ہے لہذا وہ مستغرق نہیں ہوتا اور جب وہ بائیں جانب سوئے گا تو وہ سکون و آرام میں ہوگا لہذا وہ مستغرق ہو جائے گا۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاة اللیل و دو رکعات الہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 6، ص 20، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور علامہ کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد پہلو پر لیٹنا سنت ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کیا کرتے تھے۔ اور جمہور علماء اس جانب ہیں کہ بے شک یہ پہلو پر لیٹنے کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کے قیام کی تحکاوٹ کی بنا اختیار فرماتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکروہ سمجھتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حکایت کیا اور امام ابراہیم حنفی رحمہ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا۔ اور ان میں بعض نے کہا: نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکعتوں کے بعد پہلو پر لیٹنا یہ کبھی کبھار ہوتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اُس وقت ادا فرماتے جب مؤذن اقامت کے لئے آتا تھا۔ اور بعض نے کہا: جب وہ رات کو قیام کرے تو صبح کی نماز کے لئے راحت کی غرض سے کروٹ پر لیٹ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام مالک، جمہور علماء اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت اس جانب ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ اور فرمایا: فجر کی سنتوں کے پڑھنے سے پہلے اور اسی طرح بعد میں کروٹ پر لیٹنے کے سنت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ فرمایا اور مسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ذکر کیا کہ: ((فإن حدثت مستعظمة حدثني، وإلا اضطلع)) (میں اگر جاگ رہی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گفتگو فرماتے وگرنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے) تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سنت نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پہلے لیٹتے اور کبھی بعد اور کبھی نہ لیٹتے۔"

اور شیخ محی الدین نووی شافعی فرماتے ہیں: اور صحیح یا درست یہ ہے کہ بے شک فجر کی سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنا سنت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا۔ ترمذی کہتے ہیں: وہ حدیث حسن صحیح ہے تو یہ حدیث صحیح اور کروٹ پر لیٹنے کے حکم کے حوالے سے صریح ہے۔ بہر حال سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنتوں سے پہلے اور بعد میں کروٹ پر لیٹنے کی حدیث اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سنتوں سے پہلے کروٹ پر لیٹنے کی حدیث یہ اس کے مخالف نہیں ہے تو سنتوں سے پہلے کروٹ پر لیٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کے بعد نہیں لیٹے اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کو بعض اوقات بیان جواز کے لئے ترک فرمایا ہو اگر ترک ثابت مانا جائے اور وہ ثابت نہیں ہے تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور بعد دونوں مرتبہ میں لیٹا کرتے تھے۔ اور جب ان سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کے حکم کے بارے میں حدیث صحیح مان لی جائے ساتھ میں اس فعل کی روایات بھی ہیں جو اس حکم کے موافق ہیں تو اسی کی جانب پھرنا متعین ہو گیا اور جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو ان میں بعض کا رد کرنا جائز نہیں اور یہ دو طریقوں سے ممکن ہے جن کی جانب ہم نے اشارہ کیا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور بعد میں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات بیان جواز کے لئے سنتوں کے بعد سے ترک فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق ترمذی نے کہا: یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح فریب ہے اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس کا ایسا کرنا مستحب ہے۔ انتہی۔

اور کہا گیا ہے کہ ابو صالح نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں کی لہذا یہ منقطع ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ((صحبت ابن عمر في السفر والحضر، فما رأيتهم اضطلعوا بعد

رکعتی الفجر)) (میں ستر و حضرت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت پائی تو میں نے ان کو فجر کی دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹے نہیں دیکھا)

اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس سے اعراض کرو یا تم کیوں اس سے اعراض نہیں کرتے۔" اور حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((ما ہال الرجل إذا صلى الركعتين يتعمك كما تتعمك الدابة أو العمارة، لما سلم فقدم فضلى)) (کیا معاملہ ہے اس شخص کا کہ جب وہ دو رکعتیں پڑھتا ہے تو وہ ایسے زمین پر لٹتا ہے جیسے جانور یا گدھا زمین پر لوٹا ہے، جب وہ سلام پھیرے تو وہ آگے بڑھے اور فرض نماز پڑھے) اور حضرت ابو جحولا سے روایت ہے فرمایا: ((سألت ابن عمر عن ضجعة الرجل على يمينه بعد الركعتين قبل صلاة الفجر؟ فقال: يتلاعب بكم الشيطان)) (میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز فجر سے پہلے دو سنتیں پڑھنے کے بعد آدمی کے کروٹ پر لیٹنے کے متعلق سوال کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: شیطان تمہارے ساتھ کھیلتا ہے۔)

اور حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ((ہی ضجعة الشيطان)) (یہ شیطان کا لیٹنا ہے) اور حضرت ابو صدیق ثمالی سے روایت ہے فرمایا: ((راہی ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد ركعتي الفجر، فأرسل إليهم فغنواهم، فقالوا: نريد بذلك السنة فقال ابن عمر نرجع إليهم فأخبرهم أنها بدعة)) (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹے تو انہوں نے کسی کو ان کی جانب بھیجا تو اس نے ان کو اس بات سے منع کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس سے سنت کا ارادہ کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے پاس جا کر انہیں خبر دو کہ یہ بدعت ہے۔) اور حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((ما هلك التمرغ بعد ركعتي الفجر كتمرغ العمال)) (کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد یہ لیٹنا کیسا ہے جیسا کہ گدھا لوٹتا ہے۔)

(شرح ابی راؤد اللعیلی، باب الاستطواء بعد، ج 5، ص 150، 151، مکتبہ الرشیدیہ)

فجر کی دو رکعت سنت کے بعد دائیں کروٹ لیٹنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حیابہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اور فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا مستحب ہے اور حضرت ابو موسیٰ، حضرت رافع بن خدیج اور حضرت انس

بن مالک رضی اللہ عنہم ایسا کیا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور حضرت قاسم، حضرت سالم اور حضرت نافع ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں مختلف مروی ہے۔ اور امام احمد سے مروی ہے کہ یہ سنت نہیں ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا صَلَّيْتُ رُحْمَتِي الْفَجْرَ اضْطَجَعًا عَلَى شِقْوِي الْأَيْمَنِ)) (جو فجر کی دو رکعتیں پڑھے چکے تو وہ کروٹ پر لیٹ جائے) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا اور اس میں فرمایا: دائیں طرف پر۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ متفق علیہ۔ اور یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

(اصحیٰ لابن قدامہ، فصل بفتح ان، مطبوعہ دارکتب الخیر، ج 2، ص 294، مکتبہ المدینہ)

شواہح کا موقف:

علامہ زکریا بن محمد بن زکریا الانصاری شافعی (متوفی 926ھ) فرماتے ہیں:

"(فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے سے فاصلہ کرنا مستحب ہے) دائیں طرف پر سنت کی اجازت کرتے ہوئے، اسے شیخین نے روایت کیا اور اس حدیث کی بنا پر کہ ((إِنَّمَا صَلَّيْتُ أَحَدُكُمْ الرُّحْمَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَلَمْ يَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ)) (جب تم میں کوئی صبح سے پہلے دو رکعتیں پڑھے تو وہ دائیں طرف کروٹ پر لیٹ جائے)..... (وگرنہ یعنی اگر وہ کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے فاصلہ نہ کرے (تو گنگلو کے ساتھ) یا اپنی جگہ سے پھرنے کے ذریعے یا ان دونوں کی مثل کسی اور کام کے ذریعے۔ اور بخاری نے "شرح السنہ" میں خاص طور پر کروٹ پر لیٹنے کو مستحب قرار دیا اور "مجموع" میں سابق حدیث کی بنا پر اسے مختار رکھا اور فرمایا اگر یہ اس پر محذور ہو تو وہ کلام کے ذریعے سے فاصلہ کرے۔"

(اصحیٰ الطائف، فصل بطواف، ج 1، ص 207، دارالکتب الاسلامیہ، بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی (متوفی 1299ھ) فرماتے ہیں:

"مکروہ ہے (کروٹ پر لیٹنا) "مختار" ضاد کے کسرہ کے ساتھ یعنی دائیں طرف کروٹ پر لیٹنا، قبلہ کی جانب اپنا دلایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھے ہوئے (صبح کی نماز اور فجر کی دو رکعتوں کے درمیان) جب وہ ایسا سنت سمجھ کر کرے نہ کہ رات کے قیام کی طوالت کی بنا پر آرام کرنے کی غرض سے۔"

(بخاری، شرح صحیحین، فصل فی غسل، ج 1، ص 343، دارالکتب الاسلامیہ، بیروت)

احناف کا موقف:

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

”شوافع نے اس حدیث اور اس کی مثل احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سنت فجر اور اس کے فرض کے درمیان اس طرح کروٹ پر لیٹ کر فصل کرنے کے سنت ہونے کی صراحت کی ہے اور ہمارے علما کے کلام کا ظاہر اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا بلکہ میں نے مؤطا امام محمد میں دیکھا جس پر امام محمد رحمہ اللہ نے نص فرمائی کہ: ہمیں امام مالک نے حضرت نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں خبر دی کہ ((انہ رأی رجلا رکع رکعتی الفجر ثم اضطجع، فقال ابن عمر: ما شأنہ؟ فقال نافع قلت: يفصل بين صلاته فقال ابن عمر: وای فصل أفضل من السلام)) (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر وہ کروٹ پر لیٹ گیا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وہ اپنی نماز میں فصل کرتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام کرنے سے افضل کونسا فصل ہے؟) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے ہی ہم دلیل لیتے ہیں اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور اس کے شارح محقق ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور یہ اس بنا پر کہ سلام فصل کرنے کے لئے وارد ہوا ہے اور وہ اپنے وجوب کی بنا پر فصل و کلام وغیرہ ان تمام چیزوں سے افضل ہے کہ جو نماز سے خارج کر دیتی ہیں اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے کہ جو ما قبل میں گزری کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آخر تہجد میں اور کبھی کبھی فجر کی دو رکعتوں کے بعد اپنے گھر میں آرام کی غرض سے کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ پھر ملا علی قاری نے فرمایا: علامہ ابن حجر کی شافعی ”شرح المشائل“ میں کہتے ہیں: شیخین نے روایت کیا کہ ((كان إذا صلى ركعتي الفجر اضطجع على شقه الأيمن)) لا جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں کو پڑھتے تو دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے) تو اس بنا پر فجر کے فرض اور سنت کے درمیان اس طرح لیٹنا مستنون ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں ایسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ جس نے جھگڑا کیا اور وہ اس شخص کے لئے کہ جو مسجد وغیرہ میں ہو فصل کرنے کے استحباب کے بارے میں صریح ہے برخلاف اس شخص کے کہ جس نے اس کے استحباب کو گھر کے ساتھ خاص کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ یہ بدعت ہے اور امام حنفی کا قول کہ یہ شیطان کا لیٹنا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اسے ناپسند فرمانا تو وہ اس بنا پر ہے کہ شیخین نے یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ اور ابن حزم نے اس بارے میں اس کے وجوب کا قول کر کے افراط سے کام لیا اور یہ بات کہہ کر کہ یہ صبح کی نماز کے لئے

شرط ہے، اہ۔ ان بزرگ صحابہ تک جو کہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں یہ حدیث پاک نہ کٹنے کا بعید ہونا غلط نہیں، خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو سفر و حضر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہا برکت میں رہتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو اتباع و پیروی کے لیے بڑی غور سے ملاحظہ کرتے تھے۔

پس درست یہی ہے کہ ان حضرات کی ناپسندیدگی کو علت سابقہ یعنی فصل یا مسجد میں اہل فضل کے درمیان اس فعل کے کرنے پر محمول کیا جائے حالانکہ اس حدیث کو صحیح مانتے ہوئے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً یا اشارتاً مسجد میں اس فعل کے کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث یوں ہے کہ ((إنا صلی أحدکم رکعتی الدجر فلیضطجع علی جنبہ الأيمن)) (جب تم میں کوئی فجر کی دو رکعات پڑھے تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے) پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا مزید یہ ہے کہ اگر یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عام ہوتا تو ان خاص اکابرین پر مخفی نہ رہتا، اہ۔ اور مقید سے ان کی مراد یہ ہے کہ گھر میں فجر کی دو رکعات پڑھنے کے بعد ایسا فرماتے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں لیٹنا محض آرام کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تشریح کے لئے۔ اور اگر اس بات کے حکم پر مشتمل حدیث پاک صحیح مان لیا جائے جو اس بات کے تشریح کے لئے ہونے پر دلالت کرتی ہے تو دلائل کے درمیان موافقت پیدا کرنے کے لئے اس حدیث کو گھر میں ایسا کرنے کی طلب پر محمول کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم"

(رد المحتار، باب الوتر والنوازل، ج 2، ص 21، 20، مدار فکر، بیروت)

باب نمبر 307

مَا جَاءَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز

نہیں۔

اور اس باب میں حضرت ابن عیینہ، حضرت عبد

اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن سرجس، حضرت عبد اللہ بن

عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسی طرح ایوب، ورقاء بن

عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم، محمد بن مجاہد نے بھی نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عمرو بن دینار، عطاء بن یسار

، حضرت ابو ہریرہ اس حدیث کو روایت کیا۔ اور حماد بن زید

، سفیان بن عیینہ نے بھی عمرو بن دینار سے اس کو روایت کیا

اور مرفوعاً روایت نہیں کیا اور مرفوع حدیث ہمارے نزدیک

زیادہ صحیح ہے۔ اور اس سند کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مروی ہے

۔ اور اس طرح اس حدیث پاک کو عیاش بن عباس القصبانی

المصری نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابوسلمہ

اور ابو ہریرہ روایت کیا۔ اور اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

421- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ

إِسْحَاقَ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ :

سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أُقِيمَتِ

الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ ، وَفِي الْبَابِ

عَنْ ابْنِ يَعِينَةَ، وَعَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبِيدِ اللَّهِ

بْنِ سَرْجِسَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَنْسِ، قَالَ أَبُو

عِيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ ،

وَبَكَدَّا زَوْيَ أَيُّوبَ، وَوَرَقَاءُ بْنُ عَمْرٍو، وَزِيَادُ بْنُ

سَعْدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ

جُعْفَانَ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ

يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، وَزَوْيَ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، وَسَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ،

عَنْ عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ، وَالْحَدِيثُ

الْمَرْفُوعُ أَصَحُّ عِنْدَنَا . وَقَدْ زُوِيَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ عِيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِصْبَانِيُّ

الْبَصْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَدَأَ، وَالْعَمَلِ
 عَلَيَّ بَدَأَ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ بَيْنَ أَصْحَابِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْمِيرِهِمْ: إِذَا أُقِيمَتِ
 الصَّلَاةُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَبِهِ
 يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ،
 وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

تخریج حدیث 421: (صحیح مسلم حدیث 710، ج 1، ص 493، دار احیاء التراث العربی، بیروت) بخاری حدیث 1266، ج 2، ص 22، المکتبۃ المصریہ بیروت بخاری
 زبائی حدیث 865، ج 2، ص 116، مکتب الطبعات الاسلامیہ، بیروت بخاری حدیث 1151، ج 1، ص 364، دار احیاء المکتب العربیہ بیروت

شرح حدیث

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597) فرماتے ہیں:

"(جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے) اور یہ اس لئے کہ فرض نماز کے لیے حکم

ہو گیا اور اکمل کے ہوتے ہوئے انھیں میں مشغولیت کی اجازت نہیں ہے۔"

(كشف المسائل من حدیث الصحیحین، ج 3، ص 551، دارالعلوم دیوبند)

علامہ مغلطای بن سلج حنفی (متوفی 762ھ) فرماتے ہیں:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت قائم نہ ہو تو فرض پڑھے کیونکہ جس بات پر جزم ہے وہ ائمہ کے خلاف کرنے کا وقوع ہے اور یہ بات منگی ہے کیونکہ جمہور کا متفعل کی فرض پڑھنے کے والے پیچھے نماز کے جواز پر اتفاق ہے اور اگر نبی اسے شامل ہوتی تو یہ مطلقاً جائز نہ ہوتا تو پچھ چلا کہ اس سے مراد امام سے جدا ہو کر پڑھنا ہے جو کہ اسے تشویش میں ڈالے گا۔

(شرح ابن ماجہ مغلطای، باب القراءۃ فی صلاۃ العشاء، ج 1، ص 1412، مکتبہ نزار مصلحی، الہاب عرب)

حدیث الباب کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کا بیان:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"اور تحقیق اس کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور ترجیح میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، پس ترمذی نے اس کے رفع کو ترجیح دی اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں اس کی ترجیح کی اور اسی کی جانب امام احمد کا میلان ہے اور ابو زرعد نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی اور محیی بن معین نے اس میں توقف کیا اور بخاری نے اس میں توقف کی وجہ سے اس کا استخراج نہیں کیا یا اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دینے کی وجہ سے۔ واللہ اعلم۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب اذاعت اصلاۃ صلاۃ صلاۃ اللکتب، ج 5، ص 55، مکتبہ القریۃ، القا، مالک شریعہ، المورہ)

اقامت جماعت کے وقت نوافل کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ، شوافع اور حنبلیہ سب کے نزدیک جب موجودہ فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو نوافل مکروہ و ممنوع ہیں، صرف سنت فجر میں اختلاف ہے جو کہ آگے آرہا ہے۔

عند المجتہدین:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 820ھ) فرماتے ہیں:

"اور جب جماعت قائم ہو جائے تو وہ اس کے علاوہ کسی اور میں مشغول نہ ہونی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ((اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة)) (جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے) اسے امام مسلم نے روایت کیا۔ اور جب جماعت کھڑی ہو اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اسے خفیہ کرے اور کھل کرے لیکن اگر اسے جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اسے توڑ دے کیونکہ فرض کی اہمیت زیادہ ہے اور امام احمد ہی سے ایک روایت ہے کہ اسے کھل کرے کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تَبْتَغُوا اَعْمَالَكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاة الجماعہ، ج 1، ص 290، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عند الشواہد:

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور اگر وہ حاضر ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو وہ اس کی بجائے نفل میں مشغول نہ ہو اس حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے۔"

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاة الجماعہ، ج 1، ص 179، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عند المالکین:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشبی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اقامت کے بعد نماز نہ شروع کی جائے) یعنی مسجد یا جو مسجد کے حکم میں مسجد کی فنا ہے جس میں جہاد کیا جاتا ہے ان میں اقامت ہو جانے کے بعد کسی شخص کے لئے فرض یا نفل شروع کرنا حرام ہے خواہ تنہا ہو یا زیادہ اشخاص ہوں اور ابن عمر نے منع ہی کی صراحت کی ہے۔ اور ابن حاجب نے کراہت کی صراحت کی ہے اور اس کے شارحین نے اسے حرمت پر ہی محمول کیا ہے اس حدیث کی بنا پر کہ "جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ یعنی موجودہ فرض کے علاوہ"

(شرح مختصر طیب للقرشی، فیصل صلاة الجماعہ، ج 2، ص 20، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عند الاحناف:

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی فرماتے ہیں:

"(اور اسی طرح فرض نماز کی اقامت کے وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے) یعنی اپنے مذہب کے امام کی جماعت قائم ہونے

کے وقت اس حدیث پاک کی بنا پر کہ: "جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے۔"

(در مختار کتاب الصلاۃ ج 1 ص 378 مدار المنکر ہیرو)

اقامت جماعت کے وقت فجر کی سنتوں کے بارے میں مذاہب ائمہ

شوافع اور حنبلیہ کا موقف:

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو فجر کی سنتیں بھی نہیں پڑھیں گے، دلیل اسی باب کی حدیث پاک ہی ہے۔

(نہجۃ المصلوب باب الساعات التي مکرمه الصلاۃ فیہا، ج 2 ص 342، مطبوعہ دار المنہاج بیروت، لاہور، فضل اذا اقيمت الصلاۃ لم یستعمل عنہا، ج 1 ص 329، مکتبۃ القاہرہ)

مالکہ کا موقف:

"امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب وہ مسجد میں داخل ہوا اور جماعت قائم ہو گئی تو وہ امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور ان دو رکعتوں کو مسجد میں ادا نہ کرے جبکہ امام فرض ادا کر رہا ہے اور اگر مسجد میں داخل نہیں ہوا تو اگر اسے امام کے ساتھ کسی رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو فجر کی دو سنتوں کو خارج مسجد میں ادا کرے اور اگر اسے رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے پھر ان دونوں رکعتوں کو سورج طلوع ہونے پر ادا کرے۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب الثانی فی رکعتی الفجر، ج 1 ص 215، دار المدینۃ القاہرہ)

احناف کا موقف:

امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی حنفی فرماتے ہیں:

"میں نے کہا: اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ جب مؤذن اقامت کہنا شروع ہو جائے تو کیا کسی شخص کے لئے نفل نماز شروع کرنا مکروہ ہے تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں تو میں نے عرض کیا: پس اگر فجر کی سنتیں ہوں تو؟ تو انہوں نے فرمایا: بہر حال فجر کی سنتیں تو میں ان کے پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتا تو میں نے کہا: اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ جو مسجد تک پہنچے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو کیا وہ نفل پڑھے یا لوگوں کے ساتھ فرض میں شامل ہو جائے تو انہوں نے فرمایا: وہ لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جائے کوئی بھی نفل نہ پڑھے مگر یہ کہ جب وہ امام تک پہنچ جائے اور اس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو ان کو پڑھے پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر اسے فجر کی

رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو؟ تو انہوں نے فرمایا: اگرچہ خوف ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر اسے فجر کی جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو انہوں نے فرمایا: اس صورت میں نہیں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جائے اور فجر کی سنتیں چھوڑ دے۔"

(الاصول المعروف بالہدایۃ للعربی، ج 1، ص 165، 166، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

علامہ علامہ الدین ہسکلی حنفی فرماتے ہیں:

"(اور اسی طرح فرض نماز کی اقامت کے وقت لقل پڑھنا مکروہ ہے) یعنی اپنے مذہب کی جماعت کے قائم ہونے کے وقت اس حدیث کی بنا پر کہ "جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے" (مگر مسجد فجر پڑھے گا اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو) اگرچہ تشہد پانے کے ذریعے سے ہو پس اگر خوف ہو تو اسے اصلاً ترک کر دے اور اس بارے میں جو حیلے ذکر کئے گئے ہیں وہ مردود ہیں اور اسی طرح وقت کی تنگی کے وقت فرض کے علاوہ نماز مکروہ ہے۔"

(در مختار، کتاب اصلاح، ج 1، ص 377، 378، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"(مگر مسجد فجر پڑھے گا اگر جماعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو) اس حدیث کی بنا پر جو طحاوی وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت قائم ہو گئی تھی تو انہوں نے فجر کی دو رکعات مسجد میں ستون کی جانب ادا کیں اور یہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ہوا اور اس کی مثل حضرت عمر، حضرت ابو ذر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جیسا کہ حافظ طحاوی نے شرح آثار میں اس کو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کی مثل امام حسن بصری اور مسروق اور شععی رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، شرح المنہج۔"

(در مختار، کتاب اصلاح، ج 1، ص 378، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 308

مَا جَاءَ فِيهِمْ تَفَوُّهُ الرُّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الشُّجْرِ يُصَلِّيَهُمَا بَعْدَ صَلَاةِ الشُّجْرِ
(فجر کی سنتوں کے فوت ہونے کی صورت میں بعد فجر انہیں ادا کرنا)

حدیث: حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو جماعت کھڑی ہو گئی پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا تو ارشاد فرمایا: اے قیس ٹھہرو! کیا دو نمازیں اکٹھی؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فجر کی دو رکعات نہیں پڑھی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: محمد بن ابراہیم کی

اس طرح کی حدیث کو ہم صرف سعد بن سعید کی روایت سے ہی جانتے ہیں۔ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: عطاء بن ابو رباح نے سعد بن سعید سے اس حدیث کو سنا اور اس حدیث پاک کو مرسل روایت کیا گیا ہے اور اہل مکہ کی ایک قوم نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے قبل ان دو رکعات کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور سعد بن سعید وہ صحابی بن سعید الانصاری کے بھائی ہیں اور قیس وہ صحابی بن سعید انصاری کے دادا ہیں اور انہیں قیس بن عمرو کہا جاتا ہے اور یہ صحابی کہا گیا ہے کہ وہ قیس بن فہد ہیں۔ اور اس حدیث پاک کی اسناد متصل نہیں ہے محمد بن ابراہیم

422- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو

السَّوَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ،
عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ،
عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ
الصُّبْحَ، ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أَصْلَى، فَقَالَ: مَهْلًا يَا قَيْسُ،
أَصَلَّاتَانِ مَعًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمْ
أَكُنْ رَكَعْتُ رَكَعَتِي الْفَجْرِ، قَالَ: فَلَا إِذْنَ،
قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ لَا
نَعْرِفُهُ بِشَيْءٍ بَدَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ
سَعِيدٍ، وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: سَمِعَ عَطَاءُ بْنُ
أَبِي رَبَاحٍ، مِنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ،
وَأَسْمَا يُرْوَى بِهَذَا الْحَدِيثِ مُرْسَلًا، وَقَدْ قَالَ
قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَرَوْا
بِأَسَا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ
الْمَكْتُوبَةِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ "وَسَعْدُ بْنُ
سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ،
وَقَيْسٌ هُوَ جَدُّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ،

التیمی کا قیس سے سماع ثابت نہیں۔ اور بعضوں نے اس حدیث کو محمد بن ابراہیم سے بواسطہ سعد بن سعید کے روایت کیا کہ "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو قیس کو ملاحظہ فرمایا۔" اور عبد العزیز کی بواسطہ سعد بن سعید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

وَيُقَالُ: هُوَ قَيْسُ بْنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: ابْنُ قَهْدٍ،
وَأَسْنَادُ هَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ مُخْتَصِدٍ
عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسٍ،
وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ
سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى قَيْسًا
وَهَذَا أَصْحَحُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ
سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ "

ترجمہ حدیث 422: (سنن ابی داؤد، حدیث 1267، ج 2، ص 22، المکتبۃ المصریہ، بیروت) سنن ابن ماجہ، حدیث 1154، ج 1، ص 365، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 309

مَا جَاءَ فِي إِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
طلوع شمس کے بعد فجر کی سنتوں کا اعادہ کرنا

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو وہ انہیں طلوع شمس کے بعد پڑھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب

ہے اسے ہم صرف اسی وجہ سے جانتے ہیں۔ اور تحقیق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے یوں کیا تھا۔ اور اسی پر بعض اہل علم کے ہاں عمل ہے اور امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اتحق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں: ہم صرف عمرو بن عاصم الکلابی کو ہی جانتے ہیں جو اس حدیث کو اس سند سے روایت کرتے ہیں۔ اور قتادہ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ نصر بن انس، بشیر بن نہیک، حضرت ابو ہریرہ روایت کردہ حدیث مشہور ہے کہ فرمایا: ”جس نے صبح کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پالی تو تحقیق اس نے صبح کی نماز کو پالیا۔“

423 حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمِ الْعَمِيِّ

الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْيَلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهُمَا بَعْدَ مَا تَطَلَّعَ الشَّمْسُ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ بَهْدَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ فَعَلَهُ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ بَهَّامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِمَّنْ حَدَّثَنَا إِلَّا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكَلَابِيُّ وَالتَّمَعْرُوثُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْيَلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطَلَّعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ الصُّبْحَ

فروج حدیث 423: (سنن ابی ایوب حدیث 1155، ج 1، ص 365 دارالحدیث العربیہ)

سنت فجر قضا ہو جائے تو کب پڑھے، مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال سنت فجر کی بعد میں قضا کرنا جائز ہے مگر یہ امام احمد نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وہ چاشت کے وقت اسے قضا کرے اور فرمایا: اگر وہ انہیں فجر کے بعد پڑھے گا تو یہ بھی کفایت کرے گا بہر حال میں پہلی بات کو ہی اختیار کرتا ہوں۔ اور حضرت عطا اور ابن جریج اور شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: وہ انہیں بعد میں قضا کرے اس حدیث کی بنا پر جو قیس بن فہر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَصَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَالَ: مَا هَذَاكَانَ الرَّكْعَتَانِ يَا قَيْسُ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَهَذَا هَاتَاكَانِ)) (مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور میں فجر کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا؟ اے قیس یہ کون سی رکعتیں ہیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں فجر کی سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا تو یہ وہ دور رکعتیں ہیں) اسے امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتوں کو عصر کے بعد قضا فرمایا اور یہ بھی اسی معنی میں ہے اور اس بنا پر کہ یہ سب والی نماز ہے تو یہ طواف کی دور رکعتوں کے مشابہ ہوگی۔

اور اصحاب رائے کہتے ہیں: نبی کے عموم کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلَيْسَ بِمُحْتَمِلٍ لِمَا بَعْدَهَا تَطَلُّهُ الشَّمْسُ)) (جس نے فجر کی دور رکعتیں نہ پڑھیں تو وہ انہیں طلوع شمس کے بعد پڑھے) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ ہم اسے صرف عمرو بن عاصم کی حدیث سے جانتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: اور وہ ثقہ ہیں ان سے امام بخاری رحمہم اللہ نے حدیثیں لی ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں چاشت کے وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل ہے، احمد و ترمذی اسی بات کے قائل ہیں کیونکہ محمد بن ابراہیم اسے قیس سے روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے ان سے سماعت نہیں کی اور یہ یحییٰ بن سعید کے اپنے دادا کے طریق سے مروی ہے اور وہ بھی مرسل ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں: "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فجر کی دور رکعتیں ادا نہیں کی

قیس تو ارشاد فرمایا: ((فَلَا إِذَا)) (اگر ایسا ہے تو نہیں) اور اس میں ممانعت کا بھی احتمال موجود ہے۔ اور جب معاملہ یوں ہے تو وقت چاشت تک اس کی تاخیر مستحب ہے تاکہ ہم اختلاف سے نکل جائیں اور حدیث کے عموم کے مخالف نہ ہوں اور اگر وہ ایسا کرے تو وہ جائز ہے کیونکہ یہ خبر جواز پر دلالت کرنے پر قاصر نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(الحی لابن قدامہ، فصل قضاء، الجوز، ص 28، ص 89، مکتبہ القاہرہ)

شواہخ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور وہ ممنوعہ اوقات پانچ ہیں: دو اوقات ایسے ہیں کہ جن میں فعل کی وجہ سے ممانعت ہے اور وہ صبح کی نماز کے بعد کا وقت ہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور دلیل اس پر وہ ہے کہ جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی، فرمایا: مجھے بعض ان لوگوں نے بیان کیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک پسندیدہ تھے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے).....

اور ان اوقات میں وہ نمازیں مکروہ نہیں ہیں کہ جن کے لئے کوئی اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ فوت شدہ نماز کی قضا اور نذر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اور جو اس کے مشابہ ہو اس حدیث کی بنا پر جو قیس بن فہر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَصَلِي رُكْعَتِي الْفَجْرِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ: مَا هَاتَانِ الرُّكْعَتَانِ قُلْتَ لِمَ أَهْنُ صَلَاتِ رُكْعَتِي الْفَجْرِ فَمَا هَاتَانِ الرُّكْعَتَانِ)) (مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ یہ دو رکعات کونسی ہیں، میں نے عرض کیا: میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو یہ وہی دو رکعتیں ہیں) اور اس پر انکار نہ فرمایا تو یہ اس کے جواز پر دلیل ہے۔

(المہذب فی اللہ الاموال، باب الساعات التي نهي الله من الصلاة، ص 174، 175، دار الكتب العلمية، بيروت)

مگر علامہ نووی شافعی (متوفی 676ھ) نے حدیث قیس کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ مذکورہ بالا عمارت کے تحت

فرماتے ہیں:

"حضرت قیس بن قہد کی حدیث اسے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے، اس

میں اقطاع ہے۔ ترمذی کہتے ہیں: اصح یہ ہے کہ یہ مرسل ہے اور یہ قیس بن قہد سے مروی ہے جیسا کہ مصنف نے اس کو ذکر فرمایا اور اسے ابو داؤد اور کثیر محدثین نے قیس بن عمرو سے روایت کیا اور وہ جمہور ائمہ حدیث کے ہاں بھی صحیح ہے کہ یہ قیس بن عمرو سے مروی ہے اور تحقیق اس کی جانب میں نے ”تہذیب الاسماء“ میں اشارہ کیا۔ بہر حال جیسے بھی ہو محدثین کے نزدیک اس حدیث کا متن ضعیف ہے۔“ (المجموع شرح المہذب، باب السمات اتی فی من اسلا فیہا، ج 4، ص 168، 169، مرقاں ہروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر یحییٰ مازری مالکی (متوفی 536ھ) فرماتے ہیں:

”وہ اوقات کہ جن میں نماز ممنوع ہے وہ دو وقت ہیں جو فصل کی طرف راجع ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب تو صبح یا عصر کی نماز پڑھے اور دو وقت وہ ہیں جو نفس وقت کی طرف راجع ہیں اور وہ اصفرار شمس کے بعد اور طلوع شمس کے وقت۔ اور ہم نے اس فصل سے متعلق علما کے اختلاف کو ذکر کر دیا ہے اور علما نے صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنے کے حوالے سے اختلاف ذکر کیا ہے پس ہمارا مذہب بھی اس سے منع کرنا ہی ہے جیسا کہ قاضی ابو محمد نے ذکر کیا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ہماری موافقت کی ہے ان نوافل میں کہ جن کا کوئی سبب نہیں اور جن نوافل کا کوئی سبب ہے ان کی وہ اجازت دیتے ہیں۔“

بہر حال ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اس استدلال کرتے ہیں: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرے پاس ایسے چند لوگوں نے گواہی دی جنہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پسند کیا ہے کہ ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاتَيْ صَبَاةٍ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے صبح کی نماز اور عصر کی نماز) اور جس مذہب کو ہم نے اختیار کیا ہے اسے اختیار کرنے والوں کے اشارات مختلف ہیں اور اس سے نبی کی وجہ میں بھی مختلف ہیں۔“

پس ان میں بعض نے اس جانب اشارہ کیا کہ اس سے ممانعت بچاؤ کی غرض سے ہے تاکہ اس میں حالت طلوع وغروب میں نماز پڑھنے کی وسعت واقع نہ ہو جائے اور اس جانب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے کیونکہ جب انہوں نے حضرت تمیم داری کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تو حضرت تمیم نے ان کو کہا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے پڑھا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو کہ جنہیں میں منع کروں، لیکن

میں تمہارے بعد آنے والی قوم سے خوف رکھتا ہوں کہ وہ عصر کے بعد غروب تک نماز پڑھیں گے حتیٰ کہ وہ اس ساعت میں بھی پڑھیں گے کہ جن میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

اور دوسرے حضرات نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں فرضوں کے حق کے لئے اس بات سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ ان کا بعد اس چیز کے ساتھ مشغول ہو کہ جو ان کے تابع ہے یعنی دعا وغیرہ ان دونوں نمازوں کی ان کے ماسوا نمازوں سے تخصیص کرتے ہوئے اور ان دونوں نمازوں کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ فی نفسہ فعل مقصود میں مشغولیت ہے اور وہ نماز ہے، بہر حال فرض نماز کو قضا کیا جائے گا کیونکہ کسی دوسرے فرض کے توابع کی رعایت کرتے ہوئے کسی فرض کو منع نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح جن نوافل کا کوئی سبب ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے فرض کی طرح شمار کیا ہے کہ اسے کسی غیر کے تابع کی وجہ سے منع نہیں کیا جائے گا اور ہم نے اس کو ان نوافل کی طرح شمار کیا ہے کہ جن کے لئے کوئی سبب نہیں ہوتا ہے۔"

(شرح الصلوات، الاوقات السنی عن العطل فیہا، ج 1، ص 809، 810، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

احناف کا موقف:

حجرت کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی النوافل، ص 397)

اور طلوع سے پیشتر بلا اتفاق نہیں پڑھے گا۔

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، ج 2، ص 57، دار الفکر، بیروت)

آج کل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے

(بہار فریض، حصہ 4، ص 664، 665، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

پڑھیں۔

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"سنئیں جب اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟ پس ہم اللہ عزوجل کی توفیق سے کہتے ہیں: حجرت کی سنتوں کے علاوہ دیگر سنتوں کے حوالے سے ہمارے اصحاب کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وہ اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں کی جائے گی خواہ وہ تہا فوت ہوئی یا فرض کے ساتھ۔ امام شافعی رحمہ اللہ اپنے ایک قول میں فرماتے ہیں: وتر پر قیاس کرتے ہوئے ان کی قضا کی جائے گی۔

ہماری دلیل وہ حدیث پاک ہے کہ جسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دَخَلَ حَجْرَتِي بَعْدَ الْعَصْرِ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَاتَانِ الرُّكْعَتَانِ اللَّعَانُ لَوْ تَكُنْ تَصَلِيَهُمَا مِنْ

قبل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تركهما ان كان بعد الظهر وفي رواية تركهما الظهر شغلني عنهما
الولد فتركهما ان اصلهما بحضور الناس فيروني، فقلت: انما تصليهما اذا فاتتا؟ فقال: لا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میرے حجرے میں عصر کے بعد داخل ہوئے پس دو رکعتیں ادا فرمائیں تو میں نے عرض کی کہ یہ دو رکعات کونسی ہیں کہ جن کو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل ادا نہیں فرمایا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دو رکعات کہ جنہیں میں ظہر کے
بعد پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ظہر کی دو رکعات سے مجھے ایک وفد نے مشغول رکھا تو میں نے لوگوں کی موجودگی میں
انہیں پڑھنے کو ناپسند کیا کہ لوگ مجھے دیکھیں، تو میں نے عرض کیا کہ جب یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا میں بھی انہیں قضا کروں؟ تو
ارشاد فرمایا: نہیں)

اور یہ نص ہے اس بات پر کہ امت پر قضا واجب نہیں ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص
ہے اور ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں کوئی شرکت نہیں۔ اور اس حدیث پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی
قضا اصلاً نہیں ہونی چاہیے مگر ہم نے لیلۃ اعریس کی حدیث کی بنا پر اس کی قضا کو مستحسن قرار دیا جب کہ یہ فرض کے ساتھ فوت
ہو جائیں اور اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے فعل کے مطابق وقت مخصوص میں ہیبت مخصوصہ پر کوئی فعل کرنے کو کہتے ہیں لہذا دوسرے وقت میں اس فعل کو کرنا یہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنا نہیں کہلائے گا تو یہ سنت نہیں ہوگا بس مطلقاً نفل ہوگا۔

بہر حال جب فجر کی سنتیں، فرائض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریس کی رات انہیں ادا فرمایا
تھا تو ہم ایسا ہی کریں گے تاکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو جائیں۔

اور اس کا معاملہ وتر کے خلاف ہے کیونکہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور
واجب عمل کے حق میں فرض سے ہی ملحق ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ یہ سبب مؤکدہ ہیں لیکن ان حضرات نے اس کی
قضا کو اس نص کی بنا پر پھینکا جسے ہم نے ماقبل میں روایت کیا۔

بہر حال سبب فجر اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو یہ فرض کے ساتھ استحساناً قضا کی جائیں گی، لیلۃ اعریس کی
حدیث پاک کی وجہ سے، وہ حدیث پاک یہ ہے: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس وادی میں آرام فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
سورج کی گرمی سے بیدار ہوئے تو وہاں سے کوچ فرمایا پھر ایک جگہ نزول فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا پس انہوں نے اذان
کہی تو فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر انہیں اقامت کا حکم دیا تو فجر کی نماز ادا فرمائی۔" بہر حال جب یہ سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو امام
اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک قضا نہیں کی جائیں گی اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زوال سے پہلے اس وقت

قضا کی جائیں گی جب سورج بلند ہو جائے۔ اور انہوں نے لیلۃ القدر میں والی حدیث اس استدلال فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سنتوں کو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے قضا فرمایا تو یہی ان کی قضا کا وقت قرار پایا۔ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سنتیں فرض کے توابع کے طور پر مشروع ہیں تو اگر یہ ایسے وقت میں قضا کی جائیں کہ جن میں فرض کی ادائیگی نہ ہو تو پھر سنتیں (تابع کی بجائے) اصل ہو جائیں گی اور جمعیت باطل ہو جائے گی تو وہ سبب مؤکدہ ہوتی نہیں رہیں گی کیونکہ وہ وصحہ جمعیت کی بنا پر سنت ہیں اور قرآن کی رات کو یہ فرض کے ساتھ ہی قضا ہوئیں تھیں لہذا فرض کی جمعیت میں ان کی بھی قضا کی گئی اور اس میں تو کوئی کلام نہیں ہے اختلاف اس صورت میں ہے جب یہ تھا قضا ہو جائیں اور ہماری بیان کردہ وجہ کی بنا پر تھا ان کی قضا کی کوئی صورت نہیں ہے اور اسی وجہ سے ان کے علاوہ دیگر سنتیں قضا نہیں کی جائیں اور نہ یہ زوال کے بعد قضا کی جائیں گی۔"

(بدائع الصنائع، فصل السنۃ الواجبات من وقتها صل تکلیف، ج 1، ص 287، 288، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 310

مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے قبل کی چار سنتیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ اور حضرت

سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ

عندہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے

ہیں: ہم عاصم بن ضمیرہ کی حدیث پاک کو حارث کی حدیث

پر فضیلت دیتے تھے۔ اور اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب اور بعد کے لوگوں کا عمل ہے، وہ اسی بات کو اختیار

کرتے ہیں کہ آدمی ظہر سے قبل چار رکعات پڑھے اور یہی

امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن مبارک اور امام اسحاق کا قول

ہے۔ اور بعض اہل علم کا فرماتے ہیں: دن اور رات کی نماز دو

دو رکعت ہیں اور وہ ہر دو رکعات کے درمیان فاصلہ کرنے کو

اختیار کرتے ہیں اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اسی بات

کے قائل ہیں۔

424- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ

عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا

وَيَعْدُهَا رَكْعَتَيْنِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ

حَبِيبَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ

حَسَنٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْعَطَّارُ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ

عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ:

كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ

عَلَى حَدِيثِ الْحَارِثِ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ

أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَخْتَارُونَ أَنْ يُصَلِّيَ

الرَّجُلُ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَهُوَ قَوْلُ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَإِسْحَاقَ،

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

مَشْنَى مَشْنَى يَزُونَ الْفَضْلَ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ

وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ

ترجمہ حدیث 424: (سنن ابی داؤد، حدیث 1272، ج 2، ص 23، المکتبہ العصریہ، بیروت)

باب نمبر 311

فَا جَاءَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ
(ظہر کے بعد کی دو رکعتیں)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو رکعتیں ظہر کے بعد ادا کیں۔

اور اس باب میں حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

425 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ،

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ،

وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تراجم حدیث 425: (صحیح البخاری، حدیث 937، ج 2، ص 13، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، حدیث 729، ج 1، ص 504، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی

داؤد، حدیث 1252، ج 2، ص 19، المكتبة العصرية، بیروت، سنن نسائی، حدیث 873، ج 2، ص 119، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((ظہر سے پہلے چار)) یہ ہمارے مذہب کے مختار قول پر دلیل ہے کہ ظہر سے قبل مؤکدہ سنتیں چار ہیں۔"

(مرآة المفاتیح، باب السنن بخلافہا، ص 33، ص 881 دار الفکر بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"ظہر سے قبل کی چار رکعتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ ایک سلام کے ساتھ ہیں یا دو سلاموں کے ساتھ ہیں؟ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں دو سلاموں کے ساتھ ادا کی جائیں گی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو "ابواب التطوع" میں مذکور ہے اور ہمارے اصحاب نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا جو عنقریب آئے گی اور وہ صریح ہے، ان میں صرف ایک سلام ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں چار کا تذکرہ نہیں ہے وہ صرف دو رکعات ہیں کہ جنہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے ادا فرمایا ہے..... اور اس لئے بھی کہ وہ دن کے نوافل ہیں تو ان میں چار ایک سلام کے ساتھ افضل ہیں۔"

(شرح ابی داؤد للصحیح، باب ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم، ص 56، ص 160، 161، مکتبہ المدینہ)

علامہ عینی "عمدة القاری" میں فرماتے ہیں:

"بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے محمد بن منشقر کی روایت سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ((ن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں نہ چھیڑا کرتے تھے) مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے خالد الخذاء کی روایت سے حضرت عبداللہ بن شعیق سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل نماز کے متعلق دریافت کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا)) (وہ میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔)

اور ترمذی نے عاصم بن حمزہ کی روایت سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رُكُوعَيْنِ)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات اور اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے تھے) امام ترمذی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسی طرح امام ترمذی نے فرمایا: نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور بعد والوں میں اکثر کا اسی پر عمل ہے، وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی ظہر سے قبل چار رکعات پڑھے اور یہی امام سفیان ثوری، ابن المبارک اور اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی فی یوم یفتی عشرۃ رکعۃ تطوعاً بنی اللہ لہ بیۃ فی الجنۃ)) (جو ایک دن میں بارہ رکعات نفل پڑھے تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا) اور ترمذی اور نسائی نے زائد کیا: ((أربعاً قبل الظهر و رکعتین بعدها و رکعتین بعد المغرب و رکعتین بعد العشاء و رکعتین قبل صلاۃ الغدا)) (چار ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے پہلے).....

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نمازوں میں سنت مؤکدہ بارہ رکعات ہیں: دو رکعتیں فجر سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب اور عشاء کے بعد۔ اور رافعی کہتے ہیں: اصحاب شوافع میں سے اکثر اس جانب ہیں کہ سنن رواتب دس رکعات ہیں: اور وہ دو رکعتیں صبح سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد۔ فرمایا: اور ان میں بعض نے ظہر سے قبل مزید دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر ((من ثابہ علی اثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیۃ فی الجنۃ)) (جو بارہ رکعات سنت پر مواعظت اختیار کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا)

پھر ظہر سے قبل چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہمارے نزدیک مسنون ہے اس حدیث کی بنا پر جو ابو داؤد اور ترمذی نے شمائل میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: ((أربع قبل الظهر ثمّ فیہنّ تسلیمہ تفتح لهنّ أبواب السماء)) (ظہر سے قبل چار رکعتیں کہ جن میں سلام نہ ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں) اور ائمہ ثلاثہ شافعی، مالک اور احمد رحمہم اللہ کے ہاں ان کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے گا اور ان حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ ((انہ صلی اللہ علیہ وسلم ککان یمصلین بتسلیمتین)) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دو سلاموں کے ساتھ ادا فرماتے تھے) اور اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول ”دو سلاموں کے ساتھ“ کا معنی یہ ہے یعنی دو تشہد کے ساتھ تو تشہد کو سلام کا نام دیا گیا کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے جیسا کہ اسے تشہد کا نام دیا گیا کیونکہ اس میں شہادت ہوتی ہے اور یہ تاویل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الطلوع بعد المكتوبہ، ج 7، ص 233، مدارج ما تراث العربی، بیروت)

ظہر کے فرض سے پہلے اور بعد کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزلیعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"(اور سنت فجر سے پہلے اور ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد دو رکعتیں ہیں اور ظہر اور جمعہ سے قبل اور بعد چار رکعتیں ہیں) اس بنا پر جو سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ((كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الظهر أربعاً وبعده ركعتين وبعد المغرب ثنتين وبعد العشاء ركعتين وقبل الفجر ركعتين)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد دو اور فجر سے قبل دو رکعات پڑھا کرتے تھے) اس حدیث کو مسلم اور ابوداؤد اور ابن حنبل نے روایت کیا۔ اور حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بعد الزوال أربع ركعات فقلت ما هذه الصلاة التي تداوم عليها فقال هذه ساعة تفتح أبواب السماء فيها فأحب أن يصعد لي فيها عمل صالح فقلت أفي كلهن قراءة قال نعم فقلت أتسلمية واحدة أم بتسلميتين فقال بتسلمية واحدة)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے تو میں نے عرض کی کہ یہ کونسی نماز ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مداومت اختیار فرماتے تھے تو ارشاد فرمایا: یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نیک عمل اس ساعت میں بلند ہو تو میں نے عرض کیا کہ کیا ان سب میں قراءت ہے؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، تو میں نے عرض کیا کہ کیا ایک سلام کے ساتھ یا دو سلاموں کے ساتھ؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک سلام کے ساتھ) اس حدیث کو طحاوی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا جمعہ میں اور ظہر میں فرق کئے بغیر، لہذا ان میں سے ہر ایک کے لئے چار سنتیں ہوں گی۔"

(تبيين الحقائق، باب الوتر والعوائل، ج 1، ص 171، 172، المطبعة الكهري لا ميري بالقاهرة)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"فرائض کے ساتھ ساتھ سنن رواتب ہیں اور وہ دس رکعات ہیں: دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے.... اور چہاری دلیل وہ ہے کہ جسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا فرمایا: ((حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهُ،

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ كَانَتْ سَاعَةً لَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا حَدَّثَنِي حَنْصَلَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدَانَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ رکعات یاد کیں: ”دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں صبح سے پہلے اور یہ وہ گھڑی تھی کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہارگاہ میں کوئی حاضر نہ ہوتا تھا، مجھے سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں ادا فرماتے۔ متفق علیہ)“

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن احمد ابن الحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

”اور ظہر سے قبل چار رکعات دو مسلمانوں کے ساتھ ادا کرے اور ان کے بعد دو رکعتیں ادا کرے۔“

(المہذب فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 135، دارالبحاری، المدینۃ المنورۃ)

علامہ احمد بن محمد بن علی انصاری شافعی (متوفی 710ھ) فرماتے ہیں:

”اور چار رکعات ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد، اس حدیث کی بنا پر جو مسلم نے عبد اللہ بن شعیب سے روایت کی، یہ فرماتے ہیں: میں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((کان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعاً ثم یدخل فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین؛ (وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین؛ ویصلی بالناس العشاء؛ فیدخل (بیتی) یصلی رکعتین)) (وہ میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے تھے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے پھر داخل ہوتے تو دو رکعات ادا فرماتے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرماتے اور لوگوں کو عشاء پڑھاتے تو میرے گھر میں داخل ہو کر دو رکعات ادا فرماتے) اور نسائی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرمایا: ((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا زالت الشمس، صلی أربع رکعات قبل الظهر حين تزول الشمس؛ فإذا صلی الظهر، صلی بعدها رکعتین؛ وقبل العصر أربع رکعات یفضل بین کل رکعتین)) (ترجمہ: جب سورج زائل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے تو جب ظہر ادا فرمایا لیتے تو اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور عصر سے قبل چار رکعات ادا فرماتے جن میں ہر دو رکعات میں فصل کرتے۔)“

(کتاب التہجد فی شرح التہجد، باب صلاۃ الخیر، ج 3، ص 305، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ احمد بن حنبل (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ چار رکعات نفل پڑھے) ظہر سے قبل اور زوال کے بعد (ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے) اس حدیث کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ حَافِظَ عَلَيَّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعَ بَعْدَهَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ)) (ترجمہ: جو ظہر سے قبل چار رکعات اور اس کے بعد چار رکعات پر محافظت اختیار کرے تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ حرام فرمادیتا ہے۔) اس حدیث پاک کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُ يَوْمِهِ ذَلِكَ)) (ترجمہ: جو ظہر سے قبل چار رکعات ادا کرے تو اس کے اس دن کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔) اور ماتن نے جو یہ کہا کہ وہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرے کیونکہ چار رکعات میں سلام کے ذریعے سے فصل نہ کرنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو مؤطا اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کیسی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو دو رکعات۔ اور مؤطا کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔"

(اللوک الدانی علی رسالۃ ابن ابی زید، مستحب عقب الصلاۃ، ج 1، ص 196، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"اور اس کے لیے مستحب ہے کہ (وہ نفل پڑھے اس کے بعد) یعنی ظہر کے بعد اور اذکار کے ذریعے سے فصل کرنے کے بعد چار رکعات یا زیادہ پڑھے، حد بندی چار کے ساتھ وارد ہوئی ہے، ہمارے امام نے اسے مقدر و مقرر فرمایا ہے کیونکہ حد بندی ثواب مخصوص میں شرط ہے بہر حال مطلق نماز تو پڑھے اگرچہ دو رکعتیں ہی ہوں تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ وہاں سے پھرتے تو پھر دو رکعتیں ادا فرماتے۔"

(اللوک الدانی علی رسالۃ ابن ابی زید، مستحب عقب الصلاۃ، ج 1، ص 196، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 312

باب آخر

ایک دوسرا باب

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے قبل کی چار رکعات نہ پڑھتے تو ظہر کے بعد انہیں ادا فرماتے تھے۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس سند سے صرف امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو ہی جانتے ہیں۔ اور قیس بن ربیع نے اس حدیث کو خالد الخذاء سے بواسطہ شعبہ اسی کی مثل روایت کیا اور ہم قیس بن ربیع کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جنہوں اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہو اور تحقیق یہی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ بھی مروی ہے۔

حدیث: حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار رکعات پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔

امام ابو یحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور تحقیق یہ اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔

426- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَمِيْدٍ
الْبَلْبَعِيُّ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
السُّبَيْرِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
شَقِيبٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّنْهِرِ صَلَّى
بَعْدَهَا قَالَ أَبُو عَمِيْسٍ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَلِيْبِ بْنِ الْمُبَارَكِ
مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَرَوَاهُ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ
شُعْبَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ نَحْوَ هَذَا، وَلَا نَعْلَمُ
أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَقَدْ
رَوَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا

427- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خُبْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الشُّعْبِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ بِنِ أَبِي
سَفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّنْهِرِ أَرْبَعًا
وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ، قَالَ أَبُو
عَمِيْسٍ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رَوَى

مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ

428- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ

إِسْحَاقَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

يُوسُفَ التَّنِيْسِيُّ الشَّامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ

بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ

الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَنبَسَةَ بِنِ أَبِي

سَفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُخْتِي أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَافِظَ عَلَيَّ

أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَمَتْهُ

اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ،

وَالْقَاسِمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ

الرَّحْمَنِ، وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ

يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ ثِقَّةٌ شَامِيٌّ، وَهُوَ صَاحِبُ

أَبِي أَمَانَةَ

تَرْجَمَ حَدِيثَ 426:

حدیث: حضرت سیدنا عمنسہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے فرمایا: میں نے اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کو فرماتے ہوئے سنا، فرماتی ہیں

: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے

ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعات پر محافظت کی تو اللہ

مزدوں اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔

امام ابویسعی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند

سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور قاسم وہ ابن عبد الرحمن ہیں جن

کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے اور وہ عبد الرحمن بن خالد بن یزید

بن معاویہ کے غلام ہیں اور وہ ثقہ، شامی ہیں اور وہ ابوامامہ

کے ساتھی ہیں۔

تَرْجَمَ حَدِيثَ 427: (شَيْخُ ابْنِ دَاوُدَ حَدِيثَ 1269، ج 2، ص 23، الْمَكْتَبَةُ الْعَرَبِيَّةُ، بَيْرُوتُ) شَيْخُ شَامِيٌّ حَدِيثَ 1812، ج 3، ص 284، كِتَابُ الْمَطْبُوعَاتِ

الاسلامیہ، بیروت، شیخ ابن ماجہ، حدیث 1160، ج 1، ص 367، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تَرْجَمَ حَدِيثَ 428: اَدْرِوَال

ظہر کے فرضوں سے پہلے اگر سنتیں نہ پڑھ سکے تو کیا کرے، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں:

"ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اگر وقت باقی ہے بعد فرض کے پڑھے اور افضل یہ ہے کہ

پچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے۔" (شرح القدر، کتاب الصلاۃ، باب اوراک الفریضہ، ج 1، ص 416، باب النوازل، ص 388)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن سراج (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

"اگر ظہر کی سنتیں ظہر سے قبل فوت ہو گئیں تو ان کو ان کے بعد قضا کرے اور انہیں سے شروع کرے اور یہ (ظہر کی سنتیں

) اور مسجدِ فجران دونوں نمازوں کے بعد وقت کے اندر قضا کہلائے گی۔ اس بات کو علامہ ابن الجوزی اور صاحب تلخیص نے ذکر

کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ادا ہے..... حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّى مِنْ بَعْدِهَا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعات

نہ پڑھتے تو ان کو اس کے بعد پڑھا کرتے تھے۔) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد ثقافت پر مشتمل ہے۔

(المبدع فی شرح الصحیح، سنن ابراہیم، ج 2، ص 20، مدارک کتب مطبوعہ، ص 1)

شوافع کا موقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجونی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"اگر ہم اس بات کا حکم کریں کہ نوافل کی قضا نہیں ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور اگر ہم حکم کریں کہ نوافل کی قضا

ہے تو کیا ان کی قضا مخصوص وقت تک ہوگی یا ہمیشہ کے لیے جب چاہیں کریں، اس بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک قول یہ

ہے اور وہ حنفی کا اختیار کردہ ہے کہ وہ ہمیشہ قضا کئے جائیں گے اور وہ قیاس ہے، جمیلانی کہتے ہیں: یہ دو اقوال میں سے صحیح ہے

۔ اور معاملہ وہی ہے کہ جسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو بے شک جس کا وقت ادا فوت ہو گیا اور اس کا وجوب قضا ثابت ہو گیا تو قضا

کے لیے ایک وقت دوسرے وقت سے اولی نہیں جیسا کہ فرائض کی قضا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب یہ قضا ہو جائیں تو یہ مدت معلوم تک قضا کیے جائیں گے اس سے آگے متعذر نہیں ہوں گے

پھر اس قول پر ان نوافل کے بارے میں جو فرض کے تابع ہیں دو قول ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ ہر وہ نفل جو تابع ہے وہ اگر فوت ہو جائے تو وہ اس وقت تک قضا کیا جائے گا جب تک انسان دوسرا مستقل فرض ادا نہ کر لے پس جب اس کا وقت داخل ہو اور وہ اسے ادا کرے تو فوت شدہ کی قضا کا امکان منقطع ہو جائے گا۔ اور اس کا بیان یہ ہے کہ جس کے وتر فوت ہو جائیں تو فجر طلوع کر آئے تو وہ اسے قضا کرے پس اگر وہ صبح کا فرض ادا کرے تو اس کے بعد قضا نہیں ہے۔

اور یہ قول تمام توابع میں اسی طریقہ پر جاری ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آنے والا فرض جب وقت مستقل میں ادا کیا جائے گا تو آنے والے فرض کے شروع کرنے سے جمعیت بالکل فوت ہو جائے گی اور توابع مستقل طور پر ثابت نہیں ہوتے وہ صرف جمعاً ثابت ہوتے ہیں۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس بارے میں طلوع شمس اور غروب شمس کی طرف نظر کی جائے گی تو جس کی رات کی سنتیں فوت ہوئیں تو وہ ان کا تدارک کر سکتا ہے جب تک سورج طلوع نہ جائے اور جس کی دن کی سنتیں فوت ہوئیں جیسا کہ فجر کی سنتیں تو وہ ان کا تدارک کر سکتا ہے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے، اس بات کے معلوم ہونے کے باوجود کہ نہار شرعی کی ابتدا طلوع فجر سے ہوتی ہے، طلوع شمس کا اعتبار کرنا محال ہے پس اس بارے میں درست قول یہ ہے کہ نوافل کی قضا نہیں کی جائے گی پس اگر قضا کی جائے تو وہ ہمیشہ قضا ہی ہوں گے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔"

(نہایہ المطلب فی ردیۃ اللہ ب، باب الساعات اتی عمرہ الصلاۃ فیہا، ج 2، ص 344، 345، 346، 347)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو القاسم محمد بن احمد ابن جزئی الکلبی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:
 "اور جس کے نفل فوت ہو جائیں تو مذہب کے مطابق وہ ان کو قضا نہ کرے مگر جس کی فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو وہ ان کو طلوع شمس کے بعد قضا کرے۔"
 (التواضعی، الباب الرابع والعشرون فی سائر الصلوات، ج 1، ص 82، مطبوعہ مصر)

ظہر کے پہلے کی چار سنتوں کے فضائل

(1) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ((اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا اِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ بِتَسْلِيمٍ مَوْقَالَ: اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تَفْتَحُ اِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے جب سورج زائل ہوتا تو چار رکعتیں ادا فرماتے اور ان کے درمیان سلام سے فاصلہ نہ کرتے، اور فرمایا کہ زوال شمس کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی الاربع الرکعات قبل الظہر، ج 1، ص 385، دار احیاء التراث العربیہ، مصر)

یہی حدیث پاک سنن ابی داؤد میں اس طرح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَمَّا قَبِلَ الظُّهْرَ لَسَ فِيهِمْ تَسْلِيمٌ تَفْتَحُهُ لَهْمُ أَبْوَابِ السَّمَاءِ)) ترجمہ: ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

(2) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: إِنَّمَا سَاعَةٌ تَفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَأَجِبُ أَنْ يُصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ)) ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے: یہ اسکی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، لہذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح بلند کیا جائے۔

(جامع ترمذی، باب جہاد فی الصلوٰۃ وحرارۃ، ج 2، ص 23، 342، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، مصر)

(3) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْتَجِبُ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَ نِصْفِ النَّهَارِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُرَاكَ تَسْتَجِبُ الصَّلَاةَ هَذِهِ السَّاعَةَ قَالَ تَفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَنْظُرُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِالرَّحْمَةِ إِلَيَّ خَلْقِهِ وَهِيَ صَلَاةٌ كَانَ يُحَافِظُ عَلَيْهَا أَمَدًا وَنَوْمًا وَيُرَاهِمُ وَمُوسَى وَعِيسَى)) ترجمہ: دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز محبوب رکھتے ہیں، فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام محافظت کرتے۔

(مسند امام عطاء بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 10، ص 103، مطبوعہ دارالعلوم، دہلی)

(4) حضرت یزید بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ لَمَّا رَكَعَاتٍ كَمَا تَهَجَّدُ بَيْنَ مِنْ لَيْلِيهِ وَمِنْ صَلَاتِهِمْ بَعْدَ الْعِشَاءِ كُنَّ كَمَا تَكُونُ مِنَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ)) جس نے ظہر کے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے رات میں تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشا کے بعد چار پڑھیں، تو یہ شب قدر میں چار کے مثل ہیں۔

(الحکم والسنن، ج 1، ص 48، 254، مطبوعہ دارالعلوم، دہلی)

(5) احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ)) ترجمہ: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار رکعت پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔

(جامع ترمذی، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند، طبع 2011ء، صفحہ 101)

حضرت عمر فاروق اعظمؓ و بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی کی مثل مروی۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 881، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر 313

مَا جَاءَ فِي الْأَزِيعِ قَبْلَ الْعَصْرِ

نماز عصر سے پہلے کی چار رکعات

حدیث: حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے جن کے درمیان مقررین فرشتوں اور جو مسلمین اور مومنین ان کے تابع ہیں ان کو سلام بھیج کر فصل فرمایا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ

بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ

عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسحاق بن ابراہیم کا مختار قول یہ ہے کہ عصر سے پہلے کی چار رکعات میں فصل نہ کیا جائے اور انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا اور فرمایا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سلام کے ساتھ ان رکعات کے درمیان فصل کیا کرتے تھے یعنی تشہد کے ذریعے۔ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ رات اور دن کی نماز دو دو رکعات ہیں وہ ان کے درمیان قاصد کرنے کو اختیار کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار

429- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَايِبٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَبْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَاخْتَارَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنْ لَا يَفْضَلَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ وَاحْتِجَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ: وَمَعْنَى أَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ، يَعْنِي: التَّشَهُدَ، وَرَأَى الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ: صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنِي يَخْتَارَانِ الْفَضْلَ

430- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى،

وَمُخْمَدُ بْنُ غَيْلَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بْنِ سَهْرَانَ، سَمِعَ جَدَّهُ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: رَجِمَ الْكَلْبُ إِسْرَافًا صَلَّى قَبْلَ الْقَضْرِ
 أَرْبَعًا قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ
 غَرِيبٌ

(ترجمہ صفحہ 429) (سنن ابی داؤد صحیحہ 1272، ج 2، ص 23، مکتبہ اصریہ ہرات)

(ترجمہ صفحہ 430) (سنن ابی داؤد کتاب الصوم، باب اول نماز صحیحہ 1271، ج 2، ص 23، مکتبہ اصریہ ہرات)

شرح حدیث

سلام سے یہاں مراد تشہد ہے

علامہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ الطیسی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"((ان کے درمیان سلام کرنے کے ذریعے سے قاصد فرماتے)) اس سے مراد تشہد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تشہد کو سلام فرمایا گیا کیونکہ وہ سلام پر مشتمل ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا: جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے تو ہم یوں کہتے: ((السلام علی اللہ قبل عباده السلام علی جبریل، السلام علی میکائیل، السلام علی فلان)) اور یہ تشہد میں ہوتا تھا۔"

(شرح الطیسی علی مشکاة الصالح، باب السنن وفضائلہا، ج 4، ص 1175، مکتبہ نزار مطبوعی الباز، ریاض)

عصر کی سنتوں کے غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"((اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعات ادا کرے)) اسی حدیث سے علمائے اس بات کو اخذ کیا ہے کہ عصر سے قبل چار رکعت سنتیں ہیں۔ اور صاحب مبسوط کہتے ہیں: عصر سے قبل نفل پڑھنا اچھا ہے کیونکہ چار رکعات کا سبب مؤکدہ میں سے ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کا تذکرہ نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت فرمانا مروی نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو پڑھنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے پس مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات ادا فرمائیں اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں ادا فرمائیں، لہذا اگر چار رکعتیں ادا کرے تو اچھا ہے۔"

(شرح ابی داؤد، باب اصلاح نفل، ص 5، ج 5، مکتبہ الرشیدیہ، ریاض)

عصر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

امام ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی حنفی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

"میں نے عرض کیا کہ کیا عصر سے پہلے بھی نفل ہیں تو فرمایا: اگر پڑھے تو اچھا ہے، میں نے عرض کیا: اس سے قبل کتنی

رکعتیں ہیں؟ تو فرمایا: چار رکعات۔" (الاصول العرفیہ بالاسیوطی باب موافقت العصر: 156، ص 156 القرآن والعلوم الاسلامیہ کما فی)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"(عصر سے قبل اگر وہ چار رکعات پڑھے تو اچھا ہے) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی قبل العصر أربع رکعات كانت له الجنة من النار)) ترجمہ: جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے روک بن جائیں گی۔"

(الاصول العرفیہ بالاسیوطی باب موافقت العصر: 156، ص 156 دارالعرفیہ بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"عصر سے پہلے کی چار رکعت نفل کے بارے میں اصل میں مذکور ہے کہ ان کا پڑھنا حسن ہے کیونکہ چار رکعات کا سبب مؤکدہ سے ہونا ثابت نہیں ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ان کا تذکرہ موجود نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر مواظبت فرمانا مروی نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو پڑھنے کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات ادا فرمائیں اور بعض میں ہے کہ دو رکعتیں ادا فرمائیں، لہذا اگر وہ چار پڑھے تو اچھا ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی أربع رکعات قبل العصر كانت له الجنة من النار)) ترجمہ: جس نے عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیں تو یہ اس کے لئے جہنم سے روک ہو جائیں گی۔"

(درائع الصنائع فی فضل العصر: 1، ص 285، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حجابہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور عصر سے پہلے کی چار رکعات پر محافظت کرنا مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رحم الله امرأ صلی قبل العصر أربعاً)) ترجمہ: "اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھے۔" اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاة الطلوع، ج 1، ص 265، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شواہح کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور سنت یہ ہے کہ وہ فرائض کے ساتھ والی سنتوں پر مواظبت اختیار کرے اور وہ فجر کی دو رکعتیں اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء اور وتر کے بعد ہیں۔"

(التعمیر، باب صلاة الطلوع، ج 1، ص 34، عالم الکتب، بیروت)

علامہ محیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"چار رکعتیں سنت ظہر سے پہلے اور چار ظہر کے بعد، اور چار رکعتیں عصر سے پہلے، اس طرح کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے، اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہم نے ذکر کی۔"

(الایمان فی مذہب الامام الشافعی، باب صلاة الطلوع، ج 2، ص 284، دار المعیاد، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ احمد بن حنبل بن عاصم اوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

"نماز عصر کا ارادہ کرنے والے کے لئے عصر کی نماز سے پہلے اس طرح چار رکعتیں مستحب ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اس حدیث پاک کی وجہ سے کہ ((رَحِمَهُ اللهُ اَمْرًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا)) (اللہ مزدمل اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعت پڑھے۔) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جب وہ یہ رکعتیں پڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں شامل ہوگا۔"

(انوار الکردوانی علی رسالہ ابن ابی زبیر، باب مستحب عقب الصلاة، ج 1، ص 196، 197، دار الفکر، بیروت)

عصر سے پہلے کی سنتوں کے فضائل

(1) امام احمد و ابو داؤد و ترمذی باقادرہ خمیین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((رَحِمَهُ اللهُ اَمْرًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے، جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 10، ص 188، مؤسسة الرسالة، بیروت) سنن ابی داؤد، باب الصلاة قبل العصر، ج 2، ص 23، المطبعة

العصریہ، بیروت) جامع الترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج 2، ص 295، مطبعة مصلحی البانی، مصر)

(2) امام ترمذی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا رَكَعَاتٍ)) ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے۔"

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج 2، ص 284، مطبعة مصلحی البانی، مصر)

اور اس کی روایت میں ہے کہ دو پڑھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، باب صلاۃ علی عصر، ج 2، ص 23، مکتبہ مصر، بیروت)

(3) طبرانی کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں: ((مَنْ صَلَّى أَرْبَعًا رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَوَّماً اللَّهُ يُدْنِيهِ عَلَيَّ النَّارِ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اللہ

تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام فرماوے گا۔ (المجموع للطبرانی، عطاء بن ابی رباح عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 23، ص 281، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(4) دوسری روایت طبرانی کی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع

صحابہ میں جس میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، فرمایا: ((مَنْ صَلَّى أَرْبَعًا رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ لَمْ تَمَسَّهُ

النَّوْمُ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اُسے آگ نہ چھوئے گی۔

(المجموع الاوسط للطبرانی، باب من اسر ابراہیم، ج 3، ص 88، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ حَافِظًا عَلَيَّ أَرْبَعًا

رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ بَنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتوں پر محافظت کرے اللہ عزوجل

اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (سنن ابی یعلیٰ، حدیث ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 13، ص 59، دار المأمون للتراث، دمشق)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ

الْعَصْرِ أَرْبَعًا رَكَعَاتٍ غُفِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ مَغْفِرَةٌ عَظِيمًا)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اللہ عزوجل اس کی جنتی

بخش فرماوے گا۔ (عمدة القاری، بحوالہ ابی نعیم، باب التلویح بعد التلوذ، ج 7، ص 234، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 314

مَا جَاءَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا
(مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اور ان میں قراءت کرنا)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

سے روایت ہے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار
مغرب کے بعد کی دو رکعات اور فجر سے پہلے کی دو رکعات
میں سورہ ”قل یا ایہا الکفر ون“ اور سورہ ”قل هو اللہ احد
“ پڑھتے سنا ہے۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

بھی روایت موجود ہے۔

امام ابو یحییٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف عبد الملک بن

معدان کی بواسطہ عاصم روایت کردہ حدیث سے جانتے ہیں۔

431- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى

قَالَ: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُخَبَّرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْمَلِكِ بْنُ مَعْدَانَ، عَنْ غَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ
أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ:
مَا أَحْصَى مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي
الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا
الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ
أَبْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ
حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا
نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَعْدَانَ،
عَنْ غَاصِمِ

ترجمہ حدیث 431: (مثنیٰ ابن ماجہ، حدیث 1166، ج 1، ص 369، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

مغرب کی سنتوں کا ثبوت اور ان کے مؤکدہ ہونے پر کلام:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"بہر حال مغرب کی سنتیں تو امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ((مَا أَحْصَى مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرَبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ. (بِقَوْلِ يَأَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَقَوْلِ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ)) (میں مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی قراءت کرنے کو شمار نہیں کر سکتا) اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، فرماتے ہیں: ((حَقَّقْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَشْرَ رُكْعَاتٍ)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات کو یاد رکھا) اور اس حدیث پاک میں "اپنے گھر میں مغرب کے بعد دو رکعات پڑھنے" کا تذکرہ بھی ہے۔ اور شیخین نے اس روایت پر اس سند کے ساتھ "یحییٰ بن سعید عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما" اتفاق کیا ہے۔

اور اس باب میں امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اور امام ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اور مغرب کے بعد کی یہ دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اور بعض تابعین نے ان میں بہت زیادہ مبالغہ کیا، حضرت سعید بن جبیر مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((لَوْ تَرَكْتُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرَبِ لَخَشِيتُ أَنْ لَا يُغْفَرَ لِي)) (اگر میں مغرب کے بعد کی دو رکعات ترک کر دوں تو مجھے خوف ہے کہ میری بخشش نہ کی جائے) اور حسن بصری اس بارے میں منفرد ہیں کیونکہ انہوں نے ان سنتوں کے وجوب کا قول کیا ہے اور امام مالک سوائے فجر کی رکعتوں کے کسی چیز کے بھی فرائض کے توابع میں سے ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرمایا: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرَبِ لَوَيْحًا كَانَ كَالْمُعْتَبِ غَزْوَةً بَعْدَ غَزْوَةٍ)) (جو مغرب کے بعد چار رکعات پڑھے تو وہ یکے بعد دیگرے غزوات میں شرکت کرنے والے کی مثل ہے) اور اسی طرح حضرت مکیول سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ

بعد المغرب رفعت صلاته فی علیین)) (جو مغرب کے بعد دو رکعت پڑھے تو اس کی نماز علیین میں بلند ہوگی)۔ شارح ترمذی کہتے ہیں: اور یہ مرسل ہونے کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔ " (مدۃ القاری، باب الصلاة بعد الجحد ذہبا، ج 6، ص 250، ما جامعاً لتراتھم علی، بیروت)

مغرب کی دو سنتوں میں قراءت:

کبھی کبھی مغرب اور فجر کی دو رکعت سنت میں سورہ "قل یا ایہا الکافرون" اور سورہ "قل هو اللہ احد" اس نیت سے پڑھنی چاہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مگر وہ ہے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔" (بہار شریعت، ج 4، ص 548، مکتبۃ المدینہ، کراچی) علامہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"فجر کی دو سنتوں اور مغرب کی دو سنتوں میں ﴿قل یا ایہا الکافرون﴾ اور ﴿قل هو اللہ احد﴾ کی قراءت کرنا مستحب ہے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ((ما أحصى ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الركعتین بعد المغرب وفی الركعتین قبل الفجر) (بقول یا ایہا الکافرون وقل هو اللہ احد)) (ترجمہ: میں مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ﴿قل یا ایہا الکافرون﴾ اور ﴿قل هو اللہ احد﴾ کی قراءت کرنے کو شمار نہیں کر سکتا۔) اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔" (الشرح الکبیر، قان لم یجد الامام صل - مسجد، ج 1، ص 731، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ

مذاہب اربعہ یعنی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ سب کا مغرب کے بعد دو سنت مؤکدہ ہونے پر اتفاق ہے۔

(احناف: الاختیار لطیبات القرآن، باب النوافل، ج 1، ص 65، مطبوعہ المجلس، القاہرہ، مالکیہ: الشرح المفیر مع حاشیۃ الصاوی، النوافل المطوبہ والنوافل المؤکدہ، ج 1، ص 402، مطبوعہ دار المعارف، شوافع: الوسیط فی مذہب الامام ابی اسحق، ج 2، ص 208، دار السلام، القاہرہ، حنابلہ: الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاة النوافل، ج 1، ص 284، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت کے فضائل واہمیت

رزین نے کھول سے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ

يَتَكَلَّمُ رُكْعَتَيْنِ وَكَيْ رَوَايَةٌ أَرْبَعُ رُكْعَاتٍ رُفِعَتْ صَلَاتُهُ فِي عِلْمَيْنِ)) ترجمہ: جو شخص بعد مغرب کلام کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے، اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے۔ "اور ایک روایت میں "چار رکعت ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب السنن وفہا کیا، ج 1، ص 371، المکتب الاسلامی، بیروت)

نیز انھیں کی روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، "اس میں اتنی بات زیادہ ہے کہ فرماتے تھے: ((عَجَلُوا الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَإِنَّهُمَا تَرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوبَةِ)) مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلد پڑھو کہ وہ فرض کے ساتھ پیش ہوتی ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب السنن وفہا کیا، ج 1، ص 371، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((لَوْ تَرَكَتُ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ خَشِيتُ أَنْ لَا يُغْفَرَ لِي)) ترجمہ: اگر مغرب کے بعد کی دو رکعات ترک کروں تو مجھے اپنی بخشش کے نہ ہونے کا خوف ہے۔

(معنی ابن ابی شیبہ، فی ثواب الرکعتین بعد المغرب، ج 2، ص 16، مکتبۃ الرشید، بیروت)

باب نمبر 315

مَا جَدَّ اللَّهُ يُصَلِّيهِمَا فِي الْبَيْتِ

(ان دونوں رکعات کا گھر میں پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

مروی ہے، فرمایا: میں نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیں۔

اور اس باب میں حضرت رافع بن خدیج اور حضرت

کعب بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد

اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس رکعات یاد کی ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ دو رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد۔ فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔“

امام ابویحییٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن

صحیح ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

432- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى : حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

433- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ

الْخَلَوَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرَ رَكَعَاتٍ كَانَ يُصَلِّي بِهَا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ." قَالَ : وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ: أَنَّ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ أَبُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

434- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ

الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بَدَأَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 432: (صحیح البخاری، حدیث 937، ج 2، ص 13، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، حدیث 1252، ج 2، ص 19، مکتبۃ احقریہ، بیروت، سنن

نسائی، حدیث 873، ج 2، ص 119، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، حدیث 69، ج 1، ص 186، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 433: اوپر والی

تخریج حدیث 434:

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"حدیث کے ظاہر کے پیش نظر اپنے گھر میں مغرب کی دو سنتوں کا ادا کرنا مستحب ہے اور اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک وہ تمام نوافل جو فرائض کے تابع ہیں ان کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے، متفق علیہ حدیث کی وجہ سے کہ ((أفضل صَلَاة الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) ترجمہ: فرض کے علاوہ آدمی کی گھر میں پڑھی جانے والی نماز زیادہ افضل ہے۔"

(عمدة القاری شرح معجم البخاری، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، ج 6، ص 251، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سنتیں اور نوافل گھر بڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہاحناف کا موقف:

علامہ علی بن ابی بکر القرظانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

"تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔"

(ہدایہ، باب اوراک الفریضہ، ج 1، ص 72، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

"اور حام علماء جواب کے اطلاق پر ہیں پس کتاب کی عبارت اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتویٰ دیا، فرمایا: مگر یہ کہ اسے گھر لوٹنے پر اس سے غافل ہونے کا خوف ہو پس اگر خوف نہ ہو تو افضل گھر میں نماز پڑھنا ہے۔"

(فتح القدر، باب اوراک الفریضہ، ج 1، ص 477، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

"اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوة فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کمافی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استنباطی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے

ہیں: العروج عن العادة شهرة ومكروه (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(ناری رصوبہ 78، ص 416، 1812، 1813، 1814، 1815)

اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ آگے باب نمبر 325 پر لکھیلا آ رہا ہے۔

حنا بلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور سنتیں گھر میں ادا کرنا مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ((حَنَّانٌ يُحْصِلِي رُكُوعِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْإِشَاءِ فِي بَيْتِي)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر مغرب اور عشاء کی سنتوں کو اپنے گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے) اور ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو کبھی بھی فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کرتے نہیں دیکھا وہ گھر سے نکل کر مسجد میں بیٹھ جاتے تھے حتیٰ کہ نماز قائم ہو جاتی۔ اور اثرم کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ سے سنا کہ ان سے ظہر کے بعد کی سنتوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کہاں پڑھی جائیں گی؟ تو فرمایا: مسجد میں پھر فرمایا: بہر حال فجر سے پہلے کی دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھی جائیں گی اور مغرب کے بعد کی سنتیں بھی اپنے گھر میں۔ پھر فرمایا: یہاں مغرب کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ کوئی بھی مؤکد نہیں ہے۔"

اور انہوں نے ابن اسحاق کی حدیث کو ذکر کیا: "ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو۔" امام احمد کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: تو اگر کسی شخص کا گھر دور ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: اس بات کو میں نہیں جانتا۔ اور یہ اس وجہ سے جو سعد بن اسحاق نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُمْ فِي مَسْجِدِهِمْ عِنْدَ الْأَشْهَلِ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ فَرَأَاهُمْ يَتَطَوَّعُونَ بَعْدَهَا. فَقَالَ: هَذِهِ صَلَاةُ الْبَيْتِ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان حضرات کے پاس نبی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا کی تو انہیں ملاحظہ فرمایا کہ وہ حضرات سب سے بعد یہ ادا کر رہے ہیں تو ارشاد فرمایا: یہ گھروں میں پڑھنے والی نماز ہے۔) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ پھر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((أَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي عِنْدَ الْأَشْهَلِ، فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ فِي مَسْجِدِنَا ثُمَّ قَالَ: ارْكَعُوا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِكُمْ)) (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس نبی عبدالاشہل میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مسجد میں ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر فرمایا: ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھر میں پڑھو۔) اس حدیث کو ابن ماجہ اور اثرم نے روایت کیا اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا: (صَلُّوا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِكُمْ)

(الحقیقیہ مقدمہ نقل السنن فی بیوتہ ص 23، ص 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

(ترجمہ: ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو۔"

مزید فرماتے ہیں:

"اور نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ ((علیکم بالصلاة فی بیوتکم))
 فان غیر صلاة المرء فی بیته إلا المکتوبة)) (تم پر اپنے گھروں میں نماز پڑھنا لازم ہے جس بے شک سوائے فرض کے
 آدمی کی بہتر نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو۔) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا اور اس وجہ سے کہ یہ چھپا ہوا معاملہ ہے اور
 تھا اور جماعت کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر تنہا نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نفل میں جماعت کروائی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ جماعت
 کروائی اور حضرت انس اور یقین رضی اللہ عنہما کو ایک مرتبہ جماعت کروائی، تو یہ تمام کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔"

(الکافی فی فقہ امام احمد باب صلاة التفرغ، ج 1، ص 270، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شواہح کا موقف:

علامہ ابوالحسن عینی بن ابی الخیر شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کہتے ہیں: اور امام و مقتدی کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب ان کا فرض پورا ہو جائے تو وہ نفل اپنے گھر
 میں پڑھیں اس حدیث کی بنا پر جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صلاة
 المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجدی هذه إلا المکتوبة)) (آدمی کی نماز اس کے گھر میں میری اس مسجد میں
 پڑھنے سے افضل ہے سوائے فرض کے) حالانکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول بھی ہے کہ ((صلاة فی مسجدی هذا افضل
 من ألف صلاة فی غیرہ إلا المسجد الحرام، وصلاة فی المسجد الحرام افضل من مائة صلاة فی مسجدی
 هذا)) (میری اس مسجد میں پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے اور
 مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں ایک سو نماز پڑھنے سے افضل ہے۔) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی
 ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم، ولا تتخذوها قبوراً)) (ترجمہ: اپنے
 گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔)

(البیہقی فی زہب امام الشافعی، فصل التفرغ، ج 2، ص 251، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن احمد مالکی (متوفی 1189ھ) فرماتے ہیں:

” (نوافل کو گھروں میں ادا کرنا افضل ہے) صحیح قول کے مطابق، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر: ((اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ إِلَّا الْمُحْتَوِيَةَ)) (سوائے فرض کے اپنے گھروں میں اپنی نمازوں کو ادا کرو۔) اور منگنی وغیرہ میں ہے لیکن القاسم نے مالک سے روایت کی کہ گھروں میں نفل پڑھنا ان کے نزدیک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے سوائے مسافریں کے لئے کہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نفل پڑھنا ان کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔“ (شرح کتبہ العالیہ، باب فی بیان عمل من الریح، ج 2، ص 411، 410، دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

”اور ان سے سوال کیا گیا کہ گھروں میں نوافل پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ تو فرمایا: بہر حال دن میں تو ہمیشہ لوگوں کا عمل یہی ہے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، بہر حال رات میں گھروں میں پڑھنے کی عادت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اپنے گھر میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ بلند آواز سے قرآن پڑھے۔ اور لوگ جب سفر کا ارادہ کرتے تو ایک دوسرے سے قرآن کے لئے قیام کرنے کا وعدہ کرتے اور ان کے گھر جدا جدا ہوتے اور ان کی آوازیں قرآن سناتی تھیں پس میں اسے مستحب سمجھتا ہوں۔“

محمد بن رشد کہتے ہیں: امام مالک نے دن کے وقت نفل نماز کو گھر میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں مسجد میں پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ آدمی کا اس کے گھر اور اہل و عیال کے درمیان نماز پڑھنا حالانکہ وہ اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں اور گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو یہ نماز میں اس کے دل کو ان کے معاملات میں مشغول ہونے کا ذریعہ ہوگا اور اسی علت کی بنا پر سلف صالحین گھروں کو چھوڑ کر مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے تو جب آدمی اس وجہ سے امن میں ہو تو اس کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ ”تمہاری افضل نماز تمہارے گھروں کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔“ کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے جو دن اور رات کے حوالے سے اپنے عموم پر معمول ہے مزید یہ کہ دن اور رات میں نماز کی ادائیگی اور نماز میں کسی اور جانب مشغولیت کو ترک کے حوالے سے برابری موجود ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے بعد اول رسم میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نوافل کی ادائیگی کے حوالے سے سوال کیا گیا کہ کیا نوافل آپ کے نزدیک مسجد نبوی میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے یا گھروں میں؟ تو فرمایا: مسافر لوگوں کے لئے مسجد نبوی میں نوافل پڑھنے کو میں پسند کرتا ہوں یعنی وہ مسافر جو اقامت کا ارادہ نہیں رکھتے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسافریں کے علاوہ دن میں گھروں میں نوافل پڑھنا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ اپنے گھروں میں نماز کے علاوہ اپنی توجہ کی مشغولیت سے امن میں ہوں بہر حال جب

وہ امن میں نہ ہوں تو پھر مسجد میں نماز پڑھنا ان کے لئے افضل ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من رجع رخصتین لا یحدث نفسه فیہما بشیء عطفہ لہ ما تقدہ من ذنبہ)) (جو دو رکعت پڑھے کہ جن میں اس کا دل کسی بات میں مشغول نہ ہو تو اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی) اور مسافروں کے لئے مسجد نبوی میں نفل پڑھنا گھروں میں نفل پڑھنے سے افضل ہے برخلاف وہاں رہنے والوں کے۔ کیونکہ مسجد نبوی اور دیگر مساجد کی بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ سری عمل کو علانیہ عمل پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنْ تَسْلُوا السَّدَقَاتِ فَبِعَمَّا هِيَ وَإِنْ تَحْقُقُوا وَتَوَقُّوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔ (پارہ 3، سورہ البقرہ، آیت 271) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سات لوگوں کو اللہ عزوجل اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ تو ان میں اس کا ذکر بھی فرمایا: ((من ذکر اللہ حالہا ففاضت عنہا ومن تصدق بصدقة فأغفها حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ)) (جو تمہارا اللہ عزوجل کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بہہ جائیں، اور جو صدقہ دے کر اسے چھپائے حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔)" اور مسافرین شہر میں جانے پہچانے نہیں جاتے اور ان کی نمازوں کا مسجد میں ذکر نہیں کیا جاتا تو جب ان کے گھر میں نماز پڑھنے میں سری اعتبار سے کوئی زائد بات نہیں ہے تو ضروری ہے کہ ان کا مسجد نبوی میں نماز پڑھنا افضل ہو اس حدیث کی وجہ سے جو یوں وارد ہوئی کہ "بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔" تو یوں تمام روایات متفق ہو جاتی ہیں تو ان میں کوئی تعارض اور اختلاف باقی نہیں رہتا۔"

(الایمان والتحصیل، صلاۃ الخواص فی البیت، ج 1، ص 281-283، دارالتریب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 318

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّكْوِيعِ وَسَبَّكَ وَكُفَاتِ بِفِطْرِ الْمَغْرِبِ
(مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات اور لظل پڑھنا)

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کی تو یہ رکعات اس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔

حدیث: حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک غریب ہے، ہم اسے صرف زید بن الحباب کی بواسطہ عمر بن ابو نعیم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل کو فرماتے ہوئے سنا: عمر بن عبد اللہ بن ابو نعیم منکر حدیث ہے اور انہوں نے اس کو لہجہ ضعیف قرار دیا۔

435- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ يَغْنِي مُحَمَّدٌ

بْنُ الْعَلَاءِ السَّمْدَانِيُّ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي خُثَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِسَبْكَ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهَا بَيِّنُهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ يَتْنِي عَشْرَةَ سَنَةً وَقَدْ رَوَى عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، قَالَ

ابو عیسیٰ: حدیث ابو ہریرہ حدیث غریب لا نعرفه إلا من حدیث زید بن الحباب، عن عمر بن ابی خثیم، وسیمعت من محمد بن اسماعیل: یقول: عمر بن عبد اللہ بن ابی خثیم منکر الحدیث وضعفه جدا

(ترجمہ حدیث 435: سنن ابی نعیم، حدیث 1167، ج 1، ص 389، دار احیاء کتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"(جو مغرب کے بعد نماز پڑھے) یعنی اس کے فرض کے بعد ((چھ رکعات)) مطلب یہ کہ دو مؤکدہ سنتیں چھ میں داخل ہیں اور اسی طرح میں رکعتیں کہ جن کا تذکرہ آنے والی حدیث میں ہے۔ یہ بات علامہ طیبی نے کہی ہے۔ تو وہ دو مؤکدہ سنتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور باقی میں اختیار ہے۔ ((ان کے درمیان گفتگو نہ کرے)) یعنی ان کی ادائیگی کے درمیان۔ اور علامہ ابن حجر کہتے ہیں: جب وہ دو رکعتوں پر سلام پھیرے۔ (برا کلام) یعنی برا کلام یا ایسی بات جو برائی کو لازم ہو (وہ برابر ہوں گی اس کے لئے) علامہ طیبی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو فلاں کے برابر کر دیا جب تو ان دونوں میں برابری کرے ((بارہ سال کی عبادت کے برابر)) طیبی کہتے ہیں: یہ ترغیب و تحریم کے باب سے ہے تو غیر معروف کو معروف پر فضیلت دینا جائز ہے اگرچہ وہ افضل ہو ترغیب و تحریم کے لئے۔ تو زبنتی کہتے ہیں: اور کہا گیا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ قلیل ثواب جو دگنا ہو وہ زیادہ ہے اس کثیر ثواب سے جو دگنا نہ ہو۔ اور قاضی کہتے ہیں: شاید اس حالت و وقت میں قلیل بھی اس کے علاوہ کثیر کے مقابلے میں دگنا ہوتا ہے، علامہ ابن الملک کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ((الصَّلَاةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ صَلَاةُ الْاَوَّابِينَ)) (مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز صلاۃ الاوابین ہے۔) (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔) میرک، منذری سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔"

(مرآۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلها، ج 3، ص 894، 895، دار الفکر، بیروت)

در مختار اور رد المحتار میں ہے:

"بعد مغرب چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلاۃ الاوابین کہتے ہیں، خواہ ایک سلام سے سب پڑھے یا دو سے یا تین سے اور تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔"

(الذرا الخار و رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل، ج 2، ص 547)

اس نماز کو اوابین کہنے کی وجہ:

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

((صلاۃ الاوابین)) یعنی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کے ذریعے رجوع کرنے والے، یہ اواب کی جمع ہے اور وہ بہت

رجوع کرنے والے یا تسبیح کرنے والے یا فرمانبرداری کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(بیش اللہ، حرف الصاد، ج 4، ص 220، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، مصر)

مغرب کے بعد نوافل کے فضائل

(1) ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَّكَلَمْ فِيهَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءِ عِدْلٍ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتِي عَشْرَةَ سَنَةً)) ترجمہ: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان میں کوئی بُری بات نہ کہے، تو بارہ برس کی عبادت کی برابر کی جائیں گی۔

(جامع الترمذی، ما جاء في فضل الطلوع وست ركعات، ج 2، ص 298، مصنفی ابوالی، مصر، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في الست ركعات بعد المغرب، ج 1، ص 369، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(2) حضرت محمد بن عمار بن یاسر فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ، صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَهُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: رَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَقَالَ نَمْنُ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبَحْرِ)) ترجمہ: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا تو عرض کیا: اے میرے والد! یہ کون سی نماز ہے؟ ارشاد فرمایا: میں نے اپنی محبوب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے، اور فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں۔

(المجموع الاوسط للطبرانی، من اسرہ محمد، ج 7، ص 191، دار الحرمین، القاہرہ)

(3) امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر (متوفی 294ھ) اپنی کتاب "مختصر قیام اللیل و قیام رمضان" میں فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَّكَلَمْ غُفِرَ لَهُ بِهَا ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً)) ترجمہ: جو مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے چھ رکعات پڑھے تو اس سبب سے اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر، باب الترغیب فی الصلاۃ ما بین المغرب والعشاء، ج 1، ص 87، حدیث اکادمی، بیروت)

(4) ترمذی کی روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رُكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: "جو مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (جامع الترمذی، ماہنامہ فی فضل صلوات وسلامات، ج 2، ص 299، مصنفی اہلبی، مصر)

حدیث الہاب کی فنی حیثیت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف عمر بن ابو نعیم کی حدیث سے جانتے ہیں اور میں نے عمر بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا: عمر بن عبد اللہ بن ابو نعیم منکر حدیث ہے اور انہوں نے اس کو نہایت ضعیف قرار دیا)) میرک تصحیح سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: محی السنہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس سے کیونکر سکوت کیا حالانکہ وہ محدثین کے اجماع سے ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ما قبل بات اس کے منافی ہے کہ اسے ابن خزیمہ نے اپنی تصحیح میں روایت کیا ہے، مزید یہ کہ علماء کا فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے حوالے سے اجماع ہے۔ میرک کہتے ہیں: اور محمد بن عمار بن یاسر سے مروی ہے، کہتے ہیں: ((رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتِّ رُكْعَاتٍ وَقَالَ نَرَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتِّ رُكْعَاتٍ، وَقَالَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتِّ رُكْعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبَحْرِ)) (میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے تو اس کے گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔) یہ حدیث غریب ہے، اسے طبرانی نے تلاش میں روایت کیا اور فرمایا کہ صالح بن قطن بخاری اس کے ساتھ متفق ہیں۔ منذری کہتے ہیں کہ صالح کے بارے میں جرح و تعدیل فی الوقت میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

(مرآۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلها، ج 3، ص 895، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 317

مَا جَاءَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کے بعد دو رکعات پڑھنا

حدیث: حضرت عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہے

فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے حوالے سے دریافت کیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعات اور مغرب کے بعد دو رکعات اور عشاء کے بعد دو رکعات اور فجر سے پہلے دو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور اس باب میں حضرت علی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایات موجود ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن

شقیق کی حضرت سیدتنا عائشہ سے مروی حدیث حسن صحیح ہے۔

436- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ

خَلْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفْضِلِ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكَعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكَعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكَعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ صفحہ 416:

عشاء کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ

مذاہب اربعہ یعنی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا عشاء کے بعد دو رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اتفاق ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک رکعتوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں ہے یعنی کم از کم دو ہونی چاہئیں زیادہ کی حد نہیں۔

(احناف: الاختیار لتعلیل الفقہ، باب الوافل، ج 1، ص 65، مطبوعہ مجلس القاہرہ، مالکیہ: الشرح المصیر مع حاشیۃ الصاوی، الوافل المطبوعہ والوافل المؤکدہ، ج 1، ص 402، مطبوعہ دارالعارف، شوافع: الوسیط فی المذہب، الاول فی السنن الرواتب الخ، ج 2، ص 208، دارالسلام، القاہرہ، حنابلہ: الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التلویح، ج 1، ص 284، دار

الکتب الخلیفہ، بیروت)

باب نمبر 318

مَا جَاءَ أَنْ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي

(رات کی نماز کا دو دو رکعت ہونا)

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پس جب تجھے صبح کا خوف ہو تو ایک اور ملا کرو تر بنالے اور اپنی نماز کا آخر کو تر بنالے۔ اور اس باب میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کے ہاں عمل ہے کہ بے شک رات کی نماز دو دو رکعات ہیں اور امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

437- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ،

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي، فَإِذَا خَفَتِ الصُّبْحُ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، وَاجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِكَ وَتِرًا: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ "

تخریج حدیث 437: (صحیح البخاری، حدیث 472، ج 1، ص 102، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، حدیث 749، ج 1، ص 516، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی

داؤد، حدیث 1326، ج 2، ص 26، المكتبة المصریة، بیروت، سنن نسائی، حدیث 1668، ج 3، ص 227، مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت، سنن ترمذی

لمجا، حدیث 1320، ج 1، ص 418، دار احیاء الکتب العربیة، بیروت)

شرح حدیث

رات کے نوافل کی رکعتوں کی تعداد

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"(1) اور اس میں یہ ہے کہ رات کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ اور علما کا نوافل کے حوالے سے اختلاف ہے، امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں: سنت دن اور رات میں دو دو رکعت پڑھنا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دن اور رات میں افضل چار رکعات ہیں۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں: افضل رات میں دو رکعتیں ہیں اور دن میں چار رکعتیں ہیں۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صلاة اللیل کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو داؤد نے اپنی سنن میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((كَانَ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَيَرْكَعُ أَرْبَعًا رُكُوعًا ثُمَّ يَأْوِي إِلَىٰ فِرَاشِهِ)) (ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء باجماعت ادا فرماتے تھے پھر اپنے اہل کی جانب لوٹتے تو چار رکعات ادا فرماتے پھر اپنے بستر کی جانب متوجہ ہوتے۔) یہ حدیث پاک طویل ہے اور اس کے آخر میں ہے (حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت ظاہری ہوگی) اور دن کی نماز کے حوالے سے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جو مسلم نے حضرت معاذہ سے حدیث روایت کی کہ انہوں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی کتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((أَرْبَعٌ رُكُوعَاتٍ يَزِيدُ مَا شَاءَ)) (ترجمہ: چار رکعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہتے اس سے زیادہ بھی ادا فرماتے) اسے ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

(2) اور اس میں ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سلام کے ذریعے سے فصل نہ فرماتے۔" پس اگر تو کہے کہ سنن اربعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةُ الْكَمَلِ وَالنَّهَارِ مَشْعِي مَشْعِي)) (دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں) میں کہتا ہوں: جب ترمذی نے اسے روایت کیا تو اس سے سکوت اختیار کیا مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا: اصحاب شعبہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے تو بعض نے اسے مرفوع کیا اور بعض نے موقوف۔ اور اسے ثقات نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس میں دن کی نماز کو کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

اور نسائی کہتے ہیں: یہ حدیث میرے نزدیک خطابِ مشتعل ہے اور انہوں نے سنن کبریٰ میں ارشاد فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہے مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اصحاب کی ایک جماعت نے اس میں اُردی کی مخالفت کی تو اس میں انہوں نے دن کا ذکر نہیں فرمایا، ان میں حضرت سالم، نافع اور طاؤس ہیں۔ اور صحیحین میں ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس میں دن کا ذکر نہیں ہے۔

طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ((اِنَّ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّهَارِ اَرْبَعًا وَبِاللَّيْلِ رَكْعَتَيْنِ)) (آپ دن میں چار اور رات میں دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے) پھر فرمایا: تو محال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات روایت کریں پھر اس کی مخالفت کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موقوف ہے مرفوع نہیں، تو اگر تم کہو کہ حافظ ابو نعیم نے "تاریخ اصفہان" میں عروہ سے انہوں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنِي مَثْنِي)) (دن اور رات کی نماز دو دو رکعت ہیں) اور ابراہیم الحربی نے غریب الحدیث میں ان سے روایت کی فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنِي مَثْنِي)) (دن اور رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں) میں کہتا ہوں کہ جس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا وہ ان دونوں سے زیادہ قوی اور صحیح اور ثابت شدہ ہے۔

اور تسلیم کی تقدیر پر ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جفت رکعات ادا فرماتے نہ کہ وتر، ملزوم کا مجاز لازم پر اطلاق کرتے ہوئے، دونوں دلیلوں کو جمع کرتے ہوئے۔

(عمدة القاری شرح بخاری، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ج 2، ص 251، 252، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (درعکاء کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج 2، ص 550)

رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتوں کے بلا کراہت جواز پر یہ حدیث پاک پیش کی جاسکتی ہے: ((يُصَلِّي ثَمَانِيَةَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ فَيَجْلِسُ)) (ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں ادا فرماتے، اس میں (سلام کے لیے) صرف آٹھویں رکعت پر ہی بیٹھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، باب فی صلاة اللیل، ج 2، ص 41، المكتبة العصریہ بیروت)

اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی رات میں آٹھ رکعتیں ایک سلام سے

پڑھے تو یہ جائز ہے، مگر وہ نہیں۔"

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب فی صلاۃ اللیل، ص 5، مکتبۃ الرشیدیہ)

وتر ایک رکعت یا تین رکعتیں:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ ((فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً)) (جب تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت پڑھ لے۔) اس سے انہوں نے بھی استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے اور اسی طرح انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا جسے مسلم نے ابن ماجہ کی حدیث سے روایت کی، فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْوَتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ)) (وترات کے آخر میں ایک رکعت ہے) اور اسی جانب عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیب، مالک، شافعی، احمد، ابو ثور، اسحاق اور داؤد کا میلان ہے اور انہوں نے اس حدیث کو ایک رکعت وتر کے لئے اصل قرار دیا ہے مگر یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ضروری ہے کہ اس سے پہلے سفر و حضر میں کوئی شفع ہوتا کہ ان کے درمیان سلام پھیرے۔ اور انہیں سے ایک روایت یہ بھی ہے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسافر ایک رکعت پڑھے اور بخون نے اپنے مرض میں اسی طرح کیا۔ اور علامہ ابن العربی کہتے ہیں: ایک رکعت صرف وتر میں مشروع ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا اور حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام ابو حنیفہ، ثوری، ابو یوسف، محمد اور احمد نے حسن بن حمی کی روایت میں اور ابن المبارک نے فرمایا: وتر کی تین رکعات ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا جیسا کہ مغرب کی نماز۔ اور ابو عمر کہتے ہیں: اور یہ وتر کا تین ہونا حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابوطالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت حذیفہ اور فقہائے سب سے مروی ہے اور ان حضرات نے پہلے موقف والوں کا یہ جواب دیا ہے کہ اس باب کی مذکورہ جس حدیث اور اس کے مثل دیگر احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((الْوَتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ)) (وتر آخری رات میں ایک رکعت ہے) اس میں ان کے موقف کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد ایک رکعت اس سے پہلے دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ہو اور یہ تمام کا تمام وتر ہو تو یہ ایک رکعت سابقہ دو رکعتوں کو بھی وتر بنا دے گی اور اس باب کی آخری حدیث نے بھی اسی بات کو بیان کیا ہے جس سے ان

حضرات نے استدلال کیا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((فَاَوْتِرْتُ لَهٗ مَا صَلَّيْتُ)) (تو اس نے جو نماز پڑھی وہ اس کے لیے وتر ہو گئی) اور اسی طرح اس باب کی دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((فَاَوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ تَوْتِرُ لَكَ مَا قَدَّ صَلَّيْتُ)) (تو ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھو تو وہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو بھی وتر کر دے۔) اور ان کی بیان کردہ حدیث کا آخر ان پر حجت ہے۔

اور ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ ((ان رسول اللہ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (الحدیث۔)

(2) اور حاکم نے اپنی مستدرک میں سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، فرماتی ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَعْقِدُ إِلَّا فِي آخِرَةٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر اس طرح ادا فرماتے کہ (سلام کے لیے) صرف آخر میں ہی بیٹھا کرتے۔

(3) اور نسائی اور بیہقی نے سعید بن ابوعروہ سے وہ قتادہ سے وہ زرارہ سے وہ سعید بن ہشام سے وہ سیدنا عائشہ سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم، جعین کہ ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَسْلُمُ فِي رَكْعَتَيْ الْوُتْرِ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔) اور حاکم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وتر کی پہلی دو رکعات میں سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر حسن صحیح ہے اور انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

(4) محمد بن نصر المرزوقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیا: ((ان السَّيِّئِ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے... الحدیث۔

(5) اور مسلم اور ابوداؤد نے علی بن عبد اللہ بن عباس سے روایت کی وہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ((انه رَقِدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَكَلِمَةً ثُمَّ أَوْتِرَ بِثَلَاثٍ)) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آرام کیا.... (اور اس حدیث پاک میں ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر ادا فرمائے۔

(6) اور نسائی نے یحییٰ بن جزار سے وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَّانَ رَكْعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعات اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(7) اور ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمن بن ابی زری کی روایت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا: ((ان رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رُكْعَاتٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

(8) اور ابن ماجہ نے شعبی سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((ثَلَاثَ عَشْرَةَ مِنْهَا ثَمَانٌ بِاللَّيْلِ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ)) ترجمہ: وہ تیرہ رکعات ہیں، ان میں آٹھ رکعات رات کی ہیں اور تین وتر ادا فرماتے تھے اور دو رکعتیں فجر کے بعد۔

(9) دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وَتَرَى اللَّيْلَ ثَلَاثَ كَوْتِرِ النَّهَارِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: رات کے وقت تین رکعات ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب تین رکعات ہیں۔

(10) اور محمد بن نصر المروزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((ان النَّبِيَّ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ:

بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر ادا فرماتے تھے۔

(11) اور اسی طرح انہوں نے عبدالرحمن بن ابی زری سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ((ان رَسُولَ اللّٰهِ

كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں

روایت کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے حفص نے عمر سے انہوں نے امام حسن کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: ((أَجْمَعَ

الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوَتْرَ ثَلَاثٌ لَا يَسْلَمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں

کہ جن کے آخر میں ہی سلام پھیرا جائے گا۔ (مدوّۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ج 2، ص 252، 253، مدارج النبوة، الجزء الثانی، ص 252)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((جب تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لو یہ نماز کو وتر بنا دے گی)) یعنی وہ رکعت اور اسناد مجازی ہے

کیونکہ پیغمبر (تہا ایک رکعت) کے بارے میں ممانعت کے وارد ہونے کی وجہ سے۔ اگرچہ یہ مرسل ہے مگر مرسل جمہور کے ہاں

حجت ہے اور ایک رکعت کی ممانعت پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے: ((مَا أَجْرَأَتْ رُكْعَةً قَطُّ)) (ایک

رکعت ہرگز کفایت نہیں کرے گی) اور یہ موقوف ہے جو مرفوع کے حکم میں ہے۔

اور خصم کے پاس ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جو تہا ایک رکعت کے ثبوت دالالت کرتی ہے نہ حدیث صحیح نہ ضعیف۔ لہذا

ان کو جمع کرنے کے لئے حدیث کے وارد شدہ محال پر اس کی تاویل کی جائے گی۔ اور ان کا قول کہ یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک رکعت وتر پڑھنے پر اقتصار فرمایا، علامہ ابن الصلاح نے اس کا رد فرمایا کہ یہ محفوظ نہیں ہے اور علامہ ابن حجر کا ان کے بارے میں یہ کہنا "یہ ان کی غفلت ہے" یہ ان کا محض دعویٰ ہے لہذا قبول نہیں ہے اور اسی بنا پر شوافع کی ایک جماعت نے ایک رکعت وتر پڑھنے کے مکروہ ہونے کا قول کیا۔ اور اس کے جواب میں علامہ ابن حجر کا یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس ایک رکعت پر اقتصار مکروہ ہے نہ کہ اس کے کرنے پر ثواب نہیں، یہ ان پر حجت ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ایک وتر پڑھنا ثابت ہو تو کسی کے لئے بھی حلال نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ ایک رکعت پر اقتصار کرنا مکروہ ہے خصوصاً شوافع کے قاعدہ کے متقاضی کے مطابق کہ مکروہ وہ ہے کہ جس کے بارے میں مقصودی طور پر نہی واقع ہوئی ہو تو یہ اس بات پر دال ہے کہ تھا ایک رکعت پڑھنے سے ممانعت صحیح ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الوتر، ج 3، ص 940، دار الفکر بیروت)

باب نمبر 319

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَلَاةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز کی فضیلت

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے، فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

اور اس باب میں حضرت جابر، حضرت بلال

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابو بشر کا نام جعفر بن

ایاس ہے اور وہ جعفر بن ابو وحشیہ ہے۔

438- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ الْجُمَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ

بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحْرَمُ، وَأَفْضَلُ

الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَفِي الْبَابِ

عَنْ جَابِرٍ، وَبِلَالٍ، وَأَبِي أَمَامَةَ، قَالَ أَبُو

عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

صَحِيحٌ، وَأَبُو بَشِيرٍ اسْمُهُ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ،

وَهُوَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةٍ

ترجمہ حدیث 438: صحیح مسلم حدیث 1163، ج 2، ص 821، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، حدیث 2429، ج 2، ص 323، مکتبہ المصریہ، بیروت، سنن

نسائی، حدیث 1813، ج 3، ص 306، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، حدیث 1742، ج 1، ص 554، دار احیاء المکتب العربیہ، بیروت

شرح حدیث

علامہ محمد علی بن محمد البکری (متوفی 1057ھ) فرماتے ہیں:

"((روزوں میں افضل)) مطلق نفل روزوں میں ((رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے ہیں)) یعنی اس کے روزے جیسا کہ اس مقام کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب شرافت کی بنا پر ہے اور لفظ محرم کے ساتھ اس کو خاص کرنا حالانکہ حرمت والے مہینوں میں سے ہر ایک اس کے ساتھ موصوف ہے اس بنا پر کہ جو کہا گیا ہے کہ یہ اسلامی نام ہے اور اس کی حرمت بھی اسی طرح ہے تو اس کی حرمت اس بنا پر متغیر نہیں ہوئی جو محرم کی صفر تک تاخیر کرنے والے کیا کرتے تھے۔ (دلیل الفالحین لشرح ریاض الصالحین، باب فضل قیام اللیل، ج 6، ص 637، دار المعرفۃ للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت)

محرم کو "شہر اللہ" کہنے کی وجہ:

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"ابو عبید کہتے ہیں: اس مہینے کو اللہ عزوجل کی جانب اس کی شرافت اور عظمت کی وجہ سے منسوب کیا حالانکہ تمام مہینے اللہ عزوجل کے ہیں اور ہر معظّم کو اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور باقی حرمت والے مہینوں کی بجائے اسی مہینے کو محرم نام کے ساتھ خاص کیا کیونکہ یہ اسی نام کے ساتھ معروف تھا۔" (کشف المشکل، کشف المشکل من مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 3، ص 597، دار الوطن، ریاض)

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"حافظ ابو الفضل عراقی "شرح الترمذی" میں کہتے ہیں: محرم کو اللہ عزوجل کا مہینہ نام دینے میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ مہینے تمام کے تمام اللہ عزوجل ہی کے ہیں تو یہ کہا جاسکتا ہے جن حرمت والے مہینوں میں اللہ عزوجل نے قتال کو حرام کیا ہے یہ ان میں پہلا مہینہ ہے اس کی طرف تخصیص کی بنا پر اضافت کی گئی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے محرم کے کسی مہینے کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کرنا صحیح نہیں ہے۔" (حاشیہ السیوطی علی متن الحسانی، کتاب قیام اللیل، ج 3، ص 208، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

علامہ سیوطی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ مجھ سے سوال کیا گیا دیگر مہینوں کو چھوڑ کر محرم کو اللہ عزوجل کا مہینہ کہنے سے کیوں خاص کیا گیا ہے حالانکہ یہ مہینے فضیلت میں اس کے مساوی ہیں یا اس پر زائد ہیں جیسا کہ رمضان؟ اور میں نے اس کے جواب میں یہ پایا کہ یہ بقیہ مہینوں کے علاوہ اس ماہ کا نام اسلامی ہے پس بے شک تمام مہینوں کے نام وہی ہیں جو جاہلیت میں تھے اور محرم کا نام دور جاہلیت میں صفر

اول تھا اور اس کے بعد والے کا صفر ثانی تو جب اسلام آیا تو اللہ عزوجل نے اس کا نام محرم رکھا تو اس اعتبار سے اس کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کی گئی ہے۔"

(شرح ایضاً علی مسلم، ج 3، ص 252، دار ابن حنبل للتراث والنشر والتوزیع، عرب شریف)

افضل روزے اور افضل نماز

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: افضل روزوں کے لئے مہینوں میں سے افضل مہینہ محرم ہے پھر بقیہ حرمت والے مہینے رجب، ذوالحجہ اور ذوالقعدہ ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز قرآن کے توابع یعنی سنن مؤکدہ ہیں اور فرض میں وتر بھی شامل ہے کیونکہ یہ فرض عملی، واجب علمی ہے۔"

(مرآة المفاتیح، باب صیام الطور، ج 4، ص 1411، دار الفکر بیروت)

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے اور محرم میں کثرت سے نہ رکھنے کی وجہ:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

((رمضان کے بعد افضل روزے اللہ عزوجل کے مہینے محرم کے ہیں)) یہ اس بات کی تصریح ہے کہ محرم کا مہینہ روزوں کے لئے مہینوں میں سب سے افضل ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم کے روزوں کی بجائے شعبان کے روزوں کو کثرت کے ساتھ رکھنے کے حوالے سے جواب ماقبل گزر چکا ہے اور ہم نے اس بارے میں دو جوابات ذکر کئے ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات کے آخر میں معلوم ہوئی ہو اور دوسرا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس مہینے میں سفر اور مرض وغیرہ کے اعذار لاحق ہو جاتے ہوں۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج 8، ص 55، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محرم کے روزے افضل ہونے کی وجہ:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"قرطبی کہتے ہیں: روزوں میں سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں کیونکہ یہ نئے سال کے شروع کے روزے ہیں تو یوں اس کا افتتاح روزے سے کرنا پایا جاتا ہے جو اعمال میں سب سے افضل ہے۔"

(شرح ایضاً علی مسلم، ج 3، ص 252، دار ابن حنبل للتراث والنشر والتوزیع، عرب شریف)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ طبری کہتے ہیں: اللہ عزوجل کے مہینے کے روزے سے مراد یوم عاشوراء کا روزہ ہے تو یہ کل کا ذکر کر کے بعض مراد لینے کے باب سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے اس کی افضلیت اس میں یوم عاشوراء ہونے کی بنا پر ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں مراد

محرم کا پورا مہینہ ہے اور ابو داؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے: محرم کے بعض روزے رکھو اور بعض چھوڑ دو، محرم کے روزے رکھو اور چھوڑ دو اور محرم کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔" (مرآۃ المفاتیح، باب میام الطوع، ج 4، ص 1411، دارالمنیر، بیروت)

رات کے نوافل بالاتفاق دن کے نوافل سے افضل ہیں:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"(اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے)) اس میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ جس پر علماء متفق ہیں کہ

رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں۔" (شرح النووی علی سلم، باب فضل صوم الحرم، ج 8، ص 55، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رات کے نوافل افضل ہونے کی وجہ:

علامہ محمد علی بن محمد البکری (متوفی 1057ھ) فرماتے ہیں:

((نماز)) یعنی مطلق نوافل ((میں فرض کے بعد افضل رات کی نماز ہے)) کیونکہ یہ خشوع و خضوع کا وقت ہے مزید

یہ کہ اس میں ریاضت بھی دوری ہے۔ (دلیل القائلین لخلق ریاض السالین، باب فضل قیام اللیل، ج 6، ص 637، دارالعرفان للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت)

باب نمبر 320

مَا جَاءَ فِي وَصْفِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا طریقہ)

حدیث: حضرت ابو سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسے ہوتی تھی؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادہ نہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات ادا فرماتے تھے پس تو ان کے حسن و طوالت کا نہ پوچھ، پھر مزید چار رکعات ادا فرماتے پس تو ان کا بھی حسن و طول نہ پوچھ، پھر تین رکعات ادا فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث

حسن صحیح ہے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے جن میں ایک رکعت ملا کر اسے وتر کر لیتے تھے تو جب اس سے فارغ ہوتے تو دائیں کروٹ پر آرام

439- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنِيَّ وَطَوْلِيَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنِيَّ وَطَوْلِيَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَمَّ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

440- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَيْسَى قَالَ:

حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ

وَسُنَّهَا بِوَأَجْدَةٍ، فَإِذَا قَرَعُ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَيَّ فَرَمَاتِي۔

شِقْوَةُ الْأَيْمَنِ
حدیث: مالک نے ابن شہاب سے اسی کی شکل

441۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَوَايَتِي۔

ابن شہاب، نسخوۃ، قال ابو عیسیٰ: ہذا
امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

حدیث حسن صحیح ہے۔

خرق حدیث 439: (صحیح البخاری، حدیث 1147، ج 2، ص 53، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، حدیث 738، ج 1، ص 509، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بلا سنن علی

داؤد، حدیث 1341، ج 2، ص 40، المکتبۃ العصریہ، بیروت، بلا سنن نسائی، حدیث 1697، ج 3، ص 234، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، بلا سنن ابن

باب، حدیث 9، ج 1، ص 120، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

خرق حدیث 440: (صحیح البخاری، حدیث 994، ج 2، ص 25، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، حدیث 736، ج 1، ص 508، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بلا سنن علی

داؤد، حدیث 1336، ج 2، ص 38، المکتبۃ العصریہ، بیروت، بلا سنن نسائی، حدیث 1696، ج 3، ص 234، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

خرق حدیث 441:

باب نمبر 321

منہ

اسی سے متعلقہ ایک باب

442- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 وَكَيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنْ ابْنِ
 عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ أَبُو
 عَوْسَى: نَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو
 جَمْرَةَ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَيْعِيُّ

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ
 رکعات پڑھا کرتے تھے۔
 امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح
 ہے۔ اور ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران الضبعی ہے۔

ترجمہ: 442 صحیح مسلم، ج 1، ص 784، 534، مدارج النبوة (الترجمہ)

باب نمبر 322

منہ

اسی سے متعلقہ ایک اور باب

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں ابو ہریرہ، زید بن خالد اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔
امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے صحیح ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا اعمش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے حوالے سے تیرہ رکعات بمع وتر کے مروی ہیں اور کم از کم نو رکعات بمع وتر کے مروی ہیں۔

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز پڑھتے تو اس سے مانع ہو جاتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آپ پر غلبہ پالیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں بارہ رکعات ادا فرماتے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سعد بن ہشام وہ ابن عامر انصاری ہیں اور ہشام بن عامر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

443- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

444- وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ

الْأَعْمَشِ، نَحْوَ هَذَا، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غِيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنِ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَأَكْثَرُ مَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكَعَةً مَعَ الْوَتْرِ، وَأَقَلُّ مَا وَصَفَ مِنْ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ

445- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ، مَنَعَهُ مِنْ ذَلِكَ النَّوْمُ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ،

بہز بن حکیم سے مروی ہے فرمایا: حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی تھے پس وہ بنی قشیر میں امامت کروایا کرتے تھے تو ایک دن انہوں نے صبح کی نماز میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی ﴿فَإِذَا نَقَرَ فِي النَّاقُورِ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کراون ہے۔ (پارہ 29، سورہ مدثر، آیت 8) تو وہ گرے اور فوت ہو گئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا کہ جو ان کو گھر تک لے کر گئے تھے۔

صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ زَكَاةً قَالَ
ابوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ،
وَسَعْدُ بْنُ هِشَامٍ هُوَ ابْنُ عَامِرِ الْأَنْصَارِيِّ،
وَهِشَامُ بْنُ عَامِرٍ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ
الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَتَابُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ
بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: كَانَ زُرَّارَةُ بْنُ أَوْفَى قَاضِي
الْبَصْرَةِ، فَكَانَ يَوْمٌ فِي بَنِي قَشِيرٍ، فَقَرَأَ يَوْمًا فِي
صَلَاةِ الصُّبْحِ (فَإِذَا نَقَرَ فِي النَّاقُورِ فَذَلِكَ
يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ) (المدثر 8)، خَرَّ مَتِينًا، فَكُنْتُ
بِمَنْ أَحْتَمِلُهُ إِلَى دَارِهِ "

ترجمہ حدیث 443:

ترجمہ حدیث 444:

ترجمہ حدیث 445: (سنن ابی داؤد، حدیث 1342، ج 2، ص 40، المکتبۃ المصریہ، بیروت)

شرح حدیث

صلاة اللیل اور نماز تہجد:

یہ تینوں ابواب (220, 221, 222) صلاة اللیل (یعنی رات کی نفل نماز) کے بارے میں ہیں، صلاة اللیل کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

صلاة اللیل: رات میں بعد نماز عشا جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاة اللیل کہتے ہیں اور رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں مرفوعاً ہے فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر میں بکری دودھ لیتے ہیں اور فرض عشا کے بعد جو نماز پڑھی وہ صلاة اللیل ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص 677، مکتبہ المدینہ، کراچی)

نماز تہجد: اسی صلاة اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو رہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(رد المحتار، کتاب اصلاوة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة اللیل، ج 2، ص 567، 566)

صلاة اللیل اور نماز تہجد کی رکعتیں:

کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبہ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔ "اس حدیث کو نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور منذری نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب صلاة الصلوة، باب تودیع المنزل رکعتین، ج 1، ص 624)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ تک ثابت (ہے)۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبہ المدینہ، کراچی)

ان ابواب میں مذکور جن احادیث کریمہ میں گیارہ (11) رکعتیں پڑھنے کا بیان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تین وتر ادا فرمائے اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد ادا فرمائیں، اور جن احادیث مبارکہ میں تیرہ (13) رکعتوں کا ذکر ہے، اس سے تین وتر، آٹھ رکعت تہجد کی اور دو رکعت فجر کی سنتیں مراد ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوُتْرُ، وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں ادا فرماتے تھے، اس میں وتر بھی ہوتے اور دو رکعتیں فجر کی بھی ہوتیں۔

(صحیح بخاری، کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 51، دار طوق النہار)

اس کے تحت علامہ علامہ یعنی فرماتے ہیں:

اس میں تین وتر ہیں، آٹھ نفل رکعتیں ہیں اور دو رکعت فجر کی سنتیں ہیں، اس طرح یہ کل تیرہ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

(شرح ابی داؤد للحنی، باب فی صلاۃ اللیل، ج 5، ص 239، مکتبہ ارشدیہ)

اور جن احادیث مبارکہ میں نو (9) رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں تین وتر ہیں، چار رکعتیں تہجد کی ہے اور دو رکعتیں فجر کی

(شرح ابی داؤد للحنی، باب فی صلاۃ اللیل، ج 5، ص 254، مکتبہ ارشدیہ)

ہیں۔

الغرض تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔

تہجد کے عادی کے لیے بلا عذر تہجد چھوڑنا مکروہ ہے:

جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اسے چھوڑنا مکروہ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں اٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما کمہ من ترک قیام اللیل، ج 1، ص 390)

نیز بخاری و مسلم وغیرہما میں ہے، ارشاد فرمایا: اعمال میں زیادہ پسند اللہ عز و جل کو وہ ہے جو ہمیشہ ہو، اگر چہ تھوڑا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلت العمل الدائم، ص 394)

صلاۃ اللیل کے فضائل

(1) ترمذی و ابن ماجہ و حاکم بر شرط شیخین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہتے

ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے۔ "تو کثرت سے لوگ حاضر خدمت ہوئے، میں بھی حاضر ہوا،

جب میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ کو غور سے دیکھا پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں۔ کہتے ہیں پہلی بات جو میں

نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی یہ ہے فرمایا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الدُّعَاءَ وَصَلُّوا

بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ يَمَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ترجمہ: اے لوگو! سلام شائع (اس کی جگہ لفظ "عام" زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے

۔ وقتاً) کرو اور کھانا کھاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ

جنت میں داخل ہوگے۔

(جامع الترمذی، ج 4، ص 852، مطبوعہ معطل الہالی، مسند بنی امیہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج 1، ص 423، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، مسند رک علی الحسنین للحاکم، کتاب البر والصلة، ج 4، ص 176، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(2) حاکم نے باقائدہ صحیح روایت کی، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا تھا: ((أَلَيْسَ عَنِّي عَنْ أَمِيرِنَا عَمِلْتُ بِوَدَخَلْتُ الْجَنَّةَ)) ترجمہ: کوئی ایسی چیز ارشاد ہو کہ اُس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہوں؟ اُس پر بھی وہی جواب ارشاد ہوا: ((أَفْسِ السَّلَامَ وَأَطِعِ الطَّعَامَ وَصِلِ الْأَرْحَامَ وَقُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ بِهَاكُمْ ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ترجمہ: سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔

(3) طبرانی کبیر میں باسناد حسن و حاکم باقائدہ صحیح بشرط شیخین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا)) ترجمہ: "جنت میں ایک بالاخانہ ہے کہ باہر کا اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا باہر سے۔" حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ((لَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟)) ترجمہ: یا رسول اللہ (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! وہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: ((لَمَنْ آلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطَعَمَ الطَّعَامَ، وَبَاتَ قَانِمًا وَالنَّاسُ بِهَاكُمْ)) ترجمہ: اُس کے لیے کہ اچھی بات کرے اور کھانا کھلائے اور رات میں قیام کرے جب لوگ سوتے ہوں۔

(الحکم الکبیر للطبرانی، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 13، ص 43، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

اور اسی کے مثل حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الحکم الکبیر للطبرانی، عن ابی مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 3، ص 301، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(4) بیہقی کی ایک روایت حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((يُحْشَرُ النَّاسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنَادَى مُنَادٍ فَيَقُولُ: أَيُّنَ الَّذِينَ كَانَتْ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، فَيَقُومُونَ وَهُمْ قَلِيلٌ، يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ إِلَى الْحِسَابِ)) ترجمہ: قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت منادی پکارے گا، کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب کا ہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔

(شعب الایمان، تحفین اصلاۃ والاشراف، ج 4، ص 538، مکتبہ الرشید للنشر والتوزیع، بیروت)

(5) صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((إِنَّ لِي اللَّيْلَ سَاعَةً لَا يُؤَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِلَيْهِ وَكَذَلِكَ مُكْتَلَبٌ لَهَا)) ترجمہ: رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مرد مسلمان اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بہلائی مانگے، وہ اسے دے گا اور یہ ہر رات میں ہے۔ (صحیح مسلم، باب فی الجملۃ مستجاب فی الدعاء، ج 1، ص 521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) ترمذی حضرت ابوالامامہ ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((عَلَيْكُمْ بِوَعْدِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِلْسَيِّئَاتِ وَمَنْهَكَةٌ لِلْإِثْمِ)) ترجمہ: قیام اللیل کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب (عزوجل) کی طرف قربت کا ذریعہ اور سنیات کا مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا۔ (جامع ترمذی، باب الدعوات، ج 5، ص 553، مطبعہ دار الفکر، بیروت)

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے: ((وَمَطْرَفَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ)) ترجمہ: بدن سے بیماری دفع کرنے والا ہے۔ (جامع ترمذی، باب الدعوات، ج 5، ص 552، مطبعہ دار الفکر، بیروت)

(7) صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مَنْ تَعَارَىٰ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ تَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، أَوْ دَعَا اسْتَجِيبَ لَهُ فَإِنَّ تَوْضُؤًا وَصَلَىٰ قَبْلَتْ صَلَاتَهُ)) ترجمہ: جو رات میں اٹھے اور یہ دعا پڑھے: تَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ رَبِّ اغْفِرْ لِي۔ پھر جو دعا کرے مقبول ہوگی اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔

(صحیح بخاری، فصل من تعارس بالليل، ج 2، ص 54، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 323

مَا جَاءَ فِي مُرُورِ الرُّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلِّ لَيْلَةٍ

اللہ عزوجل کا ہر رات آسمان دنیا پر خاص تجلی فرمانا

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ہر رات آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے حتیٰ کہ رات کا پہلا ٹکٹ گزر جاتا ہے تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کی بخشش کروں پس اللہ عزوجل یوں ارشاد فرماتا رہتا ہے کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ اور اس باب میں حضرت علی بن طالب، حضرت ابو سعید، حضرت رفاعہ جعفی، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو یوسفی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق یہ حدیث بہت وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یوں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل تجلی خاص فرماتا ہے جب رات کا آخری ٹکٹ رہ جاتا ہے۔“ اور وہ روایات میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

446- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلِّ لَيْلَةٍ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَعْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُضِيَءَ الْفَجْرُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَرِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ، وَجَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَعُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَنْزِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَخْرَى وَهُوَ أَصْحُ الرُّوَايَاتِ

ترجمہ حدیث 446: (صحیح البخاری، حدیث 1145، ج 2، ص 53، دار طوق النہایت، ص 758، ج 1، ص 521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

((ہمارے عزوجل ہر رات آسمان دنیا پر خاص جگہ فرماتا ہے)) یہ اس وقت میں دعا کی قبولیت اور سائلین کو عطا کرنے اور بخشش مانگنے والوں کی بخشش کر دینے کے بارے میں خبر دیتا ہے اور اس وقت کی فضیلت پر تنبیہ کرتا ہے اور اس میں دعا و سوال و استغفار کی کثرت پر ابھارتا ہے اور اسی معنی سے ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ((إِذَا تَقَرَّبَ إِلَى عِبْدِي شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِي مُمْشِيًا أَتَيْتُ إِلَيْهِ هَرْوَلَةً)) (ترجمہ: جب بندہ میری جانب ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ذراع (ہاتھ) قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑ کر جاتا ہوں) اور اس میں مسافت سے قریب ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ وہ غیر ممکن اور غیر موجود ہے، یہاں بندے کی جانب سے عمل کے ذریعے سے اور اللہ عزوجل کی جانب سے اجابت و قبولیت کے ذریعے سے قریب ہونا مراد ہے۔

(المعجم شرح الامام جہا فی الدعا، ج 1، ص 357، مطبعہ المصنوعہ مصر)

نزول کا اطلاق اور اس کے معنی:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

جان لو کہ بے شک اترنا و چڑھنا اور حرکت و سکون یہ اجسام کی صفات سے ہیں اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔ اس کے معنی کے بارے میں کہا گیا:

(1) اس کا معنی یہ ہے کہ ہر رات صفات جلال سے صفات رحمت و کمال کی جانب انتقال ہوتا ہے۔

(2) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللطاف الہیہ اور رحمت کا نازل ہونا اور ان کا بندوں سے قریب ہونا ہے۔

(3) یا خواص فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کا نازل ہونا مراد ہے جس وہ رب کی بات کو نقل کرتا ہے۔

(4) ایک قول یہ ہے کہ یہ تشابہات میں سے ہے۔ (شرح اہل داؤد للعینی، باب ای الخلیل، ج 8، ص 222، مکتبہ الرشیدیہ ریاض)

علامہ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

اور نزول کے معنی میں اختلاف اقوال ہے تو بعض نے اس کو اس کے ظاہر اور اس کی حقیقت پر محمول کیا اور وہ فرقہ

مشہور "وائے" ہیں اللہ عزوجل ان کی بات سے بلند و بالا ہے اور بعض نے اس بارے میں وارد احادیث طیبہ کا مجموعی طور پر انکار کیا اور وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور یہ مکابره (حق کا انکار کرنا) ہے، اور تعجب ہے کہ ان لوگوں نے قرآنی آیات کی بھی اسی قسم کی تاویل کی ہے اور انہوں نے احادیث طیبہ میں موجود مضامین کا عناد یا جہل کی بنا پر انکار کیا ہے

اور ایک گروہ نے اللہ عزوجل کو کیفیت و تشبیہ سے منزہ قرار دیتے ہوئے بطریق اجمال اس پر جاری کیا ہے کہ جس پر مومن یہ وارد ہوا ہے اور یہ جمہور سلف ہیں اور اسی کو تنہی وغیرہ نے ائمہ اربعہ، سفیان بن عیینہ، حماد بن، اوزاعی اور لیث وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور ان میں بعض نے اس کی ایسی صورت پر تاویل کی ہے جو کلام عرب میں مستعمل ہے اور ان میں بعض نے تاویل میں زیادتی سے کام لیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ تحریف کی جانب چل پڑتے۔ اور ان میں بعض نے جس کی تاویل قریب اور کلام عرب میں مستعمل ہے اس میں اور جس کی تاویل بعید و مجہور ہے، میں فرق کیا تو انہوں نے بعض میں تاویل کی اور بعض میں تفویض اور یہی امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے اور متاخرین میں سے ابن دقیق العید نے اس پر جزم کیا۔ بیہوشی کہتے ہیں: اور ان میں سب سے زیادہ سلامتی والا وہ ہے جو بلا کیف ایمان ہو اور مراد سے سکوت ہو مگر یہ کہ ایسی بات صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو تو اسی کی جانب پھیرا جائے گا اور اس پر دلیل میں سے یہ بات بھی ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ تاویل معین واجب نہیں ہے لہذا مذہب تفویض زیادہ سلامتی والا ہے۔

(شرح الہاری لابن حجر، باب الدعاء، ج 3، ص 30، دارالعرف، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے اور اس میں علما کے دو مشہور مذہب ہیں، ان کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ ان میں ایک، اور وہ جمہور سلف اور بعض متکلمین کا مذہب ہے کہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے اللہ عزوجل کی شان کے لائق اور اس کا ظاہر جو ہمارے ہاں متعارف ہے وہ مراد نہیں ہے اور مخلوق کی صفات، انتقال، حرکات سے اور مخلوق کی تمام علامات سے اللہ عزوجل کی تنزیہ کا اعتقاد رکھنے ساتھ ساتھ اس کی تاویل میں کلام نہ کرے۔ اور دوسرا اکثر متکلمین اور بہت سے سلف کی جماعت کا مذہب ہے اور وہی امام مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ اس کی اس کے مواقع کے اعتبار سے تاویل وہ کی جائے گی جو اس کی شان کے لائق ہے تو اس بنا پر سلف صالحین نے اس حدیث کی دو تاویلیں کیں ان میں ایک مالک بن انس وغیرہ کی تاویل ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت اور اس کا حکم اور اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے سلطان نے یوں کیا جب اس کے ماتحت اس کی حکم بجالائیں۔ اور دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ استعارہ پر محمول ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ پکارنے والوں کو قبولیت و لطف سے نوازا نا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاۃ اللیل، ج 6، ص 36، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

روایات میں تطبیق ماترجم:

علامہ سبھی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

”((اللہ چارک و تعالیٰ ہر سال آسمان دنیا پر خاص بجلی فرماتا ہے حتیٰ کہ آخری رات کا ٹکٹ باقی رہ جاتا ہے)) اور دوسری روایت میں ہے حتیٰ کہ اول رات کا ٹکٹ گزر جائے اور ایک روایت میں ہے ”جب رات کا ایک حصہ یا دو ٹکٹ گزر جائے۔“ قاضی عیاض فرماتے ہیں: ”روایہ صحیح یہ ہے کہ ”حتیٰ کہ آخر رات کا ٹکٹ گزر جائے۔“ اسی طرح شیوخ الحدیث نے فرمایا اور احادیث کے لفظ و معنی سے یہی ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنی مرادی کے مطابق خاص بجلی فرمانا ٹکٹ اول کے بعد ہو اور یہ فرمان کہ ”جو مجھے پکارے گا“ یہ ٹکٹ اخیر کے بعد ہے۔“ یہ قاضی عیاض کا کلام ہے۔

میں کہتا ہوں: ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دونوں معاملات میں سے ایک کی خبر ایک وقت میں دی گئی ہو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی پھر دوسرے وقت میں دوسرے معاملہ کے متعلق بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر ارشاد فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثوں کو سنا اور دونوں کو نقل فرمایا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فقط ٹکٹ اول کی خبر کو سنا پس انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی خبر دی جیسا کہ مسلم نے اسے روایت اخیرہ میں ذکر کیا اور یہ ظاہر ہے اور اس میں روئے ٹکٹ اول کی روایت کی تضعیف کا، جس جانب قاضی نے اشارہ فرمایا۔ اور کیونکہ وہ اسے ضعیف قرار دیں گے اور اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں دونوں صحابہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا کہ جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔“

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاة اللیل، ج 6، ص 37، وادراجاً ماترجم العربی، بیروت)

رات میں نماز بڑھنے اور سونے کے وقت کی تقسیم کاری کا افضل طریقہ:

جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا، اُسے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف شب میں سونا چاہتا ہے اور نصف جاگنا تو پچھلی نصف میں عبادت افضل ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((بَسُوْا رُبْعًا تَسُوْا رُبْعًا وَتَعْبُدُوْنَ رُبْعًا لَيْلًا اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِمْنٌ يَّبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِيْ، فَاَسْتَجِيبُ لَهُ مِنْ يَسْأَلُنِيْ فَاَعْطِيْهُ مَنْ يَسْتَفْعِرُنِيْ فَاغْفِرْ لَهُ)) ترجمہ: رب مزاجل ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے آسمان دنیا پر تجھی خاص فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دُعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی

بخشش کروں۔ (حج بخاری، باب الدعاء فی الصلاۃ، ج 2، ص 83، دار طوق النجاة، حج مسلم، باب الترتیب، ج 16، ص 521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور سب سے بڑھ کر تو نماز داؤد ہے کہ حج بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَيَّ الْكَلْبُ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.... وَمَعَانِ يَتَنَامُ يَصِفُ اللَّيْلَ وَيَقُومُ نُلُوقَهُ وَيَتَنَامُ مُدْمَمَةً)) ترجمہ: سب نمازوں میں اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے کہ آدمی رات سوتے اور تہائی رات عبادت کرتے پھر چھٹے حصہ میں سوتے۔

(حج بخاری، باب احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد، ج 4، ص 160، مطبوعہ دار طوق النجاة، حج مسلم، باب انبی من سوا الخ، ج 2، ص 816، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 324

مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ بِاللَّيْلِ

رات میں قراءت کرنا

حدیث: حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم آہستہ آواز میں تلاوت کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اس کو سنا رہا تھا، جس سے میں مناجات کر رہا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تھوڑی آواز بلند کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے؟ تو انہوں نے عرض کیا: میں سوتے ہوئے کو چگانا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تھوڑی آواز کم رکھو۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت ام ہانی، حضرت انس، حضرت ام سلمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس حدیث کو صرف یحییٰ بن اسحاق نے حماد بن سلمہ سے مندر روایت کیا ہے اور اکثر حضرات نے اس حدیث کو ثابت سے بواسطہ عبد اللہ بن ربیع مرسل روایت کیا ہے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں ایک آیت کے

447- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَخْفِضُ مِنْ صَوْتِكَ، فَقَالَ: إِنِّي أَسْمَعُ مَنْ نَاجَيْتُ، قَالَ: أَرْفَعُ قَلِيلًا، وَقَالَ لِعُمَرَ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَرْفَعُ صَوْتَكَ، قَالَ: إِنِّي أَوْقِظُ الْوَسْطَانَ، وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ، قَالَ: اخْفِضْ قَلِيلًا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ هَانِئٍ، وَأَنْسِ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَإِنَّمَا أَسْنَدُهُ يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ إِنَّمَا رَوَوْا هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ مُرْسَلًا.

448- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ

الْبَهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمِ الْقَلْبَدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ،

ذریعے قیام فرمایا۔ امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن فریب ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہما سے

مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی قراءت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیسی تھی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سری قراءت کیا کرتے تھے یا جہری؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح قراءت فرمایا کرتے تھے کبھی سری قراءت فرماتے اور کبھی جہری۔ تو میں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے اس معاملہ میں وسعت عطا فرمائی۔ امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن فریب ہے۔

قَالَتْ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَتِهِ مِنْ الْقُرْآنِ لَيْلَةً قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

449- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا

الْثَّمِثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ فَقَالَتْ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا أَسْرَّ بِالْقِرَاءَةِ، وَرُبَّمَا جَهَرَ، فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ترجمہ حدیث 447: (سنن ابی داؤد حدیث 1329، ج 2، ص 37، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 448:

ترجمہ حدیث 449: (سنن ابی داؤد حدیث 1437، ج 2، ص 68، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

سنن ابی داؤد میں اس حدیث پاک کے جو الفاظ ہیں ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نماز میں قراوت کرنے کا ذکر ہے، اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

”((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آہستہ آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کے پاس سے گزرے تو بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے فرماتے ہیں)) حضرت ابو قتادہ ((جب دونوں حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اکٹھے ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی)) کیونکہ ان پر شہود و مجال کا غلبہ تھا اس وجہ سے یہ عرض کی ((یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے سنا تا ہوں جس سے میں مناجات کرتا ہوں)) یہ جواب آہستہ مناجات کرنے کی علت کو حضمین ہے یعنی میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ سنتا ہے لہذا آواز بلند کرنے کی طرف توجہ تھی نہیں ہے۔ ((اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے عرض کیا)) کیونکہ ان پر بیت و جلال کا غلبہ تھا، اس وجہ سے عرض کیا ((یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیدار کرتا ہوں)) یعنی متنبہ کرتا ہوں ((سونے والوں کو)) یعنی وہ سونے والے جو اپنے نیند میں مستغرق نہیں ہوتے ((اور میں جھٹکتا ہوں)) یعنی دور کرتا ہوں ((شیطان کو)) اور رحمن کے ذکر سے غافل کرنے والے اس کے وسوسہ کو۔

ان دونوں کے مرتبہ اور مقام کے فرق کے بارے میں غور و فکر کرو، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کی اپنے فعل اور حالت کے حوالے سے اچھی نیت تھی کہ پہلی ہستی کو مرتبہ جمع حاصل ہے اور دوسری کو حالت فرق حاصل ہے اور اکمل حالت وہ جمع کی حالت ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مبارکہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی اس پر رہنمائی کی اور ان حضرات کے لئے اس جانب اشارہ فرمایا۔

((نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)) طیب حاذق ہونے اور ایسے حبیب مشفق ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا ہے ((اے ابو بکر اپنی آواز کو کچھ اونچا کرو)) یعنی تمہارا نام کہ سامع تجھ سے فائدہ اٹھائے اور ہدایت چاہنے والا نصیحت حاصل کرے اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر توحید کا حراج غالب ہے جو گرم اور گھر میں اللہ کے ماسوا کو جلانے والا ہے تاکہ آپ کے لئے مقام جس شہودی حاصل ہو یاں طور کہ وحدت آپ کو کثرت سے محبوب نہ کرے اور نہ خلق آپ کو حق سے محبوب

کرے اور یہ مراتب میں سب سے اعلیٰ ہے اور وہ افضل المناصب ہے جو رسول کرام میں اسلام کا وظیفہ اور عظیم اولیائے کالمین تابعین کا طریقہ ہے۔

((اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اپنی آواز کچھ آہستہ رکھو)) یعنی تھوڑی تا کہ نمازی یا معذور سونے والا تمہاری وجہ سے تشویش میں نہ پڑے اور اس حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا مزاج معتدل ہو جائے کیونکہ طبیعت کی خشک میں توحیدی شہد ملانے کا حکم دیا کہ جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اور مناجات کو استعمال کرنے وہ جو کہ ارباب حالات اور اصحاب مقامات کے ہاں عبادت کی لذت اور طاعات کا خلاصہ ہے۔ اللہ ان کی خواہشات اور حاجات کا ذوق ہمیں بھی عطا فرمائے۔ طبی کہتے ہیں: اس کی نظیر اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَالِفُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ (پارہ 15، ص 110) اس آیت (آیت 110) گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو فرمایا: اپنے رب کی مناجات سے تھوڑا سا نزول کرو اور اپنی قرابت میں سے لوگوں کے لئے کچھ حصہ مقرر کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم تھوڑا مخلوق سے پابندی اختیار کرو اور اپنے لئے اپنے رب کی مناجات سے بھی کچھ حصہ مقرر کرو۔

(مرآة العافی، باب صلاة الليل، ج 3، ص 911، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"لوگوں کا اختلاف ہے کہ دونوں مقاموں سے کون سا افضل ہے؟ مولیٰ مزدجل کے ساتھ سری مناجات کرنا یا جہری، جہری اس بنا پر کہ اس میں غافل کو بیدار کرنے اور دشمن کو بھگانے کی بنا پر دگنا اجر ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "تم اپنی آواز کو اونچا رکھو۔" حتیٰ کہ سننے والا تمہاری اقتدا کرے اور یہ ان کی خلوص نیت اور ریاضت سے سلامتی کی بنا پر تھا اور ان اس بات کی تصدیق تھی کہ "میں جس سے مناجات کرتا ہوں اسے سنا تا ہوں۔" اور ان کے علاوہ کے لئے سر کرنا افضل ہے کیونکہ وہ (سر) اخلاص کے زیادہ قریب ہے اور آفات سے زیادہ سلامتی والا ہے۔" (شرح الیاد للعلینی، باب فی رفع الصوت، ج 5، ص 235، مکتبۃ الرشیدیہ)

ایک آیت سے قیام:

جس ایک آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ آیت مبارکہ ہے: ﴿إِنْ تَعْلَمْنَهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ حیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی میں ہے: ((قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَيِّهِ حَتَّى أَصْبَحَ يَرُدُّهَا وَأَنَّ بَيْنَهُمَا))

تَعْلِيْمُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَكَانَ تَفْقِيْرُهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿ (المائدہ 118)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت سے قیام فرمایا حتیٰ صبح تک اسے بار بار پڑھتے رہے اور آیت یہ ہے (اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا)

(سنن ابن ماجہ، باب اجماعی القراءۃ فی صلاۃ الفجر، ج 1، ص 429، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، سنن نسائی، ترمذی، ج 2، ص 177، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

ایک بڑی آیت سے واجب ادا ہو جاتا ہے:

اس مذکورہ حدیث میں موجود آیت پاک کے پڑھنے سے عند الاحناف بالاتفاق قراءت کا واجب ادا ہو جائے گا کیونکہ اس آیت میں حروف کی تعداد تیس (30) سے زیادہ ہے، اس حکم کی تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کے نزدیک فرض کی پہلی دو رکعتوں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کا ملانا واجب ہے، اور ایک بڑی آیت کی مقدار علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی تحقیق کے مطابق کم از کم 30 حروف پر مشتمل ہونی چاہیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹی لگا تار تین آیات میں تیس (30) حروف ہیں، اور وہ آیات یہ ہیں: ﴿ثُمَّ نَظَرُوا ثُمَّ عَبَسَ وَبَسُوا ثُمَّ أَدْبَرُوا وَامْتَنَبَرُوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر نظر اٹھا کر دیکھا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

(سورۃ المدثر، آیت 21-23)

(رواجز، واجبات الصلاۃ، ج 1، ص 458، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس کے تحت لکھتے ہیں:

اگر مراد مقروءات (پڑھے جانے والے حروف) ہیں تو یہ 29 ہیں، ثم میں موجود میم کو دو حرف مانتے ہوئے اور ہمزہ کو ساقل کرتے ہوئے۔ بلکہ اقرب الی الصواب چھبیس (26) حروف ہیں کہ عند التحقيق مشدوا یک حرف ہے، اور اگر مکتوبات (لکھے جانے والے حروف) مراد لیں تو یہ ستائیس حروف ہیں کہ ہر میم کو ایک حرف بنا لیں گے اور ہمزہ کا اعتبار کریں گے، اور ظاہر اول (مقروءات کا اعتبار) ہے کیونکہ یہاں نظر تلاوت کی طرف ہے۔

(جدالہ تاریخ، ج 3، ص 137، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ شامی نے جو کہا تھا کہ (اس سے چھوٹی لگا تار تین آیات نہیں پائی جاتیں) اس کے تحت اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: کیوں نہیں، ان تین آیات: ﴿ثُمَّ نَظَرُوا وَوَدَّعُوا وَوَدَّعُوا﴾ (سورۃ المدثر، آیت 2 تا 4) میں پڑھنے کے اعتبار سے اٹھائیس حروف ہیں، اور لکھنے کے اعتبار سے پچیس حروف ہیں، اور ان تین آیات ﴿وَوَدَّعُوا وَوَدَّعُوا وَوَدَّعُوا﴾ (سورۃ المدثر، آیت 2 تا 4) میں پڑھنے کے اعتبار سے پچیس (25) حروف ہیں اور لکھنے کے اعتبار سے

چھبیس (26) حروف ہیں، لہذا انکیس (25) حروف پر حکم ہونا چاہیے، چاہے مقروءات مراد لیں اور یہی زیادہ لائق ہے، چاہے مکتوبات مراد لیں۔
(ہدایہ ص 33، ص 137 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوافل میں جہری اور سری قراءت کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

”نوافل اگر دن میں پڑھے تو سری قراءت کرے اور اگر رات میں ہو تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو سری قراءت کرے اور اگر چاہے تو جہری اور جہر افضل ہے کیونکہ نوافل فرائض کے تابع ہیں اور فرائض میں بھی حکم اسی طرح ہی ہے حتیٰ کہ اگر جماعت کے ساتھ ادا کئے جائیں جیسا کہ تراویح میں ہوتا ہے تو جہر واجب ہے اور اسے اختیار نہیں ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز ادا کرتے تو پردے کے پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سنی جاتی۔“ اور مروی ہے کہ ”بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور آپ رضی اللہ عنہ رات میں تہجد ادا فرما رہے تھے اور سری قراءت فرما رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ تہجد ادا فرما رہے تھے اور جہری قراءت فرما رہے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ تہجد ادا فرما رہے تھے اور ایک سورت سے دوسری سورت کی جانب منتقل ہو رہے تھے تو جب انہوں نے صبح کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ہر ایک سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کے متعلق سوال کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ”میں اسے سنا تا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں۔“ اور عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ”میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں۔“ اور بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ایک باغ سے دوسرے باغ کی جانب منتقل ہوتا ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! اپنی آواز کو کچھ بلند رکھو، اور اے عمر! اپنی آواز کو کچھ پست رکھو اور اے بلال! جب تم کوئی سورت شروع کرو تو اسے مکمل کرو۔“

(بدائع الصنائع، فصل الواجبات الاصلیہ فی الصلاۃ، ج 1، ص 161، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

”تہجد پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی تہجد کی نماز میں قرآن کا ایک جز تلاوت کرے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے اور اسے جہری قراءت اور سری قراءت کے درمیان اختیار ہے لیکن اگر جہر سے قراءت کرنے میں زیادہ

نشاط ہو یا وہ شخص موجود ہو جو اس کی قراءت توجہ سے سنے یا اس سے لطف پائے تو جہر کرنا افضل ہے اور اگر اس کے قریب کوئی ایسا ہو جو تہجد پڑھ رہا ہو یا وہ جو اس کی آواز کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہو تو سری قراءت اولیٰ ہے اور اگر نہ یہ ہونہ وہ تو وہ جو چاہے کرے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں: میں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح قراءت فرمایا کرتے تھے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سری قراءت کرتے تھے اور کبھی جہری۔“ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ طَوْرَهُ وَيَخْفِضُ طَوْرَهُ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بلند آواز سے قراءت فرماتے تھے اور کبھی پست آواز سے قراءت فرماتے تھے) اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ قَدْرَ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اتنی اونچی ہوتی تھی کہ حجرہ میں موجود شخص اسے سنتا تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں ہوتے تھے) ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ يُصَلِّي، يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ: فَلَمَّا اجْتَمَعْنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ: إِنِّي أَسْمَعُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ارْفَعْ قَلِيلًا. وَقَالَ لِعُمَرَ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ. قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْقِظْ الْوَسْطَانَ وَأَطْرِدِ الشَّيْطَانَ. قَالَ: اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما آہستہ آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور آپ رضی اللہ عنہما اونچی آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: توجہ دونوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اکٹھے ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے ابو بکر میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم آہستہ آواز میں نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے عرض کی کہ بے شک میں اسے سنتا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم آواز تھوڑی اونچی رکھو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں آپ کے پاس سے گزرا اور آپ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: تو انہوں نے عرض کیا کہ میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں، تو ارشاد فرمایا: اپنی آواز کو کچھ پست رکھو) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ((اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السُّتْرَ، وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كَلِمَتَكُمْ مَنَاجِرَ رَبِّهِ، فَلَا يُؤْذِنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعُ بَعْضُكُمْ

عَلَى بَعْضِ فِي الْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں احکاف فرمایا تو صحابہ کرام علیہم السلام کو سنا کہ وہ مسجد میں جہری قراءت کر رہے ہیں تو آپ نے پردہ اٹھایا اور ارشاد فرمایا: خبردار تم میں ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو تمہارا بعض دوسرے بعض کو اذیت دے اور قراءت میں ایک دوسرے سے بلند آواز نہ کرے یا فرمایا نماز میں بلند نہ کرے۔ (ابوداؤد نے اسے روایت کیا۔)

(اصحیٰ لابن قدامہ فصل بفتح بن قدامہ ج 2، ص 103، مکتبہ المدینہ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مفلح حبلی (متوفی 763ھ) فرماتے ہیں:

"اصح قول کے مطابق دن میں جہری قراءت مکروہ ہے..... اور رات میں وہ مصلحت کی رعایت کرے۔"

(الفرع صحیح الفروع، مصلیٰ اللیل فصل، ج 2، ص 402، نمبر 402، مکتبہ المدینہ)

شواہع کا موقف:

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 672ھ) فرماتے ہیں:

"دن کے نوافل میں سری قراءت کرنا بلا اختلاف مسنون ہے اور تراویح کے علاوہ رات کے نوافل تو صاحبِ تہمتہ فرماتے ہیں: اس میں جہر کی جائے گی اور قاضی حسین اور صاحبِ تہذیب کہتے ہیں: جہری اور سری کی درمیانی حالت اختیار کی جائے گی۔ بہر حال فرائض کے ساتھ کی سنن راتہ میں ہمارے اصحاب کے اتفاق کے پیش نظر سری قراءت کی جائے گی۔ اور قاضی عیاض نے شرح مسلم میں بعض سلف سے صبح کی سنتوں میں جہر کو نقل کیا ہے اور جمہور سے "سر" مزوی ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، فی علم النوافل فی البحر، ج 3، ص 391، مکتبہ المدینہ)

مالک کا موقف:

علامہ ابو الظاہر ابراہیم بن عبد الصمد المتونخی مالکی (متوفی 536ھ) فرماتے ہیں:

"نوافل میں سر اور جہر کا حکم: نوافل کی صفات میں سے سری اور جہری قراءت کرنا بھی ہے اور رات میں نوافل میں جہر کرنا بلا خلاف مکروہ نہیں ہے۔ اور دن کے نوافل میں جہری قراءت کی کراہت میں دو اقوال ہیں اور کراہت کا قول فرائض پر قیاس کرتے ہوئے ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ ((صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ)) (ترجمہ: دن کی نماز گوگی ہے۔) اور یہ عموم ہے جو نوافل اور فرائض کو شامل ہے اور جو جواز کے قائلین ہیں تو ان کے ہاں حدیث کو فرائض پر مقصر کیا جائے گا اور رات کے نوافل پر قیاس کرتے ہوئے جواز کا قول کیا جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب تک اسے ایسی حالت عارض نہ ہو جو جہر سے مانع ہو اور وہ اس کے ساتھ نیت کا فساد ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے نوافل میں سری قراءت کیا کرتے

تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جہر کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے فعل کے موجب کے متعلق پوچھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اسے سنا تا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں اور فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے فعل کی تحسین فرمائی اور جب متفعل کا فعل و قصد اس مقصود کے مناسب ہو تو اس کو دن اور رات میں سری اور جہری قراءت کرنا جائز ہے۔

(الصحیح علی سہادۃ الوجہ، حکم النجیر والاسرار باللہ، ج 1، ص 493، دار ابن تزم، بیروت)

باب نمبر 325

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَلَاةِ التُّطُوعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: تمہاری افضل نماز تمہارے گھروں میں ہے سوائے فرض نماز کے۔

اور اس باب میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت

جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوسعید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت

عبد اللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود

اور حضرت زید بن خالد الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع سے بھی

روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت زید

بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق محدثین

نے اس حدیث کی روایت میں اختلاف کیا ہے پس موسیٰ بن

عقبہ اور ابراہیم بن ابوالضر نے ابوالضر سے مرفوعاً حدیث

روایت کی ہے۔ اور مالک نے اس حدیث کو ابوالضر سے

روایت کیا لیکن انہوں نے اسے مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے۔

اور بعض نے اسے موقوف رکھا اور حدیث مرفوع زیادہ صحیح

451- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا قَالَ أَبُو عَمْرِو: هَذَا حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ

-۶-

ترغیب ص 450: (صحیح البخاری ص 731، ج 1، ص 147، دار فہم القادسیہ ص 781، ج 1، ص 539، جامع الترمذی، بیروت، سن 1411ھ)

داؤد ص 1044، ج 1، ص 274، المکتبۃ المصریۃ، بیروت، سن 1411ھ، ص 33، ج 1، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود ہدرا الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اپنی نمازیں اپنے گھروں میں ادا کرو)) اس کا معنی یہ ہے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبور کی طرح نہ بناؤ کہ جن میں نماز نہیں ہوتی اور اس سے مراد نفل نماز ہے یعنی نوافل اپنے گھروں میں ادا کرو۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے بعض فرض اپنے گھروں میں پڑھو تا کہ جو بچے اور عورتوں، مریض اور ان کی مثل افراد مسجد تک نہیں جاسکتے وہ تمہاری اقتدا میں نماز ادا کریں۔ فرمایا: اور جمہور کہتے ہیں: بلکہ وہ نوافل کے بارے میں ہے، ان کو چھپانے کی وجہ سے۔ اور دوسری حدیث میں ہے: آدنی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہے سوائے قرآن کے۔

میں کہتا ہوں کہ پس پہلی تقدیر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں لفظ "میں" زائد ہے اور تقدیر میں عبارت یوں ہوگی کہ "اپنی نمازوں کو اپنے گھروں میں پڑھو" اور اس سے مراد نوافل ہوں گے۔ اور دوسری تقدیر پر لفظ "میں" جمعیت کے لئے ہوگا اور معنی یہ ہوں گے اپنی بعض فرض نمازوں کو اپنے گھروں میں ادا کرو۔ اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ "میں" مطلقاً جمعیت کے لئے ہے اور نماز سے مراد مطلقاً نماز ہے اور معنی یہ ہوں گے: "اپنی بعض نمازوں کو اور وہ نماز مطلقہ میں سے نفل نماز ہے اپنے گھروں میں ادا کرو۔" اور مطلق نماز، فرض و نفل دونوں کو شامل ہے، علاوہ ازیں اصح یہ ہے کہ کلام مثبت میں زائد "میں" کالانا ممنوع ہے۔ اور کلام کو فرض پر محمول کرنا جائز نہیں نہ کل پر نہ بعض پر۔ کیونکہ اس حدیث پاک میں گھر میں نفل پڑھنے پر ابھارنا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ پوشیدگی اور ریا سے دوری ہے..... اور تا کہ گھراش کی برکت سے متبرک ہو جائے اور اس میں رحمت اور فرشتے نازل ہوں اور شیطان دور ہو جائے۔

((اور گھروں کو قبور نہ بناؤ)) یہ مبالغہ کے لئے حرف تشبیہ کو حذف کرنے کی بنا پر تشبیہ بلیغ بدیع کے قبیل سے ہے اور وہ جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے اس کو تشبیہ دینا ہے اس مکان سے کہ جس میں میت سے عبادت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور ایک جماعت علمائے اس حدیث سے قبرستان میں نماز ادا کرنے کی ممانعت پر تاویل کی ہے۔ اور سفاقی نے اس تاویل کو بخاری کی جانب منسوب کیا ہے اور یہ تاویل بعید ہے اور صحیح وہ ہے کہ جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں نفل نہیں پڑھا کرتے تھے ان میں حضرت حذیفہ، سائب بن یزید، ربیع بن خثیم اور سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور اسی سے

ہمارے علمائے اخذ کیا ہے کہ فرائض کے علاوہ افضل گھر میں پڑھنا ہے۔ اور ترمذی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المكتوبة)) (تمہاری نمازوں میں افضل نماز تمہارے گھروں کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور طبرانی نے عبدالرحمن بن سابط کی حدیث سے وہ اپنے والد سے وہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ((وروا بیوتکم بذكر الله وکثروا فیہا تلاوة القرآن ولا تتخذوها قبورا کما اتخذها اليهود والنصارى)) (اپنے گھروں کو اللہ عزوجل کے ذکر سے منور کرو اور اس میں تلاوت قرآن کی کثرت کرو اور انہیں نے قبور بناؤ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے انہیں قبور بنا لیا۔

اور ابن ابی شیبہ نے سند جید سے روایت کیا کہ حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورا)) (اپنے گھروں میں نماز ادا کرو اور انہیں قبور نہ بناؤ) اور اسی طرح انہوں نے ذوالجناحین کی اولاد سے جعفر بن ابراہیم سے روایت کی: مجھ سے علی بن عمر نے بیان کیا وہ اپنے والد سے، وہ علی بن حسین سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے وہ اسے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ((لا تتخذوا قبری عیداً ولا بیوتکم قبوراً)) (میری قبر کو عید نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبور بناؤ۔) (شرح ابی داؤد اللیثی، باب ملاء الرمل، ج 4، ص 351-353، مکتبہ الرشیدیہ)

سنن و نوافل گھر میں پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ:

سوال: سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رافض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

جواب: تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مکدہ ہوں یا غیر مکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((علیکم بالصلوة فی بیوتکم فان غیر صلوة المرء فی بیته الا المكتوبة)) رواہ البخاری و مسلم۔ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں: ((صلوة المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجدی هذا الا المكتوبة)) رواہ ابوداؤد۔ نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ لاکھ آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم في صحيحه وابوداؤد في السنن واللفظ لمسلم عن عبد الله بن شقيق قال سألت عائشة رضي الله تعالى عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تطوعه فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر اربعة ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ويصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين، ثم ذكرت صلوة الليل والوتر التي ان قالت وكان اذا طلع الفجر صلى ركعتين زاه ابوداؤد ثم يخرج فيصلي بالناس صلوة الفجر۔

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے، مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لا کر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ سنن ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا، صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں، غیبی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأيت الناس في زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعا حتى لا يبقى في المسجد احد كانهم لا يصلون بعد المغرب حتى يصيرون الى اهلهم۔ فتح القدير میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے کوٹتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔ اسے عرج ابو داؤد والترمذی والنسائی عن سعید بن جبیر بن عجلون عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لیس داؤد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قظوا صلواتہم رافع یسبحون بعدها فقال ہذا صلوة البیوت ولنظ الترمذی والنسائی علیہم بہذہ الصلوۃ فی البیوت ولین ماجہ لورکعوا ہاتین الرکعتین فی بیوتکم۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور لیکن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنوعبدالاشہل مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انہیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے، ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ہر گاہ تمام کر دند مرد نماز فرض دادید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں دا کہ نماز نقل می گزارند کہ مراد بوج سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نقل نماز خانہ است کہ در خانہ باید گزارند نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نقل غیر فرض در خانہ بگزارند همچنین بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسببہ یا عند خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفته اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعضے گفته اند کہ عاصی می گردد و از جہت مخالفت امر کہ ظاہر شد در وجوب است و جمہود ہر آنند کہ امر ہر آنست است الخ۔ جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلقاً نماز نقل گھروں کی نماز ہے انہیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنیٰ ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر و جوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مر عن الشیخ وبمشلہ قال العلامة ابن امیر الحاج فی شرح المنیة (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی شکل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ ت) معہذا ترک احیانا منافی سنیہ و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت و جوب کما فی البحر وغیرہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی سب سنن مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فروضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" کما مر کل ذلك (جیسا کہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد نبی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے: والافضل فی عامة السنن والنوافل المنزل وهو المروى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے: عامتهم علی اطلاق الجواب کعبارة الكتاب وبه افتی الفقیہ ابو جعفر قال الا ان یستحی ان یشغل عنها اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت۔ عام فقہانے عبارت کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے اسی پر یہ کہتے: "لے فتویٰ دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بنا پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)

شرح صفیر میں ہے: ثم السنة فی سنة الفجر وكذا فی سائر السنن ان یاتی بها اما فی بیتہ وهو الافضل، او عند باب المسجد واما السنن التي بعد الفریضة فان ان تطوع بها فی المسجد فحسن و تطوعه بها فی البیت افضل، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جميع النوافل ماعد التراويح وتحية المسجد الافضل فیها المنزل كما روى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه كان یصلی جميع السنن والوتر فی البیت ہ ملخصاً۔ پھر سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہ ہی افضل ہے یادروا زہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنن جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن

کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اہ تلخیصاً (ت) اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے پونہی ہمیں حکم فرمایا تو بیجا مال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں، بالجملہ اصل حکم استنباطی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادہ ادا دائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

قال تبارک و تعالیٰ و نکتہ ما قدموا و اثارہم و کل شیء احصینہ فی امام مبین۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شیء کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلواتی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و امتکار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استنباطی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرتجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں: العروج عن العادة شهرة و مکروه (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(ناری رضویہ ج 7، ص 410-411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

أَبْوَابُ الْوُثْرِ

باب نمبر 326

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْوُتْرِ

وتر کی فضیلت

حدیث: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایسی نماز کے ذریعے مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وتر کی نماز ہے، اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک رکھا ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت بریدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے، اسے ہم صرف یزید بن حبیب کی روایت سے ہی جانتے ہیں اور تحقیق بعض محدثین کو اس کے بارے میں وہم ہوا تو انہوں نے کہا: "عبد اللہ بن راشد ذرقی" اور وہ وہم ہے۔ اور حضرت ابو بصرہ غفاری کا نام جمیل بن بصرہ ہے اور بعض نے کہا جمیل بن بصرہ اور وہ صحیح نہیں ہے۔ ابو بصرہ غفاری ایک دوسرا شخص (بھی) ہے جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور حضرت ابو ذر کے بھائی کا بیٹا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَاشِدِ الزُّرْقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُرَّةَ الزُّرْقِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حَذَافَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّ اللَّهَ أَمَدُكُمْ بِصَلَاةٍ يَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ: الْوُتْرُ، جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ" وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ خَارِجَةَ بْنِ حَذَافَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَقَدْ وَهَمَ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَاشِدِ الزُّرْقِيِّ، وَهُوَ وَهْمٌ، "وَأَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ اسْمُهُ حُمَيْلُ بْنُ بَصْرَةَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: جَمِيلُ بْنُ بَصْرَةَ، وَلَا يَصِحُّ، وَأَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ رَجُلٌ آخَرُ يُرْوَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَهُوَ ابْنُ أُجَيْبِ أَبِي ذَرٍّ

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((ان اللہ لکم)) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال میں زیادہ کر دیا، یہ "مَدَّ الْجَهَنَّمَ وَأَمَدَّهُ" سے ہے جس کا معنی ہے لشکر زیادہ ہوا۔ اصل یہ ہے کہ مزید علیہ مزید کی جنس سے ہو (لہذا اور بھی واجب و ضروری ہوں گے، اگرچہ فرض سے درجہ میں کم ہوں گے کہ ظنی دلائل سے ثابت ہیں، ہاشم)، علامہ طیبی اس کے تحت کہتے ہیں: یعنی تمہارے لیے زیادہ کیا جیسا کہ بعض روایات میں ہے ((صلوٰۃ)) منافع میں ہے: امداد کہتے ہیں کہ ثانی پہلے کی اتباع میں آئے اس کی تقویت اور تاکید کے لیے۔ ((یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے)) نعم کا یہاں معنی ہے اونٹ، یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے، یہ اہل عرب کی ترغیب کے فرمایا کہ یہ ان کے نزدیک عزیز ترین اموال میں سے ہیں، لہذا یہ اس سے کناہ ہوگا کہ یہ تمام دنیا سے بہتر ہیں کیونکہ ذخیرہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ ((اور یہ وتر کی نماز ہے، اور اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک رکھا ہے۔)) علامہ ابن الملک نے کہا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر کی عشاء کے فرضوں پر تقدیم جائز نہیں۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ "وقت عشاء میں" تاکہ وتر کی عشاء کے فرضوں پر تقدیم کا وہم نہ ہو، مزید یہ کہ زیادت مزید فیہ کے کمال کے بعد ہوگی اور وہ مزید فیہ میں کمال نماز عشاء کی ادائیگی ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الوتر، ج 3، ص 947، دار الفکر، بیروت)

علامہ سبکی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"((حمر النعم)) اس سے مراد سرخ اونٹ ہیں اور یہ عرب کے بہترین اموال میں سے ہیں، وہ شے کی نفاست میں اسے ضرب المثل کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ سرخ اونٹ اس سے بڑھ کر ہیں، چچھے یہ بیان گزر چکا ہے کہ امور آخرت کی دنیا کے سامان کے ساتھ تشبیہ صرف تقریب افہام کے لیے ہوتی ہے ورنہ آخرت کا ایک ذرہ جو کہ باقی رہنے والا ہے دنیا و ما فیہا سے بلکہ اس جیسی کئی دنیاؤں سے بہتر ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 15، ص 178، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 327

مَا جَاءَ أَنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ

وتر لازمی نہیں ہیں

حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے

: وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں اور فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے اور وتر سے محبت فرماتا ہے تو اے اہل قرآن وتر کی نماز پڑھو۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن

مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہیں لیکن یہ سنت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم سے اس حدیث پاک کو

عبدالرحمن بن مہدی نے ابوالحق سے بواسطہ سفیان بیان کیا۔ اور یہ ابو بکر بن عیاش کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور تحقیق منصور بن معتمر نے ابوالحق سے ابو بکر بن عیاش کی روایت کی مثل روایت کیا۔

453 حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا

أَبُو بَكْرِ بْنِ عِيَّاشٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ ،

عَنْ عَصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ : الْوِتْرُ

لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوبَةَ ، وَلَكِنْ سَنَّ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ

وَتَرٍ يَجِبُ الْوِتْرُ ، فَأُوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ وَفِي

الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، وَابْنِ مَسْعُودٍ ، وَابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ ابُو عَيْسَى : حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ

حَسَنٌ وَزَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، وَغَيْرُهُ ، عَنْ

أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ ، عَنْ

عَلِيٍّ ، قَالَ : الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَهَيْئَةِ الصَّلَاةِ

الْمَكْتُوبَةِ ، وَلَكِنْ سَنَّهُ سَنَّمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ

سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، وَهَذَا أَصْحَحُ مِنْ

حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عِيَّاشٍ ، وَقَدْ زَوَى

مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَ

رِوَايَةِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عِيَّاشٍ

وتر کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، تفصیل درج

ذیل ہے:

عند الاحناف:

علامہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی الرغبانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

"نماز وتر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے، اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے کیونکہ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی اور اس لیے کہ اس کے لیے اذان نہیں کہی جاتی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث پاک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إن الله تعالى زادكم صلاة ألا وهي الوتر فصلوها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر)) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز کو زائد فرمایا ہے اور سن لو کہ ووتر کی نماز ہے تو اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان پڑھو۔) یہ امر ہے اور امر و وجوب کے لیے آتا ہے۔ اسی وجہ سے بالا جماع اس کی قضا واجب ہے۔ اس کے منکر کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وجوب کا ثبوت سنت سے ہے اور امام اعظم سے جو اس کے سنت ہونے کا قول مروی ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے اور اسے عشاء کے وقت ہی میں ادا کیا جاتا ہے لہذا عشاء کی اذان و اقامت ہی اس کے کافی ہے۔"

(الہدایۃ فی شرح بدایۃ الہتدی، باب صلاۃ الوتر، ج 1، ص 66، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عند المالکیہ:

علامہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

"(نماز وتر سنت مؤکدہ ہے) ابن یونس، وتر سنت مؤکدہ ہیں کسی کے لیے اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔"

(الترغیب والترہیل، باب فی صلاۃ الفجر، ج 2، ص 384، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عند الشوافع:

علامہ محمد بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"نماز وتر ہمارے نزدیک بخیر اختلاف کے سنت ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ الفجر، ج 4، ص 12، دار الفکر، بیروت)

عمر الحجابیہ:

علامہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

"نماز وتر سنت مؤکدہ ہے، امام احمد بن حنبل سے اس بارے میں نص ہے، امام احمد نے فرمایا: جس نے وتر کو ترک کیا تو وہ بڑا کرنے والا ہے، اور مناسب ہے کہ اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، امام احمد نے اس سے وتر کی تاکید میں مبالغہ مراد لیا ہے، اس سے وجوب مراد نہیں لیا کہ حنبلی کی روایت کے مطابق انہوں نے صراحت کی ہے، فرمایا کہ وتر فرض کی منزلت میں نہیں، لہذا اگر چاہے تو قضا کرے اور اگر چاہے تو قضا نہ کرے۔" (الشرح الکبیر، مسئلہ ۱۰۷۲ و ۱۰۷۳، ج ۱، ص 706، دارالکتب العربیہ للشرع والنزاع)

وتر کے وجوب پر دلائل

(1) مستدرک میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(2) حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوُتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ الْحَدِيثِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر حق ہے، واجب ہے۔ (مستدرک، ج 5، ص 67، مکتبہ العلوم، المدینہ المنورہ)

(3) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ أَبِي دَاوُدَ فِي إِنْ الْفَاظَ كَمَا تَهْتَدُ بِهِ: ((الْوُتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ الْمُسْلِمِ)))) ترجمہ: وتر حق ہیں ہر مسلمان پر۔ (سنن ابی داؤد، باب کم الوتر، ج 2، ص 62، مکتبہ احصیہ، ہمدان)

یہی حدیث پاک امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" اور "المعجم الاوسط" میں ان الفاظ سے نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَفَعَهُ قَالَ: الْوُتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)) ترجمہ: حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، ارشاد فرمایا: وتر ہر مسلمان واجب ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب کم الوتر، ج 2، ص 62، مکتبہ احصیہ، ہمدان)

(4) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوُتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

(المعجم الاوسط، ج 2، ص 267، دارالرحمن، القاہرہ، المعجم الکبیر، ج 1، ص 147، مکتبہ ابن حبیب القاہرہ)

(3) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوُتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے سنا: وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔
(سنن ابی داؤد، باب من لم یتر، ج 2، ص 62، المکتبۃ المصریہ بیروت)

نہ پڑھنے پر وعید اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

اس حدیث پاک کو "سنن ابی داؤد" کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد علامہ زبیلی فرماتے ہیں:

"اسے امام حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور فرمایا: ابوینب (اس روایت کے ایک راوی) ثقہ ہیں اور امام ابن مہین نے بھی ان کی توثیق کی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ صالح الحدیث ہیں، اور انہوں نے امام بخاری پر انکار کیا ہے کہ انہوں نے ان کو ضعفاء میں شامل کیا ہے اور امام نسائی، ابن حبان، عقیلی نے اس میں کلام کیا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں۔"

(نصب الرایۃ، باب صلاة الوتر، ج 2، ص 112، مؤسسة الیران للطباعة والنشر، بیروت)

(4) مسند احمد بن حنبل میں ہے، حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے: ((إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ، فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضرت ابو بصرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر ہے، پس اسے نماز عشا سے نماز فجر کے درمیانی وقت میں پڑھو۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی بصرة الغفاری، ج 39، ص 271، مؤسسة الرسال، بیروت)

اس حدیث پاک سے وتر کے واجب ہونے پر استدلال چند طرح سے ہے:

(۱) ایک یہ کہ وتر فرض نمازوں کے بعد واجب ہوئے کیونکہ فرمایا کہ یہ تمہارے لیے زیادہ کیے گئے۔

(مبسوط للسرخسی، باب مواقیح الصلاة، ج 1، ص 155، دار المعرفۃ، بیروت)

(۲) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی اپنی طرف نہ فرمائی کہ سنتوں کی نسبت رسول

(مبسوط للسرخسی، باب مواقیح الصلاة، ج 1، ص 155، دار المعرفۃ، بیروت)

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے۔

(۳) اسی طرح زیادتی واجبات ہی میں متحقق ہوتی ہے کیونکہ یہی محصور و محدود ہوتے ہیں جبکہ نوافل تو غیر محدود ہوتے

(مبسوط للسرخسی، باب مواقیح الصلاة، ج 1، ص 156، دار المعرفۃ، بیروت)

ہیں۔

(۴) کسی چیز کی زیادتی اسی چیز کی جنس سے ہوتی ہے، اس لیے پانچ فرض نمازوں میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم

ہے کہ وتر بھی فرض ہو مگر چونکہ یہ اخبار احاد سے ثابت ہے اس لیے واجب قرار دیا گیا۔

(5) یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا اور امر و وجوب کے لیے آتا ہے۔

(5) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ أَمَدَكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حَمْدِ النَّبِيِّ بِالْوَقْرِ، جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ لِيَمَانٍ صَلَّى الْوَشَاءُ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الدُّجُرُ)) ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایسی نماز کے ذریعے مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وتر کی نماز ہے، اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک رکھا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء ان الوتر لیس ختم، ج 2، ص 314، مطبوعہ مطبعہ البیہلی، مصر)

(6) سنن دارقطنی میں ہے: ((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ تَمَكَّنَا زَمَانًا لَا نَزِيدُ عَلَى الصَّلَاةِ الْوَقْرِ، فَكَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعْنَا فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ زَكَّكُمْ صَلَاةً، فَكَمَرْنَا بِالْوَقْرِ)) ترجمہ: عمرو بن شعیب، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ہم ایک زمانہ تک ٹھہرے رہے، ہم نے پانچ نمازوں کسی نماز کو زیادہ نہ کیا، پھر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہم اکٹھے ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثابیان کی پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر کا حکم دیا۔ (سنن الدارقطنی، فضیلة الوتر، ج 2، ص 354، مؤسسہ الرسالہ بیروت)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَمَنَّ لَكَ يَوْتَرًا

فَلَيْسَ مِنَّا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، سنن قال: الوتر واجب، ج 2، ص 92، مکتبہ الرشیدیہ)

(8) حضرت مجاہد نماز وتر کے بارے میں فرماتے ہیں: ((هُوَ وَاجِبٌ)) ترجمہ: نماز وتر واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، سنن قال: الوتر واجب، ج 2، ص 92، مکتبہ الرشیدیہ)

(9) احادیث مبارکہ میں وتر نہ جانے کی صورت میں قضا کا حکم دیا جو کہ اس کے وجوب کی دلیل ہے، حضرت ابو سعید

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرِهِ أَوْ نَسِيَهِ فَلْيَصِلْهُ إِذَا ذَكَرَهُ)) ترجمہ: جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

(سنن ابی داؤد، باب فی اللہ عاء بعد الوتر، ج 2، ص 85، مکتبہ المصریہ بیروت)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرِهِ فَلْيَصِلْهُ إِذَا أَصْبَحَ)) ترجمہ: جو

شخص وتر سے سو جائے تو صبح کے وقت پڑھ لے۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی الوتر، ج 2، ص 330، مطبوعہ مطبعہ البیہلی، مصر)

(10) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((وَتَرَى اللَّيْلَ كَوَتَرِ النَّهَارِ)) ترجمہ: رات کے وتر دن

(مصنف مہدارزاق، باب کم البتر، ج 3، ص 18، مکتب الاسلامی، بیروت)

کے وتر کی طرح ہیں۔

علامہ محمد بن احمد سرہسی حنفی (متوفی 483ھ) اس روایت کو لکھ کر فرماتے ہیں:

"دن کے وتر (یعنی مغرب کی نماز) واجب (یعنی ضروری) ہے لہذا رات کے وتر بھی واجب ہوں گے۔"

(بہار السنن، باب موایات الصلاۃ، ج 1، ص 156، دار المعرفۃ، بیروت)

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے دلائل کا جواب:

دلیل نمبر (1): صحیح بخاری وغیرہ میں موجود حدیث اعرابی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو دن رات میں پانچ

نمازوں کی تعلیم دی، اس نے عرض کہ کیا اس کے علاوہ کوئی نماز ہے، فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو۔

ہمارے اصحاب نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ وتر واجب ہونے سے پہلے کی بات ہے، وتر پر حدیث میں یہ الفاظ کہ "وتر

کی نماز تم پر زیادہ کر دی گئی" بھی اسی بات پر دلالت کر رہے ہیں۔

(نصب الریۃ، باب ملاء الوتر، ج 2، ص 114، مؤسسۃ الریان للطباعة والنشر، بیروت)

دلیل نمبر (2): بعض روایات میں سوال پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے، یہ اس کے واجب نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فرض

و واجب سواری پر نہیں پڑھے جاتے، جیسا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ((رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، باب الوتر علی البعیر، ج 2، ص 25، دار طوق النجاة)

اس کے تین جوابات ہیں:

(1) یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔

(2) ممکن ہے عذر کی صورت میں آپ سواری پر وتر پڑھ لیتے ہوں جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک گزری کہ بچپن

کے عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز سواری پر پڑھی۔

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے، اسی طرح سواری سے اتر کر وتر پڑھنا

بھی مروی ہے، جیسا کہ امام طحاوی روایت کرتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَأْسِهِ وَيُوتِرُ

بِالْأَرْضِ، وَيَذْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ كَذَلِكَ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سواری

پر (نفل) نماز پڑھا کرتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی فرمایا کرتے

(شرح معانی الاثار، باب الوتر، صلی فی السفر علی الراحلہ، ج 1، ص 429، عالم الکتب، بیروت)

تھے۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے بھی وتر سواری سے اتر کر پڑھنا مروی ہے۔ ابن عوف کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ الْقَاسِمَ عَنْ زَجَلِ يُوتِرِ عَلِيٍّ رَأَيْتُهُ فَقَالَ نَزَعُوا أَنْ عُمَدَ كَانَ يُوتِرُ بِالْأَرْضِ)) ترجمہ: میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ الوتر علی الراحلہ، ج 2، ص 97، مکتبۃ الرشیدیہ)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((كَانُوا يُصَلُّونَ عَلَيَّ رَوَّاحِيْلَهُمْ يُوَدُّوْنَ اِيَّاهُمْ حَيْثُ مَا كَانَتْ وَجُوهُهُمْ اِلَّا لِمَكْتُوبَةٍ اَوْ لَوْتَرَفَتْهُمْ كَانُوا يُصَلُّوْنَ لَهَا عَلَيَّ اَلْاَرْضِ)) ترجمہ: صحابہ کرام اپنے گجاووں اور سواریوں پر نماز پڑھتے تھے چہرہ سواریوں کا رخ ہوتا، سوائے فرض نماز کے، اور وتر کو وہ زمین پر ادا کیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ الوتر علی الراحلہ، ج 2، ص 97، مکتبۃ الرشیدیہ)

دلیل نمبر (3): وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

اس کے منکر کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت اخبار احاد سے ہے، اس لیے اس کا درجہ بھی فرض نمازوں سے کم ہے۔

دلیل نمبر (4) اس باب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: "وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں لیکن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو فرمایا کہ "تمہاری فرض نماز کی طرح لازم نہیں" یہ ہمارے خلاف نہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ فرض نماز کی طرح نہیں بلکہ اس کا درجہ ظنی دلائل ہونے کی وجہ سے فرائض سے کم ہے اور اس کو جو سنت فرمایا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے:

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، شوافع کا موقف یہ ہے کہ وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر واجب تھے۔ (نہایہ الحجاج شرح المسماح، ج 8، ص 175، روضۃ الطالبین، ج 7، ص 3)

شوافع میں سے علامہ حلیمی، علامہ عز بن عبد السلام اور امام غزالی اور اسی طرح مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وجوب صرف حالت حضر میں ہے سفر میں نہیں کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وتر سواری پر پڑھتے تھے اور فرض نماز سواری پر نہ پڑھتے تھے۔
 علامہ نووی شافعی نے فرمایا: مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے لیکن سواری پر وتر کا پڑھنا یہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔
 احناف کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر واجب و ضروری تھے، اور علامہ عینی حنفی نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا سواری پر وتر پڑھنا ان پر وتر کے فرض ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے۔

(تھیس لکچر، ج 3، ص 120، شرح ترمذی، ج 2، ص 158)

(الجموع شرح المہذب، ص 20)

(صواعق، ص 76، ص 15)

باب نمبر 328

مَا جَاءَ فِي تَرَاحِيمِ النَّوْمِ قَبْلَ الْوَقْرِ
وتر سے قبل سونا مکروہ ہے

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے قبل وتر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

عیسیٰ بن ابوعزہ کہتے ہیں: امام شعبی رحمہ اللہ اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے پھر سوتے تھے۔ اور اس باب میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن غریب ہے اور ابو ثور الازدی کا نام حبیب بن ابوملیکہ ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور ان کے بعد اہل علم کی ایک قوم نے اس بات کو اختیار کیا کہ آدمی وتر سے پہلے نہ سوائے۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا: جسے تم میں خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر نہ جاگ سکے گا تو وہ اول شب میں وتر پڑھ لے اور جو تم آخری شب میں قیام کی طرح رکھتا ہو تو وہ آخری شب میں وتر پڑھے پس بے شک آخری شب میں قرآن کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہم سے ہناد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو معاویہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ اعمش، ابوسفیان

455 حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عَزَّةَ، عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي ثَوْرٍ الْأَزْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنْامَ، قَالَ عِيسَى بْنُ أَبِي عَزَّةَ: وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنَامُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَبُو ثَوْرٍ الْأَزْدِيُّ اسْمُهُ حَبِيبٌ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَقَدْ اخْتَارَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ لَا يَنَامَ الرَّجُلُ حَتَّى يُوتِرَ "وَرَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ خَشِيَ يَنَامَ أَنْ لَا يَسْتَيْقِظَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ أَوَّلِهِ، وَمَنْ طَمِعَ يَنَامَ أَنْ يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ مَخْضُورَةٌ وَهِيَ أَفْضَلُ قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ

جَابِرٌ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ
اور جابر کے بیان کیا۔
عزیز حدیث 455:

شرح حدیث

سونے سے پہلے وتر پڑھنا کس کے لیے ہے:

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

((سونے سے پہلے وتر پڑھوں)) اس میں سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا استحباب ہے، اور یہ اس کے حق میں ہے جو جاننے کی قوت نہ رکھتا ہو اور یہ دو نیندوں کے درمیان نماز پڑھنے کو (بھی) شامل ہے۔

(شرح ابی ہریرہ بن جابر باب صلاة النبی فی البصر، ج 3، ص 57، دار المعرفہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا کیوں فرمایا:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے قبل وتر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا)) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے حال کے زیادہ لائق تھا اس خوف کی وجہ سے کہ نیند کی وجہ سے ان کے وتر فوت نہ ہو جائیں، ورنہ وترات کے آخر میں ادا کرنا افضل ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلات کے اول حصے میں احادیث کثیرہ جو ان کے پاس محفوظ تھیں ان کے حفظ و استحصال میں مشغول رہتے تھے، تو اول رات کا بڑا حصہ گزر جاتا، اب سوکرات کے آخری حصے میں جاگنا مشکل ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس افضل کام کے اہتمام کی وجہ سے وتر سونے سے پہلے پڑھنے کا فرمایا، اہ۔ ممکن ہے کہ کوئی اور سبب بھی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مرآۃ المفہم باب الوتر، ج 3، ص 944، دار الفکر، بیروت)

"مختصرہ" کا معنی:

علامہ عینی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"مختصرہ" کا معنی ہے کہ ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور یہ قبولیت اور حصول رحمت کے زیادہ قریب ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب الادوات الخیالیہ، ج 8، ص 118، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رات کے وقت وتر پڑھنے کے افضل ہونے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((اور یہ افضل ہے)) یعنی اس کا ثواب اکمل ہے ملائکہ رحمت و برکت و استغفار کے حاضر ہونے کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ یہ یعنی سحری کا وقت رات کا افضل وقت ہے اور اس وجہ سے کہ اس میں رات کو قیام کرنے والے ابرار کے ساتھ مشابہت و مشارکت ہے۔

(مرقاۃ، باب الوتر، ج 3، ص 943، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 329

مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَآخِرِهِ

رات کے اول و آخر میں وتر پڑھنا

حدیث: حضرت مسروق نے ام المؤمنین حضرت

سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط اور اس کے آخر میں وتر پڑھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں سحری کے وقت وتر پڑھے۔

ابو حصین کا نام عثمان بن عاصم الاسدی ہے اور اس

باب میں حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابو مسعود الانصاری اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام المؤمنین حضرت

سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم نے وتر آخری رات میں پڑھنے کو اختیار فرمایا۔

456 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو
 حَاصِبٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ،
 أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ وَتْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَتْ : مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ
 أَوْلَاهُ ، وَأَوْسَطَهُ ، وَآخِرَهُ ، فَأَنْتَهَى وَتْرَهُ حِينَ
 مَاتَ إِلَى السَّحْرِ : أَبُو حَاصِبٍ اسْمُهُ عُثْمَانُ
 بْنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِيُّ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ ،
 وَجَابِرٍ ، وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ ، وَأَبِي
 قَتَادَةَ قَالَ أَبُو عَيْسَى : حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ
 حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ
 أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُتْرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

ترجمہ حدیث 456: (صحیح البخاری، حدیث 896، ج 2، ص 25، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، حدیث 745، ج 1، ص 512، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((حضرت سروق نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط اور اس کے آخر میں وتر پڑھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں سحری کے وقت وتر پڑھے))..... کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول رات میں یا رات کے درمیان میں پڑھنا بیان جواز کے لیے تھا اور آخر رات تک مؤخر کرنا اس بات پر تنبیہ کے لیے تھا کہ یہ افضل ہے اس کے لیے جو جاگنے پر قدرت رکھتا ہو۔ بعض اسلاف اول رات میں وتر پڑھتے تھے، ان میں سے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، اور بعض رات کے آخری حصے میں پڑھتے تھے، ان میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ہمیں ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیند سے پہلے پڑھنے کا فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اس لیے اختیار کیا کہ جب آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان پر نیند غلبہ پالے گی تو اس لیے انہوں کو بھروسے والی بات کرنے کا فرمایا، اور رات کے آخری حصے میں وتر ادا کرنے کی ترغیب اس کے لیے ہے جو اس کی قوت رکھتا ہو اور اس کی عادت ایسی نہ ہو کہ نیند اس پر غلبہ پالے۔ ابن خزیمہ نے حضرت ابوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاہی بکرم متی توتر؟ قال تعیل ان انام. وقال لعمر: متی توتر؟ فقال: انام ثم اوتر. فقال لاہی بکرم احدثت بالعمزم او بالوہبہ؟ قال لعمر: احدثت بالوہبہ)) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ وتر کب پڑھتے ہیں؟ جواب دیا: سونے سے پہلے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ وتر کب پڑھتے ہیں؟ جواب دیا: میں پہلے سونا ہوں پھر وتر پڑھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: آپ نے مستقل مزاجی والی بات یا (فرمایا) بھروسے والی بات کو لیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: آپ نے قوت والی بات کو لیا ہے۔

(مروجہ فقاری شرح صحیح بخاری، باب الاطاعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 7، ص 10، دار احیاء التراث العربی بیروت)

وتر کو رات کے آخری حصے میں پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا اتفاق ہے کہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھے جائیں، یہ استحباب اس کے لیے

ہے جسے یہ یقین ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر پڑھ لے گا، جسے اس پر وثوق نہ ہو تو ہونے سے پہلے وتر پڑھ لے

(احناف: تبیین التائید، الاوقات اثنی عشر فی الصلاۃ، ج 1، ص 84، المعجم الکبریٰ للامیر محمد تقی صاحب: کشف القناع، باب صلاۃ الصبح، ج 1، ص 416، مدار الکتاب
الطہری، بیروت، منشور، اثنی عشر، باب فروع وقت الزوال والافراج، ج 1، ص 203، مدار الکتاب الاسلامی، بیروت، مالکیہ: التواہین الطہریہ، الباب الاول
والآخر، ج 1، ص 81، مطبوعہ بیروت)

فقہانے دلیل کے طور پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: ((أَيْحُكُمْ عَنَّا أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ، ثُمَّ لِيُوقِدْ، وَمَنْ وَكَيْقَ بِقِيَامِهِ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ
آخِرِهِ، فَيَكُنْ قِرَاءَةً آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةً وَذَلِكَ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جسے تم میں خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر نہ جاگ سکے گا
تو وہ پہلے وتر پڑھ لے پھر سو جائے، اور جسے اپنے قیام اللیل پر وثوق ہو تو وہ آخری شب میں وتر پڑھے پس بے شک آخری شب
میں قرآن کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے۔

(صحیح مسلم، باب من خاف ان لا يقوم من آخره، ج 1، ص 520، مدار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 330

مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ بِسَبْعٍ

وتر سات رکعات کے ساتھ

حدیث: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے تو جب عمر مبارک زیادہ ہوئی اور ضعف ہوا تو سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔ اور اس باب میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔

حدیث: اور بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت کے ساتھ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اسحق بن ابراہیم کہتے ہیں: اس حدیث کا معنی جو مروی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔“ تو وہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات وتر کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے تو یوں رات کی نماز کو وتر کی جانب منسوب کر دیا گیا۔ اور اس بارے میں ایک حدیث پاک سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے فرمایا: ”اے اہل قرآن وتر کی نماز ادا کرو۔“ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد قیام اللیل ہے۔ وہ کہتے ہیں: قیام اللیل قرآن والوں کے لئے ہی ہے۔

حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ،
عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى
بْنِ الْحِزَّارِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ عَشْرَةَ، فَلَمَّا
كَبُرَ وَضَعَفَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالِ ابُو عَيْسَى: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ
حَدِيثٌ حَسَنٌ

وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوُتْرُ
بِثَلَاثِ عَشْرَةَ، وَإِخْدَى عَشْرَةَ، وَتِسْعٍ،
وَسَبْعٍ، وَخَمْسٍ، وَثَلَاثٍ، وَوَاحِدَةٍ قَالَ إِسْحَاقُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ "مَعْنَى مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ عَشْرَةَ، قَالَ:
إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ
عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوُتْرِ، فَتَسَبَّتَ صَلَاةَ اللَّيْلِ
إِلَى الْوُتْرِ"، وَرَوَى فِي ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ
عَائِشَةَ، وَاحْتَجَّ بِمَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوْتَرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ، قَالَ:
إِنَّمَا عَنِّي بِهِ قِيَامَ اللَّيْلِ، يَقُولُ: إِنَّمَا قِيَامُ اللَّيْلِ
عَلَى أَصْحَابِ الْقُرْآنِ

باب نمبر 331

مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ بِخُمْسٍ

وتر پانچ رکعات کے ساتھ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات پر مشتمل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے ان میں آخری رکعت کے علاوہ کسی میں بھی نہ بیٹھتے تھے تو جب مؤذن اذان دیتا تو دو خفیف رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور اس باب میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں بعض اہل علم کی رائے وتر کو پانچ رکعات کے ساتھ پڑھنے کی ہے اور انہوں نے فرمایا: وتر پڑھنے والا صرف ان کے آخر میں قعدہ کرے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے ابو مصعب مدنی سے اس حدیث کہ ”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نو اور سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔“ کے بارے میں پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح نو اور سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے۔

459- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ غُرُورَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخُمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، فَإِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْوُتْرَ بِخُمْسٍ، وَقَالُوا: لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَسَأَلْتُ أَبَا مُصْعَبٍ الْمَدِينِيَّ، عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِالسَّبْعِ وَالسَّبْعِ، قُلْتُ: كَيْفَ يُوتِرُ بِالسَّبْعِ وَالسَّبْعِ؟ قَالَ: يُصَلِّي مَثْنِي مَثْنِي، وَيُسَلِّمُ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

ترجمہ حدیث 459: (ابو مسلم، حدیث 737، ج 1، ص 508، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 332

مَا جَاءَ فِي الْوَقْرِ بِثَلَاثٍ

وتر تین رکعات کے ساتھ

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے ان میں طوالی مفصل سے نو سورتیں پڑھا کرتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے اور ان کے آخر میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین، حضرت سیدتنا عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ایوب، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کی حضرت ابی بن کعب کے واسطے کے ساتھ اور اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات مروی ہیں۔ اور اسی طرح بعض محدثین نے روایت کیا تو انہوں نے اس حدیث میں ”ابی“ کا ذکر نہیں کیا۔ اور بعض نے عبد الرحمن بن ابی بکر کی بواسطہ ابی بن کعب حدیث کو ذکر کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ سے ایک قوم اس جانب گئی ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی تین رکعات وتر پڑھے۔ سفیان کہتے ہیں: اگر تو چاہے تو پانچ رکعات وتر ادا کر اور اگر تو چاہے تو تین رکعات ادا کر اور اگر تو چاہے تو ایک رکعت ادا کر لے۔ سفیان کہتے ہیں: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وتر تین رکعات ادا کئے جائیں اور جبکہ ابن مبارک اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

460- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِيهِنَّ بِتِسْعِ سُورٍ مِنَ الْمُفْصَلِ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلَاثِ سُورٍ آخِرُهُنَّ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ "وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ. وَيُرْوَى أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِكَذَا رَوَى بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي، وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى، عَنْ أَبِي، وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هَذَا، وَرَأَوْا: أَنَّ يُوتِرُ الرَّجُلُ بِثَلَاثٍ قَالَ سُفْيَانُ: إِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِخَمْسٍ، وَإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِثَلَاثٍ، وَإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِرَكْعَةٍ. قَالَ سُفْيَانُ: وَالَّذِي اسْتَحَبُّ أَنْ أَوْتِرَ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ

محمد بن سیرین سے مروی ہے فرمایا: صحابہ کرام علیہم

الرضوان پانچ، تین اور ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے
تھے اور ان سب کو اچھا سمجھتے تھے۔

بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالِقَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ:
كَانُوا يُوتِرُونَ بِخَمْسٍ، وَبِثَلَاثٍ، وَبِرَكْعَةٍ،
وَيَرَوْنَ كُلُّ ذَلِكَ حَسَنًا

ترمذی حدیث 480:

باب نمبر 333

مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ بِرُكْعَةٍ

وَتَرَايِكَ رُكْعَاتٍ كَسَاتِمِهَا

حدیث: حضرت انس بن سیرین سے روایت

ہے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو میں نے کہا: میں فجر کی دو رکعتوں کو طویل کرتا ہوں تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے اور دو رکعتیں اس حال میں پڑھتے تھے کہ اذان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کانوں میں گونج رہی ہوتی تھی۔ اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ، حضرت جابر، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابویوب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے بعض کا عمل ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی دو اور تیسری رکعت کے درمیان فاصلہ کرے اور ایک رکعت وتر پڑھے اور امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

461- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَطِيلُ فِي رُكْعَتِي الْفَجْرِ؟ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي، وَيُوتِرُ بِرُكْعَةٍ، وَكَانَ يُصَلِّي الرُّكْعَتَيْنِ وَالْأَذَانَ فِي أَذْنِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَبْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ: رَأَوْا أَنْ يَفْصِلَ الرَّجُلُ بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ يُوتِرُ بِرُكْعَةٍ، وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

ترجمہ حدیث 461: (صحیح البخاری، حدیث 995، ج 2، ص 25، دار طوق النہار)

شرح حدیث

صلاة الليل اور نماز تہجد کی رکعتیں:

کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبہ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔ "اس حدیث کو نسائی وابن ماجہ اپنی سنن میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور منذری نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب صلاة التلوع، باب تودیع المول برکتین، ج 1، ص 624)

جس حدیث پاک میں پانچ رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں دو رکعت تہجد کی ہیں اور تین رکعت وتر کی ہیں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ تک ثابت (ہے)۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبہ المدینہ، کراچی)

ان ابواب میں مذکور جن احادیث کریمہ میں گیارہ (11) رکعتیں پڑھنے کا بیان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تین وتر ادا فرمائے اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد ادا فرمائیں، اور جن احادیث مبارکہ میں تیرہ (13) رکعتوں کا ذکر ہے، اس سے تین وتر، آٹھ رکعت تہجد کی اور دو رکعت فجر کی سنتیں مراد ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رُكْعَةً مِنْهَا الْوُتْرُ، وَرُكْعَتَا الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں ادا فرماتے تھے، اس میں وتر بھی ہوتے اور دو رکعتیں فجر کی بھی ہوتیں۔

(صحیح بخاری، کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 51، در طوق الحجاز)

اس کے تحت علامہ علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس میں تین وتر ہیں، آٹھ نفل رکعتیں ہیں اور دو رکعت فجر کی سنتیں ہیں، اس طرح یہ کل تیرہ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب فی صلاۃ اللیل، ج 5، ص 239، مکتبہ الرشیدیہ، بیاض)

اور جن احادیث مبارکہ میں نو (9) رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں تین وتر ہیں، چار رکعتیں تہجد کی ہے اور دو رکعتیں فجر کی

(شرح ابی داؤد اللیثی، باب فی صلاۃ اللیل، ج 5، ص 254، مکتبہ الرشیدیہ، بیاض)

ہیں۔

الغرض تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔

وتروں کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (587ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کا موقف یہ ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام کے ساتھ تمام اوقات میں۔"

(بدائع الصنائع، فصل الاکام فی حدیث ملاء النور، ج 1، ص 271، حدیث صحیح)

شوافع کا موقف:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک وتر بغیر اختلاف کے کم از کم ایک رکعت ہے، اور اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں اور اس سے کم پانچ رکعتیں پھر سات رکعتیں پھر نو رکعتیں پھر گیارہ رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں مذہب میں مشہور قول کے مطابق۔"

(المجموع شرح المہذب، باب ملاء النور، ج 4، ص 12، حدیث صحیح)

مالک کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

"امام مالک کے نزدیک مستحب ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں، اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے..... امام مالک کے نزدیک حقیقت میں ایک رکعت ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دو رکعات پڑھی جائیں، یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے جب بھی کسی شفیع (دو رکعتوں) کے بعد ایک رکعت پڑھی جائے گی تو وہ وتر ہو جائیں گی۔"

(بدایہ المجتہد، الباب الاول القول فی النور، ج 1، ص 208-211، حدیث صحیح)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"(وتر ایک رکعت ہے) اس میں یہ بھی احتمال ہے تمام وتر ایک ہی رکعت ہے، اور جو اس سے ما قبل پڑھا جائے وہ وتر نہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ وتر ایک رکعت ہے، لیکن اس سے ما قبل دس رکعتیں ہیں، پھر وہ وتر پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کم از کم وتر ایک رکعت ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہمارا

مذہب وتر میں ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعتیں پڑھیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔"

(المصنف لابن ماجہ، مسئلہ الوتر رکعت، ج 2، ص 111، مکتبہ القاہرہ)

وتر کے تین رکعت ہونے پر دلائل

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَتَأْتِي عَائِشَةَ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَمِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے، (وہ اس طرح کہ) چار رکعتیں پڑھتے تھے، تو اس کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے تو اس کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر تین رکعتیں ادا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ وتر سے پہلے سوتے ہیں، فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھوں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 53، دار طوق النجاة)

(2) حضرت عبدالعزیز بن جریج کہتے ہیں: ((سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ نَحْنُ نَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّلَاثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَاتِ)) ترجمہ: ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وُتروں میں کیا پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور موذتین پڑھتے تھے۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء بإقراء في الوتر، ج 2، ص 326، مصنف ابی ہریرہ)

یہ روایت حضرت ابن عباس سے بھی ہے، اس میں تیسری رکعت میں صرف سورہ اخلاص کا ذکر ہے، موذتین کا ذکر

نہیں۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء بإقراء في الوتر، ج 2، ص 326، مصنف ابی ہریرہ)

(3) حضرت سعد سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهُوَ ثَلَاثٌ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي

أَجْرِهِنَّ)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور ان میں صرف آخر میں سلام ہے۔

(شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج 1، ص 280، عالم الکتاب، بیروت)

(4) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ

فِي الْوُتْرِ بِسَبِّهِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ يَقُولُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَلَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

(سنن نسائی، ذکر اختلاف الفقہاء الثمانین، ج 3، ص 235، بحسب المطبوعات الاسلامیہ، مطب)

علامہ محیی بن شرف النووی شافعی وتروں کے صرف آخر میں سلام پھیرنے والی روایت کی صحت کو تسلیم کیا ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْلَمُ فِي رَكْعَتِي الْوُتْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكُبْرَى بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ“ ترجمہ: ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتروں کے صرف آخر میں سلام پھیرا“ امام نسائی نے اسے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب، باب صلاة التطوع، ج 4، ص 17، 18، دار الفکر، بیروت)

(5) حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثَمَانِي رَكْعَاتٍ تَطَوُّعًا، وَثَلَاثَ رَكْعَاتٍ الْوُتْرِ، وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء اور نماز فجر کے درمیان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے، آٹھ رکعات نفل، تین وتر اور دو فجر کی سنتیں۔

(موطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج 1، ص 95، المكتبة العظمیٰ، بیروت)

(6) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وَقَدْ رَأَيْتُ اللَّيْلَ ثَلَاثَ كَوْتَرٍ النَّهَارِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: رات کے وتر تین ہیں جیسا کہ دن کے وتر نماز کی نماز ہے۔

(سنن الدارقطنی، الوتر ثلاث ثلاث المغرب، ج 2، ص 349، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

(7) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَهْوَنُ مَا يَكُونُ الْوُتْرُ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ)) ترجمہ: وتر کی کم از کم تین رکعتیں ہیں۔

(موطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج 1، ص 96، المكتبة العظمیٰ، بیروت)

(8) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ((الْوُتْرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: نماز وتر نماز مغرب کی طرح

(موطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج 1، ص 96، المكتبة العظمیٰ، بیروت)

(9) حضرت ثابت فرماتے ہیں: ((صَلَّى بِي أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْوُتْرَ أَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمُّ وَكَيْدٍ خَلْفَنَا، ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ، ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَعْلَمَنِي)) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تین وتر پڑھائے، میں ان کے دائیں طرف تھا اور ان کے بچوں کی امی ہمارے پیچھے تھیں، تین رکعات وتر پڑھائے اور سلام صرف آخر

میں پھیرا، میں خیال یہ ہے کہ انہوں نے مجھے سکمانے کا ارادہ فرمایا۔ (شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج 1، ص 294، عالم الکتاب بیروت)

(10) حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں: ((فَلَمَّا كَانَا بِبُحَيْرِ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِمَنْ لَدَيْهِ: «لَوْ تَرَى حَقَّامًا وَصَفَّقْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّ إِلَّا فِي أَحَدِهِنَّ»)) ترجمہ: ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات میں دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے درگاہ پڑھے، پس حضرت عمر کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے منگلیں پائیں، پس انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے، انہوں نے صرف آخری میں سلام پھیرا۔

(شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج 1، ص 293، عالم الکتاب بیروت)

(11) علامہ ابن عبدالبر مالکی روایت نقل کرتے ہیں: ((أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْفَرَجِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَبِيْطَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ رَيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَوْدِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْبُتُوْرِ كَمَا أَنَّ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ رَكْعَةً وَاحِدَةً يُوتِرُ بِهَا)) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتیرا سے منع فرمایا، اور بتیرا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔ (اتمید، المعریث الاول، ج 13، ص 254، وزارة عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ)

(12) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ وَاحِدَةً قَطُّ)) ترجمہ: ایک رکعت

وتر ہرگز کافی نہیں۔ (موطا امام محمد، باب المسلم فی الوتر، ج 1، ص 98، المطبعة المطیعیہ بیروت)

(13) امام طبرانی فرماتے ہیں: ((عَنْ حُصَيْنٍ، قَالَ بَلَغَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ سَعْدًا يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، قَالَ: «مَا أَجْزَأَتْ

رَكْعَةٌ قَطُّ»)) ترجمہ: حضرت حصین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا: ایک رکعت ہرگز کافی نہیں۔ (المجم الکبیر، ج 8، ص 283، مکتبہ ابن تیمیہ بالقاهرة)

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر ہاشمی نے "المجم الکبیر" کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کی سند کو حسن

فرمادیا ہے۔ (معنی الآثار، باب الفصل فی الوتر، ج 2، ص 242، مکتبہ القدی، القاهرة)

(14) حضرت ابوالزناد کا بیان ہے: ((أَبَتْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوُتُوْرَ بِالْمَدِيْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا، وَلَا يُسَلِّمُ

إِلَّا فِي أَحَدِهِنَّ)) ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کے قول پر تین وتر ثابت فرمائے، جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ (شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج 1، ص 296، عالم الکتاب بیروت)

(15) حضرت ابوالزناد کہتے ہیں: ((عَنْ الْفُقَهَاءِ السَّبْعِيْنَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَالْقَاسِمِ بْنِ

مُعْتَدٍ، وَكَلَى بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَخَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَلْمَانَ بْنُ يَسَارٍ..... وَدِيمَا اِغْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ فَأَخَذَ يَقُولُ أَكْثَرَهُمْ وَأَفْضَلُهُمْ رَأْيًا. فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصَّفَةِ: أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ فَهَذَا مَنْ ذَكَرْنَا مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ وَعُلَمَائِهِمْ قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ، وَتَابِعَهُمْ عَلَى ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ)) ترجمہ: فقہاء سبعہ حضرت سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبد الرحمن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ، سلیمان بن یسار.... ان میں اختلاف ہو جاتا تو ان کے اکثر کے قول کو اور ان میں سے جو افضل ہوتا اس کے قول کو لیا جاتا، میں نے ان سے وتر اس صفت پر یاد کیے کہ وتر تین ہیں اور صرف ان کے آخر میں سلام ہے۔ یہی وہ بات ہے جس نے ذکر کی کہ فقہاء مدینہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین ہیں اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس معاملہ انہی کی اتباع کی ہے۔

(شرح صحابی الآثار، باب الوتر، ج 1، ص 298، عالم الکتب، بیروت)

(16) امام حسن بصری فرماتے ہیں: ((أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ)) ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں، ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یوتر ثلاثاً، ج 2، ص 90، مکتبۃ الرشیدیہ)

(17) ابواسحاق کہتے ہیں: ((كَانَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ وَأَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يُسَلِّمُونَ فِي رُكْعَتِي الْوُتْرِ)) ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب و ترکی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یوتر ثلاثاً، ج 2، ص 91، مکتبۃ الرشیدیہ)

(18) امام حسن فرماتے ہیں: ((كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الثَّلَاثَةِ مَعْلُ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ہی سلام پھیرتے تھے مغرب کی طرح۔

(مصنف عبدالرزاق، کیف المسلم فی الوتر، ج 3، ص 25، مجلس اعلیٰ، بیروت)

(19) نماز وتر کے تین رکعت ہونے پر اور ایک رکعت کی ممانعت پر دلائل دیتے ہیں علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

(1) ((حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَمَا رَوَيْنَا فِي صِفَةِ قِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت جو کہ ہم نے "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کی صفت کے بیان میں" روایت کی ہے، اس میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے۔

(2) ((وَبَعَثَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أُمَةً لِتُرَاقِبَ وَتُرَاقِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ))

اور بھلاکت رکعتوں کو اسی سبب اسم ربك الأهلئ وفي الغائبة قل يا أيها الصائفرون وفي الثالثة قل هو الله أحد وقعت قبل الركوع)) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وتروں کے مشاہدہ کے لیے بھیجا، تو انہوں نے آکر بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھے، پہلی رکعت میں سج اسم ربك الأهلئ، دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھی اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی۔

(۳) ((وهكذا فذكر ابن عباس رضي الله تعالى عنهما حين بات عند خالته ميمونة ليراقب وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم)) ترجمہ: ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر کے مشاہدے کے لیے رات گزاری۔

(۴) ((ولما رأى عمر رضي الله تعالى عنه سعدا يوتر بركعة فقال ما هذه البتراء لتشفعنها أو لأوذيك وإنما قال ذلك؛ لأن الوتر اشتهر أن النهي صلى الله عليه وسلم نهى عن البتراء)) ترجمہ: جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: تم یہ کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو، (اس کے ساتھ) دو رکعت پڑھو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا، حضرت عمر نے یہ اس لیے فرمایا کہ یہ بات مشہور تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت نماز سے منع فرمایا ہے۔

(۵) ((وقال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه والله ما أجزأت ركعة قط)) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ایک رکعت بالکل کافی نہیں۔

(۶) "ولأنه لو جاز الاكتفاء بركعة في شيء من الصلوات لدخل في الفجر قصر بسبب السفر" ترجمہ: کیونکہ اگر کسی نماز میں ایک رکعت کفایت کرتی تو حالت سفر میں نماز فجر میں قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھی جاتی۔

(۷) "ولا حجة له فيما روى فإن الله تعالى وتر لا من حيث العدد" ترجمہ: اور ایک رکعت کے جواز کے تاکلین کے لیے اس حدیث پاک "ان الله وتر يحب الوتر" (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے) میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے مگر عدد کے اعتبار سے نہیں۔ (الموسم للمفسر، الفصل الاول عدد رکعات الوتر، ج ۱، ص ۱۸۴، دار المعرفۃ، بیروت)

ایک رکعت وتر کی دلیل کا جواب:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض

کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کی نماز کیسے ہے، ارشاد فرمایا: ((مَعْنَى مَعْنَى، فَلَكَ عَشِيَّتِ الْعَصِيِّ فَأَوْتِرُوا بِوَاحِدَةٍ تَوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ)) ترجمہ: دو دو کر کے پڑھو، جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر کرو، تو جو تم نماز پڑھ چکے وہ تیرے لیے وتر ہو جائے گی۔
(کج بلاری، باب الحن والہوس فی المسج، ج 1، ص 102، دار الفکر، بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رُكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے، ایک رکعت کے ساتھ ان رکعتوں کو وتر کرتے تھے۔
(کج مسلم، باب منہ واللیل، ج 1، ص 508، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت پچھلی دو رکعتوں سے ملی ہوئی تھی، کیونکہ ما قبل مذکورہ کنی احادیث میں صراحت ہے کہ وتر کی تین رکعتوں میں صرف آخر میں سلام ہے تو ان احادیث کو بھی اسی معنی پر محمول کریں گے اور اسی طرح ایک رکعت کی ممانعت پر موجود روایات بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہیں کہ یہاں ایک رکعت ما قبل دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر مراد ہے۔

تین رکعت سے ممانعت کا جواب:

سنن دار قطنی میں ہے: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَوْتِرُوا بِثَلَاثٍ، وَأَوْتِرُوا بِخَمْسٍ، أَوْ سَبْعٍ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

(سنن دار قطنی، لا تصوموا لوتر صلاۃ المغرب، ج 2، ص 345، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں اس طرح وتر پڑھنے سے منع کیا گیا کہ اس سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے جائیں، یعنی اس حدیث پاک میں یہ فرمایا گیا کہ صرف تین رکعت وتر ہی نہ پڑھو بلکہ اس سے پہلے کچھ نفل پڑھ لو، جیسا کہ حدیث پاک کا اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے کہ پانچ یا سات رکعتیں پڑھو اور مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو یعنی جس طرح کہ مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں ہوتے اس طرح نماز وتر کو نہ بناؤ۔

اگر اس حدیث پاک سے تین رکعت وتر کی مطلقاً ممانعت لی جائے تو یہ ائمہ ثلاثہ کے بھی خلاف ہے کہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں بلکہ مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولیٰ ہے، اسی طرح علامہ نووی نے بھی المجموع شرح المنہج میں شواہح کا ایک قول تین رکعت وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کے افضل کا نقل کیا ہے۔

باب نمبر 334

مَا جَاءَ مَا يُقْرَأُ فِي الْوُتْرِ

وتر میں قراءت

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

مروی ہے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وٹروں کی ایک رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور ایک میں "قل یا ایہا الکفرون" اور ایک میں "قل هو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے۔ اور اس باب میں حضرت سیدنا علی، حضرت سیدتنا عائشہ، حضرت عبد الرحمن بن ابی بنی اسد اور حضرت عبد کعب کے واسطے سے روایات مروی ہیں اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں معوذتین اور "قل هو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے اور وہ جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد کے اہل علم نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ وتر کی ایک رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور ایک میں "قل یا ایہا الکفرون" اور ایک میں "قل هو اللہ احد" پڑھے۔

حدیث: عبد العزیز بن جریر سے روایت ہے

فرمایا: ہم نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کس چیز سے پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں "سبح اسم

462- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ:

أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ: بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فِي رَكْعَةِ رَكْعَةٍ" وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنزَى، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، وَيُزَوِّيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنزَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْوُتْرِ فِي الرُّكْعَةِ الثَّلَاثَةِ بِالْمَعْوِذَتَيْنِ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يَقْرَأَ: بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْ ذَلِكَ بِسُورَةِ "حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ بْنِ الشَّهِيدِ الْبَصْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْخَرَّائِيُّ، عَنْ خُصَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَائِشَةَ،

ربك الاعلى "اور دوسری میں "قل يا ايها الكفرون
 "اور تیسری میں "قل هو الله احد " اور معوذتین پڑھا
 کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح
 ہے۔ اور یہ عبدالعزیز، ابن جریج کے والد ہیں جو عطاء کے
 دوست ہیں اور ابن جریج کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن
 جریج ہے اور تحقیق اس حدیث پاک کو حنفی بن سعید انصاری
 نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عمرہ اور حضرت عائشہ
 زوایت کیا۔

بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: "كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى: بِسْمِ
 اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا
 الْكٰفِرُونَ، وَفِي الثَّلَاثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ،
 وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ
 حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ هَذَا هُوَ وَالِدُ ابْنِ
 جُرَيْجٍ صَاحِبِ عَطَاءٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ اسْمُهُ عَبْدُ
 الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، وَقَدْ رَوَى
 هَذَا الْحَدِيثَ يَحْتَمِي بِنُ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ
 عُمَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جرج حدیث 416: (سنن نسائی، حدیث 1702، ج 3، ص 236، بحوالہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت) سنن ابن ماجہ حدیث 1172، ج 1، ص 370، بحوالہ المطبوعات

(الطبرانی، بیروت)

نماز وتر میں قراءت کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اگر وتر کی پہلی رکعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھے تو حسن ہے، مگر اس پر پختگی نہ کرے کہ کہیں جاہل لوگ اسے ضروری نہ سمجھ لیں۔
(بدائع الصنائع، فصل منة القراءة في صلاة الوتر، ج 1، ص 273، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"مستحب ہے کہ نماز وتر کی تین رکعتوں میں سے پہلی میں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھے۔ یہی قول امام ثوری، امام اسحاق اور اصحاب رائے کا ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا: تیسری رکعت میں سورہ اخلاص اور معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھے اور تیسری رکعت میں یہی امام مالک کا قول ہے اور اس سے پہلے شفیع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں مجھ تک کوئی شے معلوم نہیں ہوئی۔"

شواہخ وغیرہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى "سَبِّحْ"، وَفِي الثَّانِيَةِ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ"، وَفِي الثَّلَاثَةِ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"، وَالْمَعُودَتَيْنِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ)

ہماری دلیل حضرت ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ "سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" وَ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ" وَ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ")) رواہ أبو داؤد، وابن ماجہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر ان تین سورتوں کے ساتھ پڑھتے تھے: ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾، ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

اور حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت اس معاملہ میں ثابت نہیں، کہ اس کو سہمی بن ایوب نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور امام احمد اور امام سہمی بن سہمی نے معوذتین کی نزادتی کا انکار کیا ہے۔

(المصنف، ص 278، فصل 10، کتاب 27، ص 221، کتاب 27)

شواہخ کا موقف:

علامہ ابوالحسن عینی بن ابی الخیر یعنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

”جب وتر تین رکعات پڑھے تو ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد صبح اسم ربک الاعلیٰ کے، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون کے اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قل هو اللہ احد کے اور معوذتین پڑھے۔“

(المصنف، ص 278، فصل 10، کتاب 27، ص 221، کتاب 27)

مالک کا موقف:

علامہ قاسم بن عیسیٰ بن ماری المروزی (متوفی 837ھ) فرماتے ہیں:

”مستحب ہے کہ ورتوں کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ صبح اسم ربک الاعلیٰ کے، دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ قل یا ایہا الکافرون کے پڑھے، پھر تشهد بیٹھے اور سلام پھیرے پھر وتر ایک رکعت پڑھے، اس میں فاتحہ کے ساتھ قل هو اللہ احد کے اور معوذتین پڑھے، اور اگر شفع سے زیادہ پڑھے تو وتر کو آخر میں رکھے۔ جسے شیخ نے ذکر کیا یہ قاضی عبدالوہاب کا قول ہے، اور مدونہ میں عدم تجدید کا قول ہے اور یہ دونوں قول امام مالک کے ہیں اور علامہ ابن عربی نے فرمایا کہ تہجد کے تمام حزب وغیرہ میں فقط قل هو اللہ احد کے پڑھے ترمذی کی حدیث پاک کی وجہ سے اور یہ حدیث اس سے اصح ہے جس میں سورہ اخلاص کے ساتھ معوذتین کے پڑھنے کا ہے۔“

(شرح ابن ماری المروزی علی متن السنن لابن ماجہ، ص 112، کتاب 27، ص 221، کتاب 27)

باب نمبر 335

مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا

حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جنہیں

میں وتر میں پڑھتا ہوں (وہ کلمات یہ ہیں) "اللہم اھدنی

فہمّن ھدیت، وعافنی فہمّن عافیت، وتولنی فہمّن

تولیت، وبارک لی فیما أعطیت، وفنی شر ما قضیت،

فإنک تفضی ولا یفزی علیک، وإنہ لا یذل من

والہیت، تبارکت ربنا وتعالیت" ترجمہ: اے اللہ عزوجل

مجھے اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ہدایت دے اور مجھے

عافیت والے لوگوں میں عافیت دے اور مجھے اپنے دوستوں

میں دوست بنا اور اپنی عطا میں میرے لئے برکت عطا فرما اور

مجھے بری تقدیر سے محفوظ فرما پس بے شک تو فیصلہ فرماتا ہے

اور تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا اور جسے تو دوست بنالے وہ ذلیل

نہیں ہوتا اے میرے رب تو برکت والا اور بلند و بالا

ہے۔ اور اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث

مروی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اسے

ہم ابوالحور السعدی کی اس سند سے مروی حدیث سے جانتے

ہیں اور ان کا نام ربیعہ بن شعبان ہے اور ہم وتر میں قنوت

پڑھنے کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس

سے زیادہ بہتر کوئی شے نہیں جانتے۔

464- خَلَدْنَا قَتِيْبَةً قَالَ: خَلَدْنَا اَبُو

الْاَحْوَصِ، عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ، عَنْ تَرْوِيْدِ بْنِ اَبِي

مَرْثَمَ، عَنْ اَبِي الْخُوَزَاءِ، قَالَ: قَالَ الْعَسَنُ بِنُ

عَلِيٍّ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِي الْوُتْرِ: اللّٰهُمَّ اِهْدِنِي

فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي

فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَفَنِي

شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَاِنَّكَ تَفْضِي وَلَا يَفْضِي

عَلَيْكَ، وَاِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ

رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. قَالَ

ابو عيسى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ

هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الْخُوَزَاءِ

السُّعْدِيُّ وَاسْمُهُ رَبِيْعَةُ بْنُ شَيْبَانَ، وَلَا نَعْرِفُ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ فِي

الْوُتْرِ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ هَذَا. وَاخْتَلَفَ اَهْلُ

الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ. فَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

سَعْدٍ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا،

وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرَّكُوْعِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ

اَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُوْلُ شَيْبَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ

السُّبَّارِكِ، وَإِسْحَاقَ، وَأَهْلَ الْكُوفَةِ، وَقَدْ رُوِيَ
عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا
فِي النُّصَبِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ
بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ
إِلَى هَذَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ

اور وتر میں قنوت پڑھنے کے حوالے سے اہل علم کا اختلاف
ہے جس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تمام سال ہرگز
قنوت پڑھنے کی رائے رکھتے ہیں اور انہوں نے رکوع سے قبل
قنوت پڑھنے کو اختیار کیا اور یہی بعض اہل علم کا قول ہے اور
اسی بات کے سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحاق اور اہل کوفہ کا
ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے
شک آپ رضی اللہ عنہ رمضان کے نصفِ آخر میں قنوت پڑھا
کرتے تھے اور رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور بعض اہل
علم اس جانب گئے ہیں اور امام شافعی اور احمد اسی بات کے
قائل ہیں۔

ترجمہ حدیث 464: (سنن ابی داؤد حدیث 425، ج 2، ص 63، المکتبۃ المصریہ بیروت، سنن نسائی حدیث 1745، ج 3، ص 248، مکتبۃ المدینہ

الاسلامیہ بیروت، سنن ابن ماجہ، حدیث 1178، ج 1، ص 372، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

قنوت اور مختلف دعائیں

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کالوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریر میں کرتے ہیں پھر ہاتھ بائیں لے اور دعائے قنوت پڑھے، دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے جب بھی حرج نہیں۔

سب میں زیادہ مشہور دعا یہ ہے:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَدْعُكَ وَنَتَوَكَّلُكَ مَنْ يَفْجُرُكَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعْبُدُكَ وَنُحِبُّكَ وَنَسْجُدُ وَرَأَيْكَ نَسْعِي وَنَدْعُكَ وَنَدْعُو رَحْمَتَكَ وَنَدْعُو عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِ مُلْحِقٌ (الہی! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر توکل کرتے ہیں اور ہر بھلائی کے ساتھ تیری ثنا کرتے ہیں اور ہم تیرا شکر کرتے ہیں نا شکر نہیں کرتے اور ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور سعی کرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی قنوت الوتر من الدعاء، ج 2، ص 95، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض منصف عبدالرزاق، باب القنوت، ج 3، ص 111، مجلس اعظمی، بیروت)

اور بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ وہ دعا بھی پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم

فرمائی وہ یہ ہے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَنْعَمْتَ وَكُنِّي شَرًّا مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُغْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ (الہی! تو مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے ہدایت دی اور عافیت دے ان کے زمرہ میں جن میں تو نے عافیت دی اور میرا ولی ہو۔ ان میں جن کا تو ولی ہو اور جو کچھ تو نے دیا اس میں برکت دے اور جو کچھ تو نے فیصلہ کر دیا اس کے شر سے مجھے بچا دینا تو حکم کرتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا، بیشک تیرا دوست ذلیل نہیں ہوتا اور

تیرا دشمن عزت نہیں پاتا تو برکت والا ہے تو پاک ہے، اے بیت کے مالک اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے نبی پر اور ان کی آل پر۔
(سنن ابی داؤد، باب القنوت فی الوتر، ج 2، ص 63، المکتبہ المصریہ بیروت، جامع ترمذی، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، ج 2، ص 328، مصطلح الہبانی، مصر، سنن نسائی، باب الدعاء فی الوتر، ج 3، ص 248، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، ج 1، ص 372، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

اور ایک دعا وہ ہے جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر وتر میں پڑھتے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمَعَاذِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أَحْصِي نِعْمَكَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَنْشَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ (اے اللہ عزوجل! میں تیری خوشنودی کی پناہ مانگتا ہوں تیری ناخوشی سے اور تیری عافیت کی تیرے عذاب سے اور تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے) (تیرے عذاب سے) میں تیری پوری ثنا نہیں کر سکتا ہوں جیسی تو نے اپنی ثنا کی۔

(سنن ابی داؤد، باب القنوت فی الوتر، ج 2، ص 64، المکتبہ المصریہ بیروت، جامع ترمذی، باب فی دعاء الوتر، ج 5، ص 561، مصطلح الہبانی، مصر، سنن نسائی، باب الدعاء فی الوتر، ج 3، ص 248، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، ج 1، ص 373، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((عَذَابُكَ الْجَدُّ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ)) کے بعد یہ پڑھتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَأَلْفُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ
وَانصُرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اللَّهُمَّ الْعَنْ كَفْرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُكْذِبُونَ رُسُلَكَ وَيَقَاتِلُونَ أَوْلِيَاءَكَ
اللَّهُمَّ خَالَفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَذِكْرٍ أَقْدَامَهُمْ وَأَنْزِلْ عَلَيْهِمْ بِأَنسِكَ الَّذِي لَمْ يردَّ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (اے اللہ
عزوجل! تو مجھے بخش دے اور مؤمنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کو اور ان کے دلوں میں اُلقت پیدا کر دے اور ان کے آپس کی
حالت درست کر دے اور ان کو تو اپنے دشمن اور خود ان کے دشمن پر مدد کر دے۔ اے اللہ (عزوجل) تو کفار اہل کتاب پر لعنت
کر جو تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں، الہی تو ان کی بات میں مخالفت ڈال دے اور ان
کے قدموں کو ہٹا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل کر جو قوم مجرمین سے واپس نہیں ہوتا۔)

(مصنف عبد الرزاق، باب القنوت، ج 3، ص 111، المجلس العلمي، ص 1)

دُعَاةُ قَنُوتِ كَعْبَدُ رُودِ شَرِيفِ پڑھنا بہتر ہے۔ (بہار شریعت، بحوالہ فقہ حنفی، ج 4، ص 655، 654، مکتبہ المدینہ، کراچی)

وتر میں قنوت ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سرہسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک وتروں میں تمام سال قنوت پڑھے گا۔" (امروا لسنی حاصل 50 فی مجموعہ فی الوتر، ج 1، ص 164، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن یحییٰ بن احمد ابن رشد مالکی کہتے ہیں:

"نماز وتر میں قنوت ہونے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قنوت کے پڑھنے کی طرف گئے ہیں، امام

مالک نے منع کیا ہے اور امام شافعی نے اپنے دو اقوال میں سے ایک میں رمضان کے نصف آخر میں اجازت دی ہے۔"

(ردیۃ المجدد، باب الاول بالقول فی الوتر، ج 1، ص 213، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"وتر میں قنوت ماہ رمضان کے نصف آخر کے علاوہ سال کے کسی وقت میں سنت نہیں ہے۔"

(المادی الکبیر، ج 2، ص 282، القول فی قنوت نصف الآخر من رمضان، ج 2، ص 292، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"قنوت نماز وتر میں رمضان کے نصف آخر میں سنت ہے۔" (المہذب، باب ملاقاة القنوت، ج 1، ص 158، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن سراج حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

"نماز وتر کی آخری رکعت میں تمام سال قنوت پڑھے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں پڑھتے تھے اس کا بیان

آگے آئے گا، حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھنے کا ذکر "کان" کے ساتھ ہے جو کہ دوام پر دلالت کرتا ہے، اور

کیونکہ جو وتر کے بارے میں رمضان میں شروع ہے وہ غیر رمضان میں بھی شروع ہوگا جیسا کہ وتر کی تعداد اور امام احمد سے

ایک روایت یہ بھی ہے کہ قنوت صرف رمضان کے نصف آخر میں پڑھی جائے گی، اسے اثرم نے اختیار کیا ہے۔"

(البدیع فی شرح المصنف، القنوت فی الوتر، ج 2، ص 10، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قنوت کے رکوع سے پہلے بالبعد میں ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت پڑھے، اس کی دلیل وہ آثار ہیں جو ہم نے روایت کیے ہیں، اور چونکہ قنوت قراءت کے معنی میں ہے کہ "اللہم انا نستعینک" حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے، اور قراءت رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگی، اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے اور ان کے پاس اس بارے میں کوئی اثر نہیں ہے، انہوں نے وتر کی قنوت کو نماز فجر کی قنوت پر قیاس کیا ہے۔"

(الموسم للسرخسی، الفصل الثانی القنوت فی الوتر، ج 1، ص 164، 165، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شواہغ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"وتر میں قنوت کا محل رکوع سے اٹھنے کے بعد ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ وتر میں اس کا محل رکوع سے پہلے ہے حضرت ابی بن کعب کی حدیث کی وجہ سے اور صحیح اول ہے اس وجہ سے جو ہم نے (قنوت صبح کے بارے میں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا۔"

(المہذب، باب صلاة التطوع، ج 1، ص 158، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"وتروں کی تیسری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت پڑھے گا۔"

(عمدة القاعد، باب صلاة التطوع، ج 1، ص 27، المكتبة المصریة بیروت)

مالکیہ کا موقف:

ماقبل میں گزرا کہ مالکیہ کے نزدیک قنوت پڑھنا ہی منح ہے۔

رکوع سے پہلے قنوت ہونے پر احناف کے دلائل

(1) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، واللفظ للبخاری: ((عاصم قال سألت أنس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع أو بعده؟ قال قبله، قال فلاناً فأخبرني عنك أنك قلت بعد الركوع، فقال كذب إنما قلت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهراً الحديث)) ترجمہ: عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قنوت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا قنوت ثابت ہے، میں نے عرض کیا: رکوع سے

پہلے یا بعد میں؟ فرمایا: رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں نے مجھے آپ کے حوالے سے رکوع کے بعد کی خبر دی ہے، فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت پڑھی ہے۔

(صحیح بخاری، باب القنوت قبل الركوع، ج 2، ص 28، تاریخ الخلفاء، ج 1، ص 469، اراحاہ الآثار العربی، بیروت)

(2) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ

الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، باب القنوت فی الوتر، ج 2، ص 84، المكتبة المصرية، بیروت)

(3) سنن نسائی میں ہے: ((عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ

كَانَ يَتْلُو فِي الْأُولَى بِسْمِ اللَّهِ الرَّبِّ الْعَلِيِّ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّلَاثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّبِّ الْعَلِيِّ﴾ دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی، ذکر اختلاف الثالین لشمس ابی بن کعب، ج 3، ص 235، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، طاب)

(4) حضرت علقمہ فرماتے ہیں: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ

قَالَ: ثُمَّ أُرْسِلَتْ أُمِّي أُمَّ عَبْدِ قَبْلَ أَنْ يَسْأَلَهُ عِنْدَ نِسَائِهِ فَأَخْبَرْتَنِي أَنَّهُ قَنَتَ فِي الْوُتْرِ، قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، میں نے اپنی والدہ کو بھیجا، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس رات گزاری، پس مجھے خبر دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، القنوت قبل الركوع، ج 2، ص 97، مكتبة الرشد، ریاض)

(5) حضرت ابو حمزہ کہتے ہیں: ((عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ

السُّبْحِ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(المجموع الكبير، ج 9، ص 284، مكتبة ابن عبيد، القاهرة)

(6) جامع ترمذی میں ہے: ((فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ فِي السُّبْحَةِ كُلِّهَا وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ

قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام سال وتر میں قنوت پڑھنے کے قائل تھے اور قنوت کو رکوع سے پہلے قرار دیتے تھے۔

(جامع ترمذی، باب ما ہادی القنوت فی الوتر، ج 2، ص 328، مطبع البابي، مصر)

(7) اسود بن یزید کہتے ہیں: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَنَّتَ فِي الْوُكْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔
(مسند ابن ابی شیبہ، العمود، ج 2، ص 26، مکتبہ الرشیدیہ)

(8) حضرت علقمہ کہتے ہیں: ((أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا يَقْنَتُونَ فِي الْوُكْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔
(مسند ابن ابی شیبہ، العمود، ج 2، ص 26، مکتبہ الرشیدیہ)

(9) حضرت عبداللہ بن حبیب کہتے ہیں: ((أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنَتُ فِي صَلَاةِ الْفَدَاكِ قَبْلَ الرَّكُوعِ وَفِي الْوُكْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز میں اور وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔
(مسند مہارزاق، باب العمود، ج 3، ص 113، مکتبہ الرشیدیہ)

(10) اسماعیل بن عبدالملک کہتے ہیں: ((عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ، أَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِعَلَاةٍ وَيَقْنَتُ فِي الْوُكْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر تین وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔
(مسند ابن ابی شیبہ، کان ہزیمات، ج 2، ص 26، مکتبہ الرشیدیہ)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی دلیل اور اس کا جواب:

مالکیہ تو نماز وتر میں قنوت پڑھنے کا ہی انکار کرتے ہیں، مالک مذکور احادیث و آثار ان کے خلاف حجت ہیں، شوافع اور حنابلہ کے پاس خاص وتر میں بعد رکوع قنوت پڑھنے پر دلائل موجود نہیں، وہ نماز فجر کی قنوت پر قیاس کرتے ہیں (ہمارے نزدیک نماز فجر میں قنوت صرف مصیبت عامہ کے وقت ہے، جسے قنوت نازلہ کہتے ہیں)، اور ان کے قیاس کے مقابلے میں یقیناً احناف کی طرف سے پیش کردہ احادیث و آثار راجح ہیں۔

باب نمبر 336

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الْوَتْرِ، أَوْ يَنَسَاهُ

کسی شخص کا وتر پڑھے بغیر سو جانا یا بھول جانا

حدیث: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو وہ اسے پڑھے جب اسے یاد آئے اور جب وہ جاگے۔

حدیث: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت

کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو وتر سے سو گیا تو وہ اسے پڑھے جب صبح ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اور یہ حدیث پہلی

حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ میں نے ابو داؤد سجری یعنی

سلیمان بن اشعث سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل

سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں سوال کیا تو

انہوں نے فرمایا: اس کا بھائی عبد اللہ میں کوئی مسئلہ نہیں ہے

۔ میں نے محمد سے سنا کہ وہ علی بن عبد اللہ کے حوالے سے اس

بات کو ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے عبد الرحمن بن زید بن

اسلم کی تضعیف کی ہے اور کہا عبد اللہ بن زید بن اسلم ثقہ ہیں

اور بعض اہل کوفہ اس حدیث کی جانب گئے ہیں اور انہوں

نے کہا: آدمی کو جب یاد آئے وہ وتر پڑھے لے اگرچہ سورج

ظہور ہونے کے بعد ہو اور سفیان ثوری اسی بات کے قائل

ہیں۔

465- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ،

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنِ الْوَتْرِ أَوْ نَسِيَهُ

فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ 466- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ،

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَامَ عَنِ

وَتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَهَذَا

أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ

السُّجَمِيَّ يَغْنِي سَلِيمَانَ بْنَ الْأَشْعَثِ

يَقُولُ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، فَقَالَ: أَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ لَا بَأْسَ بِهِ

، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَذْكُرُ "عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ

اللَّهِ أَنَّهُ ضَعَّفَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

وَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ثِقَّةٌ، وَقَدْ

ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى هَذَا الْحَدِيثِ،

وَقَالُوا: يُوتِرُ الرَّجُلُ إِذَا ذَكَرَ، وَإِنْ كَانَ يُعَدُّ مَا

طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَبِهِ يَقُولُ سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ "

باب نمبر 337

مَا جَاءَ فِي مُبَادَرَةِ الصُّبْحِ بِالْوُتْرِ

صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھنا

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وتر اور رات کی نماز کا وقت چلا جاتا ہے لہذا طلوع فجر سے پہلے وتر پڑھ لو۔

اور سلیمان بن موسیٰ ان الفاظ سے حدیث کو روایت

کرنے میں تباہ ہیں۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز کے بعد وتر نہیں ہیں۔

اور یہی بہت سے اہل علم کا قول ہے اور امام شافعی،

احمد اور خلق رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں، یہ حضرات صبح کی

467- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ :

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَا دِرْوَالُ الصُّبْحِ

بِالْوُتْرِ

قَالَ ابُو عَيْسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

صَحِيحٌ

468- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ

الْخَلَّالُ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا

مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي

نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ : قَالَ :

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ

تُصْبِحُوا

469- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَبْلَانَ قَالَ :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ،

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ

عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا طَلَعَ

الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَالْوُتْرُ،

فَأُوْتِرُوا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ : وَسُلَيْمَانُ بْنُ

نماز کے بعد وتر کو روائیس رکھتے۔

مُوسَى قَدْ تَفَرَّدَ بِهِ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ وَرَوَى عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَوْتِرُ بَعْدَ
صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُوَ قَوْلٌ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ
الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ:
لَا يَرُونَ الْوَيْتَرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ "

وتر کے وقت کے بارے میں تراجم ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (متوفی 683ھ) فرماتے ہیں:

عشاء اور وتر کا وقت ایک ہی ہے مگر عشاء کو وتر سے پہلے پڑھنے کا حکم ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام عمر) فرماتے ہیں: وتر کا وقت عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور آخری وقت طلوع فجر تک ہے۔ اور یہ اختلاف: اس کی صفت کے مختلف ہونے پر مبنی ہے، چنانچہ امام اعظم کے نزدیک وتر واجب ہے، اور جب کوئی وقت دو واجب نمازوں کو جامع ہو تو وہ دونوں نمازوں کا وقت ہوتا ہے۔ اگرچہ ان میں سے ایک کی تقدیم کا حکم ہو جیسا کہ وقتی نماز اور فوت شدہ نماز (میں سے وقتی کو پہلے پڑھنے کا حکم ہے)۔

اور صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہے۔ لہذا البقیہ سنتوں کی طرح اس کا وقت بھی فرض پڑھنے کے بعد شروع ہوگا۔ اور اس بارے میں اصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عايشان ہے: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً فَصَلُّوْهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ وَالْأَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ، أَلَا وَهِيَ الْوُتْرُ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے۔ تم وہ نماز، عشاء اور طلوع فجر کے درمیان پڑھو۔ سن لو! وہ وتر ہے۔

(الاعتبار بتعلیل الآثار، اوقات الصلوات الخمس، ج 1، ص 39، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مالک کا موقف:

علامہ ابو الطاہر ابراہیم بن عبدالصمد مالکی (متوفی 536ھ) فرماتے ہیں:

"وتر کے اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں، اس کا اول وقت وہ ہے جب عشاء کی نماز کو اس کے وقت شروع میں پڑھ لیا جائے، اور اس کے آخری وقت میں اس کا وقت اختیار طلوع فجر تک ہے اور کیا اس کے لیے وقت ضرورت ہے یعنی طلوع فجر سے صبح کی نماز پڑھنے تک؟ نہ ہب میں اس بارے میں قول ہیں: مشہور یہ ہے کہ جب تک صبح کی نماز نہ پڑھی ہو وتر پڑھ لے اور شاذ قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر نہ پڑھے۔"

(الشمیعی علی مہادی التوجیہ، وقت الوتر، ج 2، ص 859، دار ابن کثیر، بیروت)

شوافع کا موقف:

نماز وتر کا وقت نماز عشاء سے طلوع فجر تک ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً

صَلَاةٌ وَهِيَ الْوُكُوفُ فَصَلُّوْهَا مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے اور وہ وتر ہے۔ تم وہ نماز، عشاء سے طلوع فجر تک پڑھو۔

(ابن ماجہ، کتاب النوازل، ج 2، ص 271، باب ما جاء في)

حاجب کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"وتر کا وقت عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے، ایسے اگر اس نے عشاء سے پہلے وتر پڑھ لیا تو اس کے وتر نہیں ہوں گے.... کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْوُكُوفُ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عشاء اور نماز فجر کے درمیان وتر کو بنایا ہے۔"

(اشعری، منہج، فصل فی فضل الحج، ج 2، ص 119، مکتبہ المدینہ)

وتر کی قضا کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

فتاویٰ ہندیہ اور رد المحتار میں ہے:

"وتر کی نماز قضا ہوگئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو، قصد اقصا کی ہو یا بھولے سے قضا ہوگئی اور جب قضا پڑھے، تو اس میں قنوت بھی پڑھے۔ البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے۔"

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب النوازل، ج 1، ص 111، کتاب النوازل، باب الوتر، مطبعتی عکبر، ج 2، ص 533)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز وتر تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھی جائے تو اس کی قضا کی جائے گی، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علیہ السلام سے فرمایا کہ نماز وتر کو صبح کی قضا پڑھنے سے ابتدا کی تھی، اور جس روایت میں فرمایا کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز وتر کو صبح کی نماز تک مؤخر نہ کرو، اس کی قضا کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی نماز قضا کی جاسکتی ہے، یہ اس بات پر دلالت ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے، اور فراموشی سے کم ہیں حتیٰ کہ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی

جائے گی، اس کے لیے اذان نہیں کہی جائے گی اور رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ ادا نہیں کیے جائیں گے۔"

(المسند للترمذی، باب موایت اسلام، ج 1، ص 155، دارالعرف، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان المرادوی حنبلی (متوفی 885) فرماتے ہیں:

"وتر کی قضا میں صحیح مذہب یہ ہے کہ قضا کیا جائے گا، اور اسی پر جمہور اصحاب ہیں جیسا کہ مجدد، صاحب مجمع البحرین اور صاحب فروع وغیرہ۔ اور مصنف کے کلام میں یہی ہے کہ وتر سنن میں سے ہے اس طور پر شفع کے ساتھ اس کی قضا کی جائے گی صحیح قول پر، مجدد نے اس کی اپنی شرح میں صحیح کی ہے اور یہی ان کے کلام کا ظاہر ہے جنہوں نے کہا کہ وتر مجموعہ کا نام ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اکیلی ایک رکعت قضا کرے گا، اس کو ابن تمیم نے مقدم کیا ہے اور ان کو فروع اور مجمع البحرین میں مطلق بیان کیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ قضا نہیں کرے گا اس کو شیخ تقی الدین نے اختیار کیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اسے نماز فجر کے بعد قضا نہیں کیا جائے گا اور ابو بکر نے کہا کہ طلوع شمس سے پہلے تک قضا کیا جائے گا۔"

(الانصاف فی سرۃ الراۃ من الکتاب، باب صلاۃ التلویح، ج 2، ص 178، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شوافع کا موقف:

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وتر فوت ہو جائے تو یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو قضا نہیں کرے گا..... ابو اسحاق مزدی کہتے ہیں کہ قضا کرے گا اور امام شافعی نے جو فرمایا کہ قضا نہیں کرے گا اس کا مطلب ہے کہ وجوبی طور پر قضا نہیں کرے گا بہر حال اختیار اور استحباب کے طور پر قضا کرے گا اگرچہ نیند کے بعد ہو اور یہ وتر کی نماز کہلائے گی..... ابو اسحاق کے قول پر ہمارے جمہور اصحاب ہیں اور یہی صحیح ہے۔"

(المدنی الکبیر، القول فی قضا الوتر، ج 2، ص 287، 288، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الطاہر ابراہیم بن عبدالصمد مالکی (متوفی 536ھ) فرماتے ہیں:

اگر فجر کی مکمل کر لی تو ہمارے نزدیک بالافتاق وتر کا وقت فوت ہو جائے گا، تو نماز صبح کے بعد وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ نوافل میں سے کسی کی قضا نہیں کی جاتی اور یہ نمازرات کے نوافل کے لیے وتر ہے اور اس کا حکم منقطع ہو چکا لہذا اسے اس کے بعد قضا نہیں کرے گا کیونکہ قضا کا حکم اصولیوں کے صحیح مذہب پر امر ثانی کے سبب ہوتا ہے اور اس کی قضا کے لیے حکم وارد نہیں ہوا۔

(المجموع علی سہائی التوجیہ، وقت الوتر، ج 2، ص 581، دار ابن جریر، بیروت)

نماز وتر قضا ہوجانے کی صورت میں پڑھنے کے دلائل اور نہ پڑھنے کی دلیل کا جواب:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنِ الْوُتْرِ أَوْ نَسِيَهِ فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَ وَإِنَّا لَمُتَمِطُونَ)) ترجمہ: جو وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو وہ اسے پڑھے جب اسے یاد آئے اور جب وہ جاگے۔

(جامع ترمذی، باب اجابنی الرجل ینام من الوتر الخ، ج 2، ص 330، مصنف ابیانی، مصر)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لیلۃ السعیریس" میں وتر کی قضا پڑھنے سے ابتداء کی تھی۔

(المسود للسخری، باب موایق الصلاة، ج 1، ص 155، دار المعرفہ، بیروت)

اور جس روایت میں فرمایا کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز وتر کو صبح کی نماز تک مؤخر نہ کرو، اس

(المسود للسخری، باب موایق الصلاة، ج 1، ص 155، دار المعرفہ، بیروت)

کی قضا کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں۔

اور جس روایت میں فرمایا کہ "جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وتر اور رات کی نماز کا وقت چلا جاتا ہے لہذا طلوع فجر سے پہلے

وتر پڑھ لو" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وتر کی نماز کا "وقت ادا" چلا جاتا ہے، اب یہ قضا ہو جاتی ہے، یہاں بھی وقت کے اندر ادا کرنے کی ترغیب ہے، قضا سے منع کرنا مقصود نہیں۔

باب نمبر 338

ما جاء لا وتران في ليلة

ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں

حدیث: طلق بن علی اپنے والد سے روایت کرتے

ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔“

اہل علم کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو

اول شب میں وتر پڑھتا ہے پھر آخر شب میں وتر کے لئے کھڑا

ہوتا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد

کے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ وہ وتروں کو توڑ دے اور

انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے اور پھر

نماز پڑھے جو اس کے لئے ظاہر ہو پھر اپنی نماز کے آخر میں وتر

پڑھے کیونکہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں اور اسحق بھی اسی

جانب گئے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ

میں بعض اہل علم کا کہتے ہیں: جب وہ اول شب میں وتر پڑھے

لے پھر سو جائے پھر آخر شب میں کھڑا ہو تو جو اس کے لئے

ظاہر ہو وہ نماز پڑھے اور اپنے وتر نہ توڑے اور اپنے وتر کو جیسے

تھے ویسے ہی چھوڑ دے اور یہ سفیان ثوری، مالک بن انس

، ابن المبارک اور احمد کا قول ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی اسناد سے مروی ہے کہ

بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد نماز ادا

فرمائی۔

470- حَدَّثَنَا هِنَادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُلَاذِمٌ

بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا

وَتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي

الَّذِي يُوتَرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ يَقُومُ مِنْ آخِرِهِ،

فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: تَقْضُ الْوَتْرَ،

وَقَالُوا: يُضَيَّفُ إِلَيْهَا رَكْعَةٌ وَيُصَلِّي مَا بَدَأَ،

ثُمَّ يُوتَرُ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، لِأَنَّهُ لَا وِتْرَانَ فِي

لَيْلَةٍ، وَهُوَ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ إِسْحَاقُ، وَقَالَ

بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ

نَامَ، ثُمَّ قَامَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ يُصَلِّي مَا بَدَأَ

لَهُ وَلَا يَنْقُضُ وِتْرَهُ، وَيَدْعُ وِتْرَهُ عَلَى مَا كَانَ،

وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ،

وَأَبْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَهَذَا أَصَحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ

رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَدْ صَلَّى بَعْدَ الْوَتْرِ

حدیث: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی کی مثل ابو امامہ، عائشہ اور بہت سے افراد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

471- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ:
 حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ
 مُوسَى الرَّثِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ
 سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي
 بَعْدَ الْوُتْرِ رَكْعَتَيْنِ: وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هَذَا، عَنْ
 أَبِي أَمَامَةَ، وَعَائِشَةَ، وَغَيْرِ وَاجِدٍ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

”مختصر السنن میں فرمایا ”ایک رات میں دو وتر نہیں“ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے وتر پڑھے پھر اس کے بعد نماز پڑھی تو وتر کا اعادہ نہیں کرے گا۔ علما کے اس میں اختلاف ہے کہ جس نے وتر پڑھے پھر سو گیا پھر اٹھا اور نماز پڑھی، تو کیا وہ اپنی نماز کے آخر کو وتر بنائے گا؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب یہ معاملہ پیش آیا تو انہوں نے اپنے قیام کی ابتداء میں ایک رکعت پڑھی اور اسے اپنے سابقہ وتر کے ساتھ ملا دیا اور اسے اس کے ساتھ توڑ دیا پھر دو دو کر کے رکعتیں پڑھیں پھر ایک رکعت (ملانے) کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی۔ اور یہی بات حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ اور ایک گروہ نقض وتر کا قول نہیں کرتا اور یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہما سے مروی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس شخص کے بارے میں جس نے وتر توڑے تھے ارشاد فرمایا: یہ اپنے وتر کے ساتھ کھیلنے والا ہے۔ اور حضرت شعبی نے فرمایا: ہمیں پختہ کرنے کا حکم ہے، ہمیں نقض کا حکم نہیں۔ میں کہتا ہوں: ابن ابی شیبہ نے کعب اور ابو حزہ کے واسطے سے ابن عباس اور عائذ بن عمرو سے روایت کیا، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جب تم اول رات میں وتر پڑھ لو تو آخر میں وتر نہ پڑھو اور جب آخر میں وتر پڑھو تو اول میں وتر نہ پڑھو۔ اور ہم سے ہشیم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہمیں مغیرہ نے خبر دی، وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وتروں کو توڑنے کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا: ((إنما أمرنا بالابدوام ولم نؤمر بالنقض)) ترجمہ: ہمیں پختہ کرنے کا حکم ہے اور ہمیں نقض (توڑنے) کا حکم نہیں۔“

(شرح ابی داؤد اللعیثی، باب فی نقض الوتر، ج 5، ص 351، 352، مکتبہ الرشیدیہ)

تکرار وتر اور نقض وتر کے بارے میں مذاہباحناف کا موقف:

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہام حنفی (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

”اگر کسی نے سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے، پھر رات کو قیام کیا، نماز پڑھی تو دوبارہ وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتزان فی لیلۃ)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اس صورت میں اس حدیث پاک ((اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا)) (ترجمہ: اپنی رات کی نماز کے آخر کو وتر بناؤ) سے جو مستحب مستفاد ہو رہا ہے

اسے ترک کرنا اس پر لازم ہے کیونکہ پہلے والوں وتر کو شفع ہانا ممکن نہیں کہ ایک رکعت یا تین رکعتیں نفل ممنوع ہیں۔"

(فتح القدیر، باب الوافل، ج 1، ص 438، دارالکتب، بیروت)

حنا بلہ کا موقوف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"جس نے سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لی، پھر تہجد کے اٹھا تو وہ اپنے کونہیں توڑے گا اور جفت نماز ہی پڑھے گا یہاں

تک کہ صبح ہو جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلة)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔"

(الکافی فی نقلا امام احمد، باب صلاة الطلوع، ج 1، ص 266، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکہ کا موقوف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

"اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب وتر پڑھ لے پھر سو جائے پھر نفل کے لیے اٹھے تو وہ دوبارہ وتر نہیں پڑھے گا

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلة)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اس کو ابو داؤد نے

تخریج کیا ہے۔ اور بعض علما کا موقوف یہ ہے کہ پہلے وتر کو شفع بنا دے گا وہ اس طرح کہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا دے گا اور

پھر اپنے نوافل کے آخر میں وتر پڑھے گا۔ یہ وہی مسئلہ ہے جسے نقض وتر کے طور پر جانا جاتا ہے، اس میں دو وجہوں سے ضعف ہے

: ایک تو یہ کہ اس کے اس طرح کرنے سے نفل کی طرف نہیں پلٹیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ شرع میں ایک رکعت نفل غیر معروف ہے۔

(بدایۃ المجتہد، الباب الثانی فی رکعتی الفجر، ج 1، ص 214، دارالحدیث، القاہرہ)

شوافع کا موقوف:

علامہ عجمی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"جب سونے سے پہلے وتر پڑھ لے پھر اٹھے اور تہجد پڑھے تو صحیح مشہور قول پر وتر کونہیں توڑے گا۔ جمہور نے اسی پر جزم

کیا ہے بلکہ جفت رکعتوں میں ہی تہجد پڑھے گا۔ اس میں ایک قول اور بھی ہے جسے امام الحرمین وغیرہ نے خراسانیوں سے حکایت

کیا ہے کہ وہ تہجد کے شروع میں ایک رکعت پڑھ کر مائل پڑھے ہوئے وتر کو جفت کر دے پھر جتنی رکعتیں چاہے تہجد پڑھے پھر

دوبارہ وتر پڑھے، اسے "نقض الوتر" کہتے ہیں اور مذہب پہلا قول ہے، اس حدیث پاک کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلة)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا

(المجموع شرح المہذب، باب صلاة التلویح، ج 4، ص 15، دار الفکر بیروت)

ہے، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

باب فقہ 339

مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ

سواری پر وتر پڑھنا

حدیث: حضرت سعید بن یسار سے روایت ہے

فرمایا: میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں چل رہا تھا تو میں ان سے پیچھے رہ گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا تم کہاں تھے؟ تو میں نے کہا: میں نے وتر ادا کئے تھے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر وتر ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں بعض اہل علم اس جانب گئے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی اپنی سواری پر نماز پڑھ لے اور امام شافعی، احمد اور اسحاق بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: آدمی سواری پر وتر ادا نہ کرے تو جب اس کا وتر ادا کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اترے اور زمین پر وتر کی نماز ادا کرے اور یہی بعض اہل کوفہ کا قول ہے

472- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ

بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: كُنْتُ أُمْسِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ، فَتَخَلَّفْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَيُّنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: أَوْتَرْتُ، فَقَالَ: أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ ابُو عَيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هَذَا: وَرَأَوْا أَنْ يُوتِرَ الرَّجُلُ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يُوتِرُ الرَّجُلُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ نَزَلَ فَأَوْتَرَ عَلَى الْأَرْضِ، وَبِهِ وَقَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر نماز وتر پڑھی) ((محمی الدین نووی شافعی نے فرمایا: اس میں ہمارے مذہب کی دلیل ہے کہ سفر میں سواری پر وتر جائز ہیں جدھر سواری کا رخ ہو، اور یہ سنت ہیں واجب نہیں ہیں، اہ۔ امام اعظم کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہمارے نزدیک نماز وتر کا وجوب ان احادیث سے ثابت ہو گیا جن کا ہم نے اس کے باب میں ذکر کیا ہے تو یہ فرض کے ساتھ لاحق ہو گئے لہذا ان کا (بلا عذر شرعی) سواری پر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ فرض نماز کا سواری پر ادا کرنا جائز نہیں، اور ان کا اس سے یہ ثابت کرنا کہ وتر سنت ہے واجب نہیں، ہمیں تسلیم نہیں کیونکہ وتر تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھے (جیسا کہ ماقبل میں گزرا) اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر سواری پر ادا فرمائے، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وتر سنت ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ سواری پر ادا کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص ہو، اور لوگوں کو اس کی اجازت نہ ہو (پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر ادا فرمائے ہوں۔)" (شرح ابی داؤد اللعینی، باب الطلوع علی الراتلہ والوتر، ج 5 ص 93، مکتبۃ الرشیدیہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر نماز وتر پڑھی) ((ابن ملک نے کہا: یہ حدیث پاک وتر کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے.... امام طحاوی نے فرمایا: ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر کا حکم پختہ اور مؤکد ہونے سے پہلے سواری پر ادا فرمائے ہوں اور اس کے بعد وتر کا حکم مؤکد ہوا ہو۔ اور فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے کہ انہوں نے سواری پر نفل نماز پڑھی اور وتر زمین پر ادا فرمائے اور ان کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب صلاة الستر، ج 3 ص 1003، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 340

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الضُّحَى

نمازِ چاشت کے بارے میں

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "جس نے نمازِ چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر تعمیر فرمائے گا۔"

اور اس باب میں حضرت ام ہانی، حضرت ابو ہریرہ

حضرت نعیم بن ہمار، حضرت ابو ذر، حضرت عائشہ، حضرت ابو امامہ، حضرت عتبہ بن عبد اللہ، حضرت ابن ابی اونی، حضرت ابوسعید، حضرت زید بن ارقم اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

حدیث: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے

فرمایا: مجھے کسی نے بھی اس بات کی خبر نہیں دی کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت پڑھتے دیکھا ہو سوائے حضرت

ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پس بے شک وہ بیان کرتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرمایا پس آٹھ رکعات ادا فرمائیں میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز پڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود کو مکمل

473- حَدَّثَنَا أَبُو كَرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ

الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ فَلَانَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمِّهِ ثَمَامَةَ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ هَانَءَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَنَعِيمِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي أَمَامَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السَّلْمِيِّ، وَابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَنَسِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ "

474- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ

السُّنِّي قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى،

ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک اس باب ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث سے زیادہ صحیح کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور حضرت نعیم کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ وہ نعیم بن خمار ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ابن ہمار ہیں اور انہیں ابن ہبار اور ابن ہام بھی کہا جاتا ہے اور صحیح ابن ہمار ہے اور ابو نعیم کا ان کے بارے میں وہم ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ ابن حجاز ہیں اور اس میں انہوں نے خطا کی ہے پھر اسے ترک کر دیا تو کہا کہ حضرت نعیم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے اس بات کی عبد بن حمید نے ابو نعیم کے حوالے سے خبر دی۔

حدیث: حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کی ابتدا میں میرے لئے چار رکعات پڑھ لو تو میں دن کے آخر تک تجھے کافی ہوں گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

إِلَّا أُمَّ هَانِيَةَ، فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ، فَسَبَّحَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَكَانَ أَحْمَدُ رَأَى أَصَحَّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثُ أُمَّ هَانِيَةَ، وَاخْتَلَفُوا فِي نَعِيمٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعِيمُ بْنُ خُمَارٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: ابْنُ هَمَارٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ هَبَّارٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ هَمَامٍ، وَالصَّحِيحُ ابْنُ هَمَارٍ، وَأَبُو نَعِيمٍ وَبِهِمْ فِيهِ، فَقَالَ ابْنُ حِمَارٍ وَأَخْطَأَ فِيهِ، ثُمَّ تَرَكَ، فَقَالَ نَعِيمٌ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي نَعِيمٍ 475- حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ السَّمْنَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ، عَنْ بَجِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَبِي ذَرٍّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: ابْنُ آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافلت کرے تو اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ اور تحقیق کعب اور نصر بن سمیل اور بہت سے ائمہ نے اس حدیث پاک کو نہاس بن قہم سے روایت کیا اور ہم اس حدیث کو صرف انہی سے جانتے ہیں۔

حدیث: حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہیں چھوڑیں گے اور اسے چھوڑتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہیں پڑھیں گے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

476- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ نَهَاسِ بْنِ قَهْمٍ، عَنْ شَدَّادِ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافِظٌ عَلَيَّ شَفَعَةَ الضُّحَى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ بِشَلِّ زَبَدِ الْبَحْرِ: وَقَدْ رَوَى وَكَيْعٌ، وَالنَّضْرُ بْنُ سَمَيْلٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَيْمَةِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ نَهَاسِ بْنِ قَهْمٍ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ

477- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ فَضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى حَتَّى تَقُولَ لَا يَدْعُ، وَيَدْعُهَا حَتَّى تَقُولَ لَا يُصَلِّي، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بِهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

شرح حدیث

بارہ رکعتوں کی فضیلت چھٹنگی میں ہے یا ایک مرتبہ میں بھی:

علامہ محمد بن عبدالبرہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"(جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں)) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر چھٹنگی کی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک

مرتبہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔"

(ماویہ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاۃ الخفی، ج 1، ص 416، دار الفکر، بیروت)

سمندر کی جھاگ کے برابر ہونے کا مطلب:

علامہ محمود بدرالدین حنفی فرماتے ہیں:

"(اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں)) یعنی جب انہیں اجسام اور اعیان کے طور پر فرض کیا جائے

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر گناہوں کی کثرت مراد ہو۔"

(شرح ابی داؤد للحنفی، باب صلاۃ الخفی، ج 5، ص 185، 186، مکتبۃ الرشیدیہ)

سمندر کی جھاگ سے تشبیہ دینے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"کثرت کو سمندر کی جھاگ کے ساتھ خاص اس لیے کیا کہ مخاطمین کے نزدیک اس کے کثرت میں مشہور ہونے کی وجہ

سے۔"

(مرآۃ المفاتیح، باب صلاۃ الخفی، ج 3، ص 382، دار الفکر، بیروت)

ایک اشکال کا جواب:

اس حدیث پاک میں فرمایا کہ "جو چاشت کی نماز پر چھٹنگی کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی

جھاگ کے برابر ہوں" جبکہ ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ "جو فجر کے بعد بیٹھا رہے یہاں تک (سورج کے بلند ہونے کے

بعد) نماز چاشت پڑے اور اس دوران خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ

سے زیادہ ہوں" تو ایک حدیث پاک میں سمندر کی جھاگ کے برابر فرمایا اور ایک حدیث پاک میں سمندر کی جھاگ کے زیادہ

فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ ابن حجر نے کہا: اس حدیث پاک میں "سمندر کی جھاگ کے برابر" فرمایا اور ماقبل میں "سمندر کی جھاگ سے اکثر" فرمایا، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ماقبل حدیث میں فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے اور اس کے بلند ہونے تک بیٹھنے کا فرمایا تو یہ عمل زیادہ مشقت والا ہے لہذا اس میں زیادہ ہونا ہی اہق ہے۔ اس وجہ میں نظر ہے کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ اس حدیث پاک میں جو مواظبت مذکور ہے وہ صرف سورج طلوع ہونے تک بیٹھنے سے زیادہ قوی ہے، ہاں اگر بیٹھنے والی حدیث پاک میں بھی مداومت معتبر ہو یا اس کے ساتھ فجر کی فرض نماز کو بھی ملایا جائے تو یہ وجہ فرق ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب ملاقاة النبی، ج 3، ص 982، دار الفکر، بیروت)

نماز چاشت کا حکم، وقت اور رکعتوں کی تعداد:

نماز چاشت کی چار یا اس سے زیادہ رکعتیں مندوب اور مستحب ہے۔

(دررالحکام، رکعتی الوضوء، ج 1، ص 117، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

بحر الرائق میں علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

مصنف یعنی صاحب کنز نے مندوب نمازوں میں نماز چاشت کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا انکار کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعتیں ادا فرماتے تھے اور اس سے زیادہ چھٹی چاہتے ادا فرماتے۔" اس کا مستحب ہونا ہی راجح ہے۔

(البحر الرائق، مصلیٰ المسنونہ کل یوم، ج 2، ص 55، دار الکتب الاسلامیہ، بیروت)

نماز چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے

پڑھے۔ (نہاد ہیندی، کتاب المصلیٰ، الباب التاسع فی النوازل، ج 1، ص 112، دار الفکر، کتاب المصلیٰ، باب الوتر والوافل، مطلب سے الوضوء، ج 2، ص 563)

مستحب ہے، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ رکعتیں ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 675، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کہ احادیث مبارکہ میں دو رکعتوں سے بارہ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب پر وارد ہوئی ہیں۔

(عیلہ ہانی، النسل المادی، اختر دن فی القلوب الخ، ج 1، ص 445، دار الکتب المصریہ، بیروت)

نماز چاشت کے فضائل

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى الضُّحَىٰ فَبَعَثَ اللَّهُ مَلَكَ يَكْتُبُ لَهُ بِرَّهُ عَشْرًا رُكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ج 1، ص 439، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، جامع ترمذی، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ج 2، ص 337، مصنف ابی ہاشم)

(2) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سَلَامٍ مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَلَهْفٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزَى مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى)) ترجمہ: آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ابو داؤد) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی، ج 1، ص 498، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) ترمذی نے حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابو داؤد اور دارمی نے حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور احمد نے ان سب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ((ابن آدم اذ رکع لی أربع رکعات من أول النهار أكفك آخره)) ترجمہ: اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ لے، آخر دن تک میں تیری کفایت فرماؤں گا۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ج 2، ص 340، مصنف ابی ہاشم، سنن ابی داؤد، باب صلاة الضحی، ج 2، ص 27، مکتبۃ احصیہ، بیروت)

(4) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((من صلى الضُّحَىٰ رُكْعَتَيْنِ لَمْ يَكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعًا كَتَبَ مِنَ الْعَابِدِينَ وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كَتَبَ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْعَاتِمِينَ وَمَنْ صَلَّى ثِنْتَيْ عَشْرًا رُكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَمَا مِنْ يَوْمٍ وَلَا لَيْلَةٍ إِلَّا اللَّهُ مِنْ يَمَنِ بِهِ عَلَى عِبَادِهِ وَصَدَقَةٌ وَمَا مِنْ اللَّهِ عَلَى أَحَدٍ مِنْ عِبَادِهِ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَلْهَمَهُ ذِكْرَهُ)) ترجمہ: جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں، غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا

جسے اپنا ذکر الہام کیا۔ (الترغیب والترہیب للترمذی، کتاب الوافل، ج 1، ص 266، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(5) احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ حَافِظًا عَلَيَّ شُعْبَةَ الضُّحَى، غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبُهَيْرِ)) ترجمہ: جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ "

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ج 1، ص 440، در احیاء الکتب العربیہ، بیروت، جامع ترمذی، باب ماجاء فی صلاة الضحی، ج 2، ص 341، سنن ابی یوسف، ص 100، سنن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 15، ص 446، مؤسسة الرسالة، بیروت)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَحَافِظُ عَلَيَّ صَلَاةَ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ)) ترجمہ: چاشت کی نماز کی محافظت او اب (بہت رجوع کرنے والا) ہی کرتا ہے۔

(الحکم الاوسط، من اسرع علی، ج 4، ص 159، دار الحرمین، القاہرہ)

(7) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرَمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا آيَاتُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ الْحَدِيثِ)) ترجمہ: جو اپنے گھر سے طہارت کے ساتھ اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا تو اس کے لیے احرام کے ساتھ حج کرنے والے کے اجر ہے، اور جو نماز چاشت کے لیے نکلا، مقصد صرف اس کی ادائیگی تھا تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کی طرح ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی فضل الضحی الی الصلاة، ج 1، ص 153، المكتبة المصرية، بیروت)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا أَدْعُوهُنَّ فِي سَفَرٍ وَلَا حَضْرٍ كَعَمِّي الضُّحَى، وَصَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، وَأَنْ لَا آكُمَ إِلَّا عَلَيَّ وَتَرَى)) ترجمہ: میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے کہ میں انہیں سفر و حضر میں نہ چھوڑوں: چاشت کی دو رکعتیں، مہینے میں تین روزے اور یہ کہ وتر پڑھ کر ہی سوؤں۔

(سنن ابی داؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج 2، ص 65، المكتبة المصرية، بیروت)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الضُّحَى، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: أَيُّنَ الَّذِينَ كَانُوا يُدْعِمُونَ عَلَيَّ صَلَاةَ الضُّحَى؟ هَذَا بِكُمْ فَادْعُلُوهُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ)) ترجمہ: جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام "ضحی" ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو صلاۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پر پیشگی اختیار کرتے تھے، یہ تمہارا دروازہ ہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ اپنے رب کو رحمت سے۔

(الحکم الاوسط، من اسرع علی، ج 5، ص 195، دار الحرمین، القاہرہ)

باب نمبر 341

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الزَّوَالِ

زوال کے وقت نماز پڑھنا

حدیث: حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ بے شک یہ ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور مجھے بھی یہ محبوب ہے کہ میرا نیک عمل اس ساعت میں اٹھایا جائے۔ اور اس باب میں علی اور ابویوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے جن کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

478- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدَّبُ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزْرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تَفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأَجِبُ أَنْ يَضَعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي أَيُّوبَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے) عراقی نے کہا کہ یہ ظہر کی چار سنت

(قوت السنن، ابواب الصلاة، ج 1، ص 204، جامع القرآن، مکتبہ المکتبہ)

قبلیہ کے علاوہ ہیں اور انہیں سنت الزوال کہا جاتا ہے۔"

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے) یہ چار رکعات ظہر کی چار رکعت سنت

قبلیہ ہی ہیں، ایسا ہمارے علما میں سے بعض شارحین نے کہا ہے اور انہوں نے اس کہنے سے اس شخص کے رد کا ارادہ کیا ہے کہ جس

نے گمان کیا کہ یہ ظہر کی سنت قبلیہ کے علاوہ ہیں اور اس نے ان رکعتوں کو سنت زوال کا نام دیا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلها، ج 3، ص 894، دار الفکر بیروت)

باب نمبر 342

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْحَاجَّةِ

نماز حاجت کے بارے میں

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جسے اللہ عزوجل کی جانب یا کسی نبی آدم کی جانب کوئی حاجت ہو تو وہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ عزوجل کی شایان کرے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یوں کہے: "لا إله إلا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، أسألك موجبات رحمتك، وعزائم مغفرتك، والغنيمة من كل بر، والسلامة من كل إثم، لا تدع لي ذنبا إلا غفرته، ولا هما إلا فرجته، ولا حاجة هي لك رضا إلا قضيتها يا أرحم الراحمين" ترجمہ: "اللہ حلم و کرم والے کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، عرش عظیم کے مالک اللہ عزوجل کے لئے پاکی ہے، تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں، اے اللہ عزوجل میں تجھ تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی کی ذریعے غنیمت کے حصول اور ہر گناہ سے سلامتی کی دعا کرتا ہوں، تو میرے ہر گناہ کی بخشش فرما، اور ہر غم دور فرما اور ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا ہو اسے پورا فرما لے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے

479- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنْبِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَكْرٍ، عَنْ قَائِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللَّهِ حَاجَةٌ، أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللَّهِ، وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمِ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ، وَلَا حَاجَةَ هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، فَأَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ، وَقَائِدٌ هُوَ أَبُو

اور اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے قاسم بن عبد الرحمن حدیث کے
حوالے سے تصحیف کی جاتی ہے اور قاسم کو وہ ابو الورقا ہے۔

الْوَرَقَاءِ

شرح حدیث

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"(ہر گناہ سے سلامتی کی دعا کرتا ہوں)) عراقی نے کہا کہ اس حدیث پاک میں ہر گناہ سے بچنے کے سوال کا جواز ہے، بعض نے اس کے جواز کا انکار کیا ہے کیونکہ عصمت صرف انبیاء اور ملائکہ کے لیے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انبیاء اور ملائکہ کے حق میں واجب ہے اور ان کے علاوہ کے لیے جائز ہے اور جائز چیز کا سوال جائز ہے مگر ادب یہ ہے کہ حفاظت کا سوال کیا جائے عصمت کا سوال نہ کیا جائے، چنانچہ کہیں یا حفاظت کہیں مراد یہاں حفاظت ہی ہے۔"

(نور المصنفی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 205، جامع القرآن، مکتبہ المکرمہ)

نماز حاجت کی مختلف صورتیں

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نماز حاجت کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) ابوداؤد حضرت حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی امر اہم پیش آتا تو نماز پڑھتے۔

(2) اس کے لیے دو رکعت یا چار پڑھے۔ حدیث میں ہے: "پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور تین بار آیہ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک بار پڑھے، تو یہ ایسی ہیں جیسے شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔"

مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں۔

(3) ایک حدیث میں ہے جس کو ترمذی وابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کی کوئی حاجت اللہ (عزوجل) کی طرف ہو یا کسی بنی آدم کی طرف تو اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ عزوجل کی شاکرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْخَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ أَلِيمٍ لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً لِي لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (اللہ عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے، پاک ہے

اللہ (عزوجل)، مالک ہے عرش عظیم کا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جو رب ہے تمام جہاں کا، میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور طلب کرتا ہوں تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کو میرے لیے کوئی گناہ بغیر مغفرت نہ چھوڑ اور ہر نعم کو دور کر دے اور جو حاجت تیری رضا کے موافق ہے اسے پورا کر دے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان!

(4) ترمذی باقائدہ محسن و صحیح واہن ماجہ و طبرانی وغیرہم عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک صاحب نابینا حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی، اللہ (عزوجل) سے دُعا کیجیے کہ مجھے عافیت دے، ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو دُعا کروں اور چاہے صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ "انہوں نے عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دُعا کریں، انھیں حکم فرمایا: کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَسَّلُ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فَبِحَاجَتِي هَذِهِ لِنُقْضِي لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ (ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو تسل کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ (عزوجل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے اپنے رب (عزوجل) کی طرف اس حاجت کے بارہ میں متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری حاجت پوری ہو۔ "الہی! اون کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔)

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے، گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔

(5) نیز قضائے حاجت کے لیے ایک مجرب نماز جو علما ہمیشہ پڑھتے آئے یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور امام کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے سوال کرے، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں ایسا کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(6) نیز اس کے لیے ایک مجرب نماز صلاۃ الاسرار ہے جو امام ابوالحسن نور الدین علی بن جریر نخعی شطونی ہیبت الاسرار میں اور مثلاً علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قل هو اللہ پڑھے سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کرے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گیارہ بار دُعا و سلام عرض کرے اور گیارہ بار یہ کہے: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ اغْنِنِي وَامْدُدْنِي فِي قَضَائِ حَاجَتِي يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ (ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) کے

رسول! اے اللہ (عزوجل) کے نبی! میری فریاد کو پہنچنے اور میری مدد کیجیے، میری حاجت پوری ہونے میں، اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔)

پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر یہ کہے: يَا غُوثَ الشَّقِيَّينَ وَيَا كَرِيْمَ الطَّرِيقِيْنَ اِغْنِنِيْ وَامْتَدِنِيْ فِيْ قَضَاءِ حَاجَتِيْ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ (اے جن وانس کے فریادرس اور اے دونوں طرف (ماں باپ) سے بزرگ! میری فریاد کو پہنچنے اور میری مدد کیجیے، میری حاجت پوری ہونے میں، اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔)

پھر حضور کے توسل سے اللہ عزوجل سے دُعا کرے۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص 685-687، مکتبہ المدینہ، کراچی)

باب نمبر 343

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْاسْتِخَارَةِ

نماز استخارہ کے بارے میں

حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جیسا کہ ہمیں قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کسی کو کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعتیں ادا کرے پھر یوں کہے: "اللهم انی استخیرک بعلمک، وأستقدرک بقدرتک، وأسألك من فضلک العظیم، فإنک تقدر ولا أقدر، وتعلم ولا أعلم، وأنت علام الغیوب، اللهم ان کنت تعلم أن هذا الأمر خیر لی فی دینی ومعیشتی وعاقبة امری - أو قال: فی عاجل امری وأجله - فیسره لی، ثم بارک لی فیہ، وإن کنت تعلم أن هذا الأمر شر لی فی دینی ومعیشتی وعاقبة امری - أو قال: فی عاجل امری وأجله - فاصرفه عنی، واصر فنی عنه، واقدر لی الخیر حیث کان، ثم أرضنی به" ترجمہ: "اے اللہ عزوجل میں تجھ سے استخارہ کرتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور تیری قدرت کے ساتھ طلب قدرت کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ عزوجل اگر

480- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: "إِذَا بَدَأْتُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَأَجَلِهِ - فَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَأَجَلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْني عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ، قَالَ: وَيُسَمَّى حَاجَتَهُ" وَفِي

حیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین و معیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور آسان کر پھر میرے لیے اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ میرے لیے یہ کام برا ہے میرے دین و معیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر اور میرے لیے خیر کو مقرر فرما جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے راضی کر۔“ فرمایا: اور اپنی حاجت کو بیان کرے۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف عبدالرحمن بن ابوالموال کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور وہ شیخ مدینی، ثقہ ہیں۔ ان سے سفیان نے حدیث روایت کی ہے اور عبدالرحمن سے بہت سے ائمہ نے روایت کی ہے۔

الْبَابُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْمَوَالِ وَهُوَ شَيْخٌ مَدِينِيٌّ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ سَفْيَانُ حَدِيثًا، وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((تمام امور میں)) یعنی جن امور کا ہم ارادہ کرتے چاہے وہ امور مباحہ ہوں یا امور عبادت، مگر عبادت میں استخارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وقت اور کیفیت کے بارے میں نہ کہ اصل فعل کے بارے میں"

((جیسا کہ ہمیں قرآن کریم کی سورت سکھاتے تھے)) یہ بات استخارہ سے متعلق بہت زیادہ توجہ پر دلالت کرتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب استخارہ، ج 3، ص 965، مدار المتعمق، ص 3)

استخارہ کا معنی:

استخارہ کا لغوی معنی ہے: طَلَبُ الْخَيْرِ فِي الشَّيْءِ۔ شے میں خیر کا طلب کرنا۔

(لسان العرب، فصل اللغۃ، ج 4، ص 266، مدار المتعمق، ص 3)

استخارہ کا اصطلاحی معنی یہ ہے: اَنْ يَسْأَلَ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرَ الْأَمْرَيْنِ۔ اللہ تعالیٰ سے دو اموروں میں سے بہتر کا سوال کرنا۔

(کنز العمال، ج 1، ص 10، ج 2، ص 10، ج 3، ص 10، ج 4، ص 10، ج 5، ص 10، ج 6، ص 10، ج 7، ص 10، ج 8، ص 10، ج 9، ص 10، ج 10، ص 10)

استخارہ سے متعلق کچھ مسائل اور آداب:

(1) استخارہ ایسے اہم معاملے میں ہوتا ہے جو خیر اور شر کا احتمال رکھتا ہو کیونکہ استخارہ نفس طاعت کے کرنے میں نہیں ہے اور نفس معصیت کے ترک میں بھی نہیں ہے۔

(شرح مسند ابی حنیفہ نقاری، ص 17، 18، مدار المتعمق، ص 3)

(2) حج اور جہاد اور دیگر نیک کاموں میں نفس فعل کے لیے استخارہ نہیں ہو سکتا، ہاں تعیین وقت کے لیے کر سکتے ہیں۔

(حجۃ المسلمین، ص 131، مدار المتعمق، ص 3)

(3) استخارہ جس طرح امور مباحہ میں ہوتا ہے اسی طرح امور مستحبہ میں بھی ہوتا ہے کیونکہ امور مستحبہ میں بھی بعض بعض پر ترجیح رکھتے ہیں۔

(شرح مدار المتعمق، ص 18، ج 1، ص 18، ج 2، ص 18)

(4) مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے اول آخر الحمد للہ اور درود شریف پڑھے اور پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلی میں وَرَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ يَقْلِبُونَ تَكْ اور دوسری میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ آخِرَ آيَةٍ تَكْ پڑھے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الطلوع، ج 3، ص 985، دار الفکر، بیروت، رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوازل، مطلب فی رکعتی الاستحارة، ج 2، ص 570)

(5) بہتر یہ ہے کہ سات بار استحارہ کرے کہ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَا

أَنَسُ، إِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ فَاسْتَحِرْ رِبِّكَ بِهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْظُرْ إِلَى الَّذِي يُسْبِقُ إِلَيْكَ قَلْبَكَ فَإِنَّ الشَّيْءَ فِيهِ)) اے انس! جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اپنے رب (عزوجل) سے اس میں سات بار استحارہ کر پھر نظر کر تیرے دل میں کیا گذرا کہ بیشک اسی میں خیر ہے۔ (عمل الیوم والليلة لابن عینی، باب کم مرة يستحيز الله عزوجل، ج 1، ص 550، دار الفکر، بیروت، مؤسسة علوم القرآن، حیدرہ)

(6) استحارہ کا وقت اس وقت تک ہے کہ ایک طرف رائے پوری جم نہ چکی ہو۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(7) اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ دعائے مذکور پڑھ کر باطہارت قبلہ زوسور ہے اگر خواب میں سپیدی یا سبزی

دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور سیاہی یا سرخی دیکھے تو بُرا ہے اس سے بچے۔

(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوازل، مطلب فی رکعتی الاستحارة، ج 2، ص 570)

باب نمبر 344

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ

نماز تسبیح کے بارے میں

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم صبح کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے کچھ کلمات سکھا دیجیے جنہیں میں نماز میں پڑھا کروں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہو اور دس مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہو اور دس مرتبہ ”الحمد للہ“ کہو پھر جو چاہو اللہ عزوجل سے مانگو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہاں ہاں۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت فضل بن عباس اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے علاوہ بھی نماز تسبیح کے حوالے سے روایت مروی ہے اور ان کا بہت سا حصہ صحیح نہیں ہے اور تحقیق عبد اللہ بن مبارک اور بہت سے اہل علم صلاۃ التسبیح کے بارے رائے رکھتے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں فضیلت کو بھی ذکر کیا ہے۔

ابوہب کہتے ہیں کہ میں نے امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا کہ جس میں تسبیح

481- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ، غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: عَلَّمَنِي كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي صَلَاتِي، فَقَالَ: كَبِّرِي اللَّهَ عَشْرًا، وَسَبِّحِي اللَّهَ عَشْرًا، وَأَحْمَدِي عَشْرًا، ثُمَّ سَلِي مَا شِئْتِ، يَقُولُ: نَعْمَ نَعْمَ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي رَافِعٍ، قَالَ ابُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، "وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ حَدِيثٍ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ، وَلَا يَصِحُّ بِنَهْ كَبِيرٍ فَسَيءٌ، وَقَدْ رَأَى ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: صَلَاةَ التَّسْبِيحِ وَذَكَرُوا الْفَضْلَ فِيهِ "حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو وَهَبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلَاةِ الَّتِي

پڑھی جاتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ تکبیر کہے۔ پھر پڑھے ”سبحانک اللہم وبحمدک، وتبارک اسمک، وتعالیٰ جددک، ولا الہ غیرک“ پھر پندرہ مرتبہ کہے: ”سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر“ پھر تَعَوُّذ کہے اور ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اور فاتحہ الکتاب اور سورت پڑھے پھر پندرہ مرتبہ کہے ”سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر“ پھر رکوع کرے تو وہ اسے دس مرتبہ کہے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس مرتبہ یہی تسبیح کہے پھر سجدہ کرے تو اس تسبیح کو دس مرتبہ کہے پھر اپنا سر اٹھائے تو اس تسبیح کو دس مرتبہ کہے پھر دوسرا سجدہ کرے تو پھر اسے دس مرتبہ کہے، چار رکعتیں اسی طرز پر ادا کرے تو یہ ہر رکعت میں 75 تسبیحات ہوئیں، وہ ہر رکعت کی ابتداء پندرہ تسبیحات سے کرے پھر قراءت کرے پھر دس مرتبہ تسبیح کرے پس اگر وہ رات میں نماز پڑھے تو مجھے یہ پسند ہے کہ وہ دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور اگر دن میں پڑھے تو چاہے دو رکعتوں پر سلام پھیرے یا نہ پھیرے۔ ابو وہب کہتے ہیں: اور مجھے عبدالعزیز بن ابوزرمرہ نے عبداللہ کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ اور سجود میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ سے شروع کرے پھر (مذکورہ) تسبیحات پڑھے۔ احمد بن عابدہ کہتے ہیں: اور ہم سے وہب بن زمرہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے عبدالعزیز نے خبر دی اور وہ ابن ابوزرمرہ ہیں وہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ اگر اسے

يُسَبِّحُ فِيهَا؟ فَقَالَ " يُكَبِّرُ، ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَتَعَوَّذُ، وَيَقْرَأُ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (الفاتحة 1) ، فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَسُورَةَ، ثُمَّ يَقُولُ عَشْرًا سَرَّابٍ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَسْجُدُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلَى هَذَا، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رَكَعَةٍ، يَبْدَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ خَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا، فَإِنْ صَلَّى لَيْلًا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُسَلِّمَ فِي كُلِّ رَكَعَتَيْنِ، وَإِنْ صَلَّى نَهَارًا فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُسَلِّمْ " قَالَ أَبُو وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رِزْمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: يَبْدَأُ فِي الرَّكْعَةِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي السُّجُودِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى لَوْلَا، ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيحَاتِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ

کوئی سو ہو جائے تو کیا وہ سجدہ سو میں بھی دس دس مرتبہ تسبیح پڑھے تو انہوں نے کہا: نہیں کیونکہ وہ صرف تین سو تسبیحات ہیں۔

عَبْدَةُ: وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ "قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ: إِنْ سَهَا فِيهَا يُسَبِّحُ فِي سَجْدَتِي السَّنُو عَشْرًا عَشْرًا؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ بَائِتَةٍ تَسْبِيحَةٍ

حدیث: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے میرے چچا! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں، کیا میں آپ کو عطا نہ کروں، کیا میں آپ کو نفع نہ دوں؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا اے میرے چچا! چار رکعات یوں پڑھو کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھو تو جب قراءت مکمل ہو جائے تو رکوع سے قبل پندرہ مرتبہ یوں کہو: "اللہ اکبر، والحمد للہ، وسبحان اللہ، ولا إله إلا اللہ" پھر رکوع کرو تو دس مرتبہ اسے پڑھو پھر اپنے سر کو اٹھاؤ تو دس مرتبہ اسے پڑھو پھر سجدہ کرو تو اسے دس مرتبہ پڑھو، پھر اپنا سر اٹھاؤ تو اسے دس مرتبہ پڑھو تو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ پڑھو پھر اپنا سر اٹھاؤ تو کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ پڑھو تو یوں یہ ہر رکعت میں 75 مرتبہ ہوئیں اور چار رکعات میں تین سو مرتبہ۔ اور اگر تیرے گناہ ریت کے ٹیلوں کی مانند بھی ہوں تو اللہ عزوجل تیری بخشش فرمادے گا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے روزانہ کہنے کی کون استطاعت رکھے گا تو نبی پاک صلی اللہ

482 حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابِ الْعُكْلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: يَا عَمُّ أَلَا أُصَلِّكَ، أَلَا أُحْبِبُكَ، أَلَا أَنْفَعُكَ، قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "يَا عَمُّ، صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ، فَإِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ، فَقُلْ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً قَبْلَ أَنْ تَرْكَعَ، ثُمَّ ارْكَعْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا قَبْلَ أَنْ تَقُومَ، فَيَتْلِكَ خَمْسَ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ وَهِيَ

قَلَامًا فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، وَلَوْ كَانَتْ
 ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِيَةِ غَفْرَتِهَا اللَّهُ لَكَ"،
 قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا
 فِي يَوْمٍ، قَالَ: إِنْ لَمْ تَسْتَطِيعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي يَوْمٍ
 فَقُلْهَا فِي جُمُعَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي
 جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِي شَهْرٍ، فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ لَهُ، حَتَّى
 قَالَ: فَقُلْهَا فِي سَنَةٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: بِهَذَا
 حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي زَائِعٍ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اسے روزانہ پڑھنے کی
 استطاعت نہ رکھو تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو تو اگر ہر جمعہ میں اسے
 پڑھنے کی استطاعت نہ رکھو تو پھر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لو تو
 پونہی فرماتے رہے حتیٰ کہ فرمایا تو اسے سال میں پڑھ لو۔
 امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ابورافع
 کی حدیث سے زیادہ غریب ہے۔

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

”اس نماز کو صلاۃ التسبیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نمازی اس میں قراءت سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے، اسی طرح رکوع میں، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجود میں اور دو سجودوں کے درمیان بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔“

(شرح ابی داؤد للحنی، باب صلاۃ التسبیح، ج 5، ص 197، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض)

صلوٰۃ التسبیح کے فضائل، اس کا طریقہ اور کچھ مسائل

اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے بعض محققین فرماتے ہیں اس کی بزرگی سن کر ترک نہ کریگا مگر دین میں سستی کرنے

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

والا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ((يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اَعْطَيْتَهُ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُحِبُّوكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ قَدِيْمَهُ وَاَحْدِيثَهُ خَطَاةً وَّعَمْدَةً صَغِيْرَةً وَّكَبِيْرَةً سِرَةً وَّعَلَانِيَةً)) ترجمہ: اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو نددوں تمہارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصالتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اگلا پچھلا پُرانا نیا جو بھول کر گیا اور جو قصداً کیا چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر۔

اس کے بعد صلاۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی پھر فرمایا: ((اِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ، فِيْ عُمْرِكَ مَرَّةً)) ترجمہ: اگر تم سے ہو سکے کہ ہر روز ایک بار پڑھو تو کرو اور اگر روز نہ کرو تو ہر جمعہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو ہر مہینہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو عمر میں ایک بار۔“

(سنن ابی داؤد، باب صلاۃ التسبیح، ج 2، ص 29، مکتبۃ العصریہ، بیروت)

اور اس کی ترکیب ہمارے طور پر وہ ہے جو سنن ترمذی شریف میں بروایت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ اکبر کہہ کر سُبْحَانَكَ اللهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ پڑھے پھر یہ پڑھے سُبْحَانَ الْمَلِكِ وَالْمَلِكُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پھر بار پھر اَلْحَمْدُ
اور بِسْمِ اللَّهِ نُورِ الْحَمْدِ اور سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع میں دس بار پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھائے
اور بعد تسبیح و تہجد دس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اور اس میں دس بار کہے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اور اس
میں دس مرتبہ پڑھے۔ یوہیں چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بار تسبیح اور چاروں میں تین سو ہوئیں..... اور رکوع و سجود میں
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہنے کے بعد تسبیحات پڑھے۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء في صلاة الصبح، ج 2، ص 347، صفحہ الہامی، سر)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو معلوم ہے اس نماز میں کون کون سی سورت پڑھی جائے؟
فرمایا: سورہ ناکارہ الحصر اور ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور بعض نے کہا سورہ حدید اور حشر اور صف اور
تہائم۔

(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الصبح، ج 2، ص 571)

اگر سجدہ ہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں اور اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم
پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھ
لے مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہے اور رکوع میں بھولا تو اسے بھی سجدہ ہی میں کہے نہ قومہ میں کہے قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے
سجدہ میں بھولا تو دوسرے میں کہے جلسہ میں نہیں۔

(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الصبح، ج 2، ص 571)

تسبیح انگلیوں پر نہ گئے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ انگلیاں دبا کر۔

(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الصبح، ج 2، ص 572)

ہر وقت غیر کر وہ میں یہ نماز پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، ج 1، ص 113)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ اس نماز میں سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَوْفِيقَ أَهْلِ الْهُدَى وَأَعْمَالَ أَهْلِ الْيَقِينِ وَمُنَاصِحَةَ أَهْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ أَهْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّةَ
أَهْلِ الْخَشْيَةِ وَطَلَبَ أَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ أَهْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتَّى أَسْأَلَكَ مَعَاذَةَ
تَسْخُرْنِي عَنْ مَعَاصِيكَ حَتَّى أَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلًا أَسْتَحِقُّ بِهِ رِضَاكَ وَحَتَّى أَنْصِحَكَ بِالتَّوْبَةِ عَوْفًا مِنْكَ وَحَتَّى
أُخْلِصَ لَكَ النَّصِيحَةَ حُبًّا لَكَ وَحَتَّى أَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فِي الْأُمُورِ حُسْنًا ظَنًّا بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّورِ (ترجمہ: اے
اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت والوں کی توفیق اور یقین والوں کے اعمال اور اہل توبہ کی خیر خواہی اور اہل صبر کا

عزم اور خوف والوں کی کوشش اور رغبت والوں کی طلب اور پرہیزگاروں کی عبادت اور اہل علم کی معرفت تاکہ میں تجھ سے ڈروں۔ اے اللہ (مزید جل) امیں تجھ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روکے، تاکہ میں تیری طاعت کے ساتھ ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں، تاکہ تیرے خوف سے خالص توبہ کروں اور تاکہ تیری محبت کی وجہ سے خیر خواہی کو تیرے لیے خالص کروں اور تاکہ تمام امور میں تجھ پر توکل کروں، تجھ پر نیک گمان کرتے ہوئے، پاک ہے نور کا پیداکرنے والا۔)

(رد المحتار کتاب اصلاح، باب التوکل والنوازل، مطلب فی صلاۃ صبح، ص 26، ص 572)

باب نمبر 345

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کا طریقہ

حدیث: حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام بھیجئے کا طریقہ تو ہم نے جان لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجا جائے، فرمایا یوں کہ: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ" محمود کہتے ہیں کہ ابو اسامہ نے کہا: عبد الرحمن بن ابی لیلی نے بواسطہ اعمش، حکم مجھے یہ زائد بیان کیا، فرمایا اور ہم یہ کہتے ہیں: "وعلینا معهم"

اور اس باب میں حضرت علی، حضرت ابو حمید

، حضرت ابو مسعود، حضرت طلحہ، حضرت ابو سعید، حضرت زید، حضرت زید بن خارجہ اور انہیں ابن جاریہ بھی کہا جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ رضی

اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عبد الرحمن بن ابی لیلی کی

کنیت ابو عیسیٰ ہے اور ابو لیلی کا نام یسار ہے۔

483- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:

حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، وَالْأَجْلَحِ، وَمَالِكِ بْنِ مَعْوَلٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ، عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَا، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟

قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ: وَزَادَنِي زَائِدَةٌ،

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: وَنَحْنُ قَوْلٌ: وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ،

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي

مَسْعُودٍ، وَطَلْحَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَبُرَيْدَةَ، وَزَيْدَ

بْنِ خَارِجَةَ، وَيُقَالُ: ابْنُ جَارِيَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ

أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى

كُنْيَتُهُ أَبُو عَيْسَى، وَابْنُ لَيْلَى اسْمُهُ يَسَارٌ

شرح حدیث

علامہ بخاری بن شرف النووی فرماتے ہیں:

"یہاں برکت کے معنی خیر اور کرامت کی زیادتی ہے اور کہا گیا کہ اس کا معنی تطہیر اور تزکیہ ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 4، ص 125، در احیاء التراث العربی بیروت)

افضل ہونے کے باوجود تشبیہ کیوں دی:

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"متاخرین کے درمیان ایک سوال مشہور ہے کہ مشہد (جسے تشبیہ دی جائے) مشہد بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کم ہوتا ہے، (اور یہاں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں) پھر یہاں کیوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ طلب کی گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلاۃ سے تشبیہ دیتے ہوئے، اس سوال کا جواب متعدد طریقوں سے دیا گیا:

(1) ایک جواب یہ ہے کہ یہاں اصل صلاۃ کی تشبیہ اصل صلاۃ سے نہ کہ مقدار کی تشبیہ مقدار سے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿كُنُيبَ عَلَيْكُمُ الصَّيَامُ كَمَا كُنُيبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے) یہاں مراد اصل روزے ہیں، نہ کہ ان کی تعیین اور ان کے اوقات۔

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ تشبیہ صرف آل پر صلاۃ میں ہے، گویا کہ "اللہم صل علی محمد" تشبیہ سے منقطع ہے اور "علی آل محمد" کو آگے والے کلام سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی آل محمد پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا۔"

(3) یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔ (شرح ابن ماجہ للصحیح، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 4، ص 280، مکتبۃ المدینہ)

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا تواضع کے طور پر فرمایا۔

(مرآۃ العالیج، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 740، دار الفکر بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو خاص کیوں کیا:

"اگر کہا گیا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو درود پاک میں ذکر کے ساتھ خاص کیوں کیا؟ (1) تو میں کہوں گا کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ہر نبی کو سلام کیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو سلام نہ کہا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس احسان کا بدلے کے طور پر ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز کے آخر میں قیامت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجیں۔

(2) اور کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بناؤ کعبہ سے فارغ ہوئے تو یہ دعا کی کہ امت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں سے جو کوئی اس گھر کا حج کرے تو اسے میری طرف سے سلام پہنچا، تو ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم درود میں ان کا ذکر کریں ان کے حسن سلوک کے بدلے کے طور پر" (شرح ابی داؤد للنعنی، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 4، ص 260، مکتبۃ الرشیدیہ)۔

(3) حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدا مجدد ہیں، اور ہمیں ان کی متابعت کا حکم دیا گیا اصول الدین میں یا توحید مطلق اور انقیاد محقق میں۔

(مرآة الفاتح، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 740، دار الفکر، بیروت)

درود پاک بھیجنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا:

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ "اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام" اور ہم عرض کرتے ہیں "اللہم صل علی محمد" یعنی ہم اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان پر درود بھیجے، ہم خود درود نہیں بھیجتے۔ اس کے جواب میں نہیں کہوں گا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ظاہر اور بے عیب ہے اور ہم میں عیوب اور نقائص ہیں تو وہ جس میں عیوب ہوں وہ کیسے بے عیب اور ظاہر پر درود بھیج سکتا ہے، تو ہم اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرتے ہیں تاکہ رب ظاہر کی طرف سے نبی ظاہر پر درود ہوں۔

(شرح ابی داؤد للنعنی، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 4، ص 260، مکتبۃ الرشیدیہ)

آل سے مراد:

ایک قول یہ ہے کہ یہاں آل سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے یعنی بنی ہاشم، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر متقی ہے اسے علامہ طبری نے ذکر کیا، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد امت اجابت ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات اور وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے اور اس میں ذریت داخل ہوگی (کہ ان پر بھی صدقہ حرام ہے)۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا: آل سے مراد امام شافعی اور جمہور کے نزدیک بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مؤمنین ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور ان کی نسل پاک ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ کی ذریت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد ہر مسلمان ہے اس طرف امام مالک مائل ہوئے ہیں اور اسے امام زہری اور

(الحکم الکبیر للعلما برد علی بن ابی نعیم، کتاب الاصلی، ج 5، ص 25، کتاب ابن جمیعہ القاصد)

ہذا ایک اعرابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس نے سلام کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا، پھر اس اعرابی سے پوچھا کہ تم نے میرے پاس آتے وقت کیا پڑھا، اس نے عرض کی کہ میں نے یہ درود پاک پڑھا ہے:

اللہم صل علی محمد حتی لا یبقی صلاة اللہم بارک علی محمد حتی لا یبقی برکة اللہم سلم علی محمد حتی لا یبقی سلام وارحم محمداً حتی لا یبقی رحمة۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أبی أری الملائكة قد سدد الأفق)) ترجمہ: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ انہوں نے آسمان بھر دیا ہے۔

(القول البدیع، ج 1، ص 51، 50، دار البیان للتراث، بیروت)

☆ حدیث پاک ہے: ((کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی ظهر قلبہ من النفاق، کما یطہر الثوب بالماء ہوکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسه سبعین باباً من الرحمة والقی اللہ مجلته فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق)) ترجمہ: حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ صلی علی محمد" اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔

(کشف الغمہ من صحیح الامامہ، فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج 1، ص 345، دار الفکر، بیروت)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک

حضرت سلامۃ الکندی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ والا درود پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھنا سکھاتے تھے: اللہم داجی المدحوات وباریء المسموکات وجبار القلوب علی فطراتها شقیها وسعیبها اجعل شرائف صلواتک وکوامی برکاتک ورافع تجرعتک علی محمد عبیدک ورسولک الخایم لما سبق، والقایم لما اخلق، والمعلی بالحق بالحق، والدامر جیشات الاباطیل کما حیل فاضطلم بامرک لطاقعتک مستوفراً فی مرضاتک بغير ملک فی قدر، ولا وهن فی عزم، داعیاً لوجوبک حافظاً لعہدک ما ضیا علی نقاد امرک حتی اوردی تبسماً لقاہس بوہدیت القلوب بعد عرصات الفتن والائمہ بموضحات الاعلام، ومسررات الاسلام ومآثرات الاحکام، فهو امینک المأمون وخازن علیک المعزون وشہیدک یوم الدین، ومبعوثک بعمۃ ورسولک بالحق رحمۃ اللہم افسہ له متفلساً فی عدلک واجزہ مضاعفات الخیر من فضلك له مہیات غیر

مُعَذِّرَاتٍ مِنْ فَوْزِ نَوَابِكِ الْمَعْلُومِ وَجَزِيلِ عَطَائِكَ الْمَعْلُولِ اللَّهُمَّ أَعْلِ عَلَى بِنَامِ الْبَاقِينَ بِنَاءً وَتُحْرِمُ مَقْوَاتَهُ
لَدَيْكَ وَتَزَلُّهُ وَتُؤَمِّرُ لَهُ نُورًا وَأَجْرًا مِنْ اِتِّعَانِكَ لَهُ مَقْبُولِ الشَّهَادَةِ مَرْضَى الْمَقَالَةِ فَا مَنُوطِي عَدْلِي وَكَلَامِي فَصَلِّ
وَحِجَّتِي وَيَرْهَانِ عَظِيمِي -

(الحج والاوسط، من امر مسعود، ج 8، ص 43، دارالمعین، القاہرہ، دارالافتا مصر، حقوق المسفق علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الفصل الرابع کتبہ الصلاۃ علیہ وسلم، ج 2، ص 163،
165، دارالجماعۃ، عمان، ج 1، باب نمبر 58، ج 8، ص 481، دارطیبہ للشرع والنور (ج)

یہ والا درود پاک بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
وَأَمَّا الْمُتَّقِينَ، وَالشُّهَدَاءُ وَالصَّالِحِينَ، وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبُّ الْعَالَمِينَ، عَلَى
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، الشَّاهِدِ الْبَشِيرِ، الدَّاعِي
إِلَيْكَ بِإِذْنِكَ السَّرَاجِ الْمُبِينِ، وَعَلَيْهِ السَّلَامُ -

(الفتح، ص 1، حقوق المسفق علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الفصل الرابع کتبہ الصلاۃ علیہ وسلم، ج 2، ص 166، دارالجماعۃ، عمان، القول الرابع، ج 1، ص 54، 55، دارالریاض الخراث)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ، مُحَمَّدِي
عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ اللَّهُمَّ اَبْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوْلُونَ
وَالْآخِرُونَ -

(سنن ابن ماجہ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 293، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، صحیفہ عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2،
ص 213، مکتب الاسلامی، بیروت، ج 1، خطبہ ابن مسعود، ص 9، ج 9، ص 115، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، شعب الایمان، تہذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
ج 3، ص 122، مکتبہ الرشید للشرع والنور (ج 1، ص 1)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درود پاک

اللَّهُمَّ نَقِّبْ سَفَاةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرَى، وَأَوْقِعْ ذَرْبَهُ الْعُلَمَاءِ، وَآيِهِ مُؤَلَّةً فِي الْأَخِرَةِ وَالْأُولَى، كَمَا
أَتَيْتَ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى -

(صحیفہ عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 211، مکتب الاسلامی، بیروت)

اس درود پاک کے بارے میں علامہ سخاوی رحمہ اللہ طبعاً نقل کرتے ہیں: ((وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه

كان إذا صلى على النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال اللهم تقبل شفاعة الم) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے تو اس طرح بھیجتے (پھر مذکورہ درود پاک لکھا)۔

(القول البدیع، ج 16، ص 54، دارالمرکز للتراث، بیروت)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درود پاک

حضرت ثور مولیٰ بنی ہاشم سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک کیسے بھیجا جائے تو جواباً ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، اللَّهُمَّ ابْعَثْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَقَامًا مَحْمُودًا يَنْبَغِيهِ الْأَوْلُونَ وَالْآخِرُونَ، وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ خَبِيرٌ عَمِيدٌ۔

(الطالِبُ الْعَالِيہُ بَرُوکًا وَالْمَسَائِدُ لَا بِنُجْرٍ مَسْقُوتًا، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ج 13، ص 806، دارالواسعہ، عرب)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک

اللهم صل على محمد في الأولين وصل على محمد في الآخرين وصل على محمد إلى يوم الدين اللهم صل على محمد شاباً قتيماً وصل على محمد كهلاً مرضياً وصل على محمد رسولاً نبياً اللهم صل على محمد حتى ترضى، وصل على محمد بعد الرضى، وصل على محمد أبداً أبداً اللهم صل على محمد كما أمرت بالصلاة عليه وصل على محمد كما تحب أن يصلى عليه وصل على محمد كما أردت أن يصلى عليه اللهم صل على محمد عدد خلقك وصل على محمد رضى نفيك وصل على محمد زنة عرشك وصل على محمد مداد كلماتك التي لا تنفذ اللهم وأعط محمد الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة اللهم عظم برهانه وأبلغ حجته وأبلغه مأموله من أهل بيته وأمهه اللهم أجعل صلواتك وبركاتك ورأفتك ورحمتك على محمد حبيبك وصديقك وعلى أهل بيته الطيبين الطاهرين اللهم صل على محمد بأفضل ما صليت على أحد من خلقك وبارك على محمد مثل فعلك وأرحم محمداً مثل ذلك اللهم صل على محمد في الليل إذا يغشى وصل على محمد في النهار إذا تجلى وصل على محمد في الآخرة والأولى، اللهم صل على محمد الصلاة العامة وبارك على محمد البركة العامة وسلم على محمد السلام العام اللهم صل على محمد إمام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة

اللهم صل على محمد أهد الأبدون وهدر الداهرين، اللهم صل على محمد النبي الأسمى العربي القرشي الهاشمي الأبطحي التهامي المكنى صاحب التاج والحرارة والجهاد المغنم، صاحب الخبر والمنبر، صاحب السرايا والعطايا والآيات المعجزات والعلامات البهائم والمقام المشهود والعهود المورود والشفاة والسجود للرب المحمود اللهم صل على محمد بعدد من صلى عليه وعدد من لم يصل عليه۔ (القول البدیع، ج 1، ص 58، 59، دارالریان للتراث، بیروت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب درود پاک پڑھتے تو یوں پڑھتے:

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وأصحابه وأولاده وأهل بيته وذريته ومحبيه وتباعه وإشباعه

(القول البدیع، ج 1، ص 55، دارالریان للتراث، بیروت)

وعلمنا معهم أجمعين يا أرحم الراحمين۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

وہابیہ کے امام ابن قیم نے جلاء الاقہام میں بیان کیا ہے: "قال عبد الله بن عبد الحكم رأيت الشافعي رحمه الله

في النوم فقلت ما فعل الله بك قال رحمني وغفر لي وزفني إلى الجنة كما يزف بالعروس ونثر علي كما ينثر

على العروس فقلت بم بلغت هذه الحال فقال لي قائل يقول لك بما في كتاب الرسالة من الصلاة على النبي

صلى الله عليه وسلم قلت فكيف ذلك قال وصلى الله على محمد عدد ما ذكره الذاكرون وعدد ما غفل عن ذكره

الغافلون قال فلما أصبحت نظرت إلى الرسالة فوجدت الأمر" ترجمہ: عبد اللہ بن عبد الحکم نے کہا کہ میں نے امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھ پر رحم کیا، مجھے

بخش دیا اور مجھے جنت کی طرف یوں بھیجا جیسا کہ دلہن کو روانہ کرتے ہیں اور مجھ پر یوں نچھاور کیا جیسا کہ دلہن پر کرتے ہیں، آپ

کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟ فرمایا کہ مجھے ایک بتانے والے نے بتایا کہ "کتاب الرسالة" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود پاک آپ

نے لکھا ہے یہ اس کا عوض ہے، میں نے کہا کہ وہ درود کیسے ہیں، امام شافعی نے فرمایا: صلی اللہ علی محمد عدد ما ذکره

الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکره الغافلون۔ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے کتاب الرسالة میں دیکھا تو ایسے ہی

پایا۔ (جلاء الاقہام، قال ابوالشیخ حدیثا اسید بن عامر، ج 1، ص 412، دارالعروبہ، الکویت)

محدثین و علماء کا درود پاک

جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس آتا ہے محدثین اور دیگر علماء "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" لکھتے ہیں بلکہ

بد مذہب بھی سبھی لکھتے ہیں، اس مقام پر درود ابراہیمی کوئی نہیں لکھتا، اس کے بارے میں ابن قیم نے لکھا: ”وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ كَانَ لِي حُلُمٌ فَمَاتَ فَرُمِي فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ قَالَ غَفَرَ لِي قِيلَ بِمَاذَا قَالَ كُنْتُ إِذَا كُنْتُ ذَكَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ كُنْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ترجمہ: ایک صاحب حدیث میرا پڑوسی تھا، اس کا انتقال ہو گیا، کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا: میری مغفرت فرمادی، پوچھا گیا: کیوں؟ جواب دیا کہ جب بھی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو میں اس کے ساتھ لکھتا: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

غزید لکھا: ”وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا خَلْفُ صَاحِبِ الْخَلْقَانِ قَالَ كَانَ لِي صَدِيقٌ يَطْلُبُ مَعِيَ الْحَدِيثَ فَمَاتَ فَرَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي وَعَلَيْهِ تِيَابٌ خَضِرٌ يَحُولُ فِيهَا فَقُلْتُ أَلَسْتُ كُنْتُ مَعِيَ تَطْلُبُ الْحَدِيثَ قَالَ بَلَى قُلْتُ فَمَا الَّذِي صِيرَكَ إِلَيَّ هَذَا قَالَ كَانَ لَا يَمُرُّ حَدِيثٌ فِيهِ ذِكْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَكْتُبْتُ فِي أَسْفَلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ نِيَّ هَذَا الَّذِي تَرَى عَلَيَّ“ ترجمہ: سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ ہمیں خلف صاحب خلقان نے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ علم حدیث حاصل کرتا تھا، وہ فوت ہو گیا، میں نے اسے خواب میں دیکھا وہ سبز لباس پہنے ہوئے گھوم رہا تھا، میں نے اس سے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ علم حدیث حاصل نہیں کرتے تھے، وہ کہنے لگا کہ کیوں نہیں، میں نے کہا کہ کس چیز نے تمہیں یہاں پہنچا دیا، وہ کہنے لگا کہ جب بھی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا تو میں اس کے ساتھ ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم“ لکھ دیا کرتا تھا تو میرے رب مجھے اس کا اجر عطا فرمایا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

(جلاء الانہام، قال ابراہیم بن محمد بن عیسیٰ بن عامر، ج 1، ص 412، دار العروبة، الکویت)

امام مسلم کا درود پاک

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کے مقدمہ کے خطبہ میں لکھتے ہیں:

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔

(صحیح مسلم مقدمہ الامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ج 1، ص 3، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی کا درود پاک

صَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَالرَّسَالَةِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا۔

(مجموعہ انساب شیوخ ابی بکر اسماعیلی، مقدمہ مؤلف، ج 1، ص 309، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوثِ بِالآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ۔

(الحادی للفتاویٰ، مقدمہ، کتاب، ج 1، ص 3، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت)

شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ کا درود پاک

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ میرے والد (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے حکم دیا کہ درود پاک یوں پڑھا کروں: اللہم

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَالْهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

کیونکہ میں نے یہ درود پاک خواب میں پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔ (در شین، ص 35، مطبوعہ لعل آباد)

ابن تیمیہ کا درود

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا مَزِيدًا۔

(الحقیرۃ الواسطیۃ لابن تیمیہ، مقدمہ، المصنف، ج 1، ص 53، ماضیہ اسلام، بیروت)

ابن قیم کا درود

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، وَسَلَّمَ

تَسْلِيمًا كَثِيرًا، إِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔

(مدیۃ البیاری فی اجوبۃ السیور والحصاری، فصل فی انہ لا یکن الا یمان علی اصلاح خود خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج 2، ص 583، دار الفکر بیروت)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا درود

صلى الله وسلم على سيدنا محمد، وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

(التوحيد لابن عبد الوهاب، باب ما جاء في قول تعالى: وما ندره الا انذر الله انذره۔۔۔ ج 1، ص 151، جامع ابن سعود، بیروت)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نجدی کا درود

وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وآله وصحبه۔

(اتخذ من الهدى، الرسالة، الاصل، ج 1، ص 16، الركنة العلية، لادارات الموث اعظمیہ، دار ترمذیہ، بیروت)

اسماعیل دہلوی کا درود

اللهم فصل وسلم على حبيبك، وآله وأصحابه، وخلفائه ألف ألف صلاة وسلام۔

(تقریباً ایمان عقائد کتاب، ص 27، داروقی العلم، دمشق)

قاضی شوکانی کا درود

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْمُنتَقَى مِنْ عَالَمِ الْكُونِ وَالْفَسَادِ . الْمُصْطَفَى لِيَحْمِلَ أَهْبَاءَ أَسْرَارِ الرِّسَالَةِ
إِلِلْإِهِيَّةِ مِنْ بَيْنِ الْعِبَادِ . الْمَسْمُوعِ مِنْ بِالسَّمْعَاءَةِ الْعَظْمَى لِي يَوْمَ يَقُولُ فِيهِ كُلُّ رَسُولٍ : نَفْسِي نَفْسِي ،
وَيَقُولُ : أَنَا لَهَا أَنَا لَهَا .
(بئس الاوطار مقدمہ کتاب، ص 18، ص 13، دارالحدیث، مصر)

قاسم نانوتوی و یوہندی کا درود

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔
(تذکرہ الناس، ص 102، مطبوعہ کوہراول)

رشید احمد گنگوہی و یوہندی کا درود

وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین وعلی من یتبعہم

(تالیفات رشیدیہ، ص 481، مطبوعہ لاہور)

اجمعین۔

الحاصل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وذهب الجمهور إلى الأجزاء بكل لفظ أدى المراد من الصلاة على
النبي صلى الله عليه وسلم“ ترجمہ: جمہور کا موقف یہ ہے کہ درود پاک کے معاملہ میں ہر وہ صیغہ کفایت کرتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔
(القول الہدی، ما حکمت فی ان اللہ تعالیٰ امرنا ان نع، ج 1، ص 72، دارالایمان الخرات)

قرآن پاک کے اطلاق، احادیث میں منقول درود کے صیغوں اور صحابہ و تابعین و ائمہ دین سے نقل کردہ درود کے
صیغوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

دیوبندی مفتی محمد شفیع نے لکھا: ”آیت ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ میں صلوة و سلام کے حکم کی تعمیل ہر اس
صیغہ سے ہو سکتی ہے، جس میں صلوة و سلام کے الفاظ ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ بھیجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
منقول بھی ہیں۔“
(تفسیر معارف القرآن، ج 7، ص 223، مطبوعہ کراچی)

”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کا ثبوت

قرآن مجید سے:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ أَلَمْنَا مِنكُم مِّنْهُمُ بَعْضَنَافِثًا لَّيَاسًا إِذْ يَقُولُ أَبَوَاهُ لِمَا آلَمَنَّا بِهِ لَوْلَا ابْنُ رَبِّنَا لَمُنَّكَرًا وَلَهُمْ فِي السَّمَاءِ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (نہی) پر اسے ایمان والوں ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب، آیت 56)

استدلال:

اولاً اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ”صلوٰۃ“ اور ”سلام“ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور مسلمان ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ“ کہہ کر اس پر عمل کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ ”صلوٰۃ (درود بھیجو) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ”الصلوٰۃ“ اور ”وسلموا“ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ”والسلام“ اور ”علیہ“ پر عمل کرتے ہوئے ”علیک“ کہتے ہیں بلکہ نماز میں ”ایہا النبی“ کی اتباع کرتے ہوئے ”یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ“ بھی کہتے ہیں۔

ثانیاً اس آیت کریمہ میں کسی خاص طریقہ سے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم نہ دیا بلکہ اسے مطلق رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی جس طریقے سے چاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام عرض کریں اور اس مطلق میں ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ بھی ہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ)) ترجمہ: میں مکہ المکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم مکہ کے بعض مضافات کی طرف نکلے، راستے میں ہمیں جو بھی پہاڑ اور درخت ملتا وہ یوں عرض کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سنن ترمذی، ج 6، ص 25، دار الفکر الاسلامی، بیروت، دلائل النبوة للشیخ، باب جتداء البعث والتزویل، ج 2، ص 154، دار الکتب العلمیہ، بیروت، دلائل النبوة لابی نعیم، الفصل التاسع عشر، ج 1، ص 389، دار الفکر، بیروت، دلائل النبوة لابی حنظل، المصنف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج 1، ص 306، دار الفکر، عمان)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ:

علامہ علی بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1044ھ) ”سیرت و صحیحہ“ میں روایت نقل کرتے ہیں: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى كَرَامَتَهُ بِالنَّبُوَّةِ كَانَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ أَوْ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَبْعَدَ حَتَّى لَا يَرَى

ببناء، ویطغی إلى الشعب ویطون الأودية فلا يمر بحجر ولا شجر إلا قال: (الصلوة والسلام عليك يا رسول الله) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بحث کے قریب زمانے میں جب تھا ہے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اتنی دور تشریف لے جاتے کہ وہاں سے آبادی نظر نہ آتی تھی، پھر وہاں آپ گھائیوں اور وادیوں کے امدادی حصوں میں جا کر قضائے حاجت فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ یوں عرض کرتا: (الصلوة والسلام عليك يا رسول الله۔

(سیرت مطہ، باب الجرد المر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 16، ص 320، دارالکتب العلمیہ، بیروت، نور الثقلین، بیروت، ج 16، ص 21، دارالمنار، دمشق)

درخت وغیرہا کا الصلوٰۃ والسلام عرض کرنا

علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل روایت نقل کرتے ہیں: ((إِنَّمَا أَرَادَ أَنْ يَطْغِيَ حَاجَةَ الْبَشَرِ بَعْدَ عَنِ النَّاسِ حَتَّى لَا يَرَى شَيْئًا فَلَا يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ وَلَا مَدْرٍ إِلَّا يَقُولُ: (الصلوة والسلام عليك يا رسول الله)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو لوگوں سے دور تشریف لے جاتے یہاں تک کوئی چیز نظر نہ آتی، آپ جس درخت، پتھر اور ٹھیکری کے پاس سے گزرتے وہ یوں عرض کرتا: (الصلوة والسلام عليك يا رسول الله۔

(جامعہ الجمل علی شرح صحیح، المحدث، ج 16، ص 16، دارالکتب بیروت)

درخت اور السلام عليك يا رسول الله

حضرت بريدة قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((سَأَلَ الْأَعْرَابِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحَى آيَةً فَقَالَ لَهُ تَعْلَلْ لِيَنَّكَ الشَّجَرَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ قَالَ: فَمَالَتِ الشَّجَرَةُ عَنْ يَمِينِهَا وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا فَتَقَطَّعَتْ عُرُوقَهَا ثُمَّ جَاءَتْ تَعْدُّ الْأَرْضَ) ترجمہ: ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: اس درخت سے جا کر کہو کہ تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلا تے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں پھر وہ زمین پھاڑتا، اپنی جڑیں کھینچتا اور غبار اڑاتا ہوا حاضر بارگاہ رسالت ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا: (السلام عليك يا رسول الله)

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اعرابی نے عرض کی: اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے، تو درخت واپس چلا گیا اس کی جڑیں اپنی حالت پہ آگئیں اور زمین برابر ہو گئی، اعرابی نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کو سجدہ کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ (اللہ کے سوا) کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اعرابی نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی۔

(الانصار علیہ حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الفصل السادس عشر فی کلام الخمر، ج 1، ص 574، مدار النجاء، عمان)

کعبہ مشرفہ قبر انور پر حاضر ہوگا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((زفت الکعبۃ للبیات العرَامِ اِیَّی قَبْرِی فَنَقُولُ السَّلَامَ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدٌ فَاَقُولُ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا بَیْتِ اللّٰہِ)) ترجمہ: (بروز قیامت) کعبہ مشرفہ مسجد الحرام سے میری قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کرے گا: السَّلَامَ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، تو میں جواب میں کہوں گا: وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا بَیْتِ اللّٰہِ۔

(الغرر دس بماثر الخطاب، ج 2، ص 296، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تفسیر عزیزی، سورۃ البقرہ، ص 463)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور الصلوٰۃ والسلام

مکافئۃ القلوب میں ہے: ”اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی فرمایا: اے موسیٰ! کیا تیری یہ خواہش ہے کہ میں تیری زبان پر تیرے کلام سے، تیرے دل میں خیالات سے، تیرے بدن میں تمہاری روح سے، تمہاری آنکھوں میں تمہاری بصارت سے اور تمہارے کانوں میں تمہاری سماعت سے زیادہ قریب ہوں تو اس کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے یہ درود پڑھا کرو: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔“

(مکافئۃ القلوب، ترجمہ ص 54، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام

حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں سلام عرض کیا: السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلَ السَّلَامِ عَلَیْکَ یَا اٰخِرَ السَّلَامِ عَلَیْکَ یَا حَاضِر۔

(دلائل النبوة للشیخ، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 362، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جبریل علیہ السلام اور الصلوٰۃ والسلام

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: ”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں کے چاند کی طرح چہرہ

چکاتے ہوئے اس جہاں میں جلوہ افروز ہوئے اور جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: **الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ**۔

(بیان السیما والنبی، ص 33، مطبوعہ لاہور)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ((حَتَّىٰ نَزَلَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ))

ترجمہ: یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(الحادی للحدادی، آخر الحجاب، ج 2، ص 55، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت)

حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ ظاہری فرمانے کے بعد حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواتین

کے اجتماع میں صیغہ خطاب کے ساتھ اس طریقہ سے درود بھیجا:

يَا خَاتَمَ الرَّسُلِ الْمُبَارِكِ ضَوْءُ صَلَّيْ عَلَيْكَ مُنْزَلُ الْقُرْآنِ

ترجمہ: اے آخری نبی، مبارک روشنی والے! آپ پر قرآن اتارنے والے رب کا درود ہو۔

(الروض الانفقی شرح اسیرۃ النبویۃ لابن ہشام، جہاز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودفنہ، ج 7، ص 599، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحابہ کرام اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ((وَالْمَنْقُولُ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ فِي تَحِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ

عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ)) ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یوں تحیت پیش کرتے:

(تیم الریاض، ج 5، ص 18، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

اعرابی اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

علامہ کاشفی "معارض النبوة" میں روایت نقل کرتے ہیں: "ایک روز آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، تمام صحابہ کرام

علیہم الرضوان جمع تھے، ہمارا گمان تھا کہ ظہر کی نماز بے وقت ادا کر رہے ہیں، ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا کہ ابھی آپ لوگوں نے ظہر کی

نماز ادا نہیں کی، ہم نے بتایا کہ نہیں، ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما ہیں، وہ اٹھا اور زور سے کہنے لگا: **الصَّلَاةُ**

(معارض النبوة مترجم، ج 3، ص 637)

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، اور آکر خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

صحابہ کا بصیغہ خطاب سلام غرض کرنا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس حجرہ اقدس کے

دروازے کے سامنے رکھ دینا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حزار پر انوار ہے، پھر دروازے پر دستک دینا، اگر اجازت ملے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کر دینا اور نہ نہیں ((لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَتُهُ إِلَى بَيْتِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُوِّمَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا الْبَكْبُ قَدِ انْفَتَحَ وَكُنَّا بِبَيْتِهِ يُؤْتَفُ مِنْ الْقَبْرِ أَنْجَلُوا الْأَحْيَبَ إِيَّيَ الْخَرِيبِ)) ترجمہ: جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کو حزار انور کے پاس رکھ دیا گیا اور (قربان جاؤں صحابہ کے عقیدہ پر) عرض کی گئی: السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابو بکر صدیق (حاضر) ہیں، تو دروازہ کھلا اور قبر انور سے کسی پکارنے والا نے پکارا: حبیب کو حبیب کے پاس پہنچا دو۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر عبد اللہ وصال عیسیٰ راجح 30 ص 436، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت، خلافت عمیر کبیر، سورۃ الکہف، ج 21 ص 433، دراجیہ التراث العربی، بیروت، بیانات الانس، ص 152، انصاف النکبری، ذکر آیات وقت علی اثر اٹخ 2 ص 492، دار الکتب العلمیہ، بیروت، بیسیرت علویہ، باب 12، قیدہ، ص 107، تاریخ، ج 3 ص 517، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عمر اور الصلوٰۃ والسلام

(9) غیر مقلد صلاح الدین یوسف نے لکھا: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل ہوا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا کرتے تھے، اس لیے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔“

(رسالہ ماہنامہ حرمین، ج 1، جولائی 1992ء)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحْوٍ، فَأَقُولُ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ)) ترجمہ: میں ہر روز سحری کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا: السلام علیک یا نبی اللہ۔ (سنن نسائی، تصحیح فی الصلا، ج 3 ص 12، کتاب الصلوٰۃ، ص 12)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ)) ترجمہ: میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: السلام علیک یا نبی اللہ۔ (کنز العمال، منظومات، ص 4، ج 4، ص 133، سورۃ الرعد، بیروت)

حضرت علی کا بعد وصال بے صیغہ خطاب درود عرض کرنا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد یوں عرض کیا: ((صلى الله عليك لقد طبت حيا وميتا)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو، آپ زندگی اور موت

دونوں حالتوں میں پاک اور صاف ہیں۔

(سرورِ کونین ترجمہ سیرت الرسول ص 78، 79، مطبوعہ کراچی)

بارسول اللہ صلی اللہ علیک

امام ذرقانی رحمہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: "اِنَّهُ وَرَدَ فِي عِدَّةِ طَرِيقٍ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ" ترجمہ: متعدد طرق سے صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ صحابہ نے یوں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک۔

(ذرقانی علی المصاب، ج 8، ص 331، مطبوعہ مصر)

حضرت ابوودرأی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام سخاوی رحمہ اللہ علیہ ایک اور روایت نقل کرتے ہیں: ((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ أَنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ)) ترجمہ: حضرت ابوودرأی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو یوں عرض کرتا ہوں: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

(القول البزلی، عند دخول المسجد، ج 1، ص 189، دارالریان للتراث، بیروت)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ خَرَّ مِمَّتَا فِي بَعْضِ أَرْقَةَ الْمَدِينَةِ فَرَفَعَ وَسَجَّى إِذْ سَمِعُوهُ بَيْنَ الْعَشَائِمِ وَالنِّسَاءِ يُصْرُخُنَ حَوْلَهُ يَقُولُ: أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا فَخَسِرَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ صَدَقَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، ثُمَّ عَادَ مِمَّتَا كَمَا كَانَ)) ترجمہ: حضرت زید بن خارجہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ اچانک فوت ہو کر گر پڑے۔ لوگ انہیں اٹھا کر لائے اور ان کو لٹا کر کھیل اوڑھا دیا، جب مغرب و عشاء کے درمیان لوگوں نے ان کے وصال کا سنا تو کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کھیل کے اندر سے آواز آئی: اے رونے والیو! خاموش رہو پھر اپنے چہرے سے کھیل ہٹا دیا اور فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی امی خاتم النبیین ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں ہے۔ پھر کہنے لگے: سچ کہا، سچ کہا، اور ابو بکر و عمر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا۔ پھر کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، پھر دوبارہ ان پر وفات طاری ہو گئی جیسا کہ پہلے تھی۔

(الشفیہ حریف، حقوق المطلق، الفصل العشر، ج 1، ص 616، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، باب ماجاء فی شہادۃ لیسیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

دلم، ج 83، ص 58، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

صلی اللہ علیک یا محمد

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ندیک تابعی کہتے ہیں: ((سمعت بعض من أدبکت يقول يبلغنا أنه من وقف عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلا هذه الآية: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ وقال: صلی اللہ علیک یا محمد حتى يقولها سبعین مرة ناداه ملك: صلی اللہ علیک یا فلان ولم تسقط له حاجة)) ترجمہ: میں بعض ان (صحابہ) کو جن کو پایا ہے کہتے سنا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر آیت درود تلاوت کرے اور ستر مرتبہ ”صلی اللہ علیک یا محمد“ کہے تو فرشتہ نداء کرتا ہے کہ اے فلاں! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اور تمہاری حاجت پوری ہو۔

(المواہب اللدیہ، الفصل الثانی فی زیارة قبرہ الشریف، ج 3، ص 597، مکتبۃ الوافیہ، مصر)

اس روایت کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(دقاء الوفا ویاخار دارالمصطفیٰ، الفصل الرابع فی اداب الزیارة، ج 4، ص 213، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس روایت کو امام سخاوی نے بھی القول البدیع میں امام بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(القول البدیع، الصلوۃ علیہ عند الذبیح، ج 1، ص 214، دارالریان للتراث، بیروت)

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میدان کربلا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام و فریاد یوں عرض کی: ((يَا مُجَمَّدًا صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ وَمَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ الْاِحْسَانِ بِالْعَرَاوِ، مُرْمَلٌ بِالْدِّمَاءِ، مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ)) ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم (یا رسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا اور آسمان کے فرشتوں کا درود ہو) ایہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خون کی چادر اوڑھے ہوئے ہے، ان کے اعضاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

(الاکمال فی التاريخ، ثم دخلت سے احدى وثمانین، ج 3، ص 185، دارالکتب العربیہ، بیروت، البدایہ و النہایہ، ص 87، ج 2، ص 210، دارالاجیاد للتراث العربیہ، بیروت)

حضرت علقمہ اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت علقمہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یوں سلام کرتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(الاعراب حرق المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فصل فی المواقف التي يتوجب فيها الصلوۃ، ج 2، ص 87، دارالقرآن للعلوم والنشر، الخوارزم)

ایسے ہی حضرت کعب سے بھی مروی ہے۔

(الفتاویٰ حنفیہ، حقوق المسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فصل فی المواعظ والخطب فیہا الصلوۃ، ج 2، ص 87، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ”الفقہ الاکبر“ کے خطبہ میں ہے: **وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا**

(الفقہ الاکبر، من اصول اہل السنۃ والجماعۃ، ج 1، ص 76، مکتبۃ المرقان، عرب)

محمد

امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ میں خطاب کے ساتھ یوں درود پاک بھیجتے ہیں:

صَلِّی اللہ عَلَیْکَ یَا عَلِمَ الْهَدٰی مَاحَسَنَ مَشْتَاقِ الْی مَشَوَاک

(قصیدہ ہجران، ص 101)

شیخ رقاعی رحمۃ اللہ علیہ

احسان الہی ظہیر کی ”دراسات فی التصوف“ میں شیخ رقاعی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر

ہیں) کے بارے میں لکھا: ”وقف تجاه حجرة النبی علیه الصلاة والسلام وقال علی رؤوس الأشهاد السلام علیک یا

جدی فقال له علیه الصلاة والسلام: علیک السلام یا ولدی. سمع ذلك کل من فی المسجد النبوی“ ترجمہ: شیخ

رقاعی رحمۃ اللہ علیہ روضہ انور کے سامنے کھڑے ہوئے اور سب کے سامنے عرض کیا: السلام علیک یا جدی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! تم پر سلام ہو، اس کو ہر اس شخص نے سنا جو مسجد نبوی میں موجود تھا۔

(دراسات فی التصوف، الطریقۃ الرقاویہ، ج 1، ص 242، دار الامام محمد والنشر والتوزیع)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 597ھ) اپنی کتاب ”الذکر فی الوعظ“ کے خطبہ میں لکھتے ہیں: **الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ**

عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْاَنْبِیَاءِ الصَّلَاةُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ الْاِسْلَامِ۔

(الذکر فی الوعظ، المجلس الثامن من صحیح الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج 1، ص 83، دار المعرفۃ بیروت)

ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور بصیرتہ خطاب درود پاک

ابو بکر بن محمد بن عمر فرماتے ہیں: ”كنت عند ابی بکر بن معاهد فحاء الشبلی فقام الیہ ابو بکر بن معاهد

فعانقه وقبل بين عينيه، وقلت له يا سيدي تفعل بالشبلي هكذا وأنت وجميع من ببغداد بصوران أو قال يقولون انه مسحون فقال لي فعلت كما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فعل به وذلك أني رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم في المنام وقد أقبل الشبلي فقام إليه وقبل بين عينيه فقلت يا رسول الله أتفعل هذا بالشبلي فقال هذا بقرا بعد صلاته ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ إلى آخر السورة وبتبعها بالصلاة على وفي رواية لأنه لم يصل صلاة فريضة إلا وبقرا ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ الآية، ويقول ثلاث مرات **صلى الله عليك يا محمد صلى الله عليك يا محمد** ترجمه: میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ حضرت سیدنا شیخ ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الی حضرت سیدنا ابو بکر بن مجاہد علیہ رحمۃ اللہ الی اللہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر ان کو گلے لگا لیا اور پیشانی چوم لی۔ میں نے عرض کیا: یا سید ہی آپ اور اہل بغداد آج تک انہیں دیوانہ تصور کرتے رہے ہیں یا کہا کہ دیوانہ کہتے رہے ہیں مگر آج ان کی اس قدر تعظیم کیوں؟ جواب دیا: (میں نے یوں ہی ایسا نہیں کیا) میں نے تو وہی کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور یہ چیز میں نے خواب میں دیکھی ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الی ہا رگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سرکارِ دو عالم، نور مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا ہے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اہل شبلی پر اس قدر شفقت کی وجہ؟ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے عُیُوب، مُنْزَہ عَنِ الْعُیُوبِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ اور اس کے بعد مجھ پر ڈرود پڑھتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ جب بھی نماز پڑھتا ہے تو پہلے یہ آیت ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ پڑھتا ہے اس کے بعد تین دفعہ یہ درود پاک پڑھتا ہے: **صلى الله عليك يا محمد**۔

(القول المہذب، بعد الفرائض من الصوم، ج 1، ص 177، دارالایمان للتراث، بیروت)

حضرت جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 785ھ) فرماتے ہیں: ”جو شخص درج ذیل درود شریف پابندی سے پڑھے گا وہ دنیا و آخرت کی تمام مصیبتوں سے بے خوف ہو جائے گا اور آخرت میں ان شاء اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسائلی اختیار کرے گا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوة والسلام عليك يا محمد العربي

الصلوة والسلام عليك يا محمد القرشي

الصلوة والسلام عليك يا محمد المكي

الصلوة والسلام عليك يا نبي الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

(جواہر الاولیاء، ص 232، مطبوعہ اسلام آباد)

حضرت شیخ محمد فحوش گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک درود معظم و مکرم قطب عالم حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز نے اپنے اوراد میں لکھا ہے کہ جو مومن اس درود کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھے گا توجج کا ثواب اس کے تمام اعمال میں لکھا جائے گا اور جو اپنے پاس رکھے گا، دنیا و آخرت کی تمام بلاؤں سے امن میں رہے گا اور عقبنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی اسے نصیب ہوگی، درود معظم یہ ہے:

الصلوة والسلام عليك يا محمد العربي

الصلوة والسلام عليك يا محمد القرشي

الصلوة والسلام عليك يا محمد المكي

الصلوة والسلام عليك يا نبي الله

الصلوة والسلام عليك يا محمد رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا جد الحسن والحسين

الصلوة والسلام عليك يا ابا الفاطمة الزهراء

الصلوة والسلام عليك يا صاحب المنبر والمعراج محمد رسول الله

(اصلی جواہر شمس کمال، ص 102، مطبوعہ کراچی)

اوپر والا درود پاک جواہر خمسہ کا حصہ ہے اور جواہر خمسہ وہ وظیفہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس کی اجازت لی

(الاعتقاد فی سلاسل الاولیاء، ص 138، مطبوعہ کراچی)

—

سید محمود ناصر الدین بخاری رحمہ اللہ علیہ

حضرت جہانیاں جہاں گشت کے صاحبزادے سلطان سید محمود ناصر الدین بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص دن اور رات کو نیک نیتی سے خلوص دل سے درج ذیل درود شریف پڑھے گا تو ہر قسم کی آفات و بلیات سے محفوظ رہے گا:

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا نبي الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

(جواہر الاولیاء، ص 247، مطبوعہ اسلام آباد)

سید علی کبیر ہمدانی رحمہ اللہ علیہ اور اوراد فتحیہ

ولی کامل سید علی کبیر ہمدانی رحمہ اللہ علیہ کے اوراد و وظائف کے مجموعہ کا نام اوراد فتحیہ ہے جس کے آخر میں 24 سینوں سے اس طرح درود شریف درج ہے:

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا خليل الله

الصلوة والسلام عليك يا نبي الله الخ

(اوراد فتحیہ، ص 142، جواہر الاولیاء، ص 378، مطبوعہ اسلام آباد)

اوراد فتحیہ کی مقبولیت

اوراد فتحیہ کی دربار رسالت میں مقبولیت کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ والد گرامی نے فرمایا: ”منقول ہے کہ انہیں حضرت امیر سید علی ہمدانی سے ہے، فرماتے ہیں کہ جب بارہویں دفعہ کعبہ شریف کی زیارت کو گیا، مسجد اقصیٰ میں پہنچا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس درویش کی طرف آرہے ہیں، میں اٹھا اور آگے گیا اور سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آستین مبارک سے ایک جزو نکالا اور اس درویش سے فرمایا: خذ هذا الفتحیہ، یعنی اس فتحیہ کو لے۔“

میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے لے لیا اور نظر کی توبہی اور ادتھے، اس اشارہ سے اس کا نام فتحیہ رکھا

(الانتباه فی سلاسل الاولیاء، ص 125، مطبوعہ کراچی)

گیا۔

شاہ ولی اللہ اور اوراد فتحیہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوراد فتحیہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”پھر فرض صبح پڑھے، جب سلام پھیرے تو اوراد فتحیہ کے پڑھنے میں مشغول ہو کہ جو ایک ہزار چار سو اولیاء کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس کی برکت سے صفائی اور مشاہدہ کرے گا اور ایک ہزار چار سو اولیاء کی ولایت سے حصہ پائے گا۔“

(الانتباه فی سلاسل الاولیاء، ص 125، مطبوعہ کراچی)

شیخ رشید الدین اسفراہینی اور اوراد فتحیہ

شیخ نجم الدین محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1061ھ) فرماتے ہیں: ”عن الشیخ رشید الدین الإسفرائینی انه كان يقول: إنه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بحضور روحه عند قول القائل في الأوراد الفتحية: الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله۔۔۔ قال صاحب الترجمة بعد فعل ذلك: ولذلك ترى العادة أن ترفع الأيدي عند قولك: الصلاة والسلام عليك يا رسول الله إلى قولك: الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله“ ترجمہ: شیخ رشید الدین اسفراہینی سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے کہ اوراد فتحیہ میں قائل کے اس قول کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کی تشریف آوری ہوتی ہے: الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله (اے وہ جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا کی ہے آپ پر صلوة و سلام ہوں)، اس کے بعد صاحب ترجمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ (اوراد فتحیہ میں) اپنے اس قول کے وقت ہاتھوں کو بلند کیا جاتا ہے: الصلاة والسلام عليك يا رسول الله (اس قول تک) الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله۔

(الکواکب السائرة، عبداللطیف الخراسانی، ج 2، ص 180، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں: ”فالتقدير اللهم اجعل السلام عليكم كما تقدر في قولنا الصلاة والسلام عليك يا رسول الله فإن المعنى اللهم اجعل الصلاة والسلام على رسول الله“ ترجمہ: (قبرستان میں جو قبور والوں کو سلام کیا جاتا ہے) اس کی تقدیر اور مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اے قبور والو! سلامتی نازل فرمائے جیسا کہ ہمارے قول الصلاة والسلام عليك يا رسول الله کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صلوة و سلام بھیج۔

(الاستيعاب بالاربعين المعاني، ص 1، ج 1، ص 88، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

جمہور علماء اور الصلوہ والسلام

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَذَقَبَ الْمُشْهُورُ إِلَى الْإِحْتِزَاءِ بِكُلِّ لَفْظٍ أَدَّى الْمُرَادَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ قَالَ فِي أَتَاءِ التَّشْهُدِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اجْتِزَاءً" ترجمہ: جمہور اس طرف گئے ہیں کہ ہر وہ لفظ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی مراد کو پورا کرے وہ کافی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز کے تشہد میں الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی پڑھا تو کافی ہے۔

(شرح الباری شرح صحیح بخاری، قولہ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 11، ص 166، دار المعرف بیروت)

یہی کلام امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

(القول البدیع، ما لکنہ ان اللہ تعالیٰ امرنا الخ، ج 1، ص 72، دار الایمان للتراث)

امام ابن حجر ہیتمی، علامہ عبد الحمید شروانی، علامہ شبر املسی وغیر ہم

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "(و) يُسْنُّ (لِكُلِّ) مِنَ الْمُؤَذِّنِ، وَالْمُقِيمِ وَسَامِعَيْهِمَا (أَنْ يُصَلِّيَ) وَيُسَلِّمَ (عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ فَرَغِهِ) مِنْ الْأَذَانِ، أَوْ الْإِقَامَةِ لِلأَمْرِ بِالصَّلَاةِ عَقِبَ الْأَذَانِ فِي خَيْرِ مُسْلِمٍ" ترجمہ: اذان اور اقامت کہنے والوں اور سننے والوں کے لیے سنت ہے کہ اذان اور اقامت سے فراغت کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں کیونکہ مسلم شریف کی حدیث پاک میں اذان کے بعد درود پاک پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تختہ النجاشی شرح النہاج، فصل فی الاذان والاقامۃ، ج 1، ص 482، مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، مصر)

اس کے تحت علامہ عبد الحمید شروانی لکھتے ہیں: "مَا يَقَعُ لِلْمُؤَذِّنِينَ مِنْ قَوْلِهِمْ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى آخِرِ مَا يَأْتُونَ بِهِ فَيَكْفِي" ترجمہ: بعض مؤذن اذان کے بعد "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، اور دیگر صیغوں کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہیں تو اس سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(مدوۃ الشروانی علی تختہ النجاشی، شرح النہاج، فصل فی الاذان والاقامۃ، ج 1، ص 482، مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، مصر)

علامہ شبر املسی متوفی 1087ھ فرماتے ہیں: "مَا يَقَعُ لِلْمُؤَذِّنِينَ مِنْ قَوْلِهِمْ بَعْدَ الْأَذَانِ: الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى آخِرِ مَا يَأْتُونَ بِهِ فَيَكْفِي" ترجمہ: بعض مؤذن اذان کے بعد "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، اور دیگر صیغوں کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہیں تو اس سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(ماہ شبر املسی علی تختہ النجاشی، شرح النہاج، ج 1، ص 422، دار الفکر بیروت)

یہ بات انہی الفاظ کے ساتھ حاشیہ بحال میں بھی ہے۔

(حاشیہ: بحال علی شرح صحیح ابی یوسف، باب الاذان والاقامة، ج 1، ص 310، دار الفکر، بیروت)

یہی بات علامہ سلیمان بن محمد بن عمر الجعفی المصری (متوفی 1221ھ) نے بھی لکھی ہے۔

(حاشیہ: الجعفی علی شرح الصحیح، باب تہیة القبلة فی الصلوة، ج 1، ص 175، مطبعة النعمان)

شیخ ابراہیم التازی رحمہ اللہ اور الصلوٰۃ والسلام

شیخ ابو جعفر احمد بن علی (متوفی 938ھ) "شیخ ابراہیم التازی" کا تالیف لکھا ہے، اس میں اس طرح درود و سلام ہے: **الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُؤْمِنِينَ ☆ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ☆ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

(ثبت ابو جعفر احمد بن علی، نفس، حاشیہ: شیخ ابراہیم التازی، ج 1، ص 324، دار الفکر، اسلامی، بیروت)

علامہ ابن صالح، فقیہ محمد بن زرنندی اور بعض مشائخ کا عمل

علامہ سخاوی رحمہ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) "مقاصد حسنہ" میں نقل کرتے ہیں: "قال ابن صالح: نو سمعت ذلك أيضا من الفقيه محمد بن الزرندي عن بعض شيوخ العراق أو العمم أنه يقول عندما يمسح عينيه: صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني، وقال لي كل منهما: منذ فعله لم ترمد عيني، قال ابن صالح: وأنا والله الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عيني، وأرجو أن عافيتهما تلوم، وأنى أسلم من العمى إن شاء الله" ترجمہ: ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرنندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور ان کی روایت میں یوں ہے: کما نکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللهِ يَا حَبِيبَ قَلْبِي وَيَا نُورَ بَصَرِي وَيَا قُرَّةَ عَيْنِي، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ محمد بن زرنندی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں۔ اللہ کے لئے حمد و شکر ہے جب سے میں (یعنی امام ابن صالح ممدوح) نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(التمم للبخاری، ج 1، ص 605، 606، دار الفکر، بیروت)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ علیہ

علامہ سخاوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روضہ انور کی حاضری کے وقت یوں عرض کرے: "الصَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ"

السلام عليك يا نبي الله السلام عليك يا خيرة الله السلام عليك يا خير خلق الله السلام عليك يا حبيب الله
السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين السلام عليك يا رسول رب العالمين السلام
عليك يا قائد الغر المحجلين السلام عليك يا بشير السلام عليك يا نذير السلام عليك وعلى أهل بيتك
الطاهرين السلام عليك وعلى أزواجك الطاهرات أمهات المؤمنين السلام عليك وعلى أصحابك أجمعين
السلام“ (القول المبدع، آداب زيارة قبره الشريف، ج 1، ص 213، دار الريان للتراث، بيروت)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خطاب کے ساتھ یوں درود و سلام عرض کرتے ہیں:

چہ وصفت کند سعدی ناتمام

عليك الصلوة اے نبی والسلام

ترجمہ: سعدی ناقص آپ کی تعریف کا حق کس طرح ادا کرے، اے اللہ کے نبی! آپ پر صلوة و سلام ہو۔ (بوستان، ص 11)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رسالت میں خطاب کے ساتھ یوں درود پاک عرض کیا ہے:

صلى عليك الله يا خير خلقه ويا خير مأمول ويا خير واهب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے مخلوق میں سب سے بہتر ذات! اے وہ بہترین ہستی جس سے امید

رکھی جائے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔

رکھی جائے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تفسیر روح البیان“ میں درود و سلام یوں بیان کیا: الصلاة والسلام عليك يا رسول

الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا خليل الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا

صفي الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا نبي الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا خير خلق الله ☆ الصلاة والسلام

عليك يا من اختاره الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا من زينته الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا من أرسله

الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا من شرفه الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله ☆ الصلاة والسلام

عليك يا من كرمه الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا سيد المرسلين ☆ الصلاة والسلام عليك يا امام

☆ الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين ☆ الصلاة والسلام عليك يا سيد
☆ الصلاة والسلام عليك يا قائد المرسلين ☆ الصلاة والسلام عليك يا صاحب المقام
(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحزاب، ج 7، ص 235، 236، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابوبکر البکری اور شیخ خطاب درود و سلام

علامہ ابوبکر المشهور بالبکری (متوفی 1301ھ) لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتا: "ويقول حالة كونه غاضاً لبصره ناظراً للأرض، مستحضراً عظمة النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، وأنه حي في قبره لأعظم، مطلع بآذن الله على ظواهر الخلق وسرائرهم السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته الصلاة والسلام عليك يا رسول الله. الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله. الصلاة والسلام عليك يا نبي الرحمة. الصلاة والسلام عليك يا بشير يا نذير، يا ظاهر يا ظهير. الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين" ترجمہ: نظروں کو جھکائے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں حاضر کر کے، یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عظیم قبر میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں، آپ کی بارگاہ میں یوں عرض کرے: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ☆ الصلاة والسلام عليك يا رسول الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا نبي الرحمة ☆ الصلاة والسلام عليك يا بشير يا نذير يا ظاهر يا ظهير ☆ الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين۔

(امامہ العالیین علی المل القاطع المصن، باب الحج، ج 2، ص 356، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزيع، بیروت)

شیخ احمد دجانی اور الصلوٰۃ والسلام

شیخ نجم الدین "شیخ احمد الدجانی رحمۃ اللہ علیہ" کے بارے میں لکھتے ہیں: "كان يحفظ القرآن العظيم، والمنهاج للنووي. وحدثني تلميذه الشيخ الصالح العارف بالله تعالى يوسف الدجاني الأربدي أن الشيخ أحمد الدجاني كان لا يعرف النحو، فبينما هو في خلوته بالأقصى إذ كوشف بروحانية النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، فقال له: يا أحمد تعلم النحو. قال: فقلت له: يا رسول الله علمني، فألقى علي شيئاً من أصول العربية، ثم انصرف قال:

فقلت: الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، وضمنت اللام من رسول، قال: فعاد إلى وقال لي: أما علمتكم النحو ان لا تلحن قل: رسول الله بفتح اللام، قال: لما شغلت في النحو، ففتح علي فيه "ترجمہ: شیخ نے قرآن حفظ کیا اور علامہ نووی کی منہاج یاد کی، ان کے شاگرد شیخ صالح عارف باللہ یوسف الدجانی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ احمد الدجانی کو نحو نہیں آتی تھی، خلوت میں ان کو روحانی طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے احمد نحو دیکھو، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے سکھا دیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کچھ عربی قواعد سکھائے، پھر تشریف لے جانے کے لیے مڑے تو میں نے عرض کیا: الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، میں نے رسول پر پیش پڑھ دی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تمہیں نحو اس لیے سکھائی ہے کہ تم غلطی نہ کرو، رسول اللہ کے لام کو زیر کے ساتھ پڑھو۔ فرماتے ہیں کہ میں نحو میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر نحو کا علم کھول دیا گیا۔

(الکواکب السائرة، شیخ احمد الدجانی، ج 3، ص 109، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ سنوسی اور الصلوٰۃ والسلام

شیخ محمد بن عثمان السنوسی (متوفی 1318ھ) اپنی کتاب میں یوں درود و سلام لکھتے ہیں: الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وأصحابك وكل من شهد أنك رسول الله إلى جميع الخلق يا سيدنا يا رسول الله من عين الذات حيث لا اسم ولا رسم. الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وأصحابك وأزواجك وذريتك وأنصارك وأشياحك وجميع أمتك يا سيدنا يا رسول الله من الحضرة الجامعة لكل صفة واسم. الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وجميع أمتك يا سيدنا يا رسول الله من حضرة الذات التي هي منقطع الإشارات على حقيقتك التي هي روح حياة الوجود۔

(مسامرات الطريف بحسن التعريف، ج 1، ص 61، مکتبہ ثمال)

جب اذان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام سنے

جامع الرموز میں ہے کہ اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سنے تو یوں کہے: صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قرۃ عینی ہک یا رسول اللہ اللهم متعنی بالسمع والبصر۔ ترجمہ: صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ، آپ میری آنکھوں کی شہدک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔

(جامع الرموز، باب الاذان، ج 1، ص 125، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبدقاوس ہایران)

حضرت میاں شہر محمد شہر قیوری رحمۃ اللہ علیہ اور اوراد و تحفہ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے خلیفہ صاحبزادہ محمد عمر لکھتے ہیں: ”حضرت میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ اور اونچے چالیس دن تک دو بار روزانہ پڑھنا تاکہ طبیعت میں اثر پیدا کر لے لیکن بعد میں صرف ایک بار ہی کافی ہے یہ اور اونچے بار کت ہیں۔“

(اختلاب حقیقت، ص 88، مطبوعہ مرکز الادبیہ اسلام آباد)

علامہ یوسف مہمانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ یوسف مہمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ روزانہ سو مرتبہ پڑھنا قضائے حاجت کے لیے مجرب ہے۔“

(شواہد حق، ص 376)

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہمارے ملک میں بعض مولوی ایسے ہیں کہ جہاں کسی نے ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کہا، وہ اسے فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نداء بھی نداء غیب تھی، مگر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نداء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطلع ہو جانا ثابت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ غیب کو ظاہر کر سکتا ہے اور اپنے بندوں پر فی الواقع ایسا کرتا ہے۔“

(ملفوظات مہر علیہ، ص 89، مطبوعہ گلزار شریف)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی

اکا برد یو بند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی لکھتے ہیں: ”تہجد کی بارہ رکعتیں سلاموں سے پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور نہایت خشوع و خضوع سے تین یا پانچ یا سات بار ہاتھ اٹھا کر اللهم طهر قلبي۔ الخ پڑھے اور توبہ و استغفار کے بعد ”استغفر الله“ اکیس بار پڑھ کر درود ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ تین بار عروج و نزول کے طریقے پڑھے۔“

(نیارہ القلوب مشورہ کلمات امدادیہ، ص 14، 15، مطبوعہ کراچی)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں، یہ اتصال معنوی پڑنی ہے، لہ الخلق والامر امر مفید بجهت و طرف و قرب و بعد، وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔“

(امداد الصالح، ص 59)

اشرف علی تھانوی

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا: ”یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے: الصلوة

(شہداء و بزرگواروں کے ذکر اور ان کا بڑا مقام و بڑا بندہ، ص 44)

والسلام عليك يا رسول الله۔

ایک مقام پر کہا: ”آج کی مجلس ذکر میں ذکر کے بجائے ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ پڑھیں گے اور

(ماہنامہ الخیر منائر اسلام، ص 460)

تصور یہ کریں گے کہ ہم روضہ پاک پر کھڑے ہیں۔“

ذکر یاد یو بندی

تبلیغ جماعت کے شیخ محمد ذکر یاد یو بندی نے لکھا: ”بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر

ہے یعنی بجائے السلام عليك يا رسول الله، والسلام عليك يا نبی الله وغیرہ کے ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

”الصلوة والسلام عليك يا نبی الله“، اس طرح اخیر تک سلام کے ساتھ الصلوة کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔

(فضائل درود شریف، ص 25، 24)

حسین احمد مدنی دیوبندی

حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا: ”وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں، چنانچہ وہابیہ

عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے الصلوة والسلام عليك يا رسول الله کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس

نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان

دین اس صورت اور جملہ صورتوں و شریف کو اگرچہ بھینچہ نداء و خطاب کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو

(شہاب ثاقب، ص 65، مطبوعہ دیوبند)

اس کا امر کرتے ہیں۔“

نجد کا فتویٰ

ریاض (نجد) سے شائع ہونے والے فتاویٰ ”فتاویٰ اللجنة الدائمة“ میں ہے: ”فیجوز أن یقال عند زیارتہ: الصلاة

والسلام عليك يا رسول الله، فإن معناها: الطلب والإنشاء وإن كان اللفظ خبراً، ویجوز أن یصلی علیہ بالصلاة

الإبراهيمية فیقول: اللهم صل علی محمد، والأفضل: أن یسلم علیہ بصیفة الخیر كما یسلم علی بقیة القبور،

ولأن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما كان إذا زاره یقول: السلام عليك يا رسول الله“ ترجمہ: زیارت اقدس کے وقت

”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کہنا جائز ہے، کہ یہ طلب و انشاء کے معنی میں ہے اگرچہ لفظاً خبر ہے، درود و ابراہیمی

پڑھنا بھی جائز ہے، پس وہ کہے: اللهم صل علی محمد، اور افضل یہ ہے کہ صیغہ خبر کے ساتھ سلام کہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہما جب زیارت کرتے تو یوں عرض کرتے: السلام عليك يا رسول الله۔

(نہادی الجوزہ المداحہ صیغۃ السلام علی رسول طیبہ الصلوٰۃ والسلام، ج 1، ص 474، ادارۃ المکتب العلمیہ والاثنی عشریۃ، دارۃ العلم، بیروت)

سرفراز لکھنوی

سرفراز لکھنوی دیوبندی نے لکھا: ”ہم اور ہمارے تمام اکابر ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔“

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ، ص 75، مطبوعہ گوجرانوالہ)

تقی عثمانی

دیوبندیوں کے مفتی تقی عثمانی نے لکھا: ”میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ایک شخص کے سامنے کسی مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام گرای آیا اور اس کو بے اختیار یہ تصور آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے موجود ہیں اور اس نے یہ تصور کر کے کہہ دیا ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“..... یہ الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔“

(اصلاحی خطبات، ج 1، ص 232، مطبوعہ کراچی)

باب نمبر 348

مَا جَاءَ فِي فَطْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی فضیلت

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہوگا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن

غریب ہے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: جو

مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ عزوجل اس پر اس کے

بدلے میں دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے لئے دس

نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ عزوجل

اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اور اس باب میں حضرت عبد الرحمن بن عوف

، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عمار، حضرت ابو طلحہ، حضرت

انس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایات مروی

ہیں۔

484- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى

بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

كَيْسَانَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى

صَلَاةٍ، قَالَ ابُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

غَرِيبٌ

وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ

قَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَّى صَلَاةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا

عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

485- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ

صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَفِي الْبَابِ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَسَائِرِ بْنِ

رَبِيعَةَ، وَعَمَّارٍ، وَأَبِي طَلْحَةَ، وَأَنْسِ، وَأَبِي نَبِي

كَعْبٍ، قَالَ ابُو عَيْسَى: حَدِيثٌ أَبِي هُرَيْرَةَ

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام سفیان ثوری اور بہت سے اہل علم حضرات سے مروی ہے فرمایا: اللہ عزوجل کا درود اس کی رحمت ہے اور فرشتوں درود استغفار کرنا ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس سے کچھ بھی اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے بازار میں صرف وہی شخص بیچ کرے جو دین میں تفقہ رکھتا ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور علاء بن عبد الرحمن وہ ابن یعقوب ہیں اور وہ حرثہ کے غلام ہیں اور علاء وہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے انس بن مالک وغیرہ سے سماعت کی ہے اور عبد الرحمن بن یعقوب علاء کے والد ہیں اور وہ بھی تابعین سے ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے حدیث کی سماعت کی ہے اور یعقوب وہ علاء کے دادا ہیں اور وہ کبار تابعین میں سے ہیں تحقیق انہوں نے حضرت

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: صَلَاةُ الرَّبِّ الرَّحْمَةِ، وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الْإِسْتِغْفَارُ

486- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمٍ الْمِصَاحِفِيُّ الْبَلْخِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ أَبِي قُرَّةِ الْأَسَدِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: إِنْ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَضَعُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

487- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَسْتَبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا يَبِيعُ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ، وَهُوَ مَوْلَى الْخُرْقَةِ، وَالْعَلَاءُ هُوَ مِنَ التَّابِعِينَ، سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَغَيْرِهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَعْقُوبَ وَالِدُ الْعَلَاءِ، وَهُوَ مِنَ التَّابِعِينَ، سَمِعَ مِنْ أَبِي

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری صلی فرماتے ہیں:

"(تَوَكَّلِي النَّاسِ بِسِيٍّ) یعنی ان میں سے میرے زیادہ قریب ہوں گے یا اس سے مراد یہ ہے کہ میری شفاعت کے زیادہ حقدار ہوں گے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب اتصال علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 743، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"(تَوَكَّلِي النَّاسِ بِسِيٍّ) یعنی قیامت میں میرے زیادہ قریب ہوں گے اور میری شفاعت کے زیادہ حقدار ہوں گے اور بھلائیوں کی انواع کو پانے اور کروہات کے دفع کے زیادہ حقدار ہوں گے۔"

((جو لوگوں میں سے مجھ پر زیادہ درود پاک پڑھنے والے ہوں گے)) کیونکہ کثرت درود دلالت کرتا ہے عقیدے کے پختہ ہونے پر، نیت کے خالص ہونے پر، محبت کے صادق ہونے پر، طاعت پر ہمیشگی اختیار کرنے پر اور اس واسطے کریہہ کے حق کے ساتھ وفا کرنے پر، اور جس میں ان خصلتوں میں سے زیادہ پائی جائیں گی وہ قرب اور ولایت کا زیادہ حقدار اور لائق ہوگا۔"

(فيض القدير، حرف الہز، ج 2، ص 441، المكتبة التجارية، الکبری، مصر)

اس حدیث پاک کے مصداق کون لوگ ہیں:

امام ابن حبان (متوفی 354ھ) فرماتے ہیں:

"((قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہوگا)) امام ابو حاتم نے فرمایا: اس حدیث پاک میں دلیل ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اصحاب حدیث ہوں گے کیونکہ امت میں ان سے بڑھ کر کوئی گروہ ایسا نہیں جو ان سے بڑھ کر درود پاک پڑھتا ہو۔"

(صحیح ابن حبان، ذکر البیان بان اقرب الناس فی القیامت، ج 3، ص 193، مؤسسة الرسالة، بیروت)

امام ابو بکر احمد بن علی بغدادی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"امام ابو نعیم فرماتے ہیں: یہ منقبت شریفہ احادیث کے راویوں اور ناقلین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ علما میں سے ایسا گروہ نہیں جانا گیا جو ان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک لکھتا اور پڑھتا ہو۔"

(شرف اصحاب الحدیث للعلی بن بغدادی، ج 1، ص 34، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

درود پاک کب پڑھنا فرض اور کب واجب ہے:

عمر میں ایک بار دُرود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں دُرود شریف پڑھنا واجب، خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سُنے اور اگر ایک مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار دُرود شریف پڑھنا چاہیے، اگر نام اقدس لیا یا سُنا اور دُرود شریف اس وقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے..... نام اقدس لکھے تو دُرود ضرور لکھے کہ بعض علما کے نزدیک اس وقت دُرود شریف لکھنا واجب ہے۔

(الدر المختار رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مفاد الصلاة، ج 2، ص 281)

درود پاک پڑھنا کب مستحب ہے:

جہاں تک بھی ممکن ہو دُرود شریف پڑھنا مستحب ہے اور خصوصیت کے ساتھ درج ذیل اوقات اور جگہوں میں:

- (1) روز جمعہ (2) شب جمعہ (3) صبح و شام (4) مسجد میں جاتے (5) مسجد سے نکلنے وقت (6) بوقت زیارت روضہ اطہر (7) صفا و مروہ پر (8) خطبہ میں (9) جواب اذان کے بعد (10) بوقت اقامت (11) دُعا کے اول آخر بیچ میں (12) دُعاے قنوت کے بعد (13) حج میں لبیک سے فارغ ہونے کے بعد (14) اجتماع و فراق کے وقت (15) وضو کرتے وقت (16) جب کوئی چیز بھول جائے اس وقت (17) وعظ کہنے اور (18) پڑھنے اور (19) پڑھانے کے وقت، خصوصاً حدیث شریف پڑھنے کے اول آخر (20) سوال و (21) فتویٰ لکھنے وقت، (22) تصنیف کے وقت، (23) نکاح (24) اور منگنی (25) اور جب کوئی بڑا کام کرنا ہو۔
- (الدر المختار رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مفاد الصلاة، مطلب نص العلماء علی استحباب الصلاة، ج 2، ص 281)
- (26) دُعاے قنوت کے بعد دُرود شریف پڑھنا بہتر ہے۔

(و"الدر المختار" رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوازل، مطلب فی مکر الوتر...، ج 2، ص 534، غنیۃ المعتمل، ص 418، الوتر، 418)

درود پاک کب پڑھنا منع ہے:

گاہک کو سودا دکھاتے وقت تاجر کا اس غرض سے دُرود شریف پڑھنا یا سبحان اللہ کہنا کہ اس چیز کی عمدگی خریدار پر ظاہر کرے، ناجائز ہے۔ یوہیں کسی بڑے کو دیکھ کر دُرود شریف پڑھنا اس نیت سے کہ لوگوں کو اس کے آنے کی خبر ہو جائے، اس کی تعظیم کو انھیں اور جگہ چھوڑ دیں، ناجائز ہے۔

(الدر المختار رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مفاد الصلاة، مطلب نص العلماء علی استحباب الصلاة، ج 2، ص 281)

فضائل درود و سلام

احادیث مبارکہ

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((إِنَّا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ صَلَاةِ اللَّهِ عَلَيَّ بِهَا عَشْرَةٌ ثُمَّ سَأَلَنِي الْوَسِيْلَةَ فَأَبَاهَا مَنزِلَةً فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرَجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، وَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ)) ترجمہ: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو جو مؤذن نے کہا ہے اس کی مثل کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس پر دس بار درود بھیجتا ہے (یعنی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے)، پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، یہ جنت میں ایک مقام ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں اور جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے شفاعت حلال ہوگی۔

(صحیح مسلم، باب القول مثل قول المؤذن من بعد، ج 1، ص 288، دار احیاء التراث العربی، بیروت) ☆ (جامع ترمذی، ماہیت فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 13، دار الفکر الاسلامی، بیروت) ☆ (امس الکبریٰ للفتاویٰ، حصہ اول، علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 252، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(2) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَأَرْحَمْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَجَلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي، إِنَّا صَلَّيْتُ فَقَعَدْتُ فَأَحْمَدُ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكَ ثُمَّ ادْعُهُ. قَالَ: ثُمَّ صَلَّى رَجُلٌ آخَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تَجِبْ)) ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز پڑھی اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اے نمازی تو نے دعا کرنے میں جلدی کی ہے (تجھے چاہئے کہ) تو جب نماز پڑھ لے تو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کہ جو اس کی شان کے لائق ہے اور مجھ پر درود پڑھ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ایک دوسرے شخص نے نماز پڑھی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو دعا مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی۔

(جامع الترمذی، ج 5، ص 393، دار الفکر الاسلامی، بیروت) ☆ سنن ابی داؤد، باب الدعاء، ج 2، ص 77، المكتبة العصریہ، بیروت) ☆ سنن نسائی، باب التمجید و الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 44، کتاب العلوم، بیروت) ☆ مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الاول، ج 1، ص 291، المکتب الاسلامی، بیروت)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ أَصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَسَلْتُ تَعْطُهُ سَلْتُ تَعْطُهُ)) ترجمہ: میں نماز پڑھ رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر

صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس وقت) تشریف فرما تھے، جب میں (نماز سے فارغ ہو کر) بیٹھ گیا تو میں نے (دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے بعد) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کیا پھر اپنے لیے دعا مانگی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب یہ ملاحظہ فرمایا تو) ارشاد فرمایا: تو سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا، تو مانگ تجھے دیا جائے گا۔

(جامع ترمذی، باب ما ذکر فی ثناء علی اللہ، ج 1، ص 732، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(4) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جِبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ)) ترجمہ: میں مکہ المکرمہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم مکہ پاک کے بعض مضافات کی طرف نکلے تو (راستے میں) جو بھی پہاڑ اور درخت ملتا تو وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں) یوں عرض کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(جامع ترمذی، باب ما ذکر فی ثناء علی اللہ، ج 6، ص 25، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(5) حضرت اَبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتُ. قَالَ: قُلْتُ: الرَّبِيعُ، قَالَ: مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَهُ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذَا تَكْفَى هَمَّكَ وَيَغْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ)) ترجمہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی بارگاہ میں کثرت کے ساتھ درود پاک بھیجنا چاہتا ہوں، تو میں کتنا درود پاک آپ کی بارگاہ میں بھیجوں؟ ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، میں نے عرض کیا: (وظائف کے لیے جتنا وقت ہے اس کا) چوتھائی حصہ درود پاک کے لیے مختص کر دوں؟ فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: آدھا وقت درود پاک کے لیے مختص کر دوں؟ فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت درود پاک کے لیے مختص کر دوں؟ ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: (وظائف کے لیے مختص وقت) سارا کا سارا درود پاک کے لیے مختص کر دوں؟ ارشاد فرمایا: جب تو یہ تمہارے دکھوں کو دور کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(جامع ترمذی، ج 4، ص 218، دار الغرب الاسلامی، بیروت، المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج 2، ص 457، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام حاکم نے فرمایا "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ" ترجمہ: یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج 2، ص 457، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ذہبی نے لکھا "صحیح"

(المصدر رک علی الحسین، تفسیر سورة الاحزاب، ج 2، ص 457، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(6) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَوْلَى النَّاسِ بِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُهُمْ عَلَى صَلَاةٍ)) ترجمہ: قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پاک پڑھا ہوگا۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 612، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک بار درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس پر دس بار درود پاک بھیجتا ہے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 612، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ مَرَّةً أَوْ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ أَسَدَّ قَبْلَهُ أَنْ يَغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبُوهُ الْكَبِيرَ فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ)) ترجمہ: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان آئے پھر چلا جائے اور اس کی بخشش نہ ہو، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان دونوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا (یعنی اس نے ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی)۔

(جامع الترمذی، ج 5، ص 442، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(9) امیر المؤمنین حضرت علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ترجمہ: بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ میری بارگاہ میں درود نہ بھیجے۔

(جامع الترمذی، ج 5، ص 443، دارالغرب الاسلامی، بیروت، مستدرک ابن حنبل، ابن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 3، ص 258، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

(10) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَكْبَرُ وَالصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنْ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ؛ إِلَّا عَرَضْتُ عَلَيَّ صَلَاتَهُ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَتَّى يَرْتَدُّ)) ترجمہ: جمعہ کے دن میری بارگاہ میں کثرت کے ساتھ درود بھیجو، کہ یہ یوم مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک جو شخص بھی مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے اس کا درود پاک میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اس کے فارغ ہونے سے پہلے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وفات کے بعد (بھی)، فرمایا: (ہاں) وفات کے بعد بھی، کہ بے شک اللہ تعالیٰ

نے زمین پر حرام کر دیا کہ انخرا عظیم السلام کے اجسام کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ما ذکرناہ علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 524، دار احیاء التراث العربی، اہلب)

(11) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَنِّي صَدَقَةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتِهِ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) ترجمہ: جو میری بارگاہ میں ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 50، مکتبہ المدینہ، اسلام آباد)

(12) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَدْرِي تَبَشُّرِي وَجْهِي فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرَى فِي وَجْهِكَ بَشْرًا لَمْ نَكُنْ نَرَاهُ؟ قَالَ: أَجَلٌ، إِنَّ مَلَكَآ أَنَابِي فَقَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ لَكَ لَمَّا يَرْضِيكَ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قُلْتُ: بَلَى)) ترجمہ: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار نظر آرہے تھے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چہرہ اقدس میں ایسی خوشی دیکھ رہے ہیں جو اس سے پہلے ہم نے نہیں دیکھی، فرمایا: جی ہاں، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ کا رب عزوجل آپ سے فرماتا ہے کہ کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر درود بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار درود بھیجتا ہوں، آپ کا کوئی امتی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! (میرے رب میں راضی ہوں)۔ (سنن دارمی، باب فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 1825، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، عرب)

(13) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَى خَطِيئَةٍ عَلَيْهِ طَرِيقُ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک بھیجتا بھول گیا اس سے جنت کا راستہ گم ہو گیا۔ (شعب الایمان للہیثمی، تنظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 135، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(14) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَمِدَ الرَّبَّ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَّاسْتَفْقَرَ رَبَّهُ فَقَدْ طَلَبَ الْخَيْرَ مَكَانَهُ)) ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا، رب عزوجل کی حمد کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کیا اور اپنے رب عزوجل سے بخشش چاہی (استغفار کیا) تو اس نے خیر کو اس کی جگہ سے تلاش کر لیا۔ (شعب الایمان، فصل فی استحباب التسمیۃ عند التسمی، ج 3، ص 432، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(15) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي حَوْثًا

كُنْتُمْ)) ترجمہ: میری بارگاہ میں درود پاک بھیجو، تم جہاں بھی ہو بے شک تمہارا درود پاک میری بارگاہ میں پہنچتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حوالہ: 1، ج 1، ص 291، دارالکتب الاسلامی، بیروت)

(16) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُنْتُ شَفِيعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: جس نے میری بارگاہ میں درود بھیجا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 12، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(17) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يُصَلُّوا فِيهِ عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لَمَّا يَدْرُونَ مِنَ الثَّوَابِ)) ترجمہ: جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھے تو انہیں اس کا اجر دیکھ کر اپنے اوپر حسرت ہو گی اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 13، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(18) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمٍ أَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک دن میں ہزار مرتبہ درود پڑھے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 14، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(19) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً تَعْظِيمًا لِحَقِّي جَعَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ مَلَكًا، جَنَانًا لَهُ بِالْمَشْرِقِ وَجَنَانًا لَهُ بِالْمَغْرِبِ وَرَجُلًا فِي تَخْوِمِ الْأَرْضِ، وَعَنْقُهُ مَلَوِيُّ تَحْتَ الْعَرْشِ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: صَلِّ عَلَيَّ عَبْدِي كَمَا صَلَّى عَلَيَّ نَبِيِّ، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: جو میرے حق کی تعظیم کرتے ہوئے مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے اللہ عزوجل اس سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے، جس کا ایک پر مشرق میں، دوسرا مغرب میں، اس کی دونوں ٹانگیں ساتویں زمین میں اور گردن عرش کے نیچے ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل اسے فرماتا ہے: تم میرے بندے پر اسی طرح درود پاک بھیجو جس طرح اس نے میرے نبی پر بھیجا۔ پس وہ فرشتہ تا قیامت اس بندے پر درود بھیجتا رہے گا۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 14، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(20) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الصَّلَاةُ عَلَيَّ نُورٌ عَلَيَّ الصِّرَاطُ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِينَ عَامًا)) ترجمہ: مجھ پر درود بھیجنا پل صراط

پڑو ہے، جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی (80) مرتبہ درود بھیجے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(الترغیب بن خازن، باب مقرر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 14، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(21) حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَرَّ أَنْ يَلْقَى

اللَّهُ وَهُوَ عَلَيْهِ رَاضٍ فَلَهُ كَيْفُ الصَّلَاةِ عَلَيَّ)) ترجمہ: جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں پیش ہو کہ وہ اس سے راضی ہو تو اسے چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھے۔

(اکمال لابن عدی، عمر بن راشد مولیٰ مروان بن ابان، ج 6، ص 32، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(22) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى

عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مِائَةً وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِائَةً كَتَبَ اللَّهُ لِيَنَّ عَمَلِيَّ مِائَةً مِنَ النَّفَاقِ وَيُرَاكُمَا مِنَ النَّارِ، وَأَسْكَنَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ)) ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ

درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو بار درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ اس بندے کے لیے نفاق اور جہنم کی آگ سے آزادی ہے اور قیامت کے دن اسے شہدا کے ساتھ رکھے گا۔

(الترمذی، ص 187، دارالترغیب، القاہرہ)

(23) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ أَدْبَاكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَهْوَالِهَا وَمَوَاطِنِهَا أَكْثَرُكُمْ

عَلَيَّ صَلَاةً)) ترجمہ: قیامت کی ہولناکیوں اور دشوار گزار گائیوں سے تم میں سے جلدی نجات پانے والا وہ شخص ہوگا جس نے کثرت سے درود پاک پڑھا ہوگا۔

(الانصاف، ص 176، دارالترغیب، القاہرہ)

(24) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ

فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُسْتَغْفِرُ لَهُ مَا بَقِيَ اسْمِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ)) ترجمہ: جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھ دیا تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک استغفار کرتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

(الانصاف، ص 173، دارالترغیب، القاہرہ)

درود پاک کی جگہ صلعم وغیرہ لکھنے کا حکم:

اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے صلعم، عم، ص، ع لکھتے ہیں وہ اس برکت اور ثواب سے محروم ہوتے ہیں بلکہ

اللہ گناہ کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔ امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حرف ص لکھنا جائز نہیں، نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کریم پر، لوگوں کے نام پر تو یوں نہیں کہ وہ

اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نام اقدس پر یوں نہیں کہ وہاں پورے درود شریف کا حکم ہے **سَلِّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ** لکھے فقط **ص** یا **صلم** یا **صلم** جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع و ممنوع ہے یہاں تک کہ تارخانیہ میں اس کو تخفیف شان اقدس ٹھہرایا و العیاذ باللہ تعالیٰ۔"

(تاریخ نو، ص 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے **صلم**، **عم**، **ص**، **ع** لکھتے ہیں یہ سخت ناجائز و سخت حرام ہے۔ یوہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ رح لکھتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے، جن کے نام محمد، احمد، علی حسن، حسین وغیرہ ہوتے ہیں ان ناموں پر بناتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے، اس پر درود کا اشارہ کیا معنی۔"

(بہار شریعت، حصہ 3، ص 534، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(25) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ عَشْرًا فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً)) ترجمہ: جس نے

مجھ پر دس بار درود پاک پڑھا گویا کہ اس نے ایک گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کیا۔

(الفتاویٰ حنفیہ، ص 176، دارالجماعہ، عمان)

(26) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمِينَ ثُمَّ صَعِدَ فَقَالَ: آمِينَ، ثُمَّ صَعِدَ فَقَالَ: آمِينَ، فَسَأَلَهُ مُعَاذُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنَّ جَبْرِيْلَ أَتَانِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَمِنْ سُمِّيتَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَهْضُبْ عَلَيْكَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ، فَابْعَدَهُ اللَّهُ قُلْ: آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ وَقَالَ فِيْمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ فَمَاتَ مِثْلَ ذَلِكَ. وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبْرَهْمَا فَمَاتَ مِثْلَهُ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس (کے پہلے زینے) پر

تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، پھر (دوسرے زینے پر) تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، پھر (تیسرے زینے پر) تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے ایسا شخص مرے تو جہنم میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دور فرمادے، آپ کہئے: آمین، تو میں نے کہا: آمین، اور جبریل علیہ السلام نے مجھے اس شخص کے بارے میں کہا کہ جس نے رمضان کو پایا اور اس سے (رمضان کی عبادت) قبول نہ کی گئی (یعنی اس کی مغفرت کا سبب نہ بنی)، تو وہ بھی اسی کی مثل مرے (یعنی مرکز جہنم میں جائے)، اور جو والدین یا والدین میں کوئی ایک پائے اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کرے تو وہ بھی اسی کی مثل مرے۔

(الفتاویٰ حنفیہ، ص 178، دارالجماعہ، عمان)

(27) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ

أَفْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ)) ترجمہ: جس شخص کے سامنے میرا ذکر اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ (مجھ پر) جہاں ہے۔

(الانما معریف حقوق لعنہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلة الصلوة والسلام علیہ، ج 2، ص 180، دارالمنہج، عمان)

(28) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا ثُمَّ تَفَرَّقُوا عَلَيَّ غَيْرِ صَلَاةٍ عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَفَرَّقُوا عَلَيَّ أُنْتَنَ مِنْ رِيحِ الْجَبِيَّةِ)) ترجمہ: کوئی قوم کسی جگہ بیٹھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے بغیر اٹھ کر متفرق گئی تو وہ مردار سے بھی زیادہ بدبودار چیز سے اٹھی۔

(الانما معریف حقوق لعنہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلة الصلوة والسلام علیہ، ج 2، ص 180، دارالمنہج، عمان)

(29) ابن قیم (المتوفی 751ھ) نے جلاء الافہام میں روایت نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَكَلِمَةٌ يَوْمَ مَشْهُودٍ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدِ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كُنَّا قَلْبًا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي إِنْ اللَّهُ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)) ترجمہ: حضرت ابو دراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جمعہ والے دن کثرت کے درود پڑھا کرو کہ یہ یوم مشہود ہے، اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، کوئی آدمی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا: اور وصال فرمانے کے بعد بھی (درود کی آواز آپ تک پہنچے گی)؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اپنے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(جاہ الافہام، الاما حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج 1، ص 127، دارالمرتب، الکویت)

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(ا) درود پاک کی کثرت عام دنوں میں بھی کرنی چاہیے مگر جمعہ والے دن خصوصی طور پر کثرت کرنی چاہیے، کیونکہ اس کی ترغیب غمخوار امت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دلائی ہے کہ اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔

(ب) یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جہاں سے بھی درود پڑھیں ہماری آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ ہم یہاں سے پکاریں وہ مدینے سنیں ان کی اعلیٰ ساعت پہ لاکھوں سلام دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(ج) یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام زعمہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَتَّى يَرُزِقَ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زعمہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ما ذکرنا من صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 524، دار احیاء الکتب العربیہ، المکتب)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

(30) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((ان لله سيارة من

الملائكة إذا مروا بعلق الذکر قال بعضهم لبعض اتعدوا فإذا دعا القوم فأمنوا على دعائهم فإذا صلوا على النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صلوا معه حتى تفرقوا ثم يقول بعضهم لبعض طوبى لهؤلاء يرجعون مغفور لهم)) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں جب ان کا گزر ذکر اللہ والے کسی حلقہ کے پاس سے ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ یہیں بیٹھ جاؤ، جب یہ قوم دعا کرے تو تم ان کی دعا پر آمین کہنا اور جب یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پاک بھیجیں تو تم بھی ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجتا یہاں تک کہ تم جدا ہو جاؤ، تو وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں: ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہو کہ ان کی بخشش کر دی گئی ہے۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی النبی، الباب الثانی، ج 1، ص 123، دار الایمان للتراث)

(31) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جاء رجل إلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فشكا إليه الفقر وضيق العيش والمعاش فقال له رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا دخلت منزلك فمسلم إن كان فيه أحد أو لم يكن فيه أحد ثم سلم علي واقرا قل هو الله أحد مرة واحدة ففعل الرجل فأد الله عليه الرزق حتى أفاض على جيرانه وقرباته)) ترجمہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس نے فقر وفاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (برکتِ رزق کا وظیفہ بتاتے ہوئے) ارشاد فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر میری بارگاہ میں سلام پیش کرو اور (پھر) سورہ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ لو۔ اس شخص نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اس کی برکت سے) اس شخص پر رزق کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ اس نے اپنے رزق سے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی النبی، الباب الثانی، ج 1، ص 135، دار الایمان للتراث)

(32) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) "القول البدیع" میں ایک روایت نقل

فرماتے ہیں: ((ان الله سبحانه وتعالى أوحى إلى موسى عليه السلام أننى جعلت فيك عشرة آلاف سمع حتى سمعت كلامي وعشرة آلاف لسان حتى أجبتني، وأحب ما تكون إلى وأقرب ما تكون أنت منى إذا ذكرتني وصليت على محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھ میں دس ہزار سماعتیں رکھیں یہاں تک کہ تم نے میرا کلام سنا اور دس ہزار زبانیں پیدا کیں یہاں تک تم نے مجھے جواب دیا اور میرے نزدیک

دو درجہ کا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے، اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اس کی مثل درود اس پر بھیجتا ہے۔
(الجامع الصغیر، حرف الہمزہ، ج 1، ص 23، دار الفکر، بیروت)

(35) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا عَلَيَّ فِيمَا بَلَغْتُمْ فِي كَفَارَةِ لَكُمْ وَزَكَاةٍ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)) ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو کہ یہ تمہارے گناہوں کے لیے کفارہ اور تمہارے اعمال کے لیے پاکی ہے، جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔
(القول البدیع فی اصولہ علی الحیب، الباب الثانی، ج 1، ص 111، دار المیزان، بیروت)

(36) حضرت امین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((زَيَّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ عَلَيَّ نُورٌ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: اپنی مجالس کو درود پاک پڑھ کر آراستہ کرو، بے شک تمہارا مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا۔
(الجامع الصغیر، حرف الہمزہ، ج 2، ص 138، دار الفکر، بیروت)

(37) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَكَانَ لَهُ عِدْلُ عَشْرِ دَرَجَاتٍ)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہ مٹا دے گا، اس کے دس درجات بلند فرمائے گا، وہ کلمات اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی الآثار، اصولہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 324، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(38) حضرت ابوکاثل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا كَثِيرٍ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمٍ كَلَّ يَوْمٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَكَلَّ لَيْلَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَبَا وَشَوْقًا لِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ ذُنُوبَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَتِلْكَ الْيَوْمَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابوکاثل جو شوق اور محبت کے ساتھ مجھ پر ہر دن اور ہر رات تین تین مرتبہ درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس رات اور اس دن کے گناہ بخش دے۔

(الکبیر، لفظ علی، قیس بن عازب ابوکاثل، ج 18، ص 362، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ ☆ الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی الآثار، اصولہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 328، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(39) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا مِنْ عَبْدٍ مِنْ مُتَحَابِّينَ فِي اللَّهِ يَسْتَقْبِلُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَيُصَافِحُهُ وَيُصَلِّيانِ عَلَيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَمْ يَفْتَرِقَا حَتَّى تَقْفَرَ ذُنُوبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهُمَا وَمَا تَأَخَّرَ)) ترجمہ: جب آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والے دو دوست ملاقات کرتے ہیں اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان دونوں کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
(مسند ابی یوسف، 334، 53، دارالماہرین الخراف، دمشق)

(40) حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى رأيت البارحة عجباً رأيت رجلاً من امتى يزحف على الصراط مرة ويحبو مرة ويتعلق مرة فجاءته صلاته على فاحذت بيده فاقامته على الصراط حتى جاوزه أخرجه الطبرانى فى الكبير والديلمى فى مسند الفردوس)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ گذشتہ شب میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دھیرے دھیرے پل صراط سے گزرتے دیکھا کہ وہ کبھی گھسٹتے ہوئے چلتا ہے اور کبھی ادھر پھنس جاتا ہے، اتنے میں اس کا مجھ پر پڑھا ہوا درود پاک اس کے پاس آ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو پل صراط پر کھڑا کر دیا یہاں تک کہ وہ اس سے گزر گیا۔ اس حدیث پاک کو طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔

(اقول البدیع، الباب الثانی، ج 1، ص 130، دارالماہرین الخراف)

مشکل جو سر پہ آ پڑی تیرے ہی نام سے ٹٹی

مشکل کشا ہے تیرا نام، تجھ پہ درود اور سلام

(41) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلى على نبي يوم خمسين مرة صلحته يوم

القيامة)) ترجمہ: جو شخص ہر روز مجھ پر پچاس مرتبہ درود پاک پڑھے گا کل بروز قیامت میں اس سے مصافحہ فرماؤں گا۔

(اقول البدیع، الباب الثانی، ج 1، ص 141، دارالماہرین الخراف)

(42) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((ومن صلى على صلاة كتب الله له قيراطه وكثيرا من مثل

أحسب)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور ایک قیراط احد پھاڑ کے

(معجم عبد الرزاق، ما فیہ بہ الوضوء من انصاف، ج 1، ص 51، مکتب اسلامی بیروت)

(43) حدیث پاک میں ہے: ((يروى عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال ثلاثة تحت ظل عرش الله يوم القيامة

يوم لا ظل إلى ظله قول من هم يا رسول الله قال من فوج عن مكروب من امتى وأحبا سنتى وأكثر الصلاة

علي)) ترجمہ: جس دن سایہ عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن تین قسم کے لوگ عرش الہی عز و جل کے سائے میں ہوں

گئے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: (1) جس نے میرے کسی امتی کی پریشانی دور کی (2) اور

جس نے میری سنت کو زندہ کیا (3) اور جس نے مجھ پر کثرت سے درود پڑھا۔ (اقول البدیع، الباب الثانی، ج 1، ص 128، دارالماہرین الخراف)

(44) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أكثركم علي صلاة أكثركم أزواجاً في الجنة)) ترجمہ تم میں سے زیادہ درود پاک پڑھنے والے کے لئے جنت میں زیادہ بیویاں ہوں گی۔

(القول البدیع، الباب الثانی، ج 1، ص 132، دارالایمان للتراث)

(45) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مَلَكَاً أُعْطِيَ سَمْعَ الْعِبَادِ فَلَمَّا سَمِعَ مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا لَهْفَنِيهَا وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ عِبْدَ صَلَاةِ إِلَّا صَلَّى عَلَيَّ عَشْرَ أَمْثَالِهَا)) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کی آواز سننے کی قوت عطا فرمائی ہے، کوئی بندہ مجھ پر درود پاک نہیں پڑھتا مگر وہ اس کا درود پاک مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ کوئی بندہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے مگر یہ کہ اللہ اس پر اس کی دس مثل رحمت نازل فرمائے۔

(الجامع الصغیر، ج 1، ص 381، دارالایمان للتراث)

(46) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَسْرِي وَجْهِي ثَلَاثَةَ أَنْفُسٍ الْعَلَقُ لَوَالِدِيهِ وَتَارِكُ سُنَّتِي وَمَنْ لَمْ يَصِلْ عَلَيَّ إِذَا فَكَّرْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: تین قسم کے آدمی (بروزِ قیامت) میرے چہرہ انور کی زیارت سے محروم رہیں گے، والدین کا نافرمان، اور میری سنت کا تارک اور وہ شخص کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔

(القول البدیع، الباب الثالث فی تحذیر من ترک الصلوۃ، ج 1، ص 156، دارالایمان للتراث)

(47) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَتْ تَخِيطُ شَيْئاً فِي وَقْتِ السَّحَرِ فَضَلَّتِ الْإِبْرَةَ وَطَفِيَ السَّرَاحُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَضَاءَ الْبَيْتَ بِضَوْءِ صَاحِبِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجَدَتْ الْإِبْرَةَ فَقَالَتْ مَا أَوْضُوهُ وَوَجَّهْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَيْلَ لِمَنْ لَا يَرَانِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَتْ وَمَنْ لَا يَرَاكَ قَالَ الْبَخِيلُ قَالَتْ وَمَنْ الْبَخِيلُ؟ قَالَ الَّذِي لَا يَصَلِّي عَلَيَّ إِذَا سَمِعَ بِاسْمِي)) ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقت سحر کچھ سی رہی تھی کہ آپ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور چراغ بجھ گیا۔ اتنے میں حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے نور سے سارا کمرہ جگمگا اٹھا اور سوئی مل گئی۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ عوذ بصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور کتنا روشن ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! ہلاکت ہے اس کے لئے جو بروز قیامت مجھے نہ دیکھے گا۔ آپ نے عرض کی: بروز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کون محروم رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بخیل" آپ نے پوچھا: یا رسول اللہ عوذ بصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بخیل کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ بھیجے۔

(القول البدیع، الباب الثالث فی تحذیر من ترک الصلوۃ، ج 1، ص 153، دارالایمان للتراث)

(48) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّيَ عَلَيَّ، فَلْيُؤَلِّمِ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُخَيِّرْ)) ترجمہ: جو مسلمان مجھ پر درود پاک پڑھے تو فرشتے اسی قدر اُس کے لئے دعاے استغفار کرتے ہیں جس قدر اُس نے مجھ پر درود پاک پڑھا (اب ہندہ کی مرضی) کم پڑھے یا زیادہ۔

(سنن ابن ماجہ، باب اصلاح اہل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 294، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

(49) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، غَطِيَتْهُ طَبَقَاتُ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

(سنن ابن ماجہ، باب اصلاح اہل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 294، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

(50) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((دَخَلْتُ عَلَيَّ الْعَبَّاسِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَقْرَبِي مَتَى رَأَيْتَكَ أَحْسَنَ بَشْرًا وَأَطْيَبَ نَفْسًا مِنَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: يَوْمًا يَمْنَعُنِي وَجِبْرِيلُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِي السَّاعَةَ فَبَشَّرَنِي أَنَّ لِكُلِّ عَبْدٍ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً يُكْتَبُ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَيَمْحَى عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَيَرْفَعُ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ كَمَا قَالَهَا، وَيُرَدُّ عَلَيْهِ بِدِفْلٍ مَا دَعَا)) ترجمہ: میں ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو خوشی کی حالت میں پایا تو عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج سے زیادہ خوشی میں میں نے کبھی آپ کو نہ دیکھا (آج اتنی زیادہ خوشی کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا: میرے خوش ہونے میں کون سی چیز مانع ہے جبکہ جبرائیل علیہ السلام ابھی میرے پاس سے گئے اور مجھے خوشخبری دی کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اُس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اُس کے دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں، اور اُس کے دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ اور اُس کا درود میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے مزید یہ کہ وہ شخص جو مانگے اُسے اسی کی مثل لوٹا دیا جاتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، باب اصلاح اہل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 214، مکتب اسلامی بیروت)

(51) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فَأُكْرِمُوا أَوْ أُقْلُوا)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرماتا ہے، اب تمہاری مرضی کم درود پاک بھیجو یا زیادہ۔

(مصنف عبد الرزاق، باب اصلاح اہل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 215، مکتب اسلامی بیروت)

(52) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ الْجَفَاءُ أَنْ أَذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ)) ترجمہ: ظلم میں سے یہ بھی ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود نہیں پڑھتا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب اصلاح اہل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 216، مکتب اسلامی بیروت)

(53) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى صَلَاةٍ)) ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھے ہوں گے۔

(شعب الایمان، تقسیم التبی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 3، ص 122، مکتبہ الرشید للشرع والنورج، بیروت)

ارشادات صحابہ و ائمہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

(1) امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ لِلذُّنُوبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ، السَّلَامُ عَلَيْهِ أَفْضَلُ مِنْ عَتَقِ الرَّقَابِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک بھیجنا گناہوں کو اس سے بڑھ کر مٹاتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے، اور ان پر سلام بھیجنا عظام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ (اشفاہ جریف حقوق المعصومین، الفصل الخامس في صلاة السلاوة والسلام عليه، ج 2، ص 176، دار المعرفۃ عمان)

(2) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تَصِلَ عَلَيَّ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: بے شک دعا زمین و آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے، اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں اٹھتا اس وقت تک جب تک تو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک نہیں بھیجتا۔ (جامع الترمذی، باب ماجاء في فضل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، ج 1، ص 614، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

(3) امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ عَنِ السَّمَاءِ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: بیشک دعا آسمانوں پر جانے سے روک دی جاتی ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود نہ بھیجا جائے۔

(المجموع للاوسط للطبرانی، من اسرارہ، ج 1، ص 220، دار الحرمین، القاہرہ، شعب الایمان للمصطفیٰ، تقسیم التبی علی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 135، مکتبہ الرشید للشرع والنورج، بیروت)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً فَلَيْلٌ عَبْدٌ مِنْ فَدْلِكَ أَوْ لَيْلٌ كَثِيرٌ)) ترجمہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک بار درود پاک بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر (70) بار درود بھیجتے ہیں، اب (بندے کی مرضی ہے کہ) بندہ کم درود پاک بھیجے یا زیادہ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، ج 11، ص 178، مؤسسة الرسالة، بیروت)

(5) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن وہب سے فرمایا: ((يَا زَيْدُ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ان تصلى على النبي صلى الله عليه وسلم (الف مرة)) ترجمہ: اے زید! توجہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار مرتبہ درود پاک پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا۔
(القول البدیع، اصولہ علیہ فی ہم الحمد والجماع، ج 1، ص 197، دارالریان للتراث)

(6) حضرت علی بن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں "علامة أهل السنة كثرة الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: اہل سنت کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کی کثرت ہے۔

(القول البدیع، ج 1، ص 60، دارالریان للتراث)

(7) جامع الترمذی میں ہے: "وَيُرْوَى عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً فِي الْمَجْلِسِ أَجْزَأَ عَنْهُ مَا كَانَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ" ترجمہ: بعض علماء سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب آدمی مجلس میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک بھیجتا ہے تو جو کچھ اس مجلس میں ہوا ہے اس کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔
(جامع الترمذی، ج 5، ص 443، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

حکایات و واقعات

(1) علامہ شمس الدین قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 671ھ) فرماتے ہیں: "وقد حكى أن امرأة جاءت إلى الحسن البصري رحمه الله فقالت: إن ابنتي ماتت وقد أحببت أن أراها في المنام، فعلمني صلاة أصلها لعلني أراها فعلها صلاة فرأت ابنتها وعليها لباس القطران والفل في عنقها والقيده في رجلها فارتاعت لذلك فأعلمت الحسن فاغتم عليها، فلم تمض مدة حتى رآها الحسن في المنام وهي في الجنة على سرير وعلى رأسها تاج. فقالت له يا شيخنا ما تعرفني؟ قال: لا، قالت: له أنا تلك المرأة التي علمت أمي الصلاة فرأتني في المنام، قال لها: فما سبب أمرك؟ قالت: مر بمقبرتنا رجل فصلى على النبي صلى الله عليه وسلم وكان في المقبرة خمسمائة وستون إنساناً في العذاب فدوي: ارفعوا العذاب عنهم ببركة صلاة هذا الرجل عن النبي صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری بیٹی فوت ہو گئی ہے، میں اسے خواب میں دیکھنا چاہتی ہوں تو آپ مجھے ایک نماز سکھائیں کہ اسے پڑھوں، شاید کہ میں اس کو خواب میں دیکھ سکوں، چنانچہ آپ نے وہ نماز سکھادی تو اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو اس حال میں دیکھا کہ اس پر تار کول کا لباس ہے اور اس کی گردن میں طوق پڑا ہوا ہے اور اس کے پاؤں میں زنجیر ہے، وہ یہ دیکھ کر بہت خوف زدہ ہو گئی اور اس نے یہ سارا ماجرہ حسن بصری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ بھی سن کر اس پر بہت غمگین ہوئے، ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے سر پر تاج ہے، اس نے آپ سے کہا: اے شیخ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا:

میں وہی عورت ہوں جس کی ماں کو آپ نے نماز سکھائی تھی تو اس نے مجھے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو میری بخشش کا کیا سبب بنا؟ اس نے کہا کہ ایک شخص ہمارے قبرستان کے پاس سے گزرا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا، اور اس وقت اس قبرستان میں پانچ سو ساٹھ 560 مردے دفن تھے، پس نداوی لکھی: اس شخص کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کی برکت سے ان سے عذاب الٹا دیا۔

(الذکر فی احوال الموتی وامرأۃ آخرۃ، ج 1، ص 280، مکتبہ دارالاسماح للشرع والعلوم برائیس)

(2) شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) "المقول البدریج" میں فرماتے ہیں "ابن محسب

أن أبا العباس أحمد بن منصور لما مات رآه رجل من أهل شيراز وهو واقف في المحراب بجامع شيراز وعليه خلة وعلى رأسه تاج مكلل بالجواهر فقال له ما فعل الله بك قال غفر لي واكرمني وتوجني وادخلني الجنة فقال له بماذا قال بكثرة صلواتي على رسول الله صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: حکایت کی گئی ہے کہ جب ابو العباس احمد بن منصور فوت ہو گئے تو اہل شیراز میں سے ایک شخص نے آپ کو دیکھا کہ آپ جامع مسجد شیراز کے محراب میں ایک نیا جوڑا نہج تن کئے ہوئے کھڑے ہیں اور آپ کے سر پر جواہرات سے جڑا ہوا تاج ہے، اس نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمادی اور مجھے عزت کے تاج سے نوازا کر مجھے جنت کا داخلہ عطا فرمایا۔ اس نے پوچھا، کس سبب سے؟ فرمایا: میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنے کی برکت سے۔

(المقول البدریج فی الصلوۃ علی الخیر، الباب الثانی، ج 1، ص 123، دارالایمان للترغیب)

(3) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) فرماتے ہیں: "یروی فی بعض الخبر انہ کان فی بنی اسرائیل

عبد مسرف علی نفيہ فلما مات رموا به فأوحى الله إلى نبيہ موسى عليه السلام أن غسله وصل عليه فأنى قد غفرت له قال يارب وبع ذلك قال أنه فتح التوراة يوماً فوجد فيها اسم محمد صلى الله عليه وسلم فصلني عليه وقد غفرت له بذلك" ترجمہ: بعض متورخین سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں حد سے گزرا ہوا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے (ویسے ہی) پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے درود سلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے غسل دے کر اس پر نماز جنازہ بھی پڑھیں اس لئے کہ میں نے اس کی بخشش فرمادی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اسے میرے رب یہ کس سبب سے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ایک دن توریث شریف قبول کی تو اس میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا، میں نے اسی کے سبب اس کی بخشش فرمادی۔

(المقول البدریج، الباب الثانی فی ثواب الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 124، دارالایمان للترغیب)

(4) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902) فرماتے ہیں: "رأى بعض الصالحين صورة قبيحة في المنام، فقال لها من أنت قالت أنا عمك العبيد قال لها فبم الذبابة منك قالت بكثرة الصلاة على المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: بعض صالحین نے خواب میں ایک قبیح صورت کو دیکھا، اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تیرا برائے عمل ہوں، پوچھا: تجھ سے نجات کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب دیا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے ورود پاک بھیجنے سے۔
(القول البدیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 124، دارالایمان للتراث)

(5) حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "مات رجل من جيراني فرأيت في المنام فقلت ما فعل الله بك فقال يا شبلي مرت بن أهوال عظيمة وذلك أنه ارتج علي عند السؤال فقلت في نفسي من أين أتى علي ألم أمت علي الإسلام؟ فنوديت هذه عقوبة اهمالك للسانك في الدنيا فلما هم بي المكان حال يمني وبينهما رجل جميل الشخص طيب الرائحة فذكرني بحبتي فذكرتها فقلت من أنت يرحمك الله قال أنا شخص خلقت من كثرة صلاتك علي النبي صلى الله عليه وسلم وأمرت أن أنصرك في كل كرب" ترجمہ: میں نے اپنے مرحوم پڑوسی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ؟ یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ وہ بولا: میں سخت ہولنا کیوں سے دوچار ہوا، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات بھی مجھ سے نہیں بن پڑے تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید میرا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا! اتنے میں آواز آئی: دنیا میں زبان کے غیر ضروری استعمال کی وجہ سے تجھے یہ سزا دی جا رہی ہے۔ اب عذاب کے فرشتے میری طرف بڑھے۔ اتنے میں ایک صاحب جو حسن و جمال کے پیکر اور مُخَطَّر مُعَطَّر تھے وہ میرے اور عذاب کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور انہوں نے مجھے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات یاد دلا دیئے اور میں نے اسی طرح جوابات دے دیئے، الحمد للہ عزوجل عذاب مجھ سے دور ہوا، میں نے اُن بزرگ سے عرض کی: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں؟ فرمایا: تیرے کثرت کے ساتھ ورود شریف پڑھنے کی بَرَکَت سے میں پیدا ہوا ہوں اور مجھے ہر مصیبت کے وقت تیری امداد پر مامور کیا گیا ہے۔
(القول البدیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 127، دارالایمان للتراث)

(6) حضرت سیدنا شیخ ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الہی ایک روز بغداد میں مَعلیٰ کے بچہ عالم حضرت سیدنا ابوبکر بن محمد علیہ رحمۃ اللہ الہیہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اُن کو گلے لگا لیا اور پیشانی چوم کر بڑی تعظیم کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ حاضرین نے عرض کیا: یاسیدی! آپ اور اہل بغداد آج تک انہیں دیوانہ کہتے رہے ہیں مگر آج ان کی اس قدر تعظیم کیوں؟ جواب دیا: میں نے یوں ہی ایسا نہیں کیا، الحمد للہ آج رات میں نے خواب میں یہ ایمان افروز منظر دیکھا کہ حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الہی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سر کا پردہ و عالم نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان

کو سینے سے لگا لیا اور پیشانی کو بوسہ دے کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شبلی پر اس قدر شفقت کی وجہ؟ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے عشیہ، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ وَرَحِيمٌ﴾ اور اس کے بعد مجھ پر دُرُود پڑھتا ہے۔

(القول النبوی ص 346، سنۃ الیربان، بیروت)

دُرُود پاک کے بارے میں اہم فتویٰ:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا ”کلمہ طیبہ شریف جب ورد کر کے پڑھا جائے تو اس میں کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آئے تو ہر بار دُرُود پڑھنا چاہئے یا ایک مرتبہ جبکہ جلسہ ختم کرے؟“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ علیہ وسلم (صلعم) لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے، اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علمائے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرُوحار میں فرماتے ہیں: ويكره الرمز بالصلوة والترضى بالكتابة بل يكتب ذلك كله بكماله وفي بعض المواضع من التتارخانية من كتب عليه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف وتخفيف الانبياء كفر بلاشك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد والافالظاهر انه ليس بكفر وكون لازم الكفر كفر بعد تسليم كونه مذهبا مختارا محله اذا كان اللزوم بيّنا نعم الاحتياط في الاحتراز عن الایهام والشبهة - ترجمہ: صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے تا تاریخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے دُرُود و سلام ہمزہ (ع) اور ميم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف (شان گھٹانا) ہے اور انبیا علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصد ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں، باقی لزوم کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو، البتہ احتیاط اس

میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔ (حاشیہ الحدادی فی المسائل خمسہ، کتاب 16، ص 6، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب جو اب مسئلہ لیجئے نام پاک حضور پُر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جلسوں میں ہفتی بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علماء قول اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھنا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا، گنہگار ہوا، مجلسی و در مختار وغیرہما میں اس قول کو مختار و واضح کہا۔ فی الدر المختار اختلاف فی وجوبہا علی السامع والذاکر کما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اہ بتلخیص۔ ترجمہ: در مختار میں ہے، اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود و سلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں، اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود و سلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو، اہ خلاصہ۔ (در مختار، فصل واذا اراد ان یشرع، ج 16، ص 78، مطبوعہ مجاہد دہلی)

دیگر علمائے بنظر آسانی امت قول دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادا ہے واجب کے لئے کفایت کرنے کا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثواب عظیم و فعل جسیم سے پیشک محروم رہا، کافی وقیہ وغیرہما میں اسی قول کی صحیحی کہ فی رد المحتار صحیحہ الزاہدی فی المجتہبی لکن صحیح فی الکافی وجوب الصلوۃ مرة فی کل مجلس کسجود التلاوة للخرج الا انه یندب تکرار الصلوۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود و فی القنیۃ قبیل یکفی المجلس مرة کسجدة التلاوة و بہ یفتی وقد جزم بهذا القول المحقق ابن الہمام فی زاد الفقیر اہ ملتقطاً ترجمہ: رد المحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے انجمنی میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرار درود مستحب و مندوب ہے بخلاف سجدہ تلاوت کے۔ قیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اہ ملتقطاً۔

(رد المحتار، فصل واذا اراد ان یشرع، ج 16، ص 381، مطبوعہ مکتبۃ الہادی مصر)

بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و معصیت عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کرے و بالمشافہ توفیق۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 221، 223، رضاقاری، لاہور)

ہمارے بازار میں صرف فقہ ہی بیچ کرے:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جو خرید و فروخت وغیرہ کے ضروری مسائل سے واقفیت رکھتا ہو ہمارے بازار میں صرف وہی خرید و فروخت کرے۔ یہ اس لیے ہے کہ خرید و فروخت کرنے والا علم نہ ہونے کے باعث عمق و باطلہ و فاسدہ وغیرہ کا مرتکب ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور اپنی روزی کو حرام و خبیث کر سکتا ہے۔

کتنا اور کون سا علم ضروری ہے، اس بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فتویٰ درج کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ سے سوال ہوا: ((حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة)) (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟

جواباً نے ارشاد فرمایا:

حدیث ((طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة)) (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ ت) کہ بوجہ کثرت طرق و تعدد و مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم کی فریضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم و اشمل و اعلیٰ و اکمل و اہم و واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان شی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفصلات جن کے جانتے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا جا رہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، عزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، و علی ہذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل توضح و اخلاص و توکل وغیرہ اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطلیہ تکبر و ریاء و عجب و حسد وغیرہ اور ان کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے نَسْعَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَالِیَةَ (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔

علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں: ارادہ بہ مالاً مندوحة له عن تعلمه كعمرفة الصانع ونبوة رسله و كيفية الصلوة ونحوها فان تعلمه فرض عين (اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ ت)

در مختار میں ہے: اعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين و هو بقدر ما يحتاج لدينه (جان لیجئے! علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ ت)

رد المحتار میں فصول علایمی سے ہے: فرض علی کل مکلف ومکلفه بعد تعلمه علم الدین والہدایة تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم وعلم الزکوٰۃ لمن له نصاب والحج لمن وجب علیه والبیوع علی التحار لبحترزوا عن الشبهات والمکروهات فی سائر المعاملات وکذا اهل الحرف وکل من اشتغل بشیء بفرض علیه علمه وحکمہ لیمتنع عن الحرام فیہ (یعنی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح مسائل زکوٰۃ کا، اس شخص کے لئے جاننا، جو صاحب نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید و فروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنے والوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ ت)

اور اس میں ہے: فی تبیین المحارم، لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل بموقوفہ علیہ وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عمله بالریاء وعلم الحسد وللعجب اذہما یا کلان العمل کما تا کل النار الحطب وعلم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن لو اد الدخول فی هذه الاشیاء وعلم الالفاظ المنحرمة او المكفرة ولعمری هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان (تیسرے محارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ بچکانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصول اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاء کا اپنی ریاء کاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے آگ کھلوی کو، خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں جو ان کاموں کو کرنا چاہے، بیوں ہی حرام اور کفریہ الامام جاننا ضروری ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔ ت)

اجتماع المصنفات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں مراد بعلم درینجا علم نیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں در اسلام درآمد واجب شد ہر وقت معرفت صانع تعالیٰ و صفات و علم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جز آن از آنچه صحیح نیست ایمان ہے آن و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ و چوں رمضان آمد واجب گزید تعلم احکام صور الخ۔ (اس جگہ یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آجائے تو مسائل نماز کو دیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آجائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ۔

(ت)

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات و احادیث دیگر کہ فضیلت علماء و ترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت و ترغیب اور جوان سے خارج ہو ہرگز آیات و احادیث میں مراد نہیں ہو سکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالتاً جیسے فقہ و حدیث و تصوف بے تخیل، و تفسیر قرآن بے افراط و تفریط خواہ واسطۃً مثلاً نحو و صرف و معانی بیان کہ فی حدوٰتہا مردی نہیں مگر فہم قرآن و حدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور تفسیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہو سکتی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے علم و علماء کے فضائل عالیہ و جلال عالیہ ارشاد فرمائے انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء و ارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم و دینار ترکہ میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ اسخرج ابو داؤد و الترمذی و ابن مساجہ و ابن حبان و البیہقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول فذكر الحديث في فضل العلم وفي اخره ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافره۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سنا، پھر انہوں نے فضیلت علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درہم و دینار وراثت میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نہیں مال ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو چنگ محمود اور فضائل جلیلہ موجود کا صدق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم و مولوی کا استحقاق ورنہ مذموم و بد ہے جیسے فلسفہ و نجوم یا لغو فضول جیسے قافیہ و عروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ و مساحت، بہر حال ان فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہیں۔ احمد دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفتر علماء سے محو ہو جائے۔ فی الطريقة المحمدیة عن التاتاری عاتیة عن ابی الیث الحافظ وهو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابی الیث قال من اشتغل بالكلام محی اسمه من العلماء۔ طریقہ محمدیہ میں تاتاری خانہ کے حوالے سے ابوالیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابوالیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا جو علم کلام میں مشغول ہو گیا اس کا نام زمرہ علماء سے مٹ گیا۔

بھان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت و اسلام ہیں بوجہ اختلاف فلسفہ و زیادات مزخرفہ مذموم ظہر اور اس کا مشتکل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ و منطق فلاسفہ و دیگر خرافات کا کیا ذکر ہے، لہذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے مشہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا، فی الہندیة عن المنحیط اذا اوصی لاهل العلم بیلدہ کذا فانہ یدخل فیہ اهل الفقه و اهل الحدیث و لا یدخل من یتکلم بالحکمة۔ الخ و نقل مثله فی شرح الفقه الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوی لاصحابنا و سمي منها الظہیریة۔ (فتاوی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہل علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یقیناً اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں آئے اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاویٰ کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاویٰ میں سے فتاویٰ ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ ت)

فقیر غرض اللہ تعالیٰ کہ قرآن و حدیث سے صمد ہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم و ہنر ہیں بس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم، نہ آیات و احادیث میں مراد، اگرچہ عرف ناس میں باعتبار لغت اسے علم کہا گھر گیا ہاں آلات و مسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل و مقصد توسل تکھے جائیں اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے، نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انہیں علوم کا ہور ہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے دنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام و مقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ ان

مخبروں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر و نهار۔ اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہا ہر ہوشی کو ان کا لٹن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا، اور فلسفہ حرام و مضر اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم، یہ بات رہت اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، منبہ جو کفار یونان کا پس خورد۔

سیدی عارف باللہ فاضل ناصح عبدالغنی بن اسمعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم لم یکنوا یشغلوا انفسہم بهذا الفشار الذی اخترعہ الحکماء الفلاسفة بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یعلم ہذہ الشقاشق والہذیانات المنطقیۃ فهو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ قلت فاذا کان ہذا قولہ فی المنطق فما ظنک بالفلسف الموبق نسال اللہ العافی۔ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسف نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطقی یا وہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ میں کہتا ہوں جب منطق کے بارے میں ان کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں۔ ت)

اسی طرح وہ بیعت جس میں انکار وجود آسمان و تکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام و علوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہ داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو جوہر عمل میں ان کی ہمسری ہے (گویا اجتماع و قیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے ہوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابو داؤد وابن ماجہ والحاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العلم ثلثة اہیۃ محکمۃ اور سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ و ما کان سوا ذلک فهو فضل۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عمیر اللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالیٰ دونوں سے راضی ہوں) کے حوالے سے تخریج کی، انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنۃ قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو جوہر عمل میں کتاب و سنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔ ت)

یہ میں ہے فریضۃ عادلۃ فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب و سنت بیت اشارت سے ہوا اجتماع و قیاس کہ مستند و مستنبط اندازان و ہاں اعتبار آنرا مساوی و معادل کتاب و سنت

داشته اند و تعبیر اذان ہر بیضہ کردند تنبیہ بر آنکہ عمل بانہا واجب ست چنانکہ بہ کتاب
وسنت وماکان سوی ذلک فہو فضل و ہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزیں ہس آن فضل
ست ولا یعنی ۔

ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول

فضله باشد فضله من خواہ اے فضول ملخصاً

(”فریضۃ عادلۃ“ جو کتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جو ان سے
منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں، اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کر کے
اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ قائلو ہے یعنی ان کے
علاوہ جو مواد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اے فضول اے زائد سمجھو۔
ملخصاً)

اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۔ کل العلوم سوی القرآن مشغلۃ لا الحدیث و علم الفقہ فی الدین

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ودر مختار
ورد المختار وغیرہ انہفار علماء کی طرف رجوع کرے، وہ فیما ذکرنا کفایۃ لاهل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ
حل مجلدہ اتم واحکم۔ (جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہل دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اور اس
جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 623، 630، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

أَبْوَابُ الْجُمُعَةِ

الواب جمعہ

یوم جمعہ کی وجہ تسمیہ:

علامہ محمود بدرالدین یعنی حنفی فرماتے ہیں:

(1) یوم جمعہ کو جمعہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور زمانہ جہالت میں جمعہ کو "عروبہ" کہا

جاتا تھا۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس دن کو جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

آدم علیہ السلام کی خلق کو اس میں جمع فرمایا (یعنی روح کو جسم میں داخل فرمایا)۔

(3) الامالی للعلقب میں ہے: اس دن کو جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ قریش قصی کے پاس دارالندوہ میں اس جمع ہوتے

تھے۔

(4) علامہ طبری کہتے ہیں کہ اسے جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے ساتھ زمین میں جمع ہوئے۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: اے سلمان! کیا تم جانتے ہو کہ یوم جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں، ارشاد فرمایا: اس میں تمہارے والد (حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء کے ساتھ) جمع کئے گئے۔

(شرح ابی داؤد المعنی، تفریح ابواب الجحد، ج 4، ص 361، مکتبہ الرشیدیہ)

نماز جمعہ کا حکم:

جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اس کا ثبوت قرآن مجید، احادیث

(ورعاً روز الحکم، کتاب الصلاة، باب الجحد، ج 3، ص 5)

مبارکہ اور اجماع سے ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ

ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ

کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

(پ 28، سورہ الجمعة، آیت 9)

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور فرمایا: ((يَا

لَهَا النَّاسُ تُوْبُوا إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا وَيَأْتُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْفَلُوا وَيَسْأَلُوا أَلَدِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكُثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ، وَكُثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرَدُّ لَكُمْ وَتُنَصَّرُوا وَتُجَبَّرُوا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ قَبْلَ افْتِرَاقِ عَلَيْهِمُ الْجُمُعَةِ فِي مَقَامِي هَذَا فِي يَوْمِي هَذَا فِي شَهْرِي هَذَا مِنْ عَامِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْوَعْدَةِ لَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي أَوْ بَعْدِي، وَكَهُ إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ جَائِرٌ، أَسِيحًا قَائِمًا بِهَا أَوْ جَاهِدًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللَّهُ لَهُ شِمْلَهُ وَلَا بَارَكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ إِلَّا وَلَا صَلَاةَ لَهُ وَلَا زَكَاةَ لَهُ وَلَا حَجَّ لَهُ وَلَا صَوْمَ لَهُ وَلَا بَرَّ لَهُ حَتَّى يَتُوبَ لَمَنْ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ)) اے لوگو! امرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرو اور مشغول ہونے سے پہلے نیک کاموں کی طرف سبقت کرو اور یاد خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان ہیں ملاؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں روزی دی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی دور فرمائی جائے گی اور جان لو کہ اس جگہ اس دن اس سال میں قیامت تک کے لیے اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض کیا، جو شخص میری حیات میں یا میرے بعد ہلکا جان کر اور بطور انکار جمعہ چھوڑے اور اس کے لیے کوئی امام یعنی حاکم اسلام ہو عادل یا ظالم تو اللہ تعالیٰ نہ اس کی پراگندگی کو جمع فرمائے گا، نہ اس کے کام میں برکت دے گا، خبردار اس کے لیے نہ نماز ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ، نہ نیکی جب تک توبہ نہ کرے اور جو توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی فرض الجُمُعہ، ج 1، ص 343، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

امام دارقطنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کرتے ہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَمْلُوكًا، فَمَنْ اسْتَغْنَى بِأَهْلٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اس پر جمعہ کے دن (نماز) جمعہ فرض ہے مگر مریض یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام پر اور جو شخص کھیل یا تجارت میں مشغول رہا تو اللہ عزوجل اس سے بے پرواہ ہے اور اللہ عزوجل غنی حمید ہے۔

(سنن دارقطنی، باب من تجب علیہ الجُمُعہ، ج 2، ص 305، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَمِدًا مَمْلُوكًا أَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَرِيضًا)) ترجمہ: جمعہ جماعت میں ہر مسلمان پر حق ہے، واجب ہے سوائے چار کے غلام مملوک، عورت، بچہ اور مریض۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رَوَاعُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُتَحَلِّمٍ)) ترجمہ: جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ پر واجب و ضروری ہے۔

(سنن نسائی، باب التعلیم فی الخلف من الجُمُعہ، ج 3، ص 89، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف جمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ واجل ضروریات دین سے

(فتاویٰ رضویہ ج 8، ص 8، برضا لا وظیفین، لا ۲۰۰)

ہے۔“

جمعہ کس سال فرض ہوا:

جمہور کے نزدیک ہجرت کے پہلے سال جمعہ فرض ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

”قال اکثر علی أنها فرضت بالمدينة وهو مقتضى ما تقدم أن فرضيتها بالآية المذكورة وهي

مدنية“ ترجمہ: اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جمعہ مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور آیت مذکورہ سے جمعہ کی فرضیت کا تقاضا بھی یہی ہے

کیونکہ وہ آیت مبارکہ مدنیہ ہے۔ (شرح الہامی لابن حجر، باب فرض الجمعة، ج 2، ص 354، دار المعرفہ بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

”والآية مدنية، فتدل علی أنها إنما فرضت بالمدينة وعلیه الأكثر، وقال الشيخ أبو حامد: فرضت

بمكة، قال الحافظ: وهو غریب“ ترجمہ: آیت جمعہ مدنیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی

ماجاہد اسلوۃ میں ہوئی، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے، شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا تھا، حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول

غریب ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، النوع الثالثی ذکر ملائ علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 10، ص 486، دار الکتب المصریہ، بیروت)

علامہ زرقانی اپنی ”شرح الموطا“ میں فرماتے ہیں:

”أنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرِ الْهَجْرَةِ لَمَّا خَرَجَ مِنْ قُبَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ أَدْرَكَتْهُ

الْجُمُعَةُ فِي بَنِي سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ فَصَلَّاهَا بِمَسْجِدِهِمْ فَسُمِّيَ مَسْجِدَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ صَلَّاهَا ذِكْرُهُ ابْنُ

إِسْحَاقَ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے موقع پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو دن خوب

بلند ہو چکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد

الجمعة قرار پا گیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا، ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما جاء في الامام ينزل بقرية الخ، ج 1، ص 391، مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مر بسال اول از ہجرت علی الصحیح المشہود عند الجمہور“ ترجمہ: جمہور کے نزدیک صحیح

(ادوی رضویہ، ج 8، ص 313، مضافہ نظر میں، لاہور)

مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا۔

صحیح جمعہ کی شرائط:

جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں، یہ چھ شرائط درج ذیل ہیں:

(1) شہر یا فنائے شہر، شہر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگر چہ تا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور شہر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہوا سے "فنائے مصر" کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچھریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے شہر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔

(نغیۃ المتعلی، فصل فی صلاۃ الجمعہ، ص 449، 451)

(2) سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعہ، ج 1، ص 145، دار الفکر، بیروت)

اور جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سنی صحیح العقیدہ ہو، احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے، لہذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں، عالم کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ دو چار شخص کسی کو امام مقرر کر لیں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 764، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(3) وقت ظہر یعنی وقت ظہر میں نماز پوری ہو جائے تو اگر اثنائے نماز میں اگر چہ تشہد کے بعد عصر کا وقت آ گیا جمعہ باطل ہو گیا ظہر کی قضا پڑھیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعہ، ج 1، ص 148، دار الفکر، بیروت)

(4) خطبہ، خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں۔

(درعیہ روز الحار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، ج 3، ص 21)

(5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعہ، ج 1، ص 148، دار الفکر، بیروت)

(6) اذن عام، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کی روک ٹوک نہ ہو۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجُمُعہ، ج 1، ص 148، مائتہ و ستر)

وجوب جمعہ کی شرائط:

جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں، ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو فرض نہیں پھر بھی اگر پڑھے گا تو ہو جائے گا بلکہ مرد عاقل بالغ کے لیے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لیے ظہر افضل ہے، وہ گیارہ شرائط درج ذیل ہیں:

(1) شہر میں مقیم ہونا۔

(2) صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں مریض سے مراد وہ ہے کہ مسجد جمعہ تک نہ جاسکتا ہو یا چلا تو جائے گا مگر مرض

بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، ج 1، ص 148)

(3) آزاد ہونا۔ غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجُمُعہ، ج 1، ص 144)

(4) مرد ہونا۔ (5) بالغ ہونا۔ (6) عاقل ہونا۔ (7) آنکھیاں کھلی ہونا۔

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 32)

بعض نابینا بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بلا پوچھے جا

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 32)

سکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔

(8) چلنے پر قادر ہونا۔ اپنا حج پر جمعہ فرض نہیں، اگرچہ کوئی ایسا ہو کہ اسے اٹھا کر مسجد میں رکھ آئے گا۔

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 32)

(9) قید میں نہ ہونا۔ مگر جب کہ کسی دین کی وجہ سے قید کیا گیا اور مالدار ہے یعنی ادا کرنے پر قادر ہے تو اس پر فرض

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 33)

ہے۔

(10) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا، مفلس قرضدار کو اگر قید کا اندیشہ ہو تو اس پر فرض نہیں۔

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 33)

(11) بینہ یا آندھی یا ادلے یا سردی کا نہ ہونا یعنی اس قدر کہ ان سے نقصان کا خوف صحیح ہو۔

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجُمُعہ، مطلب فی شروط وجوب الجُمُعہ، ج 3، ص 33)

صحت جمعہ کے لیے شہر کی شرط میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

احناف کے نزدیک جمعہ واجب ہونے اور اس کے صحیح ہونے کے لیے شہر یا قباۃ شہر ہونا شرط ہے۔

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعة، ج 1، ص 259، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

مالکیہ کے نزدیک دیہات والوں پر جمعہ واجب و ضروری ہے بشرطیکہ ان کی تعداد اتنی ہو کہ اہلیان جمعہ سے گاؤں کی حفاظت ہو سکے، اور جمعہ کی اقامت امن کے ساتھ ممکن ہو اور اپنے اور اپنی بستی کے دفاع میں وہ غیر سے مستغنی ہوں، اور اس تعداد میں کوئی متعین عدد نہیں ہے، علماء مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ عدد جہات اور امن و خوف میں کثرت کے اعتبار سے مختلف ہوگا، امن کی جہات میں تھوڑی تعداد سے بھی یہ چیز حاصل ہو جائے گی برخلاف اس جگہ کے کہ جہاں خوف متوقع ہو، اس بات پر مالکیہ متفق ہیں کہ تین چار پر جمعہ فرض نہیں ہوگا اور چالیس سے کم کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ (الاجلیل للعزطلی، ج 2، ص 161)

شوافع کا موقف:

شوافع کے نزدیک دیہات میں اتنی تعداد ہو کہ جن سے جمعہ صحیح ہو جاتا ہے تو ان پر جمعہ واجب و لازم ہے کیونکہ دیہات کی ایسی حالت تو وہ شہر کی طرح ہوتا ہے۔ (سنی الحج، ج 1، ص 278)

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کے نزدیک گاؤں والوں کی دو حالتیں ہیں: گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) سے زیادہ کا فاصلہ ہے یا نہیں، اگر گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو ان پر شہر کی جانب سعی واجب نہیں، اس صورت میں ان کی اپنی حالت کا اعتبار ہے، پس اگر ان کی تعداد چالیس ہے اور ان میں جمعہ کی دیگر شرائط پائی جاتی ہیں تو انہیں اقامت جمعہ کی اجازت ہے، اور انہیں اس بات کا اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا اپنی گاؤں میں جمعہ قائم کریں، اور ان کا اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا افضل ہے، اور جب وہ اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں گے تو سب ادھر ہی حاضر ہوں۔

اور ان کی تعداد اتنی نہیں ہے تو انہیں اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا ظہر ادا کریں اور افضل شہر کی جانب سعی کرنا

ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ یا اس سے کم فاصلہ ہے، اس صورت میں اگر ان کی تعداد چالیس سے کم ہے تو ان کے لیے شہر کی جانب سعی واجب و ضروری ہے اور ان کی تعداد چالیس یا اس سے زیادہ ہے تو انہیں اختیار

(المصنف، کتاب 23، ص 351)

ہے چاہیں تو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں یا شہر کی جانب سہی کریں۔

صحیح جمعہ کے لئے شہر کی شرط ہونے پر دلائل:

(1) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((قَالَ عَلِيٌّ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ وَلَا أَضْحَىٰ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ نہیں مگر جامع شہر یا بڑے شہر میں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الامور والخرق، ج 1، ص 15، رقم 439، ج 2، ص 15)

یہی روایت مصنف عبدالرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: ((عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا: جمعہ تشریق نہیں مگر جامع شہر میں۔
(مصنف عبدالرزاق، باب التری مضاف، ص 35، ج 167، کتاب التری، ص 3)

(مصنف عبدالرزاق، باب التری مضاف، ص 35، ج 167، کتاب التری، ص 3)

شرح مشکل الآثار میں یہ روایت اس طرح ہے: ((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: جمعہ تشریق نہیں مگر شہر میں۔
(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل مروی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التہجدین، ج 1، ص 168، ص 168)

(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل مروی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التہجدین، ج 1، ص 168، ص 168)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامت جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگائی اس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ و عبدالرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا۔ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة (جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ خارج شہر یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں۔)“
(نوری، ترویج، ص 86، ج 275، مضاف، ص 168)

(2) امام طبرانی المعجم الاوسط میں روایت کرتے ہیں: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُمُوسَةٌ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمُ الْمَرْأَةُ وَالْمَسَافِرُ وَالْعَبْدُ وَالْعَبِيءُ، وَأَهْلُ الْبَاكِيَّةِ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ افراد پر جمعہ نہیں: عورت، مسافر، غلام، بچہ اور بیہوش۔
(معجم ص 1، ج 1، ص 72، حدیث 1000)

(معجم ص 1، ج 1، ص 72، حدیث 1000)

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((لَسَّ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى جُمُعَةٌ إِنَّمَا اجْتَمَعُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ وَمِثْلِ الْمَدَائِنِ)) ترجمہ: دیہات والوں پر جمعہ نہیں، جمعہ تو صرف شہروالوں پر ہے، مدائن کی مثل۔
(المصنف، کتاب 23، ص 351)

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، جلد 1، صفحہ 439، مکتبہ الرشیدیہ)

(4) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((لَا جُمُعَةٌ وَلَا تَشْرِيقٌ، إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ)) ترجمہ: جمعہ نہیں تشریق

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، جلد 1، صفحہ 439، مکتبہ الرشیدیہ)

نہیں مگر بڑے شہر میں۔

(5) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ، أَنَّهُمَا قَالَا: الْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ)) ترجمہ: امام حسن

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، جلد 1، صفحہ 439، مکتبہ الرشیدیہ)

بصری اور امام محمد ابن سیرین فرماتے ہیں: جمعہ شہروں میں ہوتا ہے۔

(6) امام عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((لَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ لَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ)) ترجمہ: ہمیں یہ پہنچا ہے کہ جمعہ

(مصنف عبدالرزاق، باب الترقی المسفار، ج 3، ص 169، مکتبہ الاسلامیہ، بیروت)

نہیں مگر بڑے شہر میں۔

(7) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف شہر ہی میں جمعہ قائم فرماتے تھے۔

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الحج، ج 1، ص 259، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(8) اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شہر فتح کئے اور انہوں نے صرف شہروں ہی میں منبر نصب کئے، تو یہ ان کی

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الحج، ج 1، ص 259، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

طرف سے اس بات پر اجماع ہو گیا کہ جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔

(9) ظہر کی نماز فرض ہے تو اسے ترک نہیں کیا جاسکتا سوائے نص قطعی سے، اور شہر میں جمعہ ہی کے ساتھ ظہر کا ترک

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الحج، ج 1، ص 259، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وارد ہے۔

(10) جمعہ عظیم شعائر میں سے ہے تو یہ ایسے مکان کے ساتھ خاص ہوگا جو اظہار شعائر کی جگہ ہو اور وہ شہر ہی ہے۔

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الحج، ج 1، ص 259، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شہر کی تعریف:

ظاہر الروایہ میں شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا

حصہ) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم ہو جو کہ رعایا کے مقدمات کا فیصلہ کرنے پر مقرر ہو جس

کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اگر چہ نا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔

مراتی الفلاح میں ہے: ”والمصر عند أبي حنيفة كل موضع أي بلد له مفت يرجع إليه في الحوادث وأمير

ينصف المظلوم من الظالم وقاض مقيمون بها وإنما قال: ينفذ الأحكام ويقوم“ ترجمہ: امام اعظم کے نزدیک شہر ہر وہ

جگہ ہے جہاں مفتی ہو جس کی طرف لوگ اپنے درپیش مسائل لائیں اور حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلائے اور قاضی

ہو جو جمعہ کو قائم کرے، امام صاحب نے یہ محض اس لئے فرمایا کہ وہ احکام کو نافذ و قائم کرے۔

(مرآۃ المفاتیح، کتاب الحج، جلد 1، صفحہ 512، کتاب خطبہ منبروت)

علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں: "الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهدایة انه الای له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود تزییف صدر الشریعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم ذکره بظهور التوانی احکام الشرع سیما فی اقامة الحدود فی الامصار مزیف بان المراد القدره علی اقامة الحدود علی ما صرح به فی التحفة الفقهاء عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیره یرجع الناس الیه فیما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه" ترجمہ: شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کر سکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعہ کا یہ عذر کرنا کہ احکام شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادث میں اس کی طرف رجوع کر سکیں اور یہی اصح ہے۔

(فتیۃ المستملی شرح ہدیۃ المصلی، فصل فی سلوۃ الجمعہ، ص 550، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوا می بازار ہوں، نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں، اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 275، رضاناظرین، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا حصہ) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ نا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے

ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، پکھریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو قحطی مہر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔ لہذا جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 762، مکتبہ المدینہ، کراچی)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ اور فی زمانہ اس پر فتویٰ:

شہر کی تعریف کے بارے ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے تندرست کہ جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سائیکس یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر بھی جائے گی۔ اگرچہ یہ اصل مذہب کہ خلاف ہے مگر فی زمانہ تعامل اور دفع حرج کی بناء پر علماء کی اکثریت اس روایت پر عمل کرنے میں حرج نہیں جانتی بلا کراہت ایسی جگہوں بسنے والوں کے جمعہ و عیدین کو درست قرار دیتی ہے، ہمارا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس تعریف پر پورے اترنے والے آبادیوں میں قائم ہونے والی نماز جمعہ و عیدین درست ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سائیکس یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر بھی جائے گی۔ امام اکمل الدین ہامرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں "وعنه أي عن أبي يوسف (أنهم إذا اجتمعوا) أي اجتمع من تحب عليهم الجمعة لا كل من يسكن في ذلك الموضوع من الصبيان والنساء والعبید لأن من تحب عليهم مناجعون فيه عادة، قال ابن شجاع أحسن ما قيل فيه إذا كان أهلها بحيث لو اجتمعوا (في أكبر مساجدهم لم يسعهم) ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد آخر للجمعة" یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب وہ لوگ جمع ہوں جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلاً بچے، خواتین اور غلام۔ کیونکہ عادتاً صرف وہی لوگ جمع ہوتے ہیں جن پر فرض ہو۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل اپنی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں، اس میں ان کی محبت نہ ہوتی کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے کے محتاج ہوں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 8، صفحہ 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352)

اس روایت میں صرف وہ لوگ مراد ہیں جو اہل ایمان جمعہ ہوں اور یہاں مسجد کا اندر والا حصہ اور محکم دونوں مراد ہیں۔

اہل حضرت ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں ہستی کی مردم شماری مکتوب نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جو فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لٹھے ٹولے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جوہ کی حاضری سے معذور ہوں، ایسے معذوروں یا بچوں، گورتوں، غلاموں، مسافروں کی گنتی نہیں، اور پوری مسجد مع گن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ۔"

فی التنبؤیر هو مالا یسع اکبر مساجدہ اعلیٰ مکلفین بہا۔ فی الشامی عن الطحاوی عن القہستانی احتزبہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء و الصبیان و المسافرین۔ تویر الابصار میں ہے شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طحاوی سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے معذورین کو خارج کیا ہے مثلاً خواتین، بچے اور مسافر۔ (فتاویٰ رضویہ، 6/300، 298، صفحہ 107)

پھر جو آبادیاں اس تہذیب پر بھی پھیلی تھیں اتنی وہاں جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں ضرور ناجائز و گناہ ہے مگر یہ جگہ جہالت وہاں کے لوگ پڑھتے ہوں تو انہیں بھی روکا نہ جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیں قیمت ہے بلکہ نزی سے گناہ سمجھایا جائے کہ فرض ظہر آپ کے ذمے ہے اس کے تارک نہ بنیں بلکہ باجماعت ظہر ہی اپنی آبادی میں پڑھیں سجدانے میں بہر صورت اس کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی قسم کا قصور نہ ہو۔

اہل حضرت فرماتے ہیں:

"جس گاؤں میں یہ حالت (امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق) پائی جائے اس میں اس روایت نو اور کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، 6/347، صفحہ 107)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"مگر دوبارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء بخود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں قیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں" (فتاویٰ رضویہ، 6/374، صفحہ 107)

اذن عام کی شرط بر مذاہب ائمہ

احناف کے نزدیک اذن عام صحت جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام

اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔

ائمہ ثلاثہ (مالکیہ، شوافع اور حنابلہ) کے نزدیک صحت جمعہ کے لیے اذن عام شرط نہیں، مذاہب اربعہ پر مشتمل کتاب "الموسوعة الفقهية الكويتية" میں یہی بیان کیا ہے کہ یہ شرط صرف احناف کے نزدیک ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج 27، ص 203، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، الكويت)

اسی طرح الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے: "سكون الأمير أو نائبه هو الإمام، والإذن العام من الإمام بفتح أبواب الجامع للواردین علیہ. اشترط الحنفية هذين الشرطين: ولم يشترط غير الحنفية هذين الشرطين" ترجمہ: امیر یا اس کے نائب کا امام ہونا اور امام کی طرف سے اذن عام ہونا باہیں طور کہ جامع کے دروازے اس میں آنے والوں کے لیے کھول دیے جائیں یہ دونوں شرطیں احناف نے مقرر کی ہیں، اور احناف کے علاوہ نے یہ دونوں شرطیں مقرر نہیں کیں۔

(الفتاویٰ اسلامی وادلتہ، ج 2، ص 536، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ محمد عبدالرحمن بن محمد الکلبی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ اذن عام کی شرط صرف احناف کے نزدیک ہے، باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ شرط نہیں، فرماتے ہیں: "وَالْإِذْنُ الْعَامُّ.... عِنْدَ الْأَيْمَةِ الثَّلَاثَةِ لَا يُشْتَرَطُ الْإِذْنُ الْعَامُّ" ترجمہ: اذن عام صحت جمعہ کے لیے شرط ہے..... اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذن عام شرط نہیں ہے۔

(مجمع الانهر، باب صلاة الجمعة، ج 1، ص 166، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اذن عام کی شرط پر تفصیلی کلام:

فقہ حنفی کے قول معتمد کے مطابق جمعہ کی صحت کے لیے اذن عام شرط ہے۔

ملتقى البحر میں ہے:

"صحت جمعہ کی چھ شرائط ہیں:..... ان میں سے ایک شرط اذن عام ہے۔"

(ملتقى البحر، مجمع الانهر، باب صلاة الجمعة، ج 1، ص 166، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کنز الدقائق اور اس کی شرح بحر الرائق میں ہے: "وَالْإِذْنُ الْعَامُّ أَيْ شَرْطُ صِحَّتِهَا الْأَدَاءُ عَلَى سَبِيلِ الْإِشْتِهَارِ" ترجمہ: صحت جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہونا ہے یعنی اس کی ادائیگی علی سبیل اشتہار ہو۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق، شروط وجوب الجمعة، ج 2، ص 162، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

(وقایہ، ج 2، ص 326، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وقایہ میں بھی صحت جمعہ کے لیے اذن عام کو شرط قرار دیا ہے۔

تویرا ابصار میں ہے:

”صحیح جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہونا بھی ہے۔“ (تویرا جلد ۱ ص ۱۵۱، دارالکتب بیروت)

مبسوط للشرعی میں ہے:

”ادائے جمعہ کے لیے چھ شرائط ہیں: مہر، وقت، خطبہ، جماعت، سلطان اور اذن عام۔“

(مبسوط للشرعی، باب ملائع الحج، ج ۲ ص ۲۳، دارالعرف، بیروت)

محیط برہانی میں ہے: ”والشرط السادس: الإذن العام“ صحیح جمعہ کی چھٹی شرط اذن عام ہے۔

(محیط برہانی، متصل بالکاس، اشرون، ج ۲ ص ۸۵، دارالکتب اعلیٰ، بیروت)

غرر الاحکام اور اس کی شرح درر الاحکام میں ہے: ”شرط صحتها أيضا (الإذن العام)“ صحیح جمعہ کے لیے یہ بھی

(درر الاحکام شرح غرر الاحکام، شروط الحج، ج ۱ ص ۱۳۸، دارالاجیاء، کتب مطبوعہ، بیروت)

شرط ہے کہ اذن عام ہو۔

اذن عام کا مفہوم:

اہل حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اذن عام" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام اہل

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، صفحہ ۲۸۸، درمناقاؤن، لاہور)

جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔"

اس سے آگے فرماتے ہیں:

تو وقت جمعہ کے سوا باقی اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ معزز نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح پانچ

بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے

حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزرگاہ عام نہیں ہو سکتے.....

اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی رکھتی ہے کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے

یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اوروں کو

ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگر چہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں.....

مگر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر

کے گھر میں جمع ہو کر اذن و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دے دیں مگر بادشاہ امیر کی

طرف سے دروازہ پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا۔ پس ما نحن فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں:

اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے.....
 اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چونکہ پہرہ ہونا کچھ مضرت نہ ہوگا کہ پہرہ وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، ولہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البواہین (پہرے دار بیٹھا دیئے۔ ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول (تا کہ دخول سے منع کریں۔ ت) بڑھایا.....

تو صرف شوکت شامی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے، پہرہ ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد، اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہو سکتا۔ بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا: یسمی جمعة لاجتماع الجماعات فیہا فاقضی ان تكون الجماعات کلہا ماذونین بالحضور اذنا عاما تحقیقا للمعنی الاسم یعنی: جمعہ کو جمعہ اس میں جماعتوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام کی تمام جماعتوں کو حاضر ہونے کا اذن عام ہوتا کہ نام کا معنی متحقق ہو سکے۔

ثانیاً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صوتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمین جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے تو روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قاطع اذن عام نہ مقیمان جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً ممانعت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پر خاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص فی الواقع شریر و مفسد و موذی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی ممانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قاطع اذن عام سے روکنا ہے.....

اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے رکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے، جیسا کہ شامی میں طحاوی سے ہے کہ عتوں وغیرہ کو

روکنا معتد نہیں کیونکہ ان کے آنے میں فقہ کا ڈر ہے.....

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں، اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلاشبہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مہمل..... (ناری رسوب، ج 8، ص 288، 290، رسالہ طبعی، لاہور)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اشکال: یہ شرط ظاہر الروایہ میں موجود نہیں ہے۔

جواب: فقہ حنفی کے قول معتد کے مطابق اذن عام شرط ہے اگرچہ شرط ظاہر الروایہ میں صریحاً مذکور نہیں بلکہ نادر الروایہ میں ہے لیکن ظاہر الروایہ میں اس کی نفی بھی نہیں ہے اور یہ ظاہر الروایہ کے مخالف بھی نہیں ہے اور نادر الروایہ کی ایسی روایت معمول بہا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ متون جو نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں انہوں نے اس پر جزم کیا ہے جیسا کہ کنز الدقائق، وقایہ، ملعی، البحر وغیرہا، یونہی شروح معتدہ اور فتاویٰ میں اس شرط پر اعتماد کیا گیا ہے جیسا کہ مبسوط للسرخسی، بدائع الصنائع، مجمع الأنهر، بحر الرائق، نہر الفائق، تبیین الحقائق، درمختار اور فتح المعین وغیرہا میں اسے بطور شرط کے ذکر کیا ہے۔

دوسرا اشکال اور اس کا جواب:

اشکال: علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے یہ بحث کی ہے کہ متعدد مقامات پر جمعہ قائم ہونے کی صورت میں اگر کسی جگہ اذن عام نہ ہو تو جمعہ فوت نہ ہونے کی وجہ سے حرج نہیں ہوگا اور جمعہ ہو جانا چاہیے۔

یعنی ان کے نزدیک اذن عام کی شرط کا مفہوم یہ ہے کہ تعدد جمعہ کی صورت میں کسی جگہ بغیر اذن عام کے بھی جمعہ درست ہو جانا چاہئے اس لئے کہ دوسرے مقامات پر عام لوگ جنہیں روکا گیا وہ شریک ہو سکتے ہیں اتنا ہی اذن عام کافی ہے۔

جواب: اذن عام کی وہی تشریح معتدہ ہے جو امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اجلہ ائمہ اور خود محرز مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نص کی روشنی میں ثابت فرمائی یعنی اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے، تعدد جمعہ کے باوجود مقام جمعہ میں وقت جمعہ شہر کے تمام اہل جمعہ کو حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔

چنانچہ اسی وجہ سے علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ میں محل نظر قرار دیا ہے فرماتے ہیں: فیه نظر فان الناس لو اغلقوا باب مسجد وصلوہا لا تحوز لہم فاعلة عدم الاذن یعنی: اس میں نظر ہے کیونکہ اگر لوگ مسجد کا دروازہ بند کر دیں اور اس میں نماز پڑھیں تو ان کی نماز جائز نہیں ہوگی تو علت عدم اذن ہی ہے۔

(مادیہ الطحاوی اہل الرائق، باب الجمعہ، ج 1، ص 511، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہما کی بحث کا فتاویٰ رضویہ اور جدالمتار میں تفصیلی رد کیا ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اذن عام فی نفسہ شرط جمع ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ یہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قلت سے شروع فرماتے ہیں اور خود ان کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہو سکتی نہ کہ جب ان کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی منقول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جاہجا تصریح فرمائی کما بینا فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔) براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی، فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شامی کتاب مستطاب بدائع اور ان کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں: السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز، وتكون الصلوة فی موضعین، ولو لم یاذن للامة و صلی مع جیشہ لاتحوز صلوة السلطان وتحوز صلوة العامة۔ (جب سلطان نے اپنی دار میں اور قوم نے اس کے حکم سے جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انھوں نے فرمایا اگر دار کا دروازہ کھولا تھا تو جائز، اور نماز دونوں جگہ ہو جائے گی، اور اگر عوام کو اذن عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام کی نماز جائز ہو گی۔)۔

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلہ ائمہ کی نقل اور محرز مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں مجمع صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا مجمع صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط حجت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تفویض لازم نہ آئے و لیس بعد النص الالرجوع الیہ۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 403، مطبوعہ رضافاؤنٹیشن، لاہور)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جدالمتار میں فرماتے ہیں: "ومعلوم ان فی مصر خارج باب القلعة عدة جوامع فی کل منها خطبة و جمعة کما ذکرہ الشرنبلالی ایضا فہذا نص من العلامة رحمہ اللہ تعالیٰ علی عدم صحۃ

الجمعة عند عدم الاذن العام وان كانت تقام بمواضع عديدة یعنی اور یہ بات معلوم ہے کہ مصر میں قلعہ کے دروازے کے باہر کئی جامع مسجد ہیں، ہر ایک میں خطبہ و جمعہ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے۔ یہ علامہ ابن شخزہ کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ اذن عام نہ ہونے کی صورت میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اگرچہ (شہر میں) کئی ایک مقامات پر جمعہ منعقد ہوتا ہو۔

اسباب ستہ کی روشنی میں اذن عام کی شرط میں تخفیف:

عند الاحتاف انعقاد جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے جیسا کہ ماقبل گزرا، ہمارے زمانے میں جیل چھاوٹی اور دیگر ایسے صنعتی غیر صنعتی، دفاعی اور غیر دفاعی ادارے جہاں غیر متعلقہ افراد داخلہ منع ہوتا ہے، مسلمانوں کا بہت بڑی آبادی وہاں رہائش پذیر ہوتی ہے یا کام کرتی ہے اور اس کا لونی میں نہ صرف ایک بلکہ متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے، اذن عام کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے یہاں جمعہ سے روکنا سخت مفاسد کا باعث ہوگا مثلاً اگر ائمہ و خطباء میں سے کوئی عمل کرتے ہوئے وہاں جمعہ نہ پڑھائے گا تو لوگ بد مذہبوں کی طرف مائل ہوں گے اور ان کا دین خطرے میں پڑے گا اور فتویٰ دینے والے علماء اہلسنت مورطین و تشیع ہوں گے، جو عوام کے لیے باعث ہلاکت ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان میں سے کئی مقامات ایسے ہوتے ہیں جن میں آبادی اور رقبہ دونوں بہت زیادہ ہوتا ہے یا رقبہ بہت بڑا ہوتا ہے یا جہاں جمعہ اذن عام کے ساتھ قائم ہو رہا ہے وہ مقام ایسے مقامات سے بہت دور ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام ایسے مواقع پر اصلاً جمعہ چھوڑ دیتے ہیں یعنی کسی اور مقام پر جمعہ پڑھنے کے لیے بھی نہیں جاتے اور جیل وغیرہ میں بعض دفعہ تو ظہر کی نماز سے بھی جاتے ہیں۔

فسادِ مظنون بظن غالب کا ازالہ اسباب تخفیف میں سے ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے: چھ باتیں ہیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے، لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں: ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، سب میں حقیقہ قول امام ہی پر عمل ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، اعلیٰ الامام کا ماثیہ، ج 1، ص 129، درمناظرہ مظنون، لاہور)

انہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہماری مجلس تحقیقات شرعیہ (دعوت اسلامی) کا مشورہ ہوا، جس میں یہی طے پایا کہ ایسی جگہوں پر فساد مظنون بظن غالب کے سبب جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے، فیصلہ کا متن درج ذیل ہے:

"جیل یا ایسی صنعتی وغیر صنعتی، دفاعی اور غیر دفاعی ادارے اور کالونیاں جہاں کثیر آبادی ہوتی ہے اور وہاں سیکورٹی کی وجہ سے باہر والوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی، (فساد مظنون بظن غالب کے سبب اصل مذہب جس میں اذن عام شرط ہے

سے عدول کرتے ہوئے) ایسے مقامات پر جمعہ منعقد کیا گیا تو یہ جمعہ منعقد ہو جائے گا۔ البتہ وہ مقامات جہاں ایسی کوئی وجہ نہیں یعنی سیکورٹی رسک نہیں بلکہ کچھ لوگ اپنے طور پر بطور تکبر و تفوق کسی جگہ جمعہ قائم کرتے ہیں اور دوسروں کو آنے سے روکتے ہیں ایسی جگہ نہ جمعہ قائم کرنا جائز اور نہ ہی ایسا جمعہ درست ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

ظہر احتیاطی کا حکم اور اس کا طریقہ:

وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتہاء واقع ہو وہاں خواص (وہ لوگ جو صحیح نیت پر قادر ہوں، ان) کے لیے ظہر احتیاطی (کہ جمعہ کے بعد چار رکعت نماز اس نیت سے کہ سب میں کچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہ پڑھی) ہے، یہ حکم خواص کے لیے اس لیے ہے تاکہ انہیں فرض جمعہ ادا ہونے میں شک نہ ہو اور عوام کہ اگر ظہر احتیاطی پڑھیں تو جمعہ کے ادا ہونے میں انہیں شک ہوگا، لہذا وہ نہ پڑھیں اور اس کی چاروں رکعتیں بھری پڑھی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی کچھلی چار سنتیں پڑھ کر ظہر احتیاطی پڑھیں پھر دو سنتیں اور ان چھ سنتوں میں سنت وقت کی نیت کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ظہر احتیاطی کا حکم اور اس کی احتیاطیں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

"وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتہاء واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ کچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضاء عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی، اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو کچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے، یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ کچھلی ہے جس کا وقت اُسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہوئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، اسی لحاظ سے جس پر قضائے

عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ہاں جس پر قضاے عمری ہے اسے پچھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے، جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یونہی مذہب نیت کی تو وہ مقصود و احتیاط ہرگز حاصل نہ ہوگا لہذا اسی طرح گول نیت سے بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علم الہی پر چھوڑ دے، پھر ایسی صحیح نیت نرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جائے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دو ہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں، ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور ان سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 293، 294، رضاناظرین، لاہور)

ظہر احتیاطی ادا کرنے کی وجہ:

ظہر احتیاطی کی وجہ پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا نفع قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ واجب ضروریات دین سے

—

مگر جمعہ باجماع امت مشروط ہے، ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے صحیح فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدرے محل استعجاب و نزاع معہذا یہاں عائمہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگر چند ہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز۔

اسی پر کنزروانی و کانی و ملتقی و تنویر و ہندیہ و طحاوی و شامی وغیرہا میں اعتماد فرمایا امام اجل مفتی ابن و انس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف حلطی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نیراقتی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا، شرح وقایہ میں ہے: بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) شرح مجمع للعلامة البدر العینی میں ہے: علیہ الفتویٰ (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) فتح القدر میں ہے: علی الفتی بہ (مفتی بہ قول پر۔ ت) محیط شمس الائمہ سرخسی میں ہے: الصحيح وہ نأخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) تبیین الحقائق و بحر فح و شرح وہبایہ و مع الفقار و محمود

الدربہ وغیرہائیں ہے: الاصح (زیادہ صحیح ہے۔ ت) بحر الرائق ودر مختار میں ہے: علی المذہب (مذہب پر۔ ت) حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد بن علی علانی وغیرہا نے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی۔

مگر عند تحقیق رولہ یہ عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام طحاوی و ترمذی و صاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا، امام فقیر النفس قاضی خاں نے خانیہ میں اسی کو مقدم رکھا، خزانیہ المفتین میں اسی پر اقتصار کیا، عمادانی و اخلاطی نے اسی کو اظہر اور جوامع فقہ میں اظہر الروایین اور امام ملک العلماء ابو بکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا، تھمکہ رازی میں ہے: یہ ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) حاوی القدسی میں ہے: علیہ الفتوی (فتویٰ ایسی پر ہے۔ ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے: علیہ الاعتماد (اعتماد اسی پر ہے۔ ت) جواہر الاخلاطی میں ہے: هو الصحيح وهو الاصح و علیہ الفتوی (یہی صحیح اور یہی اصح اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) آفتاب شامی فرماتے ہیں: فہو قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف (جس یہی یہاں معتمد قول اور مذہب ہے ضعیف قول نہیں ہے)۔

ان وجوہ کی نظر سے ائمہ مروا کثر مشائخ بخارا و اصحاب امام عبد اللہ حکم شہید و اصحاب امام شیخ ابی عمر و اساتذہ صاحب مختار الفتاویٰ وغیرہم جمہور ائمہ دین و علمائے معتمدین نے ایسی جگہ ان چار کتب احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط برہانی و فتاویٰ ظہریہ و فتاویٰ تجر و واقعات و مطلب و مختار الفتاویٰ و نہار و کانی و جامع المفہمات و خزانیہ المفتین و فتح القدر و شرح الحج و فتاویٰ سراجیہ و تار تار خانہ و حلیہ و عقبتہ و صغیری و مجمع الانہر و تیسیر المقاصد و نہر الفائق و عالمگیریہ و فتاویٰ صوفیہ و خزانیہ الروایات و وقیہ و حاوی و غرائب و فتاویٰ رحمانیہ و طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح و غیرہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن و امام مقدسی و علامہ ابوالسعود و محقق ابن جرباش و علامہ ابن شخبہ و شیخ الاسلام جہد ابن شخبہ و علامہ باقانی و علامہ مقدسی و علامہ ابوسعود و محقق شامی و جماعت کثیرہ شرح ہدایا و غیرہا و غیرہم ائمہ و علماء نے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولیٰ اور امام محمود عینی نے احسن و احوط اور علامہ باقانی نے هو الصحيح (یہی صحیح ہے۔ ت) اور سراجیہ میں ہو حسن (یہ حسن ہے۔ ت) اور تجر و مضمرات و غیرہا میں الصحيح المختار (صحیح مختار۔ ت) رکھا ان سب کتب و علماء کے نصوص فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے.....

ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ صحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انہیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد و اعظم کا دفع آکد و اہم ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات و اقوال ائمہ مذہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے۔

لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں: نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبة الیہم۔ ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ

وہ ان کی نسبت سے ہو۔

اس تحقیق سے ظاہر کہ ان بلاد میں مطلقاً صحیح جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتہار ماننا افراط اور اقاویل مذہب و خلافیات مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تفریط و قواعد شرح مقاصد ائمہ سے عدول، اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہو لیا، اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعت ظہر کو کہ علی المستہد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے محمود نہ کلمات علماء اس کے مساعد پس قول وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض، اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور ناہم عامیوں کے حق میں اغماض۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 82 تا 79، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذہب غیر کی رعایت میں احتیاط کہاں برتی جاتی ہے:

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

جمعہ والے دن ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں تو کیا شوافع وغیرہ کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے احتیاطاً رفع یدین یا مقتدی قراءت کر سکتا ہے، اس طرح کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عبادات بعدت محل احتیاط میں اور خلاف علماء سے خروج بالا جماع مستحب، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ رد المحتار میں اس پر تصریح ہے۔) قراءت مقتدی دفع یدین وجہرہ آئین ہمارے مذہب میں باتفاق ائمہ ممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذمہ کا ارتکاب صاف ہے، بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و مفتی یہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے.....

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی جماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 8، ص 111، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 347

فضل یوم الجمعة

جمعہ کے دن کی فضیلت

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، جس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ والے دن ہی قائم ہوگی۔ اور اس باب میں حضرت ابولیبہ، حضرت سلمان، حضرت ابو ذر، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

488- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُغْبِرَةُ

بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، وَأَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

صحيح

ترمذی حدیث 488: (صحیح مسلم، کتاب الجُمُعہ، باب فضل یوم الجُمُعہ، حدیث 854، ج 2، ص 585، دار احیاء التراث العربی، بیروت) سنن ابی داؤد، تفریح ابواب الجُمُعہ، باب فضل یوم الجُمُعہ، حدیث 1046، ج 1، ص 276، المکتبۃ المصریہ، بیروت) سنن نسائی، کتاب الجُمُعہ، باب ذکر فضل یوم الجُمُعہ، حدیث 1373، ج 3، ص 89، موسسۃ الرسائل، بیروت)

شرح حدیثمقصد حدیث:

علامہ سلیمان بن خلف اندلسی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ بڑے بڑے امور کا وقوع جمعہ والے ہوا ہے اور اکثر بڑے امور باقی ایام کے بجائے اس دن کے ساتھ خاص ہیں، یہ بیان کرنے میں جمعہ کے دن عبادت کی کثرت کرنے پر ابھارنا ہے اور اس دن میں معاصی کے ارتکاب سے روکنا ہے۔"

(المشقی شرح الوصیاء باب ما جاء فی السعدۃ اتی فی یوم الجمعۃ، ج 1، ص 201، مطبوعہ السعدۃ، مصر)

جمعہ والے دن خلق آدم سے مراد:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"یوم جمعہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دن ان میں روح ڈالی گئی، عزیزی نے کہا کہ آدم علیہ السلام میں جمعہ والے دن زوال کے وقت روح ڈالی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مٹی سے تخلیق آدم کی ابتداء جمعہ والے دن ہوئی ہو پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اسی حالت میں رہے پھر روح مبارک بھی جمعہ والے دن ہی جسم میں ڈالی گئی۔"

(شرح ابی داؤد اللعینی، تفریح ابواب الجمعۃ، ج 4، ص 362، مکتبۃ الرشیدیہ، مصر)

اخراج جنت میں یوم جمعہ کی فضیلت کیسے:

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

بعض علمائے جنت سے اخراج زمین پر آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے تھا، اور ان پر اور ان کی اولاد پر کتب شریفہ نازل کرنے کے لیے تھا، لہذا یہ جملہ دلائل اس دن کی فضیلت کے لیے صالح ہیں، اہ۔ حاصل یہ کہ یہ اخراج اہانت کے طور پر نہ تھا بلکہ منصب خلافت کے لیے تھا اور یہ اکمال ہے، نہ کہ اذلال۔

(مرآۃ المفاتیح، باب الجمعۃ، ج 3، ص 1011، مکتبۃ المدینہ، بیروت)

ازمنہ اور امکانہ کی ایک دوسرے پر فضیلت:

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"شیخ عز الدین ابن عبدالسلام نے فرمایا کہ زمانوں اور مکانات میں سے بعض کی بعض پر فضیلت لڑا تھا نہیں، یہ فضیلت

صرف اس زمانے یا مکان میں وجوہ خیرات کے پائے جانے کی وجہ سے ہے۔"

(توت المحدثی، ابواب الصلاة، ج 1، ص 212، جامعہ اسلامیہ، مکتبہ کربلا)

فضائل روز جمعہ

(1) صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((تَحْسُنُ الْأَجْرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَدِّ أَنْهَمُ أَوْتُوا الصَّحَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ، فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللَّهُ فَالْتَأَسُّ لَنَا فِيهِ تَبِعَ الْيَهُودُ غَدًا، وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ)) ہم پچھلے ہیں یعنی دنیا میں آنے کے لحاظ سے اور قیامت کے دن پہلے سوا اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب ملی، یہی جمعہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا یعنی یہ کہ اس کی تعظیم کریں وہ اس سے خلاف ہو گئے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں، یہود نے دوسرے دن کو وہ دن مقرر کیا یعنی ہفتہ کو اور نصاریٰ نے تیسرے دن کو یعنی اتوار کو۔

(صحیح بخاری، باب فرض الجمعة، ج 2، ص 2، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب حدیث حدہ الامتہ لیوم الجمعة، ج 2، ص 585، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور مسلم کی دوسری روایت ان ہی سے اور حضرت حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((وَالْأَوْلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُقْضَى لَهُمْ قَبْلَ الْخَلْقِ)) ہم اہل دنیا سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن پہلے کہ تمام مخلوق سے پہلے ہمارے لیے فیصلہ ہو جائے گا۔

(2) مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((عَبْدٌ يَوْمَ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَعُوفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا مَوْلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ)) بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا، جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کیے گئے اور اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں جنت سے اترنے کا انہیں حکم ہوا۔ اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم، باب فضل یوم الجمعة، ج 2، ص 585، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْبِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تَعْرِضُ صَلَاتِنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ أُمَّي يَقُولُونَ قَدْ بَلَيْتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ

ملائکہ) تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں حجہ (دوسری بار صور پھونکا جاتا) ہے اور اسی میں صغہ (پہلی بار صور پھونکا جاتا) ہے، اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ "لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)!! اس وقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتقال فرما چکے ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب انما کھانا حرام کر دیا ہے، ج 3، ص 91، مکتبہ المدینہ، لاہور، ص 91)

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عَرَضْتُ عَلَيَّ صَلَاتَهُ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ: وَيَعْدُ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَيَعْدُ الْمَوْتِ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَتَبِيَّ اللَّهُ حَتَّى يَرُوزَنِي)) جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو درود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ حضرت ابو درود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی اور موت کے بعد؟ فرمایا: بے شک! اللہ (عزوجل) نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے، اللہ کا نبی زندہ ہے، روزی ریا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ذکر وقت و روز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 524، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت)

ابن قیم (المتوفی 751ھ) نے جلاء الانہام میں روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدِ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَيَعْدُ وَفَاتِي إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)) ترجمہ: حضرت ابو درود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جمعہ والے دن کثرت کے درود پڑھا کرو کہ یہ یوم مشہود ہے، اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، کوئی آدمی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا: اور وصال فرمانے کے بعد بھی (درود کی آواز آپ تک پہنچے گی)؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اپنے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(جلاء الانہام، و ما حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج 1، ص 127، دار العرب، الكويت)

(4) ابن ماجہ حضرت ابولبابہ بن عبدالمہدی راوی حضرت احمد سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِدُّ الْأَيَّامِ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ، وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ، فِيهِ خَمْسٌ خِلَالَهَا خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ، وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا

يَسْأَلُ اللَّهُ فِيهَا الْعَبْدُ هَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا، وَلِيهِ تَقْوَمُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ، إِلَّا وَهْنٌ يُشَلِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ)) جمع کا دن تمام لوگوں کا سر مبارک ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید اٹلی و عید الفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصوصیات ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ (۲) اور اسی میں زمین پر انہیں اتارا۔ (۳) اور اسی میں انہیں وقت دی۔ (۴) اور اس میں ایک ساعت لکھی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے وہ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ (۵) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی فرشتہ مقرب و آسمان و زمین اور ہوا اور پہاڑ اور دریا ایسا نہیں ہے جسے کدن سے ڈرنا نہ ہو۔"

(سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجُمُعہ، ۱۵۰ ص ۳۴۴، جامع کتاب ترمذی ص ۱۰۷)

(۵) طبرانی اوسط میں بسید حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ لَيَسَّ بِتَارِكِ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ)) ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بے مغفرت کیسے نہ چھوڑے گا۔

(۶) ابو یعلیٰ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَكَلِمَةَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ سَاعَةً لَيْسَ فِيهَا سَاعَةٌ إِلَّا وَلَيْلَةٌ فِيهَا سِتِّينَ عَشْرَةَ عَشْرًا مِنَ النَّارِ)) ترجمہ: جمعہ کے دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہیں، کوئی گنڈہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے چھ لاکھ آ زاد نہ کرنا ہو جس پر جہنم واجب ہو گیا تھا۔"

(۷) احمد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللَّهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) ترجمہ: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے بچالے گا۔

(۸) ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((عَنْ مَسْتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أَجْمَدٍ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ طَابَهُ الشَّهَادَةُ)) ترجمہ: جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، عذاب قبر سے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی نمبر ہوگی۔

(طبہ الاولیاء، محمد بن اسحاق بن عمار، ۳۰ ص ۱۵۵، جامع کتاب ترمذی ص ۱۰۷)

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةُ الْغُرِّ

وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ الْغُرِّ)) ترجمہ: جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الحجۃ، ج 1، ص 432، المکتب الاسلامی، بیروت، تصانیف الصحاح الکبیر للشیخ ابی یوسف، باب ما روی فی الدعا الاوّل رجب، ج 2، ص 142، مرسا للنشر والتوزیع، کویت)

(10) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذَا الْيَوْمَ اكْتَمَلَتْ لَكُمْ دِينُكُمْ وَاتَّعَمَّتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا)) (المائدة: 3) وَعِنْدَهُ يَهُودِيٌّ فَقَالَ تَلَوْا نَزَلَتْ هَذِهِ عَلَيْنَا لِأَنَّا نَعْتَدُنَا يَوْمَهَا عِيدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمٍ عِيدَيْنِ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ وَيَوْمٍ عَرَفَةَ)) انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿الْيَوْمَ اكْتَمَلَتْ لَكُمْ دِينُكُمْ وَرَضِيَتْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا) ان کی خدمت میں ایک یہودی حاضر تھا، اس نے کہا یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری جمعہ اور عرفہ کے دن یعنی ہمیں اس دن کو عید بنانے کی ضرورت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس دن یہ آیت اتاری اس دن دوہری عید تھی کہ جمعہ و عرفہ یہ دونوں دن مسلمانوں کے عید کے ہیں اور اس دن یہ دونوں جمع تھے کہ جمعہ کا دن تھا اور نویں ذی الحجہ۔

(جامع ترمذی، دوں سورۃ المائدہ، ج 5، ص 250، مصلح البانی، مصر)

الغُصْبِ، وَتُرْجَى تَعْدُ زَوَالِ الشُّسْبِ

490- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَايِرٍ الْعَقْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفِ الْمُرَزِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يَسْأَلُ اللَّهُ الْعَبْدَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّهُ سَاعَةٌ هِيَ؟ قَالَ: جِئِن تَقَامَ الصَّلَاةُ إِلَى انْصِرَافِ مِنْهَا وَفِي الثَّابِتِ عَنْ أَبِي مُوسَى، وَأَبِي ذَرٍّ، وَسَلْمَانَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، وَأَبِي لُبَابَةَ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، وَأَبِي أَنَانَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث: کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المرزئی اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: بے شک جمعہ میں ایک ساعت ہے کہ جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جس بھی شے کا سوال کرے گا اللہ عزوجل اسے وہ عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ وہ کون سی ساعت ہے؟ فرمایا: نماز قائم ہونے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک۔

اور اس باب میں ابو موسیٰ، ابو ذر، سلمان، عبد اللہ بن سلام، ابولبابہ، سعد بن عبادہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔

491- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

الأنصاريُّ قال: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُهْبِطَ مِنْهَا، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَاقِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يُصَلِّي فَيَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أُعْطَاهُ إِيَّاهُ،

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: دنوں میں سب سے بہتر کہ جس میں دن کا سورج طلوع ہووے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں انہیں اس سے پیچھے اتارا گیا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں کوئی بھی مسلمان بندہ نماز پڑھ کر اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ ضرور عطا فرمائے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سمجھتا ہوں کہ ان سے اس

حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس ساعت کو جانتا ہوں تو میں نے عرض کی کہ مجھے اس کی خبر دیجئے اور اس بارے میں بھل نہ سمجھتے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس تک ہے تو میں نے عرض کیا: تو عصر کے بعد یہ کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو بندہ مسلم نہیں پاتا اور وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے؟ اور اس وقت میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا: جو بیٹھ کر نماز کر نماز کا انتظار کرے تو وہ بھی نماز میں ہے۔ تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: تو وہ یہی ہے، اور اس حدیث میں طویل قصہ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور ان کے اس قول کہ "أخبرني بها ولا تضمن بها علي" کا معنی یہ ہے کہ مجھ پر بھل نہ کرو، اور "ضمن" بھل کو اور "ظنين" "تہمت زدہ شخص کو کہتے ہیں۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَكَلِمَتُ عِنْدَ الْوَيْلِ نَسَلَامٍ فَذَكَرْتُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِتِلْكَ السَّاعَةِ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضُنَّنِي بِهَا عَلَيَّ، قَالَ: بِنِي بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، قُلْتُ: فَكَيْفَ تَكُونُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي؟ وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلِّي فِيهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهَذَا ذَلِكَ: وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضُنَّنِي بِهَا عَلَيَّ: لَا تَبْخُلْ بِهَا عَلَيَّ، وَالظُّنُّ: الْبَخْلُ، وَالظُّنِينُ: الْمُتَهَّمُونَ

ترمذی حدیث 489: (المجم الاوسط، باب اللالف، من اسرار احمد، حدیث 136، ج 1، ص 49، دار المعرفین قاہرہ)

ترمذی حدیث 490: (سنن ابن ماجہ، کتاب القدر والصلوات والسنن لئما، باب ماجاء فی الساعۃ اتی فی ترمذی۔۔۔ حدیث 1138، ج 1، ص 360، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

ترمذی حدیث 491: (ترمذی، کتاب الحدیث، باب الحدیث، حدیث 935، ج 2، ص 13، دار طوق النجاة، بیروت، کتاب الحدیث، باب فی الساعۃ اتی فی یوم الحدیث، حدیث 852، ج 2، ص 583، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القدر والصلوات والسنن لئما، باب ماجاء فی الساعۃ اتی فی ترمذی۔۔۔ حدیث 1137، ج 1، ص 360، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

شرح حدیث

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جس بھی شے کا سوال کرے گا اللہ عزوجل اسے وہ عطا فرمائے گا)) مسند احمد میں اتنا

(توت المصنوعی، ابواب اصلاح، ج 1، ص 214، جامعہ ترمذی، مکتبہ المکتبہ)

زائد ہے: جب تک گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ کرے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((جس ساعت کی جمعہ والے دن امید کی جاتی ہے)) یعنی جس ساعت میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الہزہ، ج 1، ص 226، مکتبہ الامام الشافعی، ریاض)

یوم جمعہ کی ساعت قبولیت اور اس کی تعیین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ فِي

الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أُعْطِيَ إِيَّاهُ)) جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ اگر

اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دے گا۔

(صحیح مسلم، باب فی الساعۃ الّتی فی یوم الجمعہ، ج 2، ص 584، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا: ((فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ إِيَّاهُ)) اس

میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور حال یہ ہو کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، اس وقت اللہ تعالیٰ سے

(صحیح بخاری، باب الساعۃ الّتی فی یوم الجمعہ، ج 2، ص 13، دار طوق النہاد)

بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دے گا۔

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ((وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيْفَةٌ) کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔

(صحیح مسلم، باب فی الساعۃ الّتی فی یوم الجمعہ، ج 2، ص 584، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رہا یہ کہ وہ کون سا وقت ہے اس میں روایتیں بہت ہیں ان میں دو قوی ہیں ایک روایت یہ کہ امام کے خطبہ کے لیے

پہنچنے سے ختم نماز تک ہے۔ اس حدیث کو مسلم ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ((هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تَقْضَى الصَّلَاةُ)) ترجمہ: یہ ساعت امام کے خطبہ

کے لیے بیٹھنے سے شتم نماز تک ہے۔ (صحیح مسلم، باب فی السجود، ج 2، ص 284، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور دوسری یہ کہ "وہ جمعہ کی کھجلی ساعت ہے۔" امام مالک والیوداود و ترمذی و نسائی و احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ((عَرَجْتُ إِلَى الطَّوْرِ، فَلَقِيْتُ كَعْبَ الْأَحْبَارِ، فَبَجَلَسْتُ مَعَهُ، فَحَدَّثَنِي عَنِ التَّوْرَةِ وَحَدَّثَنِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيهَا حَدِيثُهُ أَنْ قُلْتُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خَلْقُ آدَمَ، وَفِيهِ أُهْبَطَ، وَفِيهِ نَسِبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ مَاتَ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، وَمَا مِنْ دَائِبَةٍ إِلَّا وَهِيَ مُصِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينَ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، شَقَقْنَا مِنَ السَّاعَةِ: إِلَّا الْجَنِّ وَالنَّاسِ وَفِيهَا سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ لِيَأْتَهُ، قَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمًا، فَقُلْتُ: بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَرَأَ كَعْبُ التَّوْرَةَ فَقَالَ: صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) میں کوہ طور کی طرف گیا اور کعب احبار سے ملا ان کے پاس بیٹھا، انہوں نے مجھے تورات کی روایتیں سنائیں اور میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کیں، ان میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انھیں اترنے کا حکم ہوا اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں ان کا انتقال ہوا اور اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی جانور ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن صبح کے وقت آفتاب نکلنے تک قیامت کے ڈر سے چیختا نہ ہو سو آدمی اور جن کے اور اس میں ایک ایسا وقت ہے کہ مسلمان بندہ نماز پڑھنے میں اسے پالے تو اللہ تعالیٰ سے جس شے کا سوال کرے وہ اسے دے گا۔ کعب نے کہا سال میں ایسا ایک دن ہے؟ میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے، کعب نے تورات پڑھ کر کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔"

(مؤطا امام مالک، الاطعمی، باب ماجاء فی السجود، ج 2، ص 150، مؤسسۃ زاہد بن سلطان، ابوظہبی، الامارات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ((رَمَّ لَعْنَتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، فَحَدَّثَنِي بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبِ الْأَحْبَارِ، وَمَا حَدَّثَنِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ: قَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمًا، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبَ كَعْبٌ، فَقُلْتُ: ثُمَّ قَرَأَ كَعْبُ التَّوْرَةَ فَقَالَ: بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: قَدْ عَلِمْتُ آيَةَ سَاعَةٍ هِيَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضَنَّ عَلَيَّ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: وَكَيْفَ تَكُونُ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي، وَتِلْكَ سَاعَةٌ لَا يُصَلِّي فِيهَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ

حتیٰ یصلیٰ اقال ابو ہریرۃ نقلتہ بکی۔ قال: فہو ذلک)) ترجمہ: پھر میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہہا کہ ہمارے مجلس اور جمعہ کے بارے میں جو حدیث بیان کی تھی اس کا ذکر کیا اور یہ کہ کعب نے کہا تھا، یہ ہر سال میں ایک دن ہے، عبد اللہ بن سلام نے کہا کعب نے غلط کہا، میں نے کہا پھر کعب نے تو رات پڑھ کر کہا بلکہ وہ ساعت ہر جمعہ میں ہے، کہا کعب نے سچ کہا، پھر عبد اللہ بن سلام نے کہا تمہیں معلوم ہے یہ کون سی ساعت ہے؟ میں نے کہا مجھے بتاؤ اور نخل نہ کرو، کہا جمعہ کے دن کی چھلی ساعت ہے، میں نے کہا چھلی ساعت کیسے ہو سکتی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے مسلمان بندہ نماز پڑھتے ہیں اسے پائے اور وہ نماز کا وقت نہیں، عبد اللہ بن سلام نے کہا، کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جو کسی مجلس میں انتظار نماز میں بیٹھے وہ نماز میں ہے میں نے کہا ہاں، فرمایا تو ہے کہا تو وہ یہی ہے یعنی نماز پڑھنے سے نماز کا انتظار مراد ہے۔

(موسما نام مالک الاعظمی، باب ماجاء فی الساعۃ الیٰ یوم الجمعۃ، ج 2، ص 150، مؤسسہ ذابین سلطان، ابوظہبی، الامارات)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((التَّيْمُسُ وَالسَّاعَةُ الْيَتِي تَرْجَعِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى غَيْبِ بَوْبَةِ الشَّمْسِ)) ترجمہ: جمعہ کے دن جس ساعت کی خواہش کی جاتی ہے، اسے عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔

(جامع ترمذی، باب فی الساعۃ الیٰ یوم الجمعۃ، ج 2، ص 360، مصنف ابوی ہریر)

علامہ ابن عبد البر ساعت قبولیت کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) محمد بن قیس امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعبی نے فرمایا: جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت اس وقت شروع

ہوتی ہے جب خرید و فروخت حرام ہو جائے اور اس وقت تک ہوتی ہے جب خرید و فروخت حلال ہو جائے۔

(2) اسماعیل بن سالم امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعبی نے فرمایا: جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت امام کے خطبہ

کے لیے نکلنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

(3) امام ابن سیرین فرماتے ہیں: یہ وہ ساعت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھا کرتے

تھے۔

(4) حضرت عوف بن حمیرہ فرماتے ہیں: جمعہ والے دن یہ ساعت نماز کے قائم ہونے سے لے کر امام کے نماز سے

پھرنے تک ہے۔ (الاستاذ کارماہانی الساعۃ الیٰ یوم الجمعۃ، ج 2، ص 38، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ممکن ہے جمعہ کے دن قبولیت کی کئی گھنٹیاں ہوں، اور ان میں سے ساعت عظمیٰ اہم ہو یا ساعت قبولیت ایام جمعہ

میں گھومتی ہو جس طرح شب قدر کے بارے میں کہا گیا، اور احادیث وغیرہ میں جن ساعات کی تعیین کی گئی ہو یہ بقیہ ساعات پر

ترجیح رکھتی ہوں جیسا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں۔"

ساعت قبولیت میں جا لیں اقوال:

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ساعت قبولیت کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں:

- (1) یہ ساعت پہلے تھی بعد میں اٹھالی گئی۔
- (2) یہ ساعت موجود ہے مگر سال میں صرف ایک جمعہ میں۔
- (3) یہ ساعت تمام ایام میں مغلّی ہے جیسا کہ شب قدر۔
- (4) یہ ساعت جمعہ کے دن میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، امام غزالی اور امام طبری نے اسے راجح قرار دیا ہے۔
- (5) جب مؤذن صبح کی اذان دیتا ہے۔
- (6) فجر سے طلوع شمس تک۔
- (7) فجر سے طلوع شمس تک اور عصر سے غروب شمس تک۔
- (8) فجر سے طلوع شمس تک، عصر سے غروب شمس تک اور امام کے منبر سے اترنے سے لے کر تکبیر کہنے تک۔
- (9) اول ساعت سے لے کر طلوع شمس تک۔
- (10) طلوع شمس کے وقت۔
- (11) ایک باشت سورج بلند ہونے سے ایک ہاتھ بلند ہونے تک۔
- (12) دن کے تیسرے پہر کی آخری ساعت میں۔
- (13) زوال سے سایہ نصف ہاتھ ہونے تک۔
- (14) زوال سے سایہ ایک ہاتھ ہونے تک۔
- (15) جب سورج زائل ہو۔
- (16) جب مؤذن نماز جمعہ کے لیے اذان دے۔
- (17) زوال سے امام کے محراب میں داخل ہونے تک۔
- (18) زوال سے امام کے نکلنے تک۔

- (19) زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک۔
 - (20) امام کے نکلنے سے نماز کے قائم ہونے تک۔
 - (21) خروج امام کے وقت۔
 - (22) جس وقت سعی کی وجہ سے باقی کام حرام ہو جائیں اس وقت سے لے کر باقی کلام حلال ہونے تک۔
 - (23) اذان سے لے کر نماز کے اختتام تک۔
 - (24) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک۔
 - (25) اذان کے وقت، اقامت کے وقت اور تکبیر تحریمہ کے وقت۔
 - (26) ابتداء خطبہ سے لے کر خطبہ سے فراغت تک۔
 - (27) جب خطیب منبر پر بیٹھے اور خطبہ شروع کرے۔
 - (28) امام کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے درمیان۔
 - (29) امام کے منبر سے اترتے وقت۔
 - (30) نماز کھڑی ہونے سے لے کر امام کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے تک۔
 - (31) اقامت نماز سے لے کر تمامیت نماز تک۔
 - (32) وہ ساعت جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ پڑھا کرتے تھے۔
 - (33) عصر سے لے کر غروب آفتاب تک۔
 - (34) نماز عصر میں۔
 - (35) عصر کے بعد سے لے کر وقت اختیار تک۔
 - (36) عصر کے بعد مطلقاً۔
 - (37) وسط نہار سے لے کر آخر نہار کے قریب تک۔
 - (38) سورج کے زرد ہونے سے غروب آفتاب تک۔
 - (39) عصر سے آخر ساعت تک۔
 - (40) بعض سورج کے غروب ہونے سے لے کر مکمل غروب ہونے تک۔
- اور علامہ عینی بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو درست قرار دیا ہے کہ وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر

اختتام نماز تک ہے۔

لیکن القدر کی طرح اس کے ابہام میں فائدہ یہ ہے کہ کثرت نماز و دعا پر ابھارا جائے، اگر یہ ساعت معین ہوتی تو لوگ سستی کرتے اور اس کے علاوہ کو ترک کر دیتے۔

(فیض القدر، ج 2، ص 26، ص 157، مکتبہ انجمن اہل حق، ممبئی، مصر)

علامہ محمد بن اسماعیل عزالدین صنعانی فرماتے ہیں:

"علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعت باقی ہے یا اٹھالی گئی ہے، علامہ ابن عبدالبر نے دونوں اقوال حکایت کیے ہیں، اور جو کہتے ہیں باقی ہے ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ یوم جمعہ کے وقت معینہ میں ہے یا غیر معینہ میں؟ اور جو عدم تعیین کا کہتے ہیں ان میں اختلاف ہے کہ یہ جمعہ کی ساعات میں منتقل ہوتی رہتی ہے یا نہیں؟ اس میں دونوں طرح کے اقوال ہیں، اور جو اس ساعت کی تعیین کا کہتے ہیں، ان کے درمیان اس کی تعیین میں اختلاف ہے اس بارے میں گیارہ اقوال ہیں، ابن قیم نے کہا کہ ان اقوال میں اربع الاقوال یہ ہے کہ یہ ساعت بعد عصر ہے اور کہا کہ اکثر سلف اسی پر ہیں اور اسی پر اکثر احادیث ہیں۔"

(العقود شرح الجامع الصغیر، المیزان مع الامام، ج 3، ص 184، مکتبہ دار السلام، ریاض)

باب نمبر 349

مَا جَاءَ فِي الْأَغْتِسَالِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنا

حدیث: حضرت سیدنا سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے۔ اور اس باب میں عمر، ابو سعید، جابر، براء، عائشہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث: اور زہری عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے وہ اپنے والد سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث اسی طرح روایت کرتے ہیں اور ابن شہاب بھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے وہ اپنے والد سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

اور محمد کہتے ہیں: زہری کی سالم سے ان کی اپنے والد سے اور عبد اللہ بن عبد اللہ کی اپنے والد سے روایت کردہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

اور بعض اصحاب زہری امام زہری سے، وہ اب عبد اللہ بن عمر سے وہ عبد اللہ بن عمر اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن کے بارے میں غسل کے حوالے سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

492- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَجَابِرٍ، وَالْبَرَاءِ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى:

حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

493- وَرَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَلَهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ، "وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ: عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي آلُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَقَدْ رَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث: سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے درمیان عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے جبھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص داخل ہوا تو ارشاد فرمایا: یہ کون سی وقت ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا میں نے نداسنی اور وضو کرنے پر زیادتی نہیں کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اور وضو ہی حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث: محمد بن ابان نے بھی چند واسطوں سے زہری سے اس حدیث کو بیان کیا اور امام مالک نے اس حدیث کو زہری سے وہ سالم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: ہمارے درمیان عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا رہے تھے تو انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا اور میں نے محمد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: زہری کی سالم سے وہ اپنے باپ سے روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔ محمد کہتے ہیں: اور امام مالک رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے اس حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
أَيْضًا، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

494- رَوَاهُ يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ

الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، بَيْنَمَا عَمَّرُ بْنُ
الْحَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ

مِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: آيَةُ
سَاعَةٍ هَذِهِ؟ فَقَالَ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ

وَمَا زِدْتُ عَلَى أَنْ تَوَضَّأْتُ، قَالَ: وَالْوُضُوءُ
أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْغُسْلِ

495- حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ
الزُّهْرِيِّ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
الثَّيْبِيُّ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا

الْحَدِيثِ. وَرَوَى مَالِكٌ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنِ
الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: بَيْنَمَا عَمَّرُ يَخْطُبُ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَسَأَلْتُ
مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا، فَقَالَ: الصَّحِيحُ حَدِيثٌ

الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ
رَوَى عَنِ مَالِكٍ أَيْضًا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ نَحْوُ هَذَا الْحَدِيثِ

ترتیب حدیث 492: (صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل الغسل یوم الحجۃ، حدیث 877، ج 2، ص 2، دار طوق النہایت، صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث 844، ج 2، ص 579، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب القیمۃ، باب ما جاء فی الغسل یوم الحجۃ، حدیث 1088، ج 1، ص 388، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

ترتیب حدیث 493:

ترتیب حدیث 494: (صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل الغسل یوم الحجۃ، حدیث 878، ج 2، ص 2، دار طوق النہایت، صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث 845، ج 2، ص 580، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الحجۃ، حدیث 340، ج 1، ص 94، الکتب المصریہ، بیروت)

ترتیب حدیث 495:

باب نمبر 350

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمع کے دن غسل کرنے کی فضیلت

حدیث: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل کرے اور کروائے اور اول وقت میں مسجد آئے اور قریب ہو کر بیٹھے اور غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور قیام کا اجر ہے۔

محمود کہتے ہیں: وکیع نے کہا: جو خود غسل کرے اور اپنی عورت کو غسل کروائے اور عبد اللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں فرمایا: جو اپنا سر دھوئے اور غسل کرے۔

اور اس باب میں ابو بکر، عمران بن حصین، سلمان، ابو ذر، ابو سعید، عبد اللہ بن عمر اور ابو ایوب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت اوس بن اوس کی حدیث حسن ہے۔ اور ابوشعث صنعانی کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔

496- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، وَأَبِي جَنَابٍ يَحْيَى بْنُ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَيْسَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنَعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَلَ، وَبَكَرَ وَابْتَكَرَ، وَذَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوبَهَا أَجْرُ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا قَالَ مُحَمَّدُ: قَالَ وَكِيعٌ: اغْتَسَلَ هُوَ وَغَسَلَ امْرَأَتَهُ، وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ: أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: "مَنْ غَسَلَ وَاغْتَسَلَ: يَعْنِي غَسَلَ رَأْسَهُ وَاغْتَسَلَ" وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَأَبُو الْأَشْعَثِ الصَّنَعَانِيُّ اسْمُهُ شَرَّاحِيلُ بْنُ آدَةَ

ترجمہ حدیث 496: (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعہ، حدیث 345، ج 1، ص 95، الکفۃ المصریۃ، بیروت، سنن نسائی، کتاب الجمعہ، باب فضل غسل یوم الجمعہ، حدیث 1381، ج 3، ص 95، موسسۃ الرسالہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب القلۃ الصلوٰۃ والسنۃ لیسما، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعہ، حدیث 1087، ج 1، ص 346، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 351

فِي الْوُضُوءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن وضو کرنا

حدیث: حضرت سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن وضو کرے تو کافی ہے اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور

حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہا کی

حدیث، حدیث حسن ہے۔

اور بعض اصحاب قتادہ نے یہ حدیث قتادہ سے، وہ

حسن سے، وہ حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے

ہیں اور بعض نے اسے قتادہ سے، وہ حسن سے وہ نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کرتے ہیں، اور اسی پر نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد کے حضرات کا اسی پر عمل

ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن غسل کرنے کو اختیار فرمایا اور

ان کی رائے یہ ہے کہ جمعہ کے دن وضو بجائے غسل کے

کفایت کرے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور وہ دلیل

جو اس بات پر دلالت کرتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ

کے دن غسل کا حکم دینا اختیاری ہے نہ کہ وجوبی، وہ حدیث عمر

ہے جب انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اور وضو ہی

497- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ

الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَفْيَانَ

الْبَجْدَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ

الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: قَالَ:

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَتَعَمَّتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ

أَفْضَلُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ،

وَأَنَسٍ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ

حَسَنٌ، قَدْ رَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ بِهَذَا

الْحَدِيثِ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ،

وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، "وَالْعَمَلُ عَلَى

بِهَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: اخْتَارُوا الْغُسْلَ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَأَوْا أَنْ يُجْزَى الْوُضُوءُ مِنَ

الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ " قَالَ الشَّافِعِيُّ: "وَمَا

يَدُلُّ عَلَى أَنْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنَّهُ عَلَى الْإِخْتِيَارِ لَا عَلَى

الْوُجُوبِ حَدِيثُ عُمَرَ، حَيْثُ قَالَ لِعُثْمَانَ:

حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم ارشاد فرمایا ہے تو اگر وہ جانتے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اگر وجوب پر ہوتا نہ کہ اختیار پر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نہ چھوڑتے حتیٰ کہ انہیں واپس لوٹا دیتے اور انہیں فرماتے کہ واپس لوٹ جائیں اور غسل کر کے آجائیں اور علم کے باوجود آپ پر یہ بات مخفی نہ رہتی لیکن اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنے میں فضیلت ہے، وجوب نہیں ہے جو آدمی پر اس بارے میں واجب ہو۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے وضو کیا تو اچھا وضو کیا پھر وہ جمعہ کو آئے تو وہ قریب ہو کر بیٹھے اور غور سے سنے اور خاموش رہے تو اس کے دو جمعوں کے مابین گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی اور تین دن زیادہ اور جس نے کٹکری کوچھو تو اس نے ٹھوکیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

وَالْوُضُوءُ أَيضًا، وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلَوْ عَلِمْنَا أَنَّ أَمْرَهُ عَلَى الْوُجُوبِ لَا عَلَى الْإِخْتِيَارِ لَمْ يَتْرُكْ عُمَرُ عُثْمَانَ حَتَّى يَرُدَّهُ، وَيَقُولَ لَهُ: ازْجِعْ فَأَغْتَسِلَ، وَلَمَّا خَفِيَ عَلَى عُثْمَانَ ذَلِكَ مَعَ عِلْمِهِ، وَلَكِنْ دَلَّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ فَضْلٌ مِنْ غَيْرِ وَجُوبٍ، يَجِبُ عَلَى الْمَرْءِ فِي ذَلِكَ " 498- حَدَّثَنَا يَسَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا، قَالَ أَبُو عَيْسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۴

ترجمہ حدیث 497: (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الغسل یوم الجمعہ، حدیث 354، ج 1، ص 97، المکتبۃ العصریہ، بیروت) * سنن نسائی، کتاب الجمعہ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعہ، حدیث 1380، ج 3، ص 94، موسسۃ الرسالہ، بیروت) * ترجمہ حدیث 498: (صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب الغسل من اتبع وأصحت فی الطہرۃ۔۔۔ الخ، حدیث 857، ج 2، ص 588، دار احیاء التراث العربی، بیروت) * سنن ابی داؤد، ترجمہ ابواب الجمعہ، باب فضل الجمعہ، حدیث 1050، ج 1، ص 276، المکتبۃ العصریہ، بیروت) * سنن ابن ماجہ، کتاب القمۃ الصلوٰۃ والصلوٰۃ، باب ما جاء فی الرخصۃ فی ذلک، حدیث 1090، ج 1، ص 346، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوسلیمان بن حمد بن محمد المعروف بالخطابی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات پر دلالت ہے کہ یوم جمعہ غسل واجب نہیں ہے، اگر واجب ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکم کرتے کہ وہ واپس جائے اور غسل کرے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سکوت کرنا اور ان کے ساتھ جو دیگر صحابہ تھے ان کا سکوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں امر بطور استحباب ہی ہے، وجوب کے لیے نہیں۔"

(معالم السنن، من ابی ابی الغسل الخ، ج 1، ص 106، المطبعہ العلمیہ، حلب)

علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"(جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے)) غسل جمعہ پہلے واجب تھا، پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور استحباب باقی رہا، اس کی ناسخ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی یہ حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا تو اسے کافی ہے اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے، داؤد ظاہری کا مذہب وجوب ہی کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک قول وجوب کا حکایت کیا گیا ہے۔"

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ج 2، ص 472، 473، دارالوطن، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"(جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے)) یہاں امر استحباب کے لیے ہے جیسا کہ امام احمد، ملائکہ اور ابن خزیمہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جس نے وضو کیا تو اسے کافی ہے اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔"

(شرح مسند ابی حنیفہ، حدیث غسل الجمعہ، ج 1، ص 192، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

جمعہ کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کی فضیلت

(1) صحیح بخاری میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ، وَيَلْبَسُ مِنْ ثِيْبِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ جِلْبَابِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كَتَبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصَبُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)) جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس طہارت کی استطاعت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو ملے پھر نماز کو

نکلے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے۔ یعنی دو شخص بیٹھے ہوئے ہوں انھیں ہٹا کر بیچ میں نہ بیٹھے اور جو نماز اس کے لیے لکھی گئی ہے پڑھے اور امام جب خطبہ پڑھے تو چپ رہے، اس کے لیے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں مغفرت ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری، باب اللہ من الجمعہ، ج 2، ص 22، 3، در طوق النہار)

اور اسی کے قریب قریب حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی متعدد طرق سے روایتیں آئی ہیں۔

(2) احمد، ابوداؤد، ترمذی باقا دو تحسین، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم باقا دو صحیح حضرت اوس بن اوس اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، واللفظ للاول: ((مَنْ غَسَلَ وَأَغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَكْرَأُ كِتَابَكَ، وَمَشَى، وَكَلَّمَ يَرْكَبُ فِدْنًا مِنَ الْبُحَا، فَكَسْتُمْ، وَكَلَّمَ يَكْفُو كَانُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أُجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا)) جو نہلائے اور نہلائے اور اول وقت آئے اور شروع خطبہ میں شریک ہو اور چل کر آئے سواری پر نہ آئے اور امام سے قریب ہو اور کان لگا کر خطبہ سنے اور لٹوکا م نہ کرے، اس کے لیے ہر قدم کے بدلے سال بھر کا عمل ہے، ایک سال کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اس کے لیے اجر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، اوس بن اوس اشقی، ج 2، ص 26، 83، موسسہ المرسلات بیروت)

اور اسی کے مثل دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں۔

(3) بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((حَقُّ عَلَيَّ كُلِّ مُسْلِمٍ، أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسُهُ وَجَسَدُهُ)) ہر مسلمان پر سات دن میں ایک دن غسل ہے کہ اس دن میں مردھوئے اور بدن۔ (صحیح بخاری، باب من علی من لم یغسل من جمیع المسلمین وغیرہم، ج 2، ص 5، در طوق النہار)

(4) احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و دارمی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهَا وَنَعِمَتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، فیہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (جامع ترمذی، باب فی الاضواء، ج 2، ص 389، مسلم، ابوابی، مصر)

(5) ابوداؤد کرمہ سے روایت کرتے ہیں: ((أَنَّ أُنْكَسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءَ وَأَقْبَلُوا لِيْنِ عِيَّاسِ أَمْرِي الْفَسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ لَا، وَكَيْفَ أَطَهَّرُ، وَخَيْرٌ لِيْنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ)) عراق سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، یہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہلائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔

(سنن ابی داؤد، باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة، ج 1، ص 97، المکتبۃ المصریہ، بیروت)

(6) ابن ماجہ سے حسن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ هَذَا يَوْمٌ عَرِبِيٌّ جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ)) اس دن کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے لیے عید کیا تو جو جمعہ کو آئے وہ نہائے اور اگر خوشبو ہو تو لگائے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الرخصة یوم الجمعة، ج 1، ص 349، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(7) احمد و ترمذی سے حسن حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَكَيْفَ أَحَدُهُمْ مِنْ طِيبٍ أَهْلِيهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ كَهْ طِيبٍ)) مسلمان پر حق ہے کہ جمعہ کے دن نہائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے اور خوشبو نہ پائے تو پانی یعنی نہانا بجائے خوشبو ہے (جامع ترمذی، باب فی السواک والطیب یوم الجمعة، ج 2، ص 407، مطبعی البانی، مصر)

(8) طبرانی کبیر و اوسط میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: ((مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَفَّرَتْ ذُنُوبَهُ وَعَطَايَاهِ فَلَا أُخَذَ فِي الْمَشَى كُحَيْبٌ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَشْرُونَ حَسَنَةً)) ترجمہ: جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کیا تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(المجموع الکبیر، ابو یوسف، من ابی رجاہ بن عمران، ج 18، ص 39، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(9) اور دوسری روایت میں ہے: ((كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلٌ عِشْرِينَ سَنَةً فَاذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ أُجِزَ بِعَمَلِ مِائَتِي سَنَةٍ)) ترجمہ: ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دو سو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔

(المجموع الاوسط، ابن اسحاق، ج 3، ص 357، دار المعرفۃ، القاہرہ)

(10) طبرانی کبیر میں جزوایت ثقات حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرماتے ہیں: ((إِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَيَسْتَعْلَى الْعَطَايَا مِنْ أَصُولِ الشَّعْرِ اسْتِعْلَاةً)) جمعہ کا غسل بال کی جڑوں سے خطائیں کھینچ لیتا ہے۔

(المجموع الکبیر، ابن ابی امامہ، ج 8، ص 258، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ)

جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علاء الدین حصکلی حنفی (متوفی 1088ھ) فرماتے ہیں: غسل جمعہ سنت ہے۔

(الدر المختار سنن الخلیل، ج 1، ص 168، دار الفکر بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں: یہ سنن الزوائد میں سے ہے، لہذا اس کے ترک پر عتاب نہیں جیسا کہ قسطنطینی میں ہے، ہمارے بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ یہ چار غسل (جس میں غسل جمعہ بھی ہے) مستحب ہیں، اصل میں موجود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ غسل جمعہ حسن ہے، شرح منیہ میں ذکر کیا کہ یہی اصح ہے اور فتح القدیر میں اسے قوی قرار دیا ہے، مگر علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ امیر ابن حاج نے حلیہ میں استظهار کیا ہے کہ جمعہ کے غسل سنت ہے اس پر مواظبت منقول ہونے کی وجہ سے، انہوں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اس کے ساتھ عدم وجوب کے بھی دلائل دیئے ہیں۔

(الدر المختار زور داکنار، سنن الخلیل، ج 1، ص 168، دار الفکر بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابولولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"غسل کی کئی اقسام ہیں: واجب، مسنون اور مستحب۔ واجب جنابت، حیض اور نفاس سے غسل کرنا ہے، مسنون غسل

(القدرات الحمدات، ج 1، ص 66، دار الفکر الاسلامی، بیروت)

جمعہ ہے اور مستحب عیدین کا غسل ہے....."

علامہ ذرقانی مالکی فرماتے ہیں: جو نماز جمعہ کا ارادہ کرے اس کے لیے دن میں غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(ذرقانی، ج 2، ص 62)

شوافع کا موقف:

علامہ شربینی شافعی فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے لیے حاضر ہو اس کے لیے غسل سنت ہے اور کہا گیا کہ جمعہ والے دن غسل

(مشیح الحج، ج 1، ص 290)

سنت ہے نماز جمعہ کے لیے حاضر ہو یا نہ ہو۔

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: جو جمعہ کے لیے آئے اس کے لیے غسل مستحب ہے، اس کے استحباب میں کوئی

اختلاف نہیں اور اکثر اہل علم کے نزدیک واجب نہیں، اور انہوں نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهَا وَنِعَمَتْهُ وَمَنْ اغْتَسَلَ فَأَفْضَلَ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، فیہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی الوضوء یوم الجمعہ، ج 2، ص 369، مصنف ابوالہادی، مصر، المکتبۃ العلمیۃ لابن قدامہ، مسئلہ مستحب لمن اتى الجمعة ان یغتسل، ج 2، ص 256، مکتبۃ القاہرہ)

امام احمد بن حنبل سے ایک روایت اس کے واجب ہونے کی بھی ہے اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے کہ
 ((غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَكِمٍ)) ترجمہ: غسل جمعہ ہر اس پر واجب ہے جسے احتلام ہوتا ہے۔ متفق علیہ

(المغنی لابن قدامہ مسئلہ یستحب لمن اتى الجمعة ان يغتسل، ج 2، ص 256، مکتبہ القاہرہ)

غسل جمعہ نماز جمعہ کے لیے ہے یا یوم جمعہ کے لیے:

غسل جمعہ نماز جمعہ کے لیے ہے، یہی صحیح ہے، یہی ظاہر الروایہ ہے، اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے، امام حسن بن زیاد کہتے کہ یہ غسل یوم جمعہ کے لیے ہے اور یہ قول امام محمد کی طرف بھی منسوب ہے، اس اختلاف کا اثر اس شخص میں ظاہر ہوگا جس پر جمعہ فرض نہیں، امام ابو یوسف کے قول پر ایسے شخص پر غسل نہیں جبکہ امام حسن بن زیاد کے قول پر ہے۔ اس اختلاف کا اثر اس صورت میں بھی ظاہر ہوگا جب کسی کو غسل جمعہ کے بعد حدث ہو جائے اور وہ وضو کر کے نماز پڑھ لے تو امام حسن کے قول پر وہ غسل کی فضیلت پالے گا جبکہ امام ابو یوسف کے قول پر نہیں پائے گا۔
 (الدر المختار روز الجمار، سنن الغسل، ج 1، ص 169، دار الفکر، بیروت)
 مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک غسل جمعہ نماز جمعہ کے لیے ہے۔

(شوافع: مغنی الحاج، ج 1، ص 290، مالکیہ: زرقانی، ج 2، ص 62، حنابلہ: المغنی لابن قدامہ، مسئلہ یستحب لمن اتى الجمعة ان يغتسل، ج 2، ص 256، مکتبہ القاہرہ)

باب نمبر 352

مَا جَاءَ فِي التَّبَكِيرِ إِلَى الْجُمُعَةِ

جمعہ کے لئے جلدی نکلنا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل جنابت کرے پھر مسجد کو جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے سینگون والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی ایک کی قربانی کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک اٹھ صدقہ کیا تو جب امام نکلتا ہے تو فرشتوں ذکر سننے کے حاضر ہوتے ہیں۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

499. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيْ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَدَنَهُ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَقْرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّلَاثَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَسَمُرَةَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 499: (صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل یوم الجمعہ، حدیث 881، ج 2، ص 3، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الطیب والسواک یوم الجمعہ،

حدیث 850، ج 2، ص 582، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعہ، حدیث 351، ج 1، ص 94، المکتبۃ

اصحیہ بیروت، سنن نسائی، کتاب الحج، باب وقت الجمعہ، حدیث 1388، ج 3، ص 99، موسسة الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"(بدیئہ)) بدنہ کا اطلاق اونٹ اور گائے وغیرہ پر ہوتا ہے، امام مالک نے اسے اونٹ کے ساتھ خاص کیا ہے..... اسے بدنہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس کا بدن بڑا ہوتا ہے، اس حدیث پاک میں بدنہ سے مراد بالاتفاق اونٹ ہے کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔"

(شرح ابی داؤد للحنی، باب غسل یوم النحر، ج 2، ص 174، مکتبہ المرشدیہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"امام مالک اور بعض شوافع جیسا کہ امام الحرمین اس طرف گئے ہیں کہ یہاں ساعات سے مراد زوال کے بعد خفیف اوقات ہیں، کیونکہ "رواح" کا لغت میں معنی ہے زوال کے بعد جانا۔ اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس سے اول النہار یعنی دن کا ابتدائی حصہ مراد ہے، اور "رواح" کے بارے (زوال کے بعد جانے کا جو دعویٰ کیا گیا ہے، اس کے بارے) میں ازہری نے کہا کہ اس کا معنی مطلق طور پر جانا ہوتا ہے چاہے وہ دن کی ابتداء میں ہو یا آخر میں یا رات میں ہو۔ (جمہور کے نزدیک دن کے ابتدائی حصے میں مسجد کی طرف جانا مراد اس وجہ سے ہے) کیونکہ ساعات کا ذکر جمعہ کی طرف جلدی جانے پر ابھارنے کے لیے ہے اور اس میں ترغیب ہے فضیلت سبقت کی، انتظار جمعہ کی، نوافل اور ذکر میں مشغول ہونے کی، اور یہ زوال کے بعد جانے سے حاصل نہیں ہوگا، اہ۔ اور اسلاف تو جمعہ والے دن جامع مسجد کی طرف چراغ کی روشنی میں چل کر جاتے تھے، اور احیاء میں ہے کہ اسلام میں پہلی بدعت جو پیدا ہوئی وہ مساجد کی طرف جلدی جانے کا ترک ہے۔"

(مرآة الفلاح، باب العقیف والتکبیر، ج 3، ص 1031، مدار الفکر، بیروت)

نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں جانے کا ثواب

(1) بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و مالک و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَأَى فَكَانَ قَرَبًا بَدَنَةً، وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ قَرَبًا بَدَنَةً، وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَ قَرَبًا بَدَنَةً، وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ قَرَبًا بَدَنَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذُّكْرَ)) ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جائے تو گویا اس نے

اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا انڈا خرچ کیا، پھر جب امام خطبہ کو نکلا ملائکہ ذکر سننے حاضر ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب فضل الجمعة، ج 2، ص 3، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب الطیب والساواک، ج 2، ص 582، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) بخاری و مسلم وابن ماجہ کی دوسری روایت انہی سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَيَّ كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَأَلَّوْهُ فَلِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَّأُوا الصُّحُفَ وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)) جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ہونے والے کو لکھتے ہیں سب میں پہلا پھر اس کے بعد والا، (اس کے بعد وہی ثواب جو اوپر کی روایت میں مذکور ہوئے ذکر کیے) پھر امام جب خطبہ کو نکلا فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب ذکر الملائكة، ج 4، ص 111، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب فضل الحجج، ج 2، ص 587، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی کے مثل سمرہ بن جندبہ والیوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

(3) امام احمد و طبرانی کی روایت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تَقْعُدُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَعَهُمُ الصُّحُفُ يَكْتُبُونَ النَّاسَ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَّيَتِ الصُّحُفُ قُلْتُ: يَا أَبَا أَمَامَةَ لِمَنْ لَمَنْ جَاءَ بَعْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ جُمُعَةً؟ قَالَ: بَلَى. وَلَكِنْ لِمَنْ مِمَّنْ يَكْتُبُ فِي الصُّحُفِ)) ترجمہ: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں، ان کے پاس صحائف ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے نام لکھتے ہیں، جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے دفتر طے کر لیتے ہیں، کسی نے ان سے کہا، تو جو شخص امام کے نکلنے کے بعد آئے اس کا جمعہ نہ ہوا؟ کہا، ہاں ہوا، لیکن وہ دفتر میں نہیں لکھا گیا۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی امامہ الباہلی، ج 36، ص 602، مؤسسة الرسالة، بیروت)

(4) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا إِلَى جَهَنَّمَ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلا گئیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء في كراهية الخطى يوم الجمعة، ج 2، ص 388، مصنف الباہلی، مصر)

اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ و ابن ماجہ و ابن ماجہ و ابن ماجہ سے روایت کرتے ہیں اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور تمام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی، باب ما جاء في كراهية الخطى يوم الجمعة، ج 2، ص 388، مصنف الباہلی، مصر)

صدر الشریعہ مفتی احمد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باب نمبر 353

مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ مِنْ غَيْرِ عُدُوِّ

بغیر عذر کے جمعہ کو ترک کرنا

حدیث: حضرت ابو جعد یعنی ضمیری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے اور انہیں محمد بن عمرو کے زعم کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کو تین مرتبہ سستی کرتے ہوئے ترک کرے اللہ عزوجل اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو الجعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور میں نے محمد سے حضرت ابو الجعد الضمیری رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے حوالے سے پوچھا تو وہ اس کا نام نہ جانتے تھے اور انہوں نے فرمایا: میں ان کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ صرف یہی حدیث جانتا ہوں اور اس حدیث کو ہم محمد بن عمرو کے حوالے سے ہی جانتے ہیں۔

500- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ:

أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَمِيْدَةَ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الْجَعْدِ يَعْزِي الضَّمْرِيُّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ فِيمَا زَعَمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوَنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَسَمُرَةَ، قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ أَبِي الْجَعْدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا: عَنْ اسْمِ أَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ فَلَمْ يَعْرِفْ اسْمَهُ، وَقَالَ: لَا أَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بَدَأَ الْحَدِيثَ: وَلَا نَعْرِفُ بَدَأَ الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

ترجمہ حدیث 500: (سنن نسائی، کتاب الجمعة، باب الجعد یعنی اٹھلک من الجمعة، حدیث 1369، ج 3، ص 88، موسسة الرسال، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن عبد البر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

((جو جھوٹے سستی کرتے ہوئے ترک کرے اللہ مزدمل اس کے دل پر مہر لگا دے گا)) یہ بڑی سخت وعید ہے کیونکہ جس کے دل پر مہر لگا دی جائے گی تو وہ نیکی کو نیکی نہیں جانے گا اور برائی کو برائی جان کر اس سے نفرت نہیں کرے گا۔

(الاسد کار، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج 2، ص 55، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

مول پر مہر لگا دی جاتی ہے یعنی اس تک خیر کے پہنچنے کو روک دیا جاتا ہے، اور کہا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے منافق لکھ دیا جاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب دجر بہا، ج 3، ص 1024، دارالکتب، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں:

((اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا)) یعنی اس کے دل پر پردہ ڈال دے گا، اور اپنے الطاف اس سے روک دے گا لہذا خیر اور بھلائی میں سے کوئی چیز اس تک نہ پہنچے گی یا اس کے اندر جہالت، جفا اور سختی رکھ دے گا، یا اس کے دل کو منافق کا دل بنا دے گا۔

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب القراءۃ فی صلاۃ، ج 1، ص 409، مکتبۃ اشاعت الدینیۃ، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

((سستی و تہاون کے طور پر ترک کرے)) یعنی اس کے معاملہ میں قلتِ اہتمام کرتے ہوئے، نہ کہ اس کے ساتھ استخفاف کے طور پر ترک کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کے ساتھ استخفاف کرنا کفر ہے۔ عراقی نے کہا کہ تہاوناً ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلا عذر ترک کرے۔

(ملاوۃ السنن علی سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی ترک الخ، ج 1، ص 346، دارالکتب، بیروت)

علامہ سلیمان بن خلف قرطبی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث پاک نماز جمعہ کی ادائیگی کے ضروری ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کے ساتھ قرآن مجید میں بھی اس کا حکم موجود ہے۔"

(المکمل شرح الموطا، القراءۃ فی صلاۃ الجمعۃ، ج 1، ص 204، مطبعۃ المسعودی، مصر)

فضائل نماز جمعہ

(1) مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ خُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَفَّأَ)) جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کے لیے مغفرت ہو جائے گی ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن اور۔ اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لغو کیا یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہو اسے ہٹا دئے۔

(صحیح مسلم، باب فضل من استمع، ج 2، ص 588، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) طبرانی کی روایت حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((الْجُمُعَةُ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ (الأنعام، آیت 160)) جمعہ کفارہ ہے ان گناہوں کے لیے جو اس جمعہ اور اس کے بعد والے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن زیادہ اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو ایک نیکی کرے، اس کے لیے دس مثل ہے۔

(الحکم الکبیر للطبرانی، ج 3، ص 298، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(3) ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((خَمْسٌ مِنْ عَمَلِنَّ فِي يَوْمِ كَتَبَهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ: مَنْ عَادَ مَرِيضَهُ، وَشَهِدَ جَنَازَتَهُ، وَصَامَ يَوْمَهُ، وَرَاحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَأَعْتَقَ رَقَبَةً)) پانچ چیزیں جو ایک دن میں کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا: (1) جو مریض کو پوچھنے جائے اور (2) جنازے میں حاضر ہو اور (3) روزہ رکھے اور (4) جمعہ کو جائے اور (5) غلام آزاد کرے۔

(صحیح ابن حبان، ملاء الجمعہ، ذکر بیان بان افضل الايام الخ، ج 7، ص 5، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) ترمذی بافادہ صحیح و تصحیح و تحسین راوی، کہ یزید بن ابی مریم کہتے ہیں: ((لِحَقِيقِي عَمَّابِيَّةُ بِنُ رِفَاعَةَ بِنُ رَافِعٍ، وَأَنَا مَأْشِي إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ: أَبَشِّرُ، فَإِنَّ خُطْبَاكَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سَمِعْتُ أَبَا عَبْسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَيَّ النَّارِ)) ترجمہ: میں جمعہ کو جاتا تھا، عباہیہ بن رفاعہ بن رافع ملے، انہوں نے کہا: تمہیں بشارت ہو کہ تمہارے یہ قدم اللہ کی راہ میں ہیں، میں نے حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے قدم اللہ عزوجل کی راہ میں گروا لو وہوں وہ آگ پر حرام ہیں۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء في فضل من امرت الخ، ج 4، ص 170، مطبوعی البانی، مصر)

اور بخاری کی روایت میں یوں ہے، کہ عباہیہ کہتے ہیں: میں جمعہ کو جا رہا تھا، حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب المشی الی الجمعہ، ج 1، ص 313)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا۔

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں

- (1) مسلم حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر سے اور نسائی وابن ماجہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَيْسَتْ مِنْكُمْ أُمَّوَاءٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْفَاقِلِينَ)) لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر فاقلین میں ہو جائیں گے۔
(صحیح مسلم، باب انقطاع من ترك الجمعة، ج 2، ص 581، دار احیاء التراث العربی، بیروت)
- (2) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوَنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ)) جو تین جمعے سستی کی وجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دے گا۔ اس کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی وابن ماجہ و دارمی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم حضرت ابوالجعد ضمری سے اور امام مالک نے حضرت صفوان بن سلیم سے اور امام احمد نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔
(جامع ترمذی، باب اجابتی ترك الجمعة، ج 2، ص 373، مکتبۃ الباب، بیروت)
- ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا: صحیح بر شرط مسلم ہے۔
- (3) اور ابن خزیمہ و حبان کی ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ عِنْدَ فَهْوٍ مَنَافِقٍ)) "جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے وہ منافق ہے۔"
(صحیح ابن حبان، باب اجابتی الشکر والفاق، ج 1، ص 482، مؤسسة الرسالة، بیروت)
- (4) اور زین کی روایت میں ہے: ((فَقَدْ بَرِيءٌ مِنَ اللَّهِ)) وہ اللہ عزوجل سے بے علاقہ ہے۔
(الترغیب والترہیب للہذری، کتاب الجمعة، الترتیب من ترك الجمعة بغير عذر، ج 1، ص 295، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
- (5) اور طبرانی کی روایت حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُدُوٍ كُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ)) (ترجمہ: جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے وہ منافقین میں لکھ دیا گیا۔)
(المجموع الکبیر، باب اجابتی المرأة، ج 1، ص 170، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ)
- (6) اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَا يُمَحَىٰ وَلَا يُمَدَّلُ)) جس نے بغیر ضرورت جمعہ ترک کیا وہ منافق لکھ دیا گیا اس کتاب میں جو نہ محو ہو نہ بدلی جائے۔
(مسند الامام شافعی، من کتاب کتاب الجمعة، ص 70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
- (7) اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمُعٍ مَتَوَالِيَاتٍ فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهِ)) جو تین جمعے پے در پے چھوڑے اس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ اس کو ابو یعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند

(مسند ابی یحییٰ، مسند ابن عباس، ج 5، ص 102، دارالماہون للتراث، دمشق)

صحیح روایت کیا۔

(8) احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ تَوَكَّأَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ، فَلَمْ تَصَدَّقْ بِدِينَارٍ، فَإِنَّ لَهُ يَجِدُ فَيَبْصُفُ بِدِينَارٍ)) جو بغیر عذر جمعہ چھوڑے، ایک دینار صدقہ دے اور اگر نہ پائے تو آدھا دینار۔ (سنن ابی داؤد، باب کفارہ من ترکها، ج 1، ص 277، المكتبة العصرية، بیروت)

اور یہ دینار تصدق کرنا شاید اس لیے ہو کہ قبول توبہ کے لیے معین ہو ورنہ حقیقتہً توبہ کرنا فرض ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 758، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(9) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَحْرَقَ عَلَيَّ رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بِيوتِهِمْ)) میں نے قصد کیا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے، ان کے گھروں کو جلا دوں۔

(صحیح مسلم، باب فضل التجمیر، ج 1، ص 452، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(10) ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور فرمایا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَيَا بَدْرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوا، وَصَلُّوا الْيَوْمَ الَّذِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةٍ ذَكَرَكُمْ لَهُ، وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ فِي السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تَرْزُقُوا وَتَنْصَرُوا وَتَجْبِرُوا، وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ قَدِ انْتَرَضَ عَلَيْكُمْ الْجُمُعَةَ فِي مَقَامِي هَذَا، فِي يَوْمِي هَذَا، فِي شَهْرِي هَذَا، مِنْ عَامِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي أَوْ بَعْدِي، وَلَهُ إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ جَائِرٌ، اسْتِخْفَافًا بِهَا، أَوْ جُحُودًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللَّهُ لَهُ شَمْلَهُ، وَلَا بَارَكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ، إِلَّا وَلَا صَلَاةَ لَهُ، وَلَا زَكَاةَ لَهُ، وَلَا حَجَّ لَهُ، وَلَا صَوْمَ لَهُ، وَلَا بَرَّ لَهُ حَتَّى يَتُوبَ، فَمَنْ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ)) اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرو اور مشغول ہونے سے پہلے نیک کاموں کی طرف سبقت کرو اور یاد خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان ہیں ملاؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں روزی دی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری مشکلتگی دور فرمائی جائے گی اور جان لو کہ اس جگہ اس دن اس سال میں قیامت تک کے لیے اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض کیا، جو شخص میری حیات میں یا میرے بعد ہلکا جان کر اور بطور انکار جمعہ چھوڑے اور اس کے لیے کوئی امام یعنی حاکم اسلام ہو عادل یا ظالم تو اللہ تعالیٰ نہ اس کی پراگندگی کو جمع فرمائے گا، نہ اس کے کام میں برکت دے گا، خبردار اس کے لیے نہ نماز ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ، نہ نیکی جب تک توبہ نہ کرے اور جو توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی فرض الجمعة، ج 1، ص 343، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(11) ابو قحطنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَمْلُوكًا .

فَمَنْ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اس پر جمعہ کے دن (نماز) جمعہ فرض ہے مگر مریض یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام پر اور جو شخص کھیل یا تجارت میں مشغول رہا تو اللہ عزوجل اس سے بے پروا ہے اور اللہ عزوجل غنی حمید ہے۔

(سنن دارقطنی، باب من تجب علیہ الجمعة، ج 2، ص 305، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

باب نمبر 354

مَا جَاءَ مِنْكُمْ تَوَقُّفُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے لئے کتنے فاصلہ سے جائے

حدیث: اہل قباء کے ایک شخص اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے فرمایا: ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ ہم قباء سے جمعہ کے لئے حاضر ہوا کریں۔

اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس باب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی حدیث صحیح مروی نہیں ہے۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: جو رات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اسے صرف معمارک بن عباس، عبد اللہ بن سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں اور یحییٰ بن سعید القطان نے اس حدیث کے حوالے سے عبد اللہ بن سعید مقبری کی تصحیف کی ہے اور جس پر جمعہ لازم ہے اہل کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے۔ تو بعض اہل علم نے فرمایا: جمعہ اس پر لازم ہے کہ جو رات اپنے گھر میں گزار سکے اور بعض نے فرمایا: جمعہ صرف اسی پر واجب ہے کہ جواز ان کی آواز سے اور یہ امام

501- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَمُحَمَّدُ

بْنُ مَدُوْنِيَّةٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْقَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ قَبَاءَ عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَّهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قَبَاءَ هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَلَا يَصِحُّ فِي هَذَا الْبَابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ

وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى أَهْلِهِ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ، إِنَّمَا يَرَوِي عَنْ هَذَا حَدِيثٍ مُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، وَضَعَفَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، فِي الْحَدِيثِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى مَنْزِلِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ إِلَّا عَلَى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ، وَهُوَ قَوْلُ

الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

502 سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ :

كُنَّا عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوا عَلِيَّ مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ، فَلَمْ يَذْكُرْ أَحْمَدُ فِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: فَقُلْتُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِيهِ " : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحْمَدُ: عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ "

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ

نُصَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ عَلَيَّ مِنْ آوَاهِ اللَّيْلِ إِلَى أَهْلِهَا قَالَ: فَغَضِبَ عَلَيَّ أَحْمَدُ وَقَالَ: اسْتَغْفِرُ رَبِّيكَ اسْتَغْفِرُ رَبِّيكَ " : إِنَّمَا فَعَلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هَذَا لِأَنَّهُ لَمْ يَعُدْ هَذَا الْحَدِيثَ شَيْئًا وَضَعْفَهُ

إِخَالِ إِسْنَادِهِ

ترجمہ حدیث 501:

ترجمہ حدیث 502:

شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

حدیث: میں نے احمد بن حسن کو فرماتے ہوئے

سنا کہ: ہم امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان

لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ جن پر جمعہ واجب ہے تو امام احمد رضی اللہ

عنہ نے اس حوالے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ

کچھ بھی ذکر نہ فرمایا۔ احمد بن حسن کہتے ہیں: تو میں نے احمد

بن حنبل رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس بارے میں نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث مروی

ہے، تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تو

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

احمد بن حسن بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ”جمعہ اس شخص پر ہے کہ جو رات اپنے گھر میں

گزار سکے۔“ فرماتے ہیں تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ مجھ پر

غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اپنے رب سے معافی مانگو

، اپنے رب سے معافی مانگو۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے

ایسا اس لئے کیا کہ وہ اس حدیث کو کچھ بھی شمار نہ کرتے تھے

اور اس کی سند کی وجہ سے اس کی تصحیف کرتے تھے۔

شرح حدیث

علامہ عبدالرزاق مناوی فرماتے ہیں:

"(جورات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے) یعنی ہر اس شخص پر جمعہ واجب ہے جو ایسی جگہ ہو کہ اگر وہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے آئے تو نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رات سے پہلے اپنے مکان کی طرف لوٹ کر جانا ممکن ہو۔"

(تیسرے شرح المایع الصغیر ج 1، ص 16، ج 1، ص 489، مکتبہ الامام عثمانی)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"مظہر نے کہا کہ اس حدیث پاک (جورات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر نماز جمعہ لازم ہے جو جس جگہ رہ رہا ہے اس جگہ اور جس جگہ نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہے دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ ادائیگی جمعہ کے بعد رات سے پہلے اپنے ٹھکانے پر واپس آسکے، اسی کے قائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں.... علامہ ابن ہمام نے فرمایا: جو توابع مصر میں ہو تو اس کا حکم و وجوب جمعہ میں اہل مصر ہی کی طرح ہے، اور توابع مصر میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ اگر اس جگہ میں شہر سے اذان کی آواز آتی ہے تو وہ توابع مصر میں سے ہے ورنہ نہیں، اور انہی سے ایک روایت یہ ہے کہ تین فرسخ (نومیل) کے فاصلے میں جمعہ واجب ہے۔ اور بعض نے کہا ایک میل کے فاصلے پر واجب ہے اور کہا گیا کہ دو میل کے فاصلے سے واجب ہے اور ایک قول چھ میل کا بھی ہے اور کہا گیا کہ اگر یہ ممکن ہو کہ نماز جمعہ کے لیے حاضر ہو اور پھر نماز جمعہ پڑھ کر بلا تکلف اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آئے تو جمعہ واجب ہے ورنہ نہیں، صاحب بدائع نے کہا یہ قول حسن ہے۔"

(برقۃ الفاع، باب وجوبہا، ج 3، ص 1025، دار الفکر بیروت)

کتنے فاصلے سے جمعہ کے لیے جائے، مذاہب ائمہاحناف کا موقف:

جو جگہ شہر سے قریب ہے مگر شہر کی ضرورتوں کے لیے نہ ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصلہ ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں اگرچہ اذان جمعہ کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو۔
(ماگیری، کتاب اصلاح، الباب السادس عشر فی اصلاح الجسد، ج 1، ص 145)

مگر اکثر آئمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے بلکہ بعض نے تو یہ فرمایا کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس باہر جاسکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے۔
(الدر المنثور، کتاب اصلاح، باب الجسد، ج 3، ص 30)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا دونوں جزئیات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لہذا جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انہیں چاہیے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ جائیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 763، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مالکہ کا موقف:

علامہ ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں:

"جمعہ اس پر واجب ہے جو شہر میں ہو یا شہر سے باہر تین میل یا اس سے کم فاصلے پر ہو کیونکہ اتنے فاصلے سے رات کے وقت جب سکون ہوتا ہے اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔" (الکافی فی فضائل المدینہ، باب ملاء الجمعة، ج 1، ص 248، مکتبۃ اریاض المدینہ، ریاض)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی فرماتے ہیں:

"ایسی جگہ پر مقیم شخص جہاں سے وہ قائم ہونے والے جمعہ کی اذان کی آواز نہ سنے اس پر جمعہ واجب نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ اس پر ہے جس نے اذان سنی۔ اور اذان کے سننے میں اس بات کا لحاظ کریں گے کہ مؤذن کا رخ شہر کی طرف ہو اور آواز اونچی ہو اور ہوا ساکن ہو، پس اگر اذان کی آواز سنتا ہے تو جمعہ لازم ہے ورنہ لازم نہیں۔" (الہدب فی فضائل امام الشافعی، ج 1، ص 205، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کے نزدیک گاؤں والوں کی دو حالتیں ہیں: گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) سے زیادہ کا فاصلہ ہے یا نہیں، اگر گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو ان پر شہر کی جانب سعی واجب نہیں، اس صورت میں ان کی اپنی حالت کا اعتبار ہے، پس اگر ان کی تعداد چالیس ہے اور ان میں جمعہ کی دیگر شرائط پائی جاتی ہیں تو انہیں اقامت جمعہ کی اجازت ہے، اور انہیں اس بات کا اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا اپنی گاؤں میں جمعہ قائم کریں، اور ان کا اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا افضل ہے، اور جب وہ اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں گے تو سب ادھر ہی حاضر ہوں۔

اور ان کی تعداد اتنی نہیں ہے تو انہیں اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا ظہر ادا کریں اور افضل شہر کی جانب سعی کرنا

ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ یا اس سے کم فاصلہ ہے، اس صورت میں اگر ان کی تعداد

چالیس سے کم ہے تو ان کے لیے شہر کی جانب سعی واجب و ضروری ہے اور ان کی تعداد چالیس یا اس سے زیادہ ہے تو انہیں اختیار ہے چاہیں تو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں یا شہر کی جانب سعی کریں۔

(المسنن لابن قدامہ ج 2 ص 381)

باب نمبر 355

مَا جَاءَ فِي وَقْتِ الْجُمُعَةِ

جمعة کا وقت

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کے زوال کے وقت جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

حدیث: عیسیٰ بن موسیٰ نے چند واسطوں سے انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

اور اس باب میں سلمہ بن اکوع، جابر اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اسی پر اکثر اہل علم کا اتفاق ہے کہ بے شک جمعہ کا سورج کے زائل ہونے کے بعد ظہر کے وقت کی مثل ہے اور یہی امام شافعی، احمد اور اسحاق رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ: جمعہ کی نماز جب زوال سے قبل پڑھی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور جو زوال سے قبل نماز پڑھے تو آپ رحمہ اللہ اس پر اعادہ کی رائے نہیں دیتے۔

503- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ

504- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَجَابِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ الَّذِي أُجْمِعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ وَقْتَ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كَوَقْتِ الظُّهْرِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ إِذَا صَلَّيْتَ قَبْلَ الزَّوَالِ أَنَّهَا تَجُوزُ أَيْضًا وَقَالَ أَحْمَدُ: وَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَإِنَّهُ لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ إِعَادَةٌ

ترجمہ حدیث 503: (صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة، حدیث 904، ج 2، ص 7، دار طوق النجاة، سنن ابی داؤد، تخریج ابواب الجمعة، باب فی وقت الجمعة،

حدیث 1084، ج 1، ص 284، المكتبة العصریہ، بیروت)

ترجمہ حدیث 504:

شرح حدیث

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"(بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کے زوال کے وقت جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے) (اس حدیث پاک میں اس بابت کی طرف اشعار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ زوالِ شمس کے بعد نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے، اور وہ جو جمید کی روایت ہے جو کہ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ہم نماز جمعہ میں تکبیر (جلدی) کیا کرتے تھے، اور ہم نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کیا کرتے تھے۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ نماز جمعہ کو نہار (دن) کے پہلے حصے میں ادا کرتے تھے، تعارض کے دعویٰ کے بجائے روایات میں تطبیق اولیٰ ہوتی ہے، اور یہ بعد ما قبل میں ثابت ہو چکی کہ تکبیر کہتے ہیں کسی بھی وقت کے پہلے حصے میں کوئی نفل کرنا یا دوسرے وقت پر مقدم کرنا اور وہی یہاں مراد ہے، اور یہی معنی اس کا بھی ہے کہ وہ پہلے نماز جمعہ پڑھتے پھر قیلولہ کیا کرتے تھے۔"

(فتح الباری لابن حجر، باب وقت الجمعہ، ج 2، ص 388، دارالمعرفہ بیروت)

نماز جمعہ کا وقت، مذاہب ائمہ

جمہور یعنی حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا وقت ہے، چنانچہ ظہر کا وقت شروع ہونے (زوالِ آفتاب) سے پہلے جمعہ کی ادائیگی درست نہیں ہوگی، اور عصر کا وقت داخل ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے، اگر کسی نے اذان کیا اور ظہر کا وقت چلا گیا تو جمعہ ساقط ہو جائے گا اور اس کے بدلے ظہر پڑھے گا کیونکہ جمعہ فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا نہیں، خطبہ کے لیے بھی ظہر کا وقت شرط ہے، اگر خطیب نے خطبہ ظہر کے وقت سے پہلے دیا تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا اگرچہ نماز جمعہ وقت کے اندر ہو۔ (احناف: بدائع الصنائع، ج 1، ص 269؛ شوافع: منیٰ الحجاج، ج 1، ص 279؛ مالکیہ: معانی السنن، ج 1، ص 372)

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ جمعہ کا اول وقت وہ ہے جو عید کا اول وقت ہے۔

(الروض المرئی شرح زاد المستمعین و معانی ابن قاسم، ج 2، ص 425، 433)

حنابلہ کی دلیل یہ روایت ہے کہ عبد اللہ بن سیدان کہتے ہیں: ((شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ قَبْلَ بَيْضِ النَّهَارِ)) ترجمہ: میں جمعہ والے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (جمعہ پڑھنے کے لیے) حاضر ہوا، ان کی نماز اور خطبہ نصف النہار سے پہلے تھا۔

(سنن دارقطنی، باب صلاة الجمعة قبل نصف النهار، ج 2، ص 330، مؤسسة الرمال، بیروت)

اس روایت کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے معلول قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”عبداللہ بن سیدان غیر معروف الحدیث ہے، امام ابن سعدی نے کہا کہ یہ مجہول کے مشابہ ہے، امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث پر کوئی متابع نہیں بلکہ اس سے زیادہ قوی روایت اس کے معارض ہیں، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں سوید بن غفلہ کے طریق سے ہے: ((اِنَّهُ صَلَّى مَعَ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ حِينَ ذَكَرَتِ الشَّمْسُ اِسْتَاكْفَ قَوِيًّا)) ترجمہ: انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز جمعہ اس وقت پڑھی جب سورج زائل ہو گیا تھا، اس کی اسناد قوی ہے۔“

(شرح ابوریباب وقت الجمعہ ص 26، ج 387، دار المعرفہ بیروت)

جمہور کی دلیل اس باب کی حدیث پاک ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الرَّجْمَةَ حِينَ تَبَوُّسُ الشَّمْسُ)) ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جمعہ اس وقت ادا فرمایا کرتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا۔

اس حدیث پاک کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: حَدِيثٌ اَنْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، حضرت انس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی باب: جہاد وقت الجمعہ ص 26، ج 377، صفحہ الیابی، مصر)

ماخذ و مراجع

قرآن مجید، کلام باری تعالیٰ

ترجمہ کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن (متوفی 1340ھ) مکتبہ

المدينہ کراچی

کتاب التفسیر

(تتویر المقیاس، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (متوفی 68ھ)، دار الکتب العلمیہ، لبنان)

(تفسیر طبری، المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملى، أبو جعفر الطبری

(المتوفی 310ھ)، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

(تفسیر القرآن العظیم المسنی تاویلات اہل السنۃ، امام المتکلمین امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ

اللہ علیہ (متوفی 333ھ)، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

(تفسیر سمرقندی، ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی (373ھ)، مطبوعہ بیروت)

(معالم التنزیل (تفسیر بغوی)، امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفی 516ھ، دار الکتب

العلمیہ، بیروت)

(مفاتیح الغیب معروف بالتفسیر الکبیر، ابو عبداللہ محمد بن عمر فخرالدین رازی (606ھ)، دار احیاء

التراث العربی، بیروت)

(تفسیر نسفی، ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی (710ھ)، دار الکلم الطیب، بیروت)

(تفسیر خازن، علاء الدین علی بن محمد بغدادی (متوفی 741ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(تفسیر جلالین، علامہ جلال الدین محلی (متوفی 863ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)،

القاہرہ)

(تفسیر ابی السعود، ابو السعود العماد محمد بن محمد بن مصطفی (982ھ)، دار احیاء التراث

العربی، بیروت)

(روح البیان، شیخ اسماعیل حقی (متوفی 1137ھ)، دار الفکر، بیروت)

(تفسیر صاوی، ابو العباس احمد محمد الخلوئی الصاوی (متوفی 1241ھ)

(تفسیر روح المعانی، ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی (1270ھ)، دار الکتب العمومیہ، بیروت)

(تفسیر معارف القرآن، دیوبندی مفتی محمد شفیع، مطبوعہ کراچی)

کتاب الحدیث

(المصنف لعبد الرزاق، لمؤلف: أبو بكر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری تیمنی تصنیفی (المتوفی: 211)، المجلس العلمي، بیروت)

(المصنف لابن أبي شيبة، حافظ عبد الله بن محمد بن أبي شيبة كوفي عيسى، متوفى 235ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ومکتبۃ الرشید، الرياض والدار السلفية، الهندیہ)

(المسند للإمام أحمد بن حنبل، امام احمد بن محمد بن حنبل متوفى 241ھ، مؤسسة الرسالة، بیروت و المکتب الاسلامی، بیروت)

(صحیح البخاری، امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری متوفى 256ھ، دار ضوق السنۃ، مشمشہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(صحیح مسلم، امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفى 261ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت و قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(سنن ابن ماجہ، امام ابو عبد الله محمد بن یزید ابن ماجہ متوفى 273ھ، دار احیاء الکتب العربی، حلب و ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

(سنن ابی داود، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفى 275ھ، آفتاب علم پریس، لاہور)

(جامع ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفى 279ھ، دار افکر، بیروت و قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(مسند بزار، المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبید الله التمیمی المعروف بالبزار (المتوفى 292ھ)، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ)

(السنن النسائی، المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائی (المتوفى: 303)، مکتب المطبوعات الإسلامیہ - حلب)

(مسند ابی یعلیٰ، شیخ الاسلام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفى 307ھ، مؤسسة علوم القرآن،



(بیروت)

- (صحيح ابن خزيمة، المؤلف: أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري (المتوفى 311هـ، المكتب الاسلامي، بيروت)
- (شرح معاني الآثار، امام أبو جعفر أحمد بن محمد طحاوي (متوفى 321هـ)، عالم الكتب)
- (صحيح ابن حبان، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التميمي، أبو حاتم، الدارسي، الثبتي (المتوفى 354هـ)، مؤسسة الرسالة، بيروت)
- (الجامع الصغير، امام أبو القاسم سليمان بن أحمد طبراني متوفى 360هـ، المكتب الاسلامي، بيروت)
- (المعجم الكبير للطبراني، امام أبو القاسم سليمان بن أحمد طبراني، متوفى 360هـ، المكتبة الفيصلية، بيروت ومكتبه ابن تيمية، القاهرة)
- (المعجم الأوسط للطبراني، امام أبو القاسم سليمان بن أحمد طبراني متوفى 360هـ، مكتبة المعارف، رياض ودار الحرمين، القاهرة)
- (سنن الدارقطني، المؤلف: أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى 385هـ، دار المعرفة، بيروت)
- (الترغيب في فضائل الاعمال وثواب ذلك، المؤلف: أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أيوب بن أزداد البغدادي المعروف بـ ابن شابين (المتوفى 385هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت)
- (معالم السنن، علامه ابو سليمان احمد بن محمد خطابي (388هـ)، المطبعة العلمية، حلب)
- (المستدرک للحاکم، امام أبو عبد الله محمد بن عبد الله حاكم نيشابوري متوفى 405هـ، دار الفكر، بيروت ودار الكتب العلمية)
- (حلية الاولياء لابي نعيم، المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى 430هـ)، دار الكتاب العربي، بيروت)
- (السنن الكبرى، المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخشروجردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى 458هـ، دار صادر، بيروت)
- (شعب الايمان، المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخشروجردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى 458هـ)، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، العلوم والحكم، المدينة المنورة)

(دلائل النبوة للبيهقي، المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرُو جردى الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى 458هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت)

(تاريخ دمشق الكبير، علامه علي بن حسن، متوفى 571هـ، داراحياء التراث العربي، بيروت)
(الترغيب والترهيب، امام زكي الدين عبد العظيم بن عبد القوي سندي، متوفى 656هـ، دارالكتب العلمية، بيروت)

(مجمع الزوائد، حافظ نور الدين علي بن ابي بكر، يهتني متوفى 807هـ، مكتبة القدسي، القاهرة وبيروت دارالكتاب بيروت)

(كنز العمال، المؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (المتوفى 975هـ، مؤسسة الرساله، بيروت)

كتب شروح حديث

(شرح صحيح البخاري لابن بطال، ابو الحسن علي بن خلف ابن بطال مالكي عليه رحمة الله الغني (متوفى 449هـ) 243، مكتبة الرشد، الرياض)

(المسالك في شرح موطا مالك، قاضي محمد بن عبد الله ابو بكر ابن العربي مالكي (متوفى 543هـ)، دار الغرب الاسلامي)

(شرح النووي، امام محي الدين ابوزكريا يحيى بن شرف نوري متوفى 676هـ، قديمي كتب خانة، كراچی)
(فتح الباري، امام حافظ احمد بن علي بن حجر عسقلاني متوفى 852هـ، داراحياء التراث العربي، بيروت ودارالمعرفة، بيروت)

(عمدة القاري، امام بدرالدين ابو محمد محمود بن احمد عيني، متوفى 855هـ، داراحياء التراث العربي، بيروت ودارالكتب العلمية، بيروت)

(شرح ابي داود للعيني، بدر الدين عيني حنفي (متوفى 855هـ)، مكتبة الرشد، الرياض)
(قوت المفتدي، علامه جلال الدين عبد الرحمن بن ابو بكر سيوطي (متوفى 911هـ)، جامعة ام القرى، مكة المكرمة)

(برقاة المفاتيح، علامه ملا علي بن سلطان قاري، متوفى 1014هـ، المكتبة الحسينية، كوثه)
(فيض القدير، المؤلف: زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين

الحدادی ثم المناوی القاهری (المتوفی 1031هـ، دارالمعرفة، بیروت)

(التبسیر شرح الجامع الصغیر، المؤلف: زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علی بن

زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاهری (المتوفی 1031هـ)، مكتبة الامام الشافعی، ریاض)

(لمعات التفتیح، عبدالحق محدث دهلوی (متوفی 1052هـ)، مكتبة المعارف النعمانیة، لاهور)

(اشعة اللمعات، عبدالحق محدث دهلوی (متوفی 1052هـ)، مكتبة نوريه رضويه، سكره)

(شرح الزرقانی علی موطا الامام مالك، ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي زرقانی مالکی

(متوفی 1122هـ)، مكتبة الثقافية الدينية، قاهرة)

(حاشية السندي علی سنن النسائي، محمد بن عبد الهادي سندي حنفي (متوفی 1138هـ)، مكتب

المطبوعات الاسلاميه، حلب)

(حاشية السندي علی سنن ابن ماجه، محمد بن عبد الهادي سندي حنفي (متوفی 1138هـ)، دار الحيل

بيروت)

(مرآة المناجیح، مفتی احمد یاز خان نعیمی، گجرات)

كتب اصول حديث

(تهذيب الكمال في أسماء الرجال، علامه يوسف بن عبد الرحمن مزى (742هـ)، مؤسسة الرسالة، بيروت)

كتب السير

(سيرت حلبیه (انسان العيون)، المؤلف: علی بن ابراهيم بن أحمد الحلبي، أبو الفرج، نور الدين ابن برهان

الدين (المتوفی 1044هـ، دارالكتب العلميه، بيروت)

(المواهب اللدنية، المقصد الرابع، الفصل الثاني، شهاب الدين احمد بن محمد قسطلانی متوفی

932هـ، المكتب الاسلامي، بيروت)

(سبل الهدى، المؤلف: محمد بن يوسف الصالحی الشامي (المتوفی 942هـ)، دارالكتب العلميه، بيروت)

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن

شهاب الدين بن محمد الزرقانی المالکی (المتوفی 1122هـ، دارالمعرفة، بيروت والكتب العلميه، بيروت)

(تحفة المحتاج، علامه ابن حجر ہیتمی شافعی، المكتبة التجارية الكبرى، مصر)

(الخصائص الكبرى، امام جلال الدين بن ابی بكر سيوطی متوفی 911هـ، دارالكتب العلميه، بيروت)

وگجرات، الہند)

(دلائل النبوة للبيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخنيزر جردى الخراساني، أبو بكر البيهقي
(المتوفى 458 هـ، دارالكتب، بيروت)

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم، القاضي ابو الفضل عياض مالكي متوفى 544
هـ، دار الفيحاء، عمان)

(تاريخ دمشق لابن عساكر اريخ دمشق، أبو القاسم علي بن الحسن بن بهبة الله المعروف بابن عساكر
(المتوفى 571 هـ)؛ دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع)

(جلاء الافهام، حافظ ابن قيم (751 هـ)، دار المعرفة، الكويت)

(تسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض، فصل و من ذلك ما اطلع، ج 3، ص 153، مركز اهل سنت
بركايت رضا، گجرات)

كتب فقه حنفي

(كتاب الآثار للامام ابي يوسف، أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبة الأنصاري
(المتوفى 182 هـ)، ادارة القرآن، كراچی)

(الحجة على اهل المدينة، امام محمد شيباني حنفي (متوفى 189 هـ)، عالم الكتب، بيروت)

(مبسوط للسرخسي، شمس الائمة سرخسي حنفي (متوفى 483)، دار المعرفة، بيروت)

(التمت في الفتاوى للسعدي، أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد سعدي حنفي (متوفى 461 هـ)، مؤسسة
الرسالة، بيروت)

(خلاصة الفتاوى، علامه طاہر بن عبد الرشید بخاری، (متوفى 542 هـ)، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(بدائع الصنائع، امام ابو بکر بن مسعود بن احمد كاساني حنفي (متوفى 587 هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت)

(الهداية شرح بداية المبتدى، امام برهان الدين علي بن ابي بكر مرغيناني حنفي (متوفى 593 هـ)، دار احياء
التراث العربي، بيروت)

(محيط برهاني، ابو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد حنفي (متوفى 616 هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت)

(الاختيار لتعليق المختار، علامه ابو الفضل عبد الله بن محمود موصلی حنفي (متوفى 683 هـ)، مطبعة

الحلبي، القاهرة)

- (منیة المصلی، علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری، (متوفی 705)، مکتبہ قادریہ، لاہور)
 (تبيين الحقائق، علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ)، المکتبہ الکبری
 الامیریہ، بولاق، قاہرہ)
 (الجوہرۃ النیرۃ، علامہ ابو بکر بن علی بن محمد بن الحداد زبیدی حنفی (متوفی 800ھ)، المطبعة الخيرية)
 (فتح القدير، المؤلف: کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الهمام
 (المتوفی 861ھ)، مکتبہ، کوئٹہ)
 (فتاوی رملی، علامہ شہاب الدین احمد بن حمزہ انصاری رملی شافعی (متوفی 957ھ)، المکتبہ الاسلامیہ)
 (بحر الرائق، 25 زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 970ھ)، دارالکتاب الاسلامی، بیروت)
 (فتاوی حدیثیہ، امام ابن حجر مکی (متوفی 974ھ)، مصطفی البانی، مصر)
 (نهر الفائق، سراج الدین ابن نجیم (متوفی 1005ھ)، قدیمی کتب خانہ، کراچی)
 (نور الايضاح و نجات الارواح، علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی (متوفی 1069ھ)، المکتبہ العصریہ)
 (مراقی الفلاح، علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ)، المکتبہ العصریہ، بیروت)
 (امداد الفتاح، علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ)، صديقي
 پبلشرز، کراچی)
 (طحطاوی علی العراقی، علامہ احمد طحطاوی حنفی، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
 (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر علامہ شیخی زادہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت)
 (حاشیة الشلسلی علی تبیین الحقائق، شہاب الدین احمد بن محمد بن یونس بن اسماعیل بن
 یونس الشلسلی (المتوفی 1021)؛ المطبعة الكبرى الاميرية - بولاق، القاہرہ)
 (شرعة الاسلام مع شرح مفاتيح الجنان، امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)
 (تنوير الابصار، علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمرناشی، متوفی (1004)، دارالفکر، بیروت)
 (درمختار، علامہ علاؤ الدین خصکفی حنفی (متوفی 1088ھ)، دارالفکر، بیروت)
 (ردالمحتار، محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ، دارالفکر، بیروت)
 (سل الحسام، رسالہ من رسائل ابن عابدین، علامہ شامی (متوفی 1252)، سہیل اکیڈمی، لاہور)
 (فتاوی ہندیہ لامہ ہمام مولانا شیخ نظام (متوفی 1161ھ) و جماعۃ من علماء الہند، دارالفکر، بیروت)

(فتاویٰ قاضی خان، علامہ قاضی خان، مکتبہ حقانیہ، پشاور)
 (جد الممتار، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان (متوفی 1340ھ) مکتبہ
 المدینہ، کراچی)
 (فتاویٰ رضویہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی 1340ھ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)
 (رسالہ انبیا کرام گناہوں سے پاک ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد خان رحمۃ اللہ علیہ، ادارہ تحفظ
 عقائد اہل سنت، پاکستان)

(بہار شریعت، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی (المتوفی 1367)، مکتبہ المدینہ، کراچی)
 (الموسوعۃ الفقہیہ الكويتیہ، وزارت الأوقاف والشئون الإسلامیة - الكويت، دار السلاسل، الكويت)
 (وقار الفتاویٰ، مفتی وقار الدین صاحب ہبزم وقار الدین، کراچی)
 (حجیت حدیث، علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)
 (فتاویٰ فقیہ ملت، مفتی جلال الدین امجدی، شبیر برادرز، لاہور)
 (حبیب الفتاویٰ، مفتی حبیب اللہ، شبیر برادرز، لاہور)

کتاب فقہ مالکی

(القوانین الفقہیہ، علامہ محمد بن احمد غرناطی مالکی (متوفی 741ھ)، مطبوعہ بیروت)
 (حاشیۃ النسوقی علی الشرح الکبیر للشیخ الدر دیر، علامہ محمد بن احمد نسوقی
 مالکی (متوفی 1230ھ)، دار الفکر، بیروت)
 (مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، محمد بن محمد بن عبد الرحمن طرابلسی مالکی (متوفی
 954ھ)، دار الفکر، بیروت)
 (الکافی فی فقہ اہل المدینہ، علامہ ابن عبد البر قرطبی مالکی (متوفی 463ھ)، مکتبۃ الریاض الحدیثیہ
 الریاض)
 (البیان التحصیل، قاضی الجماعۃ ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ)، دار الغرب الاسلامی
 بیروت، ملاحظاً)
 (التلقین فی الفقہ المالکی، ابو محمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ)، دار الکتب
 العلمیہ، بیروت)

- (التاج والاكليل لمختصر خليل، ابو عبد الله المواق المالكي (متوفى 897 هـ)، دار الكتب العلمية)
 (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ابن رشد مالكي (متوفى 595 هـ)، دار الحديث، القاهرة)
 (مدخل لابن خاج، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسي المالكي الشهير بلقب
 الخاج (المتوفى 737 هـ، دار التراث، بيروت)
 (الكافي في فقه أهل المدينة، أبو عمر يوسف بن عبد الله قرطبي مالكي (متوفى 463 هـ)، مكتبة الرياض
 الحديثية، الرياض)
 (الشرح الصغير مع حاشية الصاوي، شيخ دردير مالكي (متوفى 1201 هـ)، دار المعارف)
 (الرسالة للقيرواني، عبد الله بن أبي زيد القيرواني مالكي (متوفى 386 هـ)، دار الفكر)
 (الاستذكار، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر قرطبي مالكي (متوفى 463 هـ)، دار الكتب
 العلمية، بيروت)
 (شرح مختصر خليل للخرشي، علامه محمد بن عبد الله خرشي مالكي (متوفى 1101 هـ)، دار الفكر للطباعة،
 بيروت)
 (إرشاد السالك إلى اشرف المسالك في الفقه، عبد الرحمن بن محمد بن عسكر بقنادي مالكي عليه رحمة
 الله القوي (متوفى 732 هـ)، مطبعة مصطفى الباني، مصر)
 (الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد، شهاب الدين أحمد بن غانم نفاوي مالكي عليه رحمة الله
 الكافي (متوفى 1126 هـ)، دار الفكر، بيروت)
 (مختصر خليل، علامه خليل بن اسحاق مصري مالكي (متوفى 776 هـ)، دار الحديث، القاهرة)
 (الذخيرة للقرافي، أبو العباس شهاب الدين أحمد قرافي مالكي (متوفى 684 هـ)، دار الغرب الاسلامي، بيروت)
 (سواهب الجليل في شرح مختصر خليل، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن
 طرابلسي مالكي الكافي (متوفى 954 هـ)، دار الفكر، بيروت)
 (المقدمات الممهدة، محمد بن أحمد بن رشد قرطبي مالكي (متوفى 520 هـ)، دار الغرب الاسلامي، بيروت)
 (التهديب في اختصار المدونة، علامه قيرواني مالكي (متوفى 372 هـ)، دار البحوث للدراسات الاسلاميه
 واحياء التراث، دهبى)
 (منح الجليل شرح مختصر خليل، محمد بن أحمد بن محمد عليش مالكي (1299 هـ)، دار الفكر، بيروت)

(شرح مختصر لمجلد للخرشى وعليه حاشية العدوى، أبو عبد الله محمد بن عبد الله خرشى مالكي
(متوفى 1101هـ)، دار الفكر للطباعة، بيروت)

كتب فقه حنبلي

(المشرح ال... علي متن المقنع، عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة حنبلي، دار الكتاب العربي للنشر
والتوزيع، بيروت)

(متن الخرقى، أبو القاسم خرقى، دار الصحابة للتراث)

(عمدة الفقه، سوفي الدين ابن قدامة (متوفى 620هـ)، المكتبة العصرية)

(المبدع شرح المقنع، برهان الدين ابن مفلح (متوفى 884هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت)

(الاقناع شرف الدين حجاوى (متوفى 968هـ)، دار المعرفة، بيروت)

(زاد المستقنع، علامه شرف الدين حجاوى (متوفى 968هـ)، دار الوطن للنشر والتوزيع)

(دليل الطالب لنيل المطالبمعى بن يوسف الكرمى (متوفى 1033هـ)، دار طيبة للنشر والتوزيع)

(دقائق اولى النهى، منصور بن يونس بهوتى (متوفى 1051هـ)، عالم الكتب)

(كشاف القناع عن متن الاقناع، شيخ منصور بن يونس بهوتى حنبلي (متوفى 1051هـ)، دار الكتب العلمية
بيروت)

(الفروع وتصحيح الفروع ملخصاً، محمد بن مفلح مقدسى رامينى حنبلي (متوفى 763هـ)، مؤسسة
الرسالة، بيروت)

(المغنى لابن قدامة، ابن قدامة مقدسى حنبلي (متوفى 620هـ)، مكتبة القاهرة)

(شرح الزر كشى على مختصر الخرقى، محمد بن عبد الله زر كشى حنبلي (متوفى 772هـ)، مطبوعه
دار العبيكان)

(الانصاف فى معرفة الراجح من الخلاف، أبو الحسن علي بن سليمان مرداوى حنبلي
(متوفى 885هـ)، دار احياء التراث العربى، بيروت)

(المجموع شرح المذهب، أبو اسحاق شيرازى (متوفى 476هـ)، دار الفكر)

(الروض المربع شرح زاد المستقنع، منصور بن يونس بهوتى حنبلي (متوفى 1051هـ)، دار المؤيد مؤسسة
الرسالة، بيروت)

(مطالب اولی النهی، علامہ مصطفیٰ بن سعد بن عبدہ سیوطی حنبلی (متوفی 1243ھ)، المکتب الاسلامی، بیروت)

(الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، علاؤالدین علی بن سلیمان بن احمد مرداوی حنبلی (متوفی 885ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(النشرح الكبير علی متن المقنع، شمس الدین عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامة مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ)، دار الكتاب العربی، بیروت)

(الكافی فی فقه الامام احمد، موفق الدین عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامة مقدسی حنبلی علیہ رحمة الله القوی (متوفی 620ھ)، دار الكتب العلمية، بیروت)

(المسند فی شرح المقنع، علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد الله حنبلی (متوفی 884ھ)، دار الكتب العلمية، بیروت)

(مختصر الخرقی، ابو القاسم عمر بن حسین بن عبد الله خرقی حنبلی علیہ رحمة الله الولی (متوفی 334ھ)، دار الصحابة للتراث)

کتاب فقه شافعی

(البيان فی مذهب الامام الشافعی، علامہ یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ)، دار المنهاج، جدہ)
(اسنی المطالب فی شرح روض الطالب، علامہ زین الدین زکریا بن محمد بن زکریا انصاری شافعی (متوفی 926ھ)، 4، دار الكتاب الاسلامی، بیروت)

(خبايا الزوايا، بدرالدین زرکشی شافعی (متوفی 794ھ)، وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت)

(التنبیه فی الفقه الشافعی، ابو اسحاق ابراہیم شیرازی شافعی (متوفی 476ھ)، عالم الكتب)

(الفتاویٰ الفقہیة الكبرى، علامہ ابن حجر ہیتمی (متوفی 974ھ)، المكتبة الاسلامیہ)

(المجموع شرح المہذب، مہ نووی شافعی رحمۃ الله علیہ (متوفی 676ھ)، دار الفکر، بیروت)

(الانوار لاعمال الابرار، یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی (متوفی 779ھ)، دار الضیاء للنشر والتوزیع)

(فتاویٰ رملی، علامہ شہاب الدین رملی شافعی (متوفی 957ھ)، المكتبة الاسلامیہ)

(الحاوی الكبير، ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ)، دار الكتب العلمية، بیروت)

(التذکرہ فی الفقه الشافعی لابن الملقن، ابن ملقن شافعی (متوفی 804ھ)، دار الكتب العلمية، بیروت)

- (حاشیة الصاوی علی شرح الصغير، علامه احمد بن محمد صاوی مالکی (1241ھ)، مطبوعه دارالمعارف)
- (اللباب فی الفقه الشافعی، ابو الحسن معاملی (متوفی 415ھ)، دار البخاری، المدینة المنورة)
- (نهاية المطلب فی درية المذهب، امام عبد الملك بن عبدالله جوینی شافعی (متوفی 478ھ)، دارالمتنہاج)
- (الوسیط فی المذهب، امام محمد بن محمد غزالی (متوفی 505ھ)، دارالسلام، القايرة)
- (كفاية النبیہ فی شرح التنبیہ، نجم الدین ابن رفاعہ (متوفی 710ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت)
- (المجم الوہاج، ابو البقاء کمال الدین دمیری (متوفی 808ھ)، دارالمتنہاج، جدہ)
- (اسنی المطالب فی شرح الروض الطالب، زین الدین ابو یحیی السنیکي (متوفی 926ھ)، دار الکتب الاسلامی)
- (مغنی المحتاج، خطیب شریینی (متوفی 977ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت)
- (غایة البیان، شہاب الدین رملی (متوفی 1004ھ)، دار المعرفة، بیروت)
- (نهاية المحتاج، شہاب الدین رملی (متوفی 1004ھ)، دارالفکر)
- (متن ابی شجاع المسمی الغایة والتقريب، شہاب الدین ابو الطیب احمد بن حسین اصفہانی (متوفی 593ھ)، عالم الکتب)
- (فتح العزیز بشرح الوجیز، ابو القاسم عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی (متوفی 623ھ)، دار الفکر)
- (شرح المہذب، علامہ ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف نووی، دارالفکر، بیروت)
- (التعمید لابن عبد البر، ابو عمر ابن عبد البر قرطبی مالکی (متوفی 463ھ)، وزارة عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیة)
- (الحاوی الکبیر، ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت)
- (مغنی المحتاج، شمس الدین محمد بن احمد خطیب شریینی شافعی (متوفی 977ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت)
- (المجموع شرح المہذب، محیی الدین یحیی بن شرف نووی شافعی (متوفی 676ھ)، دارالفکر، بیروت)
- (الأم للشافعی، مؤلف: الشافعی أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشي المکی (المتوفی 204ھ)؛ دار المعرفة، بیروت)
- (روضة الطالبین وعمدة المفتین، امام ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی (متوفی 676ھ)، المكتب

(الاسلامی، بیروت)

(المہذب فی فقہ الامام شافعی شیرازی، ابراہیم بن علی شیرازی شافعی (متوفی 476ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی، علامہ بدر الدین زرکشی شافعی (متوفی 794ھ)، اضاء السلف، الرياض)

(نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، شہاب الدین ربلی شافعی (متوفی 1004ھ)، دارالفکر، بیروت)

کتب تصوف

(قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی (متوفی 386ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(احیاء علوم الدین، امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 505ھ)، دارالمعرفہ، بیروت)

(شرح الصدور، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ)، دارالمعرفہ، بیروت)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ، امام عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(فیوض الحرمین، شاہ ولی اللہ صاحب (متوفی 1174ھ)، محمد سعید اینڈ سز، کراچی)

کتب بد مذہب

(تقویۃ الایمان، اسماعیل دہلوی (1246ھ)، مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(تکمیل الیقین، اشرف علی تھانوی دیوبندی (متوفی 1362ھ)، مطبوعہ ہندستان پرنٹنگ پریس)

(تحذیر الناس، قاسم نانوتوی دیوبندی، (متوفی 1297ھ) دارالاشاعت، کراچی)

(تالیفات رشیدیہ، رشید گنگوہی، مطبوعہ لاہور)

(رسالہ ماہنامہ الحرمین جہلم، جنوری 1992ھ، غیر مقلد صلاح الدین یوسف)

(شکر النعمۃ بذکر الرحمہ، اشرف علی تھانوی)

(شہاب ثاقب، حسین احمد دیوبندی، مطبوعہ دیوبند)

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ، سرفراز گکھڑوی، مطبوعہ گوجرانوالہ)

(اصلاحی خطبات، تقی عثمانی، مطبوعہ کراچی)

(دراسات فی التصوف، الطریقۃ الرفاعیہ، احسان السہی ظہیر، دارالامام المجدد للنشر والتوزیع)

کتاب لغت و فنون

التعريفات للمجرجاني سید شریف علی بن محمد بن علی العرجانی (840ھ)، دار المنار للطباعة والنشر
(لسان العرب، ابن منظور افريقي (متوفى 711ھ)، دار صادر، بيروت)
(معجم لغة الفقهاء، المؤلف: محمد رواس قلعجي، الناشر: دار التفائس للطباعة والنشر والتوزيع)
(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، مصطفی بن عبد الله المشهور باسم حاجي خليفة (المتوفى
1067ھ)، مكتبة المثنى، بغداد)

متفرق كتب

(الفقه الاكبر، امام اعظم ابو حنيفة نعمان بن ثابت (متوفى 150)، مكتبة الفرقان، عرب
منع الروض الازهر شرح الفقه الاكبر لملا علي قاري، دار البشائر الاسلاميه، بيروت)
(شمائم امداديه، حاجي امداد الله مهاجر مكي (المتوفى 1317ھ))
(النبراس شرح شرح عقائد، مكتبة حقانيه، ملتان)
(العصمة للاتباء، مكتبة القافة الدينية، القاهرة)
(مطالع المسرات)
(دروس البلاغة، الباب الرابع في التعريف والتشكيير، ص 45، مكتبة المدينة، كراچي)
(حاشية الجمل على شرح منهج، علامه سليمان بن عمر المعروف بالجمل، دار الفكر، بيروت)
(التذكرة في الوعظ، علامه ابن جوزي رحمة الله عليه (متوفى 597ھ)، دار المعرفة، بيروت)
(جواهر الاولياء، حضرت جهانيان جهان گشت سيد جلال الدين بخاري رحمة الله عليه
(متوفى 785ھ)، مطبوعه اسلام آباد)
(اصلي جواهر خمسه كامل، حضرت شيخ محمد غوث گوالياري رحمة الله عليه، مطبوعه كراچي)
(الكواكب السائره، شيخ نجم الدين محمد بن محمد الغزي رحمة الله
عليه (متوفى 1061ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت)
(ثبت ابو جعفر احمد بن علي، نص وظيفة الشيخ ابراهيم التازي، شيخ ابو جعفر احمد بن
علي (متوفى 938ھ)، دار الغرب الاسلامي، بيروت)

- (اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، علامہ ابوبکر المشهور بالبکری
(متوفی 1301ھ)، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت)
- (مسامرات الطریف بحسن التعریف، شیخ محمد بن عثمان السنوسی (متوفی 1318ھ)، مکتبہ شاملہ)
(انقلاب حقیقت، صاحبزادہ محمد عمر، مطبوعہ مرکز الاولیاء لاہور)
- (شواہد الحق، علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ)
(ملفوظات مہریہ، ص 89، مطبوعہ گولڑہ شریف)
- (ضیاء القلوب مشمولہ کلمات امدادیہ، امداد اللہ مہاجر مکی، مطبوعہ کراچی)
(فضائل درود شریف، زکریا)
- (فتاویٰ اللجنة الدائمہ، ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء، الادارۃ العامۃ، ریاض)
- (التذکرۃ باحوال الموتی واسور الآخریۃ، علامہ شمس الدین قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
(المتوفی 671ھ)، مکتبۃ دارالمنہاج للنشر والتوزیع، ریاض)